Title – FATAWI HINDIYA TARJUMA FATAWI ALAMGEERIYA.

Creator – Mutarjuma Sayyed Ameer Ali Marhoom.

Publisher – Matba Nawal Kishore (Lucknow)

Date – 1932.

Pages – 488.

Subjects –

پنجم جلد ہم

الحمد للہ والمنۃ کہ

فقیہ واحد اشد علی الشیطٰن من الف عابد

فتاوائے ہندیہ

ترجمہ

فتاوائے عالمگیریہ

مترجمہ

علامۂ مولانا سیّد امیر علی مرحوم اعلی اللہ مقامہ

مؤلف

تفسیر مواہب الرحمٰن و عین الہدایہ وغیرہ

باہتمام کیسری داس سیٹھ سپرنٹنڈنٹ

۱۹۳۲ء

مطبع
نولکشور لکھنؤ میں طبع ہوا

اذا اراد اللہ بعبد خیرا یفقہہ فی الدین

الحمد للہ سبحانہ و تعالیٰ کہ فتاوائے جلیل عدیم المثیل منبع مسائل و احکام مشرع افتا و وقائع انام مدار و معتمد دین اسلام حاوی احکام دینیہ شرعیہ ماخوذ از نصوص محکمہ و سنن سنیہ احسن الفتاوی در فقہ حنفیہ

یعنی

فتاویٰ ہندیہ

ترجمہ

فتاویٰ عالمگیریہ

جلد پنجم

مترجمہ جامع صناعات ریاضیہ عقلیہ حاوی اصناف فنون نقلیہ واقف اشارات صوفیہ مؤلف تفسیر حافظ تاویل القرآن و اسرار الفرقان النحریر العلامہ مولانا السید امیر علی صاحب رحمہ اللہ الولی بصرف زر خطیر مالک مطبع در ریاضت مولانائے عالی وقار ترجمہ گردید

مطبع منشی نولکشور واقع لکھنؤ میں طبع ہوا

بسم اللہ الرحمن الرحیم ؕ

کتاب الصرف

اور اس مین چھ باب ہین

فصل اوّل بیع صرف کی تعریف اور اسکے رکن اور حکم اور شرائط کے بیان مین۔ اسکی تعریف یہ ہے کہ بعض ثمنون کو بعض کے عوض بیع کرنے کو صرف کہتے ہین یہ فتح القدیر مین لکھا ہے۔ اور اسکے رکن وہی ہین جو ہر بیع کے ہین یہ بحر الرائق مین لکھا ہی۔ اور اُسکا حکم شرعاً یہ ہے کہ دونون صرف کرنے والون مین ہر ایک کو اس چیز پر جو اُسنے دوسرے سے خریدی ہی ابتداءً ملک حاصل ہوجاوے جیسا بیع عین مین ہوتا ہے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے اور اسکے شرائط چند ہین ازانجملہ جدا ہونے سے پہلے دونون بدل پر قبضہ ہونا شرط ہے کذا فی البدائع خواہ دونون بدل متعین ہون جیسے ڈھلی ہوئی چیزین یا متعین نہون جیسے سکہ یا ایک متعین ہو دوسری متعین نہو کذا فی الہدایہ اور قوا عد قدوری مین لکھا ہے کہ یہان قبضہ سے مراد ہاتھ سے قبضہ ہونا ہی تخلیہ مراد نہین ہی یہ فتح القدیر مین لکھا ہی اور جدا ہونے کے معنی یہ ہین کہ دونون عقد کرنے والے بدنی جدائی اختیار کرین باینطور کہ ایک ایک طرف چلا جاوے اور دوسرا دوسری طرف یا ایک چلا جاوے اور دوسرا بیٹھا رہے حتی کہ اگر دونون اپنی جگہ پر ہون۔ اور وہان سے نہ گئے ہون تو جدا ہونیکا حکم نہ دیا جائیگا اگرچہ بیٹھے ہوے دیر گزری مگر جبکہ ان دونون مین بدنی جدائی ہوجاوے اور ایسے ہی اگر دونون مجلس مین سو جاوین یا دونون بیہوش ہوجاوین یا اپنی جگہ سے ایک ساتھ کھڑے ہوین اور ایک طرف ایک ہی راستہ پر چلین اور ایک میل یا زیادہ جاوین اور ایک دوسرے سے جدا نہو تو متفرق نہ کہلائینگے یہ بدائع مین لکھا ہی اگر زید کے

عمرو پر ایک ہزار درم قرض ہوں اور عمرو کے زید پر دینار قرض ہوں پھر ایک نے دوسرے کو دیوار کے پیچھے سے یا دور سے آواز دیکر کہا کہ جو تیرا مجھپر ہے وہ بعوض اسکے جو میرا تجھپر ہے مین نے بیع کیا تو جائز نہیں ہے اور ایسے ہی اگر ایلچی بھیجکر بیع صرف کی تو بھی جائز نہیں ہے کیونکہ دونوں مین بدنی جدائی ہے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے اور مجلس[1] کا کچھ اعتبار نہیں ہے مگر صرف ایک مسئلہ مین اور وہ یہ ہے کہ اگر باپ نے کہا کہ تم لوگ گواہ رہو کہ مین نے اپنے نابالغ بیٹے سے یہ دینار دس درم کو خریدا ہے پھر دس درم وزن ہونے سے پہلے اٹھ کھڑا ہوا تو صرف باطل ہو گئی ایسا ہی امام محمدؒ سے مروی ہے کیونکہ باپ ہی عقد کرنے والا ہے اور بدنی جدائی کا اعتبار یہان ممکن نہیں ہے تو مجلس کا اعتبار کیا جاویگا یہ بحر الرائق مین لکھا ہے پھر جاننا چاہیے کہ درم کو درم کے عوض بیچنے اور دینار کو دینار کے عوض بیچنے مین اور پیسون[2] کو درم یا دینار کے عوض بیچنے مین فرق ہے کیونکہ پیسون کو درم یا دینار کے عوض بیچنے مین دونون بدل پر قبضہ ہونا شرط نہیں ہے صرف ایک بدل پر جدائی سے پہلے قبضہ ہونا کافی ہے یہ محیط مین لکھا ہے - ازانجملہ یہ کہ اس عقد مین خیار شرط کسی کو نہونا چاہیے ازانجملہ یہ کہ اس عقد مین میعاد نہونا چاہیے یہ نہایہ مین لکھا ہے - اگر دونون نے میعاد کی شرط کی پھر جدائی سے پہلے باہم قبضہ کر لیا تو یہ میعاد کا ساقط کرنا ہوگا اور بیع صحیح ہو جاوے گی اور اگر خیار کی شرط لگائی پھر جدائی سے پہلے دونون نے باطل کر دی یا خیار والے نے باطل کی تو استحساناً بیع جائز ہو جاوے گی اور اگر عقد مین میعاد تھی پھر میعاد والے نے جدائی سے پہلے اسکو باطل کیا تو استحساناً عقد جائز ہو جائیگا یہ حاوی مین لکھا ہے - اگر درم کو دینار سے بیچنے مین کسی ایک بدل مین ادھار[ادھار ۱۲] کی شرط لگائی پھر شرط والے نے کچھ نقد دیدیا اور کچھ نہ دیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک کل بیع فاسد ہوگی اور اسکی صورت یہ ہے کہ کسی نے ایک دینار بعوض دس درم کے ایک مہینہ کے وعدہ پر خریدا پھر پانچ نقد دیے اور دونون جدا ہو گئے تو پانچ درم کے حصہ کی بیع نہو جاویگی اور اگر بعوض پانچ نقد اور پانچ ادھار کے خریدا پھر نقد ادا کر دیے اور جدا ہو گئے تو پوری بیع فاسد ہے اور اگر پورے دس ادا کر دیے تو بیع جائز ہو گئی یہ ذخیرہ مین لکھا ہے پھر خیار یا میعاد کی شرط لگانے سے بیع صرف جڑ سے فاسد ہو جاتی ہے کیونکہ یہ فساد نفس عقد مین ہوتا ہے اور قبضہ نہونے کی وجہ سے عقد صحیح ہونے کے بعد فاسد ہو جاتا ہے کیونکہ بعض مشائخ کے نزدیک قبضہ اسواسطے شرط ہے کہ عقد اپنی صحت پر باقی رہے اور بعضون کے نزدیک ابتداً صحیح ہونے کے واسطے شرط ہے اور پہلا قول صحیح ہے اور ثمرہ خلاف[3] کا اس صورت مین ظاہر ہوتا ہے کہ جب عقد صرف بسبب قبضہ نہونے کے فاسد ہوا تو امام اعظمؒ کے نزدیک بنا بر قول بعض آخرین کے جو صرف نہین ہے وہ بھی باطل ہو جاویگا اور بنا بر قول بعض اولین[4] کے فاسد نہوگا اور یہی اصح ہے حتی کہ اگر کوئی باندی کہ جسکے گردن مین چاندی کا طوق ہے بعوض چاندی کے خریدی اور قبضہ سے پہلے دونون جدا ہو گئے تو قبضہ نہونے کی وجہ سے حصہ صرف کی بیع باطل ہو گئی اور باندی

---

[1] یعنی مجلس متعدد ہے تو صرف صحیح ہو جاوے یہ معتبر نہین ہے ۱۲ [2] قولہ پیسون کیونکہ یہ اصلی ثمن نہین بلکہ بمنزلہ متاع ہین ۱۲ [3] قولہ ثمرہ خلاف یعنے اس اختلاف سے جو نتیجہ پیدا ہوتا ہے وہ ایسی صورت مین ظاہر ہوگا کہ آخر ۱۲ [4] قولہ اولین یعنے پہلے قول بعض مشائخ پر فاسد نہوگا اور دوسرون کے قول پر فاسد ہوگا ۱۲ -

کی بیع فاسد نہوگی اور اگر باندی کو مع چاندی کے طوق کے بعوض چاندی کے خیار یا مدت کی شرط لگا کر خریدا تو امام اعظمؒ کے نزدیک صرف اور بیع دونوں فاسد ہیں اور صاحبین کے نزدیک بیع فاسد نہوگی یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ اگر قبضہ سے پہلے مجلس سے جدا ہونے کی وجہ سے بیع صرف فاسد ہو جاوے تو بیع بائع کو واپس دینے سے پہلے مشتری کی ملک سے نہیں نکلتی ہے اور اس مسئلہ کی صورت امام محمدؒ نے جامع صغیر میں ذکر کی ہے کہ کسی نے چاندی کی چھاگل دو دینار میں خریدی اور اس پر قبضہ کر لیا اور ایک دینار ادا کیا پھر دوسرا دینار دینے سے پہلے دونوں جدا ہو گئے تو آدھی چھاگل کی بیع فاسد ہو گئی اور یہ فساد دوسرے آدھے کی طرف متعدی نہوگا لیکن اگر بائع غائب ہو گیا اور کسی شخص نے آدھی چھاگل کا اپنی ملک ہونیکا دعوی کیا تو مشتری اسکا مدعا علیہ ہوگا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اور عقد صرف میں اگر معقود علیہ ایک ہی جنس ہو تو وزن میں برابر ہونا بھی شرط ہے کذا فی خزانۃ المفتین اور اگر ایک جنس نہوں مثلاً سونیکو بعوض چاندی کے بیچا تو برابری شرط نہیں صرف دونوں پر قبضہ شرط ہے یہ تبیین میں لکھا ہے

دوسرا باب ان احکام کے بیان میں جو معقود علیہ سے متعلق ہیں اور اس میں پانچ فصلیں ہیں –

فصل اول سونے اور چاندی کی بیع کے بیان میں

ہمارے نزدیک معاوضہ کے عقدوں میں درم اور دینار متعین نہیں ہوتے ہیں اور سونے کو سونے کے عوض اور چاندی کو چاندی کے عوض بیچنا فقط برابر جائز ہے خواہ دونوں[1] ڈھلے ہوے یا سکہ ہوں اور اگر ان چیزوں میں سے کوئی چیز اپنی جنس کے عوض فروخت ہوئی اور دونوں عقد کرنے والوں نے دونوں چیزوں کا وزن نہ جانا یا ایک کا جانا دوسری کا نہ جانا یا ایک نے جانا دوسرے نے نہ جانا پھر دونوں جدا ہوے پھر دونوں نے وزن کیا اور دونوں کو برابر پایا تو بھی بیع فاسد ہے اور اگر جدائی سے پہلے مجلس میں وزن کیا اور برابر پایا تو استحساناً بیع جائز ہے یہ حاوی میں لکھا ہے اور اگر چاندی کو چاندی کے عوض یا سونے کو سونے کے عوض مسطور بیچا کہ ترازو کے دونوں پلہ برابر ہو گئے تو جائز ہے اگرچہ ہر ایک کی مقدار نہ معلوم ہو یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اور سونے کو چاندی کے عوض اندازہ اور زیادتی پر بیچنا جائز ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے ابن سماعہؒ نے امام ابو یوسفؒ سے روایت کی ہے کہ کسی نے ہزار درم بعوض سو دینار کے دوسرے سے خریدے اور ہر ایک نے دوسرے کی وزن بیان کرنے میں تصدیق کی اور تولنے سے پہلے دونوں نے قبضہ کر لیا تو یہ جائز ہے اور ہر ایک اپنی خریدی ہوئی چیز سے نفع اٹھا سکتا ہے اور اگر کسی نے کہا کہ یہ درم جو تیرے ہاتھ میں ہیں میرے ہاتھ بعوض ان دیناروں کے جو میرے ہاتھ میں ہیں فروخت کر دے اور دونوں نے گنتی اور وزن کا نام نہ لیا اور قبضہ کر لیا تو جائز ہے اور شمار اور وزن کرنے سے پہلے ہر ایک اپنی خریدی چیز سے نفع اٹھا سکتا ہے اور اسی کو اندازہ پر بیع کرنا کہتے ہیں اور اگر اسنے کہا کہ میرے ہاتھ ہزار درم بعوض ہزار درم کے فروخت کر دے اور اسنے فروخت کیا اور بغیر وزن کے دونوں نے قبضہ کر لیا اور ہر ایک نے دوسرے کی اس کہنے کی کہ یہ مقبوضہ ہزار درم ہیں تصدیق کی پھر ہر ایک نے جدا ہونے کے بعد یا اس سے پہلے وزن کیا اور دونوں کو برابر پایا تو جائز ہے اور اگر ہر ایک نے دوسرے کی تصدیق نہ کی اور جدا ہو گئے پھر وزن کیا اور برابر پایا تو جائز[2] نہیں ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر کسی نے ایک چاندی

[1] قولہ یعنی بیگلائے ہوئے ہوں سکے ۱۲ [2] قولہ کیونکہ دونوں بمعنی اصل امر کی آگاہی کے اپنی بیع کو برابر پایا ہو جدا ہوئے ہیں ۱۲

کا کنگن کہ جس مین ایسے درم بھرے ہوئے تھے کہ جنکا وزن نہین معلوم ہوا بیچا تو بیع باطل ہے یہ حاوی مین لکھا ہے اور نبہرہ[1] اور زیوف درمون کو کھرے درمونکے عوض بیچنا فقط برابری سے جائز ہے اور اگر ستوقہ کو بعوض خالص درمون کے فروخت کیا تو جائز نہین مگر جب یہ معلوم ہو کہ خالص کی چاندی ستوقہ کی چاندی سے زائد ہے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے اگر سیاہ یا سرخ چاندی بعوض سپید چاندی کے فروخت کی گئی تو بھی برابر ہونا شرط ہے یہ حاوی مین لکھا ہے اگر درمون مین چاندی زیادہ ہو تو وہ چاندی ہین اور اگر دینارون مین سونا زیادہ ہو تو وہ سونا ہین پس جو اعتبار کھرے مین ہوتا ہے وہی انمین بھی ہوگا کہ زیادتی حرام ہوگی حتی کہ اگر خالص درم یا دینار ان کے عوض فروخت ہون یا انمین کے بعض بعوض بعض کے فروخت ہون تو فقط وزن مین برابری کے ساتھ جائز ہے اور ایسے ہی انکا قرض لینا بھی فقط وزن سے جائز ہے گنتی سے جائز نہین ہے اور اگر انمین میل زیادہ ہو تو درم اور دینار کے حکم مین نہون گے بلکہ اسباب کے حکم مین ہونگے اور مستصفے مین لکھا ہے کہ یہ حکم اسوقت ہے کہ جب ایسے میل جدا نہو سکے بلکہ ایک دوسرے مین کھپ گیا ہو اور اگر اس سے جدا ہو سکے تو نہین لکھا ہے پس اگر ایسے میل کے درم بعوض خالص چاندی کے فروخت کیے جاوین تو یہ مانند تانبے اور چاندی کی بیع کے ہے پس بطریق[2] اعتبار جائز ہوگی پس اگر اپنی جنس کے عوض زیادتی سے بیچے جاوین تو جائز ہے اور وہ چاندی اور تانبے کے حکم مین ہین لیکن یہ بیع صرف ہے پس چاندی کی جہہ سے اسی مجلس مین قبضہ ہونا شرط ہوگا اور جب چاندی مین شرط ہوا تو پیتل اور تانبے مین بھی شرط ہوگا اور اگر چاندی اور پیتل برابر ہو تو ان کو بعوض چاندی کے بیچنا فقط وزن سے جائز ہوگا یہ سراج الوہاج مین لکھا ہے اور اگر ایک دینار اور دو درم بعوض دو درم و دو دینار کے خریدے تو جائز ہے اور اسطرح اعتبار کیا جاویگا کہ ایک طرف سے ایک دینار بعوض دو درمون کے ہوگا اور دوسری طرف سے دو دینار بعوض دو درمون کے یہ حاوی مین لکھا ہے اور ایک درم صحیح اور دو درم غلہ کو بعوض دو درم صحیح اور ایک درم غلہ کے بیچنا جائز ہے یہ ہدایہ مین لکھا ہے اور اگر کسی نے گیارہ درم بعوض دس درم اور ایک دینار کے بیچے تو جائز ہے اور یہ اعتبار ہوگا کہ دس درم بعوض دس درم کے اور ایک دینار بعوض ایک درم کے ہے یہ سراج الوہاج مین لکھا ہے اگر ایک کپڑا اور گلائی ہوئی چاندی بعوض ایک کپڑے اور گلائی ہوئی چاندی کے بیچا تو کپڑا کپڑے کے مقابل اور چاندی چاندی کے مقابل ہوگی اور اگر ایک چاندی دوسرے سے زائد ہو تو وہ کپڑے کے ساتھ ملاکر دوسرے کپڑے کے مقابل ہوگی پس اگر باہمی قبضہ سے پہلے دونون جدا ہوگئے تو حصہ صرف ٹوٹ گیا اور کپڑے کی بیع اپنے مقابل کے عوض جائز رہی یہ حاوی مین لکھا ہے اگر ایک کپڑا اور دو دینار بعوض ایک کپڑے اور دو درم کے خریدے پھر باہمی قبضہ سے پہلے دونون جدا ہوگئے تو صرف باطل ہوگئی اور باقی کی بیع جائز رہی کیونکہ یہ مختلف چیزین ہین پس برابر ہونا واجب نہین ہے اور یہ کہا جاویگا کہ دینار اور کپڑے کو درم اور کپڑے پر باعتبار قیمت کے تقسیم کیا جاوے پس درم مین سے جسقدر دینار کے حصہ مین پڑے وہی بیع صرف تھی کہ جو باطل ہوگئی اور باقی کی بیع ہو جاویگی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے اگر ایک تلوار جو چاندی سے محلی ہے بعوض ایک کپڑے اور دس درم کے فروخت کی اور عوض پر قبضہ کر لیا اور دوسرے نے تلوار پر قبضہ نہ کیا یہانتک کہ دونون جدا ہوگئے تو پوری بیع باطل ہو جاویگی یہ حاوی مین لکھا ہے اگر کسی نے دوسرے سے ایک

[1] قولہ نبہرہ کھوٹے اور زیوف جنکو خزانہ نہین لیتا ہے اور یہ دونون در اصل درم ہین بخلاف ستوقہ یا رصاص کے ۱۲ [2] یعنے کھرے کی چاندی اسکے وزن مین اندازہ

ہزار درم کے عوض سو دینار کی بیع قرار دی اور دونوں میں کسی کے پاس نہ درم ہیں اور نہ دینار ہیں پھر ہر ایک نے اپنے موافق قرض لیا اور جدا ہونے سے پہلے دوسرے کو دیدیا تو جائز ہے اور ایسے ہی سونے کے پتر بعوض چاندی کے پتر کے اور چاندی کے پتر بعوض سونے کے پتر کے بیچنے کا بھی یہی حکم ہے اور یہ حکم اسوقت ہے کہ جب پتر بھی نقدی کی طرح لوگوں میں رائج ہوں یہ مبسوط میں لکھا ہے اور اگر ایک دینار بعوض درموں کے خریدا اور کسی کے پاس نہ درم ہیں اور نہ دینار پھر ایک شخص نے اپنا بدل ادا کیا اور دونوں جدا ہو گئے تو جائز نہیں ہے اگر کسی نے کوئی چیز بعوض قرضہ کے خریدی اور دونوں یقیناً جانتے ہیں کہ اسپر قرضہ نہیں ہے تو خریدنا جائز نہیں ہے اور یہ گویا بدون ثمن کے خریدنا ہے اور اگر یہ گمان[1] ہو کہ اسپر قرضہ ہے پھر دونوں نے سچ کہا کہ اسپر قرض نہیں ہے تو خریدنا اس قرضہ کے مثل[2] پر صحیح ہے یہ محیط میں لکھا ہے اگر کسی نے ہزار درم بعینہ بعوض سو دینار کے خریدے اور درم سپید ٹھہرے ہیں پھر بجائے ان کے سیاہ ادا کیے اور بائع رضامند ہو گیا تو جائز ہے اور ایسے ہی اگر درموں پر قبضہ کر لیا اور دیناروں میں یہ چاہا کہ جو ٹھہرے ہیں اسکے سوا دوسری قسم کے ادا کرے تو بدون دوسرے کی رضامندی کے جائز نہیں ہے یہ مبسوط میں لکھا ہے اگر دونوں نے بیع صرف ٹھہرائی اور نقد کو صاف نہ بیان کیا پس اگر شہر میں ایک ہی نقد چلتا ہو تو وہی رکھا جائیگا اور اگر شہر میں نقود مختلفہ ہوں پس اگر رواج میں سب برابر ہوں اور کوئی دوسرے سے بڑھکر نہو تو بیع جائز ہے اور اگر کوئی دوسرے سے بڑھکر ہو تو جائز نہیں ہے اور اگر بعض بعض سے بڑھکر ہو ولیکن ایک زیادہ رائج ہو تو بھی جائز ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ اور اگر کوئی نقد ان میں سے زیادہ معروف ہے اور عقد میں اسکے سوا دوسرا نقد شرط کیا تو عقد اسی نقد پر جو شرط کیا ہے قرار پاویگا پھر اگر دونوں نے اختلاف کیا اور ایک نے کہا کہ تو نے مجھسے فلاں نقد جو اس نقد معروف سے بڑھکر ہے شرط کیا ہے اور دوسرے نے انکار کیا تو دونوں پر قسم آویگی پس جو شخص قسم سے باز رہیگا اسی پر دوسرے کا دعوی لازم ہوگا اور اگر دونوں نے قسم کھائی تو بیع پھیر لینگے اور اگر دونوں نے دلیل و گواہ پیش کیے تو جو شخص افضل نقد ہونے کا مدعی ہے اسی کی دلیل مقبول ہوگی یہ مبسوط میں لکھا ہے

متصلات

لوہے کو لوہے کے عوض اور پیتل کو پیتل کے عوض بیچا اور ایسی چیزیں جنمیں ربوا جاری ہوتا ہے وہ فقط برابر ہونے میں بمنزلہ سونے اور چاندی کے ہیں نہ قبضہ میں پس اسی وقت قبضہ ہونا واجب نہیں ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے لوہا ایک ہی نوع ہے اسکا جید اور ردی برابر ہے فقط وزن کی برابری سے بیع جائز ہوگی اور اگر باہمی قبضہ سے پہلے دونوں جدا ہو جاویں تو بیع باطل نہوگی ولیکن شرط ہے کہ معین بعوض معین کے ہو اور یہی حکم تمام وزنی چیزوں میں ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اور رصاص اور قلعی اور اسرب یہ سب ایک ہی کی قسم ہیں اور سب وزنی ہیں ولیکن بعض سے بعض بڑھکر ہے پس ایک کو دوسرے کے عوض فقط برابری سے بیچنا جائز ہے یہ محیط میں لکھا ہے تانبے کو بعوض کانسے کے اس طرح بیچنا کہ کانسہ ایک حصہ ہو اور تانبا دو حصہ ہو تو ہاتھوں ہاتھ جائز ہے اس جہت سے کہ

---

[1] قولہ گمان یعنی پہلے یہ گمان تھا جب عقد صرف ٹھہرایا تھا پھر دونوں نے ایک دوسرے کی تصدیق کی کہ قرضہ نہیں تھا ۱۲ [2] قولہ مثل یعنی اگر قرضہ کے مثل بھی دیدے قبل جدائی کے تو جائز ہے ۱۲

کانسے مین صنعت زیادہ ہے پس تانبے کی زیادتی اسکے مقابل کیجاویگی اور اسکے اُدھار مین بہتری نہین ہے کیونکہ وہ
ایک نوع ہی اور زیادتی صنعت سے جنس نہین بدلتی ہی اور کانسے کو بعوض سپید پیتل کے ہاتھون ہاتھ
اس طرح بیچنے مین کہ کانسہ ایک حصہ اور پیتل دو حصہ ہو کچھ ڈر نہین ہی اور اسکے اُدھار مین بہتری نہین ہی
یہ مبسوط مین لکھا ہی اور اسی طرح سفید پیتل کو بعوض سرخ تانبے کے اسطرح بیچنے مین کہ پیتل ایک حصہ اور تانبا
دو حصہ ہو ہاتھون ہاتھ کچھ ڈر نہین ہے اور ادھار مین بہتری نہین ہی کیونکہ جنس اور وزن دونون کو شامل ہی اور
جب ایک کی وجہ سے ادھار حرام ہوتا ہی۔ تو دونون کی وجہ سے بدرجۂ اولی حرام ہوگا یہ محیط مین لکھا ہی اگر دو
مثقال چاندی اور ایک مثقال تانبا بعوض ایک مثقال چاندی اور تین مثقال لوہے کے خریدا تو جائز ہے۔
اس طور پر کہ چاندی بعوض چاندی کے برابر کی جاوے اور باقی چاندی اور تانبا مقابل لوہے کے رکھا جاوے
پس ربوا نہوگا اور ایسے ہی ایک مثقال پیتل اور ایک مثقال لوہا اور بعوض ایک مثقال پیتل اور ایک مثقال رانگ کے خریدنا
جائز ہی کیونکہ پیتل پیتل کے مقابل اور رانگ لوہے کے مقابل ہوگیا یہ مبسوط مین لکھا ہی اور تجرید مین لکھا ہی کہ پیتل اور
لوہے کے برتن لوگون کے تعامل سے عددی ہوجاتے ہین پس ایک دوسرے کے عوض ہر طرح فروخت ہوسکتے ہین
یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی۔ اور اگر لوگون مین ان برتنون کا وزن سے بیچنا رائج ہو نہ گنتی سے تو انکو اپنی جنس کے عوض
بیچنا فقط برابری کے ساتھ جائز ہوگا یہ نہر الفائق مین لکھا ہی۔ اگر تانبے کا برتن بعوض ایک رطل غیر معین لوہے
کے خریدا اور کچھ میعاد نہ لگائی اور برتن پر قبضہ کرلیا تو جائز ہی بشرطیکہ جدا ہونے سے پہلے لوہا اسکو دیدیا ہو اور
اگر لوہا دیدینے سے پہلے دونون جدا ہوگئے پس اگر اس برتن کے وزن سے بیچنے کی عادت نہو تو بھی کچھ ڈر نہین ہے
اور اگر وزن سے بکتا ہو تو اُدھار مین بہتری نہین ہی اور اگر مجلس مین لوہے پر قبضہ کرلیا اور دوسرے نے برتن پر قبضہ
نہ کیا یہانتک کہ دونون جدا ہوگئے تو عقد فاسد نہوا اور اسی طرح اگر ایک رطل لوہا معین بعوض دو رطل رانگ کھرے
غیر معین کے خریدا اور لوہے پر قبضہ کرلیا اور رانگ پر قبضہ ہونے سے پہلے دونون جدا ہوگئے تو بیع فاسد ہوگئی اور
اگر دونون غیر معین ہون تو بیع فاسد ہوگی خواہ اس مجلس مین باہم قبضہ ہوجاوے یا نہو یہ مبسوط مین لکھا ہی

دوسری فصل

چاندی وغیرہ چڑھی ہوئی تلوار یا اور ایسی چیزون کی بیع کے بیان مین کہ جن مین چاندی یا سونا اپنے
غیر کے ساتھ فروخت کیا گیا اور اس چیز کی بیع کے بیان مین کہ جو وزن سے فروخت ہوئی پھر کم یا زیادہ نکلی۔ اگر
کوئی تلوار کہ جسپر چاندی کا حلیہ ہی یا روپہلی لگام بعوض تنہی خالص چاندی کے کہ جسکا وزن تلوار یا لگام کے حلیہ سے
زائد ہی خریدی تو جائز ہی اور اگر حلیہ سے کم یا اسکے برابر ہو یا کچھ نہ معلوم ہو تو جائز نہین ہی یہ محیط سرخسی مین
لکھا ہی اور اگر درمون کی مقدار بیع کے وقت معلوم نہوئی پھر معلوم ہوئی تو تلوار کی چاندی سے زائد نکلی پس اگر
دونون مجلس مین موجود ہونے کیحالت مین معلوم ہوئی تو بیع جائز ہی اور اگر مجلس سے جدا ہونے کے بعد معلوم
ہوئی تو جائز نہین ہی اور قدوری نے فرمایا ہی ایسے ہی اگر دانستہ لوگ اس مین اختلاف کرین بعضے کہتے ہون کہ ثمن
تلوار کی چاندی سے زائد ہی اور بعضے کہتے ہون کہ برابر ہی تو بھی جائز نہین ہی یہ محیط مین لکھا ہی اگر درم تلوار کے حلیہ سے

زائد ہون پھر باہمی قبضہ سے پہلے دونون جدا ہو گئے پس اگر وہ حلیہ تلوار مین سے بدون ضرر کے جدا نہین ہو سکتا
تو کل کی بیع ٹوٹ جاویگی اور اگر بدون ضرر کے جدا ہو سکتا ہی تو حلیہ کی بیع باطل اور تلوار کی جائز ہو گی اور اگر حلیہ سونے
کا ہو اور ثمن درم ہون تو ہر طرح بیع جائز ہی اور اگر ثمن ادا کرنے مین میعاد کی شرط کی خواہ وہ ثمن حلیہ کی جنس سے
ہو یا غیر جنس ہو تو پوری تلوار کی بیع باطل ہو جاویگی خواہ اس حلیہ کا جدا ہونا بدون ضرر کے ممکن
ہو یا نہو اسی طرح اگر دونون جدا ہو گئے اور ایک نے خیار شرط کی تھی تو بھی بیع باطل ہی اور اگر بیع مین ثمن کی مدت
قرار دی تھی پھر مشتری نے بقدر حلیہ کے ثمن ادا کر دیا تو استحساناً بیع جائز ہی اگرچہ صاف ظاہر نہ کیا ہو کہ ثمن مقبوضہ
حلیہ کا حصہ ہی یہ حاوی مین لکھا ہی اور جس مکان مین سونے یا چاندی کے تار ہون تو اسی جنس کے عوض بیچنے کا حکم
مثل چاندی چڑھی ہوئی تلوار کے ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اور ایک سونے کا زیور جس مین موتی اور جواہر ہین وہ کسی
کے ہاتھ بعوض دیناروں کے بیچا اور خریدار نے زیور پر قبضہ کر لیا پس اگر یہ دینار زیور کے سونے کے برابر ہون یا کم ہون
یا کچھ معلوم نہو تو پوری بیع جائز نہو گی نہ سونے کی نہ جواہر کی خواہ جواہر کا جدا کر لینا بدون ضرر کے ممکن ہو یا نہو اور اگر یہ
دینار زیور کے سونے کے ثمن سے زیادہ ہون تو زیور کے سونے اور جواہر سب کی بیع جائز ہی پھر اسکے بعد اگر جدا ہونے سے پہلے
پورا ثمن ادا کر دیا تو بیع پوری ہو گئی اور ایسے ہی اگر زیور کے سونے کے قدر ادا کیا تو بھی بیع جائز رہی اور اگر جدا ہونے تک
کچھ بھی ادا نہ کیا تو زیور کے سونے کی خاص بیع فاسد ہو گئی اور جواہر کی بیع اگر بدون ضرر کے انکا نکالنا ممکن نہو
تو فاسد ہو گی اور اگر بدون ضرر کے جدا کر لینا ممکن ہو تو بیع فاسد نہو گی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اور ایسا زیور کہ جسکے جواہر بدون
ضرر کے جدا نہو سکتے ہون اگر اسکی قیمت مین ایک دینار ادھار کیا تو جائز نہین ہی کیونکہ سونے کا حصہ مین عقد صرف
واقع ہوا ہی پس میعاد کی شرط سے فاسد ہو گا اور موتی اور جواہرات کا جدا کر کے سپرد کرنا بدون ضرر کے ممکن نہین ہی
پس جب تھوڑے کا عقد فاسد ہوا تو کل کا فاسد ہو گیا یہ مبسوط مین لکھا ہی اور اگر ایسا زیور ہو جسکے جواہرات کا بدون
ضرر کے نکالنا ممکن ہی تو اس مسئلہ مین اختلاف ہونا چاہیے امام اعظم رح کے نزدیک جواہر کی بیع جائز نہو گی اور صاحبین
کے نزدیک جائز ہو گی یہ محیط مین لکھا ہی اگر ایک ایسی تلوار جسپر حلیہ ہی بعوض اسقدر چاندی کے خریدی کہ جسکا وزن
حلیہ سے زائد ہی اور ثمن مین سے بقدر حصہ حلیہ کے ادا کر دیا اور کہا کہ دونون کے ثمن مین یا کہا کہ تلوار کے ثمن مین
دیتا ہون یا کچھ نہ بیان کیا تو یہ ثمن حلیہ کا ہو گا اور کل کی بیع جائز ہو گی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اور اگر اسنے کہا کہ یہ
ثمن خاص تلوار کے پھل کا ہی تو لحاظ کیا جاویگا کہ اگر حلیہ بدون ضرر کے جدا نہین ہو سکتا ہی تو جو اسنے ادا کیا ہی وہ حلیہ کا ثمن
ہو گا اور پوری بیع صحیح ہو گی اور اگر بلا ضرر جدا ہو سکتا ہی تو حلیہ کی بیع باطل ہو جاویگی یہ نہر الفائق مین لکھا ہی اور اگر اسنے
کہا کہ اسکو لے اسکا آدھا حلیہ کا ثمن ہی اور آدھا تلوار کا تو بھی بیع صرف باطل نہو گی اور سب حلیہ کا ثمن رکھا جائے گا
یہ تبیین مین لکھا ہی ہشام نے روایت کی کہ امام ابو یوسف نے فرمایا کہ اگر تلوار کا حلیہ بدون تلوار کے بیچا تو جائز نہین ہی مگر
جب اس شرط پر فروخت کرے کہ مشتری اسکو جدا کر لے تو دونون کے جدا ہونے سے پہلے اسکو جدا کر لیا اور اگر بیچنے مین
یہ شرط نہ لگائی پھر جدائی سے پہلے بائع نے کہا کہ مین نے تجھکو اسکے الگ کر لینے کی اجازت دی تو امام نے فرمایا کہ اگر جدائی سے

پہلے اُسنے الگ کر لیا تو بیع جائز ہے اور اگر الگ کرنے سے پہلے دونون جدا ہو گئے تو بیع باطل ہو گئی ہشام کہتے ہین
کہ مین نے پوچھا کہ اگرچہ مشتری نے تلوار پر قبضہ کر لیا ہو جب بھی نہین جائز ہے تو فرمایا کہ جائز نہین ہے کیونکہ جبتک
حلیہ کو تلوار سے الگ نہ کریگا اسپر قابض نہوگا یہ محیط مین لکھا ہے کسی نے ایک ایسی باندی فروخت کی کہ جسکی قیمت ہزار
مثقال چاندی ہے اور اسکے گردن مین ایک چاندی کا طوق ہے کہ جسمین ہزار مثقال چاندی ہے اور اسکا ثمن دو ہزار مثقال چاندی
ٹھہری پھر مشتری نے ایک ہزار مثقال ادا کیے اور پھر دونون جدا ہو گئے تو جو اسنے ادا کیا ہے وہ طوق کی قیمت
ہے اور اگر دو ہزار مثقال پر اسی طرح خرید کیا کہ ایک ہزار نقد اور ایک ہزار اُدھار ہون تو نقد ثمن طوق کے دام ہونگے
اور اسی طرح اگر اسنے کہا کہ یہ ایک ہزار دونون کے دامون مین سے تو صرف طوق کے دام رکھے جاوینگے اور پوری
بیع صحیح ہوگی اور اگر اسنے تصریح کر دی کہ ہزار باندی کا ثمن ہے اور قبضہ کے بعد دونون جدا ہو گئے تو طوق کی بیع
باطل ہو جاویگی یہ بحر الرائق مین لکھا ہے اگر ایک کنگن مع کپڑے کے بعوض بیس درم کے خریدا اور کنگن پر قبضہ
کیا اور دس درم ادا کر دیے پھر دونون جدا ہو گئے تو یہ دس درم استحساناً کنگن کا حصہ رکھا جائیگا اور اگر دس درم
ادا کر کے اسنے کہا کہ دونون کے ثمن مین سے تو بھی پہلی صورت کے موافق رکھا جائیگا اور اگر اسنے کہا کہ یہ خاص کپڑے
کا حصہ ثمن ہے اور دوسرے نے انکار کیا یا اقرار کیا اور اسی پر دونون جدا ہو گئے تو کنگن کی بیع ٹوٹ جاویگی اور
اگر کنگن ایک شخص کا ہو اور اسکی قیمت دس درم ہو اور کپڑا دس درم قیمت کا دوسرے شخص کا ہو پھر دونون کسی
شخص کے ہاتھ بیس درم کو فروخت کرین اور ہر ایک نے اپنا مال فروخت کیا مگر بیع ایک ہی صفقہ مین واقع ہوئی
پھر مشتری نے کنگن والے کو دس درم دیدیے تو وہ خالص اسی کے ہونگے دوسرا اسمین شریک نہوگا اور اگر
دونون نے کپڑے کو بیچا اور دونون نے کنگن کو بیچا پھر اسنے کنگن والے کو دس درم دیے پھر دونون جدا ہو گئے تو
آدھے کنگن کی بیع ٹوٹ جاویگی یہ مبسوط مین لکھا ہے۔ ایک حلیہ دار تلوار بعوض دینار کے خریدی اور اسپر قبضہ کر کے
دینار ادا کرنے سے پہلے دوسرے کے ہاتھ فروخت کر دی اور دوسرے نے اسپر قبضہ کر لیا اور ثمن ادا نہ کیا یہانتک
کہ یہ سب جدا ہو گئے تو دونون بیع باطل ہو جاوینگی اور تلوار پہلے بائع کو واپس ملیگی اور اگر دوسرے مشتری اور اسکے
بائع نے باہم قبضہ کر لیا ہو نہ اول بائع نے تو دوسری بیع صحیح ہوگی اور پہلا مشتری اپنے بائع کو تلوار کی قیمت ادا
کرے اور ایسے ہی اگر مشتری نے اُسکا آدھا فروخت کیا تو آدھے کی بیع صحیح ہوگی اور آدھی تلوار پہلے بائع کو واپس ہوگی
اور اسکو یہ اختیار نہوگا کہ ٹکڑے ہونے کے عیب کی وجہ سے قبول نہ کرے اور دوسرے آدھے کی قیمت کی ضامن دیگا
یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے اگر ایک حلیہ دار تلوار دو شخصون مین مشترک تھی پھر ایک نے اپنا نصف حصہ ایک دینار کے عوض
اپنے شریک یا دوسرے کے ہاتھ فروخت کر دیا اور دونون نے باہم قبضہ کر لیا تو جائز ہے اور اگر اپنے شریک کے ہاتھ بیچا
اور اسنے دینار ادا کر دیا اور تلوار گھر مین رکھی ہے پھر اسپر قبضہ ہونے سے پہلے دونون جدا ہو گئے تو بیع ٹوٹ جاویگی
یہ مبسوط مین لکھا ہے اگر ایک حلیہ دار تلوار جسمین سو درم حلیہ ہے بعوض دو سو درہم کے خریدی پھر معلوم ہوا کہ اسمین دو سو
درم حلیہ ہے تو اسکی دو صورتین ہین کہ اگر دونون کے قبضہ کرنے اور جدا ہونے کے بعد یہ معلوم ہوا تو پورا عقد باطل

ہوجاویگا اور اگر جدا ہونے سے پہلے معلوم ہوا تو مشتری کو اختیار ہو کہ اگر چاہے تو ثمن مین سو درم بڑھا دے ورنہ کل کا عقد فسخ کر دے اور اگر دونون کو پہلے سے یہ بات معلوم تھی کہ اسکا حلیہ دو سو درم بھر ہو اور تلوار کو بعوض دو سو درم بیچا پھر جدا ہونے سے پہلے مشتری نے سو درم بڑھانا چاہے تو عقد جائز نہوگا یہ ذخیرہ مین لکھا ہو اگر ایک چاندی کا کنگن اس شرط پر کہ وہ سو درم ہو بعوض سو درم کے بیچا پھر جدائی سے پہلے اسکو تولا تو زیادہ پایا پس مشتری کو اختیار ہے کہ اگر چاہے تو درمون مین بڑھا کر اسکے برابر وزن مین لے لے ورنہ چھوڑ دے اور اگر کم نکلا تو بھی ایسا ہی حکم ہے اور اگر دونون جدا ہوگئے تھے پھر اسکو ڈیڑھ سو درم پایا تو مشتری کو اختیار ہو کہ اگر چاہے تو اسکا دو تہائی سو درم ثمن سے ورنہ چھوڑ دے اور اسی طرح اگر کم پایا تو بھی اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو اسکے مثل وزن پر لے ورنہ چھوڑ دے یہ حاوی مین لکھا ہو اگر گلائی ہوئی چاندی سو درم کے عوض اس شرط پر خریدی کہ یہ سو درم بھر ہے اور دونون نے قبضہ کر لیا پھر وہ دو سو درم نکلی تو مشتری کو اسکی آدھی ملیگی اور اسکو خیار نہوگا یہ مبسوط مین لکھا ہے اور یہ سب حکم اس صورت مین ہو کہ جب خریدنا اسی جنس کے عوض واقع ہو اور اگر بعوض خلاف جنس کے ہو مثلاً ایک حلیہ دار تلوار اس شرط پر کہ اسکا حلیہ سو درم ہو بعوض دس دینار کے خریدی یا ایک چاندی کی چھاگل اس شرط پر کہ ہزار درم بھر ہے بعوض سو دینار کے خریدی پھر وہ دو ہزار درم بھر نکلی یا گلائی ہوئی چاندی اس شرط پر کہ وہ ہزار درم بھر ہے بعوض سو دینار کے خریدی پھر وہ دو ہزار درم بھر نکلی تو ان سب صورتون مین بیع جائز ہے اور جب عقد جائز ٹھہرا تو چاندی کی صورت مین جو وزن مشتری سے ٹھہرا ہو اس سے زیادہ مشتری کو بلا عوض نہ دیا جاویگا اور چھاگل کی صورت مین زیادتی بلا عوض دیجاویگی یہ محیط مین لکھا ہو اور اگر ثمن دینار ٹھہرے ہون پھر برتن کو ناقص پایا تو مشتری کو اختیار ہو کہ اگر چاہے تو پورے ثمن مین لے ورنہ چھوڑ دے یہ حاوی مین لکھا ہو اگر ایک موتی اس شرط پر کہ اسکا وزن ایک مثقال ہو ایک درم کو خریدا پھر وہ بڑھتی نکلا تو مسلم مشتری کو دیدیا جاویگا اور اگر یہ ٹھہر گیا ہو کہ ہر مثقال اتنے درم کو ہو پھر بڑھے تو پورا واپس کرے یا زیادتی کو اسکے حصہ کے عوض لے اور اگر چاندیکا کنگن بعوض درمون کے بیچا اور کہا کہ ہر درم اتنے کو ہو یا نہ کہا پھر وہ زیادہ نکلا اور دونون جدا نہین ہوے ہین تو مشتری کو اختیار ہوگا کہ زیادتی کے قدر حصہ بڑھا کر لیوے اور بلا عوض نہ دیجاویگی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے اگر تلوار پر سونے یا چاندیکا لمع ہو پھر اسکے جنس کے عوض خریدی تو ہر حال مین بیع جائز ہو اور لمع کا اعتبار نہین ہو کیونکہ وہ ملمع کیا ہو یہ مضمرات مین لکھا ہو اور اگر چاندیکا پانی پھیری ہوئی لگام بعوض درمون کے اس سے کم یا زیادہ پر خریدی تو جائز ہو اور ایسے ہی اگر کسی مکان مین سونیکا پانی پھرا ہو اور اسکو بعوض میعادی ثمن کے خریدا تو جائز ہو اگرچہ اسکی چھتون مین ثمن سے زائد سونیکا پانی پھرا ہو یہ حاوی مین لکھا ہے

تیسری فصل

پیسون کی بیع کے بیان مین۔ پیسے بھی درمون کے مانند اگر ثمن گردانے جاوین تو عقد مین متعین نہین ہوتے ہین اگرچہ معین کیے جاوین اور نہ ان کے تلف ہونے سے عقد فسخ ہوتا ہو یہ حاوی مین لکھا ہے اگر کسی نے درمون کے عوض پیسے خریدے اور ثمن ادا کر دیا اور بائع کے پاس پیسے نہ تھے تو بیع جائز ہو پس اگر بائع نے پیسے کسی سے قرض لیکر جدا ہونے سے پہلے یا بعد اسکے مشتری کو دیدیے تو بیع پوری ہوگئی بشرطیکہ درمون

لمعی یعنی چاندی کا پانی پھیرا ہوا اس کو درم یا زیادہ ۱۲

ہر مجلس مین قبضہ کر لیا ہو اور ایسا ہی اگر پیسون پر قبضہ کر لیا اور درمون پر قبضہ سے پہلے جدا ہو گئے تو بھی جائز ہی یہ مبسوط مین لکھا ہی حسن نے امام اعظم سے روایت کی ہی کہ اگر پیسے بعوض درمون کے خریدے اور نہ اسکے پاس پیسے تھے اور نہ اسکے پاس درم پھر کسی ایک کے ادا کرنے کے بعد دونون جدا ہو گئے تو بیع جائز ہے [۱۲] اور اگر کسی نے نہ ادا کیا اور جدا ہو گئے تو جائز نہوگی یہ محیط مین لکھا ہی اور اگر پیسون کو پیسون کے عوض بیچا پھر دونون کے قبضہ سے پہلے دونون جدا ہو گئے تو بیع باطل ہو گئی اور اگر ایک نے قبضہ کیا اور دوسرے نے نہ کیا یا دونون نے قبضہ کیا پھر جدا ہونے کے بعد جو ایک کے قبضہ مین ہی اسکا کوئی حقدار پیدا ہوا اور اسنے لے لیا تو بیع اپنے حال پر صحیح رہیگی یہ حاوی مین لکھا ہی۔ اگر کسی نے چاندی یا سونے کی انگوٹھی جسمین نگینہ تھا یا نہ تھا کسی قدر پیسون کے عوض خریدی اور پیسے اسکے پاس نہین ہین تو یہ جائز ہے خواہ جدائی سے پہلے دونون نے قبضہ کر لیا ہو یا نہ کیا ہو کیونکہ یہ بیع صرف نہین ہے یہ مبسوط مین لکھا ہی۔ اور اگر چاندی کا تبر بعوض فلوس غیر معینہ کے بیچا اور باہمی قبضہ سے پہلے دونون جدا ہو گئے تو جائز ہی اور اگر تبر اسکے پاس موجود نہو تو جائز نہین ہی یہ محیط مین لکھا ہی اور اگر آدھے درم کے پیسون پر کوئی چیز خریدی تو صحیح ہی۔ اور اسپر اتنے پیسے واجب ہونگے جو آدھے درم کو بکتے ہین اور ایسے ہی تہائی یا چوتھائی درم کہنا بھی جائز ہی یہ تبیین مین لکھا ہی اور اگر ایک دانگ پیسے یا ایک قیراط پیسے کے عوض خریدی تو استحساناً درست ہی اور شمس الائمہ حلوائی نے کہا کہ یہ حکم اسوقت ہی کہ دانگ اور قیراط لوگون مین مختلف نہو اور اگر مختلف ہو کہ بعض دس کا اور بعض نو کا لیتے ہون تو جھگڑے کی وجہ سے عقد جائز نہوگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اور اگر کہا کہ بعوض ایک درم پیسون کے یا دو درم پیسون کے خریدی تو بھی امام ابو یوسف رح کے نزدیک جائز ہے اور امام محمد رح کے نزدیک جائز نہین ہی ایک درم سے کم مین جائز ہی اور مشائخ نے کہا کہ امام ابو یوسف رح کا قول اصح ہی یہ ہدایہ مین لکھا ہی اگر کسی نے دوسرے کو ایک درم دیا اور کہا کہ اسکے آدھے کے پیسے دیدے اور آدھے کا ایک چھوٹا درم دیدے تو جائز ہی پس اگر چھوٹا درم اور پیسے لینے سے پہلے دونون جدا ہو گئے تو پیسون کا عقد قائم ہے اور حصہ درم کا ٹوٹ گیا اور اگر اسنے بڑا درم نہین دیا تھا اور جدا ہو گئے تو کل کی بیع ٹوٹ جاویگی یہ ذخیرہ مین لکھا ہے اور اگر کہا کہ آدھے درم کے پیسے دے اور باقی آدھے کے عوض ایک چھوٹا درم کہ اسکا وزن آدھے درم کے برابر ہو مگر ایک حبہ یعنے ایک حبہ کم ہو تو امام اعظم رح کے نزدیک سب کی بیع باطل ہو جاویگی اور صاحبین رح کے نزدیک خاص چھوٹے درم کی بیع باطل ہوگی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اور اگر دینے کا لفظ مکرر کہا تو امام کے نزدیک بھی وہی حکم ہی جو صاحبین کے نزدیک ہی اور یہی صحیح ہی یہ ہدایہ مین لکھا ہی اگر ایک ایسا درم زیف جو نہین چلتا ہی دوسرے کے ہاتھ بیچا بعوض پانچ دانگ پیسون کے اور اسکا عیب معلوم تھا تو یہ جائز ہی اور ایسے ہی اگر آدھے درم پیسے اور ایک چھوٹے درم کے عوض جسکا وزن دو دانگ ہی بیچا تو جائز ہے بشرطیکہ جدا ہونے سے پہلے دونون قبضہ کر لین اور اگر پانچ دانگ چاندی کے عوض یا بعوض ایک درم کے سوا ایک قیراط چاندی کے بیچا تو جائز نہین ہے اور اگر کہا کہ بعوض اس چاندی کے میرے ہاتھ اتنے پیسے فروخت کر تو جائز ہی اور اگر اسکو پانچ چھٹے

درم یا آدھے درم کے عوض بیچا تو جائز نہیں ہے یہ مبسوط میں لکھا ہے۔ اگر سو پیسے بعوض ایک درم کے خریدے پھر درم پر قبضہ کیا اور دوسرے نے پیسے پر قبضہ نہ کیا یہانتک کہ وہ پیسے کاسد ہوگئے تو قیاساً بیع باطل نہو گی اور مشتری کو اختیار ہو گا کہ اگر چاہے تو ان کاسد پیسوں پر قبضہ کرے ورنہ بیع فسخ کر دے اور یہی قول امام زفر کا ہے اور استحساناً بیع باطل ہو جاویگی اور اگر پچاس پیسوں پر قبضہ کیا پھر پیسے کاسد ہوگئے تو آدھے کی بیع باطل ہو جاویگی پس آدھا درم واپس کرے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور اگر وہ پیسے کاسد نہوے ولیکن ارزان یا گران ہو گئے تو بیع فاسد نہو گی اور باقی پیسے مشتری کو ملینگے یہ حاوی میں لکھا ہے اگر درم کے عوض کچھ پیسے خریدے اور ان پر قبضہ کر لیا اور درم نہ دیا یہانتک کہ پیسے کاسد ہوگئے تو بیع جائز ہے اور درم اسپر قرض ہوگا یہ مبسوط میں لکھا ہے اگر ایسے درموں کے عوض جنمیں میل زیادہ ہے یا پیسوں کے عوض کوئی چیز خریدی اور حالانکہ یہ دونوں چلتے تھے یہانتک کہ بیع جائز ہو گئی اور ہنوز مشتری نے بائع کو نہ دیے تھے کہ انکا چلن جاتا رہا اور کاسد ہو گئے تو بیع باطل ہو جاوے گی اور لوگوں کو دستیاب نہونا مثل کاسد ہو جانے کے ہے اور مشتری پر واجب ہو گا کہ مبیع اگر باقی ہو تو واپس کرے اور اگر نہ باقی ہو تو اسکا مثل واپس کرے اگر وہ مثلی چیز ہو ورنہ اس کی قیمت واپس کرے اور اگر مبیع پر قبضہ نہوا ہو تو امام اعظمؒ کے نزدیک اس بیع کا کچھ فائدہ نہیں ہے اور صاحبین نے کہا کہ بیع باطل نہو گی اور جب بیع باطل نہوئی اور اسپر دکرنا متعذر ہے تو اسکی قیمت واجب ہوگی لیکن امام ابو یوسفؒ کے نزدیک بیع کے دن کی قیمت اور امام محمدؒ کے نزدیک کاسد ہونے کے روز کی قیمت واجب ہو گی اور ذخیرہ میں لکھا ہے کہ امام ابو یوسفؒ کے قول پر فتوی ہے اور محیط اور تتمہ اور حقائق میں ہے کہ لوگوں پر آسان کرنے کے واسطے امام محمدؒ کے قول پر فتوی ہے یہ بحر الرائق میں لکھا ہے اگر کوئی معین مال یا معین اسباب یا معین میوہ بعوض پیسوں کے خریدے اور پیسے اسکے پاس نہیں ہیں تو جائز ہے اور اگر معین مال بعوض معین پیسوں کے خریدا تو مشتری ان پیسوں کے سوا دوسرے جنکا لوگوں میں چلن ہے دے سکتا ہے اور اگر ان فلوس معینہ کو دیا اور دونوں جدا ہو گئے پھر ان میں ایک ایسا پیسا پایا جو نہیں چلتا ہے پھر واپس کر کے اسکو بدل لیا پھر ایسی صورت میں کہ جس میں پیسے مال کا ثمن ہیں عقد باطل نہیں ہوتا ہے خواہ یہ واپس کیے ہوئے پیسے تھوڑے ہوں یا بہت ہوں اور خواہ بدل لیا ہو یا نہ بدل لیا ہو اور اگر یہ پیسے درم کا ثمن ہوں تو اسکی دو صورتیں ہیں یا تو درم پر قبضہ ہو گیا ہو گا یا نہوا ہو گا پس اگر قبضہ ہو گیا ہے پھر ایسا پیسا واپس کیا جو نہیں چلتا ہے اور بدل لیا یا نہ بدل لیا تو بیع اپنی صحت پر باقی رہیگی اور ایسے ہی اگر سب پیسے اس صورت میں ایسے پائے کہ نہیں چلتے ہیں اور انکو واپس کر کے بدلا یا نہ بدلا تو بھی عقد اپنی صحت پر باقی رہیگا اور اگر درموں پر قبضہ نہیں ہوا ہے پس اگر سب پیسوں کو ایسا ہی پایا جو نہیں چلتے ہیں اور واپس کیا تو امام اعظمؒ اور زفرؒ کے نزدیک عقد باطل ہو جائیگا خواہ اسنے واپسی کی مجلس میں بدل لیے ہوں یا نہ بدلے ہوں اور صاحبین نے کہا کہ اگر واپسی کی مجلس میں بدل لیے تو عقد صحیح رہیگا اور اگر نہ بدلے تو ٹوٹ جائیگا اور اگر بعضے ایسے ہوں کہ جو نہیں چلتے ہیں اور ان کو واپس کیا تو قیاس چاہتا ہے کہ عقد انکی مقدار تک

لہ کاسد یعنی انکا چلن جاتا رہا ۱۲

خواہ تھوڑے ہوں یا بہت ہوں ٹوٹ جاے خواہ واپسی کی مجلس مین بدلا ہو یا نہ بدلا ہو اور یہ امام اعظمؒ کے قول
مین ہے اور یہی قول امام زفرؒ کا ہے ولیکن امام اعظمؒ نے قلیل کے باب مین اگر واپس کر کے اسی مجلس مین بدل لیا تو
استحساناً کہا ہو کہ عقد نہ ٹوٹیگا اور قلیل کی حد بیان کرنے مین امام اعظمؒ سے مختلف روایتین آئی ہین ایک روایت
مین ہے کہ اگر آدھے سے زیادہ ہو تو وہ کثیر ہو اور اس سے کم قلیل ہے اور ایک روایت مین ہے کہ اگر آدھے
تک پہونچ جاوے تو کثیر ہو اور ایک روایت مین ہو کہ اگر تہائی سے زائد ہو تو کثیر ہے اور صاحبین نے
فرمایا کہ خواہ تھوڑے واپس کرے یا بہت اگر مجلس واپسی مین انکو بدل لیا تو عقد نہ ٹوٹیگا اور یہ حکم اسوقت ہو
کہ جب یہ فلوس ایسے ہون کہ کبھی چلتے ہین اور کبھی نہین چلتے ولیکن اگر ایسے پیسے ہون گے جو کبھی نہین چلتے ہین
اور بائع اور مشتری جدا ہو چکے ہین پھر اسنے واپس کیے تو عقد ٹوٹ جائیگا خواہ اسی مجلس مین بدل لیے ہون یا نہ بدلے
ہون اور اگر بعض پیسے اس صفت کے پائے اور ان کو واپس کر دیا تو بقدر ان کے عقد ٹوٹ جائے گا خواہ مجلس
واپسی مین بدلے ہون یا نہ بدلے ہون یہ ذخیرہ مین لکھا ہے اگر کچھ پیسے بعوض درمون کے خریدے اور دونون
جدا ہو گئے پھر کسیقدر پیسون کا کوئی حقدار پایا اور حقدار نے اجازت نہ دی پس اگر پیسون کے خریدار نے درم دیدیا ہو
تو وہ اُن کے مثل بدل لے اور عقد جائز ہو گا اور اگر اسنے درم نہین دیا ہے تو بقدر استحقاق کے عقد ٹوٹے گا اگر
بعض پیسون کا کوئی حقدار ہوا تو اسکے قدر اور کل کا کوئی حقدار ہوا تو پورا عقد ٹوٹ جاویگا یہ محیط مین لکھا ہے

چوتھی فصل

کانون مین اور سنارون کی مٹی مین بیع صرف واقع ہونے کے بیان مین - اور کان کی مٹی سے
سونے اور چاندی کو پاک کرنے پر مزدور مقرر کرنا بھی اس بیان مین داخل ہے اگر سونے کی مٹی بعوض
سونے کے یا چاندی کی مٹی بعوض چاندی کے خریدی تو جائز نہین ہے مگر جب یہ معلوم ہو جاوے کہ اس مٹی
مین اسقدر ہو کہ جتنا یہ دیتا ہو اور ایسے ہی اگر بعوض سونے اور چاندی کے بیچی تو بھی جائز نہین ہو اور اگر
سونے کی مٹی بعوض چاندی کے یا چاندی کی مٹی بعوض سونے کے خریدی تو ہاتھون ہاتھ جائز ہو اور جو کچھ اسمین سے
نکلے اسکے دیکھنے کے وقت مشتری کو خیار ہو گا اور اگر کچھ سونا نہ نکلا تو بیع جائز نہین اور ثمن واپس کرے یہ محیط
سرخسی مین لکھا ہو اور اگر ایک قفیز مٹی غیر معین کو بعوض کسی مال یا اسباب کے یا سونے کے خریدا یا کوئی اسباب
بعوض ایک قفیز مٹی غیر معین کے خریدا تو بیع جائز نہین کیونکہ معقود علیہ مجہول ہو یہ خزانۃ المفتین مین لکھا ہو اور اگر آدھی
مٹی یا چوتھائی مٹی خریدی تو جائز ہو اور جو اسمین سے نکلیگا وہ دونون مین بقدر اپنی اپنی ملکیت کے مشترک ہو گا یہ
محیط سرخسی مین لکھا ہو اور اگر وہ مٹی سونے اور چاندی کی ہو پس اگر سونے یا چاندی کے عوض بیچی جائے تو جائز
نہین ہو اور اگر سونے اور چاندی کے عوض بیچی جاے تو جائز ہے اور ہر جنس اپنے خلاف کے مقابل ہو گی اور اگر یہ
معلوم نہو کہ اس مٹی مین سونا ہو یا یہ نہ معلوم ہو کہ اس مین دونون چیزین ہین یا ایک ہو پس اگر سونے یا چاندی کے
عوض بیچی جاے تو جائز نہین ہو اور ایسے ہی اگر سونے اور چاندی کے عوض بیچی جائے تو بھی جائز نہین ہے یہ
محیط سرخسی مین لکھا ہو اور اگر اسکے مثل مٹی کے عوض خریدی جائے تو بھی جائز نہین اور اگر اسکے خلاف جنس مٹی کے

یعنی دونو سے کسی ایک کے عوض ۱۲

عوض خریدی جاوے تو جائز ہے اور اگر دونوں مین سے کچھ نکلا تو بیع صرف ہوگی اور اگر دونوں مین سے یا ایک مین سے کچھ نہ نکلا تو بیع باطل ہوگی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے اور اگر بعوض کپڑے یا کسی قسم کے اسباب کے خریدی تو خرید کرنا جائز ہے اور اس مین بیع صرف کے شرائط ملحوظ نہونگے یہ شرح طحاوی مین لکھا ہے اور یہی حکم سناروں کی مٹی کا ہے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے۔ اور شعبی سے روایت ہے کہ انھون نے فرمایا کہ سناروں کی مٹی فروخت کرنے مین بہتری نہین ہے اور یہ بھی مثل پانی کے اندر مچھلی بیچنے کے ایک دھوکا ہے اور ہم اسی قول کو لیتے ہین ولیکن یہ حکم اسوقت ہے کہ جب یہ نہ معلوم ہو کہ اس مین کچھ سونا اور چاندی ہے یا نہین ہے یہ مبسوط مین لکھا ہے ابن سماعہ نے امام ابو یوسفؒ سے روایت کی کہ اگر کسی نے سناروں کی مٹی بعوض اسباب کے خریدی اور اسمین کچھ سونا یا چاندی نہ نکلا تو بیع فاسد ہوگی کیونکہ اسنے صرف مٹی کو نہین خریدا ہے جو کچھ اس مین ہے وہ خریدا ہے پس اگر اسمین سونا یا چاندی ہو تو بیع جائز ہوگی اور سنار کو یہ حلال نہین ہے کہ اس مٹی کا ثمن اپنے کھانے مین صرف کرے کیونکہ جو کچھ اسمین ہے وہ لوگوں کا مال ہے الا اس صورت مین کہ اسنے لوگون کو ادا کرتے وقت جو کچھ انکا مال مٹی مین گر پڑا ہے اسکے عوض کچھ زیادہ کرکے ادا کیا ہو پس اگر اسنے ایسا کیا ہو تو اسکو اس مٹی کا ثمن کھانا حلال ہے اور بھی امام ابو یوسف نے فرمایا کہ جبتک مشتری کو سنار یہ خبر نہ دے کہ مین نے لوگون کو انکا مال پورا کر دیا ہے تب تک اسکو خرید کرنا جائز نہین ہے کیونکہ مشتری یقینًا جانتا ہے کہ سنار اسکا مالک نہین ہے یہ محیط مین لکھا ہے اگر کوئی ایسا دار کہ جس مین سونے کی کان تھی بعوض سونے کے خریدا تو جائز نہین ہے اور بعوض چاندی کے خریدا تو جائز ہے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے اور اگر سونے اور چاندی کی کان کی مٹی دو شخصون مین مشترک تھی اور ان دونون نے اٹکل سے تقسیم کر لیا تو جائز نہین ہے اور اگر مٹی مین سے جدا کرکے باعتبار وزن کے تقسیم کیا تو جائز ہے یہ شرح طحاوی مین لکھا ہے اگر کسی شخص کا دوسرے پر کچھ قرض تھا پھر اسنے کوئی معین مٹی ہاتھون ہاتھ دیدی پس اگر قرضہ چاندی تھا اور اسنے چاندی کی مٹی دی تو جائز نہوگا اور اگر سونے کی مٹی دی تو جائز ہے اور جو کچھ اس مین سے برآمد ہو اسکے دیکھنے کے وقت قرضخواہ کو اختیار ہوگا یہ حاوی مین لکھا ہے اگر کسی نے سونے یا چاندی کی مٹی دوسرے سے قرض لی تو اسپر مثل اسکے قرض ہوگا جو مٹی سے نکلے اور اسکی مقدار بیان کرنے مین قرض لینے والے کا قول معتبر ہوگا اور اگر اس شرط پر وہ مٹی قرض لی کہ اسکے مثل مٹی ادا کریگا تو جائز نہین ہے یہ محیط مین لکھا ہے اور اگر کان مین گڈھا کیا پھر اس گڈھے کو بیچا تو جائز نہین ہے اور اگر کسی مردہ زمین مین کوئی گڈھا کھودا تو وہ اسکا مالک ہوگا کسی خاص کان کی مٹی صاف کرنے کے واسطے اس کان کی معین مٹی کے عوض کوئی مزدور کیا تو جائز ہے اور جو کچھ اسمین اسکے دیکھنے کے وقت اسکو خیار ہوگا پس اگر اسنے واپس کیا تو اس شخص سے اپنی مزدوری کے مثل لے لے اور اگر اسکو کسی غیر معین مٹی کے کسی قدر وزن پر مزدور کیا تو جائز نہین ہے اگر کسی شخص کو مزدور کیا کہ کسی کان مین گڈھا کرے اور جو کچھ اسمین نکلے اسکا آدھا مزدوری ہے تو جائز نہین ہے اور اسکو موافق کام کے مزدوری ملے گی یہ محیط مین سرخسی مین لکھا ہے کسی نے ایک مزدور کیا کہ جو سونے یا چاندی کی کان کی مٹی یا سناروں کی مٹی صاف کرکے اسکے لیے نکالتا تھا تو اسکی تین صورتین

ے کیونکہ یہ بٹوارہ بمنزلہ بیع کے ہے اور مٹی مین سے الگ ہونے سے پہلے دونون حصون کا مساوی ہونا معلوم نہوگا ۱۲

ہین یا تو اس سے کہا کہ مین نے تجکو اسواسطے مزدور کیا کہ تو ہزار درم چاندی میرے واسطے اس مٹی سے صاف کر دے یا کہا کہ ہزار مثقال سونا اس مٹی سے نکالدے اور یہ نہین معلوم کہ اس مٹی سے جسکی طرف اشارہ کرتا ہی اس قدر سونا یا چاندی نکلے گا یا نہین تو ایسی مزدوری جائز نہین ہے اور یا یہ کہا کہ مین نے تجکو اسواسطے مزدور کیا کہ تو اس مزدوری پر میرے لیے سونا یا چاندی اس مٹی مین سے نکالدے اور یہ جائز ہے اور یا یہ کہے کہ مین نے تجھ کو اسواسطے مزدور کیا کہ تو میرے واسطے ہزار درم چاندی مٹی مین سے نکال دے اور کسی مٹی کی طرف اشارہ نہ کیا تو یہ بھی ناجائز ہے جیسا کہ کسی شخص کو اسواسطے مزدور کیا کہ بعوض ایک درم کے ایک قمیص میرے واسطے سی دے اور کپڑا معین نہ کیا تو نہین جائز ہی یہ محیط مین لکھا ہی اگر کوئی لگام کسی شخص کو اسواسطے دی کہ وہ کسی قدر وزن معلوم کی چاندی اس لگام پر ملمع کر دے کہ وہ اس شخص پر قرض رہیگی اور کسی قدر معلوم مزدوری وہ اسکو دیگا تو یہ جائز ہی اور اسپر مزدوری اور قرض لازم آئیگا اور اگر چاندی کی مقدار مین جو ملمع مین صرف ہوئی ہی دونون اختلاف کرین تو لگام کے مالک کا قول قسم لیکر معتبر ہوگا اور اسکے علم پر قسم لیجاویگی اور اگر اسنے کہا کہ تو اسپر سو درم بھر چاندی کا ملمع کر دے اس شرط پر کہ مین تجھکو اسکا ثمن اور تیرے کام کی مزدوری سب دس دینار دونگا اور اسی قول پر دونون جدا ہوگئے تو یہ فاسد ہی اور جب بعینہ اسکا واپس کرنا متعذر ہو گیا تو اسکا مثل واپس کرنا اسپر واجب ہی اور اسکو اپنے کام کے موافق دیناروں مین سے اجرت ملیگی مگر جسقدر اسنے بیان کیا ہی اس سے تجاوز نہوگا[1] یہ مبسوط مین لکھا ہے۔

پانچوین فصل

عقد صرف مین قبضہ سے پہلے خریدی ہوئی چیز کے تلف کر دینے کے بیان مین۔ ایک چاندی کا کنگن بعوض ایک دینار کے خریدا اور مشتری کے قبضہ سے پہلے اسکو کسی شخص نے توڑ ڈالا پس مشتری نے کہا کہ مین کنگن لیکر توڑنے والے سے اسکی ضمان لونگا تو اسکو یہ اختیار حاصل ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر کوئی چاندی کا کنگن بعوض ایک دینار کے خریدا اور دینار دیدیا پھر مجلس مین کسی نے اسکو جلادیا تو مشتری کو خیار ہوگا پس اگر اسنے بیع تمام کرنی چاہی اور چاہا کہ جلانے والے سے کنگن کی قیمت مین سونا لے پس اگر مشتری اور بائع کی جدائی سے پہلے اسکی قیمت پر قبضہ کر لیا تو جائز ہی اور اگر اسمین دینار پر کچھ زیادتی ہو تو صدقہ کر دے اور اگر قیمت پر قبضہ سے پہلے دونون جدا ہوگئے تو صرف باطل ہو جاویگی اور بائع کو چاہیے کہ دینار واپس کرے اور جلانے والے سے کنگن کی قیمت لے یہ قول امام محمدؒ کا ہی اور پہلا قول امام ابو یوسفؒ کا بھی یہی ہی پھر انھون نے رجوع کیا اور کہا کہ جب مشتری نے جلانے والے سے ضمان لینا اختیار کیا تو اس سے قیمت لینے سے پہلے دونون کے جدا ہونے سے صرف باطل نہوگی اور یہی قول امام اعظمؒ کا ہی یہ مبسوط مین لکھا ہی ایک حلیہ دار تلوار کہ جس مین پچاس درم حلیہ ہی بعوض سو درم کے یا بعوض دس دینار کے خریدی اور ثمن ادا کر دیا اور تلوار پر قبضہ نہ کیا یہانتک کہ کسی شخص نے تلوار کی حمائل یا اسکا نیام کچھ بگاڑ دیا پھر مشتری نے تلوار کا لینا اختیار کیا اور بگاڑنے والے سے ضمان لینا اختیار کیا تو اسکو یہ پہونچتا ہی پس اگر اسنے تلوار پر قبضہ کر لیا اور بگاڑنے والے نے جو کچھ بگاڑا ہی اسکی قیمت کی ضمان پر قبضہ کرنے سے

[1] یعنی مثلاً ایک دینار مزدوری بیان ہوئی تھی اور اجر المثل ثمن جو تھائی دینار ہوا تو اسی قدر دیا جاویگا اور اگر اجر المثل ڈیڑھ دینار ہو تو ایک دینار سے زیادہ دیا جا[illegible]

پہلے بائع سے جدا ہو گیا تو کچھ اسکو مضر نہین ہے اور اگر تلوار پر قبضہ نہ کیا ہو اور بائع سے جدا ہو گیا تو بالاجماع سب کا عقد فاسد ہو جاویگا اور یہ حکم اُس صورت مین ہے کہ جب اسنے تلوار مین سے کوئی چیز بگاڑی ہو اور اگر اسنے پوری تلوار بگاڑی ہو مثلاً اسکو آگ مین جلا دیا اور مشتری نے اسکا دامنگیر ہونا اختیار کیا پس اگر بائع سے جدا ہونے سے پہلے مشتری نے پوری تلوار کی قیمت یا فقط حلیہ کی قیمت اُس سے لے لی ہے تو سب کا عقد جائز ہوگا اور اگر حلیہ کی قیمت پر قبضہ نہین کیا ہے اور بائع سے جدا ہو گیا تو مسئلہ مین ویساہی اختلاف ہے یعنی امام اعظمؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک قول کے موافق عقد بالکل باطل نہوگا اور امام محمدؒ اور امام ابو یوسفؒ کے پہلے قول کے موافق باطل ہو جاویگا یہ محیط مین لکھا ہے کسی شخص نے ایک تلوار حلیہ دار کو کہ جس مین پچاس درم چاندی ہے بعوض سو درم کے خریدی پھر کسی نے اسکے حلیہ کا نکبرہ[۱] جلا دیا اور مشتری نے بیع کا تمام کرنا اور جلانے والے کا دامنگیر ہونا اختیار کیا اور ثمن ادا کر دیا اور تلوار پر قبضہ کر لیا پھر نکبرہ کی قیمت پر قبضہ کرنے سے پہلے بائع سے جدا ہو گیا تو خاصتہً نکبرہ کی بیع ٹوٹ جاویگی اور تلوار کی نہ ٹوٹیگی اور یہ امام محمدؒ کے نزدیک ہے اور امام ابو یوسفؒ کے دوسرے قول مین نکبرہ کی بیع بھی نہ ٹوٹے گی یہ مبسوط مین لکھا ہے۔

تیسرا باب بعد عقد کے دونون عقد کرنے والون کے تصرفات کے بیان مین اور اس مین چند فصلین ہین

فصل اوّل قبضہ سے پہلے بدل الصرف مین تصرف کرنے کے بیان مین اور اُن چیزون اور صورتون کے بیان مین کہ جو اس کے بدل کا قصاص ہوتی ہین اور جو نہین ہوتی ہین

اگر بدل الصرف کے عوض کوئی چیز اس سے یا دوسرے شخص سے خریدی یا اس سے بدلی اور ہنوز قبضہ نہین ہوا ہے تو جائز نہین ہے اور بیع الصرف اپنے حال پر باقی رہیگی کہ اسپر قبضہ کر کے عقد بیع تمام کرے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے کسی نے دس درم بعوض ایک دینار کے خریدے اور دونون نے قبضہ کر لیا مگر صرف ایک درم دس مین سے رہ گیا کہ وہ اسکے بائع کے پاس نہ تھا پس خریدار نے ارادہ کیا کہ دینار کا دسوان حصہ واپس کر لے تو واپس کر سکتا ہے اور یہ حکم اس اطلاق کے ساتھ اس صورت مین صحیح ہے کہ جب دسوان حصہ ادا کرنے سے پہلے مجلس سے جدا ہو گئے ہون اور اگر جدا ہونے سے پہلے مشتری نے دینار کا دسوان حصہ واپس کرنا چاہا تو بدون دوسرے کی رضامندی کے ایسا نہین کر سکتا ہے ولیکن اگر اس سے کہا کہ دسوین حصہ دینار کے عوض کسیقدر معین پیسے یا کوئی خاص اسباب میرے ہاتھ فروخت کر دے اور اسنے ایسا ہی کیا تو جائز ہے خواہ جدائی سے پہلے ہو یا بعد ہو اور یہ صورت بخلاف اس صورت کے ہے کہ اگر دینار بیچنے والے نے کہا کہ کوئی چیز درم کے عوض میرے ہاتھ بیچ ڈال اور اسنے بیچی تو جائز نہین ہے خواہ جدائی سے پہلے ہو یا بعد ہو یہ محیط مین لکھا ہے اگر کسی نے ایک ہزار درم معین بعوض سو دینار کے خریدے اور درم سپید ٹھہرے تھے پھر بجاے ان کے سیاہ دیے اور بائع راضی ہو گیا تو جائز ہے اور مراد سیاہ سے وہ درم ہین جو سیاہ چاندی کا سکہ ہون اور دراہم بخاریہ نہین مراد ہین کیونکہ اگر ایک دینار سپید چاندی کے درمون کے عوض بیچا اور بجاے ان درمون کے

---

[۱] قولہ نکبرہ تلوار کے حلیہ یعنی زیور مین جو کڑیان ہوتی ہین ان کو نکبرہ کہتے ہین ۱۲ م

درم بخاری پر قبضہ کیا تو جائز نہیں ہے اور ایسے ہی اگر درمون پر قبضہ کیا اور چاہا کہ سوائے معین دیناروں کے دوسری قسم کے ادا کرے تو جائز نہیں ہے مگر جب کہ دوسرا راضی ہو جاوے اور اگر وہ راضی ہو گیا تو بدلنے والا نہوگا بلکہ پورا حق لینے والا ہوگا اور بعض مشایخ نے کہا کہ یہ حکم اسوقت ہے کہ جب دوسری قسم کے دینار گھٹے ہوئے ہوں اور اگر معین دیناروں سے بڑھکر ہوں تو دینے میں دوسرے کی رضامندی کی حاجت نہیں ہے کیونکہ وہ اسکا پورا حق اور زیادہ دیتا ہے یہ مبسوط میں لکھا ہے اور اگر واجبی حق کے درموں سے جید یا ردی درم لے لیے اور یہ درم لوگوں کے معاملات میں واجبی درموں میں قائم مقام چلتے ہیں تو جائز ہے اور یہ بھی بدلنا نہیں ہے بلکہ اپنا حق لے لینا ہے یہ محیط میں لکھا ہے کتاب الصرف میں ہے کہ اگر ایک ہزار درم بعینہ بعوض سو دینار کے خریدے اور یہ درم سپید ہیں پھر درم کے خریدار نے چاہا کہ اپنے بائع کو جید دینار دیکر احسان کرے اور اسنے انکار کیا تو اسکو اختیار ہے اور یہ حکم[1] ویسا ہی ہے جیسی جامع میں مذکور ہے کہ ایک شخص کے دوسرے پر ہزار درم قرض ہوں پھر وہ جید ہزار درم لاوے اور قرضخواہ قبول نہ کرے تو اُسپر جبر نہ کیا جاویگا اگرچہ وہ اسکا حق اور زیادہ دیتا ہے کیونکہ یہ احسان ہے اور اسکو احسان نہ اٹھانیکا اختیار ہے اور اسیطرح اگر اس سے ایک قسم کے دینار خریدے اور بائع سے کہا کہ مجھے انکے سوا دوسرے دینار دے تو یہ نہیں کر سکتا ہے اگرچہ جس قسم کے طلب کرتا ہے وہ اسکے حق سے گھٹ کر ہوں لیکن اگر دوسرا راضی ہو جاوے تو جائز ہے اور منتقی میں لکھا ہے کہ جسپر سیاہ درم آتے ہیں اسکو جائز ہے کہ سپید ادا کرے جو سیاہ کے مانند یا اس سے جید ہوں اور دوسرے پر قبول کرنے کے واسطے جبر کیا جاویگا اور اسی طرح جس پر سپید درم آتے ہیں اگر اسنے اسکے مثل سیاہ ادا کیے تو بھی قبول کرنے پر جبر کیا جاویگا اور یہ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اگر دونوں بیع صرف کرنے والوں میں سے ایک نے دوسرے کو بری کیا یا ہبہ کیا اور دوسرے نے قبول کیا تو صرف ٹوٹ جاویگی اور اگر نہ قبول کیا تو نہ ٹوٹے گی اور اگر ہبہ کی اور اسنے قبول نہ کی اور ہبہ کرنیوالے نے اس چیز کو لینے سے انکار کیا تو اسپر جبر کیا جاویگا کہ قبضہ کرے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے کسی نے ایک چاندی کا کنگن جو دس درم بھر ہے بعوض دس درم کے بیچا اور کنگن دیدیا اور درم پر قبضہ نہ کیا یہانتک کہ کنگن کے خریدار نے کنگن اسکو ہبہ کر دیا تو دیکھا جائیگا کہ اگر اسنے کنگن کا ثمن جدا ہونے سے پہلے اسکو ادا کیا تو بیع صحیح اور ہبہ جائز ہے اور اگر دینے سے پہلے دونوں جدا ہو گئے تو بیع اور ہبہ دونوں باطل اور کنگن اسکے بائع کو پھر جائیگا اور نوادر ابن سماعہ میں ہے کہ کسی نے ایک دینار بعوض بیس درم کے دوسرے سے خریدا اور دینار پر قبضہ کیا اور درم نہ دیے یہانتک کہ مشتری نے دینار اسکے بائع کو ہبہ کیا پھر درم ادا کرنے سے پہلے جدا ہو گیا تو دینار میں ہبہ جائز ہے اور دینار بیچنے والے کا اسکے خریدار پر ایک دینار اسکے مثل چاہیے ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ ایک دینار خریدا اور دینار بیچنے والے پر اسکے درم چاہیے ہیں پھر دونوں نے بدلا کر لیا تو استحسانًا جائز ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور اس مسئلہ کے معنی یہ ہیں کہ جب وہ دینار بعوض مطلق دس درم کے بیچا ہو تو ایسا جائز ہے یہ ہدایہ میں لکھا ہے اور اگر قرضہ بعد بیع صرف کے پیدا

---

[1] قولہ یہ صورت الخ اور جیسے قرضخواہ نے قرضدار کو کسی قدر حق سے بری کیا مگر قرضدار نے رد کردیا اور پورا حق دینا چاہا تو اسکو اختیار ہے کذا قال شیخ الاسلام خواہر زادہ فی شرحہ ۱۲ م

ہوا پس اگر دونون نے بدلا نہ کیا تو بدلا نہو گا اور اگر بدلا کیا تو ایک روایت مین صحیح نہین اور دوسری مین صحیح ہو اور یہی اصح ہو یہ کافی مین لکھا ہو حسن ابن زیاد نے امام ابو یوسفؒ سے روایت کی ہے کہ کسی کے دوسرے پر ہزار درم قرض تھے اس نے اس سے سو دینار بعوض ہزار درم کے خریدے پھر درمون کا بدلا کیا تو امام ابو یوسف نے فرمایا کہ اگر جدا ہونے سے پہلے بدلا کیا تو جائز ہو اور اگر بدلا کرنے سے پہلے جدا ہو گئے تو باطل ہو اور یہی قول امام اعظمؒ کا ہو یہ محیط مین لکھا ہو۔ فقیہ ابو اللیث نے شرح جامع صغیر مین کہا کہ اگر دینار بیچنے والے نے دس درم مشتری سے (جسنے ایک دینار بعوض دس درم کے بیچا ۱۲) قرض لیے یا غصب کر لیے تو بدلا ہو گیا اور باہمی رضامندی کی حاجت نہین ہے یہ بحر الرائق مین لکھا ہے۔

متصلات المقاصة کسی شخص کے پاس دوسرے کی ودیعت رکھی تھی اور دوسرے کیا اسپر ودیعت کی جنس کا قرضہ تھا تو ودیعت قرض کا بدلا نہین ہو سکتی ہو اور اگر دونون اس پر متفق ہون جب بھی بدلا نہو گی کہ ودیعت اپنے مالک کے قبضہ مین نہ جاوے اور اگر اسکے قبضہ مین ہو اور دونون بدلا کرنے پر متفق ہون تو ہو جاویگی اور اگر غصب کی ہوئی چیز بعینہ قائم ہو تو اسکا اور ودیعت کا (یعنی مالک کا ۱۲) حکم یکسان ہو اور دو قرضہ اگر دونون میعادی ہون تو بدون بدلا کرنے کے بدلا نہونگے اور اسیطرح اگر ایک میعادی ہو اور دوسرا نہو یا ایک غلہ ہو اور دوسرا صحیح ہو تو بھی یہی حکم ہے کذا فی الذخیرہ

دوسری فصل بیع صرف مین مرابحہ کے بیان مین۔ (یعنی نفع ۱۲) اگر کچھ سونا دس درم کو خریدا اور ایکدرم نفع پر بیچا تو جائز ہو یہ حاوی مین لکھا ہو۔ اگر دس درم وزن کا ایک چاندی کا کنگن بعوض ایک دینار کے بیچا اور دونون نے قبضہ کر لیا پھر ایک درم یا آدھے دینار نفع سے بیچا تو جائز ہو کیونکہ آدھا دینار نفع کی صورت مین اسنے چاندی کا کنگن ڈیڑھ دینار کو فروخت کیا تو جنس کے اختلاف سے نفع ظاہر نہو گا پس وہ بیع ہو گی اور جائز ہو گی اور ایک درم نفع سے بیچا تو اسنے کنگن بعوض ایک دینار اور ایک درم کے بیچا اور یہ جائز ہو کیونکہ درم کے مقابلہ مین کنگن مین سے اسی کے برابر رکھا جاوے اور باقی کنگن بمقابلہ دینار کے اور امام ابو یوسفؒ سے روایت ہو کہ یہ جائز نہین ہو کیونکہ درم کے مقابلہ مین اسی کے مثل ہو گا اور دینار بمقابلہ نو دسوین کنگن کے اور درم بمقابلہ دسوین حصہ کے ہو گا پس بعض جزء جسکو راس المال گردانا ہو وہ نو دسوین حصہ کنگن مین نفع ہو گا اور بعض جزء جسکو ربح گردانا ہو دسوین حصہ کنگن مین راس المال ہو گا اور یہ ان کی تصریح کے برخلاف ہو یہ محیط مین لکھا ہو مختصر خواہر زادہ مین ہو کہ اگر سونا بعوض سونے کے یا چاندی بعوض چاندی کے خریدی تو مرابحۃً بیچنا بالکل جائز نہین ہو یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہو اور اگر دس درم چاندی کا کنگن دس درم کے عوض خریدا اور اسکے ساتھ ایک کپڑا جو اسکو دس درم مین پڑا ہے ملا کر بیچا اور کہا کہ مجکو بیس درم مین پڑے ہین اور ایک درم نفع لیا یا دہ یازدہ کے نفع سے بیچا تو صاحبین کے نزدیک کپڑے کے حصہ مین جائز ہے اور کنگن مین جائز نہین ہے اور امام اعظم کے قول پر کسی مین جائز نہین ہو یہ شرح حاوی مین لکھا ہو۔ اور اسی طرح اگر ایک باندی اور سو درم چاندی کا طوق بعوض ہزار درم کے خریدی اور دونون نے قبضہ کیا پھر مشتری نے وہ یازدہ کے نفع سے باندی اور طوق بیچا تو امام اعظمؒ کے نزدیک عقد فاسد ہو۔ اور صاحبین کے نزدیک باندی مین جائز ہو گا طوق مین نہین اور کرخیؒ

سلہ ہو جاوے کی آہ اور جب ودیعت امانت سے قرضہ ہو جاوے تب بھی بدلا ہو سکتا ہے ۱۲

نے ذکر کیا کہ ابو یوسفؒ نے طوق کے مسئلہ میں امام ابو حنیفہؒ کے قول کیطرف رجوع کیا ہو یہ محیط میں لکھا ہو اگر ایک حلیہ دار تلوار کہ جسکا حلیہ پچاس درم ہے بعوض سو درم کے خریدی اور دونوں نے باہم قبضہ کیا پھر مشتری نے اسکو بیس درم یا دہ یازدہ یا ایک معین کپڑے کے نفع سے مرابحۃً یا انھیں صورتوں کے ساتھ وضیعۃً بیچا تو جائز نہیں ہو یہ مبسوط میں لکھا ہو اگر سواے حلیہ کے صرف تلوار ایک درم نفع سے بیچی تو جائز ہو یہ محیط سرخسی میں لکھا ہو اور ملمع دار لگام کو مرابحۃً بیچنے میں کچھ خوف نہیں ہو یہ حاوی میں لکھا ہو اگر دس درم چاندی کا کنگن دس درم میں خریدا پھر اسنے یا دوسرے نے ایک کپڑا دس درم میں خریدا پھر دونوں کو دہ یازدہ کے نفع سے بیچا تو صاحبین کے نزدیک کپڑے میں جائز ہے کنگن میں جائز نہیں ہے اور امام اعظمؒ کے نزدیک کل فاسد ہو یہ مبسوط میں لکھا ہو اور اگر دونوں کو وضیعۃً اسی طرح فروخت کیا تو وہ بھی مرابحۃً بیچنے کے مانند ہو یہ محیط میں لکھا ہو اور اگر پچاس درم چاندی پچاس درم کو خریدی اور ایک تلوار مع حمائل اور نیام کے پچاس درم کو خریدی پھر اسپر پانچ درم خرچ کیے اور پانچ درم کاریگر کو دیے پھر کہا کہ مجکو ایک سو دس درم میں پڑی ہے اور اسکو دہ یازدہ کے نفع سے یا بیس درم نفع سے بیچا تو یہ سب فاسد ہے یہ حاوی میں لکھا ہے اور اگر چاندی پانچ دینار کو خریدی اور تلوار کو مع نیام اور حمائل کے پانچ دینار میں خریدکر کاریگر سے اسکی ترکیب کرائی اور ایک دینار صرف کیا پھر اسپر اسکو دہ یازدہ کے نفع سے بیچا اور باہم قبضہ کر لیا تو جائز ہو اور اسیطرح اگر چاندی کا کنگن اسکو ایک دینار میں پڑا اور دوسرے شخص کا ایک کپڑا جو اسکو دو دینار میں پڑا ہو دونوں ملکر ایک دینار کے نفع سے فروخت کیے تو نفع ہر ایک کے راس المال کی مقدار پر دونوں میں تقسیم ہوگا یہ مبسوط میں لکھا ہی

تیسری فصل بیع صرف میں زیادتی یا کمی کر دینے کے بیان میں

اگر دس درم چاندی کا کنگن دس درم کو خریدا اور دونوں نے باہم قبضہ کر لیا پھر اسنے ایک درم کم کر دیا اور کنگن کے مشتری نے قبول کیا پھر مجلس سے جدا ہونے کے بعد یا پہلے اس درم پر قبضہ کر لیا تو امام اعظم کے نزدیک کل بیع فاسد ہوگئی اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک کمی کرنا باطل ہو درم اسکو واپس کر دے اور پہلا عقد صحیح رہیگا اور امام محمدؒ کے نزدیک پہلا عقد صحیح ہو اور یہ کمی کرنا بمنزلہ از سر نو ہبہ کے ہو لیس جبتک اسکے سپرد نہ کیا ہو اسکو اختیار ہو کہ نہ دیوے اور اگر ثمن میں ایکدرم بڑھا دیا اور اسکے سپرد کر دیا تو امام اعظم کے نزدیک عقد فاسد ہو گیا اور صاحبین کے نزدیک زیادتی باطل ہو اور عقد اول صحیح ہے یہ مبسوط میں لکھا ہے اگر دس درم چاندی کا کنگن اور ایک کپڑا بیس درم کو خریدے اور باہم قبضہ کر لیا پھر بائع نے ایکدرم مجموع دونوں کے ثمن میں سے گھٹا دیا تو آدھا درم کپڑے میں رکھا جائیگا اور بیس درم میں سے جو اسکا حصہ ہو اس سے آدھا درم کم پر اسکی بیع صحیح ہوگی اور یہ بلا خلاف ہو اور اسی طرح امام اعظمؒ کے نزدیک آدھا درم کنگن کے حصہ میں سے بھی کم ہو سکتا ہے ولیکن کنگن کا عقد فاسد ہو جائیگا مگر چونکہ یہ فساد طاری[1] ہوا ہو اسلیے کپڑے کی بیع فاسد نہوگی اور صاحبین کے نزدیک کنگن کے حصہ میں کمی کرنا صحیح نہیں ہو مگر امام محمدؒ اسکو از سر نو ہبہ کردانتے ہیں اور یہ حلوم ہو لیعنی دونوں کے ثمن

---

[1] قولہ طاری یعنی ابتداے عقد میں فساد نہ تھا پھر جب بائع نے مجموعہ میں سے گھٹا دیا تو فساد چھا گیا اور جب کنگن میں سے نصف درم گھٹا دین تو وزن کم ہوکر سود ہوا جاتا ہو فافہم ۱۲

مجموعہ سے ایک درم کم کرنا برخلاف اس صورت کے ہے کہ اگر اسنے کہا کہ مین نے دونون کے ثمن مین سے ایک درم کم کر دیا اور دونون کے مجموعہ مین سے نہ کہا تو ساری کمی کپڑے کی ثمن کی طرف پھیری جائیگی اور کمی کرنا اور کنگن کی بیع جائز ہوگی یہ ذخیرہ مین لکھا ہے۔ اگر پچاس درم حلیہ کی تلوار سو درم مین خریدی اور دونون نے قبضہ کر لیا پھر تلوار بیچنے والے نے ثمن سے ایک درم کم کر دیا تو جائز ہے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے اور اگر جنس مختلف ہو مثلاً دینار کو بعوض درم کے بیچا پھر ایک نے دوسرے کو ایک درم بڑھا دیا اور دوسرے نے قبول کیا یا دینار کے ثمن مین سے ایک درم کم کیا تو زیادتی اور کمی بالاجماع جائز ہے مگر زیادتی کی صورت مین جدائی سے پہلے قبضہ شرط ہے حتی کہ اگر زیادتی پر قبضہ سے پہلے جدا ہوگئے تو بقدر زیادتی کے بیع باطل ہوگئی اور کمی مین جائز ہے کہ خواہ جدائی سے پہلے قبضہ ہو یا اس کے بعد ہو مگر اسپر کم کیے ہوے کا پھیر دینا واجب ہے اور اگر دینار کے خریدار نے ایک قیراط اس سے کم کر دیا تو دینار بیچنے والا بقدر قیراط کے اسکا شریک ہوگا یہ بدائع مین لکھا ہے اگر دس درم چاندی کا کنگن بعوض دینار کے خریدا پھر ایک نے دوسرے کو کچھ بڑھا دیا تو دیکھنا چاہیے کہ اگر کنگن بیچنے والے نے بڑھایا اور وہ کپڑا ہے اور کنگن کا خریدار راضی ہو گیا تو زیادتی جائز ہے اور اسی مجلس مین قبضہ کر لینا کپڑے پر شرط نہین ہے اور اگر بائع کی طرف سے سونا زیادہ کیا گیا پس اگر یہ زیادتی ایک دینار یا اس سے زیادہ ہو تو امام اعظم کے نزدیک یہ زیادتی صحیح ہے اور عقد باطل ہو جائیگا اور صاحبین کے نزدیک زیادتی صحیح نہین ہے اور عقد باقی رہیگا اور اگر اسنے آدھا دینار زیادہ کیا تو جائز ہے اور اسی مجلس مین قبضہ کر لینا شرط ہے اور اگر کنگن بیچنے والے نے چاندی زیادہ کی تو جائز ہے اگرچہ کتنی ہی زیادہ ہو اور اگر زیادتی کنگن خریدنے والے کی طرف سے ہو پس اگر کپڑا ہو تو صحیح ہے اور اسی مجلس مین قبضہ شرط نہین ہے اور اگر وہ زیادتی سونا ہو پس اگر ایک دینار یا زیادہ ہو تو بھی زیادتی جائز ہے مگر اسی مجلس مین قبضہ شرط ہے اور اگر قبضہ نہ کیا تو بقدر زیادتی کے کنگن کا عقد باطل ہو جائیگا اور اگر زیادتی چاندی ہو پس اگر کنگن کے برابر یا زیادہ ہو تو جائز نہین ہے اور اگر اس سے کم ہو تو جائز ہے یہ ذخیرہ مین لکھا ہے اگر پچاس درم حلیہ کی تلوار سو درم مین خریدی اور باہم قبضہ کر لیا پھر تلوار کے خریدار نے ایک درم یا دینار بڑھا دیا تو جائز ہے اگرچہ قبضہ سے پہلے جدا ہوگئے ہون اور اگر تلوار بیچنے والے نے ایک دینار یا چاندی جدائی سے پہلے بڑھائی تو جائز ہے اور اگر قبضہ سے پہلے دونون جدا ہوگئے تو ثمن مین سے بقدر حصہ دینار کے کم ہو جائیگا یہ مبسوط مین لکھا ہے اور اگر اسنے درمون مین سے کچھ کم کر دیا تو جائز ہے اور وہ چاندی سے نہوگی یعنی کمی ۱۲ چاندی سے نہوگی یہ جامع مین لکھا ہے جامع مین ہے کہ اگر چاندی کی چھاگل سو دینار مین خریدی اور باہم قبضہ کر لیا اور جدا ہوگئے پھر دونون سے ملاقات ہوئی پھر مشتری نے دس دینار ثمن مین بڑھا دیے تو زیادتی صحیح ہے اور اسی مجلس مین اسپر قبضہ کرنا شرط ہے اور چھاگل پر فی الحال قبضہ شرط نہین ہے اگرچہ زیادتی فی الحال چھاگل کے مقابل ہے مگر حقیقۃً مقابل نہین ہے صرف زبانی مقابلہ ہے کذا فی المحیط

چوتھی فصل

بیع صرف مین صلح کے بیان مین۔ ہزار درم چاندی کی چھاگل بعوض سو دینار کے خریدی اور باہم قبضہ کر لیا پھر چھاگل مین کوئی عیب پایا اور وہ بعینہ موجود ہے یہانتک کہ اسکو واپس کر سکتا ہے پھر بائع نے کچھ

دینار پر اس سے صلح کی اور مشتری نے اسپر قبضہ کیا یا نہ کیا یہانتک کہ دونوں جدا ہو گئے تو صلح پوری ہو گئی یہ مسئلہ کتاب الاصل میں بلا ذکر خلاف مذکور ہے اور یہ صاحبین کے قول پر درست ہے اور ایسے ہی امام اعظم کے قول پر جنے ان کا قول یہ بیان کیا ہے کہ حصۂ عیب کی صلح ثمن میں سے واقع ہوئی کیونکہ اسکے حصہ میں دینار ہیں اور بدل صلح بھی دینار ہیں تو پہلے اسکے حق کی جنس پر ہوئی پس صرف نہوگی اور اگر صلح دس درم پر واقع ہوئیں پس اگر مشتری نے جدا ہونے سے پہلے اسپر قبضہ کر لیا تو صلح جائز ہے اور اگر قبضہ نہ کیا اور جدا ہو گئے تو صلح باطل ہو گئی کیونکہ یہ جنس حق کے خلاف پر صلح ہے پس عقد صرف کا اعتبار کیا جائیگا پس جن درموں پر صلح واقع ہوئی ہے اگر وہ حصہ عیب سے زیادہ ہوں تو صلح جائز ہے کیونکہ بعض مشایخ کے نزدیک صلح سب اماموں کے نزدیک حصۂ عیب سے واقع ہوئی ہے اور حصۂ عیب دینار ہیں اور سو دینار کا خریدنا بعوض اتنے درموں کے جو دینار کی قیمت سے زائد ہیں جائز ہے یہ محیط میں لکھا ہے اگر چاندی کی چھاگل بعوض سو دینار کے خریدی اور اسکو عیب دار پایا پھر عیب سے ایک دینار پر صلح کی اور عیب کی قیمت اس سے کم اسقدر ہے جس میں لوگ ٹوٹا نہیں اٹھاتے ہیں تو امام اعظم کے نزدیک صلح جائز ہے اور صاحبین کے نزدیک جائز نہیں ہے مگر اسیقدر ہیں کہ جس میں لوگ ٹوٹا اٹھاتے ہیں یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ ایک غلام سو دینار کو خریدا اور باہم قبضہ کر لیا پھر غلام میں کوئی عیب پاکر اسکے بائع سے جھگڑا کیا اور بائع نے عیب کا اقرار کیا یا انکار کیا مگر مشتری کے ساتھ اس عیب سے کچھ دینار پر صلح کر لی تو اسکی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ بدل الصلح ثمن کے حصہ عیب سے کم ہو اور باہمی قبضہ سے پہلے دونوں جدا ہو گئے تو صلح جائز ہے اور بعض مشایخ نے کہا کہ یہ حکم صاحبین کے قول پر ہے اور امام اعظم رح کے نزدیک اسطور پر صلح جائز نہونا چاہیئے اور بعض مشایخ نے کہا کہ یہ سب کا قول ہے اور دوسری صورت یہ ہے کہ ثمن کے حصہ عیب سے زیادہ پر صلح واقع ہو پس اگر یہ زیادتی ایسی ہو کہ جسکے مانند لوگ ٹوٹا اٹھاتے ہیں تو جائز ہے اور اگر ایسی ہو کہ جسکے مانند لوگ ٹوٹا نہیں اٹھاتے ہیں تو امام اعظم رح کے نزدیک جائز ہے اور صاحبین کے نزدیک جائز نہیں ہے یہ محیط میں لکھا ہے اگر کسی قدر معین درموں پر صلح کی اور جدائی سے پہلے انپر قبضہ کیا تو جائز ہے اور اگر قبضہ سے پہلے جدا ہو گئے تو صلح ٹوٹ جاویگی اور جب صلح ٹوٹ گئی تو وہی جھگڑا جو عیب میں تھا پیش آئیگا اور ایسے ہی اگر درموں کی کچھ مدت مقرر کی اور قبضہ سے پہلے جدا ہو گئے یا صلح میں خیار کی شرط لگائی اور شرط والے کے شرط باطل کرنے سے پہلے دونوں جدا ہو گئے تو بھی صلح باطل ہے یہ مبسوط میں لکھا ہے اگر کسی پر سو درم کا دعوی کیا اور مدعا علیہ نے اسکا اقرار کیا یا انکار کیا پھر دعوے سے دس درم پر فی الحال یا میعادی صلح کی پھر قبضہ سے پہلے دونوں جدا ہو گئے تو صلح جائز ہے اور ایسے ہی اگر اس میں کسی کے واسطے خیار شرط ہو اور قبضہ سے پہلے دونوں جدا ہوے تو صلح باطل نہوگی اور اگر پانچ دینار پر اس سے صلح کی اور قبضہ سے پہلے دونوں جدا ہو گئے تو صلح باطل ہو گئی اور اگر بعد قبضہ کے جدا ہوے تو صلح صحیح رہیگی یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اور اگر کسی قدر ادا کرنے کے بعد جدا ہوا تو ادا کیے ہوے حصہ سے بری ہوا اور باقی حصہ اسپر لازم ہوگا اور اگر سو درم سے ایک سونے کا پتر یا ڈھلا ہوا سونا کہ جسکا وزن نہیں معلوم ہے دیکر صلح کی تو جائز ہے بشرطیکہ جدا ہونے سے پہلے قبضہ ہو جاوے یہ حاوی میں لکھا ہے اگر ایک عورت مری اور اسنے اپنے ترکہ میں غلام اور کپڑے اور سونا اور چاندی

اور زیور کہ جس مین موتی اور جواہر جڑے ہین چھوڑے اور اپنے شوہر اور باپ کو وارث چھوڑا اور اسکی پوری میراث اسکے باپ کے پاس ہے پھر باپ نے سو دینار پر شوہر سے صلح ٹھہرائی تو اسکی دو صورتین ہین اول یہ کہ سونے کے ترکہ مین سے شوہر کا حصہ معلوم ہوا اور اس صورت مین اگر بدل صلح اسکے سونے کے حصہ سے زائد ہو تو صلح جائز ہے اور اگر برابر یا کم ہو تو جائز نہین ہے اور دوسری یہ ہے کہ اسکا حصہ نہ معلوم ہو تو صلح جائز نہوگی اور ایسے ہی اگر پانچسو درم پر صلح ٹھہرائی تو اسکی بھی یہی دو صورتین ہین اور اگر سو درم اور پچاس درم پر صلح ٹھہرائی تو ہر طرح صلح جائز ہے پس اگر قبضہ پایا گیا تو کل کی صلح صحیح رہی اور اگر قبضہ نہ پایا گیا تو صلح باطل ہو گئی ایسا ہی کتاب مین مذکور ہے اور روا یہ ہے کہ یون کہا جاوے کہ حصہ صرف کی صلح باطل ہو جاویگی اور ایسا ہی موتی اور جواہر کی بھی اگر ان کا بدون ضرر کے نکالنا ممکن نہو تو باطل ہوگی ولیکن اسکے سوا کپڑے اور مال واسباب کی صلح صحیح رہیگی اور اگر شوہر نے درم اور دینار پر جو بدل صلح ہین قبضہ کر لیا اور میراث باپ کے گھر مین ہے اور وہ مجلس صلح مین موجود نہین ہے تو صلح بقدر حصہ سونے اور چاندی کے باطل ہو جاویگی ایسا ہی کتاب مین لکھا ہے اور یہ حکم اسوقت ہے کہ باپ کے پاس جو مال موجود ہے اس مین شوہر کے حصہ کا اقرار کرتا ہو کہ شوہر کا حصہ اسکے پاس امانت ہے اور امانت کا قبضہ قبضۂ خرید کا نائب نہین ہوتا ہے پس جدائی بدون قبضہ کے ہوگی تو صرف کا حصہ اور حصۂ جواہر مرصع جو بلا ضرر نکالے نہین جا سکتے ہین باطل ہوگا اور اگر باپ شوہر کے حصہ سے انکار کرتا ہو تو وہ شوہر کے حصہ کا غاصب ہوا اور غصب کا قبضہ خرید کے قبضہ کا نائب ہوتا ہے پس جب بدل الصلح پر قبضہ کیا تو جدائی دونون کے قبضہ کے بعد حاصل ہوئی تو حصہ صرف کی بھی صلح باطل نہوگی اور ایسے ہی اگر باپ شوہر کے حصہ کا مقر ہے مگر میراث مجلس مین موجود ہے تو کل کی صلح جائز ہوگی یہ محیط مین لکھا ہے اگر ایک حلیہ دار تلوار جو کسی کے ہاتھ مین موجود ہے ایک شخص نے دعویٰ کیا اور اس سے دس دینار پر صلح کی اور اس مین سے پانچ دینار پر قبضہ کر کے دونون جدا ہوگئے یا جدائی سے پہلے باقی کے عوض ایک کپڑا خریدا اور اسپر قبضہ کر لیا پس اگر دینار بقدر حلیہ کے ادا کیے تو صلح باقی رہیگی اور اگر اس سے کم ہین تو صلح فاسد اور کپڑے کا خریدنا بھی فاسد ہے یہ مبسوط مین لکھا ہے اگر کسی پر دس دینار اور دس درم کا دعویٰ کیا اور مدعا علیہ نے انکار کیا یا اقرار کیا ولیکن مدعا علیہ نے پانچ درم پر اس سب سے صلح کر لی تو یہ جائز ہے خواہ یہ نقدی ہون یا ادھار ہون یہ محیط مین لکھا ہے اگر دس مثقال سونے کا کنگن بعوض سو درم کے خریدا اور باہم قبضہ کیا پھر اسکو تلف کیا یا نہ کیا پھر اس مین کوئی ایسا عیب پایا جو تدلیس[له] سے بائع نے اسپر چھپایا تھا پھر دس درم ادھار پر صلح کی تو یہ جائز ہے اور اگر ایک دینار پر صلح کی تو جائز نہین ہے مگر جبکہ جدا ہونے سے پہلے اسپر قبضہ کرے یہ حاوی مین لکھا ہے اگر دس درم چاندی کا کنگن ایک دینار کو خریدا اور باہم قبضہ کیا پھر کنگن مین کچھ ایسی شکستگی پائی جس سے نقصان آتا ہے پھر دینار مین سے دو قیراط سونے پر صلح کی اس شرط پر کہ کنگن کا خریدار چوتھائی کر گیہون بڑھا دیگا اور دونون نے باہم قبضہ کر لیا تو جائز ہے اور اگر گیہون معین ہون اور قبضہ سے پہلے دونون جدا ہو جاوین تو بھی جائز ہے اور اگر باہم قبضہ کے بعد گیہون مین کچھ عیب پایا تو واپس کر کے اسکا ثمن لے سکتا ہے اور اسکا ثمن پہچاننے کی یہ صورت ہے کہ دو قیراط سونا گیہون اور عیب کی

[له] تدلیس کرنا یعنی عیب چھپا ڈالنا ۱۲

قیمت پر تقسیم ہو پھر جو گیہون کے حصّہ مین پڑے وہی گیہون کا ثمن ہو یہ مبسوط مین لکھا ہو ملتقی مین ہو کہ اگر کسی کے بخاری درم دوسرے پر قرض ہون اور ان کے عوض ایسے درمون پر جنکا وزن معلوم نہین ہو صلح کی تو بخاری درم کو دیکھنا چاہیے پس اگر اس مین تانبا زیادہ ہو تو صلح قلیل و کثیر پر جائز ہو اور اگر اس مین چاندی زیادہ ہو تو صلح صرف برابر وزن پر جائز ہوگی اور اگر کسی میعاد پر صلح کی تو جائز نہین ہو اس جہت سے کہ یہ بطریق[1] کمی کرنے کے نہین ہو کیونکہ یہ بات ظاہر ہو کہ اگر اسپر ہزار درم غلہ کے ہوتے اور اسنے نوسو سپید درم پر صلح کرتا تو جائز نہ تھا اور اگر ہزار درم سپید قرض تھے اور نوسو درم سیاہ پر صلح کی تو بطریق کم کر دینے کے جائز ہو اور اگر نوسو پر صلح کی اور سپید کی شرط نہ لگائی اور اسنے سپید دیے تو جائز ہے اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا ہو اگر سیاہ افضل ہون تو سپید سے کم وزن سیاہ پر صلح ناجائز ہے اور اگر دونون برابر ہون تو ایک کے وزن سے دوسرا کم دینا صلح مین جائز ہے یہ محیط مین لکھا ہو

چوتھا باب بیع صرف کے اقسام خیار کے بیان مین۔ اگر کسی نے ایکہزار درم دوسرے سے بعوض سو دینار کے خریدے اور ایک دن کے خیار کی شرط کی پس اگر اسنے خیار کو جدا ہونے سے پہلے باطل[2] کر دیا تو بیع جائز ہے اور اگر باطل کرنے سے پہلے جدا ہو گئے اور دونون نے قبضہ بھی کیا تو بھی بیع فاسد ہے اور ایسے ہی اگر خیار بائع کا ہو یا دونون کا ہو مدت کم ہو یا زیادہ ہو یہی حکم ہو اور یہی حکم چھڑے ہوے برتن اور حلیہ دار تلوار اور سونے کے طوق کا ہو کہ جس مین موتی اور جواہرات ہون کہ جو بدون طوق توڑنے کے نہ نکل[3] سکتے ہون و لیکن ملمع دار لگام اور اس کے مانند چیزون کی بیع مین خیار کی شرط صحیح ہو یہ مبسوط مین لکھا ہے اگر ایک باندی اور پچاس دینار سونے کا طوق ہزار درم مین خریدے اور ایک دن کے خیار کی شرط کی تو امام اعظمؒ کے نزدیک کل کی بیع فاسد ہو اور صاحبین کے نزدیک باندی کی بیع اسکے حصۂ ثمن کے عوض جائز ہو اور ایسے ہی اگر دونون کو سو دینار کے عوض خریدا تو بھی یہی حکم ہو یہ حاوی مین لکھا ہو اور اگر دونون کو سو دینار کے عوض خریدا اور میعاد کی شرط لگائی تو میعاد اور خیار کی شرط کا ایک ہی حکم ہو یہ مبسوط مین لکھا ہو اور اگر دونون کو بعوض گیہون یا کسی اسباب کے خریدا تو ایک دن یا زیادہ کے خیار کی شرط جائز ہو یہ حاوی مین لکھا ہو اور اگر ایک رطل تانبا ایک درم کو خریدا تو اس مین خیار کی شرط جائز ہے کیونکہ یہ بیع صرف نہین ہو یہ مبسوط مین لکھا ہو نوادر ابن سماعہ مین امام محمدؒ سے روایت ہو کہ اگر کچھ فلوس بعوض درمون کے اس شرط پر خریدے کہ درمون کے بیچنے والے کو خیار ہو پھر درم دیدیے اور پیسون پر قبضہ نہ کیا یہانتک کہ دونون جدا ہو گئے تو بیع فاسد ہو اور اگر خیار پیسے بیچنے والے کا ہو اور درمون پر اسنے قبضہ کر لیا ہو تو بیع جائز ہو اور امام اعظمؒ کے قول پر ایسا عقد جائز نہونا چاہیے یہ محیط مین لکھا ہو اور درم اور دینار اور تمام دَین[4] مین خیار رویت نہین ہوتا

---

[1] قولہ بطریق الخ اسواسطے کہ صلح کی اصلیت یہی ہے کہ حق مین سے کچھ گرا دیا جاوے ۱۲ [2] قولہ باطل اسواسطے کہ صرف کے عقد مین ادھار حرام ہے ۱۲ [3] قولہ نہ نکل سکتے ہون کیونکہ اگر بے ضرر کے جواہر نکل آوین تو جواہر کا حصہ بعد قبضہ کے بیع ہو سکتا ہے [4] قولہ دین یعنے برخلاف عین کے جو چیز وصف بیان کر کے اپنے ذمہ رکھی ہو ۱۲

اور جو چیزین معین ہوسکتی ہین جیسے پتر اور زیوران مین خیار رویت ہوگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اور خیار استحقاق کی
صورت یہ ہی کہ اگر عقد درم اور دینار پر وارد ہو مثلاً ایک دینار بعوض دس درم کے خریدا پھر آدھے دینار کا
کوئی مستحق ہوا تو آدھے درم واپس لے اور اسکو آدھا درم ملیگا اور خیار نہوگا یہ حاوی مین لکھا ہے اور اگر درمون کا
کوئی مستحق نکلا اور اسنے لے لیے تو قبضہ باطل ہوجائیگا اور اسکے مثل واپس کرسکتا ہی اور عقد باطل نہوگا اور اگر مستحق
نے بیع کی اجازت دی تو دیکھنا چاہیے کہ اگر اسکی اجازت قبضہ کے بعد حاصل ہوئی تو قبضہ جائز ہے اور مستحق
کو مقبوضہ لینے کی کوئی راہ نہوگی اور اسکو اختیار ہی کہ ادا کرنے والے سے لے اور اگر قبضہ سے پہلے اسکی اجازت ہوئی
تو اجازت کا ہونا اور نہونا برابر ہی اور مستحق کو اختیار ہی کہ اپنے درم لے لے اور عقد باطل نہوگا اور اسکے مثل بھی لے سکتا ہے
اور یہ حکم اسوقت ہی کہ جبتک جدائی نہوئی ہو یہ شرح طحاوی مین لکھا ہی اور اگر سب درم یا تھوڑے کا کوئی حقدار پیدا ہوا اور وہ
دونون جدا ہوچکے ہین پس اگر مستحق نے اجازت دی اور وہ درم بعینہ قائم ہین تو جائز ہوگی اور اگر نہ اجازت دی تو پوری صرف
باطل ہوجائیگی اگر وہ کل کا مستحق ہی اور اگر بعض کا مستحق ہی تو بقدر اسکے باطل ہوجاویگی یہ محیط مین لکھا ہی دس درم بعوض
ایک دینار کے خریدے اور باہم قبضہ کیا پھر ان کو بعد جدا ہونے کے زیوف پایا پھر ان کو بدل لیا (خواہ قلیل ہو یا کثیر ہون ۱۲) پھر ان زیوف درمونکا
کوئی مستحق نکلا تو صاحبین کے نزدیک صرف باطل نہوگی اور ایسے ہی امام اعظم رح کے نزدیک بھی اگر زیوف
تھوڑے ہون تو بھی یہی حکم ہی اور اگر کل کو زیوف پایا تو صرف ٹوٹ جائے گی خواہ بدل لیا ہو یا نہ بدلا ہو یہ محیط سرخسی
مین لکھا ہی اور اگر عقد کسی چیز معین پر وارد ہو مثلاً ایک کنگن خریدا اور اس مین سے بعض کا کوئی مستحق ہوا تو مشتری
کو خیار ہی کہ باقی کو چاہے واپس کرے یا اسکے حصہ کے عوض لے لے پس اگر کوئی حقدار نکلا اور ہنوز قاضی نے اسکے
واسطے حکم نہین دیا کہ اسنے بیع کی اجازت دیدی تو بیع جائز ہوگی اور یہ ثمن مستحق کا ہوگا کہ بائع اسکو لیکر مستحق
کے سپرد کردے یہ حاوی مین لکھا ہی اگر کوئی ڈھالا ہوا برتن یا کنگن چاندی کا بعوض سونے یا چاندی کے پتر کے
خریدا پھر برتن یا کنگن کا کوئی حقدار ہوا تو بیع باطل ہوجاویگی اگرچہ دونون مجلس مین موجود ہون اور یہ اسوقت
ہی کہ مستحق نے بیع کی اجازت نہ دی ہو اور اگر اسنے اجازت دی تو جائز ہوگی یہ مبسوط مین لکھا ہے کسی (یعنی بائع یا مشتری ۱۲) کے دوسرے
پر ایک ہزار درم غلہ کے قرض تھے پھر ان کے عوض نو سو کھرے اور ایک دینار لے لیا اور دونون جدا ہو گئے پھر دینار
کا کوئی مستحق نکلا تو وہ قرض دار سے سو درم غلہ کے لے لے اور اگر جدا ہونے سے پہلے اس دینار کا کوئی مستحق ہو
تو اسکے مثل دینار واپس لے اور اگر بجاے دینار کے پیسے ہون تو بھی ایسا ہی حکم ہوگا یہ محیط مین لکھا ہی عیب کیوجہ سے
واپس کرنیکا خیار اس شخص کو ثابت ہوتا ہی کہ جسکے عقد صرف کی چیز مین عیب معلوم ہو یہ حاوی مین لکھا ہی اگر ایک دینار
بعوض دس درم کے یا سونے کی کوئی ڈھلی چیز فروخت کی اور دونون نے قبضہ کرلیا پھر درم کے قبضہ کرنے والے
نے ان کو زیوف یا نبہرہ پایا تو ان کو واپس کرسکتا ہے پس اگر بعد جدائی کے واپس کیا تو امام اعظم اور زفر رح کے
نزدیک صرف باطل ہوجائیگی اور امام ابو یوسف رح اور محمد رح کے نزدیک اگر واپسی کی مجلس مین بدل لیا تو جائز ہی اور
اگر جدائی سے پہلے بدل لیا تو اجماعاً جائز ہی اور اگر بعض کو زیوف پایا پس اگر یہ بعض تھوڑے ہون تو استحساناً عقد

باطل نہوگا یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی اور اگر ان کو ستوق پایا اور مجلس عقد مین واقع ہوا تو ان سے چشم پوشی جائز نہین ہو پس اگر ان کے بدلے اسی مجلس مین جید درم قبضہ مین لے لیے تو جائز ہی اور گویا اسنے آخر مجلس تک قبضہ کرنے مین تاخیر کی یہ محیط مین لکھا ہی اور ایسے ہی اگر قبضہ کرنے کے وقت یہ معلوم ہوا اور اسنے قبضہ کیا تو جائز نہین ہی اور اسکو اختیار ہی کہ واپس کر کے جید بدل لیوے اور اگر عقد کے وقت معلوم ہوا کہ وہ ستوق یا رصاص ہین تو دیکھا جائیگا کہ اگر بیان[۱] کر دینے یا نام لینے سے معلوم ہوا تو بیع جائز ہوگی اور عقد بعینہ انھین سے متعلق ہوگا اور اگر ستوق یا رصاص ہونے کا نام نہ لیا ولیکن کہا کہ مین نے یہ دینار تجھ سے بعوض ان درمون کے خریدے اور ستوق یا رصاص کی طرف اشارہ کیا پس اگر دونون کو معلوم ہو کہ یہ ستوق یا رصاص ہین اور ہر ایک کو یہ بھی معلوم ہو کہ دوسرا اسکو جانتا ہی تو عقد بعینہ ان کی ذات سے متعلق ہوگا اور اگر دونون نہ جانتے ہون یا ایک جانتا ہو اور دوسرا نہ جانتا ہو یا دونون جانتے ہون ولیکن ہر ایک کو یہ نہ معلوم ہو کہ دوسرا جانتا ہی تو عقد ان کی ذات سے متعلق نہوگا بلکہ اسیقدر جید درمون سے متعلق ہوگا یہ شرح طحاوی مین لکھا ہی اور اگر پورے درمون کو یا بعض کو جدا ہونے کے بعد ستوق پایا پس اگر سب کو ستوق پایا تو صرف باطل ہوجائیگی اور اگر بعض کو ستوق پایا تو بقدر اسکے صرف باطل ہوجائیگی خواہ اس سے چشم پوشی[۲] کی یا واپس کیا اور بجاے اسکے دوسرا بدلا یا نہ بدلا ہو یہ محیط مین لکھا ہی اگر جدا ہونے کے بعد درمون کو ستوق پایا اور وہ اسکے پاس تلف ہوگئے تو اسپر ان کی قیمت واجب ہوگی اور صرف باطل ہوجائے گی اور اپنے دینار واپس کرلے یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی اور یہ سب اُس صورت مین ہی کہ دینار کے بدلے درم ہون جو عقد مین متعین نہین ہوتے اور اگر ایسی چیز ہو جو متعین ہوتی ہو مثلاً چاندی کا کنگن بعوض دینار کے یا چاندی کا برتن یا تبر بعوض دینار کے خریدکر دونون نے قبضہ کیا پھر برتن یا تبر مین عیب پایا پس اگر اسکے عیب پر راضی ہوا تو جائز ہے اور اگر راضی نہوا اور واپس کیا تو عقد باطل ہوجائیگا خواہ جدائی ہونے کے پہلے ہو یا بعد ہو اور دینار پر قبضہ کرنے والے کو اختیار ہی کہ چاہے عین مقبوضہ واپس کرے یا اسکا مثل واپس دے مگر اس صورت[۳] مین کہ اصل سے عقد فاسد نکلے مثلاً مبیع کا کوئی مستحق ہو پس ایسی صورت مین جب عقد فاسد ہوا تو وہ دینار بعینہ واپس کرے بشرطیکہ موجود ہو اور اگر تلف ہوگیا ہو تو اسکا مثل واپس کرے یہ شرح طحاوی مین لکھا ہی اگر بعوض درمون کے کوئی حلیہ دار تلوار خریدے اور اسکی کسی چیز مین عیب پایا تو کل کو واپس کرے نہ بعض کو اور اس کے بعض کا عیب کل مین اثر کرتا ہی کیونکہ وہ ایک ہی شی ہی پس اگر کل کو بغیر حکم قاضی واپس کیا پھر قبضہ سے پہلے دونون جدا ہوگئے تو واپس کرنا باطل ہوگیا کیونکہ باہمی رضامندی سے واپس کرنا تیسرے کے حق مین نئی بیع ہوتی ہی اور صرف مین قبضہ شرعی حق کے طور پر واجب ہے اور یہی ثالث ہی تو گویا بدون حق شرع کے قبضہ سے پہلے افتراق ہوا اور اگر قاضی کے حکم سے واپس کیا تو واپسی باطل نہوگی کیونکہ وہ سب کے

---

[۱] مثلاً کہا کہ مین نے تجھ سے یہ دینار بعوض ان ستوقہ یا رصاص درمون کے خریدے ۱۲ [۲] قولہ ستوق وہ اصل درم ہی نہین ہین اور رصاص علے ہذا القیاس اسکا بین ۱۲ [۳] قولہ چشم پوشی یعنی یہی مثلاً قبول کر لیے یا پھیر کر دوسرے بدل لیے ۱۲ [۴] قولہ مگر آخر یعنی اگر ثبوت ہوا کہ اس مال کا مالک دوسرا ہی تو بیع اصل سے باطل ہی ۱۲

حق مین فسخ ہو یہ محیط سرخسی مین لکھا ہو اور اگر دونون نے اقالہ کیا اور بیع کوئی برتن ہے پھر قبضہ سے پہلے اس شخص نے جو اقالہ کے سبب سے اسکا مالک ہوا ہے پھر مشتری یا دوسرے کے ہاتھ بیچا تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جائز نہین ہو اور امام محمدؒ نے جامع کبیر مین فرمایا کہ اگر مشتری کے ہاتھ بیچا تو جائز ہو اور اگر دوسرے کے ہاتھ بیچا تو جائز نہین ہو یہ حاوی مین لکھا ہو اگر ہزار درم چاندی کی چھاگل بعوض ہزار درم یا سو دینار کے خریدی اور باہم قبضہ کر کے جدا ہو گئے پھر یہ درم رصاص یا ستوق[1] پا کر واپس کر دیے تو ثمن پر قبضہ کرنے سے پہلے اور چھاگل واپس کرنے سے پہلے اس سے جدا ہونے کا اختیار ہو اور یہی حکم زیوف درمون کا بھی امام اعظمؒ کے نزدیک ہو اور صاحبین کے نزدیک زیوف کو مجلس واپسی سے جدا ہونے سے پہلے بدل لے یہ مبسوط مین لکھا ہو اگر کوئی سونے کا زیور کہ جسمین جواہر ہین خریدا پھر جواہر مین عیب پا کر چاہا کہ فقط جواہر کو واپس کر دے تو ایسا نہین کر سکتا ہے یا تو سب کو واپس کر دے یا سب کو لے لیوے اور ایسے ہی اگر چاندی کی انگوٹھی کہ جس مین یاقوت کا نگینہ ہے خریدی پھر نگینہ یا چاندی مین عیب پایا تو دونون کو واپس کرے یا دونون کو لے لے یہ حاوی مین لکھا ہو اگر کسی نے کوئی طشت یا برتن خریدا مگر یہ نہین معلوم ہوتا ہو کہ وہ کس چیز کا ہو اور اسکے مالک نے کسی چیز کے ہونے کی شرط بھی نہین کی ہو تو یہ جائز ہے اور اگر چاندی کا برتن خریدا پھر وہ چاندی کے سوا نکلا تو دونون مین بیع نہوئی اور اگر وہ چاندی سیاہ یا سرخ تھی کہ جسمین رانگہ یا تانبا ملا تھا اور میل نے اسکو فاسد کر دیا تھا تو مشتری کو خیار ہے چاہے اسکو لے ورنہ چھوڑ دے یہ مبسوط مین لکھا ہو اور اگر چاندی کا کنگن بعوض سونے کے خریدا پھر اسمین عیب پایا تو واپس کر سکتا ہو پس اگر وہ اسکے پاس تلف ہو گیا یا کوئی دوسرا عیب آ گیا تو نقصان عیب لے سکتا ہو اور بائع یہ کہہ سکتا ہو کہ مین اسکو ایسا ہی واپس لیے لیتا ہون[یعنی نقصان عیب جدید کا تاوان نہ لونگا ۱۲] اور اگر ثمن چاندی ہو تو نقصان عیب نہین لے سکتا یہ حاوی مین لکھا ہو اور اگر اسمین عیب پایا لیکن اسکے آدھے کا کوئی مستحق پیدا ہوا اور باقی آدھا اسنے واپس نہ لیا یہانتک کہ ٹوٹ گیا تو باقی اسکے ذمہ پڑیگا اور آدھا ثمن واپس کر لے یہ مبسوط مین لکھا ہے اگر ایک دینار بعوض دس درم کے خریدا اور باہم قبضہ کر لیا اور وہ درم زیوف ہین پھر انکو انکے خریدار نے خرچ کیا اور اسنے یہ نہ جانا تو امام اعظمؒ کے نزدیک بائع پر اسکا کچھ حق نہین ہو اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ ان کے مثل واپس کر دیوے اور کھرے لیوے اور امام محمدؒ کو قدوری نے امام ابو یوسفؒ کے ساتھ کیا ہو اور کرخیؒ نے امام اعظمؒ کے ساتھ ذکر کیا ہو یہ ذخیرہ مین لکھا ہو اور شیخ الاسلام وغیرہ نے ذکر کیا کہ امام ابو یوسف رح کا قول استحسان ہو اور ان دونون کا قول قیاس ہو یہ فتح القدیر مین لکھا ہو۔ اور اگر یہ دس درم قرض ہون یا بیع کا ثمن ہون تو بھی ایسا ہی اختلاف ہو یہ حاوی مین لکھا ہو اور اگر چاندی خریدی اور اسکو بدون عیب کے ردی پایا تو واپس نہین کر سکتا ہو یہ محیط سرخسی مین لکھا ہو اگر درم بیچنے والے نے کہا کہ مین نے تجھسے ہر عیب سے برائت کر لی پھر مشتری نے انکو ستوق پایا تو بری نہوگا اور اگر زیوف پایا تو بری ہو جاویگا یہ حاوی مین لکھا ہو امام محمدؒ سے روایت ہو کہ اگر کسی نے کہا کہ مین یہ درم تیرے ہاتھ بیچتا ہون اور درم دکھلا دیے پھر اسنے انکو زیوف پایا تو فرمایا کہ انکو بدل لے لیکن اگر اسنے

---

[1] قولہ ستوق آلخ کیونکہ ستوق درحقیقت درم ہی نہین ہین اور زیوف کھوٹے درم ہین فافہم ۱۲

کہدیا ہو کہ یہ زیوف ہین یا ان کے عیب سے برائت کر لی تو بدل نہین سکتا یہ محیط مین لکھا ہی۔ امام محمدؒ سے روایت ہے کہ زید نے عمرو سے کچھ دینار بعوض درمون کے خریدے اور دینارون پر قبضہ کر لیا اور انکو بکر کے ہاتھ بیچا پھر بکر نے اس مین عیب پاکر بدون حکم قاضی کے زید کو واپس کر دیا تو زید کو اختیار ہی کہ عمرو کو واپس کرے اور یہ بیع اسباب کی بیع کے مشابہ نہین ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اگر کوئی چاندی کی انگوٹھی کہ جسمین نگینہ ہی بعوض درم یا دینار کے خریدی اور باہم قبضہ کر لیا پھر مشتری نے چاندی مین سے نگینہ الگ کر لیا اور الگ کرنے سے کچھ ضرر نہوا پھر ایک مین عیب پایا تو اس کے حصۂ ثمن کے عوض واپس کر دیگا اور اسی طرح اگر نگینہ اکھاڑنے سے پہلے ایک مین عیب پایا اور دونون کو واپس کرنا چاہا تو اسکو یہ اختیار نہین ہے ولیکن نگینہ کو چاندی سے جدا کرے اور جسمین عیب ہے اسکو واپس کرے اور اگر مشتری نے دونون پر قبضہ کیا اور ثمن نہ دیا یہانتک کہ ایک مین عیب پایا تو اسکو اختیار ہے کہ چاہے دونون لے یا دونون کو واپس کر دے اور اگر اسنے کسی مین عیب نہ پایا ولیکن ثمن پر قبضہ سے پہلے دونون جدا ہو گئے تو چاندی کی بیع باطل ہو جائیگی اور نگینہ اپنے دامون مین مشتری کو لینا پڑیگا اور چاندی اور نگینہ اگر ایسے ہون کہ دونون کو جدا کرنا مضر نہین ہے تو ایک ساتھ فروخت کیے جاوینگے اور یہی حال حلیہ دار تلوار و حلیہ دار پیٹی وغیرہ کا ہی پس ہر ایسی چیز کہ جس مین سے جواہر کا نکالنا مضر نہو وہ بمنزلہ علیحدہ دو چیزون کے ہی یہ محیط مین لکھا ہی **منتقی** مین ہے کہ اگر ایک دینار بعوض دس درم کے خریدا اور باہم قبضہ کیا پھر دینار بیچنے والا کچھ زیوف درم لایا اور کہا کہ مین نے انکو ان درمون مین پایا ہے جو تمنے مجھے دیے تھے ۱۲ اور مشتری نے اپنے درمون مین سے ہونے سے انکار کیا تو اس مسئلہ مین چند صورتین ہین کہ دینار بیچنے والے نے اسوقت سے پہلے یا یہ اقرار کیا ہوگا کہ مین نے جید پر قبضہ کیا یا اپنے حق پر قبضہ کیا یا راس المال پر قبضہ کیا یا درم بھر پائے یا درمون پر قبضہ کیا یا فقط قبضہ کیا تو پہلی اور دوسری اور تیسری اور چوتھی صورت مین اسکا دعویٰ قابل سماعت نہوگا پس مشتری سے قسم نہ لیجائیگی اور پانچوین صورت مین قول دینار بیچنے والے کا ہوگا اور خریدنے والے پر گواہ لانا چاہیے کہ اسنے جید درم دیے ہین اور یہ استحسانا ہی اور چھٹی صورت مین بھی یہی حکم ہی اور اگر اسنے کہا کہ مین نے ان درمون کو ستوق یا رصاص پایا ہی تو بھی پانچ صورتون مین اسکا قول قابل سماعت نہوگا اور چھٹی صورت مین قبول ہوگا یہ محیط مین لکھا ہے

پانچوان باب عقد صرف کے ان احکام کے بیان مین جو دونون عقد کرنے والون کے حال سے متعلق ہین اور اس مین چھ فصلین ہین

فصل اول مرض مین بیع صرف کے بیان مین امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر مریض نے اپنے وارث کے ہاتھ دینار بعوض ہزار درم کے فروخت کیا اور دونون نے قبضہ کر لیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک جائز نہین ہے مگر جبکہ باقی وارث اجازت دیدین اور غبن کے ساتھ اسکی وصیت وارث کے واسطے معتبر ہی اور اسیطرح اگر اسکو مثل قیمت پر یا کم پر بیچا ہو

۱؎ قولہ یعنے واپس کرکے اپنا حصۂ ثمن لیلے ۱۲ ۲؎ قولہ غبن یعنی جب ایک دینار لیکر ہزار درم دیدیے تو یہ صریح غبن ہی گویا اسنے قرار دیا جائیگا کہ گویا اس نے دینار سے زائد درمون کو وارث کے حق مین وصیت کیا ہے حالانکہ وارث کے لیے وصیت صریح نہین جائز ہے اور اگر اجنبی ہو تو وہ تہائی بطور وصیت لے لیگا فافہم ۱۲

تب بھی یہی حکم ہے اور صاحبین کے نزدیک اگر مثل قیمت یا زیادہ پر بیچا تو باقی وارثون کی بلا اجازت بیع جائز ہے اگر مریض نے اپنے بیٹے سے ہزار درم بعوض سو دنیار کے خریدے اور باہم قبضہ کر لیا اور اسکے بالغ وارث موجود ہین تو امام اعظمؒ کے نزدیک باقی وارثون کی بلا اجازت جائز نہین ہے خواہ دنیارون کی قیمت ہزار درم ہو یا زیادہ ہو یا کم ہو اور صاحبین کے نزدیک اگر دنیارون کی قیمت ہزار درم یا کم ہے تو باقی وارثون کی بلا اجازت جائز ہے اور اگر ہزار درم سے زیادہ ہے تو باقی وارثون کی اجازت دینے سے بیع جائز ہوگی اور اگر انھون نے اجازت نہ دی تو مشتری کا بیٹا مختار ہوگا کہ اگر چاہے تو بیع توڑ کر دنیار واپس کرے اور اپنے درم لے لیوے اور اگر چاہے تو دنیارون مین سے اپنے درمون کی قیمت کے برابر لے اور زیادتی کو واپس کرے یہ محیط مین لکھا ہے اگر مریض نے کسی اجنبی کے ہاتھ ہزار درم بعوض ایک دنیار کے بیچے اور دونون نے قبضہ کر لیا پھر مریض مر گیا اور دنیار اسکے پاس ہے اور سوا اسکے اسکا کچھ مال نہین ہے تو وارثون کو اختیار ہے کہ جسقدر تہائی سے زائد ہے واپس کرین اور جب انھون نے واپس کیا تو مشتری کو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو دنیار لے لیوے اور ہزار درم واپس کر دے اور اگر چاہے تو ہزار مین سے دنیار کی قیمت لے اور ہزار کی پوری تہائی بھی لیوے اور اگر مریض نے دنیار کو تلف کر دیا تو مشتری دنیار کی قیمت ہزار مین سے لیگا اور باقی کی ایک تہائی لیگا یہ حاوی لکھا ہے پھر امام محمدؒ نے مشتری درم کو مریض کے پاس دنیار تلف ہو جانیکے بعد اختیار دیا ہے اور اس صورت مین اور دوسری صورت مین کہ جب درم کے خریدار کے پاس ہزار درم تلف ہو گئے اور مریض کے فعل کی وارثون نے اجازت نہ دی اور امام محمدؒ نے فرق بیان کیا ہے کہ اس مین مشتری درم فسخ اور اجازت مین مختار نہین ہے بلکہ دنیار کی قیمت اور ہزار کی تہائی لیگا اور باقی وارثون کو واپس کر دے گا یہ محیط مین لکھا ہے اور اسی طرح اگر مریض نے سو درم چاندی کے حلیہ کی تلوار کہ فقط تلوار کی قیمت سو درم تھی اور کل کی قیمت بیس دنیار ہے بعوض ایک دنیار کے فروخت کی اور دونون نے قبضہ کر لیا اور وارثون نے اجازت دینے سے انکار کیا تو مشتری کو اختیار ہے کہ اگر چاہے تو تلوار اور حلیہ مین سے دنیار کی قیمت اور اسکے بعد تہائی تلوار کامل لے لیوے اور اگر چاہے تو کل کو واپس کر دے اور اپنا دنیار لے لیوے اور یہ اور پہلا مسئلہ تخریج مین برابر ہین اور خصوصیت اس مسئلہ مین یہ ہے کہ دنیار کی قیمت تلوار اور حلیہ دونون مین سے لیگا اور اگر مریض نے دنیار تلف کر دیا تو مشتری کو خیار ہوگا کہ اگر چاہے تو اسکے مثل دنیار لیوے اور بیع کو پھیر دے اور یہ میت کے ترکے مین سے ہوگا کہ تلوار فروخت کر کے اسکا دنیار ادا کیا جاوے اور اگر چاہے تو تلوار اور حلیہ مین سے دنیار کی قیمت اور باقی کی تہائی اسکو ملیگی اور اگر مشتری نے بھی اپنے مقبوضہ کو تلف کر دیا تو اسکو اس مین سے ایک دنیار کی قیمت اور باقی کی تہائی جائز ہوگی اور باقی کی دو تہائی وارثون کو دیوے یہ مبسوط مین لکھا ہے ایک مریض کے پاس نو سو درم ہین اور اس کے سوا کچھ مال نہین ہے پھر ان کو بعوض ایک دنیار کے کہ جسکی قیمت نو درم ہے فروخت کیا اور مشتری نے دنیار پر قبضہ لیا اور دوسرے نے سو درم پر قبضہ کیا پھر دونون جدا ہو گئے اور مریض مر گیا اور دنیار و درم ویسے ہی قائم ہین پس یہان وارثون کی اجازت اور نہ اجازت برابر ہے اور درم لینے والے کو سو درم دیے جاوینگے بعوض نوین حصہ دنیار کے اگرچہ نوین حصہ دنیار سے سو درم کی قیمت زیادہ ہو

اور باقی آٹھ نوان حصہ دینار اسکو واپس کردینگے اور اگر درم کے خریدار نے درمون مین سے دیڑھ یا تین سو درم
پر قبضہ کیا تو بھی وارثون کی اجازت یا نہ اجازت[1] برابر ہی اور مشتری کو دو سو درم بعوض دو نوین[2] حصہ دینار کے یا تین
سو درم بعوض تین نوین حصہ دینار کے دیے جاوینگے اور اگر درمون کے خریدار نے چار سو درم پر قبضہ کیا تو وارثون
کی اجازت کی احتیاج ہی پس اگر وارثون نے اجازت دی تو مشتری کو چار سو درم اور وارثون کو چار نوان دینار
دیا جاویگا اور وارثون کو لازم ہی کہ پانچ نوان حصہ دینار مشتری کو واپس کرین اور اگر وارثون نے اجازت نہ دی
تو مشتری کو اختیار ہی کہ چاہے بیع کو توڑ دے اور درم واپس کردے اور اپنا دینار لے لے اور اگر چاہے تو درمون مین
سے بقدر چار نوین حصہ دینار کے اور کل مال کی تہائی کہ جو تین سو ہوتے ہین لے لیوے اور باقی وارثون کو واپس
کردے اور اگر درمون کے خریدار نے درمون پر قبضہ نہین کیا ہی تو وارث اسکا دینار واپس کرین اور بعینہ یہی
دینار واپس کرنا چاہیے یا نہین اسمین دو روایتین ہین اگر دونون جدا نہوے اور نہ مریض مرا اور مشتری نے اسکو
دینار اور ٹہرا دیے اور باہم قبضہ کرلیا تو یہ سب جائز ہی بشرطیکہ ہر دینار کی قیمت دس درم ہون اور اگر مریض نے
کوئی وکیل کیا تھا اور اسنے یہ درم اسکے ہاتھ ایک دینار کو بیچے پھر باہمی قبضہ سے پہلے مریض مرگیا پھر مشتری نے کہا
کہ مین نو سو درم نوے دینار مین لیتا ہون تو یہ جائز ہے اگر وکیل راضی ہوجاوے اور مشایخ نے اس مسئلہ کی تاویل
اس طرح بیان کی ہی کہ مریض نے اس شخص کو ان درمون کے بیچنے کا وکیل کرکے اسکی راے پر چھوڑ دیا تھا اور کہا
کہ اس مین اپنی راے سے کام کر یا یہ کہا کہ جو کچھ اس مین تو کریگا وہ سب جائز ہے تاکہ وکیل کی بیع مریض کے حق مین
باوجود محاباۃ کے جائز ہووے پس بمنزلہ مریض کی بیع کے ہوگی پھر جب مشتری نے زیادتی کرکے محاباۃ دور کردی
تو بیع جائز ہوگئی اور اگر مریض نے اسکی راے پر نہین چھوڑا تو بیع جائز نہوگی دونون[3] نہ ہونے مین اگرچہ مشتری
نے زیادتی کردی ہی یہ محیط مین لکھا ہی اگر ایک مریض سے ہزار درم بعوض سو درم کے خریدے اور باہم قبضہ کرلیا
پھر مریض اس مرض مین مرگیا تو یہ ربا ہے اور صحیح وسالم اور مریض سب سے لینا جائز نہین ہی اور جس شخص نے سو درم
دیے ہین اسکو اختیار ہی کہ ہزار مین سے سو درم اپنے سو درم کے عوض لے لے اور باقی واپس کردے اور اس صورت
مین وصیت اسکے لیے نہوگی یہ مبسوط مین لکھا ہی اور مشایخ نے کہا کہ یہ حکم اس روایت کے موافق ہی کہ جس مین یہ آیا ہی
کہ عقد فاسد کیوجہ سے جو چیز قبضہ مین آئی اُسی کا واپس کرنا متعین نہین ہوتا ہی اور جس روایت مین اسی کا واپس
کرنا متعین آیا ہے اسکے موافق اس شخص کو چاہیے ہی کہ ہزار درم مقبوضہ میت کے وارثون کو واپس کرے اور
اپنے سو درم ان سے واپس لے بشرطیکہ یہ بعینہ قائم ہون یہ محیط مین لکھا ہی پس اگر اسنے سو درم پر ایک کپڑا یا دینار

---

[1] قولہ برابر الخ کیونکہ جو فروخت کیا وہ تہائی سے کم یا تہائی ہی اور اس سے میت کا حق متعلق ہی پھر جب اس سے بڑھے تو بسبب تعلق حق وارثان انکی اجازت کی احتیاج ہی ۱۲م

[2] قال المترجم نسخ موجودہ مین ایک نوان حصہ دینار ہی ولیکن مترجم کے نزدیک صحیح یہ دو نوین حصے دینار کے فافہم واللہ تعالیٰ اعلم ۱۲

[3] قولہ دونون الخ کیونکہ صاحبین کے قول پر وکیل بالصرف ایک وجہ سے وکیل خریدار اور ایک وجہ سے وکیل فروخت ہی اور ہر صورت مین محاباۃ فاحش بحق موکل مریض نہین روا ہی اور امام اعظم کے قول پر بلحاظ وجہ وکیل بالبیع ہونیکے اگرچہ محاباۃ روا ہی مگر بنظر وکیل خرید ہونیکے نہین روا ہی لہذا کسی وجہ تصرف جائز نہین ہوا ۱۲م

زیادہ دیا تھا تو یہ بیع صحیح ہو جاوے گی پھر اگر مریض مرگیا اور وارثوں نے اجازت دینے سے انکار کیا تو اس شخص کو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو بیع توڑ دے اور اگر چاہے تو اسکو ہزار میں سے سو درم اسکے سو کی جگہ اور دینار اور اسباب کی قیمت بطریق معاوضہ کے اور ہزار کی ایک تہائی بطریق وصیت کے ملیگی بشرطیکہ دینار اور ہزار وارثوں کے پاس موجود ہوں کذا فی المبسوط اور اگر دونوں تلف ہو گئے ہوں تو باقی کی تہائی ملے گی یہ محیط میں لکھا ہے اگر مریض کے پاس سو درم چاندی کی چھاگل کہ جس کی قیمت بیس دینار ہیں موجود ہو اور اسنے اسکو بعوض سو درم کے کہ جسکی قیمت دس دینار ہیں فروخت کیا پھر مریض مرگیا اور وارثوں نے اجازت دینے سے انکار کیا تو مشتری کو اختیار ہے چاہے تو بیع واپس کر دے اور اگر چاہے تو دو تہائی چھاگل بعوض سو کی دو تہائی کے لے لیوے اور ایک تہائی وارثوں کی ہوگی یہ حاوی میں لکھا ہے۔

دوسری فصل

اپنے مملوک اور قرابتی اور شریک اور مضارب کے ساتھ بیع صرف کرنے کے بیان میں اور قاضی اور اسکے امین اور وکیل اور وصی کے یتیم وغیرہ کے مال میں بیع صرف کرنے کے بیان میں۔ مالک اور اسکے غلام کے درمیان میں ربوا نہیں ہوتا ہے پس اگر غلام پر قرض ہو تب بھی ربوا نہیں ہے ولیکن مالک پر واجب ہے کہ جو اسنے لیا ہے غلام کو واپس کرے خواہ ایک درم بعوض دو درم کے یا دو درم کے بعوض ایک درم کے خریدے ہوں یہ مبسوط میں لکھا ہے۔ اور یہی حکم ام ولد اور مدبر کا ہے یہ حاوی میں لکھا ہے اور اگر اپنے مکاتب کے ہاتھ ایک درم بعوض دو درم کے یا دو درم بعوض ایک درم کے بیچا تو جائز نہیں ہے اور سود ہوگا اور جس غلام کا تھوڑا حصہ آزاد[1] کیا گیا ہو اور وہ امام اعظم رح کے نزدیک بمنزلہ مکاتب کے ہے اور صاحبین کے نزدیک بمنزلہ ایسے آزاد کے ہے جس پر قرض ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور والدین اور شوہر و زوجہ اور قرابتی اور شریک العنان ایسی چیزوں میں جو دونوں کی تجارت سے نہیں ربوا میں بمنزلہ اجنبیوں کے ہیں اور مملوک بمنزلہ احرار[2] کے ہیں ولیکن متفاوضین (جن میں شرکت مفاوضہ ہے ۱۲) میں اگر ایک نے ایک درم بعوض دو درم کے دوسرے سے خریدا تو یہ بیع نہیں ہے بلکہ وہ انکا مال جیسا بیع سے پہلے تھا اب بھی ہوگا یہ مبسوط میں لکھا ہے اور قدوری نے کہا کہ قاضی اور اسکے امین کا فعل یتیم کے مال میں اور باپ یا اسکے وصی کا فعل نابالغ کے حق میں وہی جائز ہوگا جو دو اجنبیوں میں جائز ہوتا ہے اور اسی طرح اگر باپ نے اپنے لڑکے کے مال میں سے اپنے واسطے کچھ خریدا یا مضارب نے رب المال کے ہاتھ کچھ بیچا تو فقط اسی طرح جائز ہوگا جس طرح دو اجنبیوں میں جائز ہوتا ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر یتیم کے درم ہوں اور وصی انکو بعوض دیناروں کے بازار کے بھاؤ پر اپنے واسطے بیع صرف کرے تو جائز نہیں ہے اور اسی طرح اگر چاندی کا برتن ہو اور اسکو اسکے وزن پر اپنے ہاتھ بیچے تو بھی جائز نہیں ہے اور اگر اسکے پرورش میں دو یتیم ہوں کہ ایک کے پاس درم ہوں اور دوسرے کے پاس دینار ہوں پھر وصی نے دونوں میں بیع صرف کر دی تو جائز نہیں ہے یہ حاوی میں لکھا ہے۔ اگر یتیم کے مال سے کوئی چیز اسکے واسطے خریدی تو امام نے فرمایا کہ میں سمجھتا ہوں

[1] قولہ آزاد اسواسطے کہ صاحبین کے نزدیک عتق کے ٹکڑے نہیں ہو سکتے تو انکی کوئی صورت نہیں کہ غلام میں سے تھوڑا حصہ آزاد ہو اور امام رح کے نزدیک ٹکڑے ہو سکتے ہیں ۱۲

[2] احرار یعنی آزاد یعنی سود کے معاملہ میں مملوک آزاد کا حکم یکساں ہے ۱۲

غور کریگا اگر یتیم کی بہتری ہوگی تو بیع پوری کردیگا ورنہ یہ باطل ہو اور یہ قول امام اعظمؒ اور دوسرا قول امام ابو یوسفؒ کا ہو اور پہلا قول انکا اور امام محمدؒ کا یہ ہو کہ بسبب اس اثر کے جو حضرت ابن مسعودؓ سے ہم کو پہونچا ہو بالکل بیع جائز نہین ہے یہ مبسوط مین لکھا ہو اور بیع صرف مین قاضی اور اسکے وکیل اور امین کا حکم اور دیگر لوگون کا حکم یکسان ہو یعنی مجلس مین باہمی قبضہ شرط ہے اور اگر اسنے غائب یا یتیم کے مال مین کچھ تصرف کیا تو باہمی قبضہ اسکی طرف رجوع کریگا اور اگر یتیم کا مال اپنے ہاتھ فروخت کیا یا اسکے درم یا دینار کے عوض بیع صرف کر لیے تو جائز نہین
یعنی قاضی نے ۱۳
ہو یہ حاوی مین لکھا ہے

تیسری فصل

بیع صرف مین وکالتؒ کے بیان مین - اگر دو وکیلون نے بیع صرف کی تو قبضہ سے پہلے انکو جدا ہونا نہ چاہیے اور ان کے موکلون کا ان کے پاس سے غائب ہونا مضر نہین ہو یہ حاوی مین لکھا ہے - دو شخصون نے بیع صرف کی اور قبضہ کرنے کے واسطے وکیل کیے پھر موکلون کے جدا ہونے سے پہلے انہون نے قبضہ کر لیا تو بیع جائز ہے اور موکلون کے جدا ہونے کے بعد جائز نہین ہے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہو - اگر ایک شخص نے دو شخصون کو کسی قدر درمون کی بیع صرف کے واسطے وکیل کیا کہ ان کی بیع صرف کرین تو ایک کو بدون دوسرے کے صرف کا اختیار نہین ہو اور اگر دونون نے عقد بیع کیا پھر قبضہ سے پہلے ایک چلا گیا تو اسکا آدھا حصہ باطل ہو جاویگا اور دوسرے کے آدھے کی بیع باقی رہیگی یہ ذخیرہ مین لکھا ہو اور اگر دونون نے رب المال کو قبضہ کرنے یا ادا کرنے کے واسطے وکیل کیا اور دونون چلے گئے تو بیع صرف باطل ہو جاوے گی یہ حاوی مین لکھا ہے اگر کچھ درمون کو دیناروں کے عوض بیع صرف کرنے کے واسطے وکیل کیا اور اسنے بیع صرف کی اور باہم قبضہ کیا اور جس شخص نے درمون پر قبضہ کیا اسنے پورا حق پا لینے کا اقرار کیا پھر اس مین ایک درم زیف پایا اور وکیل نے اسکو قبول کر لیا اور اقرار کیا کہ یہ میرے درمون مین سے ہو اور موکل نے انکار کیا تو وہ وکیل کے ذمہ پڑیگا یہ مبسوط مین لکھا ہو اور اگر وکیل نے انکار کیا کہ میرے درمون مین سے نہین ہو پھر خریدار نے گواہ پیش کیے کہ انھین مین سے ہو اور اسنے پورے درم پا لینے کا اقرار بھی نہین کیا تھا تو اس کے گواہ مقبول ہون گے اور درم وکیل کو واپس کرے گا اور وہ موکل کے ذمہ پڑین گے اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ یہ خطا ہے کیونکہ یہ صورت گواہ قائم کرنے کی نہین ہو بلکہ استحسانًا درمون کے خریدار کا قول لیا جائیگا جیسا کہ مسلم الیہ اگر زیوف درم لاوے اور دعوی کرے کہ یہ راس المال مین سے ہین اور پورا حق پا لینے کا اقرار نہ کیا ہو تو اسکا قول لیا جاتا ہو اور جیسا کہ کسی اسباب کے بیچنے مین اگر بائع زیوف درم لاکر کہے کہ یہ ثمن مین سے ہین اور پورا حق پا لینے کا اقرار نہ کیا ہو تو اسکا قول استحسانًا لیا جاتا ہو پس اسی طرح یہان بھی اسکا قول لیا جائیگا اور اسی طرف شمس الائمہ سرخسی نے میلان کیا ہے و لیکن شیخ الاسلام خواہرزادہ نے امام محمدؒ کے قول کی تصحیح کی ہو اور کہا استحسانًا مشتری کا قول اگرچہ لیا جائیگا -

---

۱؎ **قولہ** وکالت واضح ہو کہ وکیل خود عاقد ہوگا یا وکیل قبضہ ہوگا پس عاقد کو خود قبضہ کرنا ضرور ہو یا موکل کے قبضہ کے وقت تک جدا نہو اور وکیل قبضہ کا قبضہ اسیوقت تک جائز ہوگا کہ عاقد جدا نہو کیونکہ اصل یہ کہ بیع صرف مین عاقدین کی رائے قبضہ سے پہلے جائز نہین ہو ۱۲

ولیکن قسم کے ساتھ لیا جاوے گا پس اسنے یہ گواہ پیش کرکے قسم اپنے اوپر سے ساقط کی اور قسم ساقط کرنے کے واسطے گواہ مقبول ہوتے ہین مثلاً ودیعت جسکے پاس ہو اگر وہ واپس کردینے یا تلف ہوجانے پر گواہ پیش کرے تو مقبول ہین اور امام ابو عبداللہ ابن الحسن بن احمد فرماتے تھے کہ کتاب مین یہ مذکور نہین ہے کہ درم کے خریدار کو گواہ پیش کرنے کے واسطے تکلیف دیجاوے گی صرف اس مین یہ ہو کہ اگر اسنے گواہ پیش کیے تو مقبول ہونگے پس شاید وہ اسواسطے پیش کرے کہ قسم اسکے اوپر سے جاتی رہے پس آس شخص کے مانند ہوجائیگا جسکے پاس ودیعت رکھی گئی ہو پھر امام محمدؒ نے فرمایا اور اسی طرح اگر اسنے وکیل سے قسم لی اور وہ قسم سے باز رہا اور درم اسکو پھیر دیے گئے تو موکل کے ذمہ پڑینگے اور بعض مشائخ نے کہا کہ یہ بھی خطا ہو کیونکہ اس صورت مین وکیل پر قسم نہین آتی ہو اور قسم صرف مشتری پر آتی ہو کیونکہ شرعاً اسی کا قول معتبر رکھا گیا ہو پس اسی پر قسم آویگی پس اگر اسنے قسم کھالی تو وہ واپس کرسکتا ہو ولیکن وکیل سے قسم لینا نہین ہوسکتا ہو پس صحیح حکم یون بیان کرتا چاہیئے کہ اگر درمون کے خریدار نے قسم کھالی اور درم وکیل کو واپس کردیے تو یہ بعینہ موکل کو واپس کرنا ہو اور جو مشائخ اہل تحقیق ہین انھون نے امام محمدؒ کے قول کی تصحیح کی ہو اور کہا ہے کہ یہ جو مذکور ہوا بطریق[1] استحسان ہو اور امام محمد کا قول بطریق قیاس ہو کیونکہ قیاس یہ چاہتا ہو کہ قسم لیکر وکیل کا قول معتبر ہو جیسا کہ بیع عین مین ہوتا ہے یہ محیط مین لکھا ہو اگر کسی نے وکیل کیا کہ میرے واسطے یہ درم بعوض دینارون کے بیع کرے اور اسنے بیع کی تو وکیل کو دینارون مین تصرف کرنیکا اختیار نہین ہے یہ مبسوط مین لکھا ہو اگر کسی نے ایک شخص کو اسلیے وکیل کیا کہ اسکے لیے چاندی کی چھاگل معین بعوض درمون کے خریدے پھر اسنے بعوض درمون کے اسکے حکم کے موافق خریدی اور یہ نیت کی کہ چھاگل میرے واسطے ہو تو موکل کے واسطے ہوگی اور اگر بعوض دینارون یا اسباب کے خریدی تو چھاگل وکیل کی ہوگی اور اگر چاندی کی معین چھاگل خریدنے کے واسطے ایک وکیل مقرر کیا اور ثمن کا نام اسکو نہ بتلایا پھر اسنے درم یا دینار کے عوض خریدی تو چھاگل موکل کی ہوگی اور اگر بعوض اسباب کے یا کیلی یا وزنی چیز کے خریدی تو چھاگل وکیل کی ہوگی یہ محیط مین لکھا ہو۔ اگر بعینہ چاندی فروخت کرنے کے واسطے کوئی وکیل مقرر کیا اور ثمن کا نام نہ بتلایا پھر اسنے اس سے زیادہ چاندی کے عوض بیچی تو جائز نہین ہو اور وہ ضامن نہوگا اور اس سے چاندی کے لینے کا موکل زیادہ حقدار ہو کہ اپنی چاندی کے برابر لے وکیل کو چاہیے کہ باقی چاندی اسکے مالک کو واپس کردے یہ خزانۃ الاکمل مین لکھا ہو اور مشائخ نے فرمایا کہ امام محمد کا یہ قول کہ وکیل کے قبضہ مین جو چاندی ہو اسکے لینے کا موکل زیادہ حقدار ہو اسطور پر مأول کیا گیا ہے کہ جب موکل اپنی معینہ چاندی کے لینے پر قادر نہو مثلاً اسکا قابض غائب ہوگیا یا موجود ہے اگر اسنے تلف کردی تو ایسی حالت مین موکل کا زیادہ استحقاق ہے کہ اس چاندی مین سے اپنی چاندی کے برابر لیوے اور اگر بعینہا اپنی چاندی کے لینے پر قادر ہو تو سوا اسکے اس مین سے نہین لے سکتا ہو یہ محیط مین لکھا ہو اگر کسی نے ایک شخص کو چاندی کی مٹی بیچنے کا وکیل کیا اور

---

[1] قولہ بطریق استحسان یعنی قول قیاس تو علت ظاہر ہے اور استحسان دلیل خفی ہو اور شاید کہ مذہب مین استحسان مختار ہو اور شاید امام محمدؒ کا قول قیاس ہو واللہ اعلم ۱۲

اسنے چاندی کے عوض بیچی تو جائز نہیں ہے پس اگر مشتری کو معلوم ہوا کہ مٹی میں چاندی ثمن کے برابر ہے اور وہ راضی ہو گیا
تو جائز ہے اور اسکو خیار ہوگا پس اگر اسنے بلا حکم قاضی واپس کر دی تو موکل پر جائز ہو گی اور اگر مشتری کے جاننے
سے پہلے دونوں جدا ہو گئے تو بیع فاسد ہے یہ حاوی میں لکھا ہے اور اگر بعوض اسباب کے بیچی اور مشتری نے جانا کہ اس میں
(یعنی مٹی کی چاندی کا ثمن برابر ہونا ۱۲)
سونا یا چاندی یا دونوں ہیں تو امام اعظم رح کے نزدیک بیع جائز ہے اور صاحبین اس میں خلاف کرتے ہیں اور اگر یہ نہ جانا
کہ اس میں ایک یا دونوں ہیں اور بعوض اسباب کے بیع کی تو سب کے نزدیک جائز ہے یہ محیط میں لکھا ہے اگر اپنی حلیہ دار تلوار
بیچنے کے واسطے وکیل کیا اور ادھار بیچی تو بیع فاسد ہے اور وکیل ضامن[1] ہو گا اور اسیطرح اگر اس میں خیار کی شرط کی یا جتنی
اس میں چاندی ہے اس سے کم پر نقد بیچی تو بھی فاسد ہے اور وکیل ضامن نہو گا اگر ایسے سونے کے زیور کے بیچنے کے واسطے
کہ جس میں موتی اور یاقوت ہیں وکیل کیا اور اسنے درموں کے عوض بیچا پھر ثمن پر قبضہ کرنے سے پہلے دونوں جدا ہو گئے
پس اگر موتی اور یاقوت بلا ضرر جدا ہو سکتے ہیں تو ان کی بیع جائز ہو گی اور حصۂ صرف کی بیع باطل ہو گی اور اگر بلا ضرر جدا
نہیں ہو سکتے ہیں تو کسی کی بیع جائز نہو گی یہ مبسوط میں لکھا ہے اور اگر درموں کے عوض کچھ پیسے خریدنے کے واسطے
وکیل کیا اور اسنے خرید کر قبضہ کیا پھر موکل کے سپرد کرنے سے پہلے وہ کاسد ہو گئے تو یہ موکل کے ذمہ پڑینگے اور اگر وکیل کے
قبضہ سے پہلے وہ کاسد ہوئے تو وکیل کو اختیار ہو گا کہ چاہے ان کو واپس کر دے چاہے لے لے پس اگر اسنے لے لیے تو وہی
کو لازم ہوں گے نہ موکل کو مگر اس صورت میں کہ موکل ان کو لے لینا پسند کرے یہ حاوی میں لکھا ہے۔

کسی نے ایک شخص کو ایک بعینہ سونے کے طوق کو ہزار درم میں خریدنے کے واسطے وکیل کیا اور ہزار درم اسکو دیدیے پھر
وکیل نے طوق ہزار درم میں خریدا اور ثمن ادا کر دیا پھر طوق کو وکیل کے قبضہ کرنے سے پہلے بائع کے پاس کسی نے توڑ دیا
تو وکیل کو اختیار ہے کہ اگر چاہے تو عقد پورا کر کے توڑنے والے کا دامنگیر ہو کر طوق کی قیمت میں ڈھلی ہوئی چیز اسکی
جنس کے برخلاف لیوے اور اگر چاہے تو عقد کو فسخ کر دے اور بائع اسکو خواہ بعینہ یہ درم یا ان کے مثل واپس کر دے پس
اگر وکیل نے عقد پورا کر لیا اور توڑنے والے سے طوق کی قیمت لی تو موکل کو یہ اختیار نہیں ہے کہ یہ قیمت وکیل سے لے لے
صرف وہ درم لیگا جو اسنے دیے ہیں کذا فی المحیط اور وکیل کو چاہیے کہ اس قیمت میں جو زیادتی ہو اسکو صدقہ کر دے
یہ مبسوط میں لکھا ہے اگر کسی نے ایک سونے کا طوق بیچنے کے واسطے وکیل مقرر کیا اور اسنے فروخت کر کے ثمن لے لیا
اور طوق مشتری کو دیدیا پھر اسکے بعد مشتری آیا اور کہا کہ میں نے وہ طوق پیتل کا سونے سے ملمع کیا ہوا پایا ہے اور موکل نے
انکار کیا تو اس مسئلہ کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ وکیل نے اس سے انکار کیا اور مشتری نے اسپر گواہ قایم کئے یا وکیل سے قسم لی اور وہ قسم سے باز رہا اور قاضی نے
طوق اسکو واپس کر دیا تو اس حالت میں طوق موکل کو لازم ہو گا اور دوسری صورت یہ ہے کہ وکیل نے اسکا اقرار کر لیا اور اسکی بھی دو صورتیں ہیں اگر بدون حکم
قاضی کے اسکو واپس دیا گیا تو یہ واپسی وکیل پر ہو گی اور اسکو گنجائش نہیں ہے کہ موکل سے جھگڑا کرے اور اگر قاضی کے حکم سے واپس دیا گیا ہے تو بھی

---

(۱) قولہ ضامن مراد ضمان سے یہ ہے کہ اگر وہ تلف ہو تو وکیل کو قیمت دینی پڑیگی اور یہ معنی نہیں کہ وہ تاوان دیدے اسواسطے کہ بیع فاسد ہے اور چاندی حلیہ سے کم کے عوض بیچنے میں جواز کی صورت نہیں نکلتی ہے اور اگر حلیہ کی چاندی سے ایک درم زائد ہو تو بھی یہ صورت ہو سکتی ہے کہ حلیہ وہ چاندی کے برابر درموں میں سے مساوی ہوں تاکہ سود نہو اور باقی ایک درم بمقابلہ تلوار کے ہے ۱۲

وکیل کو لازم ہوگا و لیکن اسکو موکل سے جھگڑا کرنے کا استحقاق ہے یہ محیط مین لکھا ہے اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ مسلمان کے حق
مین مین مکروہ جانتا ہون کہ وہ ذمی یا حربی کو درم یا دینار کی بیع صرف کے واسطے وکیل کرے اور اگر اسنے کیا[1] تو جائز ہے لیکن مکروہ یہ
مبسوط مین لکھا ہے اگر کچھ درمون کی بیع صرف کرنے کے واسطے وکیل کیا اور اسنے موکل کے غلام کے ساتھ بیع کی تو اسکی دو صورتین
ہین ایک یہ کہ غلام پر قرض نہو تو اس صورت مین جائز نہین ہے جیسا کہ اگر موکل خود اس غلام کے ساتھ بیع صرف کرتا تو جائز نہوتا
ولیکن وکیل پر ضمان نہوگی اور اگر اس غلام پر قرض ہو تو جائز ہے جیسا کہ اس صورت مین اسکے مالک کا بیع کرنا اسکے ساتھ جائز
ہوتا ہے ولیکن وکیل کو چاہیے کہ جبتک اپنا ثمن پورا نہ حاصل کر لے مبیع غلام کو نہ دیوے یہ محیط مین لکھا ہے۔ اگر ہزار درم کی
بیع صرف کے واسطے وکیل کیا اور اسنے دینارون کے عوض بیچے اور اسقدر کم کر دیا کہ جس قدر لوگ ٹوٹا نہین اٹھاتے ہین
تو یہ بیع موکل پر جائز نہین ہے اگرچہ وہ درم ان کے نرخ کے موافق اپنے مفاوض[2] کے ہاتھ یا صرف کے شریک کے ہاتھ یا مضارب کے
ہاتھ فروخت کیے تو جائز نہین ہے اور اگر موکل کے مفاوض کے ہاتھ فروخت کیے تو بھی جائز نہین ہے اور اگر موکل کے
شریک کے ہاتھ جو مفاوض نہین ہے فروخت کیے تو جائز ہے اور یہی حکم موکل کے مضارب کا ہے یہ مبسوط مین لکھا ہے اگر
ہزار درم کی بیع صرف کے وکیل کیا اور وہ دونون کوفہ مین موجود تھے اور کوئی جگہ نہ تبلائی تو کوفہ کے جس کنارہ پر اپنی
بیع کر دیگا جائز ہوگی اگر ان کو حیرہ مین لے گیا اور وہان بیع کیا تو جائز ہے اور وکیل ضامن نہوگا ولیکن یہ حکم ایسی چیزون
مین ہے کہ جن کی بار برداری اور خرچ (نام شہر ہے ۱۲) نہو اور اگر ان کی بار برداری اور خرچ ہو جیسے غلام یا اناج وغیرہ اور ان کو کوفہ
کے سوا دوسرے شہر مین بیچا اور اس شہر مین نہین لے گیا تو قیاساً و استحساناً بیع جائز ہے اور اگر دوسرے شہر
مین لے گیا تو کتاب الصرف مین ابو سلیمان کی روایت سے منقول ہے کہ اگر مکہ مین لے گیا اور اجرت دی پس اگر ضائع ہو جاوے
یا چوری ہو جاوے تو وہ ضامن ہوگا اور اگر وہ چیز بکگئی[3] اور اسنے فروخت کر دی تو مین بیع کی اجازت دیتا ہون لیکن
موکل پر کچھ اجرت لازم نہ کرونگا اور ابو حفص کی روایت سے منقول ہے کہ جسجگہ اسکی بیع کی اجازت دی ہے اگر
وہین اسکے مثل ثمن پر فروخت کرے تو مین بیع کی اجازت دیتا ہون اور یہ مسئلہ کتاب الوکالت مین بھی مذکور ہے اور
ابو سلیمان اور ابو حفص رحمہ نے روایت کی ہے کہ امام نے فرمایا کہ مین استحساناً اس سے ضمان لونگا اور بیع کی اجازت
نہ دونگا پس کتاب الصرف مین ابو سلیمان کی روایت سے جو حکم ہے وہ قیاساً ہے نہ استحساناً پس حاصل اس مسئلہ کا
یہ ہوا کہ جن چیزون مین بار برداری اور خرچ ہے اگر ان کو وکیل نے دوسرے شہر مین لیجا کر بیچا تو قیاساً جائز ہے اور
موکل پر کچھ اجرت لازم نہ آویگی اور استحساناً بیع جائز نہین ہے کذا فی الذخیرہ اور یہی اصح ہے کذا فی المبسوط اگر کسی
نے دوسرے کو ایک ہزار درم کی بیع صرف کے واسطے وکیل کیا پھر موکل نے ان ہزار کی بیع کر لی پھر وکیل موکل کے
گھر آیا اور دوسرے ایک ہزار لیکر بیع کی تو جائز ہے اور اسی طرح اگر پہلے درم باقی ہون اور وکیل نے ان کے سوا دوسرے

[1] قولہ کیا یعنے وکیل مقرر کیا تو اس کی صرافیان شرعاً جائز نہین ہین ۱۲ [2] مفاوض مساوی کا تجارتی شریک
اور کتاب الشرکت دیکھو صرف کا شریک یعنی صرافی کا ساجھی مضارب جسکو نفع کی شرکت پر تجارت کے لیے مال دیا ہو ۱۲ [3] یعنی زبان سے دوسرے
شہر مین اسکو فروخت کیا لیکن وہان نہین لے گیا ۱۲ قولہ حکم ہو کہ اگر وہ چیز بک گئی تو بیع جائز ہے ۱۲

لیکر صرف کیے تو جائز ہے اور یہی حکم دینار اور فلوس کا ہے یہ حاوی میں لکھا ہے اور اگر موکل نے یہ درم وکیل کو دیدیے اور اسکے پاس سے چوری گئے یا تلف ہوگئے تو وکالت باطل ہوجاویگی یہ محیط میں لکھا ہے اگر کسی معین چاندی یا معین سونے کے بیچنے کا حکم دیا اور اسنے اسکے سوا دوسری بیچ ڈالی تو جائز نہیں ہے یہ حاوی میں لکھا ہے۔ اگر کسی کو اسواسطے وکیل کیا کہ اسکے درم بعوض دیناروں کے بیع صرف کرے اور وہ دونوں کوفہ میں موجود ہیں اور اس نے کوفیہ مقطعہ دیناروں کے عوض صرف کیا تو امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جائز ہے اور امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ جائز نہیں ہے مگر جبکہ شامی دیناروں کے عوض صرف کرے تو جائز ہے جاننا چاہیے کہ وکالت اسی شہر کے نقد کی طرف پھیری جایا کرتی ہے اور امام ابو حنیفہ رحمہ کے زمانہ میں نقد شہر کا کوفیہ مقطعہ اور شامیہ دینار تھے پس انھوں نے اپنے زمانے کے موافق فتویٰ دیا اور امام ابو یوسف رح اور امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے زمانہ میں شہر کا نقد فقط شامی دینار تھے تو انھوں نے اپنے زمانے کے موافق فتوے دیا ہے پس یہ فی الحقیقت عصر و زمانہ کا اختلاف ہے اگر کوفہ میں کسی شخص کو وکیل کیا کہ ان دیناروں کے عوض غلہ کے درم خریدے تو اس سے کوفہ کا غلہ مراد ہوگا بغداد وغیرہ کا نہیں اور اگر اسنے بغداد یا بصرہ کا غلہ خریدا پس اگر کوفہ کے غلہ کے مانند یا اس سے بڑھکر ہو تو جائز ہے اور اگر اس سے گھٹکر ہو تو جائز نہیں ہے اور اگر کسی کو وکیل کیا کہ یہ درم بعوض اتنے شامی دیناروں کے فروخت کرے اور اسنے کوفی دیناروں کے عوض بیچ ڈالے پس اگر کوفیہ غیر مقطعہ ہوں اور انکا وزن بھی شامیوں کے برابر ہو تو بیع موکل کے واسطے جائز ہوگی ورنہ نہیں اور اگر کسی نے وکیل کیا کہ یہ دینار بعوض اتنے درم غلہ کوفہ کے فروخت کرے اور اسنے غلہ بغداد یا غلہ بصرہ کے عوض فروخت کیے پس اگر بصرہ کا غلہ مثلاً غلہ کوفہ کے مانند ہو تو جائز ہے اور یہ شرط نہیں کہ اسکا وزن بھی برابر ہو اور اگر یہ کہا کہ ان درموں کو بعوض دیناروں عتق کے فروخت کرے اور اسنے شامی کے عوض فروخت کیے تو بیع موکل کے واسطے جائز نہو گی۔ اگر کسی نے دوسرے کو ایکہزار درم قرض دیے اور قرض لینے والے نے انپر قبضہ کیا پھر قرضخواہ نے اس سے کہا کہ میرے درم جو تجھپر ہیں انکو بیع صرف کر دے اور یہ نہ بتلایا کہ کس کے ساتھ صرف کرے تو امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وکیل کرنا صحیح نہیں ہے اور بیع قرضدار کے واسطے ہوگی اور صاحبین کے نزدیک وکیل کرنا صحیح ہے اور بیع قرضخواہ کے واسطے ہوگی اور اگر اسنے صرف یہ کہا کہ انکو بیع صرف کر دے اور اسپر کچھ زیادہ نہ کیا تو بالاجماع وکیل کرنا صحیح نہیں ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ ایک شخص پر دوسرے کے ہزار درم آتے ہیں اسنے طالب کو کچھ دینار دیے اور کہا کہ ان کو بیع صرف کرکے اپنا حق اس میں سے لے لے پھر وہ دینار

۱؎ قولہ جائز ہے اسواسطے کہ درم و دینار بلکہ فلوس یہاں متعین نہیں ہوتے ہیں تو وکالت عام ہے ۱۲ ۲؎ قولہ ورنہ نہیں الخ و فی الاصل ایضاً قال ولیس الدنانیر فی ہذا کالدراہم بیان فی الدراہم لا یعتبر زیادۃ الوزن بزیادۃ جودۃ فی الدنانیر یعتبر زیادۃ الوزن بزیادۃ جودۃ حتیٰ قال لو وکلہ بان یبیع ہذہ الدراہم بکذا دینارا شامیۃ فباع بکذا دینارا کوفیہ فان کانت الخ یعنے امام محمد رح نے فرمایا کہ باب الصرف میں دیناروں کا حکم مانند درموں کے نہیں ہے اور اس سے امام محمد کی مراد یہ ہے کہ درموں میں وزن کی زیادتی مع کھرے ہونے کی خوبی کے معتبر نہیں ہے اور دیناروں یعنی اشرفیوں میں زیادتی وزن کے ساتھ عمدہ ہونے کی عمدگی بھی معتبر ہے چنانچہ امام محمد رح نے کہا کہ اگر زید نے وکیل کیا کہ ان درموں کو اتنی شامی اشرفیوں کے عوض فروخت کرے پھر وکیل نے درموں کو اتنی ہی کوفیہ اشرفیوں کے عوض فروخت کیے تو دیکھا جاوے کہ اگر کوفیہ برابر وزن ہوں تو جائز ہے ورنہ وکیل پر لازم ہوگی مترجم کہتا ہے کہ اگر وزن برابر ہو لیکن شامیہ کا سونا عمدہ ہو تو بھی جائز نہوگا فافہم ۱۲ ۳؎ قولہ بیع صرف یعنے بھنا کر یا توڑا کر ۱۲

بیع صرف کرنے سے پہلے طالب کے پاس تلف ہوگئے تو اس شخص کا مال گیا جس نے دیے تھے اور اگر اسنے بیع صرف کر لی اور درمون پر قبضہ کر لیا پھر اپنا حق لینے سے پہلے وہ درم اسکے پاس تلف ہوگئے تو بھی دینار دینے والے کا مال گیا اور اگر اسنے اپنا حق اس مین سے لے لیا پھر تلف ہوگئے تو یہ طالب کے مال مین شمار ہوگا اور اگر مطلوب نے طالب کو کچھ دینار دیے اور کہا کہ ان کو اپنے حق کے ادا کے واسطے لے اور اسنے لے لیے تو وہ اسکی ضمانت مین ہوگئے اور اگر مطلوب نے اسکو دینار دیے اور کہا کہ اپنے حق کے عوض بیع لے اور اسنے اپنے حق کے برابر درمون کے عوض ان کو فروخت کیا تو بعد[1] بیع کے درمون پر قبضہ کرنے سے اپنے حق پر قبضہ کرنے والا شمار ہوگا یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہے اگر زید کو عمرو نے اپنا ایک کنگن بیچنے کے واسطے وکیل کیا اور بکر نے اسکو ایک کپڑا بیچنے کے واسطے وکیل کیا اور اسنے دونون کو ایک ہی صفقہ مین بعوض ایک دینار اور دس درم کے اس شرط پر کہ دینار کنگن کا ثمن ہے اور درم کپڑے کے دام ہین فروخت کیا تو جائز ہے اور اگر اسنے کنگن دیکر اسکے ثمن پر قبضہ کر لیا تو بھی جائز ہے اور کپڑے والا اسکا شریک نہوگا اور اگر دونون کو بیس درم مین بیچا پھر دس درم نقد لیے تو یہ کنگن کے دام ہون گے اور بیع جائز ہوگی اور سب عمرو کو ملین گے اور بکر اسکا شریک نہوگا[2] یہ حاوی مین لکھا ہے۔

چوتھی فصل

بیع صرف مین رہن اور حوالہ اور کفالہ واقع ہونے کے بیان مین امام محمد رحمہ اللہ تعالی نے فرمایا کہ اگر ایک شخص نے دوسرے سے دس درم بعوض ایک دینار کے خریدے اور دینار دیدیا اور درم کے عوض رہن لے لیا تو جائز ہے یہ محیط مین لکھا ہے پس اگر وہ تلف ہوا حالانکہ دونون مجلس مین موجود ہین تو اپنے معاوضہ مین تلف ہوا اور عقد جائز ہے اور اگر جدائی کے بعد تلف ہوا تو صرف باطل ہوجائے گی اور وہ شخص اپنا حق پورا لینے والا نہ شمار ہوگا یہ بحر الرائق مین لکھا ہے اگر دونون عقد کرنے والے جدا ہوجاوین اور رہن موجود رہے تو جدا ہونے کے سبب سے صرف باطل ہوجائیگی اور اس رہن کا مرتہن ضامن ہوگا بعوض اپنے دام کے کہ جو اسکی قیمت دیوین ان دونون مین سے کم ہو اور اگر مرتہن نے راہن کو قرضہ سے بری کیا تو رہن کی ضمان باطل ہوجائے گی اور اگر کسی نے دوسرے سے ایک حلیہ دار تلوار بعوض ایک دینار کے خریدی اور تلوار پر قبضہ کر لیا اور دینار کے عوض کچھ رہن دیدیا تو وہی حکم ہے جو مسئلہ سابقہ مین ہے یعنی اگر دونون کی جدائی سے پہلے رہن تلف ہوگیا تو بیع صرف باقی رہے گی اور اگر دونون جدا ہوگئے اور رہن موجود ہے تو صرف باطل ہوجائیگی اور وہ رہن اپنی قیمت اور قرضہ دونون مین سے جو کم ہے اسکے عوض مضمون ہوگا اور اگر یہ صورت واقع ہو کہ مشتری نے دینار دیدیا اور تلوار کے عوض کچھ رہن لے لیا پھر جدا ہونے سے پہلے وہ اسکے پاس تلف ہوگیا تو تلوار بیچنے والے کو حکم دیا جائیگا کہ تلوار اس کے خریدار کو دیوے اور وہ رہن کے تلف ہونے سے تلوار کا پانے والا ہوجاویگا اور مرتہن اپنے راہن کو تلوار کی قیمت اور رہن مین سے جو کم ہو اسکی ضمان دیگا یہ محیط مین لکھا ہے۔ اور اسی طرح اگر بجائے تلوار کے پٹی یا زین پوشش

[1] قولہ بعد بیع یعنے کہ اگر بیع سے پہلے تلف ہون تو بھی قرضدار کا مال گیا ۱۲ [2] قولہ نہوگا اسواسطے کہ بیع صرف مین ادھار جائز نہین ہے تو ادھار مین کنگن کا حصہ نہین اور نقد مین کپڑے والا شریک نہین ہے ۱۲

کہ جس مین چاندی ہو یا چاندیکا برتن یا پتر ہو تو بھی یہی حکم ہے یہ مبسوط مین لکھا ہے اور حوالہ و کفالہ ثمن صرف کے ساتھ جائز ہے پس اگر دونون عقد کرنے والون کے جدا ہونے سے پہلے کفیل یا حوالہ کرنے والا یا جسپر حوالہ کیا ہے اسنے اسی مجلس مین ادا کر دیا تو عقد صحیح ہوگا اور اگر دونون عقد کرنیوالے یا ایک جدا ہو گیا اور کفیل یا جس شخص پر حوالہ کیا ہے باقی رہا[1] تو صرف باطل ہوجاویگی یہ سراج الوہاج مین لکھا ہے

پانچوین فصل غصب اور ودیعت مین بیع صرف واقع ہونے کے بیان مین۔ کسی نے دوسرے کا ایک چاندیکا یا سونے کا کنگن غصب کر کے تلف کیا تو ہمارے نزدیک اسپر واجب ہے کہ اسکے جنس کے برخلاف سے اسکی قیمت مین ڈھالی ہوئی چیز ادا کرے اور وزن اور قیمت کے باب مین قسم لیکر غاصب کا قول معتبر ہوگا یہ مبسوط مین لکھا ہے اور جب قاضی نے غاصب سے برخلاف جنس سے اسکی قیمت کی ضمان لی تو وہ کنگن اسکی ملک ہو گیا اور بعد اسکے دیکھا جائیگا کہ اگر باہم جدا ہونے سے پہلے کنگن کے مالک نے غاصب سے اسکی قیمت لے لی تو ضمان لینا بالاجماع صحیح ہو گیا اور اگر قیمت لینے سے پہلے دونون جدا ہو گئے تو بھی ائمہ ثلاثہ[2] کے نزدیک ضمان لینا باطل نہ ہوگا۔ اور اسیطرح اگر قیمت پر صلح کی تو بھی جائز ہے اور اگر ایک مہینہ قیمت لینے مین اسکو مہلت دی تو بھی ائمہ ثلاثہ کے نزدیک جائز ہے یہ ذخیرہ مین لکھا ہے اور اسی طرح اگر کسی نے دوسرے کا چاندی یا سونیکا پیالہ توڑ دیا تو اسپر بھی اسکی برخلاف جنس سے اسکی قیمت دینی واجب ہوگی خواہ اس مین تھوڑا نقصان آیا ہو یا بہت یہ مبسوط مین لکھا ہے اور اگر کسی نے دوسرے سے ہزار درم غصب کیے پھر ان کو بعوض سو دینار کے خریدا اور جدا ہونے سے پہلے سو دینار پر قبضہ کر لیا تو خرید جائز ہے اگرچہ خریدنے کے وقت درم اسکے ہاتھ مین نہون اور اسیطرح اگر اس سے سو دینار پر صلح کی اور جدا ہونے سے پہلے دینارون پر قبضہ کر لیا تو بھی جائز ہے اگرچہ درم اسکے غاصب پاس موجود[3] نہون کذا فی المحیط اور اسی طرح اگر چاندیکا برتن غصب کیا پھر غاصب نے اسکو مالک سے خریدا یا اسی جنس یا برخلاف جنس پر صلح کی اور جدا ہونے سے پہلے مالک نے عوض پر قبضہ کر لیا تو بھی جائز ہے اور اگر عوض پر قبضہ کرنے سے پہلے دونون جدا ہو گئے تو خرید نا قیاساً و استحساناً جائز نہین ہے خواہ غصب کی ہوئی چیز موجود ہو یا تلف ہو گئی ہو اور صلح کی صورت یہ ہے کہ اگر غصب کی ہوئی چیز حقیقۃً تلف کر دی گئی ہو مثلاً غاصب نے اسکو جلا دیا یا حکماً مثلاً وہ عیب دار ہو گئی اور غاصب نے قسم[4] کھالی اور عوض پر قبضہ ہونے سے پہلے دونون جدا ہو گئے تو قیاس چاہتا ہے کہ صلح باطل ہو اور استحساناً باطل نہوگی اور اگر غصب کی ہوئی چیز غاصب کے پاس موجود ہو اور وہ اسکا اقرار کرتا ہو اور مالک کو اسکے لینے سے منع نہ کرتا ہو تو صلح قیاساً و استحساناً جائز نہین ہے یہ ذخیرہ مین لکھا ہے اگر ایسے شخص نے جسکے پاس ودیعت ہے اس ودیعت کو بعوض اسکے خلاف جنس کے خریدا اور ہنوز خریدار نے اسپر از سر نو قبضہ نہ کیا تھا کہ دونون جدا ہو گئے تو بیع صرف باطل[5] ہوجائیگی

---

[1] قولہ باقی الخ اور اگر وہ بھی چلا جاوے تو بدرجہ اولیٰ صرف باطل ہے ۱۲ [2] قولہ ائمہ ثلاثہ یعنے امام ابو حنیفہ و ابو یوسف و محمد رحمہم اللہ تعالیٰ ۱۲ [3] قولہ موجود یعنے بیع کی گفتگو کے وقت ہاتھ مین یا ملک مین نہون ولیکن جدا ہونے سے پہلے اس نے دیدیے ۱۲ [4] قولہ قسم یعنی غاصب کے قسم کھانے سے یہ بات ثبوت ہو گئی [5] کیونکہ قبضۂ ودیعت قبضۂ خرید کا نائب نہین ہوتا ۱۲

یہ نہر الفائق مین لکھا ہی اگر کوئی حلیہ دار تلوار ودیعت رکھی اور اسنے اپنے گھر مین رکھ لی پھر دونون بازار مین ملے اور
اسنے بعوض ایک کپڑے اور دس درم کے وہ تلوار خریدی اور کپڑا اور دس درم اسکو دیدیے پھر دونون جدا ہو گئے
تو کل بیع ٹوٹ جائے گی اور اسی طرح اگر اس تلوار کو بعوض ایک حلیہ دار تلوار کے خرید کر اسکو دیدی اور ودیعت پر نیا
قبضہ نہ کیا اور دونون جدا ہو گئے تو بیع بھی ٹوٹ جاے گی اور اگر جدا ہونے سے پہلے قبضہ کر لیا تو جائز ہے اور ہر ایک
کی چاندی دوسرے کی چاندی کے مقابل اور ہر ایک کی حمائل اور پھل دوسرے کی حمائل اور پھل کے مقابل ہو گی
یہ حاوی مین لکھا ہی پس اگر حلیہ مین کچھ زیادتی ہو تو یہ زیادتی دوسرے کی حمائل اور پھل کے مقابل کر دیجاویگی یہ مبسوط
مین لکھا ہی۔ اگر کسی شخص کے دوسرے کے پاس ہزار درم ودیعت تھے پھر اسنے ان کے عوض سو دینار خریدے
اور ودیعت کے مالک نے دونون کے جدا ہونے سے پہلے خرید کی اجازت دیدی تو جائز ہے اور مالک کے اس
شخص پر جسکے پاس ودیعت ہی ہزار درم واجب ہون گے اور اگر دونون کی جدائی کے بعد اسنے اجازت دی پس
ودیعت کے مالک کو اختیار ہی کہ چاہے اپنے مال کی اس شخص سے ضمانت لے اور بیع جائز ہو گی یا دینار بیچنے والے
سے ضمانت لے اور بیع ٹوٹ جاویگی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر درم یا دینار کسی شخص کے پاس ودیعت تھے پھر اسنے
درمون کو بعوض دینارون یا دینارون کو بعوض درمون کے بیچا اور باہم قبضہ کیا پھر ودیعت کا مالک آیا اور اسنے
اسکو بائع سے لے لیا پس اگر دونون جدا نہین ہوے ہین تو اسپر واجب ہی کہ اسکے مثل ادا کرے اور اگر دونون جدا
ہو گئے ہین تو بیع باطل ہو جاویگی اور اگر مالک نے اسپر قبضہ نہ کیا اور بیع کی اجازت دیدی تو ہمارے نزدیک جائز ہے
اور اس شخص پر جس کے پاس ودیعت تھی اسکے مثل دینا مالک کو واجب ہے یہ مبسوط مین لکھا ہے

چھٹی فصل

دار الحرب مین بیع صرف واقع ہونے کے بیان مین۔ کوئی مسلمان یا ذمی دار الحرب میں امان لیکر یا بلا امان
گیا اور کسی حربی کے ساتھ ایسا عقد کیا کہ جس مین سود ہے مثلاً ایک درم بعوض دو درم کے یا ایک درم بعوض ایک دینار کے
کسی مدت معلوم کے ادھار پر خرید یا ان کے ہاتھ شراب یا سور یا مردار یا خون بعوض مال کے فروخت کیا تو یہ سب
امام اعظم اور امام محمد رح کے نزدیک جائز ہی اور قاضی ابو یوسف نے فرمایا کہ مسلمان اور حربی کے درمیان دار الحرب مین
وہی جائز ہی جو دو مسلمانون مین جائز ہوتا ہی کذا فی جواہر الاخلاطی اور صحیح امام اعظم اور امام محمد کا قول ہی اور مین نے بعض
کتابون مین دیکھا ہی کہ یہ اختلاف اس صورت مین ہے کہ جب ان سے دو درم بعوض ایک درم کے خریدے اور اگر ایک درم
بعوض دو درم کے خریدا تو بالاتفاق جائز نہین ہی یہ محیط مین لکھا ہی اگر کوئی حربی امان لیکر دار الاسلام میں آیا اور اسکے ہاتھ مسلمان
نے اسطرح بیچا تو جائز نہین ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اگر ایک مسلمان نے جو امان لیکر دار الحرب مین گیا ہی ایک شخص کے ساتھ کہ جو وہین
(یعنی ایسے عقد سے جس مین سود ہے ۱۲)
اسلام لایا ہی اور دار الاسلام کی طرف ہجرت نہین کی ہے عقد بیع کیا اور ایک درم بعوض دو درم کے بیچا تو جائز نہین ہی یہ حاوی مین
لکھا ہے اور دو مسلمان تاجرون مین دار الحرب مین وہی جائز ہی جو دار الاسلام مین جائز ہے یہ مبسوط مین لکھا ہی دو حربی دار الحرب
مین اسلام لاے پھر باہم سود یا شراب یا سور وغیرہ کی بیع کی تو امام اعظم کے نزدیک جائز ہی مگر مکروہ ہی اور صاحبین کے نزدیک جائز
نہین ہے اور سود واپس کرے اور اگر باہم قبضہ سے پہلے دونون دار الاسلام کیطرف نکل آئے تو عقد باطل ہو جائیگا اور مین قبضہ

ہو گیا ہو اس مین صحیح ہو یہ محیط سرخسی مین لکھا ہو اور اگر مسلمانون مین سے ایک تاجر نے اہل حرب مین سے کسی شخص کو ہزار درم بعوض ہزار درم کے ادھار دیے تو جائز ہو یہ محیط مین لکھا ہو اور اگر اہل حرب کے تاجر دار الاسلام مین امان لیکر آئے اور ایک نے دوسرے سے ایک درم بعوض دو درم کے خریدا تو امام نے فرمایا کہ مین اسکی اجازت نہ دونگا صرف وہی جائز رکھونگا جو اہل اسلام مین جائز ہے اور اگر ذمی لوگ ایسا کرین تو بھی یہی حکم ہو یہ مبسوط مین لکھا ہو اور اسیطرح اگر ہمارے دو قیدی یعنی مسلمان دار الحرب مین ایسا کرین تو بھی یہی حکم ہو یہ محیط سرخسی مین لکھا ہو اور اگر حربی دوسرے کے ہاتھ ایک درم بعوض دو درم کے بیچا پھر مسلمان یا ذمی ہو کر دار الاسلام مین آئے اور دونون نے قاضی کے روبرو جھگڑا پیش کیا پس اگر باہمی قبضہ کے بعد ہو تو قاضی اسکو باطل نہ کریگا اور اگر اس سے پہلے ہو تو قاضی اسکو باطل کر دیگا اور اسیطرح اگر دونون نے دار الحرب مین سود کا عقد کیا پھر باہمی قبضہ سے پہلے دار الاسلام مین چلے آئے پھر یہان باہمی قبضہ کیا پھر قاضی کے روبرو پیش کیا تو قاضی سب کو توڑ دیگا یہ محیط مین لکھا ہو اور اسیطرح اگر مسلمان نے کسی حربی سے دار الحرب مین ایسی بیع کی پھر حربی مسلمان ہوا اور باہمی قبضہ سے پہلے دار الاسلام مین چلا آیا پس اگر اسنے قاضی کے سامنے جھگڑا کیا تو قاضی اسکو باطل کر دیگا اور اگر دونون نے دار الحرب مین باہم قبضہ کر لیا تھا پھر جھگڑا کیا تو مین اسمین لحاظ نہ کرونگا یہ مبسوط مین لکھا ہو

چھٹا باب متفرقات مین منتقی مین ہو کہ کسی نے دوسرے کے ہاتھ ایک دینار بعوض بیس درم کے بیچا اور باہم قبضہ کیا پھر مقبوضہ دینار کو اسنے ایک قیراط کم پایا تو امام نے فرمایا کہ اسکو اختیار ہو کہ ایک درم حصہ قیراط واپس لے کیونکہ ہر دینار بیس قیراط کا ہوتا ہو اور فرمایا کہ اسکو اختیار ہو کہ دینار واپس کر کے اپنے درم لے لیوے کیونکہ وہ عیب دار ہو گیا اور اگر چاہے تو رکھ لے اور اسکو بعینہ دینار کے سوا کچھ نہ ملیگا اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک دو دینار کا نقصان واپس لے پھر چاہے تو بعینہ دینار رکھ لے ورنہ اسکو واپس کر دے اور بیس جزون مین سے انیس جز ایک دینار مین لے پس دینار بیچنے والے کو ایک جز اور اسکو انیس جز ملینگے یہ محیط مین لکھا ہو اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر کسی نے دوسرے سے دس درم چاندی بعوض دس درم کے خریدی اور اسپر ایک دانگ بڑھا کر ہبہ کیا اور اسکو بیع مین شرط نہین کیا ہو تو یہ جائز ہو اور مشائخ نے فرمایا کہ دانگ کا ہبہ کرنا صرف اسی صورت مین صحیح ہو کہ جب درم کو توڑنا مضر ہو اور اگر توڑنا درم کو مضر نہین ہو تو یہ جائز نہین ہو یہ ذخیرہ مین لکھا ہو۔ ابو سلیمان نے ابو یوسفؒ سے روایت کی ہو کہ اگر کسی نے درمون کو بعوض دینار کے دوسرے کے بیع کر کے باہم قبضہ کیا اور دونون جدا ہو گئے پھر جس قسم کے درم ٹھہرے تھے اسکے سوا دوسری قسم کے پائے تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اگر شرط سے کمتر ہون تو ان کو بدل لے اور اگر اس سے بہتر ہون تو نہین بدل سکتا ہو یہ حکم اس وقت ہو کہ یہ درم بھی موافق شرط کے درمون کے ہر شہر اور ہر بیع مین چلتے ہون اور اگر بعض بیع مین یا بعض شہر مین نہ چلتے ہون تو انکو بدل سکتا ہو اور چاہے ان سے چشم پوشی کرے اور امام ابو حنیفہؒ کے قول مین یہ حکم کہ اگر انمین یہ نقصان ہو تو بمنزلہ نبہرہ کے ہین اور اگر تہائی سے زیادہ ایسے ہون تو انکے حساب سے بیع ٹوٹ جاوے گی یہ محیط مین لکھا ہو ہشام کہتے ہین کہ مین نے امام ابو یوسفؒ سے پوچھا کہ کسی نے ایک درم بعوض ایک درم کے بیچا پھر ایک نے

له قوله شرط یعنی یہ دانگ دینا اسنے بیع مین شرط نہین کیا اور نہ درم بغیر ضرر کے ٹوٹ سکتا ہو تو یہ جائز ہے ۱۲

دوسرے کو راجح[۱] دیا پھر راجح والے نے اسکے واسطے حلال کر دیا تو فرمایا کہ یہ جائز ہے کیونکہ وہ تقسیم نہیں ہوتا ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اگر ایک چاندی کی انگوٹھی کہ جس میں نگینہ ہے بعوض درم یا دینار کے خریدی پھر اسپر قبضہ کرکے جدا ہونے سے پہلے یا اسکے بعد نگ اور انگوٹھی کو الگ کیا اور یہ جدا کرنا اسکو مضر ہے پھر ثمن دینے سے پہلے دونوں جدا ہو گئے تو کل بیع فاسد ہے اور مشتری بائع کو نگینہ اور اسکا نقصان واپس کرے اور اگر اسکے ساتھ چاندی میں بھی نقصان آیا ہے یا فقط چاندی میں نقصان آیا ہے تو مشتری اسکو واپس کر سکتا ہے و لیکن اسکی قیمت سونے کی جنس سے ڈھلی ہوئی دیوے اگر اس صورت میں واپس نہیں کر سکتا ہے کہ جب بائع فقط اسکو واپس لینا چاہے پس مشتری اسکے ساتھ نقصان نہ دیگا یہ محیط میں لکھا ہے اگر ایک چاندی کی انگوٹھی کہ جس میں یاقوت کا نگینہ ہے بعوض سو دینار کے خریدی پھر نگینہ بائع کے پاس جاتا رہا ہو تو اسکو اختیار ہے کہ چاہے اسکو چھوڑ دے یا اسکا حلقہ سو دینار میں لے لے یہ خزانۃ الاکمل میں لکھا ہے اور اگر اسنے بعوض درموں کے خریدی تھی تو اسکو اختیار ہوگا کہ حلقہ اسکے برابر چاندی میں لے لیوے یہ محیط میں لکھا ہے اگر کسی نے دوسرے کو ہزار درم قرض دیے اور انپر ایک کفیل لے لیا پھر کفیل نے طالب سے دس دینار پر صلح کی اور طالب نے اسپر قبضہ کیا تو یہ جائز ہے اور کفیل اپنے اصول سے درم لیگا اور اگر کفیل نے سو درم پر صلح ٹھہرائی ہو تو اصیل سے بھی فقط سو درم لیگا اور اگر کفیل نے اصیل سے دس دینار پر صلح ٹھہرائی اور اس سے پہلے کہ کفیل طالب کو کچھ ادا کرے یہ صلح واقع ہوئی تو صلح صحیح ہوگی بشرطیکہ کفیل اصیل سے دس دینار لیکر اپنے قبضہ میں کر لے پھر کفیل کا اصیل سے صلح کر لینا طالب کے مطالبہ کو ساقط نہیں کرتا ہے نہ اصیل سے اور نہ کفیل سے پس طالب کو یہ اختیار ہے کہ چاہے اصیل سے مطالبہ کرے یا کفیل سے پس اگر اسنے کفیل سے مطالبہ کرکے اس سے ہزار درم لیے تو کفیل اپنے اصیل سے کچھ نہیں لے سکتا ہے اور اگر اسنے اصیل سے مطالبہ کرکے اس سے لے لیے تو اصیل کو اختیار ہے کہ کفیل سے ہزار درم لے لیوے مگر اس صورت میں نہیں لے سکتا ہے کہ جب کفیل یہ چاہے کہ وہ دینار جو اسنے اصیل سے لیے ہیں اسکو واپس کر دے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے نوادر میں ہے کہ اگر دس دینار ثابت بعوض بارہ درم ٹوٹے ہوئے کے بیچے تو جائز نہیں ہے کیونکہ یہ سود ہے اور حیلہ یہ ہے کہ اس سے بارہ درم ٹوٹے ہوئے قرض لے پھر اسکو ثابت دس درم ادا کرے اور دو درم معاف کرا لے اور اگر ایک کپڑا بعوض ٹوٹے ہوئے دس درم کے کسی میعاد پر فروخت کیا پھر جب میعاد آئی تو مشتری ثابت نو درم لایا اور کہا کہ یہ نو بعوض ان دس کے ہیں تو جائز نہیں ہے اور اس میں حیلہ یہ ہے کہ یہ نو درم ادا کرے پھر بائع باقی ایک درم اسکو معاف کر دے پس اگر مشتری کو یہ خوف ہو کہ بائع ایسا نہ کرے گا تو اسکا حیلہ یہ ہے کہ یہ نو درم اور ایک پیسہ یا ایسی کوئی چیز حقیر دیکر صلح کر لے اور امام محمدؒ سے روایت ہے کہ اگر درم بعوض درم کے بیچے اور ایک میں وزن کی راہ سے کچھ زیادتی ہے اور دوسرے کے ساتھ کچھ پیسے ہیں تو جائز ہے و لیکن میں اسکو مکروہ جانتا ہوں کیونکہ لوگ اسکی عادت کر لیں گے اور ناجائز صورتوں میں استعمال کرینگے اور امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا کہ اس میں کچھ ڈر نہیں ہے اور اسکی صحت اسطور پر ہو سکتی ہے کہ زیادتی کو پیسوں کے مقابل کیا جاوے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے منتقی میں ہے کہ کسی نے ایک پٹی سو درم کو اس شرط پر خریدی کہ

[۱] راجح یعنی جھکتا ہوا دینا یعنی جلت کے سبب اسطے جائز ہوا کہ توڑنا اور تقسیم کرنا جائز نہیں ہے ۱۲

کہ اس بیٹی مین پچاس درم حلیہ ہو اور باہم قبضہ کر لیا اور یہ شرط لگائی تھی کہ اسکے حلیہ کی چاندی سپید ہے پھر بعد توڑنے کے معلوم ہوا کہ وہ سیاہ ہو تو یہ جائز ہو اور کچھ واپس نہین لے سکتا اور اگر کچھ حلیہ رانگ کا پایا تو بیع فاسد ہے اور اگر اسنے حلیہ کو تلف کر دیا ہو تو سونے کی جنس سے اسکی قیمت دے اور رانگ کی قیمت دے اور تسمہ واپس کرے اور اگر تسمہ مین نقصان آیا ہو تو اسکا نقصان بھی دے اور اگر حلیہ مین رانگ نہ پایا لیکن حلیہ چالیس ہی درم نکلا تو چاہے اسکو واپس کر دے یا دس درم پھیر لے اور اگر حلیہ ساٹھ درم یا پچاس نکلا اور دونون جدا ہو گئے ہین تو بیع فاسد ہو اور اگر جدا نہین ہو ہین تو چاہیے مشتری دس درم بڑھا دے اور بیع جائز رکھے یا بیع توڑ دے اور اگر ثمن مین دینار ٹھہرے ہون اور دونون جدا ہو جاوین اور مسئلہ یہی رہے تو بیع جائز ہو چنانچہ اگر ایک چاندی کا کنگن اس شرط پر کہ وہ دس درم بھر ہو بعوض ایک دینار کے بیچا پھر وہ بیس درم بھر نکلا تو بیع جائز ہو یہ محیط مین لکھا ہو۔ اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر ایک بیع صرف کرنے والے نے دو ہزار درم بعوض سو دینار کے بیچے اور اسکے پاس درم نہ تھے تو مین اسپر جبر کرونگا کہ یا اسکے[1] لیے خریدے یا جہان سے چاہے دو ہزار قرض لیکر اسکو ادا کر دے اور اسی طرح اگر دوسرے کے پاس دینار نہون تو اسپر بھی جبر کرونگا کہ صراف کو سو دینار ادا کرے اور یہ حکم اسوقت تک ہو کہ دونون متفرق نہوئے ہون اور اگر دونون جدا ہو گئے تو صرف باطل ہو گئی یہ خزانۃ الاکمل مین لکھا ہو کسی نے ایک صراف کے ہاتھ ہزار درم غلہ کے بعوض نوسو درم کھرے اور سو پیسون کے فروخت کیے اور باہم قبضہ کر لیا پھر دونون کے جدا ہونے کے بعد غلہ کے ہزار درم صراف پاس سے استحقاق مین لے لیے گئے تو صرف اس مشتری سے نوسو درم کھرے جو اسنے دیے ہین اور سو درم غلہ کے دام ان پیسون کے جو اسنے دیے ہین واپس لیگا اور اگر دونون جدا نہوے یہانتک کہ ان درمونکا استحقاق ثابت ہوا تو صراف اسکے مثل غلہ کے ہزار درم لے لیگا اور اگر دونون کے جدا ہونے کے بعد سو پیسے استحقاق مین لے لیے گئے تو مشتری صراف سے سو پیسے اسکے مثل لے لیگا اور اگر جدا ہونے کے بعد نوسو کھرے درم کا استحقاق ثابت کیا گیا تو صراف سے کھرے درمونکا ثمن نوسو درم غلہ کے لیگا اور اگر دونون کے جدا ہونے کے بعد نوسو درم کھرے اور سو پیسے استحقاق مین لے لیے گئے تو صراف سے نوسو درم غلہ کے اور سو پیسے واپس لے اور اگر اس شخص کے ہاتھ سے کھرے درم اور پیسے سب لے لیے گئے اور صراف کے پاس سے غلہ کے سب درم لے لیے گئے پس اگر دونون کے جدا ہونے کے بعد ہو تو سب کی بیع ٹوٹ جاوے گی اور اگر دونون جدا نہین ہوے تو ہر ایک دوسرے سے اسکے مثل لے لیگا اور بیع تمام ہو گی یہ محیط مین لکھا ہو حسن بن زیاد نے امام ابو حنیفہ سے روایت کی کہ ایسی ایک انگوٹھی کو جس مین نگینہ ہو بعوض دو انگوٹھیون کے کہ جن مین دو نگینے ہین بیچنے مین کچھ ڈر نہین ہو اور اسی طرح اگر ایک حلیہ دار تلوار کو دو تلوارون کے عوض بیچنے مین کچھ ڈر نہین ہو یہ ذخیرہ مین لکھا ہو۔ ابن سماعہ نے امام ابو یوسفؒ سے روایت کی ہو کہ اگر دس درم دو چھیا بعوض دس درم کحلہ[2] کے بیچے تو صحیح نہین ہو کیونکہ ان مین کمی ہو اور اسکے کحل کا کچھ ثمن نہین ہو یہ محیط مین لکھا ہو امام ابو حنیفہ رحمہ نے فرمایا کہ جس مین میل ہو اسکو اگر بیان کر دے یا وہ ظاہر معلوم ہوتا ہو تو اسکے بیچنے مین کچھ ڈر نہین ہے اور یہی

[1] قولہ لیے یعنی کرنے کے لیے کہین سے حاصل کرے خواہ خرید کر یا قرض لیکر جسطرح چاہے ۱۲ [2] قولہ کحلہ سرمئی یعنی سیاہ چاندی ۱۲

قول امام ابو یوسفؒ کا ہے اور کسی نے تانبے پر چاندی چڑھائی تو جب تک اسکو بیان نہ کرے نہ بیچے اور کہا کہ ستوق درمون کو اگر بیان کر دے تو ان کے ساتھ خریدنے میں کچھ ڈر نہیں ہے اور بادشاہ کو چاہیے کہ ان کو توڑ ڈالے کیونکہ شاید وہ ایسے شخص کے ہاتھ پڑیں کہ جو نہ بیان کرے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے بشرؒ نے امام ابو یوسفؒ سے روایت کی ہے کہ میں مکروہ سمجھتا ہوں کہ کوئی شخص زیوف یا نبہرہ یا ستوقہ یا کھلہ یا بخاریہ کو کسی کو دیوے اگرچہ یہ بیان بھی کر دے اور لینے والا چشم پوشی بھی کر دے اس جہت سے کہ ان کے رواج سے عوام کو ضرر ہے اور جس سے عوام کو ضرر پہونچے وہ مکروہ ہے اور فرمایا کہ صرف ان دونوں لینے دینے والوں کا راضی ہونا مفید نہیں ہے اس جہت سے کہ شاید جاہل دھوکا کھائے یا فاجر دھوکا دیوے پس جو شئی ایسی ہو کہ اسکا رواج لوگوں میں جائز نہ ہو اُسکا رواج توڑ دینا چاہیے اور جو شخص اسکو جان کر رواج دے اسکو سزا دینی چاہیے یہ محیط میں لکھا ہے

کتاب الکفالۃ

اس میں چند ابواب ہیں

باب اوّل کفالت کی تعریف اور اسکے رکن و شرائط کے بیان میں

قال المترجم مسائل میں غور کرنے سے پہلے چند الفاظ کو سمجھکر یاد رکھنا چاہیے کفالت اسکی تعریف آتی ہے کفیل کفالت کرنے والا خواہ کفالت مال کی کرے اسکو کفیل بالمال کہتے ہیں یا ذات کی کفالت کرے وہ کفیل بالنفس ہے یا دونوں کا کفیل ہو مکفول عنہ جس کی طرف سے کفیل نے کفالت کی ہے مکفول لہ جس کے واسطے کفالت کی ہے ضامن ضمانت کرنیوالا مضمون بہ جس چیز کی ضمانت کی ہے مضمون عنہ جس کی طرف سے ضمانت کی ہے مضمون لہ جس شخص کے واسطے ضمانت کی ہو محتال علیہ جسپر حوالہ کیا گیا یعنی کچھ حق اترایا گیا ہے کفالت کی تعریف بعضوں نے یہ کہی ہے کہ مطالبہ میں اپنا ذمہ دوسرے کے ذمہ ملانا کفالت ہے اور بعضوں نے بجائے مطالبہ کے دین کہا ہے یعنی قرض[1] اور اول اصح ہے یہ ہدایہ میں لکھا ہے اور کفالت کا رکن امام اعظمؒ اور محمدؒ کے نزدیک ایجاب و قبول ہے اور یہی امام ابو یوسفؒ کا پہلا قول ہے حتی کہ فقط کفیل سے کفالت تمام نہیں ہوتی ہے خواہ مال کی کفالت کرے یا نفس کی تاوقتیکہ اسی مجلس میں مکفول لہ کیطرف سے قبول نہ پایا جاوے یا اسکی طرف سے کوئی اجنبی قبول کرے یا مکفول لہ خطاب[2] کرے یا اسکی طرف سے کوئی اجنبی خطاب کرے مثلاً طالب دوسرے سے کہے کہ میرے لیے تو فلان شخص کے نفس کا کفیل ہوا اور اسنے کہا کہ میں نے کفالت کی یا کسی اجنبی نے اسکی طرف سے اس شخص سے کہا کہ تو فلان شخص کے نفس یا مال کا فلان شخص کیواسطے کفیل ہو جا اور اس شخص نے کہا کہ میں نے کفالت کی تو کفالت صحیح ہوگی اور ماسوائے مجلس کے کفالت مکفول لہ کی اجازت پر موقوف ہوتی ہے اور جبتک وہ کفالت کی اجازت نہ دے تب تک کفیل کو اختیار ہے کہ اپنے آپ کو کفالت سے نکال لے اور اگر ان میں سے کوئی چیز نہ پائی جائیگی مثلاً کفیل نے کہا کہ میں نے زید کے واسطے عمرو کے نفس کی کفالت کی یا جو زید کا

---

[1] قولہ قرض یعنی دوسرے کے قرضہ میں اپنا ذمہ ملانا۔ اس میں تردد یہ ہے کہ کفیل درحقیقت مدیون نہیں ہوجاتا ۱۲ [2] قولہ خطاب یعنی ایجاب مکفول لہ کی طرف سے ہو اور کفیل قبول کرے تو بھی صحیح ہے ۱۲

قرضہ عمرو پر چاہیے اسکی مین نے کفالت کی تو یہ موقوف نہین ہے حتیٰ کہ اگر طالب کو اس کفالت کی خبر پہونچی اور اس نے قبول کی تو صحیح نہوگی پھر امام ابو یوسفؒ نے اپنے پہلے قول سے رجوع کیا اور کہا کہ کفالت فقط کفیل سے تمام ہو جاتی ہے خواہ قبول یا خطاب دوسرے کی طرف سے پایا جاوے یا نہ پایا جاوے کذا فی المحیط اور امام ابو یوسفؒ کے قول کے معنے مین اختلاف کیا ہے بعضون نے کہا ہے کہ ان کے نزدیک توقف کے ساتھ جائز ہے یعنی طالب اگر اس پر راضی ہوا تو نافذ ہوگی ورنہ باطل ہوگی اور بعضون نے کہا ہے کہ نافذ ہونے کے ساتھ جائز ہے اور طالب کا راضی ہونا شرط نہین ہے اور یہی اصح ہے کذا فی الکافی اور یہی اظہر ہے کذا فی فتح القدیر اور بزازیہ مین لکھا ہے کہ اسی پر فتویٰ ہے یہ نہر الفائق مین لکھا ہے اور اگر خطاب یا قبول مکفول عنہ کی طرف سے پایا گیا مثلاً مطلوب نے کسی سے کہا کہ تو فلان شخص کے واسطے میرے نفس کی یا اس مال کی جو اسکا مجھ پر چاہیے ہے کفالت کرلے یا کسی شخص نے کسی مطلوب کی طرف سے اسکے نفس یا مال کی کفالت کی اور مطلوب نے قبول کیا پس اگر خطاب یا قبول مطلوب کی طرف سے اس کی صحت مین پایا گیا تو کفالت امام اعظمؒ اور امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک صحیح نہین ہے اور یہی پہلا قول امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کا ہے اور مکفول عنہ کے خطاب یا قبول کا وجود بمنزلۂ عدم کے ہوگا اور اگر مطلوب کی طرف سے یہ خطاب اسکے مرض مین پایا جاوے پس اگر اسنے اپنے وارث کو ایسا خطاب کیا مثلاً کہا کہ تو فلان شخص کے واسطے میری طرف سے جو اسکا مال مجھ پر چاہیے ہے کفیل ہو جا پھر اسی مرض مین مرگیا تو قیاس یہ چاہتا ہے کہ امام اعظمؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک کفالت صحیح نہو اور استحساناً صحیح ہے حتیٰ کہ اگر مرگیا تو بحکم کفالت وارث پکڑے جاوینگے اگرچہ مکفول لہ غائب[1] ہو کذا فی المحیط اور اگر بلا ترکہ چھوڑے مرگیا تو وارث اسکے ادا کے واسطے نہ پکڑے جاوینگے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے اور اگر اس نے کسی اجنبی سے کہا اور اسنے ضمانت کرلی تو مشائخ نے اسمین اختلاف کیا ہے بعضون نے کہا کہ یہ ضمان صحیح نہین ہے اسواسطے کہ اجنبی سے اسکے قرض کا مطالبہ بدون التزام[2] کے نہین کیا جا سکتا ہے پس مریض و تندرست اس کے حق مین برابر ہوے اور بعضون نے کہا کہ یہ ضمانت صحیح ہے کیونکہ مریض نے اس سے پہلے اپنی ذات پر لحاظ رکھا ہے اور اسپر نرمی کی ہے اور اجنبی نے جب اسکے حکم سے قرضہ ادا کر دیا تو اسکے ترکہ سے لے لیگا پس یہ مریض سے صحیح ہے کیونکہ وہ مرنے کی حالت مین ہے اور تنگی کے سبب سے اسنے اسکو طالب کا قائم مقام کیا اور ایسا حال تندرست مین نہین پایا جاتا ہے پس اس مین قیاس کا حکم لیا جاویگا کذا فی الکافی وغیرہ اور یہی اوجہ ہے یہ فتح القدیر مین لکھا ہے اور اگر وارثون نے مریض سے یہ کہا کہ جو لوگون کا قرض تجھ پر ہے سبب کے ہم ضامن ہوے اور مریض نے انسے ایسی ضمانت نہین طلب کی تھی اور قرضخواہ موجود نہ تھے تو یہ صحیح نہین ہے اور اگر انھون نے ایسا کلام اسکے مرنے کے بعد کہا تو استحساناً کفالت صحیح ہے یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے۔ اور کفالت کے شرائط پر چار قسم ہین **قسم اوّل** جو کفیل کی طرف رجوع کرتے ہین از انجملہ عقل و بلوغ ہے یعنی عاقل اور بالغ ہونا چاہیے اور یہ انعقاد کی شرطون مین سے ہے پس

[1] **قولہ** غائب یعنی جسوقت دونون نے کفالت قبول کی تھی اسوقت یہ موجود نہ تھا تو بھی کفالت صحیح ہے ۱۲

[2] **قولہ** التزام یعنی جب اپنے اوپر خود لازم کرے تب البتہ مطالبہ ہو سکتا ہے ۱۲

لڑکے اور مجنون کی کفالت منعقد نہوگی مگر جب کہ ولی نے کوئی دین یتیم کے نفقہ مین لیا ہو اور اسکو ضمان مال کا حکم دیا ہو تو صحیح ہو اور اگر اسکو اپنی ذات کی کفالت کی اجازت دی تو جائز نہین ہو یہ بحر الرائق مین لکھا ہو۔ اور اگر لڑکے نے نفس یا مال کی کفالت کی پھر بالغ ہو کر کفالت کا اقرار کیا تو وہ اس مین پکڑا نہ جاوے گا کیونکہ اسنے کفالت باطلہ[۱] کا اقرار کیا ہو پس اگر لڑکے کے بالغ ہونے کے بعد اس مین اور طالب مین جھگڑا ہوا اور طالب نے کہا کہ تونے ایسے حال مین کفالت کی ہو کہ تو بالغ تھا اور لڑکے نے کہا کہ مین نے نابالغی کی حالت مین کفالت کی ہو تو لڑکے کا قول معتبر ہوگا اور اگر اسنے کہا کہ مین نے ایسی حالت مین کفالت کی ہو کہ مین مجنون تھا یا مجھپر بیہوشی تھی یا مجھے برسام تھا اور طالب نے اس سے انکار کیا اور کہا کہ تونے صحیح اور تندرست ہونے کی حالت مین کفالت کی ہو پس اگر ایسے امراض اس مقر کو پیدا ہونا معہود ہون کہ اکثر ہوتے رہتے ہون تو اسکا قول معتبر ہوگا اور اگر معہود نہون تو طالب کا قول لیا جائے گا یہ محیط مین لکھا ہو۔ اور از انجملہ حریت یعنی آزادی شرط ہو اور یہ اس تصرف کے نافذ ہونے کی شرط ہو پس ایسے غلام کی کفالت جسکو اسکے آقا نے تصرف سے منع کیا ہو یا ایسا غلام ہو جسکو اسکے مالک نے تجارت کی اجازت دی ہے جائز نہوگی و لیکن کفالت منعقد ہو جاویگی حتی کہ بعد آزادی کے پکڑا جائیگا اور کفیل کی صحت بدنی شرط نہین ہو پس مریض[۲] کا کفالت کرنا تہائی مال سے صحیح ہو یہ بدائع مین لکھا ہو۔ قسم ثانی مین وہ شرائط ہین جو اصیل کی طرف رجوع کرتی ہین از انجملہ یہ ہو کہ اصیل مکفول بہ[۳] کے سپرد کرنے پر خواہ خود یا اپنے نائب کے ذریعہ سے امام اعظم رحمہ اللہ تعالی کے نزدیک قادر ہو پس امام اعظم رحمہ اللہ تعالی کے نزدیک ایسی میت کی طرف سے جو قاضی کے بیان سے مفلس قرار پایا ہے قرضہ کی کفالت کرنا صحیح نہوگی اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالی اور امام محمد رحمہ اللہ تعالی کے نزدیک صحیح ہے کذا فی البدائع اور امام اعظم رحمہ اللہ تعالی کا قول صحیح ہو کذا فی الزاد اور اگر اس میت نے کسی قدر مال چھوڑا ہو تو بقدر اسکے جائز ہو یہ محیط سرخسی مین لکھا ہو۔ اور از انجملہ اسکا معلوم ہونا چاہیے بشرطیکہ کفالت مضاف ہووے یہان تک کہ اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ جو کچھ تو نے کسی سے بیع کی مین اسکا تیرے لیے کفیل ہون تو یہ کفالت باطل ہوگی اور اگر یہ کہا کہ جو کچھ تیرا فلان شخص پر یا دوسرے فلان شخص پر آتا ہو اسکا مین تیرے لیے کفیل ہون تو یہ جائز ہو اور کفیل کو خیار[۴] ہوگا اور یہ کفالت چونکہ مضاف[۵] نہین ہو اگرچہ مکفول عنہ مجہول ہو جائز ہو یہ ذخیرہ اور محیط مین ہو۔ اور یہ شرط نہین ہو کہ وہ آزاد عاقل اور بالغ ہو یہ بحر الرائق مین لکھا ہو۔ پس اگر کسی شخص نے کسی لڑکے یا مجنون پر کچھ دعوی کیا اور کسی کفیل نے اسکی ذات کی یا قرض کی اسکے ولی کی بلا اجازت کفالت کر لی تو یہ صحیح ہو خواہ وہ لڑکا ایسا ہو کہ جسکو تجارت کی اجازت دی گئی یا ایسا نہو اور خواہ وہ عاقل ہو یا غیر عاقل ہو پس اگر کفیل سے اسکے حاضر لانیکا مواخذہ کیا گیا پس اگر یہ کفالت اسکے ولی کی اجازت سے ہوئی تھی اور کفیل نے لڑکے کو حاضر کرنا چاہا تو زبردستی حاضر

---

[۱] باطلہ اسواسطے کہ بچپن مین اسکی کفالت باطل تھی ۱۲ [۲] قولہ مریض یعنی جو اس مرض مین آخر مر گیا ۱۲ [۳] قولہ مکفول بہ یعنی اصیل اس لائق ہونا چاہیے کہ کفیل نے جس مال وغیرہ کی کفالت کی ہو اسکو اصیل ادا کر سکے ۱۲ [۴] قولہ خیار یعنی ان دونون مین سے جس ایک کیطرف سے چاہے اسکو معین کر لے ۱۲ [۵] قولہ مضاف الخ غرض اس سے یہ کہ بحکم مکفول عنہ یا مکفول لہ نہین ہو واللہ اعلم

کیا جائے گا اور اگر لڑکے اور ولی کی بلا اجازت یہ کفالت ہوئی ہے تو لڑکا حاضر ہونے پر مجبور نہ کیا جائے گا اور اگر خود لڑکے نے اسکو کفیل سے چاہا تھا پس اگر اس لڑکے کو تجارت کی اجازت دیگئی ہو تو اسکو حاضر ہونے کا حکم دیا جاویگا اور اگر کفیل نے اسکی طرف سے مال ادا کر دیا تو اس سے نہیں لے سکتا ہے یہ محیط مین لکھا ہے۔ تیسری قسم کی شرطین وہ ہین کہ جو مکفول لہ سے متعلق ہین از انجملہ یہ کہ مکفول لہ معلوم ہونا چاہیے یہ بدائع مین لکھا ہے پس اگر کسی شخص نے دو شخصون سے کہا کہ اس شخص کا جو قرضہ فلان شخص پر ہے مین اسکے لیے کفیل ہوتا ہون یا جو اس دوسرے شخص کا اسپر ہے اسکا کفیل ہوتا ہون تو یہ کفالت بسبب اسکے کہ مکفول لہ[1] معلوم نہین ہے باطل ہے یہ ذخیرہ مین ہے اگر کسی شخص نے ایک قوم سے یہ کہا کہ جو تم نے اور تمہارے غیر نے بیع کیا وہ مجھپر ہے یعنی مین اسکا کفیل ہون تو یہ ان لوگون کے حق مین صحیح ہے جن سے خطاب کرتا ہے غیرون کے حق مین صحیح نہین ہے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے اگر ایک شخص نے ایک شخص سے چند لوگون کی طرف اشارہ کرکے یہ کہا کہ جو شخص ان مین سے تیرے ہاتھ بیع کرے مین تیری طرف سے دامون کا اسکے لیے کفیل ہون تو یہ جائز ہے کیونکہ مکفول لہ معلوم ہے یہ خزانۃ المفتین مین لکھا ہے۔ از انجملہ صاحبین رحمہما اللہ تعالے کے قول پر متفرع ہے کہ مکفول لہ عاقل ہونا چاہیے پس مجنون کا قبول کرنا یا ایسے لڑکے کا جو بیعقل ہے صحیح نہین ہے اور ولی کا ان دونون کی طرف سے قبول کرنا جائز نہین ہے اور مکفول لہ کا آزاد ہونا شرط نہین ہے۔ یہ بدائع مین لکھا ہے۔ چوتھی قسم کی وہ شرطین ہین جو مکفول بہ کی طرف راجع ہین از انجملہ یہ کہ وہ چیز اصیل کے ذمہ ضمانت ہو اسطرح پر کہ اصیل اسکے سپرد کرنے پر مجبور کیا جاوے یہ ذخیرہ مین لکھا ہے پس بیع کے سپرد کرنے کی اور قرضون کی اور ضمانتی چیزون کی جیسے غصب یا مہر یا خلع کا عوض یا عمداً خون کرنیکا عوض صلح یا بیع فاسد کی مبیع کی کفالت جائز ہے اور چکانے کے طور پر جو چیز قبضہ مین لی گئی ہے اگر اسکا ثمن بیان کر دیا گیا ہو تو اسکی کفالت بھی جائز ہے ورنہ وہ امانت ہوگی یہ نہر الفائق مین لکھا ہے۔ اور جو چیزین امانت مین ہون ان کی کفالت جائز نہین ہے جیسے ودیعت یا مال مضاربت وغیرہ نہ بعینہ ان چیزون کی اور سان کے سپرد کرنے کی کیونکہ ان چیزون کی ضمانت نہین ہے کذا فی الذخیرہ اور ایسے ہی مرہون اور مستعار اور مستاجر کی بعینہ کفالت صحیح نہین ہے یہ کافی مین لکھا ہے۔ لیکن ودیعت رکھنے والے کو لے لینے پر قادر[2] کرنے کی کفالت کرنا صحیح ہے یہ ذخیرہ مین لکھا ہے۔ اور اسی طرح قبضہ کے بعد رہن کی سپردگی کی یا جو چیز اجرت پر لی ہے اسکو مستاجر کے سپرد کرنے کی کفالت صحیح ہے یہ کافی مین لکھا ہے۔ اور عاریت کے سپرد کرنے کی کفالت کی نسبت امام محمد رحمہ اللہ تعالے نے جامع مین لکھا ہے کہ اس کی کفالت صحیح ہے یہ ذخیرہ مین لکھا ہے اور کسی گواہ کے سپرد کرنے کی اسواسطے کہ وہ قاضی کے دربار مین حاضر ہو کر گواہی دے کفالت جائز نہین ہے یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہے۔ اور از انجملہ یہ ہے کہ کفیل کو اسکے سپرد کرنے کی قدرت ہو اور اسی واسطے ہم نے

---

[1] قولہ معلوم یعنی متعین نہوا کیونکہ اسنے ان دونون مین سے کسی ایک کے واسطے کفالت کی کہ مین اسکے لیے یا اس دوسرے کے لیے کفیل ہوتا ہون اور ترجیح کی کوئی وجہ نہین ہے بخلاف مسئلہ آئندہ کے کہ اس مین جن لوگون سے خطاب ہے وہی مرجح ہین ۱۲

[2] قولہ قادر یعنی کہا کہ زید کے لیے مین کفیل ہون کہ زید نے بکر کے پاس جو ودیعت رکھی اسکو وصول کرنے پر مین اسکو قادر کر دونگا ۱۲

کہا ہے کہ اگر کسی نے کسی سے ایک گھر بنانے یا کسی زمین جوتنے کو قبول کیا اور اسپر ایک کفیل دیدیا پس اگر اسنے مطلقاً کام کی شرط لگائی ہو پس اگر بعینہ اسی شخص پر لگائی اور صرف اس نے کام کی کفالت کی تو جائز نہیں ہے اور اگر اسکے نفس کے سپرد کرنے کی کفالت کی تو جائز ہو اور اگر کچھ اونٹ ایک شہر سے دوسرے شہر کو لیجانے کے واسطے کرایہ کیے اور اس سے کوئی کفیل لے لیا پس اگر وہ اونٹ غیر معین ہیں تو کفالت صحیح ہے خواہ اس نے باربرداری کی کفالت کی ہو یا اونٹوں کے سپرد کرنے کی کفالت کی ہو اور اگر وہ اونٹ معین ہوں تو سپرد کرنے کی کفالت صحیح ہو اور باربرداری کی کفالت صحیح نہیں ہو یہ ذخیرہ میں لکھا ہو ایسے ہی اگر کسی شخص نے کوئی غلام خدمت کیواسطے مزدور کیا اور کسی نے اسکی خدمت کرنے کی کفالت کی تو باطل ہو یہ ہدایہ میں لکھا ہو۔ اور ایسے حد[1] اور قصاص کی کفالت صحیح نہیں ہو اور اسی طرح اگر کسی غائب آدمی کے نفس کی کفالت کی اور اسکا مکان معلوم نہیں تو کفالت صحیح نہیں ہو یہ ذخیرہ میں لکھا ہو اور ازانجملہ یہ ہو کہ وہ قرض صحیح ہو پس بدل کتابت کی کفالت جائز نہوگی یہ نہایہ میں لکھا ہو اور بدل سعایت اور بدل کتابت یکساں ہیں پس اس کی طرف سے کفالت کرنا امام اعظم کے نزدیک درست نہیں ہو کیونکہ وہ مکاتب کے مانند ہو اور صاحبین کے نزدیک وہ ایسا آزاد ہو کہ جسپر قرض ہو تو کفالت صحیح ہوگی یہ کافی میں لکھا ہے اور مقدار معلوم ہونا شرط نہیں ہے یہ بحرالرائق میں لکھا ہے۔

باب دوم کفالت کے الفاظ اور اسکے اقسام اور احکام کے بیان میں اور اس میں چند فصلیں ہیں۔

فصل اول

ان الفاظ کے بیان میں جن سے کفالت واقع ہوتی ہو اور جن سے واقع نہیں ہوتی۔ ضمانت اور کفالت اور حمالت اور زعامت اور غرامت الفاظ کفالت کے ہیں یا کہے کہ یہ مجھپر ہو یا میری طرف ہو یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے۔ اور جو الفاظ کہ عرف و عادت میں ذمہ داری کے معنی دیتے ہیں وہ سب کفالت کے الفاظ ہیں یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہو اور میں نے اسکی طرف سے کفالت کی کہنا صحیح ہو یا ایسا لفظ کہے کہ جس سے حقیقۃً اسکا بدن مراد لیا جاوے جیسے نفس اور تن یا عرفاً مراد لیا جاوے جیسے اسکی روح یا سر یا منھ یا آدھا یا تہائی یہ کافی میں لکھا ہے۔ اور اگر کہا کہ میں نے اس کے ہاتھ یا پانوں کی کفالت کی یا کوئی ایسا لفظ کہا کہ جس کی طرف طلاق کی نسبت کرنا صحیح نہیں ہوتی ہو تو کفالت بھی صحیح نہوگی یہ فتاویٰ قاضیخان میں لکھا ہو اور اگر اس کی عین کی کفالت کی تو اسکا حکم کتاب میں مذکور نہیں ہے اور فقیہ ابوبکر بلخی رح نے کہا کہ کفالت صحیح نہیں ہو اور اگر اس نے عین سے بدن مراد لیا تو نیت صحیح ہے۔ اور بدون نیت کرنے کے صرف آنکھ کے معنی لیے جائینگے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہو۔ اور اگر فرج کی طرف نسبت کی تو کتاب الطلاق کے سوا اسے اس مقام پر امام محمد رح نے اسکو ذکر نہیں کیا اور مشایخ نے فرمایا کہ جب فرج کی نسبت عورت کی طرف ہو تو کفالت کی نسبت بھی اسکی طرف صحیح ہونا چاہیے یہ محیط میں لکھا ہو۔ اور اگر کفیل کی طرف کسی جزو کی نسبت کی مثلاً کہا کہ میرے آدھی یا تہائی کی کفالت کرلے تو کرخی رحمہ اللہ تعالیٰ نے باب الرہن میں ذکر کیا کہ یہ جائز نہیں ہے یہ سراج الوہاج میں لکھا ہو۔ اور اگر کہا کہ یہ مجھپر ہے کہ میں تجھسے اسکو خود ملادوں تو کفیل ہوجائیگا اور یہ کہنا مثل اس کہنے کے ہو کہ یہ مجھپر ہے کہ میں تجھکو اسکی ذات سپرد کردونگا اور یہ کہنا کہ یہ مجھپر ہے کہ میں اسکو تیرے ساتھ ملادونگا یا یہ کہنا کہ یہ مجھپر ہے کہ میں

---

[1] قولہ نہیں اسواسطے کہ شاید یہ سب مرجاویں یا بیمار ہوجاویں ۱۲ [2] قولہ حد وا اسواسطے کہ کفیل سے قصاص نہیں لیا جاسکتا ہو کیونکہ وہ قاتل نہیں ہو یا اسکو درّے مارنا غیر ممکن کیونکہ اسنے زنا نہیں کیا ۱۲

اسکو تیرے پاس لے آؤنگا برابر ہین اور وہ شخص کفیل ہوجائیگا یہ محیط مین لکھا ہو اور اجناس ناطفی مین لکھا ہو کہ اگر کسی نے کہا کہ تیرا یہ شخص میرے پاس ہو یا کہا کہ میرے پاس اسکو چھوڑ دے تو یہ کفالت ہو اور ہین نے بعض مقام پر لکھا دیکھا ہو کہ اگر کسی نے کہا کہ اگر مین اس شخص کو کل کے روز تجھے نہ پہونچاؤن تو یہ مال تیرا میرے پاس ہوگا اور اسنے اسے نہ پہونچایا تو مال اسپر لازم آئیگا کذا فی الذخیرہ اور اگر اسنے کہا کہ یہ مال تیرا میرے نزدیک ہوگا تو اس صورت مین بھی چاہیے کہ وہ شخص کفیل شمار ہوگا کیونکہ میرے نزدیک اور میرے پاس دونون کے ایک ہی معنی ہین یہ محیط مین لکھا ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ لفظ نزدیک اور پاس محاورہ عرب مین ایسے مقام پر مستعمل ہوے کہ جس مین ملکیت غیر ثابت ہوتی ہو اسیواسطے کہنے والا کفیل ہو گیا مگر ہمارے محاورہ مین اسطرح نہین بولتے ہین لیکن اگر اسکو اس طرح سمجھا جاوے کہ یہ تیرا مال میرے پاس ہے اسکے یہ معنے کہ تو مجھ سے لینا اور یہ ہوسکتا ہو۔ اگر کسی شخص نے کسی شخص کے نفس کی کفالت کی اور اسکو طالب کے سپرد کرکے بری ہوگیا پھر طالب نے مطلوب کا دامن پکڑا پس کفیل نے کہا کہ تو اسے چھوڑ دے اور مین اپنی کفالت پر ہون حاضر ضامنی ۱۲ یا یون کہا کہ چھوڑ دے مین ویسے ہی اپنی کفالت پر ہون اور اسنے ایسا ہی کیا تو یہ کفالت اسپر لازم ہوگی اور وہ اسی طرح جیسے پہلے تھا اسکے نفس کا کفیل ہوگا اور یہ کفالت از سر نو پیدا ہوئی کیونکہ جب طالب نے اسکے کہنے سے اسکا دامن چھوڑا تو دلالۃً سمجھا گیا کہ اس نے قبول کیا کذا فی الذخیرہ اور اگر طالب نے اس کے کہنے سے مطلوب کو نہ چھوڑا تو یہ شخص کفیل نہوجائیگا کیونکہ کفالت بدون قبول طالب کے صحیح نہین ہوتی ہو اور وہ نہ پایا گیا یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہو۔ اگر کسی نے ایک شخص سے کہا کہ جو تونے فلان شخص کے ہاتھ بیچا وہ مجھ پر ہو تو یہ جائز ہو کیونکہ کفالت کی اضافت سبب وجوب کی جانب ہو اور کفالت کو آئندہ وقت کی طرف نسبت کرنا لوگون کے تعامل کی وجہ سے جائز ہے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہو۔ اگر کسی نے کسی پر کچھ دعوی کیا اور مدعی علیہ نے اس سے انکار کیا پھر ایک شخص نے کہا کہ جو تونے فلان شخص پر دعوی کیا ہو وہ مجھ پر ہو یعنی مین اسکو دونگا تو یہ شخص ضامن ہوجائیگا اور اگر ایسا لفظ کہا کہ جسکے معنی زمانہ آئندہ کے بھی ہوسکتے ہین مثلاً عربی مین صیغہ مضارع کے ساتھ دعوی بیان کیا تو یہ شخص ضامن ہوجائے گا یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہو اگر کسی سے کہا کہ تو ہر روز فلان شخص کو ایک درم دیدیا کر مین تیرے واسطے ضامن ہوتا ہون اور اسنے دیدیا یہانتک کہ اسپر بہت مال ہوگیا پھر حکم دینے والے نے کہا کہ اسقدر مال دیدینا میرا مقصود نہ تھا تو یہ سب مال اسکو ادا کرنا واجب ہو یہ خزانۃ المفتین مین لکھا ہے اور اگر یہ کہا کہ یہ مال مجھپر اسوقت تک ہو کہ جبتک دونون باہم ملاقات نہ کرین یا باہم یکجا نہون یا ایک دوسرے کے پاس نہ پہونچین تو وہ شخص اسوقت تک کفیل ہوگا جو اسنے بیان کیا ہو یہ ظہیریہ مین لکھا ہو اور اگر کہا کہ مین اسوقت تک ضامن ہون کہ جبتک دونون یکجا نہون یا باہم ملاقات نہ کرین تو کفیل نہوگا کیونکہ اسنے یہ نہ بیان کیا کہ اسنے نفس کی کفالت کی یا مال کی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہو اگر کسی نے کہا کہ آشنائی فلان بر من تو فقیہ ابوجعفر نے فرمایا کہ نفس کا کفیل ہوجائے گا اور فقیہ ابو اللیث نے فرمایا کہ کفیل نہوگا مگر لوگون کا عرف ویسا ہو جیسا فقیہ ابوجعفر نے فرمایا ہے کذا فی فتاوی قاضی خان اور واقعات مین ہے کہ فتوی اسی پر ہو کہ وہ کفیل ہوجائے گا یہ ظہیریہ مین لکھا ہے اور اگر یہ کہا کہ فلان شخص میرا آشنا ہو یا فلان شخص آشنا ہو تو مشائخ نے فرمایا کہ نفس کا کفیل ہوجائیگا کذا فی فتاوی قاضی خان

سلہ قولہ صیغہ مضارع جو استقبال اور حال دونون کو شامل ہے ۱۲

اور کبریٰ مین ہی کہ اسی پر فتویٰ دیا گیا ہی یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی۔ مترجم کہتا ہی کہ فلان آشنائے من ہست یا فلان آشنا ست ایسے معنی مین مستعمل ہوتے ہین کہ جس سے کفالت ثابت ہو اور اردو محاورہ مین انکا استعمال ایسے معنی پر ثابت نہین ہوتا واللہ اعلم۔ اگر کسی نے کہا کہ مین تیرے واسطے اسکی شناخت کی ضمانت کرتا ہون تو کفیل نہو جائیگا اور یہ کہنا بمنزلہ اسکے ہی کہ کہا مین تیرے لیے اسبات کی ضمانت کرتا ہون کہ مین تجھے اسکا پتہ دونگا یا تجھے واقف کر دونگا یہ محیط مین لکھا ہی اگر کسی نے کہا کہ فلان شخص کی شناخت و نشاندہی کرا دینا مجھپر ہے تو مشائخ نے فرمایا کہ اسپر واجب ہے کہ اسکا پتہ دے یہ فتاویٰ قاضی خان مین لکھا ہی۔ اگر کسی نے کہا کہ انچہ ترا بر فلان ست من بدہم یعنی جو کچھ تیرا فلان شخص پر ہی اسکو مین دونگا تو یہ وعدہ ہی کفالت نہین ہی اور اگر یہ کہا کہ انچہ ترا بر فلان ست من جواب گویم تو بعض مشائخ نے فرمایا کہ عرف کی راہ سے یہ کفالت ہی اور امام ظہیر الدین کفالت ہونے پر فتویٰ دیتے تھے اور اسیطرح اس قول مین کہ جواب مال تو بر من یا جواب مال تو من بگویم بھی فرماتے تھے کہ کفالت نہین ہی یہ محیط مین لکھا ہی اگر کسی نے کہا کہ پذیرفتم یہ ضمانت صحیح ہی اور اگر کہا کہ قبول کردم تو اس مین متاخرین نے اختلاف کیا ہی بعضون نے کہا ہی کہ کفالت نہوگی اور بعضون نے کہا کہ اگر کفالت کا ارادہ کیا تو ہو جائیگی اور اگر نہ ارادہ کیا تو وعدہ ہوگا کفالت نہوگی اور اگر کسی نے کہا ہر چہ ترا بر دی آید من تو یہ کفالت نہوگی اور اگر یہ کہا کہ ہر چہ ترا بر فلان نشکند بر من یہ صحیح نہین ہی یہ خزانۃ المفتین مین لکھا ہی اور اگر یون کہا کہ پذیرفتم فلان را کہ فردا تبو تسلیم کنم تو یہ کفالت مطلقہ ہی کیونکہ اسکا یہ کہنا پذیرفتم فلان را پوری کفالت ہی اور یہ کہنا کہ فردا تبو تسلیم کنم یہ کفالت مین داخل نہین ہے جو بخلاف اس صورت کے کہ اگر اسنے کہا کہ مین کل کے روز فلان شخص کی ذات کا کفیل ہون تا اس مسئلہ پر قیاس کریگے اگر کہا کہ پذیرفتم تن فلان را ہر گاہ طلب کنی تبو تسلیم کنم یہ کفالت مطلقہ ہوگی حتیٰ کہ اگر اس سے طلب کرنے سے پہلے اسکے سپرد کر دیا تو بری ہو جائیگا اور اگر یون کہا کہ ہر گاہ طلب کنی فلان راتن او را پذیرفتم تو بعض مشائخ نے فرمایا کہ قبل اسکے طلب کرنے کے کفیل نہوگا اور یہ مسئلہ واقع ہوا تھا کہ جسپر فتویٰ ہو چکا ہی اور اگر یون کہا کہ اگر مال تو بر فلان فرو دد من جواب گویم تو یہ کفالت نہوگی اور اگر کہا کہ اگر فلان تا آن وقت مال تو نگذارد من جواب گویم یا کہا کہ نتواند گذاردن من جواب گویم تو یہ کفالت صحیح نہوگی یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہی اور شیخ علی سعدی سے منقول ہی کہ اگر کسی نے کہا کہ اگر من فلان را حاضر نتوانم کردن جواب آن مال بر من تو یہ کفالت نہوگی اور فتاویٰ نسفی مین ہے کہ اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ جو تیرا قرض فلان شخص پر ہی اسکو مین تجھے دیدونگا یا تیرے سپرد کر دونگا یا تجھے ادا کر دونگا تو کفیل نہوگا تاوقتیکہ کوئی ایسا لفظ نہ بولے کہ جس سے معلوم ہو کہ اسنے اپنے اوپر لازم کر لیا ہی اور امام ظہیر الدین فرماتے تھے کہ اگر ان لفظون کو بلا شرط لایا تو کفالت نہوگی اور اگر شرط کے ساتھ لایا اور کہا کہ اگر فلان شخص جو تیرا مال اسپر ہی نہ ادا کریگا تو مین ادا کرونگا یا مین دیدونگا تو کفیل ہو جائیگا یہ محیط مین لکھا ہی اگر ایک قوم معین کو مخاطب کیا کہ ہر چہ شما را از فلان آید بر من تو اس ضمانت سے اسپر کچھ واجب نہوگا کیونکہ از فلان آید مجمل لفظ ہی یہ خزانۃ المفتین مین لکھا ہی اور نوادر ابن سماعہ مین امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت ہی کہ کسی شخص کا دوسرے پر مال آتا ہی پھر طالب سے

لـه قوله انچہ ترا الخ جو کچھ ترا فلان پر ہی مین اسکا جوابدہ ہون ۱۲ ؎ قوله ہر چہ ترا الخ جو کچھ تیرا اسپر آدے مجھپر ہی ؎ قوله نشکند جو کچھ تیرا اسپر نہ ٹوٹے مجھپر ہی ۱۲

ایک شخص نے کہا کہ جو تیرا فلان شخص پر آتا ہے مین تیرے لیے اسکا ضامن ہون کہ مین اس سے اپنے قبضہ مین لیکر تجکو دیدونگا تو امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اسپر اس ضمان کی وجہ سے یہ واجب نہوگا کہ اپنے پاس سے ادا کرے بلکہ یہ چاہیے کہ تقاضا کرکے اسکو طالب کو دیدے اور بھی نوادر ابن سماعہ مین ہے کہ اگر کسی نے کسی کے ہزار درم غصب کیے پھر جسکے درم غصب کیے ہین اسنے اس سے جھگڑا کیا اور لے لینا چاہا پھر کسی شخص نے اس سے کہا کہ تو اس سے جھگڑا نہ کر مین اس مال کا ضامن ہون کہ لیکر تجکو دیدونگا تو یہ مال اسکے ذمہ لازم ہوگا اور یہ قرض کے مشابہ نہین ہے اور اگر غاصب نے وہ ہزار درم تلف کر دیے ہون اور قرض ہو گئے ہون تو یہ ضمانت باطل ہوگی صرف تقاضا کی ضمانت ہوگی یہ محیط مین لکھا ہے امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ کسی شخص نے کسی پر دعوی کیا کہ اس نے غلام غصب کر لیا ہے پھر کسی شخص نے کہا کہ مین اس غلام کا جسکا کہ تو دعوی کرتا ہے ضامن ہون تو امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ ضامن رہیگا یہانتک کہ غلام کو لاوے اور گواہ پیش کرے پس اگر اسکو نہ لایا اور مدعی نے گواہی سے اسکا استحقاق ثابت کیا تو وہ اسکی قیمت کا ضامن ہوگا اگر کسی نے یہ دعوی کیا کہ اسنے میرا غلام غصب کیا ہے اور وہ اسکے پاس مرگیا ہے پھر کسی نے کہا کہ تو اسکو چھوڑ دے مین غلام کی قیمت کا ضامن ہون تو وہ ضامن ہو جائیگا اور اسیوقت اس سے مواخذہ ہو سکتا ہے اور گواہی سے ثابت کرنے کی کچھ حاجت نہین ہے یہ خلاصہ مین لکھا ہے

دوسری فصل نفس[1] اور مال کی کفالت کے بیان مین

نفس کی کفالت کرنا جائز ہے کیونکہ کفیل اسکو سپرد کر سکتا ہے بانیطور کہ طالب کو اسکا مکان بتا دے اور دونون کے درمیان مین موانع سے تخلیہ کر دے یہ ہدایہ مین لکھا ہے یا اسکے دعوے کی موافقت کرے یا حاکم کے دربار مین زبردستی اسکو حاضر کرے اور اگر اسپر قادر نہو تو قاضی کے پیادون سے مدد لے یہ تبیین مین لکھا ہے اگر کسی نے کسی شخص سے اسکے نفس پر کوئی کفیل لیا پھر جا کر اس سے دوسرا کفیل لیا تو یہ دو کفیل ہوے یہ ہدایہ مین لکھا ہے اور مکفول بہ[2] کے حاضر کرنے کا ضامن ہوتا ہے پس اگر مکفول بہ کا کسی خاص وقت مین حاضر کرنا شرط کیا تو اسکو اسیوقت کے طلب کرنے پر حاضر کرنا لازم ہے پس اگر اسنے حاضر کیا تو خیر اور اگر انکار کیا تو حاکم اسکو قید کریگا کذا فی الکافی اور یہ حکم اسوقت ہے کہ اسکا عجز ظاہر نہوا اور اگر عجز ظاہر ہوا تو قید کرنے کے کوئی معنی نہین ہین مگر یہ کہ طالب اسکے درمیان حائل نہوگا اور طالب اس سے مطالبہ کرتا رہیگا مگر اسکے اشتغال مین حرج نہونے دیگا کذا فی التبیین اور اگر اسکے ساتھ رہنے سے کفیل کو ضرر ہو تو اس سے کوئی کفیل مضبوطی کے واسطے لیوے یہ نہر الفائق مین لکھا ہے اور اول مرتبہ مین قید نہ کرے بلکہ دو تین مرتبہ کے بعد اور یہ حکم اس صورت مین ہے کہ جب وہ کفالت کا اقرار کرتا ہو اور اگر انکار کرتا ہو پھر گواہ قائم ہوئے یا اس سے قاضی نے قسم لی اور وہ قسم سے باز رہا تو اول ہی مرتبہ قید کریگا کذا فی الظہیریہ اور یہی ظاہر الروایت ہے یہ نہر الفائق مین لکھا ہے اور یہ حکم اسی موقع پر خاص نہین ہے بلکہ عام حقوق مین ایسا ہی ہے یہ ظہیریہ مین لکھا ہے - اگر مکفول بالنفس روپوش ہو گیا تو حاکم کفیل

---

[1] قولہ نفس الخ اردو مین ضمانت نفس کو حاضر ضامنی کہتے ہین اور دوم کو مال ضامنی بولتے ہین ۱۲

[2] قولہ مکفول بہ یعنے جس چیز کی کفالت کی ہے مثلاً حاضر ضامنی تو اس شخص کو حاضر لاوے ۱۲

کو آنے جانے کی مہلت دیگا پس اگر مدت گذری اور حاضر نہ کیا تو اسکو قید کریگا یہ ہدایہ میں لکھا ہے۔ اور اگر وہ ایسا روپوش ہوا کہ اسکا پتہ نہیں معلوم ہو تو اس سے مطالبہ نہو گا اور اگر دونوں نے اختلاف کیا اور کفیل نے کہا کہ میں اسکا مکان نہیں جانتا ہوں اور طالب نے کہا کہ تو جانتا ہو تو لحاظ کیا جائیگا کہ اگر مطلوب مکفول عنہ ہمیشہ کسی مقام پر تجارت کے واسطے جایا کرتا ہو اور یہ معروف ہو تو طالب کا قول معتبر ہوگا اور کفیل کو حکم دیا جائیگا کہ اس مقام کو جاوے اور اگر اسکا اسیطرح جانا معروف نہو تو کفیل کا قول معتبر ہوگا اور اگر طالب نے گواہ پیش کیے کہ مکفول عنہ فلان مقام پر گیا ہے تو کفیل کو جانے اور اسکو حاضر کرنے کے واسطے حکم دیا جاویگا یہ تبیین میں لکھا ہے۔ اگر مکفول بہ مرتد ہو کر دار الحرب میں جا ملا تو لحاظ کیا جائیگا کہ اگر کفیل اسکے واپس لانے پر قادر ہو مثلاً ہمارے اور کافرون کے درمیان یہ عہد ہو کہ اگر کوئی ہم میں سے مرتد ہو کر ان میں جائیگا تو جائے حسب الطلب وہ اسکو واپس کرینگے تو کفیل کو آنے جانے کی مہلت دیجائیگی اور اگر اس کے واپس کر لانے پر قادر نہو مثلاً ہمارے ان کے درمیان ایسا وعدہ نہوا ہو تو کفیل سے اسکا مواخذہ نہو گا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ واضح ہو کہ جس مقام پر یہ جائز رکھا گیا ہو کہ کفیل کو مہلت دیکر مکفول عنہ کے لانے کے واسطے جانے دیجاوے وہان طالب کو اختیار ہو کہ اپنی مضبوطی کے واسطے اس سے اسکا دوسرا کفیل لے لیوے تا کہ کفیل غائب نہو جاوے کہ اسکا حق ضائع ہووے یہ تبیین میں لکھا ہے۔ اور امام اعظم رح کے نزدیک قصاص اور حد قذف اور چوری میں کفالت بالنفس جائز ہو ولیکن اسپر[1] جبر نہ کیا جاویگا بلکہ اگر اسکا نفس کفیل دینے پر خوش ہو تو لیا جاویگا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ مگر جو حدود خالص اللہ تعالی کیواسطے ہیں جیسے شراب خواری کی حد یا حد زنا یا العفون کے نزدیک چوری کی حد پس ان میں کفالت بالنفس جائز نہیں ہو اگرچہ اسکا نفس راضی ہو یہ کفایہ میں لکھا ہے اور جبکہ اسپر کفیل دینے کے واسطے جبر نہ کیا جاویگا تو مدعی اسکا دامنگیر رہیگا یہانتک کہ اگر قاضی کی کچہری سے اٹھنے تک اس نے گواہ پیش کیے تو خیر ورنہ اسکی راہ چھوڑ دیگا یہ محیط میں لکھا ہے۔ اور شمس الائمہ سرخسی نے ذکر کیا ہو کہ خطائے مجروح یا مقتول کرنے یا اسی قسم کے اور زخمون میں جن میں قصاص نہیں آتا ہو اور کل وہ چیزین جن میں تعزیر واجب ہوتی ہے مطلوب پر جبر کیا جائیگا کہ کفیل دیوے کیونکہ یہ دعوی اور مال کا دعوی یکسان ہو یہ نہایہ میں لکھا ہو اور حدود و قصاص میں قید نہو گا یہانتک کہ دو گواہ کہ جنکا حال پوشیدہ[2] ہو یا ایک گواہ عادل کہ جس کے عادل ہونے کو قاضی جانتا ہون گواہی نہ دین کذا فی الکافی اور مال کی کفالت کرنا جائز ہو خواہ مال معلوم ہو یا مجہول ہو خواہ مکفول عنہ کے حکم سے ہو یا نہو اور طالب مختار ہوگا کہ چاہے اصیل سے مطالبہ کرلے یا کفیل سے یہ سراجیہ میں لکھا ہو اور اگر اسنے ایک سے مطالبہ کیا تو دوسرے سے مطالبہ کرسکتا ہے اور اسکو یہ اختیار ہو کہ دونون سے مطالبہ کرے کذا فی الہدایہ

تیسری فصل

کفالت سے بری ہونے کے بیان میں۔ ہمارے اصحاب نے فرمایا کہ کفالت بالنفس جب صحیح ہوگئی

[1] قولہ اسپر یعنے قاتل یا قاذف یا چور پر کفیل دینے کے واسطے جبر نہو گا [2] قولہ پوشیدہ یعنے اگر عدالت ظاہر نہو تو ان کا فسق بھی ظاہر نہو بلکہ پردہ چھپا ہوا ہو ۱۲

تو اس سے بری ہونا ان تین صورتون مین سے ایک صورت سے ہو سکتا ہے یا تو مکفول عنہ کو طالب کے سپرد کرے یا مکفول لہ
کو اس کفیل کو بری کر دے یا مکفول عنہ مر جاوے یہ محیط مین لکھا ہے - اور جب کفیل نے مکفول عنہ کو لا کر مکفول لہ
کو ایسے مقام پر سپرد کر دیا کہ جہان اس سے خصومت کر سکتا ہے مثلاً شہر ہے کہ جس مین نالش کر سکتا ہے تو کفیل بری
ہو جائیگا کذا فی الکافی خواہ طالب اسکو مان لے یا نہ مانے یہ فتح القدیر مین لکھا ہے - اور اگر کفیل نے مکفول عنہ کو
کسی جنگل یا میدان مین مکفول لہ کے سپرد کیا تو بری نہو گا یہ کافی مین لکھا ہے - اگر کسی شہر مین کفالت کی اور دوسرے
شہر مین اسکو سپرد کر دیا تو امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بری ہو گیا اور صاحبین کے نزدیک بری نہو گا کذا فی
الہدایہ اور صاحبین کا قول اوجہ ہے کذا فی فتح القدیر اور یہ حکم اس صورت مین ہے کہ یہ شرط نہو ئی ہو کہ جس شہر مین
کفالت واقع ہوئی ہے اس مین سپرد کیا جائے اور اگر یہ شرط ہوئی ہو تو صاحبین کے نزدیک بری نہوگا اور امام اعظم
کے قول مین مشایخ نے اختلاف[1] کیا ہے یہ کفایہ مین لکھا ہے - اگر کسی نے اس شرط پر کفالت کی کہ قاضی کی کچہری مین
سپرد کریگا اور اسنے بازار مین سپرد کیا تو بری ہو جائیگا کذا فی الکافی اور امام سرخسی نے فرمایا کہ متاخرین مشایخ
کہتے ہین کہ یہ حکم اس زمانہ کی عادت کے موافق ہے اور ہمارے زمانہ مین جسجگہ سپرد کرنا شرط کیا ہے وہان کے سوا دوسری جگہ
سپرد کرنے سے بری نہو گا کذا فی غایۃ البیان اور کبری مین لکھا ہے کہ اسی پر فتوی ہے یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہے اگر کفیل کے
ذمہ شرط لگائی کہ اسکو امیر کے پاس مجھے سپرد کرے اور اسنے قاضی کے پاس سپرد کیا یا قاضی کے پاس سپرد کرنے کی
شرط لگائی اور اسنے امیر کے پاس سپرد کیا یا یہ شرط لگائی کہ اس قاضی کے پاس سپرد کرے پھر اسجگہ دوسرا قاضی مقرر
ہوا اور اسنے اسکے سامنے سپرد کیا تو بری ہو جاویگا یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہے ابو حامد سے پوچھا کہ کسی نے ایک
شخص کے نفس کی کفالت کی اور مکفول لہ اپنی برادری کے ساتھ خانقاہ مین بیٹھا تھا پھر کفیل مکفول عنہ کو لیکر
آیا اور مکفول عنہ نے قوم کو سلام کیا اور کفیل نے اس سے کہا کہ یہی مکفول عنہ ہے اور مکفول عنہ وہان بیٹھا بلکہ چلا اور دوسرے
دروازہ سے نکل گیا تو کیا اسقدر سے سپرد کرنا ہو جاتا ہے انھون نے فرمایا کہ ہان یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہے کسی نے
ایک شخص کے نفس کی کفالت اس شرط کے ساتھ کی کہ اگر مین فلان وقت اسکو طالب کے پاس نہ پہونچا دون
تو جو مال اسکا اسپر ہے وہ کفیل پر ہوگا اور کفیل نے کفالت مین یہ بھی شرط کی کہ اگر بڑی مسجد مین اسکو طالب سے
ملا دے تو وہ کفالت سے بری ہو گا پھر اسی وقت پر اسی جگہ اسکو لایا اور اسپر گواہ کر لیے اور طالب روپوش ہو گیا
تو یہ کفیل نفس و مال دونون کی کفالت سے بری ہو گیا اور اسی طرح اگر فقط کفالت بالنفس ہو تو بھی یہی حکم ہے
اور اگر کل تک کے واسطے کسی شخص کے نفس کی کفالت اس شرط پر کی کہ اگر مین اسکو کل مسجد مین نہ پہونچا دون تو
جو مال اسپر ہے وہ مجھپر ہوگا اور کفیل نے طالب سے یہ شرط لی کہ اگر طالب کل کے روز بڑی مسجد مین نہ ملا اور اسکو
لیکر اپنے قبضہ مین نہ کیا تو کفیل بری ہو گا پھر کل کے روز گذرنے کے بعد دونون ملے پس کفیل نے کہا کہ تو روپوش
ہو گیا اور طالب نے کہا کہ مین وہان پہونچا تو ایک کی دوسرے پر تصدیق نہ کی جائے گی اور کفالت اپنے حال پر

[1] قولہ اختلاف الخ بعض نے کہا کہ امام رح کے قول مین بھی بری نہو گا ۱۲

رہیگی اور مال کفیل پر لازم ہوگا اور اگر پھر ایک نے دونون مین سے گواہ پیش کیے کہ ہم مسجد مین پہونچے تھے اور گواہون نے یہ گواہی نہ دی کہ کفیل نے مکفول بہ کو دیدیا ہے تو کفالت بالنفس اپنے حال پر باقی رہیگی اور مال کفیل پر لازم نہ آئیگا اور اگر کفیل نے مسجد مین پہونچنے پر گواہ پیش کیے اور طالب نے گواہ پیش نہ کیے تو کفالت مال اور نفس سے بری ہو جائیگا اور وہان پہونچنے پر طالب کی تصدیق نہ کی جائیگی کسی نے ایک شخص کے نفس کی کفالت کی اور مکفول عنہ قاضی کے پاس قید تھا پھر کفیل نے قید خانہ مین اسے طالب کے سپرد کر دیا تو یہ کفیل بری ہو گیا اور اگر کسی شخص کے نفس کی کفالت کی اور وہ قید مین تھا پھر چھوٹا پھر قید مین پڑا پھر کفیل نے طالب کے سپرد کر دیا مشایخ نے فرمایا کہ اگر دوبارہ قید ہونا کسی تجارت وغیرہ کی وجہ سے تھا تو سپرد کرنا صحیح اور کفیل بری ہوگا اور اگر کسی سلطانی امور کی وجہ سے ہو تو کفیل بری نہوگا یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہے اگر مکفول بالنفس قرض وغیرہ کی وجہ سے قید کیا گیا تو کفیل سے مواخذہ کیا جائیگا اور کتاب الاصل مین مطلقاً ایسے ہی لکھا ہے مگر مشایخ نے فرمایا کہ یہ حکم اسوقت ہے کہ وہ دوسرے شہر مین قید ہوا اور اگر اسی شہر مین جسمین کفالت واقع ہوئی اور اسی قاضی کے قید خانہ مین جسکے پاس جھگڑا پیش کیا ہے قید ہو تو کفیل سے سپرد کرنیکا مطالبہ نہ کیا جائیگا ولیکن قاضی اسکو قید خانہ سے نکالیگا تاکہ اپنے مدعی کو جواب دے پھر اسکو قید خانہ بھیجدیگا اور اگر وہ اسی شہر مین قید ہو کہ جسمین کفالت واقع ہوئی ہے ولیکن دوسرے قاضی کے قید خانہ مین ہو یا حاکم کے قید خانہ مین ہو تو قیاس یہ چاہتا ہے کہ کفیل سے سپرد کرنیکا مواخذہ کیا جاوے اور استحساناً مواخذہ نہ کیا جائیگا اور اسکا حکم ویسا ہی ہوگا جیسا اسی قاضی کے قید خانہ مین قید ہونے کا حکم تھا یہ ذخیرہ مین لکھا ہے۔ اور منتقی مین ہے کہ اگر مکفول بالنفس شہر کے دوسرے قاضی کے قید خانہ مین قید ہو تو قاضی طالب کو حکم دیگا کہ اس قاضی کے پاس جاوے اور وہین نالش کرے یہ محیط مین لکھا ہے اگر مکفول بالنفس کفالت کے بعد قید کیا گیا اور کفیل نے قید خانہ مین اسکو سپرد کیا تو بری نہوگا اور مشایخ نے فرمایا کہ یہ حکم اس صورت مین ہے کہ دوسرے قاضی کے قید خانہ مین قید ہوا اور اگر اسی قاضی کے قید خانہ مین جسکے یہان نالش ہے قید ہو تو اختلاف ہے بعض مشایخ نے کہا کہ بری نہوگا اور عامہ مشایخ نے کہا کہ بری ہو جائیگا اور یہی صحیح ہے اور مسئلہ گذشتہ کے قیاس پر اگر اسی شہر مین جسمین کفالت واقع ہوئی ہے قید ہو تو استحساناً بری ہونا چاہیے اگرچہ دوسرے قاضی یا حاکم کے قید خانہ مین قید ہوا اور بعض مشایخ نے فرمایا کہ یہ حکم اس صورت مین ہے کہ سوائے طالب کے دوسرے شخص کی وجہ سے قید ہوا اور اگر طالب کی وجہ سے قید ہوگا تو دونون صورتون مین سپرد کرنے سے لامحالہ بری ہو جائیگا اور فتاوی مین لکھا ہے کہ اگر طالب کے طلب پر قید خانہ مین اسکو سپرد کیا تو بری ہو جائیگا یہ ذخیرہ مین لکھا ہے۔ ایک شخص کے نفس کی کفالت کی اور وہ قیدی نہ تھا پھر قید کیا گیا پھر طالب نے کفیل سے اسی قاضی کے سامنے جسنے قید کیا ہے جھگڑا پیش کیا اور کفیل نے قاضی سے کہا کہ مین نے اس کی کفالت کی اور آپ نے فلان شخص کے قرضہ کی وجہ سے اسکو قید کیا تو امام محمدؒ سے روایت ہے کہ قاضی اُسکے حاضر کرنیکا حکم کرے تاکہ کفیل اسکو مکفول لہ کے سپرد کرے پھر اسکو قید خانہ بھیجدے یہ فتاوی قاضیخان

مین لکھا ہے ایک[1] مکفول بہ قرضہ کی وجہ سے قید تھا پھر اسکو قاضی نے طالب کی خصومت کی وجہ سے نکالا اور کفیل نے کہا کہ مین نے اسکو تجھے سپرد کیا پس اگر یہ کلام قاضی کے سامنے کہا تو کفالت سے بری ہو گیا اور اگر قاضی کی مجلس کے سوا دوسری جگہ کہا اور اسپر قاضی کے ایلچی کا پہرہ ہے تو بری نہوگا امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر کسی شخص کے نفس کی کفالت کی اور قاضی کی مجلس مین وہ شخص جن لوگون کے ساتھ قید سے لایا گیا ہے (پیادہ کا) طالب کے سپرد کیا تو بری نہوگا اور اگر کفیل کفالت مین قید کیا گیا پس اگر مکفول بہ خون کے باب مین قید ہے تو کفیل پر مواخذہ کرنے کی کوئی راہ نہین ہے اور اگر کفیل قید کیا گیا اور مکفول بہ کا بعض شہرون مین مسافر ہونا معلوم ہوا تو قاضی اس طالب کو حکم دیگا کہ اس کفیل کے نفس کا کوئی کفیل لیکر اسکو قیدخانہ سے نکالے تاکہ وہ مکفول بہ کو لاوے اور اسی طرح اگر کفیل قرضداری کی وجہ سے قید کیا گیا اور دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ اسکا کچھ مال اس شہر مین نہین ہے اور اسکا مال خراسان مین ہے تو قاضی اسکو نکالیگا اور اسکے طالب کو حکم دیگا کہ بقدر دوری کے اسکے نفس پر کوئی کفیل لے لیوے اور اسکا مال فروخت کرکے اسکا قرضہ ادا کریگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے۔ اگر کسی نے دوسرے کے نفس کی کفالت کی اور یہ نہ کہا کہ جب مین تیرے سپرد کرون تب بری ہونگا پھر اسکے سپرد کر دیا تو بری ہو گیا یہ ہدایہ مین لکھا ہے ولیکن اسکی کئی صورتین ہین یا اسکو طالب کی خواہش کے بعد سپرد کیا یا اس سے پہلے سپرد کیا پس اگر اسکے طلب کرنے کے بعد سپرد کر دیا تو بری ہو جائیگا اگرچہ یہ نہ کہا ہو وے کہ مین نے کفالت کی راہ سے تیرے سپرد کیا ہے اور اگر بدون طالب کی طلب کے سپرد کیا تو جبتک یہ نہ کہے کہ مین نے کفالت کی راہ سے تجھے سپرد کیا ہے بری نہوگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے۔ اور اگر کفیل نے مکفول عنہ کو طالب کے سپرد کر دیا اور اسنے قبول کرنے سے انکار کیا تو قبول کرنے پر مجبور کیا جائیگا یہ تبیین مین لکھا ہے اگر ایک مہینہ تک کے واسطے کسی کے نفس کی کفالت کی پھر مہینہ سے پہلے اسکو سپرد کیا تو بری ہو جائیگا اگرچہ مکفول لہ قبول کرنے سے انکار کرے یہ خلاصہ مین لکھا ہے۔ اور اگر مطلوب اپنے نفس کو کفالت کی راہ سے خود سپرد کرے تو کفیل بری ہو جاتا ہے اور کفیل کے وکیل[2] اور اسکے ایلچی کے سپرد کرنے سے بھی بری ہو جاتا ہے یہ کنز مین لکھا ہے اور براءت کی شرط یہ ہے کہ یہ لوگ سب یہ کہین کہ ہمنے کفالت کی راہ سے تیرے سپرد کیا یہ تبیین مین لکھا ہے پھر امام محمدؒ نے اس مسئلہ مین یہ بھی شرط لگائی ہے کہ اس کفیل کا نام لیا جاوے اور شیخ الاسلام خواہرزادہ نے فرمایا کہ ہمارے مشائخ نے فرمایا ہے کہ کفالت کی جہت سے سپرد کرنا لازمی شرط ہے ولیکن فلان شخص کی کفالت سے سپرد کرنے کی اسوقت احتیاج ہوگی کہ جب اسکے نفس کے دو کفیل ہون کہ ہر ایک علیحدہ عقد سے کفیل ہو اور اگر اسکے نفس کا ایک ہی کفیل ہو تو فلان شخص کے ذکر کرنے کی کچھ حاجت نہین ہے یہ محیط مین لکھا ہے۔ اگر کسی اجنبی آدمی نے جسکو سپرد کرنیکا حکم نہین دیا گیا ہے مکفول بہ کو طالب کے سپرد کیا اور کہا کہ مین نے کفیل کیطرف سے سپرد کیا ہے پس اگر طالب نے قبول

---

[1] قولہ مکفول یعنی جسکی حاضر ضامنی کی گئی ہے ۱۲
[2] قولہ وکیل یعنے کفیل کی طرف سے وکیل ایلچی نے سپرد کیا ہو اور قولہ یہ تو کہ یعنی وکیل وغیرہ ۱۲

کر لیا تو کفیل بری ہو گیا اور اگر خاموش رہا اور قبول کا لفظ نہ کہا تو بری نہ ہوگا اور اگر قاضی یا اسکے امین نے مدعا علیہ سے
کوئی کفیل بالنفس مدعی کی خواستگاری سے یا بدون خواستگاری کے طلب کیا اور کفیل نے قاضی کے سپرد کر دیا
تو بری ہو جائیگا اور اگر طالب کے سپرد کیا تو بری نہ ہوگا۔ اور یہ حکم اس صورت میں ہے کہ قاضی یا امین نے
یہ کفالت طالب کیطرف منسوب نہ کی ہو اور اگر منسوب کی اور کہا مدعا علیہ سے کہ مدعی تجھ سے کفیل بالنفس
چاہتا ہے اسکو دے اور کفیل نے قاضی یا اسکے امین کے سپرد کر دیا تو بری نہ ہوگا اور اگر طالب کے سپرد کیا تو بری
ہو جائیگا یہ فتاویٰ قاضیخان میں لکھا ہے۔ اگر طالب نے کسی شخص کو اسواسطے وکیل کیا کہ میرے واسطے مطلوب سے
کفیل بالنفس لیوے تو اسکی دو صورتیں ہیں یا تو وکیل کفالت کو اپنی طرف[1] منسوب کریگا پس اس صورت میں کفیل سے مطالبہ
کرنیکا حق وکیل کو ہوگا اور اگر اسنے کفالت موکل کی طرف منسوب کی تو حق مطالبہ موکل کو ہوگا اور اگر وکیل نے مطلوب
کو موکل کے سپرد کر دیا تو استحساناً دونوں صورتوں میں بری ہو جائیگا کذا فی الذخیرہ اور اگر اسنے وکیل کے سپرد
کیا پس اگر وکیل نے اضافت کفالت اپنی طرف راجع کی تھی تو بری ہوگا ورنہ نہیں بری ہوگا یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے۔
اگر ایک جماعت نے ایک شخص کے نفس کی کفالت کی اور سب کی ایک ہی کفالت ہے پھر ان میں سے ایک نے اسکو حاضر
کیا تو سب بری ہو گئے اور اگر کفالت سب کی جدا جدا ہو تو باقی لوگ بری نہونگے یہ بدایع میں لکھا ہے اگر مکفول بالنفس
مر گیا تو کفیل بالنفس کفالت سے بری ہو گیا کذا فی الہدایہ خواہ مکفول بہ غلام ہو یا آزاد ہو دونوں میں کچھ فرق نہیں
ہے کذا فی فتح القدیر اور ایسے ہی اگر کفیل مر گیا تو بھی بری ہو گیا یہ ہدایہ میں لکھا ہے۔ کفیل بالنفس نے اگر طالب کو اپنے
نفس کا کوئی کفیل دیا پھر اصیل مر گیا تو دونوں کفیل بری ہو جائینگے اور اسیطرح اگر پہلا کفیل مر گیا تو دوسرا کفیل بری
ہو جائیگا یہ فتاویٰ قاضیخان میں لکھا ہے کسی شخص نے دوسرے کے نفس کی کفالت کی پھر طالب مر گیا تو کفالت بالنفس
اپنی حالت پر باقی ہے پھر اگر کفیل نے مکفول بہ کو میّت کے وصی کے سپرد کیا تو بری ہو گیا خواہ ترکہ میں قرض ہو یا نہو
اور اگر اسنے مکفول بہ کو وارث میت کے سپرد کیا پس اگر ترکہ میں قرض ہو تو بری نہو گا خواہ وہ قرض تمام ترکہ کو
گھیرے ہوئے ہو یا نہیں اگر ترکہ میں قرض نہو تو جسکے سپرد کر دیا ہے خاصۃ اسی کے حصہ سے بری ہوگا اور اگر ترکہ کا
مال قرضہ سے زیادہ ہو اور میت نے تہائی مال کی وصیت بھی کی ہو پھر کفیل نے مکفول بہ کو کسی وارث یا موصی لہ کے
سپرد کیا یا قرضخواہ میت کے سپرد کیا تو بری نہوگا اور اگر ان تینوں لوگوں کے سپرد کیا تو شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا
کہ اصح میرے نزدیک یہ ہے کہ بری نہوگا یہ ظہیریہ میں لکھا ہے پس اگر وارث نے قرضہ اور وصیت ادا کر دی تو کفیل کو وارثوں
کے سپرد کرنا بھی جائز ہے اور بری ہو جائیگا یہ محیط میں لکھا ہے۔ کسی شخص نے ایک شخص کے واسطے ایک ہزار درم
کی کفالت کی پھر طالب مر گیا اور کفیل اسکا وارث ہوا تو کفیل کفالت سے بری ہوا اور وہ مال مکفول عنہ پر بحالہ
باقی رہا اور اگر کفالت اسکے بلا حکم تھی تو مطلوب بھی بری ہو جائیگا کیونکہ جب طالب مر گیا تو یہ مال اس کے

[1] قولہ طرف مثلاً یہ قرض خواہ کے وکیل بکر نے قرضدار خالد سے کہا کہ مجھے اپنی ذات کا کفیل دے
یا دوسری صورت میں کہا کہ زید کے واسطے کفیل مجھے دے ۱۲

وارثون کی میراث ہوگیا اور اگر طالب کی حیات مین کفیل ہبہ وغیرہ سے اسکا مال کا مالک ہوا تو مکفول عنہ سے لے سکتا ہی بشرطیکہ کفالت اسکے حکم سے ہو اور اگر اسکے بلا حکم ہو تو نہین لے سکتا ہی اور ایسے ہی اگر میراث کی وجہ سے مالک ہوا تو بھی یہی حکم ہی یہ سب جو مذکور ہوا اُس صورت مین تھا کہ جب طالب مرگیا اور کفیل اسکا وارث ہوا اور اگر یہ صورت ہو کہ طالب مرگیا اور مکفول عنہ اسکا وارث ہوا تو کفیل بری ہوگیا کیونکہ جب اصیل وارث ہوا تو مالک ہوا اور بری ہوگیا اور اصیل کی برأت سے کفیل بری ہوجاتا ہی اور اگر مطلوب وارث کے ساتھ طالب کا کوئی دوسرا بیٹا ہو تو کفیل بقدر حصہ مطلوب کے بری ہوگا اور دوسرے بیٹے کے حصہ کے قدر اسپر باقی رہیگا یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی اصیل کے ادا کرنے یا طالب کے اسکو بری کردینے سے کفیل بری ہوجاتا ہی کذا فی الکافی اور شرط یہ ہی کہ اصیل اس برأت کو قبول کرے اور قبول کرنے یا انکار کرنے سے پہلے اسکا مرجانا قائم مقام قبول کرنے کے ہی یہ نہر الفائق مین لکھا ہے اور اگر اس نے اس برأت کو رد کردیا تو رد ہوجائے گی اور طالب کا قرضہ بحالہ باقی رہیگا اور ہمارے مشائخ نے اسمین اختلاف کیا ہی کہ آیا وہ قرضہ پھر کفیل کی طرف عود کریگا پس بعضون نے کہا عود کریگا اور بعضون نے کہا نہین عود کریگا یہ شرح طحاوی مین لکھا ہی۔ اگر طالب نے مال قرضہ مطلوب کو ہبہ کیا اور قبل انکار کے قرضدار مرگیا تو کفیل بری ہوگیا اور اگر نہ مرا اور اسنے ہبہ سے انکار کیا تو اسکا انکار صحیح ہی اور مال اسپر اور کفیل پر بحالہ باقی رہیگا یہ محیط مین لکھا ہی اور اگر بری کرنا یا ہبہ کرنا مطلوب کی موت کے بعد واقع ہو اور اسکے وارث قبول کرین تو صحیح ہی اور اگر انھون نے انکار کیا تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک رد ہوجائیگا اور ابرا باطل ہوگا کیونکہ اسکے مرنے کے بعد بری کرنا وارثون کے لیے ہی اور امام محمد رحمہ اللہ تعالی نے فرمایا کہ ان کے رد کرنے سے رد نہوگا جیسا کہ اگر اسکی زندگی مین برأت واقع ہوتی پھر وہ قبول کرنے یا انکار کرنے سے پہلے مرتا تو وارثون کے انکار سے رد نہین ہوتا ہی یہ شرح طحاوی مین ہی اور اگر اسنے کفیل کو بری کیا تو صحیح ہی خواہ قبول کیا یا نہ کیا اور کفیل نے اصیل سے نہین لے سکتا ہی اور اگر قرضہ اسکو ہبہ کیا یا اسے صدقہ مین دیدیا تو اسے قبول کرنے کی احتیاج ہی اور جب اسنے قبول کرلیا تو اصیل سے لے سکتا ہی کذا فی غایۃ البیان پس کفیل کے حق مین بری کرنا یا اسکو ہبہ کرنا مختلف ہی کہ بری کرنے کی صورت مین اسکے قبول کی احتیاج نہین ہی اور ہبہ اور صدقہ مین اسکے قبول کرنے کی ضرورت ہی اور اصیل کے حق مین بری کرنے اور ہبہ کرنے اور صدقہ کرنیکی ایک ہی صورت ہی کہ سب مین قبول کرنے کی حاجت ہی یہ شرح طحاوی مین لکھا ہی اور اگر مریض نے اپنے وارث کو کفالت بالنفس سے بری کیا تو جائز ہی کیونکہ مرض الموت کا مریض ایسے امور مین جس مین وارثون یا قرضخواہون کا حق متعلق ہو بمنزلہ تندرست کے ہی اور کفالت بالنفس سے ان لوگون کا حق متعلق نہین ہی کیونکہ نفس مال نہین ہی اور اسیواسطے اگر کفیل بالنفس کوئی اجنبی ہو اور اسکو مریض نے بری کیا تو برأت فقط تہائی ترکہ سے معتبر نہین ہوتی اور اسیطرح اگر کفیل بالنفس سوائے وارث کے ہو اور مریض پر اسقدر قرضہ ہو جو تمام ترکہ کو گھیرے ہوئے ہو اور اسنے کفیل کو بری کیا پھر اسی مرض مین مرگیا تو جائز ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اگر طالب نے کفیل کو بری کیا تو وہ بری ہوگیا اصیل بری نہوگا اور اگر

کفیل نے اس حق سے جو اس نے اپنے ذمہ واجب کر لیا ہے صلح کر لی تو اصیل بری نہو گا یہ کافی مین لکھا ہے۔ اگر کفیل یا اصیل نے ہزار درم سے جو اسپر آتے ہین پانچسو پر صلح کر لی پس صلح مین یا دونون کی برائت ذکر کی تو دونون بری ہو جاوینگے یا اصیل کی برائت ذکر کی تو بھی یہی حکم ہے یا کچھ شرط نہ لگائی تو بھی یہی حکم ہے یا یہ شرط کی کہ کفیل بری ہے نہ دوسرا تو پانچسو درم سے فقط وہی بری ہو گا اور ہزار درم اصیل پر رہین گے کذا فی التبیین پس طالب اگر چاہے تو پورا قرضہ اپنا اصیل سے لے لیوے یا پانچسو درم اصیل سے اور پانچسو کفیل سے لیوے اور کفیل نے جسقدر ادا کیا ہے اصیل سے لیگا بشرطیکہ صلح اسکے حکم سے کی ہو اور اگر اسکے بلا حکم صلح کی تو نہین لے سکتا ہے یہ شرح طحاوی مین لکھا ہے اگر کفیل نے مکفول لہ کو کسی دوسرے شخص پر حوالہ کر دیا کہ اس سے لیوے اور مکفول لہ اور محتال علیہ نے قبول کر لیا تو کفیل اور مکفول عنہ[لہ] بری ہو گئے یہ سراج الوہاج مین لکھا ہے اگر کسی شخص نے دوسرے کی نفس کی کفالت کی پھر طالب نے اقرار کیا کہ مکفول بہ کیطرف میرا کچھ حق نہین ہے تو اسکو یہ اختیار باقی ہے کہ کفیل سے مکفول بہ کے سپرد کرنے کے لیے مواخذہ کرے اور اگر یہ اقرار کیا کہ مکفول بالنفس کی جانب کچھ حق میری طرف سے نہ غیر کی طرف سے نہ وصیت سے نہ ولایت سے نہ وکالت سے کسی وجہ سے نہین ہے تو کفیل کفالت سے بری ہو گیا کذا فی الخلاصہ اور اگر یہ اقرار کیا کہ میرا کچھ اقرار کفیل کی طرف سے نہین ہے تو کفیل بری ہو گیا اور جسقدر حقوق کفیل کیجانب طالب کے لیے ثابت تھے سب اس اقرار سے جاتے رہے یہ ذخیرہ مین لکھا ہے کسی شخص نے کسی شخص کے لیے فلان پر ہزار درم قرضہ کی ضمانت کی اور فلان اسپر برہان لایا کہ کفالت سے پہلے مین نے یہ قرضہ ادا کر دیا ہے تو وہ بری ہو گا نہ کفیل اور اگر اسپر برہان پیش کی کہ کفالت کے بعد ادا کر دیا ہے تو دونون بری ہو جائین گے یہ بحر الرائق مین لکھا ہے۔ اگر کفیل نے اصیل کو قرضہ طالب کا ادا کرنے سے پہلے بری کیا یا اسکو ہبہ کر دیا تو جائز ہے یہان تک کہ اگر بعد اس کے کفیل نے طالب کو ادا کیا تو اصیل سے نہین لے سکتا ہے یہ امام قاضیخان و محبوبی رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے یہ نہایہ مین لکھا ہے۔ امام محمد رحمہ اللہ نے کتاب الاصل مین فرمایا کہ کفیل بالنفس نے وہ قرضہ جو مکفول بہ پر آتا ہے اس شرط پر ادا کیا کہ اسکو کفالت بالنفس سے بری کر دے اور اس نے ایسا ہی کیا تو ادا کرنا اور بری کرنا دونون جائز ہین یہ محیط مین لکھا ہے اگر مطلوب نے طالب کا قرضہ ادا کر دیا تو کفیل بالنفس بری نہو گا جبکہ طالب مطلوب پر دوسرے حق کا دعویٰ کرتا ہو یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہے۔ کفیل بالنفس نے اگر کسی قدر مال پر کفالت ساقط کرنے کے واسطے صلح کی تو اس مال کا لینا صحیح نہین ہے۔ اور کفالت ساقط ہو جانے مین دو روایتین ہین ایک یہ ہے کہ ساقط ہو جائیگی کذا فی الفصول العمادیہ اور یہی اشبہ ہے اسی پر فتویٰ ہے یہ ذخیرہ مین لکھا ہے۔ اگر نفس و مال مین دونون کا کفیل ہوا اور اسنے کفالت بالنفس سے بری ہونے کی شرط پر صلح کر لی تو اس کفالت سے بری ہو جائیگا یہ فصول استروشنیہ مین لکھا ہے۔ اگر مکفول لہ نے کفیل سے کہا کہ تو مال سے میری طرف سے برائت کر لی تو یہ اسکا اقرار ہے کہ مین نے تمام مال پا لیا حتی کہ اگر کفیل نے اصیل کے حکم سے کفالت کی ہے تو اس سے وہ مال لے سکتا ہے اور اگر اسنے کفیل سے کہا کہ مین نے تجھکو بری کیا تو یہ بری کرنا ہے اور اقرار نہین کہ مین نے کفیل سے مال لیکر قبضہ مین کیا حتی کہ کفیل کو یہ اختیار نہین ہے کہ اصیل سے لے لیوے اور اگر طالب نے

لہ قولہ بری ہو اس واسطے کہ حوالہ مین برائت اصیل سے ضرور ہے ۱۲

کفیل سے کہا کہ تونے برائت کرلی اور یہ نہ کہا کہ میری طرف سے تو امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ صرف برائت ہے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک یہ قبضہ[۱] کرلینے کا اقرار ہے کذا فی الکافی اور امام اعظمؒ کی نسبت بعضوں نے کہا کہ وہ اس مسئلہ میں امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہیں اور اسی کو صاحب ہدایہ نے اختیار کیا ہے اور یہی احتمال اقرب ہے یہ عنایہ میں لکھا ہے۔ یہ سب اس صورت میں ہے کہ جب طالب غائب ہو اور اگر حاضر ہو تو اس سے دریافت کیا جائیگا کہ اس کہنے[۲] سے تیری کیا مراد تھی یہ اختیار میں لکھا ہے اور اس میں اختلاف نہیں ہے کہ اگر اسنے نوشتہ میں لکھدیا کہ کفیل نے جسقدر درموں کی کفالت کی تھی اس سے بری ہو گیا تو یہ قبضہ کا اقرار ہے یہ نہر الفائق میں لکھا ہے اگر طالب نے کفیل سے کہا کہ تو مال سے حلت میں ہے تو باجماع ائمہ اربعہ یہ قول بمنزلہ اسکے ہے کہ میں نے تجھکو بری کیا کیونکہ یہ لفظ محاورہ میں صرف برائت کر دینے کے معنی میں آیا ہے نہ بہ لحاظ قبضہ کر لینے کیوجہ سے برائت ہو یہ معراج الدرایہ میں لکھا ہے اگر ثمن کی کفالت کی پھر بیع کا کوئی مستحق پیدا ہوا تو کفیل بری ہو گیا اور اسیطرح اگر اسکو عیب کی وجہ سے قاضی کے حکم سے یا بدون حکم قاضی واپس کیا یا خیار رویت یا خیار شرط کی وجہ سے واپس کیا تو بھی ایسا ہی ہے اگر مشتری نے ثمن بائع کے کسی قرضخواہ کو دیدینے کی کفالت کر لی پھر بیع کا کوئی مستحق نکلا تو کفیل بری ہو گیا اور اگر بسبب عیب کے قاضی کے حکم سے یا بلا حکم واپس کردی تو بری نہو گا یہ بحر الرائق میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے کسی عورت سے نکاح کیا اور اسکے مہر کا شوہر کیطرف سے کوئی شخص کفیل ہو گیا پھر دخول واقع ہونے سے پہلے عورت کی طرف سے جدائی[۳] واقع ہونے سے تمام مہر ساقط ہو گیا یا دخول سے پہلے طلاق دیدینے کی وجہ سے نصف مہر ساقط ہو گیا تو پہلی صورت میں کفیل تمام مہر سے بری ہو گا اور دوسری صورت میں آدھے مہر سے بری ہو گا اور اگر کسی عورت نے اپنا نکاح کسی شخص سے کیا اور ہزار درم مہر قرار پایا اور اپنے شوہر کو حکم دیا کہ میرے قرضخواہ کے واسطے تو اسکا ضامن ہو یا قرضخواہ کو اسپر حوالہ کردیا یا وہ اسکا کفیل ہو گیا پھر دخول سے پہلے عورت کی طرف سے جدائی واقع ہوئی کہ جس سے تمام مہر ساقط ہو گیا تو شوہر کفالت سے بری نہو گا اور جب کفالت باقی رہی اور شوہر نے وہ مال ادا کر دیا تو جسقدر ادا کیا ہے اسکو عورت سے لیگا اور اسیطرح اگر دخول سے پہلے شوہر نے اسکو طلاق دیدی تو بھی وہ ضامن رہیگا مگر بقدر نصف کے اس سے واپس لیسکتا ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ کفالت سے بری کرنے کو شرط کے ساتھ تعلیق کرنا جائز نہیں ہے کذا فی الہدایہ اور یہی ظاہر ہے کذا فی غایۃ البیان اور بعض روایت میں آیا ہے کہ یہ صحیح ہے یہ ہدایہ میں لکھا ہے اور فتح القدیر میں ہے کہ یہی اوجہ ہے۔ اور عنایہ میں لکھا ہے کہ بعضوں نے اختلاف روایتین کی یہ وجہ بیان کی ہے کہ جائز نہونا اس صورت میں ہے کہ جب شرط محض شرط ہو کہ اس سے طالب کا کچھ نفع[۴] نہو مثلاً یوں کہے کہ جب کل کا روز آویگا تو تو بری ہے کیونکہ یہ لوگوں میں متعارف نہیں ہے اور اگر ایسی شرط ہو کہ جس میں طالب کا نفع اور لوگوں کا معمول بھی ہے تو صحیح ہے انتہی۔ اور کفیل کی برائت کی تعلیق شرط کے ساتھ کرنا

---

[۱] قولہ قبضہ یعنے قرضہ وصول پانے کا اقرار ہے ۱۲ [۲] قولہ کہنے یعنی برائت کرلی کیونکہ اسی نے مجمل بات کہی تو وہی بیان کرے ۱۲ [۳] قولہ جدائی یعنی عورت کی طرف سے ایسی بات پیدا ہوئی مثلاً مرتدہ ہو گئی کہ تمام مہر ساقط ہوا ۱۲ [۴] قولہ نفع مثلاً جب فلان کفیل بالدار آجاوے تو بری کیا ہے ۱۲

جائز نہین ہی مثلاً اگر مطلوب سے کہاکہ جب کل کا روز آویگا تو تو قرضہ سے بری ہی پس یہ جائز نہین ہی یہ محیط سرخسی مین
لکھا ہی - ایک شخص کا دوسرے پر قرض تھا اور اسنے قرضدار سے کہاکہ اگر مین تجھسے اپنا مال لیکر قبضہ نہ کرون یہانتک
کہ تو مرجاوے تو تو اسکی طرف سے حلت مین ہوگا پس یہ برأت باطل ہی اور اگر طالب نے یہ کہاکہ اگر مین مرجاؤن
تو تو مال سے حلت مین ہی تو یہ جائز ہی کیونکہ یہ وصیت ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی اور امام ابو یوسفؒ سے روایت
ہی کہ اگر طالب نے مطلوب سے کہاکہ جب فلان شخص قید خانہ سے نکلے گا یا اپنے سفر سے واپس آویگا تو تو قرضہ سے بری
ہی پس یہ باطل ہی اور اگر مطلوب اس قیدی کی طرف سے ہزار درم کا کفیل ہو تو بری کرنا جائز ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی
کسی شخص نے دوسرے کیطرف سے مال کی کفالت کی پھر کفیل نے مکفول لہ سے کہاکہ اگر مین اسکو کل کے روز تجھسے ملا دون
تو مین مال سے بری ہون پس یہ جائز ہی کیونکہ لوگون کا اسطرح تعامل ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے ہشام نے
ابو یوسفؒ سے روایت کی ہی کہ اگر بیٹے کی زوجہ کے مہر کا اس شرط پر ضامن ہوا کہ اگر بیٹا یا اسکی زوجہ باہم خلوت اور
دخول سے پہلے مرگئے تو ضامن بری ہی پس یہ ضمان لازم ہوگی اور شرط باطل ہی یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہی اور اگر
کفیل بالنفس نے کہاکہ جب اسکو[مکفول عنہ] طالب دیکھے یا اس سے ملاقات کرے تو مین بری ہون پس یہ جائز ہے اور
وہ طالب کے دیکھنے کے ہر وقت بری ہو جائیگا یا ایسے موضع مین اس سے ملا جہان اپنا حق اس سے لے سکتا ہی
تو بھی بری ہوگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی - مجرد مین امام اعظمؒ سے روایت ہی کہ اگر کسی نے دوسرے سے کہاکہ مین
تیرے واسطے آج دن بھر کفیل ہون اور جب آج کا دن گذرا تو مین بری ہون پس امام نے فرمایا کہ جب دن گذر گیا
تو وہ بری ہی یہ محیط مین لکھا ہی - کسی کی طرف سے کسی کیواسطے مال کی کفالت اس شرط پر کی کہ جب مین مطلوب
کا نفس طالب کے سپرد کردون تو مال سے بری ہون گا اور اگر طالب نے ضامن سے نفس مطلوب کے دینے سے پہلے مال لیا
ہو تو ضامن واپس لے لیگا پھر ضامن مطلوب کو لیکر آیا اور طالب کے حوالہ کیا تو جو مال اسنے دیا ہی واپس لیگا یہ ذخیرہ
مین لکھا ہی - اگر طالب نے کفیل بالنفس کی برأت کسی شرط پر معلق کی تو اسکی تین صورتین ہین ایک وجہ مین تو برأت
جائز اور شرط باطل ہی مثلاً کسی نے دوسرے کے نفس کی کفالت کی اور طالب نے کفیل کو اس شرط پر بری کیا کہ
کفیل دس درم مجھے دیوے تو برأت جائز اور شرط باطل ہی اور کفیل نے اگر مکفول لہ سے برأت کیواسطے کسی قدر مال
پر صلح قرار دی تو صلح صحیح نہین ہی اور نہ مال کفیل پر واجب ہوگا اور نہ کفیل کفالت سے بری ہوگا یہ روایت
جامع اور ایک روایت حوالہ وکفالہ مین ہی اور دوسری روایت مین ہی کہ کفالت سے بری ہو جائیگا اور دوسری وجہ
مین برأت اور شرط دونون جائز ہین اور اسکی یہ صورت ہی کہ کسی نے ایک قرضدار کے قرضہ اور اسکے نفس کی کفالت
کی پھر طالب نے کفیل سے یہ شرط کی کہ مال طالب کے سپرد کرے اور اس سے کفالت بالنفس سے بری ہو جاوے
تو برأت اور شرط دونون جائز ہین اور تیسری صورت مین دونون جائز نہین مثلاً کسی نے دوسرے کے نفس کی
فقط کفالت کی اور طالب نے اس سے یہ شرط لگائی کہ مجھے مال ادا کردے اور اسقدر مطلوب سے لے لیوے
تو یہ باطل ہی کذا فی قاضی خان **چوتھی فصل** واپس لینے اور رجوع کے بیان مین - کسی نے دوسرے سے

کہاکہ فلان شخص کے واسطے تو میری طرف سے ہزار درم کا کفیل ہو یا اسکو میری طرف سے نقد دیدے یا میری طرف سے ضمان دے ہزار درم یا جو اسکے ہزار درم مجھپر آتے ہین ان کا ضامن ہو یا جو اسکا مجھپر آتا ہو اسکو تو ادا کردے یا میری طرف سے اُسے ادا کردے یا جو ہزار درم اسکے مجھپر آتے ہین اسکو دیدے یا میری طرف سے اسکو ہزار درم دیدے یا اسکو وفا کردے یا اسکی طرف دفع کر اور مامور نے ایسا ہی کیا تو ان مسائل مین روایت اصل کے موافق رجوع[1] کر سکتا ہو یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہو جس صورت مین کفالت صحیح ہو گئی اگر کفیل نے مال کفالت اپنے پاس سے ادا کر دیا تو مکفول عنہ سے لیگا اور ادا کر دینے سے پہلے نہین لے سکتا ہو اور جب اسنے ادا کیا تو جسقدر مال کی اسنے کفالت کی ہو اسیقدر لے سکتا ہو اور وہ مال نہین لے سکتا ہو جو اسنے ادا کیا ہو یہانتک کہ اگر اسنے زیوف درم ادا کردیے اور کفالت جید درمون کی تھی تو جید واپس لیگا اور اگر بجاے دینارون کے صلح کے طور پر درم یا کوئی کیلی یا کھوٹی وزنی چیز ادا کر دی اور کفالت دینارون کی تھی تو انھین کو مکفول عنہ سے لیگا یہ محیط مین لکھا ہو۔ اور حکم دینے والے سے رجوع کر کے لے لینا صرف اسی صورت مین ہو سکتا ہو جب وہ شخص ایسا ہو کہ جسکا قرضہ کا اقرار اپنے نفس پر جائز ہوتے کہ اگر مکفول عنہ حکم دینے والا لڑکا ہو کہ تصرف سے منع کیا گیا ہو اور اسنے کسی کو حکم دیا کہ اسکی کفالت کرے اور کفیل نے اسکی طرف سے ادا کیا تو اس سے واپس نہین لے سکتا ہو اور اسیطرح اگر غلام نے کہ جسکو تصرف سے منع کیا گیا ہو کسی کو اپنی طرف سے کفالت کر لینے کا حکم دیا اور اسنے کفالت کر کے ادا کیا تو اس سے نہین لے سکتا ہو مگر جبکہ وہ آزاد ہو جاوے اور اگر ایسے لڑکے کیطرف سے جسکو تجارت کی اجازت ہو اسکے حکم سے کفالت کر کے ادا کیا تو اس سے لے سکتا ہو یہ غیاثیہ مین لکھا ہو۔ اگر کسی نے کہا کہ اسکی طرف دفع کر دے یا اسکی ضمانت کر لے یا دیدے یا اسکے لیے کفالت کر اور یہ نہ کہا کہ میری طرف سے یا جو اسکا مجھپر ہے پس اگر یہ کفیل اسکا خلیط ہو کہ اس سے لین دین رکھتا ہو اور اپنا مال اسکے پاس رکھتا ہو یا اسکے عیال مین سے ہو تو حکم کرنے والے سے لیگا ورنہ نہین یہ محیط سرخسی مین لکھا ہو۔ اصل مین مذکور ہو کہ اگر کسی نے اپنے دوست ہم پیشہ صراف کو حکم دیا کہ فلان شخص کو ہزار درم میری طرف سے ادا کی مین دیدے یا میری طرف سے ادا کرنے کو ذکر نہ کیا اور صراف نے ایسا ہی کیا تو امام اعظم رح کے نزدیک صراف اس سے لے لیگا اور اگر وہ اسکا ہم پیشہ دوست نہو تو بدون اسکے کہ کہے کہ میری طرف سے ادا کر دے واپس نہین لے سکتا ہو اصل مین ہو کہ ایک نے غیر خلیط سے کہا کہ فلان کو ہزار درم دے اسنے دیدیے تو حکم کنندہ سے واپس نہین لے سکتا لیکن قبضہ کنندہ سے پھیر لے گا یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہے اگر کسی نے ایک شخص حاضر کی طرف سے اسکی بلا اجازت سو درم کی کفالت کی اور مکفول عنہ نے کہا کہ مین تیری کفالت سے راضی ہوا پس اگر یہ رضامندی مکفول لہ کے قبول کرنے سے پہلے ہوئی تو کفیل کو اختیار ہو گا کہ جب وہ ادا کرے اپنے مکفول عنہ سے واپس لیوے اور اگر مکفول لہ کے قبول کے بعد پائی گئی تو کفیل اپنے اصیل سے نہین لیسکتا ہو اور نہ اسکی رضامندی کا اعتبار ہو گا یہ ذخیرہ مین لکھا ہو۔ کسی غلام نے اپنے مالک کی طرف سے کفالت کی پھر وہ آزاد ہوا اور اسنے ادا کر دیا یا غلام کے مالک نے اسکی طرف سے کفالت کی اسکے حکم سے پھر اسکے آزاد ہونے کے

---

[1] قولہ رجوع یعنے جو کچھ کفیل یا وکیل نے دیا وہ اصیل سے واپس لے سکتا ہے ۱۲

بعد مال کفالت ادا کیا تو کوئی دونوں میں سے دوسرے سے نہیں لے سکتا ہے یہ کافی میں لکھا ہے۔ اگر ایک عورت سے نکاح کیا اور عورت اپنے خاوند[1] کے گھر میں رہتی ہے پس وہاں اترا اور اسکی طرف سے کرایہ کا ضامن ہوا تو اس سے نہیں لے سکتا ہے خواہ اسکے حکم سے ہو یا بدون حکم کے ہو اور اسکی نظیر یہ ہے کہ اگر باپ نے اپنے بالغ لڑکے کی طرف سے مہر ضمانۃً ادا کر دیا تو بھی رجوع نہیں کر سکتا ہے اور باپ کے مسئلہ میں یہ روایت محفوظ ہے کہ اگر اس نے ضمانت اور ادا کے وقت بیان کیا کہ میں ادا کرتا ہوں تا کہ اپنے بیٹے سے لے لوں گا تو وہ لے سکتا ہے پس عورت کے مسئلہ میں بھی یہی جواب ہونا چاہیے یعنی شوہر نے ادا کرنے کے وقت اگر یہ شرط کی تو واپس لیگا کذا فی الذخیرہ اگر بائع کے واسطے کوئی شخص ثمن کا کفیل ہوا پھر بائع نے ثمن کفیل کو ہبہ کر دیا اور اسکو مشتری سے لیکر اسنے اپنے قبضہ میں کیا پھر مشتری نے مبیع میں کوئی عیب پایا تو امام نے فرمایا کہ بائع کو واپس کرے اور اپنا ثمن اس سے واپس لیوے اور دونوں میں سے کسی کو کفیل سے لینے کی راہ نہیں ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ اگر کفیل نے بیع سلم کے کپڑے ادا کر دیے تو ان کی قیمت لیگا اگر بیع سلم میں یہ شرط قرار پائی تھی کہ شہر میں ادا کیا جاوے اور اس بیع کا کوئی کفیل تھا اور اسنے مسلم فیہ شہر کے باہر ادا کر دی اور رب السلم راضی ہو گیا تھا تو کفیل مثل[2] سے شہر میں لیگا یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے۔ نوادر ابن سماعہ میں امام ابو یوسف رح سے روایت ہے کہ کسی شخص نے دوسرے پر ہزار درم کا دعویٰ کیا اور مدعا علیہ کے حکم سے کوئی اسکا ضامن ہوا اور اس نے ادا کر دیے پھر مدعی نے مدعا علیہ کے ساتھ سچا اقرار کیا کہ میرا مدعا علیہ پر کچھ نہیں تھا جو کچھ اسنے لیا ہے واپس کرے اور پھر ضامن مدعا علیہ سے لیوے اور منتقی میں ہے کہ ایک شخص کے دوسرے پر ہزار درم تھے اور طالب نے مطلوب کو حکم دیا کہ تو میری طرف سے کسی شخص کے لیے ایکہزار درم نقدی یا میعادی ادھار کا ضامن ہو جا تو امام ابو یوسف نے فرمایا کہ اگر وہ ہزار درم جو طالب کے مطلوب پر تھے فی الحال[3] ادا کیے تھے اور مطلوب نے اسکی طرف سے ایکہزار درم میعادی کی ضمانت کی ہے تو اسکو اختیار ہے کہ حکم دہندہ سے ہزار درم لے لیوے خواہ میعاد آ گئی ہو یا نہ آئی ہو اور اگر طالب کے ہزار درم میعادی تھے اور مطلوب نے بھی اسی قدر میعاد پر اسکی طرف سے ضمانت کر لی تو میعاد کے آنے پر اسکو یہ اختیار نہ ہوگا کہ اسکا مواخذہ کرے اور ایسی ہی اگر اس کے پاس ہزار درم ودیعت رکھے ہوں اور طالب نے اسکو حکم دیا کہ میرے قرضخواہ کی ضمانت ایک ہزار کی کرے تو مواخذہ نہیں کر سکتا ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور امام محمد نے فرمایا کہ عاریت دینے والے نے اگر مستعار چیز کے واپس دینے کے واسطے کوئی کفیل کر لیا یا جس شخص کا مال غصب ہوا ہے اسنے اسکے رد کرنے کے واسطے کفیل لیا پھر کفیل نے مکفول بہ کو اٹھا کر مالک کو پہونچا دیا تو کفیل کو اختیار ہے کہ عاریت لینے والے اور غصب کرنے والے سے باربرداری کی اجرت اسکے مثل[4] کے اعتبار سے لے لیوے اور یہ استحسان ہے اور اگر عاریت لینے والے یا غصب کرنے والے نے کوئی وکیل کیا کہ اسکو عاریت دینے والے یا مغصوب منہ کے مکان میں پہونچا دے یا جس جگہ عاریت یا غصب واقع ہوا ہے پہونچا دے تو یہ بھی جائز ہے ولیکن وکیل پر جبر نہ

---

[1] قولہ خاوند الخ یونہی اصل میں مذکور ہے تو شاید شوہر سابق مراد ہو یا بجاے اسکے قرابتی ہو غرض یہ ہے کہ وہ عورت کرایہ کے مکان میں تھی اسی میں شوہر نے سکونت اختیار کی ۱۲ [2] قولہ اس سے یعنی مسلم الیہ سے ۱۲ [3] قولہ فی الحال یعنی انکا ادا کرنا فی الحال لازم تھا ۱۲ [4] قولہ مثل یعنی ایسے کام کی جتنی اجرت ہوتی ہو ۱۲

کیا جائیگا کہ ایک جگہ سے دوسری جگہ لیجاوے اور کفیل پر جبر کیا جائیگا یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ ابو سلیمان رحمہ نے امام
ابو یوسف رحمہ سے روایت کی کہ کسی شخص نے دوسرے کے حکم سے اس کی طرف سے ایکہزار درم کی کفالت کی پھر اصیل نے
اسکو کفیل کے سامنے ادا کیا پھر طالب اس سے انکار کر گیا اور قسم کھالی اور دوبارہ کفیل سے لے لیے تو کفیل اپنے
مکفول عنہ سے لے سکتا ہی اور اگر یہ صورت ہوئی کہ کفیل نے اصیل کے سامنے وہ درم طالب کو ادا کر دیے وہ پھر منکر ہوگیا اور
قسم کھالی اور دوبارہ اصیل سے لے لیے تو کفیل اپنے اصیل سے نہین لے سکتا ہی یہ محیط مین لکھا ہے اگر وصی نے میت کا قرضہ
ادا کیا تو اسکے ترکہ مین سے لے لیوے یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی کسی نے ایک غلام ہزار درم کو خریدا اور مشتری کیطرف سے
ایک شخص ثمن کا کفیل ہوگیا پھر کفیل نے بائع کو ثمن دیدیا اور مشتری نے غلام پر قبضہ کر لیا پھر کفیل مشتری سے اپنے
دام لینے سے پہلے غائب ہوگیا پھر ایک شخص مستحق آیا اور اسنے استحقاق مین وہ غلام مشتری سے لے لیا اور مشتری نے چاہا
کہ اپنا ثمن بائع سے لیوے تو بدون کفیل کے حاضر ہونے کے نہین ہو سکتا ہی پھر جب کفیل حاضر ہوا تو وہ مختار ہی کہ چاہے
اپنا ثمن بائع سے واپس کرے یا مشتری سے لے لیوے اور جب اسنے ایک سے ضمان لینا اختیار کیا تو اسکو یہ اختیار
نہوگا کہ دوسرے سے ضمان لیوے پس اگر اسنے بائع سے ضمان لی تو بائع مشتری سے نہین لے سکتا ہی اور اگر اسنے پہلے ہی
مشتری سے ضمان لی تو مشتری کو اختیار ہی کہ جو اسنے دیدیا ہی اپنے بائع سے واپس لیوے اور اگر کفیل نے ثمن
کو ادا کرتے وقت مشتری سے واپس لیا تھا پھر غائب ہوگیا پھر غلام مین استحقاق ثابت ہوا تو مشتری کو اختیار ہے
کہ اپنا ثمن بائع سے واپس کرے اور اگر اس غلام مین استحقاق نہ ثابت ہوا ملکہ یہ ظاہر ہوا ہو کہ یہ آزاد یا مکاتب یا مدبر ہے
یا باندی کی صورت مین ظاہر ہوا کہ ام ولد ہی تو ان صورتون کا حکم بھی مثل استحقاق کے ہی۔ امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ اگر مشتری نے دوسرے
سے ایک غلام ہزار درم کو خریدا اور مشتری کے حکم سے اسکی طرف سے کوئی شخص اسکے ثمن کا کفیل ہوگیا اور ثمن ادا کر دیا اور غائب
ہوگیا پھر وہ غلام بائع کے پاس مشتری کے قبضہ کرنے سے پہلے مر گیا تو مشتری بائع سے ثمن واپس لے سکتا ہی خواہ مشتری
سے کفیل نے ثمن لے لیا ہو یا نہ لیا ہو اور اگر غلام نہ مرا ولیکن مشتری نے اس مین کچھ عیب پایا اور اسکو قاضی کے حکم سے یا
بدون حکم کے واپس کیا یا خیار رویت یا خیار شرط کی وجہ سے واپس کیا تو مشتری بائع سے ثمن واپس لے سکتا ہی اور کفیل
کو اس سے لینے کی کوئی راہ نہین ہی۔ اور امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ اگر کسی نے دوسرے سے ایک غلام ہزار درم مین خریدا اور کسی نے
مشتری کے حکم سے اس کی طرف سے ثمن کی کفالت کر لی پھر کفیل نے بائع سے ان ہزار درم سے پچاس دینار پر صلح کر لی
تو کفیل اپنے اصیل سے درم لیگا نہ دینار پس اگر غلام کا کوئی مستحق نکلا اور کفیل غائب تھا تو مشتری بائع سے کچھ نہین
لے سکتا ہی اور اگر کفیل حاضر ہوا تو بائع سے دینار واپس لیگا اور اگر کفیل نے چاہا کہ مشتری سے لیوے تو اسکو یہ اختیار
نہوگا بخلاف اس صورت کے کہ اگر کفیل نے درم ادا کیے تو کفیل کو اختیار ہی کہ مشتری سے لے لیوے اور اگر بجائے صلح کے

۱؎ قولہ ادا یعنی اپنے مال سے ادا کیا ۱۲ ۲؎ قولہ واپس کرے یعنی کفیل کے حاضر ہونے کی ضرورت نہین ہے ۱۲
۳؎ قولہ اس سے یعنی بائع سے کیونکہ یہ معاملہ بعد عقد اول ہی اگرچہ فسخ ہو ۱۲ ۴؎ قولہ مشتری اسواسطے کہ کفالت کے بعد
غیر جنس پر صلح واقع ہوئی۔ ہان اگر بعینہ ہزار درم دیتا تو مشتری بھی واپس کر سکتا تھا ۱۲

بیع واقع ہوئی مثلاً کفیل نے پچاس دینار بعوض بائع کے ہزار درم کے بیع کر دیے پھر غلام کا استحقاق ثابت ہوا تو بیع اور صلح دونوں کا یکسان حکم ہے اور مراد امام محمد کی یکسان ہونے سے یہ ہے کہ جب دونوں کی جدائی کے بعد غلام کا استحقاق ثابت ہوا تو بیع باطل ہوجائیگی جیسا کہ صلح باطل ہوجاتی ہے اور اگر درمون کا استحقاق اسی مجلس مین ثابت ہوا اور وہ دونون مجلس مین ہین تو بیع[1] باطل نہین ہوتی ہے اور صلح باطل ہوجاتی ہے اگر غلام مین استحقاق ثابت نہوا لیکہ وہ مشتری کے قبضہ سے پہلے بائع کے پاس مرگیا اور کفیل نے پچاس دینار بعوض ہزار درم کے بائع کے ہاتھ فروخت کر دیے تھے اور بائع نے دیناروں پر قبضہ کیا تھا تو مشتری بائع سے درم لے سکتا ہے اور کفیل کو بائع سے لینے کی کوئی راہ نہین ہے اور اگر بجاے بیع کے صلح ہو مثلاً کفیل نے بائع سے درمون کے عوض پچاس دینار پر صلح کی پھر مشتری کے سپرد کرنے سے پہلے وہ غلام مرگیا تو بیع کے مانند اسکا بھی حکم ہے مگر صلح اور بیع مین یہ فرق ہے کہ صلح کی صورت مین غلام بیچنے والے کو اختیار ہے کہ اگر چاہے تو پچاس دینار واپس کرے یا ہزار درم واپس کرے اور بیع کی صورت مین اسپر ہزار درم ہی واپس کرنا واجب ہین۔ پھر صلح کی صورت مین اگر بائع نے دینار واپس دینے چاہے تو انکو کفیل اپنے قبضہ مین لائیگا اور اگر درم واپس دینا چاہے تو اس سے مشتری لیگا اگر کفیل مشتری کی طرف سے مامور تھا کہ بائع کو ثمن ادا کرے اور اسنے پچاس دینار بائع کے ہاتھ ثمن کے عوض فروخت کیے یا صلح مین دیے تو جائز ہے۔ اور اگر کفیل نے مشتری کی طرف سے بدون اسکے حکم کے کفالت کی پھر کفیل نے بعوض ثمن کے پچاس دینار فروخت کیے یا بائع کے ساتھ صلح کر لی تو بیع کسی صورت مین جائز نہین ہے اور صلح مین اگر یہ تقریر ہے کہ جو ثمن بائع کا مشتری پر آتا ہے وہ اس متبرع یعنے کفیل کا ہو تو صلح بھی باطل ہے اور اگر اس شرط پر صلح کی کہ مشتری ثمن سے بری ہے تو صلح جائز ہے اور اگر صلح کو مطلقاً چھوڑ دیا اور کچھ شرط نہ لگائی تو بھی صلح صحیح ہے پس اگر مشتری کے سپرد کر دینے سے پہلے غلام مرگیا یا اسکا کوئی حقدار نکلا پس اس صورت مین کہ صلح مین کوئی شرط نہین مطلقاً ہے مشتری کو بائع سے لینے کی کوئی راہ نہین ہے لیکن کفیل ہی بائع سے واپس لیگا اور بائع کو اختیار ہوگا کہ خواہ درم دیوے یا دینار دے یہ ذخیرہ مین لکھا ہے۔ اور اگر دوسرے شخص کا نائبہ[2] اسکے حکم سے ادا کر دیا تو اس سے لیگا اگرچہ واپس لینے کی شرط نہ کی ہو جیسا کہ قرض کی صورت مین ہوتا ہے یہ معراج الدرایہ مین لکھا ہے اور شمس الائمہ نے فرمایا کہ یہ حکم اس صورت مین ہے کہ جب اسکو ادا کرنے کے واسطے بدون زبردستی کے حکم دیا ہو اور اگر اسپر زبردستی کی گئی تو واپس لینے کے باب مین اسکا حکم دینا کچھ معتبر نہوگا یہ غنایہ مین لکھا ہے۔ سیر مین مذکور ہے کہ اگر کوئی مسلمان حربیون کے قبضہ مین مقید ہو پھر اسکو کسی شخص نے حربیون سے خرید کیا پس اگر بدون اسکے حکم کے خریدا تو اسپر احسان کیا اور کچھ نہین لے سکتا ہے اور جسکو خرید لایا وہ رہا کر دیا جائیگا۔ اور اگر اسنے حکم کیا تو قیاس چاہتا ہے کہ مامور اپنے حکم دینے والے سے کچھ نہ لے سکے[3] اور استحساناً پھیر لیگا خواہ قیدی نے اس سے کہا ہو کہ اس شرط پر کہ تو مجھ سے لے لینا یا یہ نہ کہا ہو اور یہ مسئلہ ایسا ہے کہ اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ اپنا مال میرے عیال پر خرچ کر دے یا میرے مکان کی عمارت مین

[1] قولہ یعنے اس صورت مین صلح بیع مین فرق ہے ۱۲ [2] قولہ جو چیز چوکیداری وغیرہ کے مانند سلطان کی طرف سے بندھی ہے ۱۲
[3] قولہ لے سکے اسواسطے کہ وہ غلام نہین ہے جس کی خریداری کا حکم صحیح ہو ۱۲

خرچ کردے اور اس نے ایسا ہی کیا تو اسکو اختیار ہے کہ جسقدر اسنے خرچ کیا ہے اپنے حکم دینے والے سے لے لے اور اسیطرح اگر قیدی نے کسی شخص کو حکم دیا کہ فدیہ دیکر اس قیدی کو اہل حرب سے چھوڑا لے تو یہ خریدنے کے واسطے حکم دینے کے مانند ہے یہ فتاویٰ قاضی خان مین لکھا ہے۔ کسی نے کچھ اونٹ غیر معین کہ جولادو اور سواری کے تھے کرایہ پر لیے اور انکا کوئی کفیل لے لیا پھر جمال غائب ہو گیا اور کفیل نے لدایا تو ضمانت کے دن کا اجر مثل اس کرایہ دینے والے سے لیلیوے ایسے ہی اگر سلائی کی کفالت کی تو بھی یہی حکم ہے اور اگر کفیل نے حقدار کو اسکے دین کے عوض کسی پر حوالہ کر دیا اور حقدار نے اسکو بری کر دیا تو کفیل کو اختیار ہے کہ اپنے اصیل سے لے لیوے یہ قول امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالے کا ہے اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالے اور زفر رحمہ اللہ تعالے کے نزدیک نہین لے سکتا ہے کسی شخص کے دوسرے پر ہزار درم تھے اور اسنے کسی کو اپنی طرف سے طالب کیواسطے کفالت کرنے کا حکم دیا پھر اصیل نے ایک شخص سے کہا کہ تو اس کفیل کی ذات کی کفالت کر اور اسنے ایسا ہی کیا پھر طالب نے کفیل بالنفس سے مواخذہ کیا تو کفیل کو اس شخص پر جس نے حکم دیا ہے کوئی راہ نہین ہے اور اگر اسنے کسی شخص کو حکم دیا کہ اسنے مال کی کفالت کی پھر طالب نے دوسرے کفیل کو پکڑا اور اس سے مال لے لیا تو اسکو اختیار ہے کہ اپنے حکم دینے والے سے وہ مال لے لے یہ محیط مین لکھا ہے کسی نے دوسرے سے کہا کہ فلان شخص کو میری طرف سے ہزار درم ہبہ کردے اور اسنے موافق حکم کے کیا تو یہ ہبہ حکم دینے والے کی طرف ہوگا اور یہ مامور اپنے حکم دینے والے سے نہ لیگا اور نہ قبضہ کرنے والے سے لیگا اور حکم دینے والے کو اختیار ہے کہ ہبہ سے رجوع کرلے اور جتنے ادا کیے ہین وہ متبرع ہوگا اور اگر کسی نے کہا کہ ہزار درم فلان شخص کو ہبہ کردے اس شرط پر کہ مین ضامن ہون اور اسنے ایسا ہی کیا تو ہبہ جائز ہے اور حکم دینے والا مامور کو ضمانت دیدے اور حکم دینے والے کو اختیار ہے کہ ہبہ سے رجوع کرلے یہ فتاویٰ قاضی خان مین لکھا ہے اور اگر کہا کہ اسکو میری طرف سے قرضہ دے یا میری طرف سے اسکو عطا کر تو ان صورتون مین واپس لیگا اگرچہ یہ شرط نہ لگائی ہو کہ مین ضامن ہون اور اگر اسنے جس چیز کے دینے کا حکم دیا ہے اسکے سوائے دوسری دی تو رجوع نہین کر سکتا ہے یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہے۔ اگر اس سے کہا کہ تو فلان شخص کو ہزار درم قرض دے اور اسنے قرض دیے تو حکم دینے والا کچھ بھی ضامن نہوگا خواہ اسکا خلیط ہو یا نہو اور اگر کسی شخص نے کچھ مال کسی اجنبی کو ہبہ کیا پھر جسکو ہبہ کیا ہے اسنے کسی شخص کو حکم کیا کہ اپنے مال مین سے اس ہبہ کا عوض ہبہ کرنے والے کو دیدے اور اسنے ایسا ہی کیا تو جائز ہے اور حکم دینے والے سے رجوع نہین کر سکتا ہے مگر اس صورت مین کہ اسنے یہ کہدیا ہو کہ اس شرط پر دے کہ تو مجھسے اسکو لے لینا تو البتہ رجوع کر سکتا ہے اور اسیطرح اگر کسی سے کہا کہ اپنے طعام سے میری قسم کا کفارہ ادا کر یا اپنے مال سے میرے مال کی زکوٰۃ ادا کر یا اتنا دیکر کسی کو میری طرف سے حج کرادے یا میرے کفارہ ظہار سے ایک غلام آزاد کردے تو اس مین رجوع نہین کر سکتا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان مین لکھا ہے اگر کسی[۲] نے دوسرے سے کہا کہ مجکو ہزار درم ہبہ کر اس شرط پر کہ فلان شخص اسکا

---

[۱] قولہ یعنے مامور کو اپنے حکم دینے والے سے واپس لینے کا اختیار نہین ہے ۱۲ [۲] قولہ مثلاً زید نے بکر سے کہا کہ مجھے ہزار درم ہبہ کر اس شرط سے کہ خالد ضامن ہے خالد نے کہا کہ ہان تو یہ خالد کی طرف سے ہبہ ہوا اور بکر کا خالد پر قرض ہے ۱۲

ضامن ہو اور فلان شخص حاضر تھا اس نے کہا کہ ہان پھر مامور نے اسکو ہزار درم ہبہ کر دیے تو یہ ہبہ ضامن کیطرف سے ہوگا اور یہ مال دینے والے کا ضامن پر قرض ہوگا یہ ذخیرہ مین لکھا ہو- امام محمدؒ نے جامع مین فرمایا ہو کہ ایک شخص کے دوسرے پر ہزار درم قرض تھے پھر قرضدار نے کسی سے کہا کہ قرضخواہ کو اسکا مال ادا کر دے اور مامور نے کہا کہ مین نے اسکا مال ادا کر دیا اور اب تجھ سے لونگا اور قرضدار نے اس بات کی تصدیق کی اور قرضخواہ نے کہا کہ تو نے کچھ بھی ادا نہین کیا ہو تو قسم لیکر قرضخواہ کا قول معتبر ہوگا اور مامور اپنے حکم دینے والے سے کچھ نہین لے سکتا ہو اگرچہ اسنے اس کی تصدیق کی ہے اور اسیطرح اگر کسی شخص نے مکفول عنہ کے حکم سے مال کی کفالت کی پھر کفیل نے کہا کہ مین نے قرضخواہ کو اسکا مال ادا کر دیا اور مکفول عنہ نے اسکی تصدیق کی اور قرضخواہ نے اسکی تکذیب کی اور قسم کھائی اور اپنا مال مکفول عنہ سے لے لیا تو کفیل مکفول عنہ سے نہین لے سکتا ہو اور اگر حکم دینے والے نے بھی ادا کر دینے سے انکار کیا اور مامور نے گواہ پیش کیے کہ مین نے قرضخواہ کو ادا کر دیا ہو تو مامور اپنے حکم دینے والے سے لے لیگا اور یہ گواہی طالب پر بھی مقبول ہوگی اگرچہ طالب غائب ہو- اور اگر حکم دینے والے نے مامور سے کہا کہ فلان شخص کے مجھپر ہزار درم ہین تو اپنا غلام اسکے عوض فروخت کر دے تو یہ جائز ہو پس اگر اسنے غلام قرضہ کے عوض بیچا پھر دونون نے اختلاف کیا قرضخواہ نے کہا کہ اسنے بیچا تھا مگر ہنوز مین نے قبضہ نہ کیا تھا کہ غلام اسی کے پاس مر گیا اور بائع اور حکم دینے والے نے کہا کہ نہین بلکہ تو نے قبضہ کر لیا تو قرضخواہ کا قول قسم لیکر معتبر ہوگا پس اگر اسنے قسم کھا لی تو ثابت ہوگا کہ مبیع قبضہ سے پہلے تلف ہوئی ہو اور اس سے لازم آتا ہو کہ عقد جڑ سے فسخ ہو جاوے پس بدلا کرنیکا حکم جاتا رہیگا اور قرضخواہ کو اختیار ہوگا کہ قرضدار کی طرف رجوع کرے اور مامور اپنے حکم دینے والے سے کچھ نہین لے سکتا ہے اگرچہ اسنے اسکی تصدیق کی ہو- اور اگر حکم دینے والے نے طالب کے قبضہ کرنے سے انکار کیا اور مامور نے گواہ پیش کیے کہ اسنے وصول کر لیا تو اسکے گواہ مقبول ہون گے اور یہ بھی قضاء علے الغائب[1] ہو اور اگر حکم دینے والے نے اس سے کہا کہ تو فلان شخص سے ہزار درم سے جو اسکے مجھپر ہین اپنے اس غلام پر صلح کر لے اور اس نے صلح کر لی پھر طالب نے کہا کہ مین نے قبضہ نہین کیا تو یہ صورت اور پہلی صورت یکسان ہے مگر اس صورت مین غلام کا مالک حکم دینے والے سے غلام کی قیمت لیگا اور بیع کی صورت مین اس سے قرضہ لیگا یہ محیط مین لکھا ہو- اگر کسی شخص پر دعوی کیا کہ اسنے ایک شخص کے نفس کی کفالت کی تھی بسبب ہزار درم کے جو مدعی کے اسپر آتے تھے اگر کل کے روز اسکو نہ پہونچا دے اور اسپر دو گواہون نے گواہی دی اور یہ بھی گواہی دی کہ مکفول بہ نے کفیل کو اسکا حکم دیا تھا اور کفیل و مکفول عنہ دونون مال سے اور حکم دینے سے انکار کرتے ہین اور قاضی نے اس گواہی کی وجہ سے کفیل پر حکم دیا اور نہ پہونچانے کی وجہ سے مال لے لیا اور ادا کر دیا تو کفیل مکفول عنہ سے لے سکتا ہو اگرچہ اس کے زعم مین یہ تھا کہ مین اصیل سے نہین لے سکتا ہون اور ان دونون مین کفالت نہ تھی مگر قاضی نے اسکے زعم کی تکذیب کی یہ ظہیریہ مین لکھا ہو- اگر کسی نے دوسرے کے پاس ہزار درم یا ایک غلام ودیعت رکھا اور ودیعت

[1] قولہ علی الغائب یہ مسئلہ دلیل ہو کہ غائب پر گواہی مال کی صورت مین ضمناً قبول ہوتی ہو

رکھنے والے نے اسکو اجازت دی کہ ہزار درم ودیعت سے اپنا قرضہ ادا کرے یا اپنے قرض خواہ سے غلام پر صلح
کرے پس اس نے کہا کہ میں نے ایسا ہی کیا اور قرضخواہ نے اسکی تکذیب کی اور قسم کھا کر اپنا حق مدیون سے لے لیا
تو مدیون ودیعت کا ضامن ہے اور اگر غلام کے مالک نے قرضدار کو حکم دیا کہ اپنے قرض میں اسکو فروخت کرے
اور اس نے کہا کہ میں نے فروخت کر کے سپرد کر دیا اور قرضخواہ نے اسکی تکذیب کی اور قسم کھالی تو ودیعت رکھنے
والا مدیون سے نہ لیگا یہ کافی میں لکھا ہے اگر زید کے عمرو پر ہزار درم قرض تھے پھر عمرو نے بکر سے کہا کہ تو زید کو ہزار
درم دیدے تاکہ ان ہزار درم کے عوض جو مجھپر آتے ہیں قبضہ کرے اس شرط پر کہ میں تیرے لیے اسکا ضامن ہوں پھر
بکر نے کہا کہ میں نے دیدیے اور عمرو نے اسکی تصدیق کی اور زید نے اسکی تکذیب کی تو زید کا قول معتبر ہوگا
اور بکر عمرو سے ہزار درم لے لیگا اور اگر عمرو نے بکر سے کہا کہ تو زید کو ہزار درم میرے قرضہ کے ادا میں دیدے
اس شرط پر کہ جو تو دیگا میں اسکا ضامن ہوں پھر بکر نے کہا کہ میں نے دیدیا اور عمرو نے اسکی تصدیق کی اور زید
نے اسکی تکذیب کی اور قسم کھالی اور اپنا قرضہ قرضدار سے لے لیا تو بکر عمرو سے کچھ نہیں لے سکتا ہے اور اگر عمرو و زید نے
مال ادا کر دینے سے انکار کیا اور بکر نے دیدینے پر گواہ پیش کیے تو مامور یعنی بکر عمرو سے جو اسنے دیا ہے لے لیگا اور پہلے
مسئلہ میں زید عمرو سے اپنا قرضہ لیگا اور دوسرے مسئلہ میں بری ہو جائیگا کذا فی المحیط

پانچویں فصل تعلیق؎ اور تعجیل کے بیان میں کفالت کی تعلیق شرطوں کے ساتھ صحیح ہے مثلاً کہا کہ جو تو نے فلان شخص
کے ہاتھ بیچ کیا وہ مجھپر ہے یا جو تیرا حق اسپر ثابت ہو وہ مجھپر ہے یا جو تیرا فلان شخص نے غصب کیا وہ مجھپر ہے پھر اگر یہ
شرط مناسب؎ ہو مثلاً حق کے واجب ہونے کی شرط ہو جیسے کہ مبیع کے استحقاق پر تعلیق کرنا یا پورا حق لینے کے واسطے
مثلاً کہا کہ جب زید آئے اور زید ہی مکفول عنہ ہے یا حق لینا متعذر ہونے کے وقت کی شرط کرنا مثلاً یہ کہنا کہ وہ جب
شہر سے غائب ہو جاوے تو اسکا قرضہ مجھپر ہے پس یہ صحیح ہے اور اگر یہ شرط مناسب نہو مثلاً یہ شرط لگا کہ اگر ہوا چلے
یا اگر مینہ آوے یا اگر زید گھر میں جاوے تو یہ صحیح نہیں ہے اور کفالت ایسی چیز ہے کہ جسکا شرط کے ساتھ میں تعلیق
کرنا صحیح ہے پس فاسد شرطوں سے مثل طلاق اور عتاق کے باطل نہوگی یہ کافی میں لکھا ہے کسی نے دوسرے سے
کہا کہ جب تو نے فلان شخص کے ہاتھ کچھ بیچا تو وہ مجھپر ہے پھر اسنے اسکے ہاتھ ایک چیز بیچی پھر دوسری چیز بیچی تو
کفیل کو پہلا مال لازم ہوگا دوسرا نہیں یہ فتاوی قاضی خان میں لکھا ہے کسی نے ایک شخص سے کہا کہ تو فلان شخص
کے ہاتھ فروخت کر اور جو کچھ تو بیچے وہ مجھپر ہے پس یہ استحسانا جائز ہے اور جب اسنے کوئی چیز کسی جنس کے عوض
اور کسی قدر کو اسکے ہاتھ فروخت کی تو کفیل کو لازم ہوگی پس اگر کفیل نے انکار کیا کہ تو نے کچھ نہیں بیچا ہے اور طالب
نے کہا کہ میں نے اسکے ہاتھ ایک مال ہزار درم کو بیچا ہے اور اسنے مجھسے لیکر قبضہ کیا ہے اور مکفول عنہ نے اس کی

؎ قولہ تعلیق کسی شرط پر معلق کرنا مثلاً اگر تو نے اسکے ہاتھ تاجرانہ بیع کی تو میں ضامن ہوں تعجیل بلا شرط ۱۲ ؎ قولہ
مناسب ہو یعنی کفالت کے مناسب ہو کہ جس سے حق واجب ہوتا ہے مثلاً یہ مبیع تیرے ہاتھ سے چھن جاوے تو میں ضامن ہوں یا حق وصول
ہوتا ہے مثلاً جب اصیل آجاوے کیونکہ کفیل اسوقت حق ضائع ہونے کا خوف ہے مثلاً جب اصیل غائب ہو جاوے تب ضامن ہوں ۱۲

تصدیق کی تو اس صورت مین کفیل پر مال لازم آنے کی دو صورتین ہین اول یہ کہ وہ مال کہ جس کے بیچنے کا دعویٰ کرتا ہی اسکے پاس یا مشتری کے پاس موجود ہو پس اس مین قیاس یہ چاہتا ہی کہ کفیل پر کچھ نہ لازم آوے اور ایسا ہی اسد ابن عمرؒ نے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ سے روایت کیا ہی اور استحسانًا اسکے ذمہ ثابت ہوگا اور دوسری صورت یہ ہی کہ وہ مال تلف ہو گیا ہو اور اس صورت مین کفیل پر کچھ نہ لازم آویگا تا وقتیکہ طالب بیع ہو جانے پر گواہ پیش نہ کرے اور یہ قیاس اور استحسان ہی اور اگر کفیل نے کہا کہ تو نے اسکو پانسو درم کو بیچا ہی اور طالب نے کہا کہ مین نے اسکو ہزار درم کو بیچا ہی اور مکفول عنہ نے اسکا اقرار کیا تو استحسانًا یہ حکم ہی کہ کفیل سے ہزار درم کا مواخذہ کیا جائیگا اور اگر کہا کہ جو کچھ تو اسکے ہاتھ آج کے روز بیچے وہ مجھپر ہی پھر اس نے اسکے ہاتھ دو چیزین اسی روز بیچین تو دونون کفیل پر لازم ہون گی اور اسی طرح اگر کہا کہ جب کبھی تو نے اسکے ہاتھ کچھ بیچا تو مین ضامن ہون تو بھی یہی حکم ہی اور اگر کہا کہ اگر یا جب کوئی اسباب تو نے اسکے ہاتھ فروخت کیا تو مین اسکے ثمن کا ضامن ہون پس اسنے کوئی اسباب دو ٹکڑے کرکے ایک دوسرے کے پیچھے پانسو کے حساب سے فروخت کیے تو کفیل کے ذمہ پہلا مال لازم ہوگا اور دوسرا نہین اور اگر کفیل نے یہ کہا کہ جو تو نے زطی کپڑا بیچا تو وہ مجھپر ہے پھر اسنے یہودی کپڑا یا ایک کر گیہون فروخت کیے تو کفیل پر کچھ نہ لازم آئیگا یہ محیط مین لکھا ہی کسی نے دوسرے سے کہا کہ فلان شخص کے ہاتھ فروخت کر اس شرط پر کہ جو تجھکو خسارہ ہوگا وہ مجھپر ہے یا کہا کہ اگر یہ تیرا غلام تلف ہوا تو مین ضامن ہون تو یہ کفالت صحیح نہین ہی یہ فتاویٰ قاضی خان مین لکھا ہی۔ اگر کسی نے کہا کہ جو کچھ بیع آج کے دن فلان شخص سے کی مین کفیل ہون پھر اس سے ایک سے زیادہ[1] لوگون نے بیع کی تو کفیل پر کچھ نہ لازم آویگا اور بشرؒ نے امام ابو یوسفؒ سے روایت کی کہ کسی نے دوسرے سے کہا کہ تو اپنا یہ غلام فلان شخص کے ہاتھ ہزار درم کو اس شرط پر فروخت کر دے کہ مین ان ہزار کا ضامن ہون پھر اسنے دو ہزار کو فروخت کیا تو کفیل صرف ایکہزار کا ضامن ہوگا اور اگر اسکو پانسو درم کم کو بیچا تو پانسو درم کا ضامن ہوگا اور اگر اسکا آدھا پانچسو درم کو بیچا تو پانچسو درم کا ضامن ہوگا یہ محیط مین ہی۔ اور فتاویٰ عتابیہ مین ہے کہ اگر یون کہا کہ جو کچھ تو فلان شخص کو ادھار دے وہ مجھپر ہے تو یہ نقد قرض[2] و ادھار خرید پر ہی اور اگر اسنے بیع واقع ہونے سے پہلے ضمانت سے انکار کیا یا اسکے ساتھ بیع کرنے سے منع کیا تو ضامن نہ ہیگا یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی۔ اگر یہ کہا کہ جو تو نے اسکو آج کے روز قرض دیا وہ میری ضمانت مین ہی پھر اسنے اسکے ہاتھ کچھ مال فروخت کیا تو کفیل کے ذمہ اسکا ثمن واجب نہوگا یہ محیط مین لکھا ہی اگر کفیل نے کہا کہ جو کچھ تیرا اسپر ہی مین نے اسکی کفالت کی پھر اسپر گواہ قائم ہوے کہ اسپر ہزار درم ہین تو کفیل اسکا ضامن ہوگا اور اگر گواہ نہ قائم ہوے تو مقدار کی اقرار مین کفیل کا قول قسم لیکر معتبر ہوگا پس اگر مکفول عنہ نے اس سے زیادہ کا اقرار کیا تو یہ اسکے حق مین حجت ہوگا اسکے کفیل کے حق مین

[1] **قولہ** زیادہ اسواسطے کہ صیغہ عموم نہین علاوہ اسکے کفالت صریح نہین ہی ۱۲ منہ [2] **قولہ** نقد قرض یعنے ایسے لفظ سے کفالت فقط قرض نقد اور خرید ادھار پر رکھی جائیگی حتی کہ اگر نقد قرض لیا تو بھی کفیل ضامن ہی ہان جب تک معاملہ ادھار واقع نہین ہوا تب تک کفیل کو اپنی کفالت سے پھر جانے کا اختیار ہی اور بعد اسکے نہین ۱۲ منہ

تصدیق نہ کیا جائیگا یہ کافی مین لکھا ہی۔ بکر نے اپنی صحت مین کہا کہ جو کچھ زید اپنے اوپر عمرو کا قرضہ اقرار کرے وہ مجھپر ہے پھر کفیل بیمار ہو گیا اور اسپر اسقدر قرض تھا کہ تمام مال اسکا گھیرے ہوئے تھا پھر زید نے اقرار کیا کہ عمرو کا اسپر ہزار درم قرضہ ہی تو یہ سب مریض کے ذمہ اسکے تمام مال مین لازم ہوگا اور اسی طرح اگر مکفول عنہ نے کفیل کے مرنے کے بعد یہ اقرار کیا تو بھی اسکے ذمہ لازم کیا جاویگا اور مکفول عنہ کفیل کے قرضخواہون کا مخاصم ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ اگر کسی نے کہا کہ جو کچھ تیرا فلان شخص پر ثابت ہو وہ مجھپر ہی یا جو اسپر حکم کیا جاوے وہ مجھپر ہے پھر مطلوب نے کسی قدر مال کا اقرار کیا تو کفیل کے ذمہ لازم ہوگا مگر اس صورت مین کہ جو کچھ اسپر حکم کیا جاوے اسکا ضامن ہی بدون حکم قاضی کے صرف اقرار سے ضامن نہوگا۔ اور اگر کہا ہو کہ جو کچھ تیرا ہی یا جو کچھ تیرے لیے کل[1] اقرار کیا ہی اور مطلوب نے کہا کہ مین نے اسکے واسطے ہزار درم کا اقرار کیا ہی تو کفیل پر لازم نہون گے اور اگر اسنے کہا کہ جو اقرار کیا[2] پس اسنے فی الحال اقرار کیا تو لازم ہوجائیگا اور اگر اس بات پر گواہ قائم ہوے کہ اسنے کفالت سے پہلے اسکے واسطے مال کا اقرار کیا ہی تو کفیل پر لازم نہوگا کیونکہ اس نے یہ نہین کہا ہی کہ جو کچھ اقرار کیا ہوا تھا اسکا ضامن ہون اور اگر مطلوب نے قسم کھانیسے انکار کیا اور قاضی نے اسکے ذمہ لازم کیا تو کفیل کے ذمہ لازم نہوگا یہ غایۃ البیان مین ہی کسی شخص نے دوسرے سے کہا کہ جو تیرا حق فلان شخص پر ثابت ہو وہ مجھپر ہی اور طالب[3] اسپر راضی ہوا پھر مطلوب نے طالب سے کہا کہ مجھپر ہزار درم ہین اور طالب نے کہا کہ میرے تجھپر دو ہزار درم ہین اور کفیل نے کہا کہ طالب کا مطلوب پر کچھ نہین ہی تو کتاب الاصل مین مذکور ہی کہ مطلوب کا قول معتبر ہوگا اور ہزار درم کفیل پر واجب ہونگے یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ اگر کسی کے کہنے سے جو کچھ اس پر ثابت ہو اسکی کفالت کی پھر کفیل کی موت کے بعد مکفول عنہ پر حکم دیا گیا تو کفیل کے ترکہ سے لیا جائیگا اور طالب اسکے قرضخواہون کے ساتھ شامل کیا جائیگا اور اگر اصیل مر گیا ہو اور جو باقی رہا اس مین اگر اصیل مر گیا ہو تو اسکے ترکہ مین وارثون کے ساتھ شامل کیا جائیگا اور اگر طالب چاہے تو اصیل کے قرضخواہون مین اسکے ترکہ مین شامل ہوجاوے پھر جو باقی رہا اسکے لیے کفیل کے ترکہ مین شامل ہوگا یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی۔ اگر کسی شخص نے کسی کی طرف سے اسکے حکم سے ہزار درم کی کفالت کی اس شرط پر کہ مکفول عنہ مجھے یہ غلام رہن دے اور طالب[4] پر یہ شرط نہین لگائی پھر مکفول عنہ نے غلام کے دینے سے انکار کیا تو اسکو یہ اختیار ہی اور کفیل کو یہ اختیار نہوگا کہ چاہے کفالت کو تمام کرے یا فسخ کردے اگرچہ اسکو مشروط نہ دیا گیا کیونکہ یہ شرط فقط اسکے اور مکفول عنہ کے درمیان ہوئی ہی پس خیار اگر ثابت ہو تو مکفول عنہ کی طرف سے ہوگا اور وہ مالک نہین ہی بخلاف اسکے کہ اگر طالب کے درمیان یہ شرط قرار پائی مثلاً یون کہا کہ مین تیرے لیے اس مال کی کفالت کرتا ہون بشرطیکہ مکفول عنہ مجھے یہ غلام رہن مین دے پس اگر مطلوب نے سے انکار کرتا تو کفیل کو یہ خیار طالب کی طرف سے جو مالک فسخ ہی حاصل ہوتا۔ اور اسیطرح اگر اسنے طالب سے کہا کہ مین

---

[1] قولہ کل یعنی گذرے ہوے کل کے دن جو کچھ اقرار کرچکا ہی ۱۲ [2] قولہ جو اقرار کیا یعنی اگر کہا کہ جو اقرار کیا وہ مجھپر ہے اور کل کا روز نہین کہا پس مطلوب نے فی الحال اقرار الخ ۱۲ منہ [3] قولہ طالب یعنی قرض خواہ سے کفیل ہونے کے وقت یہ شرط نہ تھی کہ قرضدار یہ غلام رہن دیگا تو مین کفیل ہون ورنہ نہین اور مشروط یعنی وہ غلام ۱۲

تیرے لیے اس مال کی کفالت اس شرط پر کرتا ہون کہ مطلوب مجھے اپنا غلام فلان رہن مین دے اور اگر اس نے نہ دیا
تو مین اس مال کی کفالت سے بری ہون پھر مطلوب نے غلام کو رہن مین دینے سے انکار کیا تو وہ کفالت سے بری
ہوگا اور اگر مطلوب سے کہا کہ مین تیری طرف سے اس مال کی کفالت اس شرط پر کرتا ہون کہ تو مجھے کفیل دے تو اس
صورت مین اسکو کفالت کے باقی رکھنے اور فسخ کرنیکا اختیار ہوگا اور اگر اسنے طالب سے یہ شرط لگائی کہ مین کفالت
اس شرط پر کرتا ہون کہ اگر مطلوب نے مجھے کفیل دیا تو مین کفالت کرونگا ورنہ مین بری ہون پھر کفیل دوسرا نہ دیا (یعنے مطلوب نے ۱۲)
تو وہ بری ہوگا یہ محیط مین لکھا ہو۔ امام محمد رحمہ اللہ تعالی نے فرمایا کہ اگر کسی شخص نے دوسرے کی طرف سے ہزار درم
کی اس شرط سے کفالت کی کہ یہ مال طالب کو اس ودیعت سے جو اسکے پاس مطلوب کی ہو ادا کریگا تو ضمان جائز ہو اور
اسپر جبر کیا جائیگا کہ ودیعت سے دین ادا کرے اور یہ حکم استحسان ہو پس اگر ودیعت تلف ہو گئی تو کفیل پر ضمان
نہ رہیگی یہ ذخیرہ مین لکھا ہے۔ اور اسی طرح اگر صاحب ودیعت نے اس شخص سے جسکے پاس ودیعت ہے یہ
خواہش کی کہ ودیعت کا ضامن ہو تا کہ فلان شخص کو اسکے قرضہ کے ادا مین دیوے اور اس نے ایسا ہی کیا تو جائز
ہے اور یہ مسئلہ اور پہلا مسئلہ یکسان ہے اور منتقی مین ہے لکھا ہو کہ اگر اس ضامن نے مال ودیعت اس کے مالک کو
دیدیا یا اس کے مالک نے اس سے لے لیا تو مال اسکے ضامن پر رہیگا یہ محیط مین لکھا ہو اگر کسی شخص کے واسطے ہزار
درم کا ضامن اس شرط پر ہوا کہ اسکو اس مکان کے ثمن سے ادا کریگا پھر اس مکان کو فروخت نہ کیا تو کفیل پر ضمان
نہوگی یہ ذخیرہ مین لکھا ہو۔ اور اگر اس طرح ضمان کر لی کہ اس مکان کے ثمن مین سے ادا کریگا پھر وہ مکان کسی غلام
کے عوض فروخت کیا تو اسپر مال لازم نہوگا اور اسپر جبر نہ کیا جاویگا کہ غلام کو ضمان مین فروخت کرے پس اگر اسکے
بعد اسنے غلام کو فروخت کیا اور درم اسکے ثمن مین آئے تو استحسانا اسپر یہ حکم دیا جائیگا کہ یہ درم ضمانت مین ادا کرے
یہ محیط مین لکھا ہو۔ اگر کسی کی طرف سے کسی قدر مال کی ضمانت اس شرط پر کی کہ اس غلام کے ثمن سے ادا کریگا
اور وہ غلام کفیل کا ہو پھر فروخت کرنے سے پہلے وہ مرگیا تو ضمان کفیل سے ساقط ہو گئی اور اگر اس نے غلام کو
سو درم کو بیچا اور یہی اسکی قیمت تھی اور قرضہ ہزار درم تھے تو اسکے ذمہ صرف بقدر قیمت غلام کے لازم آئیگا اور
امام ابو یوسف نے فرمایا کہ اگر اس شرط پر ضمانت کی کہ اس غلام کے ثمن سے ادا کریگا اور غلام اسکا نہو تو ضمان باطل ہے
اور اگر اس شرط پر ضمانت کی کہ اپنے غلام کے ثمن سے ادا کرونگا اور اسکا کوئی غلام نہین ہو تو ضمان لازم ہوگی
یہ ذخیرہ مین لکھا ہو کسی نے کسی کے واسطے سو درم کی ضمانت اس شرط پر کی کہ اسکے آدھے یہان ادا کریگا اور آدھے رے
مین اور کوئی وقت مقرر نہ کیا تو جہان چاہے اسکے لینے کا اختیار ہو اور اگر جس شی کی ضمانت کی ہو اسکی بار برداری اور خرچ
ہے تو شرط کی جگہ لیگا۔ اور اگر دوسرے سے کہا کہ مین نے ہزار درم کی ضمانت تیرے واسطے اس شرط پر کی کہ وہ مجھے
نہ ادا کریگا تو یہ باطل ہو۔ اور اگر کہا کہ اس شرط پر کہ میری زندگی مین مجھے نہ دیگا تو جائز ہو پھر مال بعد موت کے اسکے
میراث سے لیا جائیگا یہ محیط مین لکھا ہو۔ اگر کسی نے دوسرے کی کفالت بالنفس مین کہا کہ مین اسکا ضامن ہون کہ جو مال
اسپر قاضی کوفہ کے حکم سے لازم آوے پھر اسپر مال کا حکم دوسری جگہ کے قاضی نے کیا تو اسکے ذمہ لازم ہوگا اور اگر

کہا کہ جو تیرے لیے فلان حَکَم کے حکم سے اسپر واجب ہو گا وہ مجھپر ہے پھر اسپر دوسرے حَکَم کے حکم سے واجب ہوا تو اسکے ذمہ لازم نہوگا۔ اور یہ سب حکم اس صورت مین ہے کہ دونون قاضی حنفی المذہب ہون اور اگر حنفی مذہب کی شرط نکی اور شافعی مذہب نے حکم دیا تو وہ پکڑا نہ جائیگا اور ہمارے زمانہ مین تعیین[1] کا درست ہونا واجب ہے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے۔ ایک آدمی نے دوسرے پر دعوی کیا کہ اسنے میرا ایک کپڑا غصب کر لیا ہے اور مدعا علیہ سے ایک کفیل بالنفس لے لیا اور کفیل سے کہا کہ اگر تو اسکو کل کے روز مجھے نہ واپس دیگا تو مجھپر کپڑے کے دس درم واجب ہونگے پس کفیل نے کہا نہین بلکہ بیس درم پھر مکفول لہ خاموش رہا تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ ہمارے اور امام اعظمؒ کے قیاس مین فقط اسپر دس درم واجب ہون گے یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے کسی کے دوسرے پر سو درم تھے اور ایک شخص نے قرضدار کے نفس کی کفالت اس شرط پر کر لی کہ اگر مین اسکو کل کے روز نہ طالب سے ملا دون تو قرضہ سو درم مجھپر ہے پھر اگر اسنے کل کے روز اسے نہ ملایا تو سو درم کا کفیل ہو گیا اور کفالت بالنفس بھی بحالہ باقی رہی پھر اگر اسکے بعد یہ سو درم طالب کو دیدیے تو کفالت بالنفس سے بری نہوگا یہ خزانۃ المفتین مین لکھا ہے کسی نے ایک شخص کے نفس کی کفالت کی اور دوسرا آیا اس نے کفیل کے نفس کی کفالت اس شرط پر کی کہ اگر مین کفیل کو فلان وقت تجھسے نہ ملا دون تو جو مال طالب کا مکفول بہ اول پر ہے وہ مجھپر ہوگا تو دونون کفالتین بلا اختلاف صحیح ہین۔ اگر کفالت بالنفس اس شرط پر کی کہ اگر مین اسکو کل کے روز تجھے نہ پہونچا دون تو ہزار درم جو طالب کے مکفول عنہ پر ہین مجھپر ہون گے اور طالب کا مکفول عنہ پر سو دینار کا دعوی ہے سو درم کا پھر کفیل نے دوسرے روز نہ پہونچایا تو کفیل پر کچھ مال نہ لازم ہوگا یہ ذخیرہ مین لکھا ہے۔ منتقی مین ہے کہ اگر کسی نے دوسرے کے نفس کی کفالت اس شرط سے کی کہ اگر مکفول بالنفس طالب سے روپوش ہو جاوے تو کفیل اسکے مال کا جو اسپر ہے ضامن ہے پھر مکفول عنہ کوفہ کی طرف چلا گیا اور غائب ہو گیا پھر واپس آیا اور کفیل نے اسے طالب کو دیدیا تو مال کفیل پر لازم آئیگا یہ محیط مین لکھا ہے کسی نے دوسرے کے نفس کی اس شرط پر کفالت کی کہ اگر مین اسکو کل کے روز نہ پہونچا دون تو جو کچھ مطلوب پر ہے وہ کفیل پر ہوگا اور دوسرے روز اسنے نہ پہونچایا اور طالب نے اسپر ہزار درم کا دعوی کیا اور مطلوب نے اسکی تصدیق کی اور کفیل نے انکار کیا تو کفیل سے اسکے علم پر قسم لیگا اسی کا قول معتبر ہوگا یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہے۔ اور اگر طالب نے دعوی پر گواہ پیش کیے اور کفیل نے قسم سے انکار کیا تو اسپر ہزار درم لازم آوینگے۔ یہ محیط مین لکھا ہے۔ اگر کسی شخص کے نفس کی کفالت اس شرط پر کی کہ اگر اسکو کل نہ پہونچا دون تو مجھپر اسقدر مال لازم ہوگا جسقدر مطلوب اقرار کرے پھر دوسرے روز اس نے نہ پہونچایا اور مطلوب نے ہزار درم کا اقرار کیا تو کفیل اسی قدر کا ضامن ہے جسقدر اسنے اقرار کیا ہے یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہے۔ قال المترجم اور خلاصہ فرق یہ ہے کہ مسئلہ اقرار مین کفالت کا مضاف الیہ ہر طرح سبب وجوب ہے اور تعامل سے جائز ہے اور مسئلہ دعوی مین مضاف الیہ یعنی دعوی اگرچہ مدعی کے حق مین سبب وجوب ہو مگر مدعا علیہ کے حق مین نہین ہے اور نہ اس مین تعامل ہے اور مجرد دعوے مفید نہین ہے پس دعوے مثبتہ بالحجۃ مراد لیا گیا تا کہ سبب وجوب من کل وجہ ہو کذا فی الذخیرۃ ملخصا۔ اگر کسی شخص کے نفس

---

[1] قولہ تعیین یعنی ہمارے زمانہ مین چونکہ تقلید عام ہوگئی تو عرف بمنزلہ شرط ہوتا ہے پس چاہیے کہ جو مذہب متعین کیا وہ اعتبار ہو ۱۲

کی کفالت اس شرط سے کی کہ اگر مین اسکو کل کے روز تجھسے نہ ملادون تو جو اسپر ہی وہ مجھپر ہوگا۔ پھر وہ شخص خود طالب سے ملا اور طالب نے اسکا دامنگیر ہوکر جھگڑا کیا تو مال کفیل پر لازم ہوگا کیونکہ اسنے اسکو نہین ملایا اگرچہ آخر روز تک وہ طالب کے پاس رہا اور اگر اس شخص نے طالب سے ملکر کہا کہ مین نے اپنے تئین فلان کفیل کی طرف سے تیرے سپرد کیا تو کفیل مال سے بری ہوگیا خواہ کفالت بالنفس اسکے حکم سے ہو یا بلا حکم ہو یہ بدائع مین لکھا ہی۔ اگر کفالت مین یہ شرط کی کہ اگر کل کے روز مین اسکو تیرے پاس نہ پہونچا دون تو جسقدر مال تیرا اسپر ہی وہ مجھپر ہوگا اور مال کی مقدار نہ بیان کی تو دوسری کفالت مال کی بھی صحیح ہی پس اگر اسنے دوسرے روز نہ پہونچایا پس اگر کسی قدر مال پر دونون نے اتفاق کیا یا اسپر گواہ قائم ہوے تو اسقدر کفیل پر لازم ہوگا اور اگر مقدار مال مین کہ جو مکفول عنہ پر ہی دونون نے اختلاف کیا تو کفیل کا قول معتبر ہی کہ وہ زیادتی سے انکار کرتا ہی اگر کفالت بالنفس مین یہ شرط لگائی کہ اگر اسکو کل کے روز نہ پہونچا دون تو مجھپر سو درم ہین اور یہ نہ کہا کہ مجھپر وہ سو درم ہونگے جو مکفول عنہ پر ہین پھر دوسرے روز نہ پہونچایا تو دیکھنا چاہیے کہ اگر کفیل نے اقرار کیا کہ اسپر سو درم ہین اور اسکی طرف سے کفالت کی تو یہ شخص کفیل ہوگیا اور یہ ظاہر ہی اور اگر کفیل نے کہا کہ اسکا اسپر کچھ نہین آتا اور مین نے اپنی طرف سے طالب کو سو درم دینے کا اقرار کیا تھا اور طالب نے کہا کہ میرے سو درم اسپر آتے ہین اور تونے شرطیہ کل کے روز نہ پہونچانے پر دینے کا اقرار کیا تھا اور کفالت کی تھی تو قیاس یہ چاہتا ہے کہ کفیل پر کچھ نہ لازم ہو اور کفیل کا قول معتبر ہو اور اسی کو امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے اختیار کیا ہی اور یہی امام ابویوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کا پہلا قول ہی اور استحساناً کفیل کے ذمہ مال لازم ہوگا اور یہی قول امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کا اور دوسرا قول امام ابویوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کا ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر کفیل نے کہا کہ جب تو اسکو طلب کرے اور مین نہ پہونچا دون تو اسپر کے ہزار درم مجھپر ہونگے پھر طالب نے اسکو طلب کیا اور اس نے اسی مکان مین اسکو سپرد کیا تو مال سے بری ہوگیا اور امام محمد رحمہ اللہ کے اس قول کے معنی کہ اسی مکان مین سپرد کیا اور رئیس الائمہ سرخسی نے بیان کیے ہین کہ اسی مجلس مین جسمین طلب کیا تھا سپرد کیا اور شیخ الاسلام نے یہ معنی بیان کیے کہ جیسے ہی اسنے طلب کیا یہ فوراً اسکے حاضر کرنے اور حاضری کی تدبیر مین مشغول ہوا یہانتک کہ اسکو حاضر کیا یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ مترجم کہتا ہی کہ عربی محاورہ کے موافق یہ معنی بعید نہین ہین۔ ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ اگر فلان شخص تجھے تیرا مال نہ دیگا تو وہ مال مجھپر ہے پھر طالب نے اس سے تقاضا کیا اور اسنے تقاضے کے وقت نہ دیا تو استحساناً کفیل پر لازم ہوگا یہ فتاویٰ قاضیخان مین لکھا ہی اگر کفیل نے کہا کہ اگر مین اسکو کل کے روز تیرے پاس نہ پہونچا دون تو مجھپر سو درم سوائے ان سو درمون کے جو تیرے اس شخص پر ہین لازم ہونگے پھر اسنے وفا نہ کیا تو یہ مسئلہ امام محمد رحمہ اللہ کے قول کے موافق نہین بنتا ہی اور امام اعظم رحمہ اللہ اور ابویوسف کے قول کے موافق مشائخ نے بعد جواز کے اختلاف[1] کیا ہی بعضون نے کہا کہ دوسرے قرضدار کی طرف سے کفیل نہوگا اور

[1] قولہ اختلاف الخ اصل مین اسی طرح سے عبارت ہی اور میرے نزدیک نسخہ غلط ہی اور صحیح جواب یہ کہ شیخین کے قول پر مشائخ نے اختلاف کیا بعض نے کہا کہ اسپر کچھ مال لازم نہوگا اور نہ کفیل ہوگا اور بعض نے کہا کہ کفیل ہوجائیگا انتہی۔ بالجملہ سو درم جرمانہ کسی کے نزدیک لازم نہین ہین رہا کفیل تو ضمنہ ہوجاتا تو امام محمد کے نزدیک باطل ہی اور شیخین کے قول پر اختلاف ہی فافہم واللہ اعلم ۱۲

بعضون نے کہا کہ کفیل ہوجائیگا یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر کسی نے کہا کہ اگر مین اسکو کل کے روز نہ پہونچا دون تو تیرے سو درم
فلان شخص پر ہین وہ مجھپر ہون گے تو دوسریکا کفیل ہونا بالاتفاق جائز ہی بشرطیکہ یہ دوسرا قرضدار مکفول عنہ کا قرض
مین شریک ہو مثلاً دونون پر ایک ہی سبب سے قرضہ لازم آیا ہو اور ہر ایک دوسریکا کفیل ہو۔ اور اگر یہ شخص دوسرا مکفول عنہ
سے اجنبی ہو تو امام اعظمؒ اور امام ابو یوسف کے نزدیک دوسری کفالت جائز ہی حتی کہ اگر اسنے وفا نہ کیا تو مال کفیل پر لازم
ہوگا۔ اور امام محمدؒ کے نزدیک دوسری کفالت باطل ہی بخلاف اس صورت کے کہ مثلاً یون کہا کہ اگر مین اسکو کل تجھے۔ نہ
پہونچا دون تو جو مال تیرا اسپر ہے وہ فلان شخص پر ہوگا اور وہ فلان شخص موجود تھا اور اسنے قبول کر لیا تو یہ جائز ہے۔
اور اگر یون کہا کہ اگر اسکو مین تجھے کل کے روز نہ پہونچا دون تو مجھپر وہ سو درم ہونگے جو تیرے اسپر آتے ہین اور طالب نے
اسپر سو دینار کا دعوی کیا ہی نہ سو درم کا پس اگر اسنے شرط پوری نہ کی تو بلا خلاف اسکے ذمہ مال لازم نہوگا یہ ذخیرہ مین
لکھا ہی۔ اگر کہا کہ اگر مین تجھے اسکو کل کے روز نہ پہونچا دون تو جو مال فلان شخص کا فلان شخص پر ہی وہ مجھپر ہوگا تو دوسری
کفالت صحیح نہین ہی اور اگر کہا کہ اگر مین اسکو کل تیرے ساتھ نہ ملا دون تو جسقدر مال فلان شخص کا اس مکفول عنہ پر
ہی وہ مجھپر ہے تو بلا خلاف دوسری کفالت صحیح نہین ہی۔ اگر کہا کہ کل کے روز زید کو اگر مین تیرے پاس نہ پہونچا دون تو
مین عمرو کا جسپر طالب کا کچھ حق تھا کفیل بالنفس ہون پس دوسری کفالت جائز ہی حتی کہ اگر اسنے دوسرے روز زید کو
نہ پہونچایا تو عمرو کا کفیل بالنفس ہوگا یہ محیط مین لکھا ہی۔ کسی نے ایک شخص کے نفس کی کفالت کی بدین شرط کہ اگر مین
اسکو فلان وقت تیرے پاس نہ پہونچاؤن تو جو مال اسپر ہے وہ مجھپر ہوگا پھر طالب اسوقت یہ غائب ہوگیا اور کفیل نے
اسکو تلاش کیا اور نہ پایا کہ مکفول عنہ اسکے سپرد کرے اور اس امر پر گواہ کر لیے تو مال کفیل کے ذمہ لازم ہوگا۔ اور اسیطرح
اگر کوئی خاص مقام شرط کیا اور کفیل لیکر اس مقام پر آیا اور طالب غائب ہوگیا تو بھی مال کفیل پر واجب ہوگا۔ اور
متاخرین کے نزدیک بنابر قول ابو یوسف رحمہ اللہ تعالی کے اگر طالب اسوقت وہان سے غائب ہوجاوے تو چاہیے کہ یہ امر
قاضی کے سامنے پیش کرے کہ قاضی اسکی طرف سے ایک وکیل مقرر کر دے کہ اسکو سپرد کرے یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے
جامع صغیر مین ہے کہ کسی نے دوسریکا دامن پکڑا اور اسپر سو دینار کا دعوے کیا یا مطلق حق یا مال یا دینار کا دعوے
کیا اور مقدار بیان نہ کی پھر کسی شخص نے کہا کہ تو اسکو چھوڑ دے اور مین اسکے نفس کا کفیل ہون اور اگر مین اسکو
کل تجھے نہ پہونچا دون تو مجھکو سو دینار تیرے واجبی دینے پڑینگے اور طالب اسپر راضی ہوگیا اور اسنے دوسرے روز
نہ پہونچایا تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اسپر دونون صورتون مین سو دینار واجب ہون گے بشرطیکہ صاحب حق سو
دینار کا دعوی کرے اور یہی قول امام اعظم کا ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ اگر کسی شخص کی کفالت بالنفس اس شرط پر کی کہ اگر اسکو کل کے روز نہ پہونچا دون تو
جو مال طالب کا اسپر ہی مجھپر ہوگا پھر کل کا روز گذرنے سے پہلے مکفول عنہ مر گیا پھر کل کا روز گذر گیا تو وہ شخص مال کا کفیل ہوگا پس اگر مدت گذرنے
سے پہلے کفیل مر گیا پس اگر کفیل کے وارثون نے مکفول عنہ کو طالب کے پاس پہونچا دیا تو کفیل پر مال لازم نہوگا یا خود مکفول عنہ نے اپنے آپ کو
کفالت کی راہ سے مدت گذرنے سے پہلے طالب کو پہونچا دیا تو بھی کفیل پر مال لازم نہوگا کذا فی الظہیریہ اور اگر وارثون نے
اسکو نہ پہونچایا اور کل کا روز گذر گیا تو مال کفیل کے ذمہ واجب ہوجائیگا یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ ایک شخص نے دوسرے

کے واسطے ایک شخص کی کفالت بالنفس اس شرط پر اختیار کی کہ جب تو اسکے سپرد کرنے کی نسبت مطالبہ کریگا تب سپرد کرونگا ورنہ مجھپر اسقدر مال لازم ہوگا جو اسپر ہی پھر مکفول عنہ مرگیا اور مکفول لہ نے کفیل سے اسکی حاضری کا مطالبہ کیا اور وہ عاجز رہا تو کیا اسپر مال لازم ہوگا اس مسئلہ کی کوئی روایت نہیں ہی اور شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میرے والد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے کہ چاہیے کہ مال لازم نہ آئے کیونکہ بعد موت کے مطالبہ کرنا صحیح نہیں ہے پس شرط نہ پائی گئی کذا فی الظہیریہ۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر کسی شخص سے کہا کہ اگر تجھکو فلاں شخص نے قتل کر ڈالا تو مین تیری دیت کا ضامن ہون اور اسنے رضامندی ظاہر کی تو یہ جائز ہے اور اگر اس نے کہا کہ اگر اس نے تیرا سر زخمی کیا یا ہاتھ کاٹا یا تیرا غلام قتل کیا یا غصب کیا پس مین اسکی قیمت کا ضامن ہون اور وہ شخص راضی ہوگیا تو جائز ہے۔ اور اگر کہا کہ ان لوگون مین سے جسنے تجھے قتل کیا یا تجھے غصب کیا تو مین تیری دیت کا ضامن ہون تو یہ باطل ہے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے اگر کسی کے نفس کی کفالت اس شرط پر کی کہ اگر مین کل اسکو نہ لاؤن تو وکیل خصومت ہون اور جو کچھ حق اسپر ثابت ہوگا اسکا ضامن ہون اور اسپر مطلوب راضی ہوگیا پس یہ سب جائز ہے اور اس نے کل کے روز نہ پہونچا دیا تو اس سب سے بری ہے اور اگر نہ پہونچایا تو کفیل بالمال اور وکیل بالخصومۃ ہوگا پس اگر بعد اسکے مکفول عنہ کو سپرد کردیا تو کفالت بالنفس سے بری ہوجائیگا اور اگر سپرد کرتے وقت اسنے وکالت بالخصومۃ اور کفالت بالمال سے برأت نہین کرلی تو بری نہوگا اور اگر شرط کرلی تو کفالت بالمال سے بری ہوگا اور وکالت بالخصومۃ سے بری نہوگا۔ اگر زید نے عمرو کے نفس کی کفالت اس شرط پر کی کہ اگر مین اسکو کل کے روز نہ حاضر لاؤن تو بکر اسکا وکیل بالخصومۃ ہے اور جو کچھ اسپر قاضی حکم دے اسکا بکر ضامن ہے اور سب لوگ اسپر راضی ہوگئے تو یہ جائز ہے کیونکہ طالب مطلوب دونون کفالتون مین متحد ہین صرف کفیل مین اختلاف ہے اور یہ مانع جواز نہین ہے۔ اور اگر کسی شخص نے نفس کی کفالت اس شرط پر کی کہ اگر مین اسکو کل نہ پہونچا دون تو اسکا وکیل خصومۃ ہون اور طالب اسی سے راضی ہوگیا اور اسنے دوسرے روز اسے نہ پہونچایا تو وہ شخص اسکے ساتھ خصومت کرنے مین وکیل ہے پس اگر قاضی نے اسپر کچھ حکم دیا تو کفیل کے ذمہ نہوگا اور اگر کفیل نے طالب کو اسکا حق ادا کیا تو طالب کو اختیار ہے کہ اس سے نہ لیوے کیونکہ وہ احسان کرتا ہے اور اگر قبول کرے تو مطلوب سے نہ لے سکیگا اگر کسی نے نفس کی کفالت میعاد معلومہ تک اس شرط کے ساتھ کی کہ اگر اسکو مدت پر نہ پہونچایا تو اسکے ساتھ وکیل بالخصومۃ ہون اور جو کچھ حق اسپر ثابت ہو اسکا ضامن ہون اور طالب اسپر راضی ہوا پھر طالب نے چاہا کہ کفیل بالنفس[1] سے میعاد سے پہلے مواخذہ کرے تو نہین کرسکتا ہے یہی ظاہر الروایت ہے اور میعاد گذرنے سے پہلے مخاصمہ بھی نہین کرسکتا ہے اگر کسی نے کسی کے نفس کی کفالت کی اور مکفول عنہ نے اسکو وکیل بالخصومۃ اور ضامن اس مال کا جو اسپر ثابت ہووے بنایا اور کفیل راضی ہوگیا پھر کفیل مرگیا تو طالب اور کفیل کے وارثون مین کچھ خصومت نہوگی لیکن اگر طالب نے مکفول عنہ کو پایا اور قاضی

---

[1] قولہ کفیل بالنفس حاضر ضامنی مخاصمہ نالش جھگڑا وکیل بالخصومۃ نالش کرنے والا مختار کار وغیرہ مدت متعارفہ جسکا رواج جاری ہے ۱۲ منہ

کے سامنے پیش کیا پس جو کچھ مال کا اُسپر حکم دیا جاوے وہ کفیل کے مال مین ہوگا ولیکن طالب کو مطلوب کے ساتھ خصومت کرنے مین یہ ضرور ہی کہ طالب اپنا حق حجت اور قضاے قاضی سے ثابت کرے بعد اسکے اسکو اختیار ہوگا چاہے مطلوب کا دامن گیر ہو یا کفیل کے ترکہ مین سے لیوے پس اگر اس نے مطلوب سے لینا اختیار کیا تو ادا کرنے کے بعد مطلوب اسکو کسی سے نہین لے سکتا ہی۔ اور اگر اسنے ترکۂ کفیل سے لیا اور اسکے وارثون نے ادا کیا تو اسی قدر مطلوب سے واپس لیوینگے یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر کسی نے کہا کہ اگر تیرا قرضدار ادا سے عاجز ہوگا تو مال مجھپر ہی پس عاجز ہونا قید ہونے سے معلوم ہوگا پس اگر قید کیا گیا اور ادا نہ کیا تو کفیل کو دینا پڑیگا یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہی۔ اگر مطلوب نے طالب سے کہا کہ اگر مین خود اپنے تئین کل کے روز تیرے پاس نہ پہونچاؤن تو مجھپر وہی مال ہوگا جسکا تو دعوے کرتا ہی پھر وہ نہ آیا تو اسپر کچھ[1] لازم نہوگا۔ شیخ الاسلام نے شرح جامع صغیر مین لکھا ہے کہ کسی نے دوسرے سے کہا کہ تو اس راستہ چلا جا اگر تیرا مال چھین لیا جائیگا تو مین ضامن ہون پس وہ شخص اسی راستہ چلا اور اسکا مال چھین لیا گیا تو ضمان صحیح ہی اور باوجود اسکے کہ مضمون عنہ مجہول ہی ضمان جائز رکھی گئی ہے اور اگر کسی نے کہا کہ اگر تیرے بیٹے کو بھیڑیے نے کھا لیا یا تیرا مال درندہ نے تلف کیا تو مین ضامن ہون پس یہ ضمان باطل ہی یہ فصول استروشنیہ مین لکھا ہی۔ کسی نے دوسرے کی طرف سے قرضہ کی کفالت اس شرط پر کی کہ اس مال سے اسقدر کی فلان و فلان دو شخص کفالت کرینگے اور اُن دونون نے کفالت سے انکار کیا تو فقیہ ابو بکر بلخی رح نے فرمایا کہ پہلی کفالت لازم ہوگی اور اسکے ترک کا اختیار نہوگا یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی۔ اگر طالب نے مطلوب سے کہا کہ تو میرا حق جو تجھپر ہے فلان شخص پر حوالہ کردے بشرطیکہ تو بھی مثل اسکے ضامن رہے اور اسنے ایسا ہی کیا تو جائز ہے اور اسکو اختیار ہی کہ دونون مین سے جسکو چاہے ماخوذ کرے اور یہ بمنزلۂ کفالت کے ہی کیونکہ جس حوالہ مین اصل کی ضمانت بھی شرط ہو وہ کفالت ہو جاتی ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی کسی نے دوسرے سے کہا کہ مین نے تیرے مال کی جو فلان پر ہے اس شرط سے ضمانت کی کہ مین تجھے فلان شخص دیگر پر حوالہ کردونگا اور طالب راضی ہوگیا پس اگر کفیل نے اسکو فلان شخص پر حوالہ کیا تو جائز ہی اور اگر اسنے حوالت قبول کرنے سے انکار کیا تو ضامن جیسا تھا ضامن رہیگا پس طالب کو اختیار ہوگا کہ چاہے اس سے مطالبہ کرے یا اصیل سے۔ اور اگر کہا کہ مین نے تیرے مال کی جو فلان شخص پر ہے اس شرط سے ضمانت کی کہ مین تجھے فلان شخص پر ایک مہینہ تک حوالہ کرونگا تو وہ جب چاہے اس کے حوالے کردیوے اور محتال علیہ پر ایک مہینہ تک ہوگا کذا فی المحیط اور کفالت کی میعاد مقرر کرنا جائز ہے اور میعاد معلوم ہو اور اگر خفیف سی جہالت ہو تو وہ برداشت کیجاتی ہی اور اسکو خیال نہین کرتے ہین کذا فی التبیین اور تمام مدتین اسباب مین برابر ہین اور اگر مدت متعارف ہو تو ثابت ہو جائیگی خواہ ایسی مدت ہو جسکے فی الحال واقع ہو جانیکا وہم ہو یا ایسا وہم نہو چنانچہ اسوقت تک کفالت کی کہ مکفول لہ اپنے سفر سے واپس آوے اور اگر وہ

---

[1] قولہ کچھ یعنے سواے قرضہ سابق کے اس قول سے کچھ نہوگا ۱۲ منہ

مدت متعارفہ سے نہو پس اگر اسکے فی الحال آجانیکا بالکل وہم نہو مثلاً کھیتی کٹنے اور نوروز وغیرہ تک کی شرط ہو تو مدت ثابت ہوجائیگی اور اگر اسکے فی الحال واقع ہونیکا خوف ہو تو ثابت نہو گی مثلاً کسی کی کفالت بالنفس اس شرط پر کی کہ تا مدت ہوا چلنے یا پانی برسنے کے کفالت ہے تو مدت ثابت نہو گی یہ ظہیریہ مین لکھا ہے۔ امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر کسی نے کسی کے نفس کی کفالت ایک مہینہ یا تین دن تک وعدہ کی مدت پر قرار دی تو یہ جائز ہے اور جب کفالت صحیح ہوئی تو کفیل سے اسیوقت مطالبہ کیا جا سکتا ہے جب ایک مہینہ گذر جاوے اور ہمارے اصحاب سے ظاہر الروایۃ مین ہے کہ فی الحال مطالبہ نہین کرسکتا ہے کذا فی المحیط اور سراجیہ مین ہے کہ یہی اصح ہے اور صغری مین ہے کہ اسی پر فتوی ہو گا یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہے۔ اگر کسی نے کہا کہ مین نے فلان شخص کی کفالت بالنفس اس ساعت سے ایک مہینہ تک کی تو بلا خلاف یہ کفالت مہینہ کے گذرنے پر ختم ہو گی اور اگر کہا کہ مین نے فلان شخص کے نفس کی کفالت ایک مہینہ یا تین دن اختیار کی تو امام محمدؒ نے اس صورت کو کتاب مین ذکر نہین فرمایا اور مشایخ نے اسمین اختلاف کیا ہے بعضون نے کہا کہ یہ کہنا اور تین روز تک کہنا یکسان ہے اور بعضون نے کہا کہ کفیل سے اس صورت مین مدت کے اندر مطالبہ کیا جا سکتا ہے اور مدت گذرنے پر بری ہوجائیگا اور اسی قول کی طرف امام عبد الواحد شیبانی کا میلان ہے یہ ظہیریہ اور محیط مین ہے امام محمد سے روایت ہے کہ اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ مین نے تیرے مال کی جو فلان شخص پر آتا ہے اس شرط پر کفالت کی کہ جب تو طلب کریگا تو مجھے ایک مہینہ کی میعاد حاصل ہوگی تو یہ جائز ہے پھر جب وہ طلب کریگا تو اسکو ایک مہینہ کی مہلت ملیگی اور جب مہینہ گذر گیا تو اسکو اختیار رہیگا کہ پہلی طلب پر جسوقت چاہے اسکو ماخوذ کرے اور اگر یہ شرط کفالت کے بعد لگائی ہو تو پہلی طلب پر جب چاہے نہین لے سکتا ہے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے۔ اور منتقی مین ہے کہ کسی نے دوسرے کے نفس کی کفالت اس شرط پر کی کہ ہر گاہ تو مجھ سے اسکو طلب کرے تو مجھے ایک مہینہ کی مہلت ہو گی پس جب اسنے طلب کیا تو اسی دن سے اسکو ایک مہینہ کی رخصت دیجائیگی اور جب اسوقت سے ایک مہینہ گذر گیا تو اسکو اختیار ہے کہ پہلی طلب کے موافق جب چاہے اسکو ماخوذ کرے اور اسکو دوسری بار طلب کرنے پر ایک مہینہ کی فرصت نہ ملیگی اور جب اسنے مکفول عنہ کو طالب کے حوالے کیا اور کہا کہ مین نے تجھ سے برائت کرلی تو وہ اُس کی کفالت سے آئندہ بری[۱] ہے اور اگر اس نے مکفول عنہ کو طالب کے سپرد کرنے کے وقت اس سے برائت نہ طلب کی تو طالب کو اختیار ہے کہ اس سے دوبارہ طلب کرے اور یہ دیدینا آئندہ کے دیدینے سے بری نہ کریگا۔ اور جب اسنے ایک بار اسکے سپرد کیا اور برائت نہ طلب کی تو پھر دوبارہ طلب کرنے مین بھی کفیل کو ایک مہینہ کی میعاد اسی روز سے دینا چاہیے یہ ذخیرہ مین لکھا ہے۔ اگر کسی شخص کا دوسرے پر میعادی قرضہ ہو اور اسنے اس سے کفیل لے لیا تو کفیل پر بھی میعادی ثابت ہوگا اور اگر اسپر فی الحال ہو اور اسکی کفالت کسی نے میعادی طور سے کی تو کفالت صحیح ہوگی اور دونون کو تاخیر دیجائیگی مگر اس صورت مین کہ طالب نے کفالت کیوقت شرط کر لی کہ تاخیر خاصۃً کفیل کیواسطے ہو تو البتہ اصیل سے تاخیر نہوگی یہ خزانۃ المفتین مین لکھا ہے۔ اگر کسی شخص کی طرف سے میعادی قرضہ کی کفالت کی اور کفیل مرگیا تو اسکے ترکہ سے فی الحال لے لیا جاویگا اور

---

[۱] قولہ بری ہے یعنی کفالت باقی نہ رہیگی اور کفیل کو اسوقت ترک کفالت کا اختیار ہے اور اگر ترک نہ کرے تو کفالت باقی رہیگی۔ ۱۲ منہ

اسکے وارث مکفول عنہ سے ابھی نہین بلکہ میعاد آجانے پر لین گے۔ اور اگر اصیل مرگیا تو اسکے حق مین دین فی الحال
ہوگیا اور کفیل کے حق مین میعادی باقی رہا حتی کہ اگر مکفول لہ نے کفیل سے لینا چاہا اور اصیل کے وارثون سے نہ لیا تو
اسکو انتظار کرنا چاہیے تاکہ میعاد آجاوے یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی۔ اگر کسی شخص کے دوسرے پر ہزار درم کسی
مبیع کے ثمن کے فی الحال واجب الادا تھے پھر ان کی کسی شخص نے ایک سال کی میعاد تک کفالت کی تو اسکی دو صورتین
ہین ایک یہ کہ میعاد کی نسبت اپنی طرف کی اور کہا کہ مجھے مہلت دے تو میعاد صرف اسی کے حق مین ثابت ہوگی اور اگر میعاد
کو اسنے اپنی طرف منسوب نہ کیا بلکہ مطلقاً ذکر کی اور طالب اسپر راضی ہوگیا تو میعاد کفیل اور اصیل دونون کے واسطے
ثابت ہوجائیگی اگر کسی شخص کے دوسرے پر ہزار درم میعادی قرض تھے پھر ان کی کسی شخص نے میعادی کفالت
کی خواہ یہی میعاد رکھی یا اس سے کم یا زیادہ تو یہ جائز ہی اور کفیل کو مال اسی میعاد پر دینا واجب ہوگا۔ اور اگر
مال اصیل پر فی الحال واجب ہوا اور کفیل نے اس سے موخر کردیا تو یہ تاخیر اسکے اور کفیل کے حق مین[1] صحیح ہے
اور طالب کے حق مین صحیح نہوگی اور اگر طالب نے مطلوب کو تاخیر دی تو اسکے اور کفیل دونون کے حق مین ہوگی اور کفیل
کو کسی قدر تاخیر دی تو خاصۃً اسکے حق مین درست ہوگی کذا فی المحیط اور اگر کفیل نے تاخیر کو رد کردیا تو رد
ہوجائے گی کذا فی خزانۃ المفتین پس اگر ایسی صورت مین کہ طالب نے کفیل کو خاصۃً تاخیر دی ہو کفیل نے قرضہ مدت سے
پہلے ادا کردیا تو جبتک میعاد نہ گزرے اپنے اصیل سے نہ لیگا اسیطرح عامہ روایات مین آیا ہی یہ محیط مین لکھا ہی اور
مبسوط مین ہی کہ اگر مال قرضہ ثمن مبیع یا غصب ہو اور اسکا کوئی کفیل ہو پھر طالب نے اصیل کو ایک سال کی تاخیر دی اور
اسنے قبول نہ کی تو اسپر اور کفیل پر مال فی الحال ہوگا جیسا کہ تاخیر دینے سے پہلے تھا یہ نہایہ مین لکھا ہی۔ اگر کسی شخص نے
مال کی کفالت کی اور اس سے کسی دوسرے نے کفالت کی پھر طالب نے اصیل کو تاخیر دیدی تو دونون کفیلون سے
بھی تاخیر ہوگئی اور اگر اس نے پہلے کفیل کو تاخیر دی تو دوسرے کفیل سے بھی ہوجائیگی اور اصیل پر مال فی الحال
رہیگا یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر ایک شخص نے کسی سے ہزار درم کی کفالت ایک سال کی میعاد پر کی پھر کفیل نے میعاد سے پہلے
قرضہ کے عوض طالب کے ہاتھ ایک غلام فروخت کرکے سپرد کردیا پھر وہ غلام استحقاق مین لے لیا گیا تو مال کفیل پر اپنے میعاد
پر واجب الادا ہوگا۔ اور اسی طرح اگر طالب مشتری نے بحکم قاضی عیب کی وجہ سے اسکو واپس کیا تو بھی یہی حکم ہی اور
اگر واپس کردینا بدون حکم قاضی ہو یا دونون بیع کا اقالہ کرلین تو میعاد قرضہ کی عود نہ کریگی۔ اور اگر اسکے ہاتھ غلام
نہ فروخت کیا بلکہ جلدی کرکے اسکو قبل میعاد قرضہ ادا کردیا پھر اسنے اسکو ستوق پایا اور واپس کیا تو مال کفیل پر
میعاد پر واجب الادا ہوگا اور اسیطرح اگر ان کو زیوف پایا نبہرہ پایا اور قاضی کے حکم سے یا بلا حکم قاضی واپس کیا
تو بھی یہی حکم ہی اور اگر اسنے مال ادا کرنے کے وقت آگاہ کیا تھا کہ یہ زیوف مین اور یا ابن سماعہ نے تشفیہ کر لیا
تو جائز ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ مگر کسی شخص نے مال کی کفالت کی اور اصیل نے طالب کے ہاتھ ایک غلام بعوض اس
مال کے فروخت کیا اور سپرد کردیا یہانتک کہ اصیل کی برائت کی وجہ سے کفیل بھی بری ہوگیا پھر طالب کے پاس سے غلام

[1] قولہ حق مین یعنی یہ تاخیر قرضخواہ کے حق مین نہوگی اور قرضخواہ کی تاخیر اگر اصیل کو ہو تو کفیل بھی پاویگا اور برعکس نہین ہے ۱۲

استحقاق مین لیا گیا یا عیب کی وجہ سے اسنے قاضی کے حکم سے واپس کردیا تو مال کفیل کے ذمہ عود[1] کریگا اور اگر بدون قاضی کے حکم سے واپس کردیا تو کفیل کے ذمہ عود نہ کریگا یہ محیط مین لکھا ہے۔ اگر کسی شخص نے ایک قرضہ کی کفالت میعادی طور سے کی تو کفالت جائز ہے اور کفیل اسی میعاد پر ہوگا جو اسنے بیان کی ہے اور اصیل پر فی الحال واجب ہوگا یہ ذخیرہ مین لکھا ہے اگر کفیل اور اصیل کو ایک مہینہ کی تاخیر دی پھر ایک سال کی تاخیر دی تو مہینہ اسی سال مین داخل ہوگیا اور ایک زمانہ[2] مین تمام ہوگا یہ محیط مین لکھا ہے۔ اور امام محمدؒ نے کتاب الاصل مین لکھا ہے کہ شرط خیار کفالت مین صحیح ہے اور جو امام محمدؒ نے ذکر کیا اسکی صورت یہ ہے کہ اگر کسی نے اقرار کیا کہ مین نے فلان شخص کے واسطے ہزار درم کی کفالت تین روز کے خیار پر کی ہے پس اگر طالب نے اسکی تصدیق کی تو خیار ثابت ہوگا اور اگر تکذیب کی تو جبتک اسپر گواہ قائم نہون خیار ثابت نہوگا کذا فی الذخیرہ

تیسرا باب۔ دعوے اور خصومت کے بیان مین

کسی شخص نے دوسرے کی طرف سے ہزار درم کی کفالت کی پھر کفیل نے دعوی کیا کہ جس مال کی مین نے کفالت کی ہے وہ قمار ہے یا شراب کا ثمن یا اسکے مانند کہ جو واجب نہین ہوتا ہے تو اسکا قول مقبول نہوگا اور اگر مکفول لہ پر اسنے گواہ پیش کیے اور وہ انکار کرتا ہے تو گواہی مقبول نہوگی اور اگر اسنے چاہا کہ طالب کو قسم دلادے تو اسکی طرف التفات نہ کیا جائیگا یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہے۔ اور اگر کفیل نے طالب کے اس اقرار پر کہ یہ قمار یا ثمن خمر وغیرہ ہے گواہ پیش کیے کہ اسنے ایسا اقرار کیا ہے تو اسکی گواہی کی سماعت نہوگی یہ محیط مین لکھا ہے۔ اگر کفیل نے طالب کو مال ادا کردیا اور چاہا کہ مکفول عنہ سے لیوے اور طالب غائب ہوگیا پھر مکفول عنہ نے کہا کہ یہ مال قمار یا شراب کا ثمن تھا یا مردار کا ثمن تھا اور کفیل پر گواہ قائم کرنا چاہے تو اسکی گواہی مقبول نہوگی اور حکم کیا جاویگا کہ کفیل کو مال ادا کرے اور اس سے کہا جائیگا کہ اپنے خصم[3] کو تلاش کرکے اس سے مخاصمہ کرے۔ پس اگر کفیل کے مال لینے سے پہلے طالب حاضر ہوا اور اسنے بحضور قاضی اقرار کیا کہ یہ مال شراب کا ثمن یا مثل اسکے ہے تو اصیل اور کفیل دونون بری ہوجاوینگے۔ اور اگر قاضی نے کفیل کو بری کیا پھر مکفول عنہ حاضر ہوا اور اقرار کیا کہ یہ مال قرضہ یا بیع کا ثمن تھا اور طالب نے اسکی تصدیق کی تو مال مکفول عنہ کے ذمہ لازم ہوگا اور کفیل پر دونون کی تصدیق نہ کیجاویگی اور حوالہ اس حکم مین بمنزلہ کفالت کے ہے یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہے۔ تین شخصون مین سے ہر ایک کے ایک ہزار درم کسی شخص پر بدون باہمی شرکت کے قرض ہین پھر دو شخصون نے تیسرے شخص کے واسطے زید پر گواہی دی کہ اسنے مطلوب کے نفس کی کفالت کی ہے تو گواہی مقبول ہوگی اور اگر قرضہ ان مین مشترک ہو تو گواہی مقبول نہوگی یہ کافی مین لکھا ہے۔ ایک شخص نے دوسرے شخص پر مال بالنفس کے کفیل ہونیکا دعوی کیا اور دو گواہ لایا کہ انھون نے گواہی دی مگر زمانہ یا مکان مین اختلاف کیا

---

[1] قولہ یعنے عود پھر کفیل ہوجائے گا ۱۲ [2] قولہ زمانہ آلخ یعنے مہینہ علاوہ سال کے نہوگا بلکہ اسی مہینہ سے سال شروع ہوگا ۱۲ [3] قولہ خصم یعنے مکفول لہ غائب اور قولہ بہ ہی آلخ کیونکہ مسلمان کے حق مین شراب قابل ثمن نہین ہے ۱۲

توقاضی ایسی گواہی قبول کریگا۔ اور اگر زمانہ اور مکان مین دونون متفق رہے اور میعاد مین اختلاف کیا اور دعوی مال کی کفالت
مین تھا پس ایک نے کہا کہ ایک مہینہ کی میعاد تھی اور دوسرے نے کہا کہ دو مہینہ کی میعاد تھی پس اگر مدعی دونون مدتون سے کم
مدت کا دعوی کرتا ہے تو قاضی دونون کی گواہی قبول کریگا اور اگر مدعی زیادہ مدت کا دعوی کرتا ہے تو دونون کی گواہی قبول
نہو گی یہ محیط مین لکھا ہے۔ اور اگر دو گواہون نے کسی شخص پر یہ گواہی دی کہ اس نے فلان شخص کیطرف سے ہزار درم کی
کفالت کی ہے مگر ایک نے قرضہ مین ایک سال کی میعاد بتلائی اور دوسرے نے فی الحال بیان کیا اور طالب بھی فی الحال
ہونیکا دعوی کرتا ہے اور کفیل نے کفالت سے انکار کیا یا اقرار کیا اور میعاد کا دعوی کیا تو دونون صورتون مین مال اسپر فی الحال
واجب ہے یہ خزانۃ المفتین مین لکھا ہے۔ اور اگر دعوی کفالت بالنفس کا ہے اور ایک گواہ نے ایک مہینہ کی مدت بیان کی
اور دوسرے نے دو مہینہ کی تو شیخ الاسلام نے اس مسئلہ مین بھی تفصیل سے حکم دیا ہے یعنے اگر مدعی کم مدت
کا مدعی ہے تو گواہی مقبول ہو گی اور اگر زیادہ مدت کا مدعی ہے تو مقبول نہو گی اور شمس الائمہ سرخسی نے بلا تفصیل
بیان کیا ہے کہ یہ گواہی مقبول ہے یہ محیط مین لکھا ہے۔ اگر ایک معاینہ کا گواہ تھا اسنے کفالت کا واقع ہونا بالمعاینہ بیان
کیا اور دوسرے نے گواہی دی کہ کفیل نے کفالت کا اقرار کیا ہے تو دونون کی گواہی مقبول ہوگی۔ اگر دو گواہون نے
ہزار درم کی کفالت واقع ہونے کی گواہی دی مگر لفظ مین دونون نے اختلاف کیا ایک نے کہا کہ اسنے کفالت کی اور دوسرے
نے کہا کہ اسنے ضمانت کی یا ایک نے کہا کہ اسنے کہا کہ یہ میری[1] طرف ہے اور دوسرے نے کہا کہ مجھپر ہے تو گواہی جائز ہے
یہ ظہیریہ مین لکھا ہے۔ اگر کسی نے دوسرے پر مال معین کا دعوی کیا اس سبب سے کہ اسنے مدعی کے واسطے کسی آدمی
کی طرف سے کفالت کی تھی اور مکفول عنہ کا نسب نہ بیان کیا تو کیا یہ دعوی صحیح ہے پس شمس الائمہ اوزجندی نے
جواب دیا کہ یہ دعوی صحیح نہین ہے اور اسی طرح ظہیر الدین مرغینانی بھی فتوی دیتے تھے اور امام محمدؒ نے فرمایا ہے کہ اگر
دو شخصون نے گواہی دی کہ اس شخص نے اس شخص کے واسطے کسی آدمی کے نفس کی کفالت کی ہے اور اس آدمی کا نام
نہین جانتے ہین ولیکن اسکی صورت پہچانتے ہین تو یہ جائز ہے اور کفیل سے اسکا مواخذہ کیا جائیگا اور اسی طرح اگر گواہ نے
کہا کہ ہم اسکی صورت بھی نہین پہچانتے ہین تو بھی کفیل سے مواخذہ کیا جائیگا اور اس سے کہا جائیگا کہ اس کو
بیان کرے پس اگر کفیل کسی شخص کو لے آیا اور کہا کہ مکفول عنہ یہ ہے اور طالب نے اسکی تصدیق کی تو خیر ہے اور اس سے قسم نہ
لی جائے گی اور اگر اسکی تکذیب کی تو اس صورت مین دعوی[2] اور انکار کا حکم معتبر رکھا جائیگا۔ پس یہ مسئلہ جو مذکور ہوا
اس امر کی دلیل ہے کہ کفالت کے دعوے مین مکفول عنہ کا نام و نسب ذکر کرنا ضروری نہین ہے۔ اور بعضون نے کہا کہ اس
مسئلہ کی وضع یہ ہے کہ کفالت ایک شخص معین سے واقع ہوئی ولیکن گواہ اسکو نہین پہچانتے ہین اور نہ اسکا نسب
جانتے ہین پس یہ کفالت واقع ہین اور فی نفسہ شخص معلوم ہے اور جو صورت شمس الاسلام سے مذکور ہے یعنی مدعی نے
کہا کہ اس شخص نے کسی آدمی کی طرف سے کفالت کی ہے مراد اس سے نکرہ ہے پس یہ کفالت فی نفسہ مجہول ہے پس دعوے
صحیح نہوگا یہ ذخیرہ مین لکھا ہے۔ اگر دو گواہون نے کسی شخص پر کفالت بالنفس کی گواہی دی مگر ایک نے کہا کہ مکفول عنہ

[1] قولہ یہ میری الخ یعنے یہ مال میری ذمہ داری ہے ۱۲
[2] قولہ دعوی یعنی مدعی پر گواہ اور منکر پر قسم ہے ۱۲

۱۱۴۶۸

زید ہی- اور دوسرے نے کہا کہ عمرو ہی تو گواہی مقبول نہو گی خواہ طالب نے ایک ہی کی کفالت کا دعوے کیا یا دونون کی
اور اگر ایک شخص نے دوسرے پر دو شخصون کی کفالت بالنفس کا دعویٰ کیا اور دو گواہ پیش کیے انھون نے ایک کی کفالت پر
گواہی دی اور دوسرے کی کفالت مین اختلاف کیا اس طرح کہ ایک نے اسکی طرف سے کفالت کر لینے کا بھی اقرار کیا اور
دوسرے نے اسکے حق مین سکوت کیا اور کہا کہ یہ مجھے نہین معلوم کہ یہ وہی ہی یا اور ہی پس کفیل اسکی کفالت کے باب مین پکڑا
جائیگا جس مین دونون متفق ہوے اور دوسرے کی کفالت کا حکم نہ دیا جائیگا- اگر دو گواہون نے ایک شخص پر یہ گواہی دی
کہ اسنے ہمارے باپ اور فلان شخص کے واسطے فلان شخص کے نفس کی کفالت کی ہی تو یہ گواہی باطل ہی کیونکہ انھون نے
ایک ہی گواہی دی اور ان کی گواہی ان کے باپ کے حق مین نامقبول ہی پس دوسرے کے حق مین بھی جاتی رہی اگر دو
گواہون نے ایک شخص پر یہ گواہی دی کہ اسنے فلان شخص کے واسطے فلان شخص کے نفس کی کفالت اس شرط پر کی ہے
کہ اگر مین کل کے روز اسکو نہ پہونچادون تو جو اسپر ہی وہ مجھپر ہوگا اور وہ ہزار درم ہین تو ایسی گواہی جائز ہے- پس
اگر دو گواہون نے یہ گواہی دی کہ اسنے مکفول عنہ کو اسی روز پہونچا دیا ہی تو وہ کفالت سے بری ہوگا- اگر دونون نے
مال مین اختلاف کیا ایک نے کہا کہ ہزار درم تھا اور دوسرے نے پانچسو درم بیان کیے اور دونون کفالت بالنفس پر
متفق ہوے تو قاضی کفالت بالنفس کا حکم دیوے کیونکہ اسمین اختلاف نہین ہی اور کفالت بالمال مین دونون نے
اختلاف کیا اور امام اعظم رح کے نزدیک گواہون کا مال مین اسطرح گواہی دینا مقبول نہین خواہ مدعی دونون مین سے کم کا
دعویٰ کرتا ہو یا زیادہ کا اور اگر دونون گواہون نے اسطرح اختلاف کیا کہ ایک نے درم کی گواہی دی اور دوسرے نے
دینارون کی تو کچھ بھی گواہی جائز نہین ہی خواہ مدعی دونون قسمون کا دعویٰ کرتا ہو یا ایک قسم کا- اور اگر دونون نے مال مین
اتفاق کیا کہ ہزار درم ہی مگر اسطرح اختلاف کیا کہ ایک نے کہا کہ قرض[یعنی درم و دینار ۱۲] ہی اور دوسرے نے کہا کہ ثمن المبیع ہی اور مدعی نے دعویٰ کیا
کہ ثمن مبیع ہی تو ایسی صورت مین کچھ حکم نہ دیا جائیگا مگر جبکہ اسطرح توفیق دیجاوے کہ درحقیقت میرا اسپر ثمن مبیع تھا مگر اسنے
دوسرے گواہ کے سامنے اقرار کیا کہ مجھپر قرض ہی- اور یہ حکم اس صورت مین ہی کہ مدعی نے ایک ہی قسم کا دعویٰ کیا ہی اور
اگر دونون قسمون کا دعویٰ کیا تو دونون کی گواہی مقبول ہوگی اور ہزار درم کا حکم دیا جائیگا اور اگر دونون شاہد کم مال[۱]
کے مدعی کے کفیل ہون تو دونون کی گواہی مقبول نہو گی اور ہزار درم کا حکم دیا جائیگا- ہشام فرماتے ہین کہ مین نے امام محمد رح
سے سوال کیا کہ زید نے عمرو پر دعویٰ کیا کہ اسنے خالد کی کفالت بالنفس کی ہی اور مدعا علیہ نے انکار کیا پھر مدعی نے
کفیل پر گواہ پیش کیے کہ اسنے خالد کے نفس کی کفالت کی ہی تو امام نے فرمایا کہ کفالت اسکے ذمہ لازم ہوگی پھر اگر کفیل
نے گواہ پیش کیے کہ کفالت اسکے حکم سے کی ہی تو فرمایا کہ گواہی مقبول نہو گی یہ ظہیریہ مین لکھا ہی- امام محمد رح نے جامع مین
فرمایا کہ ایک شخص نے دوسرے کی طرف سے اس مال کی جو اسپر قاضی حکم کرے ضمانت کی پھر مکفول عنہ غائب ہو گیا

[۱] قولہ اسکی یعنی اس مکفول عنہ کے واسطے ماخوذ ہوگا ۱۲ قولہ ایک ہی گواہی دی یعنی ایک ہی عبارت مین ادا کی ۱۲ منہ [۲] قولہ
کم مال یعنے درصورتیکہ کم مال کے دعوے مین انکی کفالت مدعا علیہ کی طرف سے تھی تو گواہی مردود ہے کیونکہ گواہی مین انکا نفع ہے پس
زائد مال کی کفالت مین بدرجہ اولیٰ گواہی مردود ہوگی ۱۲ منہ

پھر طالب نے کفیل پر گواہ پیش کیے کہ طالب کے غائب پر ہزار درم ہین تو قاضی اسکا حکم نہ دیگا نہ کفیل پر اور نہ اصیل پر کیونکہ اسنے کفالت غیر لازمہ کا دعوی کیا اسلیے کہ کفالت تب لازم ہو کہ اصیل پر حکم دیا جاے اور یہ ہنوز ثابت نہین ہوا حتی کہ اگر طالب نے کہا کہ مین نے بعد کفالت کے مطلوب کو فلان قاضی کے سامنے پیش کیا اور ہزار درم کے اسپر گواہ پیش کیے اور اس نے میرے لیے اسکا فیصلہ کیا ہے اور کفیل نے انکار کیا پھر طالب نے اسپر گواہ پیش کیے تو قاضی اسپر ہزار درم کا حکم دیگا یہ ذخیرہ مین لکھا ہے۔ اگر کوئی شخص کسی شخص پر یہ بیان لایا کہ میرے فلان غائب پر ہزار درم ہین اور یہ شخص اسکی طرف سے اسکے حکم سے میرا کفیل ہے تو قاضی کفیل اور مکفول عنہ پر حکم کرے گا اور چونکہ اسکا حکم ثابت ہوا اسواسطے کہ کفیل نے جو ادا کیا وہ مکفول عنہ سے لے لیگا اور اگر اسنے کفالت کا دعوی بلا حکم مکفول عنہ کے پیش کیا تو قاضی کفیل پر مال کا حکم دیگا نہ اصیل پر اور اگر یہ دعوی کیا کہ تو نے میرے لیے فلان شخص کی طرف سے جو کچھ میرا اسپر ہے کفالت کی ہے اور اسپر میرے ہزار درم ہین پھر مال اور کفالت دونون پر اسنے گواہ[١٢] قائم کیے تو کفیل اور غائب دونون پر مال کا حکم دیا جائیگا خواہ اسنے کفالت کا اس کے حکم سے دعوے کیا ہو یا نہ کیا ہو ولیکن اگر کفالت مکفول عنہ کے حکم سے واقع ہوئی ہوگی تو کفیل اس سے یہ مال جو ادا کیا ہے واپس لیگا ورنہ نہین لے سکتا ہے یہ کافی مین لکھا ہے۔ اگر کفالت کے دو گواہون کی گواہی پر دو گواہون نے گواہی دی اور کہا کہ ہم کفیل اور مکفول عنہ کو نہین پہچانتے ہین ولیکن فلان و فلان[١٢] نے اپنی گواہی پر[١٢] ہم کو گواہ کیا کہ فلان بن فلان جو مخزومی نسب کا ہے اسنے اس شخص کے واسطے فلان بن فلان صدیقی کے نفس کی کفالت کی ہے تو دونون کی گواہی مقبول ہوگی پھر بعد اسکے اگر اس شخص نے جسپر کفالت کا دعوی تھا اقرار کیا کہ مین فلان بن فلان ہون تو اس سے مواخذہ کیا جاویگا اور اگر انکار کیا تو مدعی کو دوسرے گواہون کی ضرورت ہوگی کہ یہ گواہی دیوین کہ یہی مدعا علیہ فلان بن فلان مخزومی نسب کا ہے کذا فی المحیط۔

چوتھا باب۔ دو شخصون کی کفالت کے بیان مین۔ دو شخصون پر کسی شخص کے ہزار درم قرض کے یا کسی مال کے ثمن کے ہین۔ اور ہر ایک نے دونون مین سے دوسرے کی کفالت کی پس جو ایک نے ادا کیا وہ اسی کی طرف سے ہوگا اور اپنے شریک سے نہین لے سکتا ہے جبتک کہ نصف سے زائد اسنے نہ ادا کیا ہو پس اگر جو ادا کیا ہے نصف سے زائد ہو تو بقدر زیادتی کے لے سکتا ہے کذا فی الکافی اور اگر اسنے کہا کہ یہ اس مین ہے جو مین نے اپنے شریک کی کفالت کی ہے تو اسکا قول مقبول نہوگا جبتک کہ یہ مال اسکے حصہ سے زائد نہو یہ محیط مین لکھا ہے اگر ایک شخص پر ہزار درم تھے پھر کسی شخص نے پورے ہزار درم کی کفالت اختیار کی پھر دوسرا آیا اور اسنے بھی پورے ہزار درم کی کفالت کر لی پھر ہر ایک نے دونون کفیلون مین سے پورے ہزار درم کی دوسرے کی طرف سے کفالت کر لی پس جو ہر ایک ادا کرے وہ دونون سے شائع[١٢] ادا ہوگا پس اسکا آدھا اپنے شریک سے لے سکتا ہے کذا فی شرح النافع پھر دونون اپنے اصیل سے لے سکتے ہین اور اگر چاہے

---

[١] قولہ گواہ یعنے قاضی فلان نے ایسا فیصلہ کیا ہے تو قاضی کفیل پر کفالت کا حکم کریگا ۱۲ [٢] قولہ شائع یعنے دونون کی طرف سے مشترک ۱۲

تو سب مکفول عنہ سے لیلے اور اگر مکفول لہ نے ایک کو بری کیا تو دوسرا پورے مال کی کفالت مین ماخوذ ہوگا یہ ہدایہ مین لکھا ہے - اگر دو شخصون پر خرید کی قیمت مین ہزار درم واجب ہوے اور ایک نے دوسرے کی طرف سے کفالت کی اور دوسرے نے اسکی طرف سے کفالت نہ کی پھر کفیل نے کچھ ادا کیا اور کہا کہ یہ اس مین ہے جو مین نے اپنے شریک کی کفالت کی ہے تو اسکا قول مقبول ہوگا - دو شخصون نے ایک شخص سے ایک غلام ہزار درم کو اس شرط پر خریدا کہ ہر ایک دوسرے کا کفیل ہے پھر بائع نے ایک مشتری کو خاصۃً اس حق سے جو اسپر ہے تاخیر دی پھر اس شخص نے جسکو تاخیر دیگئی ہے نصف مال ادا کیا اور کہا کہ یہ مال اس مین سے ہے جو مین نے اپنے شریک کی کفالت کی ہے تو اسکا قول قبول ہوگا کسی شخص کے دوسرے پر ہزار درم قرض تھے یا کسی مبیع کا ثمن تھے اور ایک شخص نے آدھے مال کی کفالت کی اور دوسرے نے باقی آدھے مال کی کفالت کی خواہ یہ دونون کفالتین ایک ہی عقد مین یا جدا واقع ہوئین پھر اصیل نے پانچسو درم ادا کیے اور کچھ نہ کہا تو یہ مال دونون کیطرف سے ہوگا اور اگر اسنے کہدیا کہ یہ خاص فلان شخص کی کفالت مین سے ہے تو اسی کا ہوگا - اور اسی طرح اگر ہزار درم اصیل پر متفرق طور پر مثلاً دو قرضون مین ہون یا دو مبیع مین یا دونون مال ہون لیکن دونون مختلف سببون سے واجب ہوے ہون پھر ایک کفیل نے ایک حصہ کی کفالت کی اور دوسرے نے دوسرے کی پھر اصیل نے پانچسو درم ادا کیے اور کہا کہ یہ فلان اور فلان کفیل کی طرف سے ہے تو اسکے کہنے کے موافق ہوگا اور اگر صرف ایک حصہ کا کوئی کفیل ہوا اور اصیل نے کہا کہ یہ اسکی طرف سے ہے تو قول مقبول ہوگا یہ محیط مین لکھا ہے اگر ہزار درم اسپر بیع کی وجہ سے واجب ہوے پھر رب المال نے نصف مال کی ایک ساعت مہلت دی یا نصف مال ابتدا سے ایک سال کی تاخیر پر واجب ہوا اور آدھا فی الحال واجب ہوا اور ہر نصف کا علیحدہ کفیل ہوا پھر اصیل نے پانچسو درم ادا کیے اور کچھ نہ کہا تو یہ اس کفیل کی طرف سے رکھے جائینگے جسکی کفالت فی الحال کی ہے کذا فی الذخیرہ اور اگر اسنے کہا کہ یہ اسکی طرف سے ہے جسنے میعادی قرضہ کی کفالت کی ہے تو اسکا قول مقبول ہوگا یہ محیط مین لکھا ہے - اگر دو شخصون نے ایک شخص کیطرف سے ہزار درم کی کفالت کی اور دونون مین سے ہر ایک دوسرے کیطرف سے کفیل ہے اس شرط پر کفالت کی کہ ایک کے ذمہ ایک برس کے بعد مال واجب الادا ہے اور دوسرے پر دو برس کے بعد تو یہ جائز ہے پس اگر برس روز والے کی میعاد آگئی اور اس نے ادا کر دیا تو اصیل سے لیگا دوسرے کفیل سے نہین لے سکتا ہے یہ محیط مین لکھا ہے - دو متفاوض[1] جب شرکت سے جدا ہوے تو قرضخواہون کو اختیار ہے کہ تمام قرضہ کے واسطے جسکو چاہین گرفتار کرین اور ایک دوسرے سے نہین لے سکتا ہے یہان تک کہ نصف سے زیادہ ادا کرے پس وہ زیادتی کو لے سکتا ہے جب دو مکاتب ایک ہی کتابت کے ہون تو ایک کو دوسرے کی کفالت کرنا قیاساً صحیح نہین ہے اور استحساناً صحیح ہے پھر اگر ایک نے کچھ ادا کیا تو دوسرے سے اسکا نصف لے سکتا ہے اور اگر اسنے کچھ نہ ادا کیا یہان تک کہ مولے نے دونون مین سے ایک کو آزاد کر دیا تو عتق جائز اور نصف سے بری ہوگیا اور باقی آدھے کے واسطے مالک کو اختیار ہے کہ جسکو چاہے ماخوذ کرے پس اگر اس نے اسکو پکڑا جو آزاد ہوا ہے تو وہ دوسرے سے بھی لیگا اور اگر اس نے دوسرے کو پکڑا تو وہ آزاد سے کچھ نہ لیگا یہ شرح جامع صغیر مین ہے تین شخصون نے ایک شخص کی طرف سے ہزار درم کی کفالت کی پھر ایک نے ادا کر دیے تو سب بری ہو گئے اور کوئی

---

[1] قولہ متفاوض مساوی شریک جنمین سے ہر ایک دوسرے کا کفیل بھی ہوتا ہے دیکھو کتاب الشرکۃ ۱۲ منہ

کفیل دوسرے سے نہین لے سکتا ہو اور اگر ہر کفیل بھی دوسرے کفیل کی طرف سے کفیل ہوا اور ایک نے ادا کیا تو ادا کرنے والا دونون سے دو ثلث لے لیگا اور رب المال ہر ایک سے ہزار درم لے سکتا ہے یعنی ایک ہی سے لیگا مگر ہر ایک سے مطالبہ کر سکتا ہی۔ اور یہ اس صورت مین کہ دونون کفیلون پر قابو پایا اور اگر ایک پر قابو پایا تو اس سے نصف لیگا پھر دونون تیسرے سے ایک تہائی لین گے اور اگر غائب پر قابو پایا تو ہر ایک اس سے چھٹا حصّہ لیگا پھر سب ملکر اصیل سے ہزار درم لین گے اور اگر دوسرے کفیل سے پہلے اصیل پر قابو پایا تو اس سے کامل ہزار درم لیگا امام ابو یوسف رحمہ نے فرمایا کہ اگر دو شخصون نے کسی شخص کے واسطے ہزار درم کا اقرار کیا اس شرط پر کہ اس مال کے عوض اسکو اختیار ہو کہ دونون مین سے جس سے چاہے وصول کرے تو یہ بمنزلہ اسکے ہو کہ ہر ایک نے دوسرے کے حکم سے کفالت اختیار کی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے

پانچوان باب۔ غلام اور ذمی[1] کی کفالت کے بیان مین۔ غلام سے کفیل یا مال کی کفالت کرنا بدون مالک کی اجازت کے جائز نہین ہو مگر آزاد ہوکر ماخوذ[2] ہو سکتا ہو یہ محیط سرخسی مین لکھا ہو اور تجارت کے واسطے اجازت دینا کفالت کی اجازت نہوگی یہ ذخیرہ مین لکھا ہو۔ اگر مالک نے کفالت کی اجازت دی اور اسنے مالک اجنبی کی طرف سے مال کی کفالت کی تو صحیح ہو خواہ اسکو تجارت کی اجازت ہو یا منع کیا گیا ہو جبکہ اسپر قرض نہو اور یہی حکم باندی اور مدبرہ اور ام ولد کا ہو کذا فی المحیط اور کفالت کے قرضہ کے عوض خود فروخت کیا جائیگا مگر جب اسکا مولی فدیہ دیوے تو نہین یہ بدائع مین لکھا ہو۔ اور اگر غلام پر قرض[3] ہو اور اسنے اپنے مالک یا اجنبی کی طرف سے مال کی کفالت کی اور مالک نے اجازت دی تو جبتک وہ مملوک ہو اسپر کچھ دینا لازم نہوگا اور جب آزاد کیا گیا تو اس کے ذمہ لازم ہوگا یہ محیط مین لکھا ہو مالک کا غلام کی طرف سے کفالت کرنا صحیح ہو خواہ کفالت بالنفس ہو یا بالمال خواہ غلام پر قرض ہو یا نہو یہ نہایہ مین لکھا ہو اور مکاتب کو کسی اجنبی کی کفالت کرنا جائز نہین ہو خواہ مالک نے اسکو اجازت دی ہو یا نہ دی ہو و لیکن عقد کفالت منعقد ہو جائیگا حتی کہ بعد آزادی کے پکڑا جائیگا اور اگر مکاتب نے مالک کی طرف سے کفالت کی تو جائز ہے یہ بدائع مین لکھا ہو۔ اگر کسی[4] نے غلام کی طرف سے مال کی ضمانت کی تو بعد آزادی کے پکڑا جائیگا پس اگر اسنے مال تلف کر دینے کا اقرار کیا اور اسکے مالک نے تکذیب کی یا اس نے مالک کو وہ مال قرض دیا یا اس کے ہاتھ فروخت کیا اور وہ تصرف سے باز رکھا گیا ہو اور فی الحال یا میعادی ہونا کچھ نہ بیان کیا تو اسکا کفیل فی الحال ماخوذ ہوگا یہ کافی مین لکھا ہے۔ اسیطرح اگر اسکو کچھ ودیعت دی اور اس نے تلف کر دی یا بلا اجازت مالک کے اسنے شبہہ سے کسی عورت سے وطی کی تو فی الحال اس سے مواخذہ نہ کیا جائیگا اور اگر اسکی کسی شخص نے ضمانت کی اور فی الحال یا میعادی ہونا نہ بیان کیا تو کفیل پر فی الحال ادا واجب ہوگی یہ بحر الرائق مین لکھا ہو پھر جب اسکی طرف سے ادا کیا تو بعد آزادی کے اس سے لیگا بشرطیکہ

[1] قولہ ذمی وہ کفار جو دار الاسلام مین مطیع ہین ۱۲ منہ [2] قولہ ماخوذ یعنے غلام کفیل سے فی الحال کچھ نہین لے سکتا مگر جبکہ وہ آزاد ہو جاوے ۱۲ منہ [3] قولہ قرض ہو یعنی تاجر غلام قرضدار ہو ۱۲ منہ [4] قولہ اگر کسی نے آلخ یون ہی نسخ موجود مین ہو شاید مراد یہ کہ اجنبی نے غلام سے ضمانت کی تو کفیل فی الحال ماخوذ ہوگا لیکن غلام سے فی الحال نہین لے سکتا ہو جبکہ مثلاً غلام نے پرایا مال تلف کرنے کا اقرار کیا اور مولی نے اپنا حق نہ چھوڑا اور کہا کہ تو جھوٹا ہو تو غلام فی الحال فروخت نہین ہو سکتا لیکن کفیل ماخوذ ہوگا۔ اسیطرح محجور ہونے کی حالت مین پرایا مال لیکر مولی کو قرض دیا یا فروخت کیا [illegible] محجور کی بیع باطل ہو تو بھی یہی حکم ہے فافہم ۱۲ منہ

اسکے حکم سے ہو یہ تبیین میں لکھا ہی امام محمدؒ نے جامع صغیر میں فرمایا ہی کہ کسی شخص نے غلام پر قرض کا دعوے کیا اور ایک
شخص نے غلام کے نفس کی کفالت کی پھر غلام مرگیا تو کفیل بری ہوگیا یہ ذخیرہ میں لکھا ہی۔ اگر غلام کے قابض پر نفس
غلام کا دعویٰ کیا اور کسی نے غلام کے نفس کی کفالت کر لی پھر غلام مرگیا پھر مدعی نے گواہ پیش کیے کہ وہ غلام میرا تھا تو
کفیل اسکی قیمت کا ضامن ہی اور اگر مدعی کی ملکیت اس قابض کے اقرار سے یا قسم سے باز رہنے کی وجہ سے ثابت
ہوئی ہو اور وہ غلام قابض کے پاس مرگیا تو غلام کی قیمت کا حکم مدعا علیہ پر ہوگا اور کفیل کے ذمہ کچھ لازم نہوگا
مگر جبکہ وہ بھی مثل اپنے اصیل کے اقرار کرے اور امام تمرتاشی نے ذکر کیا ہی کہ (کیونکہ یہی مقتضی ہے ۱۲) غلام کے مرجانے میں قابض کے قول کی
تصدیق نہ کیجائیگی اور وہ اور کفیل قید کیے جاوینگے پھر جب دیر ہوگی تو قیمت کی ضمان لیجائیگی یہ نہایہ میں لکھا ہی
جاننا چاہیے کہ کفالت کے احکام میں اہل ذمہ اور اہل اسلام برابر ہیں مگر سود اور شراب کے باب میں فرق ہی پس اگر کسی
ذمی کی شراب دوسرے پر قرض تھی یا غصب کی تھی اور اسکی کسی ذمی نے کفالت کی تو جائز ہی پھر اگر ان میں سے کوئی مسلمان
ہوگیا تو اسکی چند صورتیں ہیں یا تو طالب مسلمان ہوا اور اس صورت میں ائمہ کے نزدیک بالاتفاق کفیل شراب اور اسکی
قیمت سے بری ہی اور یا مطلوب مسلمان ہوا تو وہ بھی شراب اور اسکی قیمت سے بری ہوگا اور اسکی برائت سے کفیل بھی بری
ہوگا اور یہ قول امام ابو یوسفؒ کا ہی اور امام ابو حنیفہؒ سے بھی مروی ہی اور زفرؒ نے امام اعظمؒ سے روایت کی ہے کہ مطلوب
پر شراب کی قیمت ہوگی اور کفیل اپنی کفالت پر رہیگا اور یہی قول امام محمدؒ کا ہی اور اگر کفیل خاصۃً مسلمان ہوا تو اس
صورت میں شراب بالکل سپرد سے ساقط ہوجائیگی کہ اسکا بدل بھی نہ دینا چاہیے اور یہی قول اخیر امام اعظمؒ کا اور
قول امام ابو یوسفؒ کا ہی اور امام محمدؒ کے نزدیک طالب کو اختیار ہی چاہے تو اصیل سے عین شراب لیوے یا کفیل سے
شراب کی قیمت لیوے۔ اور اگر سب لوگ مسلمان ہوگئے تو بلا بدلے کے شراب ساقط ہوجائیگی اور اسی طرح اگر طالب
اور کفیل یا طالب اور اصیل مسلمان ہوے تو بھی بلا بدل ساقط ہوگی اور اگر کفیل اور اصیل مسلمان ہوے تو بھی امام اعظمؒ
کے قول اخیر پر اور ابو یوسفؒ کے نزدیک بلا بدل ساقط ہوجائیگی اور امام محمدؒ کے نزدیک طالب کو اختیار ہی جس سے
چاہے مطالبہ کرے۔ اگر خمر کسی بیع کا ثمن ہو اور طالب اور مطلوب دونوں مسلمان ہوگئے تو کفیل عین شراب اور اسکی
قیمت سے بالاجماع بری ہوجائیگا اور اگر کفیل مسلمان ہوا تو طالب اپنے مطلوب سے عین خمر کا مطالبہ کرے گا اور
کفیل شراب اور اسکی قیمت سے بری ہوگا اور یہ آخر قول امام اعظمؒ اور ابو یوسفؒ کا ہی اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ
اسکے حق میں عین شراب سے بدل کر قیمت کیطرف تحویل ہوگی اور طالب اس سے قیمت کا مطالبہ کر سکتا ہے اگر
شراب بسبب سلم کے واجب ہوئی ہو اور طالب اور مطلوب دونوں مسلمان ہوگئے تو سلم باطل ہوگئی اور اسکے بطلان
سے اصیل بری ہوا تو کفیل بھی بری ہوگیا اور اگر کفیل مسلمان ہوا تو بلا اختلاف بری ہوگیا اور طالب کی شراب مطلوب
کی طرف اپنے حال پر باقی ہی کذا فی المحیط اور اصل اور قاعدہ یہ ہی کہ طالب کا مسلمان ہونا حبس سے شراب کو کھو
دیتا ہی کیونکہ سپرد کرنا اس کی طرف سے ممنوع ہوا ہی۔ اور مطلوب کا مسلمان ہونا بھی امام ابو یوسفؒ کے نزدیک
ایسا ہی ہی کیونکہ اب اسکو سپرد کرنا ممنوع ہی۔ اور امام محمدؒ کے نزدیک باطل نہیں کرتا ہی بلکہ عین سے تحویل کر کے

قیمت کی طرف لاتا ہی کیونکہ امتناع مقدار کیطرف سے نہین ہو بلکہ اسکی طرف سے ہو جسپر حق ہے - اور کفیل[1] طالب کے
لحاظ سے مطلوب ہو اور مطلوب کی نسبت طالب ہو - ایک نصرانی نے دو عورتون نصرانیہ سے شراب پر اس شرط
سے خلع کیا کہ ہر ایک عورت دوسرے کی کفیلہ ہے پھر نصرانی مسلمان ہوا یا سب ساتھ مسلمان ہوگئے تو دونون
عورتین کفالت سے بری ہوگئین اور جوان پر واجب ہو وہ بدل کر قیمت کی طرف آیا اور اگر ایک مسلمان ہوگئی تو
اسپر قیمت ہوگئی اور دوسری عورت پر شراب رہیگی - پس اگر مسلمان ہونے والی عورت نے قیمت ادا کردی تو دوسری
سے نہین لے سکتی ہے - اور اگر کافرہ نے تمام خمر ادا کردی تو مسلمہ کے حصہ کی قیمت اس سے لے لیگی - اگر دونون
عورتین ساتھ مسلمان ہوگئین اور نصرانی مسلمان نہوا تو ہر ایک پر جو حق کفالت اور اصالت کی راہ سے ہو تحویل
پاکر قیمت کی طرف رجوع کریگا - اور جس عورت نے کل قیمت ادا کردی وہ دوسرے سے کچھ نہین لے سکتی ہو - اگر دونون
آگے پیچھے مسلمان ہوئین تو انپر تحویل سے قیمت واجب ہوگی اور اگر دوسری مسلمہ نے سب قیمت ادا کردی تو پہلی سے
واپس نے لیگی اور اگر پہلی عورت مسلمہ نے ادا کی تو اس سے نہین لے سکتی ہو اور اگر ایک مسلمان ہوئی پھر اسکا
شوہر مسلمان ہوا پھر دوسری اسلام لائی تو جسقدر حق پہلی عورت پر ہو تحویل ہوکر قیمت کیطرف رجوع کریگا پس جبا سنے
قیمت ادا کی تو دوسری سے کچھ نہین لے سکتی ہو اور جو دوسری عورت پر ہو اصالۃً تحویل پاکر قیمت ہوگی اور کفالت کی راہ سے
زوج کا حق اسپر نہین ہو اگر ایک نصرانی دو نصرانی عورتون سے ایک خون[2] سے جو ان دونون پر ہو شراب پر صلح کرادی اور ہر ایک
عورت نے دوسری عورت کی کفالت کی تو اسکی صورتین بلا فرق وہی نکلتی ہین جو خلع مین مذکور ہوئی ہین یہ کافی مین لکھا ہو - اگر
ایک ذمی نے دوسرے ذمی پر شراب یا سور کا دعوی کیا اور مدعا علیہ کے نفس کی کسی مسلمان نے کفالت کرلی اور اسکی
خصومت کا وکیل اور جو کچھ حکم دیا جائے اسکا ضامن بنا یا تو کفالت بالنفس جائز ہو و لیکن مکروہ ہو پھر اگر اسپر گواہ نالش پیش
ہوکر شراب یا سور کا فیصلہ ہوا تو کفیل پر لازم ہونے کے باب مین دو صورتین ہین کہ اگر اسنے شراب اور سور کے تلف
ہونیسے پہلے کفالت کی تو کفیل پر کچھ لازم نہوگا اور اگر دونون کے تلف ہونے کے بعد کفالت کی تو شراب مین اسپر کچھ لازم
نہوگا اور سور کی صورت مین اگر قاضی نے اصیل پر اسکی قیمت مین درم یا دینار کا حکم دیا تو کفیل پر لازم ہونگے اور اگر قاضی
نے اسپر قیمت کا حکم نہ دیا تو امام اعظم رح کے نزدیک کفیل پر کچھ لازم نہوگا کیونکہ قیمت کیطرف تحویل پانا قاضی کے حکم ہی سے ہو
اور وہ یہان پایا نہ گیا اور صاحبین کے نزدیک قاضی کے حکم کی ضرورت نہین فقط تلف کرنیسے عین شی منتقل ہوکر قیمت ہوجاتی
ہو تو وہ قیمت کا کفیل ہوا اور یہ جائز ہو یہ محیط[3] مین لکھا ہو - مرتد کی کفالت بانند اسکے دیگر تصرفات کے موقوف رہتی ہو اور عورت مرتدہ
کی کفالت بالاتفاق جائز ہو جیسے اسکے اور تصرفات جائز ہین پس اگر وہ دار الحرب مین جا ملی اور گرفتار ہوئی پس اگر کفیل بحکم ہو

[1] قولہ کفیل الخ یعنے طالب مقدار تو کفیل سے مطالبہ کرسکتا ہو تو وہ مطلوب ٹھہرا لیکن کفیل اپنے مکفول عنہ سے مطالبہ کرسکتا ہو پس اسکا طالب ہو
[2] قولہ خون یعنی خون ناحق سے صلح کی ۱۲ منہ [3] قولہ محیط الخ اگر کسی نے زید کے قرضہ کی کفالت کی پھر زید پر دو سال بعد نصرانی حاکم نے مع سود
قرضہ ادا کرنے کی ڈگری کی تو کیا کفیل پر بھی یہ سود لازم آویگا اس مین بھی اسی مسئلہ پر قیاس کرکے اختلافی حکم نکالا جاوے کیونکہ یہان پہنچ
کا حکم ہوا ہو اور کفیل جسقدر ادا کریگا سب اصیل سے لے لیگا واللہ تعالی اعلم ۱۲ منہ

کفالت بالنفس تھی تو باطل ہوجائیگی اور اگر کفالت بالمال تھی اور اسکا مال ہو تو کفالت مال کیطرف منتقل ہوگی کسی حربی نے نفس یا مال کی کفالت کی اور دار الحرب مین جا ملا پھر امان لیکر آیا تو کفالت اسکو لازم ہوگی کسی مسلمان نے کسی مرتد کے واسطے نفس یا مال کی کفالت کی پھر وہ دار الحرب میں جا ملا تو اسکی کفالت کے حق پر اسکے ورثہ ہون گے۔ اور اگر وہ واپس آیا اور اسکے وارثون نے تمام حق پا لیا ہو تو کفیل بری ہے ورنہ اسکو اختیار ہوگا کہ کفیل کو ماخوذ کرے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے

متفرقات کفالت بالدرک ہو جائز ہے یعنی مبیع کے مستحق ہوجانے کے وقت ثمن مشتری کو واپس دینے کا التزام کرلینا اگر کفالت بالدرک کی اور مبیع استحقاق مین لی گئی تو کفیل سے مواخذہ نہوگا یہانتک کہ بائع پر ثمن کا حکم دیا جاوے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے۔ اور کفالت بالدرک مین نفس بائع کی کفالت کرنا بھی جائز ہے یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہے اور ضمانت عہدہ ظاہر الروایہ کے موافق باطل ہے کذا فی غایۃ البیان اور اسکی صورت یہ ہے کہ مثلاً ایک غلام کسی شخص سے خریدا پھر اسکے استحقاق مین لیے جانے کے خوف سے مشتری کے لیے ضمان عہدہ کرلی پس ناجائز ہے اور وجہ یہ ہے کہ عہدہ کا لفظ مشترک ہے کبھی قدیمی نوشتہ پر بولا جاتا ہے اور عقد پر حقوق عقد پر اور درک ثمن پر اور خیار شرط پر بولا جاتا ہے پس معنی بیان کرنے سے پہلے اسپر عمل کرنا متعذر ہے پس جہالت کیوجہ سے ضمانت باطل ہوگی یہ تبیین مین لکھا ہے۔ اور امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ضمان خلاص بھی باطل ہے کیونکہ خلاص کے معنے ان کے نزدیک یہ ہین کہ خلاص کا ضامن ضمانت کرتا ہے کہ مین مبیع کو اس کے حقدار سے خلاص کر کے لامحالہ مشتری کے سپرد کرونگا اور یہ التزام امر غیر مقدور پر ہے پس باطل ہے اور اگر اسطرح ضمانت کرتا ہے کہ یا مین مبیع کو خلاص کرا کے سپرد کرون یا ثمن واپس کرونگا تو صحیح ہوتی کیونکہ اسکو وفا کر سکتا ہے اسطرح کہ اگر مستحق نے اجازت دی تو مبیع سپرد کرے ورنہ ثمن یہ کافی مین لکھا ہے۔ اگر ایک شخص نے ایک مکان فروخت کیا اور کسی شخص نے بائع کی طرف سے مشتری کے واسطے ضمان درک کر لی تو اسکی کفالت کے یہ معنی ہین کہ مبیع سپرد کرے اور یہ اقرار ہے کہ میرا کچھ حق اس مکان مین نہین ہے یہانتک کہ پھر اگر اسنے دعویٰ کیا کہ مکان مین میری ملکیت ہے یا شفعہ پہونچتا ہے یا اجارہ پر ہے تو اسکا دعویٰ قابل سماعت نہوگا یہ تبیین مین لکھا ہے اور اگر اسنے حاضر ہوکر مہر کردی اور کفالت نہ کی تو وہ اپنے دعوے پر باقی ہے کذا فی الہدایہ اور مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم ایسی صورت پر محمول ہے کہ جب اسنے یہ لکھا کہ فلان شخص (یعنی خود) خرید فروخت مین حاضر ہوا یا یہ لکھا کہ بیع میرے سامنے واقع ہوئی یا یہ کہ خرید فروخت کا اقرار میرے پاس ہوا تو البتہ اسکو دعوے کا اختیار ہے اور اگر اس نے گواہی مین ایسی بات پیش کی کہ جس سے اس بیع کا صحیح ہونا و نافذ ہونا ثابت ہو مثلاً بعینا مہ مین تھا کہ فلان شخص اس مکان مین مالک نے اسکو فروخت کیا اور اس نے لکھدیا کہ مین اسپر گواہ ہون تو پھر اسکا دعویٰ مسموع نہوگا یہ نہایہ مین لکھا ہے۔ اگر کفیل بالدرک نے کچھ رہن لیا تو باطل ہے اور ضمان نہوگی یہ محیط مین لکھا ہے۔ اگر ایک شخص کے حکم سے اسکی طرف سے کسی نے ایک ہزار درم کی کفالت کی پھر اصیل نے ایسا حریرہ کی بیع بالعینہ کا حکم دیا تو خرید کفیل کی اور جو نفع بائع نے لیا ہے اسکا ہوگا بیع عینہ کی صورت یہ ہے کہ مثلاً کسی تاجر نے دس درم قرض مانگے اسنے انکار کیا اور ایک کپڑا جو دس درم کا ہوتا ہے پندرہ درم مین اسکے ہاتھ بیچا تاکہ قرض لینے والا دس درم

کو فروخت کرلے اور پانچ درہم میرے برداشت کرے یہ ہدایہ میں لکھا ہے اور یہ مکروہ ہے یہ کافی میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے دوسرے کی طرف سے اسکے حکم سے ایک ہزار درہم قرضہ کی کفالت کی پھر اصیل نے کفیل کو ادا کر دیے پس یا تو اس نے ادا کر دینے کے طور پر دیے ہیں مثلاً مال دیکر کہا کہ تو اسکو اپنے قبضہ میں لے کہ مجھے اسکا اطمینان نہیں ہے کہ طالب اپنا حق تجھ سے لیوے پس تو ادا کرنے سے پہلے لے لے یا اسنے بطور ایلچی کے دیے ہیں مثلاً اصیل نے کفیل سے کہا کہ یہ مال لیکر طالب کو پہونچا دے پس اصیل کو دونوں صورتوں میں واپس کر لینے کا اختیار نہیں ہے پس اگر پہلی صورت واقع ہوئی اور کفیل نے اس میں کچھ تصرف کیا اور نفع اٹھایا تو نفع اسکا ہے اسکو صدقہ کرنا واجب نہیں ہے لیکن اگر اصیل نے قرضہ ادا کر دیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک اس میں ایک طرح کی خباثت ہے اور اگر کفیل ہی نے ادا کیا تو بالاجماع اسمیں کچھ خباثت نہیں ہے اور دوسری صورت میں اگر نفع اٹھایا تو امام اعظمؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک نفع اسکو حلال نہیں ہے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک حلال ہے اور اگر کفالت ایسی چیز میں ہو کہ جو متعین ہو سکتی ہے جیسے ایک کر گیہوں تھے کہ ان کو کفیل نے اصیل سے بطور ادا ے قرض کے لیکر قبضہ میں لیے اور اس میں تصرف کر کے نفع اٹھایا تو نفع اسکا ہوگا اور امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا کہ میرے نزدیک بہت پسندیدہ یہ ہے کہ مکفول عنہ کو واپس کرے اور یہی صحیح ہے اور جب اسکو واپس دیا اور وہ فقیر ہے تو اسکو حلال ہے اور اگر غنی ہو تو اس میں دو روایتیں ہیں اور فخر الاسلام نے فرمایا کہ حق یہ معلوم ہوتا ہے کہ حلال ہے اور اگر متعین چیز کو اس نے بطور ایلچی ہونیکے لیکر قبضہ کیا تھا تو مثل سابق کے جو غیر متعین میں گذرا امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ اور امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اسکا نفع لے لینا حلال نہیں اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک حلال ہے یہ عنایہ میں لکھا ہے۔ اگر کسی شخص نے چاہا کہ میں کسی شخص کے نفس کی کفالت کروں اور بالکل کفیل نہوں تو ظاہر الروایہ کے موافق اسمیں یہ حیلہ ہے کہ کفیل کفالت کے وقت کہے کہ میں نے فلاں شخص کے نفس کی کفالت ایک مہینہ تک کی اس شرط پر کہ بعد مہینہ کے میں کفیل نہونگا تو وہ شخص بالکل کفیل نہوگا یہ فصول عمادیہ میں لکھا ہے۔ مجموع النوازل میں ہے کہ کسی کے دوسرے پر ہزار درہم ہیں اور اسکا کوئی کفیل ہوا پھر مطلوب نے طالب سے کہا کہ فلاں شخص نے تیرے واسطے میری طرف سے اسکی کفالت کر لی ہے تو مجھے بری کر دے تاکہ تیرا جھگڑا کفیل سے باقی رہجاوے اور میں درمیان میں سے نکل جاؤں اور اس نے اسکو بری کر دیا تو کفیل بھی بری ہو گیا کیونکہ اصیل کی برأت سے اسکی برأت ہوتی ہے۔ اگر کسی نے دوسرے کی طرف سے اسکی اجازت سے مال کی کفالت کی اور مکفول عنہ نے اسکو کچھ رہن دیا تو جائز ہے پس اگر رہن تلف ہو گیا تو کفیل نے اپنا تمام حق جو مکفول عنہ پر چاہیے تھا رہن کے تلف ہونے کی وجہ سے حاصل کر لیا اور اسکا حکم اور حقیقۃً وصول کر لینے کا حکم ایک ہی ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر کسی شخص کی کفالت بالنفس اس شرط پر کی کہ اگر اسکو ایک سال میں نہ پہونچا دوں تو جو مال اسپر ہے وہ مجھپر ہوگا اور وہ ہزار درہم تھے پھر مکفول عنہ نے کفیل کو مال کے عوض سال تک کچھ رہن دیا تو باطل ہے اگر کفیل نے طالب سے کفالت کے باب میں کہا کہ اگر مکفول عنہ مر گیا اور اسنے تجھے مال ادا نہ کیا تو وہ مال مجھپر ہوگا پھر مکفول عنہ نے اسکو کچھ رہن دیا تو جائز نہیں ہے اور اگر طالب نے اسکو کفالت سے بری کیا تو جائز نہیں ہے اور اصیل

کا بری کرنا جائز ہی اور اصل یہ ہو کہ جس حق کے عوض رہن درست نہین ہو اسے بری کرنا بھی درست نہین ہو یہ فتاویٰ قاضی خان مین لکھا ہو کہ ایک شخص نے وکیل کیا کہ موکل کے نفس کیواسطے فلان کفیل کر دے اور جو کچھ موکل پر ثابت ہو اسکا وہ ضامن ہو پس اسنے ایک ایسا ہی کفیل دیا پھر موکل پر کسی قدر مال کا حکم دیا گیا تو طالب کو اختیار ہو کہ کفیل کو گرفتار کرے اور کفیل وکیل کو گرفتار نہین کر سکتا ہو کیونکہ وکیل یہان بمنزلہ ایلچی کے تھا کیونکہ اس سے ایجاب قبول نہین پایا گیا بلکہ صرف اس نے مطلوب کی طرف سے[1] کفالت کا حکم دیا اور عقد کا حکم دینے والا حقوق عقد مین ماخوذ نہین ہوتا ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہو۔ منتقی مین امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت ہو کہ اگر کسی نے کہا کہ مین فلان شخص کے واسطے فلان شخص کی طرف سے جو اس تحریر مین ہو یا جو قاضی کی تحریر مین ہو ضامن ہوا تو یہ باطل ہو اور اگر کہا کہ جو فلان پر آتا ہے اس تحریر مین اسکا مین ضامن ہوا تو یہ جائز ہو یہ ذخیرہ مین لکھا ہو۔ اگر کسی نے کسی کے لیے اپنا فروخت کیا اور ثمن کا ضامن ہوا یا مضارب نے کسی مال کے ثمن کی ضمانت کی تو باطل ہو اور اسیطرح اگر دو شخصون نے ایک غلام کو ایک ہی صفقہ مین فروخت کیا اور ہر ایک نے دوسرے کے حصہ ثمن کی ضمانت کی تو باطل ہو کذا فی الہدایہ اور اگر دونون نے دو صفقہ مین مثلاً ہر ایک نے ایک نصف علیحدہ عقد کے ساتھ فروخت کیا اور ایک نے دوسرے کے حصہ ثمن کی ضمانت کر لی تو جائز ہے وکیل النکاح نے اگر عورت کے مہر کی ضمانت کی یا بیع مین ایلچی نے اگر ثمن کی مشتری کیطرف سے ضمانت کر لی تو ضمانت صحیح ہو یہ کافی مین لکھا ہے۔ اگر کسی عورت کے واسطے اسکے شوہر کی طرف سے ہر مہینہ کے نفقہ کی ضمانت کی تو جائز ہو اور اسکو شروع ماہ مین رجوع کرنیکا اختیار نہین ہو اور اگر اجارہ مین ہر مہینہ کے اجارہ کی ضمانت کی تو اسکو اختیار ہوگا کہ شروع مہینہ مین ضمانت سے رجوع کر لے اور فرق یہ ہو کہ نفقہ مین ہر مہینہ مین سبب از سر نو شروع نہین ہوتا ہے اور اجارہ مین از سر نو شروع ہوتا ہی پس اسکو اختیار ہو کہ کفالت آئندہ کو چھوڑ دے کذا فی الاختیار پس اگر کفیل مر گیا اور اوس کے بعد متاجر ایک مہینہ مکان مین رہا تو جسقدر اس پر لازم آوے کفیل کے ترکہ پر لازم ہوگا اور موت سے کفالت مثل کفالت درک کے باطل نہین ہوتی ہے بخلاف کفالت بالنفس کے کہ وہ باطل ہو جاتی ہے یہ خزانۃ المفتین مین لکھا ہو۔ اور اجرت کے کفیل کو ادا کرنے سے پہلے یہ اختیار نہین ہو کہ متاجر سے مواخذہ کرے اور اگر ادا کر دیا تو متاجر سے لے سکتا ہو بشرطیکہ کفالت اسکے حکم سے ہو کسی شخص نے اپنے لڑکے کو جو تصرفات سے باز رکھا گیا ہے دس درم دیے اور کہا کہ اسکو اپنے واسطے صرف کرے پھر ایک شخص نے دینے والے کی ضمانت کی تو صحیح نہین کیونکہ اسنے لڑکے کی طرف سے ایسی چیز کی ضمانت کی جو مضمون علیہ[1] نہین ہو اور اگر دیدینے سے پہلے کسی نے اس طرح ضمانت کی کہ تو اسکو دس درم دے اس شرط پر کہ مین تیرے لیے ان دس درم کا ضامن ہون تو یہ صحیح ہو گویا ضامن نے دس درم اس سے قرض لیے اور حکم دیا کہ تو اس لڑکے کو دیدے اور لڑکا اسکی طرف سے قبضہ کا نائب ہو جائیگا اور اسیطرح اگر ایسے لڑکے نے جو تصرفات سے منع کیا گیا ہو کوئی چیز فروخت کی اور ثمن پر قبضہ کر لیا پھر ایک شخص نے مشتری کے واسطے ضمان درک کی پس اگر لڑکے کے ثمن پر قبضہ کرنے کے بعد ضمانت کی تو کفالت صحیح نہین ہو اور اگر اس

[1] قولہ مضمون علیہ یعنے لڑکے پر اس کی ضمانت نہ تھی اور غیر مضمون کی کفالت نہین ہوتی ہو ۱۲

پہلے کفیل ہوا تو صحیح ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ اگر کوئی شخص گونگا ہو اور وہ سمجھتا ہے اور لکھتا ہے اور
اس نے نفس یا مال کی کفالت اپنے اوپر لکھی یا اسکے واسطے کسی نے کسی چیز کی کفالت کی اور اس نے تحریر سے
قبول کیا تو جائز ہے یہ محیط مین لکھا ہی۔ کسی نے رطب یعنی خرماے تر کی کفالت کی اور اصیل پر بوجہ اسکے کہ اسکا زمانہ
منقطع ہو گیا تھا رطب کی قیمت کے واسطے قاضی نے حکم دیا تو کفیل پر رطب باقی رہینگے اور تغیر نہوگا اور اگر اصیل
سے قیمت لی گئی تو کفیل بری ہو جائیگا اور اگر اس نے رطب ادا کر دیے تو اپنے اصیل سے قیمت لے لیگا یہ
کافی مین لکھا ہی۔ مرض الموت کے مریض نے اگر کسی کیطرف سے مال کی کفالت کی پس اگر اسپر اسقدر قرض ہو جو اسکے کل
مال کو محیط ہو تو کل کفالت باطل ہی اور اگر قرض نہو تو بقدر تہائی مال کے کفالت جائز ہی اور اگر اس نے کسی وارث
کیطرف سے یا کسی وارث کے واسطے کفالت کی تو تہائی بھی جائز نہوگی **قال المترجم** لقوله عليه السلام لا وصية لوارث پس جب
وصیت وارث کے حق مین نہوئی تو کفالت باطل ہو گئی۔ اگر مریض نے کسی کیطرف سے ہزار درم کی کفالت کی اور اسپر قرض
نہین ہی پھر اسنے کسی اجنبی کے واسطے اسقدر قرضہ کا اقرار کیا جو اسکے تمام مال کو محیط ہے پھر کفیل مر گیا تو جسکے لیے
قرضہ کا اقرار کیا ہی وہ کفیل کے ترکہ کا اس سے زیادہ حقدار ہی جسکے لیے کفالت کی ہی۔ اور اگر اسکا ترکہ اسقدر قرضہ سے
جسکا اقرار کیا ہی زیادہ ہو تو دیکھا جائیگا کہ اگر قرضہ ادا کرنے کے بعد باقی کی تہائی مین سے کفالت نکل سکتی ہو تو کل کفالت
صحیح ہی اور اگر کل کفالت اس سے نہ نکل سکتی ہو تو کفالت بقدر تہائی باقی مال کے جائز ہی یہ محیط مین لکھا ہی امام رضی اللہ
عنہ سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص نے مال اجارہ کی ضمانت کی پھر اجارہ فسخ ہو گیا اور انھون نے اسی مال پر ازسرنو
عقد کیا تو فرمایا کہ وہ شخص کفیل نرہیگا یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی۔ ایک شخص کے دوسرے پر ہزار درم میعادی قرض تھے
اسنے قرضہ کے واسطے قرضدار سے کوئی کفیل طلب کیا تو ہمارے اصحاب سے ظاہر الروایۃ کے موافق قاضی کفیل دینے کے
واسطے اسپر جبر نہ کریگا اور منتقی مین مذکور ہی کہ اس سے کفیل دینے کا مطالبہ کریگا اگرچہ قرض میعادی ہو اور اسکے بعد
ذکر کیا کہ میعادی قرض مین قاضی نے اگر اس خصم سے جو غائب ہوجانا چاہتا ہی کفیل لیا تو اسکو نافذ کریگا اس دلیل سے
کہ عورت نے اگر اپنے نفقہ کے واسطے اپنے شوہر کے سفر کو جانے کے وقت کفیل طلب کیا تو استحساناً امام ابو یوسف
رحمہ اللہ تعالے کے نزدیک قاضی اس سے ایک مہینہ کے نفقہ کے واسطے کفیل لیگا اور یہ لوگون کے حق مین آسانی
کے واسطے ہی اور یہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالے کے نزدیک استحساناً ہی اور صدر الشہید نے اپنے واقعات مین
لکھا ہی کہ مسئلہ نفقہ مین لوگون پر نرمی کے واسطے امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالی کے قول پر فتوی ہی پس اگر اور قرضون مین
بھی کسی مفتی نے لوگون پر آسانی کے واسطے ایسا ہی فتوی دیا تو بہتر ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی اگر کسی نے دوسرے
کی طرف سے جو اسکے اوپر مال آتا ہی اسکی کفالت کی پھر مکفول لہ اور مکفول عنہ اور کفیل نے باہم اختلاف کیا اور
کفیل نے سو درم کا اقرار کیا اور مکفول لہ نے بیس دینار کا دعوی کیا اور مکفول عنہ نے ایک کر گیہون کا اقرار کیا تو
کچھ بھی کفیل اور مکفول عنہ پر نہ پڑیگا اور جب ایسا واقع ہوا تو دونون مین سے ہر ایک سے قسم لیجائیگی پس اگر دونون کفیل
اور مکفول عنہ نے قسم کھائی تو دونون بری ہو گئے اور اگر ایک نے قسم کھالی اور دوسرے نے انکار کیا تو منکر پر دعوی

ثابت ہوگا اور قسم کھانے والا بری ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر کسی کفیل نے کہا کہ میں نے تیرے واسطے اس مال کی جو تیرا فلاں شخص پر آتا ہے ایک مہینہ تک کی کفالت کی تھی اور بعد مہینہ کے کفالت نہیں بلکہ میں نے مطالبہ کفالت سے برائت کر لی تھی۔ اور مال کے مالک نے کہا کہ نہیں بلکہ تو نے اس شرط سے کفالت کی تھی کہ میں تجھ سے ایک مہینہ مطالبہ نہ کرونگا اور بعد مہینہ کے مطالبہ کرونگا تو مال کے مالک کا قول معتبر ہے اور کفیل کا قول معتبر نہ ہوگا یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے اگر کسی شخص نے دوسرے سے کہا کہ میں نے فلاں شخص کے نفس کی کفالت تیرے واسطے قبول کی اور مکفول لہ اس مکفول عنہ پر کچھ دعویٰ نہیں کرتا تھا تو کفالت جائز ہے اور کفیل کے حق میں مکفول عنہ کا مجلس میں آنا طالب کے لیے مستحق[1] علیہ ہو جائیگا پس یہ کفالت کفیل و مدعی کے زعم میں اصیل پر حق استحقاق کے واقع ہوئی اور گویا بمنزلہ اس صورت کے ہوئی کہ کسی شخص نے کسی کیطرف سے مال کی کفالت کی و مدعا علیہ مال سے انکار کرتا ہے پس اگر کفیل بالنفس پر طالب نے نالش کی اور اس نے قاضی سے کہا کہ مکفول عنہ پر اسکا کچھ حق نہیں ہے تو اسپر التفات نہ کیا جاویگا یہ محیط میں لکھا ہے کسی نے ایک شخص کو حکم دیا کہ اپنے مال میں سے میرا قرضہ ادا کرے اور اس نے ادا کرنے سے انکار کیا تو اسپر جبر نہ کیا جاویگا مگر جبکہ اس نے کفالت اختیار کی ہو تو اسپر ادا کرنے کے واسطے جبر کیا جاویگا یہ فتاویٰ قاضیخان میں لکھا ہے منتقی میں ہے کہ کسی شخص نے دوسرے کو ایکہزار درم ایک تھیلی کے اندر ادا کر دیے پھر اسکو خوف کمی کا ہوا پس دوسرے شخص نے اس کی کمی کی کفالت کر لی پھر جب اس نے دیکھا تو پورے پائے مگر وہ زیوف[2] تھے تو امام اعظمؒ کے نزدیک اسپر کچھ ضمان نہیں ہے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ہزار درم جید کا ضامن ہے اور قرضدار کو زیوف واپس کر دے اگر قرضہ دو شخصوں میں مشترک ہو پھر ایک نے دوسرے شریک کے حصہ کی کفالت کی تو باطل ہے۔ اگر ایک عورت کے مہر کے ہزار درم اسکے شوہر پر تھے اور اسکے شوہر کی طرف سے ایک شخص نے اسکی ضمانت کر لی پھر وہ عورت مر گئی اور اسکا وارث اسکا شوہر اور ایک بھائی ہے تو کفیل آدھے[3] مال سے بری ہو جائیگا اور بھائی کے حصہ یعنی نصف کا کفیل رہیگا اگر کسی مسلمان نے دوسرے مسلمان پر کسی قدر مال کا دعویٰ کیا اور اس نے انکار کیا اور طالب نے یہ دعویٰ کیا کہ اسکی طرف سے اسکے حکم سے فلاں ذمی نے کفالت کی تھی اور کفیل منکر ہے اور اسپر دو ذمیوں نے گواہی دی تو دونوں کی گواہی ذمی پر جائز ہوگی اور مسلمان مدعا علیہ پر جائز نہ ہوگی حتیٰ کہ اگر کفیل نے مال ادا کر دیا تو بد نیوجہ اپنے اصیل سے نہیں لے سکتا ہے ایسا ہی عامہ روایات کتاب الاصل میں مذکور ہے اور بعض روایتوں میں ہے کہ یہ گواہی بالکل مقبول نہ ہوگی یہ محیط میں لکھا ہے کفیل بالنفس یا مال نے اگر مکفول لہ و مکفول عنہ کے سامنے اپنے آپ کو عہدہ کفالت سے الگ کرنا چاہا تو بری نہ ہوگا اور کفیل باقی رہیگا۔ اور وکیل نے اگر اپنے تئین موکل کے سامنے الگ کرنا چاہا تو وکالت سے خارج ہو جائیگا۔ اور کتاب الحیل میں اشارہ ہے کہ کفیل بھی کفالت سے

---

[1] قولہ مستحق علیہ یعنی اس پر حق واجب ہوگا کہ قاضی کی مجلس میں طلبی کے وقت حاضر ہو ۱۲ [2] قولہ زیوف کھوٹے ۱۲ [3] قولہ آدھے اسواسطے کہ عورت کے ترکہ میں نصف شوہر کا اور نصف بھائی کا ہے ۱۲ منہ

نکل سکتا ہے اور اسکی صورت وہاں یہ ذکر کی ہو کہ اگر ایک شخص کا دوسرے پر کچھ میعادی یا قسط وار قرض تھا پھر ایک شخص نے قرضخواہ سے کہا کہ جب تیرے مال کا جو فلان شخص پر ہے وقت آوے تو مین تیرے لیے اسکے نفس کا کفیل ہون یا ہر قسط کی میعاد پر مین اسکے نفس کا کفیل ہون پھر مال کی میعاد آنے سے پہلے کفیل نے چاہا کہ مین اپنے تئین الگ کرون تو اسکو یہ اختیار نہین ہو پس اس مسئلہ مین یہ قید لگانا کہ میعاد آنے سے پہلے ایسا نہین ہو سکتا ہو اشارہ ہو کہ اگر مال فی الحال ہوتا تو اسکو اختیار تھا کہ الگ ہو جاوے کذا فی الذخیرہ **قال المترجم**[۱] لعل القید متعلق بالارادۃ فافہم۔ خراج مین کفالت اور رہن جائز ہو کذا فی الہدایہ بعض نے فرمایا کہ خراج سے مراد خراج موظف[۲] ہو کذا فی الکفایہ اور نوائب کا حال یہ ہو کہ ان مین جسقدر انصاف سے ہین مثلاً سب کے واسطے مشترک نہر کے کھودنے کا صرف یا محلہ کی چوکیداری یا بیت المال کے خالی ہونے کی صورت مین قیدیون کے فدیہ دینے کے واسطے تحصیل کرنا یا لشکر جہاد کے سامان کے لیے وظیفہ لینا پس اسکی کفالت بالاجماع جائز ہے اور جو نوائب ایسے ہین کہ انصاف نہین ہین جیسے ہمارے زمانہ مین بادشاہ کی طرف سے روزانہ یا ماہواری ٹکس درزیون یا رنگریزون وغیرہ پر بندھا ہو تو یہ ظلم ہو اور اسکے کفالت کے صحیح ہونے مین مشایخ نے اختلاف کیا ہو یہ فتح القدیر مین لکھا ہو۔ اور صحیح ہونے پر فتویٰ ہے یہ شرح وقایہ مین لکھا ہو۔ اور جو مشایخ صحت کی طرف میلان کرتے ہین ان مین سے شیخ علی بزدوی بھی ہین کذا فی الہدایہ اور نسفی اور شمس الائمہ قاضیخان نے بھی یہی کہا ہو کیونکہ اس مین مطالبہ سب سے بڑھکر سخت ہو اور باب کفالت مین اسی کا اعتبار ہے اسی وجہ سے ہم نے کہا کہ جو شخص ان نوائب کی قسط بندی مین کوشش کرے اسکو ثواب ہو اگرچہ اسکا لینے والا ظالم ہو یہ معراج الدرایہ مین ہو۔ جن عقود مین کفالت شرط کی گئی تین قسم ہین ایک قسم یہ ہو کہ اگر کفیل غائب ہو خواہ اس نے کفالت قبول کی یا نہ قبول کی یا حاضر ہوا اور اس نے نہ قبول کی تو قیاساً و استحساناً عقد فاسد ہوگا اور اگر حاضر ہوا اور اس نے قبول کر لیا تو استحساناً صحیح ہو اور یہ ہر عقد کا حال ہے جو شروط فاسدہ سے باطل ہو جاتا ہو جیسے بیع اور اجارہ اور سلم وغیرہ۔ اور دوسری قسم وہ کہ جن مین شرط کفالت مفسد نہین ہو خواہ کفیل حاضر ہو یا غائب ہو خواہ قبول کرے یا نہ کرے اور یہ ہر عقد کا حال ہو جس مین شروط فاسدہ مفسد نہین ہین جیسے قرض اور عتق علے المال اور نکاح اور صلح عن دم العمد و لیکن جب کفیل کفالت نہ قبول کرے تو ثابت نہو گی اور اگر قبول کر لی تو ثابت ہو گی اور عقد تو بہرطرح ثابت ہو شرط کفالت سے کسی حال مین فاسد نہو گا۔ تیسری قسم وہ یہ ہو کہ جب کفالت کی شرط لگائی اور کفیل نے قبول کر لی تو صحیح ہو خواہ کفیل حاضر ہو یا غائب ہو اور اس نے نہ قبول کی تو صحیح نہین ہو۔ کسی شخص کے دوسرے پر ہزار درم

---

[۱] **قولہ** قال المترجم خلاصہ یہ کہ اشارہ مذکور بعید ہو اسواسطے کہ قرض دینے والے نے اسی کی کفالت پر مال دیا ہو۔ ہان اگر بعد معاملہ قرض کے کفیل ہو گیا ہو تو یہ حکم محتمل ہو ۱۲ [۲] **قولہ** موظف یعنی پیداوار کی تہائی نہین بلکہ نقدی بندھا ہوا ہو اور نوائب وہ چیزین جو مانند چوکیداری و تعمیر پل وغیرہ کے اور مانند غیر معمولی ٹکس وغیرہ کے بندھے جاوین ۱۲۔

کسی بیع کا ثمن یا سلم کے فی الحال واجب تھے اس نے درخواست کی کہ اسکی قسط کردے اس شرط پر کہ فلان شخص کفیل ہو اس نے منظور کیا پس اگر کفیل نے منظور کیا تو تاخیر[۵] درست ہو خواہ حاضر ہو یا غائب ورنہ نہیں یہ محیط مین لکھا ہو۔ دو شخص ایک کشتی پر سوار کسی جگہ کو جہان تھوڑا پانی ہو جاتے تھے پھر ایک نے دوسرے سے کہا کہ تو اپنا مال اس شرط سے پانی مین پھینک دے کہ میرا مال ہم دونون مین مشترک ہو تو یہ فاسد ہو اور اسکے مال کی نصف قیمت کا ضامن ہوگا کذا فی محیط السرخسی اور اسکا طریقہ یہ ہو کہ یہ شخص اسکے مال کا جو اس نے پھینکدیا بعوض نصف مال کے خریدنے والا ہو گیا یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہو۔ اگر کسی نے دوسرے پر دعوی کیا کہ دو غلام توکہ بمن بضاعت دادی وگفتی کہ اگر وے خیانتی کند در مال توکہ بضاعت گیرندہ من درضمانم وعہدۂ آن برمن است ووی چندین از مال من خیانت کردہ است بر تو واجب ست کہ بدہی تو یہ دعوی صحیح ہو یہ فصول عمادیہ مین ہو۔ اگر مدعی نے مدعا علیہ سے مال دعوے پر کفیل طلب کیا تو دعوی یا مال منقولہ ہوگا یا عقار یا دین۔ پس اگر منقولہ ہو اور مثلی چیز ہو تو اسپر کفیل دینے کے واسطے جبر نہ کیا جاویگا کیونکہ اسپر مال دعوی کا حاضر کرنا ضرور نہیں ہو اور اگر مثلی چیز نہو جیسے غلام یا گھوڑا یا کپڑا وغیرہ تو کفیل دینے پر مجبور کیا جائیگا اور اگر دعوی مین عقار یا دین ہو تو کفیل نہیں لے سکتا ہو یہ محیط سرخسی مین لکھا ہو۔ نوادر ابن سماعہ مین امام ابو یوسفؒ سے روایت ہو کہ ایک شخص نے دوسرے کی بکری ذبح کرکے کھالی پھر کسی نے اس بکری کی ضمانت کر لی تو امام اعظمؒ کے نزدیک اسپر اسکی ضمانت نہو گی کیونکہ اسپر بکری واجب نہ تھی بلکہ اس کی قیمت تھی۔ اسی طرح اگر کسی نے ایک بکری قرض دی اور اس نے قبضہ کرتے [یعنی قرضدار نے ۱۲] تلف کر دیا پھر ایک شخص نے اسکی طرف سے بکری کی ضمانت کی تو ضمانت لازم نہو گی کیونکہ اسپر بکری لازم نہ تھی پس[ن] اس قسم کے یہ مسائل امام اعظمؒ سے صریح اسکی دلیل ہین کہ غصب کی چیز تلف ہونے کے بعد اسکا حق اسکی قیمت سے متعلق ہوتا ہو نہ بعینہ اس شی سے۔ اور کتاب الاصل کی صلح مین امام اعظمؒ سے روایت ہو کہ مستہلک[۵] علیہ کا حق عین شی سے متعلق ہوتا ہے یہان تک کہ فرمایا کہ غصب کی چیز سے بعد تلف ہو جانے کے اسکی قیمت سے زیادہ پر صلح کرنا جائز ہو۔ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالی نے فرمایا کہ ولیکن میرا یہ قول ہے کہ اگر کسی نے دوسرے کی بکری غصب کرکے ذبح کر لی اور دوسرے نے اسکی ضمانت کی تو مین ضمانت اسپر لازم کرونگا اور قیاس اس مین چھوڑ دونگا اور فرمایا کہ سب حیوان کا یہی حال ہو اور اسی طرح اگر کسی نے ایک غلام غصب کیا اور وہ اسکے پاس مر گیا اور کسی نے اسکی ضمانت کر لی تو مین اسکو ضامن قرار دونگا پس ایسے مسائل امام ابو یوسفؒ سے اسبات کی صریح دلیل ہین کہ غصب کی چیز مین

قولہ صحیح ہونے پر اسواسطے کہ کفیل نے ان بیچارون کو ظلم سے بچایا اور اس سے یہ عکس جائز نہوگا ۱۲

[۵] قولہ مستہلک علیہ جس کی چیز تلف کی گئی ہو ۱۲

[ن] اور [illegible] جو چیزین ایسی ہین کہ لوگون مین باہم انکا معاوضہ جاری نہین ہو تو امام اعظمؒ کے قیاس پر انکا حکم مثل بکری کے ہو

مالک کا حق بعد تلف ہونے کے بعینہ اس شے متعلق ہوتا ہو نہ اسکی قیمت سے یہ ذخیرہ میں لکھا ہی۔ اصل میں لکھا ہی کہ اگر کسی نے دوسرے کا غلام یا باندی یا جانور یا کچھ اسباب غصب کر لیا اور اسکی کسی نے کفالت کی تو صحیح ہے اور کفیل پر بعینہ اسکا واپس کرنا جبتک وہ قائم ہی واجب ہی اور اگر تلف ہو جاوے تو اس کی قیمت پھیرنا واجب ہی جیساکہ اصیل پر بھی یہی حکم ہے اور اس کی قیمت کی مقدار میں اگر کفیل اور طالب مین اختلاف ہو تو کفیل کا قول معتبر ہی اور اگر غاصب نے اس شئے کی قیمت کفیل کے بیان سے زیادہ اقرار کی تو اس کے ذمہ لازم ہوگی اور کفیل پر لازم نہوگی۔ اور اگر زیادہ قیمت ہونے پر گواہ قائم ہوئے تو زیادتی کفیل پر بھی لازم ہوگی۔ اور کتاب مین یہ صورت نہین مذکور ہی کہ اگر اصیل سے قسم لی گئی اور اوس نے انکار کیا تو جو زیادتی اسپر واجب ہو گئی وہ کفیل پر بھی لازم ہوگی یا نہین اور مشایخ نے فرمایا کہ اس مین تفصیل ہونی چاہیے اسی طرح اگر پہلے اصیل اس سے قیمت مثلاً پانچسو درم بیان کرتا تھا پھر جب اس سے قسم لی گئی اور مالک شئے نے ہزار درم بیان کیے اور اس نے قسم نہ کھائی اور اسپر ہزار درم لازم آئے تو اس صورت مین کفیل پر زیادتی لازم نہوگی اور اگر اصیل سے پہلے خاموش رہا اور کوئی اقرار بر خلاف اسنے نہین کیا اور اسپر قسم دلانے سے اور انکار سے ہزار درم واجب ہوے تو کفیل پر بھی واجب ہونگے یہ محیط مین لکھا ہے۔ قاضی مدعا علیہ سے ایک ثقہ کفیل لیگا جبکہ مدعی اسکی درخواست کرے اور کہے کہ میرے گواہ شہر مین موجود ہین اور اسکی مقدار تین دن ہوگی اسوجہ سے کہ ہر تیسرے روز احکام قضا کے واسطے بیٹھتے تھے۔ اگر مدعا علیہ نے کفیل دینے سے انکار کیا تو مدعی کو حکم دیگا کہ اسکا ساتھ نہ چھوڑے اور مدعا علیہ کو قید نہین کریگا[یعنی دستنویہ ۱۲] یہ خلاصہ مین لکھا ہی۔ اور ثقہ وہ ہی کہ جسکا گھر یا دوکان معلوم ہو اور وہ اپنے آپ کو پوشیدہ نہ کر سکے اور اسکے سواے کفیل کا ہونا یا اور ایسی چیزون کی طرف قاضی التفات نہ کریگا اور جو شخص کسی گھر یا حجرہ مین کرایہ پر رہتا ہی وہ ثقہ[له] نہین ہی پس اگر اسنے کہا کہ مجھے کفیل نہین ملتا تو اسکا قول معتبر ہے اور مدعی کو حکم دیگا کہ اسکے ساتھ رہے جیسے قرضخواہ قرضدار کا دامنگیر رہتا ہے یہ محیط مین لکھا ہی۔ اور اگر کہ دونون گواہ میرے غائب ہین یا ایک گواہ پیش کیا اور کہا کہ دوسرا غائب ہی تو کفیل نہ لیگا یہ خلاصہ مین لکھا ہی۔ یہ حکم اسوقت ہی کہ مدعا علیہ مقیم شہر ہی اور اگر مسافر ہو تو کفیل دینے پر مجبور نہ کیا جاویگا و لیکن مجلس قاضی تک اسے میعاد دیجاویگی کہ اپنے گواہ لاوے اگر مدعی گواہ لایا تو خیر ورنہ اسکا راستہ چھوڑ دیگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اگر مدعا علیہ نے دعوی کیا کہ مین مسافر ہون اور مدعی نے اس سے انکار کیا تو قول مدعی معتبر ہی کیونکہ شہر مین سکونت کرنا اصل ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی اگر اس نے کہا کہ مین کل یا پرسون جاؤنگا تو اسیوقت تک کفالت کریگا اور اگر طالب نے اسکے باہر جانے سے انکار کیا تو اسکے لباس مسافرت کو دیکھیگا یا اس کے دوستون کے پاس آدمی بھیجکر دریافت کریگا پس

له قوله یعنی معتمد نہین ہی شاید روپوش ہو جاوے اور یہان ثقہ سے صدق و دیانت کا ثقہ مراد نہین ہی ۱۲

اگر انھون نے بیان کیا کہ ہان بے شک اسنے ہمارے ساتھ چلنے کا سامان کیا ہی تو اسیوقت تک کفالت لیگا
یہ خلاصہ مین لکھا ہی۔ کتاب امام مین کفیل لینے کے واسطے یہ شرط مذکور ہی کہ مدعی اسکو قاضی سے طلب کرے
اور مشایخ نے فرمایا کہ یہ حکم اس مدعی کے حق مین ہی جو جھگڑے کے معاملات جانتا ہو اور اگر جاہل ہو تو قاضی
خود مدعا علیہ کو حکم دیگا کہ کفیل دیوے اگرچہ مدعی نے نہ طلب کیا ہو یہ محیط مین لکھا ہی اگر اسنے کفیل بنفسہ یا
اور وکیل خصومت دینے سے انکار کیا تو قاضی نہ اسپر جبر کریگا اور نہ اسکے ساتھ رہنے کا حکم دیگا اور اگر
اسنے وکیل بالخصومت دیا اور کفیل دینے سے انکار کیا تو اسپر کفیل دینے پر جبر کریگا یہ خلاصہ مین لکھا ہی
ایک شخص پر قرض ہی اور قرض کا کوئی کفیل اور اسکے عوض رہن ہی اور کفیل قرضدار کے حکم سے ہی پھر کفیل نے
اسکا قرضہ ادا کر دیا پھر قرضخواہ کے پاس رہن تلف ہو گیا تو نوازل مین مذکور ہی کہ کفیل نے جسقدر دیا ہی اصیل سے
لے لیگا اور یہ ایسی صورت ہی کہ بائع نے کچھ فروخت کیا اور مشتری سے اسکے حکم سے ایک کفیل لیا اور اس نے ثمن
ادا کر دیا پھر بائع کے پاس مبیع تلف ہو گئی تو کفیل بائع سے مخاصمہ نہ کریگا صرف مشتری سے اپنا مال لیگا اور
مشتری پھر بائع سے وہ مال لے لیگا جو کفیل نے ادا کیا ہی۔ ایک شخص کے ذمہ دوسرے کا قرض ہی اور اسکا کوئی
کفیل بھی ہی پھر طالب نے کفیل سے رہن لیا پھر بعد کو اصیل سے بھی رہن لیا اور دونون رہنون سے ہر ایک
سے قرضہ ادا ہو سکتا ہی پھر مرتہن کے پاس ایک رہن تلف ہو گیا پس امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالی نے فرمایا
کہ اگر دوسرا رہن تلف ہوا اور دوسرا رہن کرنے والا رہن کے وقت پہلے رہن سے آگاہ تھا تو دوسرا رہن
بعوض نصف قرضہ کے تلف ہوگا اور اسکو پہلے رہن کا حال نہ معلوم ہوا تھا تو بعوض تمام قرضہ کے تلف
ہوا اور کتاب الرہن مین لکھا ہی۔ کہ دوسرا رہن بعوض نصف قرضہ کے تلف ہوگا اور اس مین آگاہ ہونے اور
نہونے کا ذکر نہین کہ پہلے رہن سے آگاہ تھا یا نہ تھا اور کتاب الرہن کی روایت صحیح ہی یہ فتاوی قاضیخان
مین لکھا ہی۔ کتاب الرہن مین لکھا ہی کہ دو نصرانیون مین ایک غلام مشترک تھا دونون نے ایک ساتھ اسکو مکاتب
کر دیا اور شراب عوض کتابت رکھی پھر ایک شخص مسلمان ہو گیا تو کل شراب تحویل ہو کر قیمت ہو جائیگی اور
کتابت باقی رہیگی اور اسی طرح اگر غلام ایک ہی نصرانی کا ہو اور وہ مر گیا اور وارثون مین سے ایک مسلمان
ہو گیا تو بھی یہی حکم ہی۔ اور اسی طرح اگر دو غلامون کی ایک ہی کتابت کر دی اور ہر ایک نے دوسرے
کی کفالت کی پھر مالک یا دونون مین سے ایک مسلمان ہو گیا تو بھی یہی حکم ہی اور اسی کی نظیر یہ مسئلہ ہی کہ اگر ایک
نے دو غلامون کو یا دو شخصون نے ایک غلام مشترک کو بعوض رطب کے مکاتب کیا اور اسکا زمانہ منقطع ہو گیا
اور قاضی نے ایک پر قیمت کا حکم دیدیا تو جو کچھ دوسرے پر آتا ہی وہ بھی قیمت ہو جائیگا کیونکہ اگر رطب باقی رہے تو
تفرق کتابت لازم آتی ہی کذا فی الکافی اور سفتجہ مکروہ ہی۔ اور وہ ایسے قرض کو کہتے ہین جس سے قرض دینے والا راہ
کے کھٹکے سے بیخوف ہو جاوے۔ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایسے قرض دینے سے جس مین نفع
حاصل ہو منع فرمایا ہی اور اس کی صورت یہ ہی کہ وسی درم کسی تاجر کو دے کہ فلان شہر پہنچا میرے دو

کو دیدینا اور اسکو دینا بطور امانت کے نہین بلکہ بطور قرض کے ہے تاکہ راستے کے خوف سے بےخوف ہو جاوے پس اگر
یہ شرط مشروط نہو یا ایسا عرف ظاہر نہو[1] تو کچھ ڈر نہین ہے یہ کافی مین لکھا ہے۔ اگر کسی نے دوسرے سے کہا
کہ میرے واسطے ایک سفتجہ فلان مقام کے واسطے لکھدے اس شرط پر کہ مین تجھے یہان چند روز مین
دیدونگا تو اس مین بہتری نہین ہے یہ ذخیرہ مین لکھا ہے۔ اگر سفتجہ کا خط کسی کے پاس اس کے شریک
یا خلیط کی طرف سے لایا اور اسکو دیدیا پھر پڑھکر کہا کہ تیرے لیے مجکو لکھا ہے یا خط دینے والے نے کہا کہ
اسکو مجھے دے یعنی جو کچھ اس مین لکھا ہے وہ مجھے دے اسنے کہا کہ لکھنے والے نے تیرے لیے میرے
پاس ٹھیک لگا دیا ہے یا میرے پاس لکھدیا ہے پس یہ باطل ہے کذا فی الذخیرہ اگر چاہے تو مال اسکو دے ورنہ نہ دے
اور طحاوی نے ذکر کیا ہے کہ جب اسنے کہ جسکو خط دیا گیا ہے لیا اور جو کچھ لکھا ہے پڑھ لیا تو مال اسپر لازم آویگا
اور اعتماد پہلی روایت پر ہے کہ مال اسپر لازم نہ آئیگا جبتک کہ اسکی ضمانت نہ کرے یا یہ لکھے کہ تیرے واسطے میرے
اوپر لکھدیا ہے تیرے لیے مال مجھپر ثابت کر دیا ہے یہ فتاویٰ قاضیخان مین لکھا ہے اور فتویٰ اسی پہلی روایت پر
ہے یہ ذخیرہ مین لکھا ہے۔ امام ابو بکر محمد بن الفضل رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے اپنا اجیر کسی شہر کو
بھیجا پھر اجیر کے شہر سے نکلنے کے بعد اجیر کو کچھ سو دو زیان بھیجا پھر اس شخص نے اپنے اجیر کو ایک سفتجہ کسی
آدمی کے نام لکھا اور جب وہ سفتجہ اجیر کے پاس پہونچا تو اسنے قبول کیا اور کچھ مال دیا اور باقی کے بدلے سفتجہ والے
کو ایک خط تحریر کر دیا پھر اجیر کے پاس آقا کی طرف سے ایک خط پہونچا کہ جو تمنے فلان آدمی کے نام تحریر ایک
سفتجہ لکھا ہے۔ اسکو قبول نہ کرنا اور اگر تو نے قبول کر لیا ہو تو مال نہ دینا اور سفتجہ کا خط اُسکو واپس کر دے کہ
مجکو اسباب مین اپنی راے مین تبدیلی معلوم ہوئی تو کیا اجیر کو اختیار ہے کہ باقی کے ادا کرنے سے انکار کرے
پس امام ابو بکر رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر سفتجہ والے نے سفتجہ لکھنے والے کو اسقدر مال دیدیا ہے اور اجیر نے
اسکی ضمانت کر لی تو اجیر کو اختیار نہین ہے کہ نہ دے اور ضمان صحیح ہے اور اگر سفتجہ والے نے خط لکھنے والے کو
مال نہین دیا تو اجیر کی ضمانت اسکی طرف سے نہین درست ہے اور اسکو اختیار ہے کہ باقی نہ دیوے اور جو دیا ہے
اسکو واپس نہین کر سکتا ہے یہ حکم اس صورت مین ہے کہ اجیر نے سفتجہ والے کے واسطے مال کی ضمانت کر لی اور اگر
اسنے ضمانت نہین کی تو دونون صورتون مین اسکو اختیار ہے کہ مال کے دینے سے انکار کرے اور یہی فرمایا کہ تحریر کر دینا
باقی کیواسطے ضمانت نہین ہے ولیکن اگر اسکے ساتھ زبان سے اقرار کرے یا یہ تحریر کرے کہ فلان شخص کا مجھپر اسقدر
مال ہے اور اسپر گواہی کرا دے تو لازم ہے یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہے۔ فتاوی فضلی مین ہے کہ ایک شخص نے کسی آدمی
کے پاس ایک سفتجہ پیش کیا اور اسنے کسی قدر مال تمام مال مین سے دیدیا اور کچھ باقی رکھا پس اگر خط لکھنے والے کا مال کے

[1] قولہ ظاہر نہو یون ہی اصل مین منفی ہے اور ظاہر یہ ہے کہ مثبت ہے یعنی عرف ظاہر ہو اور غایت توجیہ نفی یہ
کہ سقوط خطر کا عرف نہو واللہ اعلم اور بر تقدیر مثبت کے اس سے منڈی وغیرہ کے جواز پر بوجہ عرف کے دلیل ہو سکتی
ہے ولیکن شیخ امام محمدؒ تقدیر زیادتی کو مسدود فرماتے تھے واللہ تعالیٰ اعلم ۱۲ منہ

کی طرف آتا ہو اور اس نے لکھا ہو کہ اس سفتجہ والے کو دیدے اور مکتوب الیہ نے خط کا اقرار کیا اور یہ بھی اقرار کیا مال اسپر قرض ہو تو باقی کے دیدینے کے واسطے مجبور کیا جائیگا اور اگر اسنے یہ اقرار نہ کیا ہو تو مجبور نہ کیا جائیگا۔ اور اگر کاتب کا مکتوب الیہ کی طرف کچھ مال نہو تو بھی مجبور نہ کیا جائیگا مگر جبکہ اسنے سفتجہ والے کیواسطے ضمانت کر لی ہو تو مجبور کیا جائیگا کذا فی الذخیرہ

کتاب الحوالۃ

اس میں چند ابواب ہیں

پہلا باب۔ حوالہ کی تعریف و رکن و شرائط اور احکام کے بیان میں **قال المترجم** حوالہ کی تعریف بیان ہوگی احالہ کسی کو دوسرے پر حوالہ کرنا محیل حوالہ کرنیوالا۔ محتال علیہ وہ شخص ہے جسپر حوالہ کیا گیا محتال لہ وہ شخص جس کے واسطے حوالہ واقع ہو۔ محتال بہ جس چیز کا حوالہ واقع ہو مثلاً زید نے عمرو کو بکر پر سو درم اترائے تو زید محیل بکر محتال علیہ عمرو محتال لہ سو درم محتال بہ ہیں۔ قال فی الکتاب حوالہ کی تعریف یہ ہے کہ قرضہ کو ایک ذمہ سے دوسرے ذمہ پر نقل کرنا حوالہ ہے اور یہی صحیح ہے یہ نہر الفائق میں لکھا ہے۔ اور اسکا رکن ایجاب و قبول ہے۔ ایجاب تو محیل کی طرف سے ہونا چاہیے اور قبول محتال علیہ اور محتال لہ دونوں کیطرف سے چاہیے اور محیل کیطرف سے ایجاب کی یہ صورت ہے کہ وہ طالب سے کہے کہ میں نے اسقدر درم لینے کو تجھے فلان شخص پر حوالہ کیا اور محتال علیہ و محتال لہ کیطرف سے قبول کی یہ صورت ہے کہ ہر ایک ان میں سے کہے کہ میں نے قبول کیا یا راضی ہوا یا اور ایسے ہی الفاظ کہ جنسے رضامندی ظاہر ہوتی ہے بیان کرے اور یہ ہمارے اصحاب کے نزدیک ہے یہ بدائع میں لکھا ہے حوالہ کے شرائط چند قسم ہیں بعضے محیل کی طرف راجع ہوتے ہیں اور بعضے محتال لہ کی طرف راجع ہوتے ہیں و بعضے محتال علیہ کی طرف اور بعضے محتال بہ کی طرف راجع ہوتے ہیں پس جو محیل کی طرف راجع ہوتے ہیں از انجملہ یہ ہے کہ عاقل ہو پس مجنون اور لڑکے کا جو عاقل نہیں ہے حوالہ صحیح نہیں ہے از انجملہ یہ ہے کہ بالغ ہو اور یہ شرط انعقاد کی نہیں بلکہ شرط نفاذ ہے پس حوالہ عاقل لڑکے کا منعقد ہوگا مگر نفاذ اسکا موقوف رہیگا اسکے ولی کی اجازت پر اور محیل کا حر ہونا صحت حوالہ کیواسطے شرط نہیں ہے حتی کہ غلام کا حوالہ صحیح ہے اور اگر اسکو تجارت کی اجازت ہو تو محتال علیہ فی الحال اس سے لے لیگا اگر اسکی طرف سے ادا کیا تو غلام پر اسکا اسکے مثل قرض نہوگا بلکہ اسکے رقبہ سے متعلق ہوگا اور اگر غلام کو تصرفات سے منع کیا گیا ہے تو بعد آزادی کے واپس لیگا اور اسی طرح تندرست ہونا صحت حوالہ کیواسطے شرط نہیں ہے حتی کہ مریض سے حوالہ درست ہے یہ بدائع میں لکھا ہے۔ اور قرضدار کی رضامندی اور اسکا حکم شرط نہیں ہے حتی کہ اگر کسی نے غیر سے کہا کہ تیرے فلان شخص پر اسقدر درم ہیں تو اسکو مجھپر حوالہ کر دے اور قرضخواہ راضی ہو گیا تو حوالہ صحیح ہے پس اگر اس نے مال ادا کیا تو قرضدار سے نہیں لے سکتا ہے اور وہ بری ہو گیا یہ نہایہ میں لکھا ہے۔ جو شرائط محتال لہ کیطرف راجع ہیں از انجملہ عقل ہے کیونکہ اسکی طرف سے قبول پایا جاتا رکن ہے اور غیر عاقل قبول کی اہلیت نہیں رکھتا ہے۔ از انجملہ

فوائد ۱ اور محتال عنہ محیل [illegible] ۱۲

بلوغ شرط نفاذ ہو نہ شرط انعقاد اور عاقل نابالغ کا حوالہ قبول کرلینا اسکے ولی کی اجازت پر موقوف رہیگا بشرطیکہ محتال علیہ محیل سے زیادہ غنی ہووے یہ بدائع میں لکھا ہو اور مال صغیر کا حوالہ قبول کرلینا باپ یا اس کے وصی کو جائز ہے بشرطیکہ دوسرا پہلے سے زیادہ غنی ہو اور اگر غنا میں برابر ہوں تو دو قول اختلافی ہیں یہ بحر الرائق میں ہو۔ از انجملہ رضامندی سے قبول کیا ہو اور اگر زبردستی قبول کیا تو صحیح نہیں ہو۔ از انجملہ مجلس حوالہ اور یہ شرط امام اعظمؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک شرط انعقاد ہو اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک شرط نفاذ ہو حتی کہ اگر محتال لہ مجلس سے غائب ہو پھر اسکو خبر پہونچی اور اس نے اجازت دیدی تو دونوں اماموں کے نزدیک نافذ نہوگی اور یہی صحیح ہے کذا فی البدائع مگر اس صورت میں کہ غائب کی طرف سے کوئی شخص حوالہ کو قبول کرے تو نافذ ہو یہ فتاویٰ قاضیخان میں لکھا ہو۔ جو شرائط محتال علیہ کی طرف راجع ہیں از انجملہ عقل ہو کہ مجنون اور لا یعقل لڑکے کا حوالہ قبول کرنا صحیح نہیں ہو۔ اور از انجملہ بلوغ ہو اور وہ بھی شرط انعقاد ہو پس لڑکے کا حوالہ قبول کرنا صحیح نہیں ہو اگرچہ سمجھدار ہو خواہ اسکو تجارت کی اجازت ہو یا منع کیا گیا ہو اور خواہ محیل کے حکم سے قبول کیا ہو یا بدون اسکے حکم کے اور اگر اسکی طرف سے اسکے ولی نے قبول کیا تو بھی صحیح نہیں ہو یہ بدائع میں لکھا ہے۔ از انجملہ قبول حوالہ میں اسکی رضامندی چاہیے خواہ اسپر حوالہ کرنے والے کا قرض ہو یا نہو یہ ہمارے علما کے نزدیک ہو یہ محیط میں لکھا ہو۔ محتال علیہ کا حاضر ہونا صحت حوالہ کے واسطے شرط نہیں حتی کہ اگر اسنے ایک شخص غائب کو محتال علیہ بنایا اور اسنے سنکر قبول کر لیا تو حوالہ صحیح ہو یہ فتاویٰ قاضیخان میں لکھا ہو۔ جو شرائط کہ محتال بہ میں ہیں از انجملہ یہ کہ قرضہ لازم ہو پس حوالہ اعیان[1] قائمہ یا دین غیر لازم کا صحیح نہیں ہے اور اصل قاعدہ یہ ہو کہ جس کی کفالت صحیح نہیں ہے اس چیز کی حوالت بھی صحیح نہیں ہو یہ بدائع میں لکھا ہو (جیسے مال کتابت وغیرہ ۱۲)۔ احکام حوالہ میں سے یہ کہ محیل قرضہ سے بری ہو جاتا ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہو پس اگر محتال علیہ نے محیل کو قرضہ سے بری کیا یا اسکو ہبہ کیا ہو تو صحیح نہیں ہے اور اسی پر فتویٰ ہو یہ ظہیریہ میں لکھا ہو۔ اگر راہن نے مرتہن کو قرضہ کا کسی دوسرے پر حوالہ کردیا تو راہن واپس لیگا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہو۔ اور اسیطرح اگر حوالہ کیا پھر رہن کیا تو صحیح نہیں ہو یہ کافی میں لکھا ہو۔ اگر شوہر نے عورت کو اسکا مہر حوالہ کردیا تو عورت اپنے نفس کو روک نہیں[2] سکتی یہ بحر الرائق میں لکھا ہو۔ محتال لہ کی طرف رجوع نہیں کرسکتا مگر اس صورت میں کہ اسکا حق ڈوب جاوے پھر جب ایسا ہوا تو قرضہ محیل کے ذمہ عود کریگا اور محتال لہ مطالبہ کریگا اور امام اعظمؒ کے نزدیک ڈوب جانا دو طرح سے ہوتا ہو یا تو محتال علیہ حوالہ سے انکار کرے اور قسم کھالے اور محیل و محتال لہ کے پاس گواہ نہوں اور یا وہ مفلس مرا کہ اسنے کچھ بھی نہ چھوڑا نہ مال عین نہ دین نہ کوئی کفیل یہ تبیین میں لکھا ہو خواہ کفالت اسکے حکم سے ہو یا بغیر حکم کے یعنی کسی طرح کا کفیل نہو یہ خزانۃ المفتین میں لکھا ہو اور اگر اس نے

---

[1] قولہ اعیان قائمہ یعنی جو چیز بعینہ قائم ہے مثلاً کسی نے کسی کا گھوڑا غصب کیا تو یہ جائز نہیں ہے کہ اسکو کسی دوسرے پر حوالہ کردے کہ فلاں شخص سے لے لے ۱۲

[2] قولہ یعنے مرد کو اپنے ساتھ وطی کرنے سے منع نہیں کرسکتی بایں دعویٰ کہ مجھکو میرا مہر معجل دیدے پس مہر مذکور سے مراد معجل ہی ۱۲ م

طالب کو اصیل پر حوالہ کیا تو ڈوب جانے سے اسپر عود نہ کریگا یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہو اگر محتال علیہ اسطرح مفلس مرگیا اگر محتال علیہ نے کچھ رہن کسی سے لیکر محتال لہ کو دیدیا تھا بعض مال کے یا کسی شخص نے احسانًا محتال عنہ کے پاس کچھ رہن کیے محتال علیہ کو اُسکے فروخت کرنیکا اختیار دیدیا تھا یا نہ دیا تھا تو مال محیل کے ذمہ عود کریگا کذا فی فتاوی قاضیخان اور اگر رہن کے مالک نے محتال علیہ کے مرنیکے بعد رہن کو واپس لیا یہانتک کہ وہ مرتہن کے پاس تلف ہوگیا تو بعوض اس مال کے گیا جسکے عوض ضمانت مین تھا اگر محتال علیہ کے مفلس مرنے سے اس سے رہن ساقط ہوگیا تھا پھر اسکے بعد دیکھا جائیگا کہ اگر راہن نے احسانًا رہن کیا تھا تو کسی سے کچھ نہین لے سکتا ہے اور اگر محتال علیہ کے حکم سے رہن کیا یا محتال علیہ نے اس سے لیکر رہن کیا تو رہن کا مالک محیل سے مال لیگا اور یہ محتال علیہ کا ترکہ ہوگا کہ اس سے اسکے قرضخواہون کا قرضہ ادا کیا جائیگا اور راہن بھی منجملہ قرضخواہون کے ہوگا کذا فی المحیط۔ اگر محتال علیہ مرگیا اور محتال لہ نے کہا کہ مفلس مرا ہے اور محیل نے اسکے برخلاف بیان کیا تو شافی مین لکھا ہو کہ محتال لہ سے اسکے علم پر قسم لیکر اُسی کا قول لیا جائیگا اور ایسا ہی مبسوط مین ہو کذا فی النہایہ اگر میت کا کچھ مال ظاہر ہوا کہ کسی غنی پر اسکا قرضہ تھا یا ودیعت تھی یا مدفون تھا کہ قاضی کو اسکے میت کے روز نہ معلوم ہوا کہ اسنے بطلان حوالہ کا اور قرضہ محیل کی طرف عود کرنیکا حکم دیدیا تو بعد علم کے قاضی اپنے حکم سے رجوع کرے پھر اگر محتال عنہ نے محیل سے کچھ نہین لیا ہو تو اپنا قرضہ اس مال مین سے جو محتال علیہ کا نکلا ہو لیوے اور اگر کچھ لیا ہو تو اسکو واپس کردے اور اگر قاضی جانتا ہو کہ اس میت کا قرضہ دوسرے مفلس پر ہو تو امام اعظمؒ کے نزدیک بطلان حوالہ کا حکم نہ دیگا یہ محیط مین لکھا ہو۔ کسی نے ایک شخص کو بسبب اسکے قرضہ کے جو اسپر آتا ہو کسی شخص پر حوالہ کردیا اور محتال علیہ شہر سے غائب ہوگیا اسطرح کہ اسکا پتہ معلوم نہ ہوتا تھا اور یہ بسبب تنگدستی اور عاجزی کے اسنے کیا پھر محتال لہ نے چاہا کہ اپنا حق محیل سے لیوے تو اسکو یہ اختیار نہین ہو جبتک کہ محتال علیہ کا مرنا ثابت نہو یہ جواہر الفتاوی مین لکھا ہو۔ اگر محیل نے ادا کیا اور محتال لہ نے قبول نہ کیا تو قبول کرنے پر مجبور کیا جائیگا کذا فی الخلاصہ اور وہ شخص احسان کرنے والا نہین ہو یعنے اسنے ادا کرنے مین احسان نہین کیا کیونکہ احسان کرنیوالا وہ شخص ہو کہ دوسرے سے نیکی کا قصد کرے بدون اسکے کہ اپنے سے ضرر دور کرے اور اسنے ہر چند کہ بری الذمہ ہوگیا تھا یہ قصد کیا کہ وقت تنگی کے اگر عود کرے تو قید اور مطالبہ سے بری ہو کذا فی الکافی اور از انجملہ یہ ہو کہ محتال علیہ کو محیل پر دامنگیر ہونیکا حق اسوقت حاصل ہو کہ جب محتال لہ محتال علیہ کو گرفتار کرے پس جب محتال لہ اسکا دامنگیر ہو تو وہ محیل کا دامنگیر ہو تاکہ اپنے آپ کو گرفتاری سے چھوڑا دے اور جب وہ اسکو قید کرے تو یہ محیل کو قید کرائے بشرطیکہ یہ حوالہ محیل کے حکم سے ہوا ور محتال علیہ پر اسقدر یعنی بقدر حوالہ کے محیل کا قرض نہو اور اگر حوالہ اسکے بلا حکم ہو یا محتال علیہ پر اسکا اسی قدر قرضہ ہو اور حوالہ مین قرضہ کی قید ہو تو گرفتاری اور حبس مین اسکو محیل پر یہ حق حاصل نہو گا یہ بدائع مین لکھا ہے

دوسرا باب۔ حوالہ کی تقسیم کے بیان مین۔ حوالہ کی دو قسمین ہین ایک حوالہ مطلق دوسرا حوالہ مقید حوالہ مطلق کی یہ صورت ہو کہ مطلقًا حوالہ کردے اور کسی چیز کے ساتھ جو محتال علیہ کے پاس اس محیل کی جو موجود ہو مثلًا ودیعت یا غصب یا قرض کے اپنے حوالہ مین مقید نہ کرے کہ میرے قرضہ سے ویدے یا غصب سے حوالہ کردے یا ودیعت سے

حوالہ کرے اور اگر ایسے شخص پر حوالہ کرے جسکے پاس ان مین سے کوئی چیز نہین ہے تو یہ بھی حوالہ مطلق ہے یہ تبیین مین لکھا ہے پس اگر اس نے مطلقاً حوالہ کیا تو حق محتال لہ کا محیل کے قرضہ یا ودیعت یا غصب سے جو محتال علیہ کے پاس ہے کسی سے متعلق نہوگا بلکہ محتال علیہ کے ذمہ سے متعلق ہوگا اور اسپر واجب ہوگا کہ محتال لہ کا قرضہ اپنے مال سے ادا کرے اور محیل کو اختیار ہوگا کہ اپنا قرضہ اور ودیعت اور غصب اس سے لے لیوے اور ان چیزون کے لینے سے حوالہ باطل نہوگا۔ اور اگر محیل مرگیا تو جو کچھ اسکا قرضہ اور ودیعت اور غصب محتال علیہ کے پاس ہے وہ سوائے محتال لہ کے اسکے تمام قرضخواہون مین تقسیم ہوگا یہ کافی مین لکھا ہے۔ پھر مطلق حوالہ کی دو قسمین ہین ایک فی الحال دوسرا میعادی پس فی الحال کا حوالہ یہ ہے کہ قرضدار طالب کو کسی شخص پر مثلاً ہزار درم کا حوالہ کردے تو جائز ہے اور ہزار درم محتال علیہ پر فی الحال واجب ہونگے اور میعادی کی صورت یہ ہے کہ دوسرے پر ہزار درم بیع کا ثمن ایکسال کی میعاد سے تھا پس اسپر حوالہ کردیا اور ایک سال کی میعاد لگائی تو حوالہ جائز ہے اور محتال علیہ پر بھی ایک سال کے وعدہ سے ہوگا۔ اور امام محمدؒ نے اس صورت مین ذکر نہ فرمایا کہ اگر حوالہ مبہم واقع ہوا تو محتال علیہ کو میعاد حاصل ہوگی یا نہوگی اور مشایخ نے فرمایا کہ حاصل ہونا چاہیے جیسا کہ کفالت مین ہوتا ہے پس اگر محیل مرگیا تو محتال علیہ پر درست مال واجب نہوگا اور اگر محتال علیہ میعاد سے پہلے اور محیل دونون مرگئے تھے کہ مال فی الحال محتال علیہ پر دینا واجب ہوگیا یعنی ورثہ ادا کرین پس اگر وفا ہونا ممکن نہو تو محتال لہ کو اصیل کے پاس واپس کیا جاوے کہ اپنے وقت پر قرض کا خواستگار ہو یہ نہایہ مین لکھا ہے۔ اگر قرض کا مال کسی پر فی الحال واجب الادا ہو پھر اسکو کسی شخص پر ایک سال کے وعدہ پر اتار دیا تو جائز ہے اگرچہ اس مین لازم آتا ہے کہ قرضہ مین مدت قرار دی گئی۔ پس اگر محتال علیہ مدت گزرنے سے پہلے مفلس مرگیا تو وہ مال محیل کیطرف پھر فی الحال دا پر عود کریگا اور اگر بجاے قرضہ کے ثمن بیع یا غصب فی الحال واجب الادا ہوا اور باقی تمام مسئلہ اسی طرح واقع ہو تو بھی یہی حکم ہے یہ ذخیرہ مین لکھا ہے۔ زید پر عمرو کے ہزار درم فی الحال ادا کے قرض ہین اور زید کے بکر پر ہزار درم فی الحال ادا کے قرض ہین پھر زید نے عمرو کو بکر پر حوالہ کردیا اور قید لگادی کہ بعوض اس مال کے جو میرا تجھپر چاہیے ہے تو حوالہ صحیح ہے۔ پس اگر محتال لہ نے محتال علیہ کو ایک سال کی تاخیر دی تو محیل کو اختیار نہوگا کہ اپنے قرضدار سے قرض کا تقاضا کرکے لیوے پھر اگر محتال لہ نے تاخیر کے بعد محتال علیہ کو قرضہ حوالہ سے بری کردیا تو محیل کو اختیار ہوگا کہ اپنے قرضدار سے قرضہ فی الحال لے لیوے یہ فتاویٰ قاضیخان مین لکھا ہے ایک شخص کے ہزار درم دوسرے پر ہین پھر قرضدار نے اپنے قرضخواہ کو ایک سال کے وعدہ پر حوالہ کیا پھر محیل نے سال گزرنے سے پہلے وہ مال محتال لہ کو خود ادا کردیا تو اسکو اختیار ہے کہ محتال علیہ سے فی الحال لے لیوے یہ سراجیہ مین لکھا ہے اگر کسی نے کسی قدر مال کا حوالہ اپنے اوپر قبول کرلیا اور اس مین کسی قدر میعاد ہے پھر اس شخص نے اسیقدر میعاد یا اس سے کم یا زیادہ پر دوسرے شخص پر حوالہ کیا تو محتال علیہ اول کو یہ اختیار نہین ہے کہ اپنے اصیل سے لیوے تاوقتیکہ مال طالب کے قبضہ مین نہ آجاوے یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہے اگر لڑکے کے قرضہ کا حوالہ باپ

سلہ قولہ یعنی محتال لہ کا مال محیل پر کسی سبب واجبی سے فی الحال واجب الادا ہے ۱۲

یا وصی نے کسی قدر میعاد پر قبول کر لیا تو[1] جائز نہین ہے اور یہ اسوقت ہے کہ اس قرضہ کا لڑکا وارث ہوا ہو اور
اگر دونوں کے عقد کی وجہ سے واجب ہوا ہو تو اس مین میعاد جائز ہے اور یہ امام اعظمؒ اور ابو یوسفؒ کے
نزدیک ہے یہ بحر الرائق مین لکھا ہے۔ اور محتال علیہ کو یہ اختیار نہین ہے کہ خود ادا کرنے سے پہلے محیل سے لے لیوے
ولیکن اگر اسکا ساتھ پکڑا جاوے تو یہ بھی محیل کا دامنگیر ہو سکتا ہے اور اگر قید کیا جاوے تو اسکو اختیار ہے
کہ اصیل کو قید کرائے تا[2] کہ وہ اسکو چھوڑا دے یہ محیط مین لکھا ہے۔ اور اگر محتال علیہ نے محتال عنہ کو ادا کر دیا یا اسکو ہبہ
کیا یا صدقہ مین دیا یا محتال لہ مر گیا اور محتال علیہ اسکا وارث ہوا تو ان سب صورتوں مین محیل سے واپس
لے سکتا ہے اور اگر محتال لہ نے محتال علیہ کو بری کیا تو بری ہو جائیگا اور وہ محیل سے نہین لے سکتا ہے
کذا فی الخلاصہ اور اگر اسنے محتال علیہ سے یہ کہا کہ مین نے تیرے واسطے چھوڑا تو محتال علیہ کو اختیار ہے
کہ اپنے محیل سے لے لیوے یہ خزانۃ الفتاویٰ مین لکھا ہے۔ ایک شخص پر دوسرے کا قرض ہے پھر
قرضدار نے قرضخواہ کو ایسے شخص پر حوالہ کیا کہ قرضدار کا اسپر کچھ قرض نہ تھا پھر ایک درمیانی آدمی آیا اور
اسنے محتال علیہ کی طرف سے احساناً مال ادا کر دیا تو محتال علیہ کو اختیار ہے کہ محیل سے لے لیوے
چنانچہ اگر اپنے مال سے ادا کر دیتا اور اسپر قرض نہو تا تب بھی یہی صورت تھی۔ اور اگر محتال علیہ پر
محیل کا قرض ہو اور اسنے اس مال کا حوالہ اپنے قرض خواہ کو کیا پھر ایک درمیانی آیا اور اسنے محتال لہ کو
محیل کی طرف سے جسپر اصل قرضہ ہے ادا کر دیا تو محیل کو اختیار ہے کہ محتال علیہ سے اپنا قرضہ لے لیوے اور
اگر محیل اور محتال علیہ مین سے ہر ایک نے اختلاف کر کے دعویٰ کیا کہ فضولی یعنی درمیانی آدمی نے میری طرف سے
ادا کیا ہے اور خود فضولی نے ادا کرتے وقت کسی کو معین نہ کیا تھا تو اس سے دریافت کیا جائیگا کہ کس کی طرف سے اسنے
ادا کیا۔ پس اگر فضولی بیان سے پہلے مر گیا یا غائب ہو گیا تو یہ ادا کرنا محتال علیہ کی طرف سے شمار ہو گا یہ فتاویٰ قاضیخان
مین لکھا ہے اور محتال علیہ اپنے محیل سے فقط محتال بہ کو لے سکتا ہے نہ وہ لے سکتا ہے جو اسنے ادا کیا ہے مثلاً محتال بہ درم تھے اور
اس نے دینار ادا کیے یا بالعکس اور دونون نے باہم بیع صرف کی اور اسکے شرائط مرعی رکھے اور بیع صرف صحیح ہو گئی
تو محتال علیہ محیل سے درم لے سکتا ہے نہ دینار اور اسیطرح اگر اسنے درم کے عوض کوئی مال فروخت کیا تو
درم لے سکتا ہے نہ وہ مال جو اسنے ادا کیا ہے اسیطرح اگر اسنے بجائے جید درمون کے زیوف عطا کیے اور
محتال لہ نے اس سے چشم پوشی کی تو اپنے محیل سے جید درم لیگا اور اگر محتال لہ نے محتال علیہ سے صلح کر لی پس اگر
صلح جنس[3] حق پر واقع ہوئی اور باقی سے اس نے بری کر دیا تو محیل سے بقدر ادا کیے ہوئے کے لے سکتا ہے

---

[1] قولہ یعنی لڑکے کا قرضہ آتا تھا اس کے قرضدار سے باپ یا وصی نے کسی پر حوالہ میعادی قبول کیا تو
جائز نہین کیونکہ جیسے ابراء ابدی ان کے اختیار مین نہین اسی قیاس پر یہ ابراء وقتی بھی اختیار مین نہین ۱۲ م [2] قولہ یعنی
محتال لہ کو جیسے کفیل کو اختیار رہتا ہے ۱۲ م [3] قولہ جنس حق یعنی جس جنس کا قرضہ ہے اس جنس پر کمی سے صلح کی کیونکہ کمی ضرور ہے
تو لامحالہ معنی یہ کہ اس جنس مین سے کچھ لیا اور باقی سے بری کر دیا مثلاً دس من گیہون قرضہ سے آٹھ من پر صلح کی تو دو من معاف کر دیے ۱۲

کیونکہ اس نے اسیقدر قرض دیا ہو تو اسی قدر واپس لیگا اور اگر صلح خلاف جنس پر ٹھہرائی مثلاً درم کی صلح دینار پر یا بالعکس
قرار دی تو محیل سے پورا قرضہ لے لیگا یہ بدائع میں لکھا ہو۔ حوالہ مقیدہ دو طرح کا ہوتا ہو ایک یہ کہ محیل حوالہ
مین اسی قرضہ کی قید لگا دے جو محیل کا اسپر ہو اور دوسری یہ کہ حوالہ مین اس عین کی قید لگائی جو محیل کی
محتال علیہ کے پاس بوجہ غصب یا ودیعت کے موجود ہو یہ نہایہ مین لکھا ہو جس حوالہ مین عین شی کی قید ہو اس کی
یہ صورت ہو کہ ایک شخص کے ہزار درم دوسرے کے پاس غصب یا ودیعت ہین اور ودیعت یا غصب کے
مالک پر کسی شخص کے ہزار درم قرض ہین۔ پھر صاحب ودیعت یا غصب نے قرضخواہ کو اسپر حوالہ کیا کہ جسکے
پاس ودیعت یا غصب ہو اور ہزار درم اس قید سے اترائے کہ انھین ہزار درم سے جو ودیعت یا غصب ہین
ادا کرے پس بعد حوالہ کرنے کے محیل کو یہ اختیار نہین ہو کہ محتال علیہ سے لیوے اور اگر ودیعت کو اپنے پاس
رکھنے والے نے اسکو دیدی تو وہ اسکا ضامن ہوگا پس اگر محیل نے اپنا مال محتال علیہ سے لے لیا پھر محتال لہ
نے اپنا مال اس سے لیا تو محتال علیہ کو اختیار ہو کہ محیل سے واپس لیوے یہ ذخیرہ مین لکھا ہو۔ اگر حوالہ مین ودیعت
کی قید ہوا اور ودیعت کو اپنے پاس رکھنے والے نے کہا کہ مال ودیعت ضائع ہو گیا تو حوالہ باطل ہو گیا اور اگر غصب[1]
سے مقید تھا تو صورت حوالہ باطل نہو گی یہ خلاصہ مین لکھا ہو۔ اگر ودیعت یا غصب مین استحقاق ثابت ہوا
تو حوالہ باطل ہوگا یہ ذخیرہ مین لکھا ہو۔ جو حوالہ کہ مقید ایسے دین کے ساتھ ہو جو محیل کا محتال علیہ پر ہے اسکی
یہ صورت ہو کہ ایک شخص کے ہزار درم قرض ہین اسکو اسکے قرضدار نے ایسے شخص پر حوالہ کیا کہ جس پر اسکے
قرضدار کے ہزار درم ہین اس شرط سے کہ وہی ہزار درم قرضہ کے اسکو ادا کرے یہ نہایہ مین لکھا ہو۔ اگر حوالہ مین ایسے
عین کی قید تھی جو محیل کی محتال علیہ کے پاس ہو پھر محتال لہ نے محتال علیہ کو ہبہ کیا تو ملکیت ثابت ہو گئی
یہ خزانۃ المفتین مین لکھا ہو۔ اگر محتال لہ نے محتال علیہ کو قرضہ سے بری کر دیا اور محیل نے اسکو اپنے قرضہ کے
ساتھ قید لگا کر حوالہ کیا تھا تو اسکو اختیار ہوگا کہ محتال علیہ سے اپنا قرضہ لے لیوے اگر اسنے محتال علیہ کو
ہبہ کیا تو محیل اس سے نہین لے سکتا ہو اور ہبہ بمنزلہ تمام حق لینے کے ہے۔ اگر محتال علیہ نے محتال لہ کی وراثت
مین پایا تو بھی محیل اس سے نہین لے سکتا ہو۔ اور اگر محیل کا محتال علیہ پر کچھ قرضہ نہو تو ہبہ اور میراث کی صورت
مین وہ محیل سے لے سکتا ہو۔ یہ کافی مین لکھا ہو۔ اگر محتال لہ نے اپنا مال تغلب کے طور پر محیل سے لے لیا اور
کہا کہ محتال علیہ مفلس ہو اور حوالہ مین یہ قید لگی تھی کہ اس سے ادا کیا جاوے جو محیل کا محتال علیہ پر قرض ہو تو
صحیح یہ ہو کہ محیل اپنا وہ قرض جو محتال علیہ پر ہو لے لیگا یہ خزانۃ المفتین مین لکھا ہو۔ اگر ایسی صورت مین کہ حوالہ
مین اس قرضہ کی قید تھی کہ جو محیل کا محتال علیہ پر چاہیے یا اس عین کی جو اسکی اسکے پاس ہو محیل مر گیا اور
اسپر بہت قرضے ہین اور اسنے سوائے اس دین یا عین کے جو محتال علیہ پر ہو کچھ نہ چھوڑا تو محتال لہ
کو اس مال کے ساتھ استحساناً زیادہ خصوصیت نہو گی کذا فی الذخیرہ اور وہ بھی محیل کے دوسرے قرضخواہون

[1] قولہ غصب سے یعنی کہا تھا کہ مال غصب سے ادا کرے تو بعد تلف کے اسکے تاوان سے ادا کریگا ۱۲ منہ

کے ساتھ یکسان شریک ہوگا۔ یہ ہدایہ مین لکھا ہے۔ اگر حوالہ مین اس ودیعت کی قید ہو جو محیل کی محتال علیہ کے پاس ہے پھر محیل بیمار ہوا اور اس نے ودیعت محتال لہ کے حوالہ کردی پھر محیل مرگیا اور بہت قرضے اسپر ہین تو جس کے پاس ودیعت تھی وہ محیل کے قرضخواہون کے لیے کچھ ضامن نہوگا اور وہ ودیعت فقط محتال لہ کو نہ دیجائیگی بلکہ تمام قرضخواہون مین حصہ رسد تقسیم ہوجاویگی یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہے۔ اگر ودیعت کو جس کے پاس ودیعت ہے روک لیا اور اس نے اپنے مال سے ادا کیا تو استحسانًا وہ متبرع نہوگا کذا فی الکافی کسی شخص پر ہزار درم قرض ہین اسنے قرضخواہ کو اپنے ایکہزار کے قرضدار پر اس شرط سے کہ قرضہ سے ادا کرے حوالہ کیا اور ہنوز اس نے نہ ادا کیے تھے کہ محیل بیمار ہوا پھر اسنے ادا کردیے اور مریض مرض سے مرگیا اور اسپر بہت قرضے ہین اور سواے اس مال کے جو محتال علیہ پر تھا کچھ مال نہ تھا تو یہ محتال لہ کو دیدیا جائیگا اور قرضخواہون کا اس مین کچھ حق نہوگا یہ خلاصہ مین لکھا ہے۔ اگر حوالہ مین ادا کرنے مین قید یہ تھی کہ اس غلام کے ثمن سے جو محیل کا محتال علیہ پر چاہیے ادا کرے پھر بسبب خیار رویت یا خیار عیب یا خیار شرط کے قبضہ سے پہلے یا اسکے بعد قاضی کے حکم سے بیع فسخ ہوگئی یا اسپر دکرنیسے پہلے غلام مرگیا تو ثمن محتال علیہ کے ذمہ سے ساقط ہوجائیگا اور استحسانًا حوالہ باطل نہوگا کذا فی فتاوی قاضی خان اور اگر قرضخواہ کیطرف سے بیع مین کچھ استحقاق ثابت ہوا یا جس قرضہ کے ساتھ حوالہ مقید ہے اسمین استحقاق پیدا ہوا یا یہ بات ظاہر ہوئی کہ غلام بیع مرد آزاد تھا تو بالاجماع حوالہ باطل ہوجائیگا یہ ذخیرہ مین لکھا ہے اگر مکاتب کے مالک نے کسی اپنے قرضدار کو اسپر حوالہ کیا پس اگر حوالہ مطلقًا چھوڑا تو جائز نہین ہے اسلیے کہ غلام کی ضمانت باطل ہے اور اگر بدل کتابت کی قید لگائی تو اس صورت مین جائز ہے کہ یہ قرضخواہ اسکی طرف سے بدل کتابت وصول کرنیکا وکیل ہوجاوے اور بدل کتابت وصول کرنیکا وکیل کرنا جائز ہے اور ادا کردینے سے پہلے مکاتب آزاد نہوجاویگا اور اگر ادا کرنے سے پہلے مالک مرگیا اور اسپر بہت قرضے ہین تو جسقدر مکاتب پر ہے اسکی نسبت تمام قرضخواہون مین سے محتال لہ مخصوص ہوکر پاویگا اور اگر مالک نے مکاتب کو آزاد کردیا کہ بدل کتابت اسکے ذمہ سے ساقط ہوگیا تو حوالہ استحسانًا باطل نہوگا اور اسی کو ہمارے ائمہ ثلثہ نے اختیار کیا ہے اور جب حوالہ باطل نہوا اور مکاتب نے بدل کتابت محتال لہ کو ادا کردیا تو اپنے مولی سے واپس لیگا یہ محیط مین لکھا ہے اگر مالک نے اپنی ام ولد کو مکاتب کیا پھر بدل کتابت کے واسطے کسی قرضخواہ کو اسپر حوالہ کیا پھر مالک مرگیا تو ام ولد آزاد ہوگئی اور استحسانًا حوالہ باطل نہوگا یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہے مکاتب نے اپنے مالک کو بدل کتابت کیواسطے کسی شخص پر مطلقًا حوالہ کیا تو باطل ہے کذا فی الکافی اور وہ آزاد نہوگا کذا فی المحیط السرخسی اور اگر حوالہ کسی قرض یا ودیعت یا غصب کے ساتھ مقید ہو تو صحیح ہے اور یہ محتال لہ کو وکیل کرتا ہے تاکہ مکاتب کے مال سے جو اسکے پاس ہے بدل کتابت ادا کرے اور جب حوالہ صحیح ہوا تو مکاتب بری ہوا اور آزاد ہوگیا۔ پھر اگر محتال علیہ کے پاس جو کچھ ہے وہ ادا کرنے سے پہلے تلف ہوگیا تو حوالہ باطل ہوگیا اور بدل کتابت مکاتب کے ذمہ آیا اور عتق باقی رہا یہ کافی مین لکھا ہے۔ اگر زید قرضخواہ نے اپنے قرضخواہ عمرو کو خالد

سلہ قولہ نہوگا بلکہ ودیعت سے بدل کرنے کا ۱۲ سلہ قولہ دیدیا جاویگا یعنے اسکا وصول پانا مسلم رکھا جائیگا ۱۲ منہ

کفیل پر مال کا حوالہ کیا تو خالد زید کے مطالبہ سے بری ہو گیا اور زید کو اختیار ہے کہ مکفول عنہ کو پکڑے تاکہ اسکو حوالہ سے چھڑا دے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ اگر محتال لہ نے پورا مال کفیل سے لے لیا تو مکفول عنہ بری ہو گیا اور جو کفیل نے ادا کیا ہے وہ محیل سے نہیں لے سکتا ہے ولیکن مکفول عنہ سے لیگا یہ محیط میں لکھا ہے۔ اور اگر مکفول عنہ نے کفیل کے ادا کرنے سے پہلے محیل کو مال ادا کر دیا تو کفیل کو مکفول عنہ سے لینے کی کوئی راہ نہیں ہے ولیکن وہ محیل کو پکڑیگا تاکہ اسکو حوالہ سے چھڑا دے اور محتال لہ کے حق سے کفیل بری نہوگا۔ اور بعد اسکے اگر کفیل نے محتال لہ کو ادا کر دیا تو اسکو اختیار ہے کہ محیل سے لے لیوے نہ اصیل سے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ اگر طالب نے اپنے قرضخواہ کو مقید حوالہ کے ساتھ اصیل پر حوالہ کیا تو جائز ہے اور محتال لہ کو کفیل سے لینے کی کوئی راہ نہیں ہے اور اصیل و کفیل محیل کے مطالبہ سے بری ہو گئے پھر اگر طالب نے چاہا کہ کسی دوسرے قرضخواہ کو اسکے بعد اسی قرضہ کی قید کے ساتھ کفیل پر حوالہ کرے تو جائز نہیں ہے یہ محیط میں لکھا ہے زید کے عمرو پر ہزار درم ہیں اور خالد اسکا کفیل ہے اور زید پر دو شخصوں میں ہر ایک کے ایک ایک ہزار درم ہیں پھر زید نے ایک قرضخواہ کو عمرو پر اسی دین کی قید سے حوالہ کیا اور دوسرے قرضخواہ کو عمرو پر اسی دین کی قید سے حوالہ کیا پس اسکی دو صورتیں ہیں اگر دونوں حوالے آگے پیچھے واقع ہوے دو وجہ سے یا ابتدائے کفیل پر حوالہ کیا یا ابتدائے اصیل پر حوالہ کیا پس اگر ابتدائے کفیل پر حوالہ کیا تو دونوں حوالے صحیح ہیں پس اگر کفیل نے کچھ ادا کیا تو مکفول عنہ سے اسکا مطالبہ نہیں کر سکتا ہے ولیکن محیل سے لے لیگا اور اگر کچھ نہ ادا کیا ولیکن مکفول عنہ نے خود ادا کر دیا تو مکفول عنہ بری ہو گیا اور کفیل بھی مال کفالت سے بری ہو گیا اور یہ حوالہ ہمارے علمائے ثلثہ کے نزدیک مطلق تھا۔ اور اگر کفیل نے مال محتال لہ ادا کیا تو مکفول عنہ سے نہیں لے سکتا ہے بلکہ محیل سے مطالبہ کرے اور اگر ابتدائے اصیل پر حوالہ ہے پھر کفیل پر تو اصیل کا حوالہ صحیح ہے اور کفیل کا باطل ہے اور اگر دونوں حوالے ایک ساتھ واقع ہوے تو جائز نہیں یہ ذخیرہ میں لکھا ہے زید پر عمرو کے درم قرض ہیں اور خالد اسکا کفیل ہے پھر خالد نے عمرو کو بکر پر حوالہ کیا اور اسنے قبول کر لیا تو اصیل و کفیل دونوں بری ہو گئے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے پس اگر محتال علیہ کے مفلس مرنے کی وجہ سے مال ڈوب گیا تو پھر اصیل و کفیل پر عود کریگا اور طالب جس سے چاہیے مواخذہ کرے۔ اگر کفیل نے طالب کو سو درم کا حوالہ اس شرط پر کیا کہ اسے بری کر لے تو اسکو اختیار ہے کہ اصیل و محتال علیہ سے مطالبہ کرے اور اگر اس صورت میں محتال علیہ مفلس مر گیا تو طالب کو اختیار ہے کہ کفیل کو بھی ماخوذ کرے اور اگر کسی نے تبرعاً کہا کہ تو اس مال کا حوالہ مجھ پر قبول کر لے اور اس نے قبول کیا تو یہ اصیل اور کفیل دونوں کی طرف سے ہے یعنی دونوں بری ہونگے اور اگر اس نے حوالہ میں کفیل کی برأت کی شرط کر لی تو اصیل بری نہوگا یہ محیط میں لکھا ہے۔ ایک شخص نے قرضخواہ کو اسکے قرضہ کا حوالہ کسی شخص پر کیا اور اس شخص نے قبول کر لیا پھر قرضخواہ نے اسکو ایک شخص قرضدار پر حوالہ کیا اور اسنے قبول کیا تو پہلا حوالہ دوسرے سے ٹوٹ گیا اور طالب کا اس پر کچھ باقی نہ رہا اور دوسرے شخص کو اختیار ہے کہ وہ حوالہ کے موافق اپنے قرض کا اس سے مطالبہ کرے یہ خزانۃ المفتین میں ہے کسی دوسرے پر اس شرط سے حوالہ کیا کہ مال حوالہ اس دار کے ثمن سے ادا کرے تو حوالہ جائز ہے اور محتال علیہ اس گھر کے فروخت کرنے پر مجبور نہ کیا جائیگا اور نہ مال دینے پر مجبور کیا جاوے

حتے کہ اس گھر کو فروخت کرے اور جب اس نے فروخت کیا تو مال حوالہ کو اس مین سے ادا کرنے پر مجبور کیا جاویگا
اور اگر اسطرح حوالہ کیا کہ یہ مال محیل کے گھر کے ثمن سے بلا اسکی اجازت کے ادا کرے تو باطل ہے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے
اور اگر محیل نے اسکا حکم یہ اجازت دیدی تاکہ حوالہ جائز ہو گیا تو بھی محتال علیہ پر گھر فروخت کرنے سے پہلے ادا کرنیکا
جبر نہ کیا جائیگا ولیکن مکان کے فروخت کرنے پر مجبور کیے جانے کے باب مین دیکھنا چاہیے کہ اگر حوالہ مین فروخت کردینا شرط
ہے تو اسپر جبر کیا جاویگا اور اگر پہلی صورت مین محتال علیہ نے اپنا گھر اور دوسری صورت مین محیل کا گھر فروخت کرکے
مال ادا کر دیا تو پھر ضمانت نہو گی کیونکہ ثمن ادا کرنیکا اسنے التزام کیا تھا اور وہ پورا ادا کر دیا یہ محیط مین لکھا ہے
اگر ایک شخص کے ہزار درم دو شخصون پر تھے اور ہر ایک دوسرے کا کفیل تھا پھر ایک نے اسکو ہزار درم کسی شخص پر اترا دیے
تو محتال لہ کو خیار ہوگا کہ اگر چاہے تو پورے ہزار درم محتال علیہ سے لے لیوے اور اگر چاہے تو اس سے پانچ سو لیوے
اور جسنے حوالہ نہین کیا اس سے پانچ سو لیوے اور یہ اسکو اختیار نہین ہے کہ جس نے حوالہ نہین کیا ہے اس سے
پانچسو سے زیادہ طلب کرے اور محتال علیہ اپنے محیل سے پانچسو درم لیگا اور اگر اس پورے ہزار درم لیے
تو ہزار درم لیگا پھر محیل دوسرے سے پانچسو لیگا امام محمدؒ نے جامع مین فرمایا کہ ایک شخص کے دوسرے پر ہزار درم نبہرہ[1] قرض
تھے اور قرضدار کے دوسرے شخص پر سو درم جید قرض تھے پھر جسپر نبہرہ تھے اسنے اسپر جسپر جید تھے حوالہ کیا کہ بجاے نبہرہ
کھرے لے لیوے اور یہ شرط لگائی کہ بعوض اپنے درم نبہرہ کے جید درم لے لیوے اور محتال علیہ غائب تھا پھر اسکو
حوالے کی خبر پہنچی اور اسنے اجازت دی تو حوالہ قیاساً و استحساناً باطل ہے[2] اور اگر محتال علیہ حاضر تھا اور اسنے
حوالہ قبول کیا تو استحساناً جائز ہے یہ محیط مین لکھا ہے۔ محتال عنہ کے محیل سے جدا ہونے سے پہلے اگر اس نے
دیدیے تو جائز ہے ورنہ باطل اور حوالہ ٹوٹ جائیگا اور وہی درم نبہرہ عود کرینگے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے اور اگر دونون
جدا ہو گئے پھر محتال علیہ نے کھرے ادا کیے تو صحیح ہے کیونکہ حوالہ اگرچہ باطل ہو گیا لیکن ادا کرنیکا حکم باقی ہے اور بدلا
ہو جانے کی وجہ سے محتال علیہ بھی محیل کے قرضہ سے بری ہو گیا اور محیل اپنے محتال لہ سے کھرے درم لے لیگا کیونکہ
اس نے بیع صرف باطل ہونے کے بعد قبضہ کیا ہے پھر محتال لہ محیل سے اپنا قرضہ یعنی درم نبہرہ لے لیگا یہ کافی مین لکھا ہے
اور اسیطرح اگر محتال لہ کو محتال علیہ نے حوالہ اولی مین کھرے درم ادا کر دیے تو محتال علیہ بری ہو گیا اور محیل کو اختیار
ہے کہ محتال لہ سے کھرے درم واپس لے اور نبہرہ اسکو ادا کر دے اور اگر اس مسئلہ مین محتال علیہ پر سو درم نہون اور باقی
مسئلہ کی یہی صورت ہے تو محتال علیہ کو اختیار ہوگا کہ محیل سے سو درم کھرے لے لیوے یہ محیط مین لکھا ہے ایک شخص
کے دوسرے پر ہزار درم کھرے ہین اور اسپر زیوف ہین پھر زیوف والے نے کسی کو اس شخص پر جسپر کھرے درم
ہین اس شرط سے حوالہ کیا کہ اسکو کھرے دیوے یا یہ شرط کی کہ زیوف دیوے اور کھرے اسکے ہیںئے تو باطل ہے یہ
کافی مین لکھا ہے خواہ محتال علیہ حاضر یا غائب ہو اور اس نے قبول کیا ہو اور یہی حکم قیاساً و استحساناً ہے یہ محیط مین
لکھا ہے۔ اور اگر اس نے ادا کر دیا تو محیل سے لے لیگا کیونکہ اسکے حکم سے ادا کیا ہے یا محتال لہ سے پھر لیگا کیونکہ

[1] قولہ نبہرہ ناکارہ جسکو عوام تاجر بھی نہین لیتے ہین ۱۲ [2] قولہ باطل کیونکہ بیع صرف کی شرط معدوم ہے اور جیاد کھرے زیوف کھوٹے ۱۲

اس نے بطریق حوالہ فاسد کے ادا کیے ہین یہ کافی مین لکھا ہی اور جب اس نے محتال لہ سے نبہرہ لے لیے تو محیل اس سے
کھرے لے سکتا ہی یہ محیط مین لکھا ہی اور اگر محیل نے محتال علیہ سے جیاد سے زیوف پر اس شرط سے صلح قرار دی کہ
زیوف والا اسپر حوالہ کردے تو صحیح ہی یہ کافی مین لکھا ہی۔ اور محتال علیہ جیاد درم سے بری ہو گیا اور اسپر ہزار درم
نبہرہ محتال لہ کے رہ گئے پس اگر اس صورت مین محیل مر گیا اور اسپر بہت قرضے ہین سواے محتال لہ کے قرضے کے
تو محتال علیہ سے ہزار درم نبہرہ لیکر محتال لہ اور باقی قرضخواہون مین تقسیم ہوگا۔ اور اگر محتال علیہ کے پاس جید درم
غصب یا ودیعت مین ہون اور وہ موجود ہون پھر محیل نے نبہرہ والے کو غاصب کے اوپر یا اسپر جس کے
پاس ودیعت ہی حوالہ کیا اور محیل نے محتال علیہ سے کہا کہ مین نے اسکو تیرے اوپر جید درم کے واسطے حوالہ کیا
کہ بعوض نبہرہ کے اسکو دیدے تو حوالہ جائز ہی بشرطیکہ محتال لہ نے محیل کے جدا ہونے سے پہلے اسپر قبضہ کر لیا ہو
اسی طرح اگر محیل نے محتال لہ سے کہا کہ مین نے تجھکو تیرے درم یا نبہرہ کے واسطے فلان شخص پر حوالہ کیا کہ وہ تجھکو جید درم
دیگا جو اسکے پاس موجود ہین تو حوالہ جائز ہی بشرطیکہ محیل کے جدا ہونے سے پہلے اسنے قبضہ کر لیا ہو اور اگر دونون
قبضہ سے پہلے جدا ہو گئے تو بیع صرف باطل ہو گئی اور اگر دونون جدا نہوئے ولیکن جس کے پاس ودیعت ہی یا
غاصب وہ چلا گیا تو حوالہ جائز رہا کیونکہ وہ عاقد نہین ہی کذا فی المحیط۔ کسی کے زیوف چاہیے ہین اور اسپر جید درم
قرض ہین پس اس شرط پر حوالہ کیا کہ زیوف لے لیوے تو صحیح ہی اور اسی طرح اگر محیل نے محتال لہ سے جید کے عوض
زیوف پر اس شرط سے صلح کی کہ محیل اسکو فلان شخص پر حوالہ کرے تو جائز ہی اور اگر محتال علیہ مر گیا اور مفلس تھا
تو محیل سے زیوف لے سکتا ہی۔ محیل پر درم قرض ہین اور محیل کا قرضہ دینار ہین پس حوالہ کیا اس شرط پر کہ اس کو
دینار دیوے یا اسکو دراہم دیوے بعوض ان دینارون کے جو اسپر ہین تو باطل ہی مگر اس صورت مین کہ وہ اسکے
پاس ودیعت یا غصب ہون اور بعینہ قائم ہون یہ کافی مین لکھا ہی

تیسرا باب۔ حوالہ مین دعوی و شہادت کے بیان مین۔ مدیون نے زعم کیا کہ اس نے قرضخواہ کو فلان شخص پر حوالہ
کیا اور اس نے قبول کیا اور قرضخواہ نے انکار کیا پھر قرضدار سے اس حوالہ پر گواہ طلب ہوے پس اگر اس نے
پیش کیے اور محتال علیہ حاضر ہی تو قبول ہونگے اور مدیون بری ہوگا اور اگر غائب ہی تو حق توقیت[1] مین محتال
علیہ کے حاضری تک مقبول ہون گے پس اگر حاضر ہو کر مدیون کے قول کا اقرار کیا تو بری ہی ورنہ حکم دیا
جائیگا کہ دوبارہ گواہ پیش کرے اور اگر گواہ غائب ہو گئے یا مر گئے تو محتال علیہ سے قسم لیجائیگی اور اگر مدیون کے
پاس گواہ نہون اور اسنے قسم طلب کی تو محتال علیہ قسم کھائیگا کہ واللہ مجھپر فلان شخص نے مال کا حوالہ نہین کیا اور
اگر قسم سے منکر ہوا تو مطلوب بری ہی یہ بحر الرائق مین لکھا ہی محیل غائب ہوا اور محتال علیہ نے زعم کیا کہ جو قرضہ محیل کا مجھپر ہے
وہ شراب کا ثمن ہی تو اسکا دعوی صحیح نہین ہی اگرچہ وہ اسبات پر برہان پیش کرے جیسا کہ باب کفالت مین ہوتا ہی اور
اگر محتال علیہ نے مال محتال لہ کو دیدیا ہی پھر محیل سے لینا چاہا اور اس نے یعنی محیل نے کہا کہ وہ مال شراب کا ثمن تھا تو مسموع

[1] قولہ توقیت: وقت مقرر کر دینا ۱۲ منہ ۔ یعنی مدیون ۱۲

نہو گا اگرچہ بیان پیش کرے اور محیل سے کہا جائیگا کہ یہ محتال کو ادا کرے پھر اپنے مخاصم سے جھگڑا کرے پھر اگر اسنے محتال لہ
پر بیان پیش کی کہ یہ ثمن شراب کا تھا تو مقبول ہوگی پھر محتال علیہ کو خیار ہوگا کہ چاہے محیل سے واپس لے یا محتال لہ
سے یہ چیز (گواہ ۱۲) کردی مین لکھا ہی اگر محتال لہ نے قاضی کے سامنے اقرار کردیا کہ یہ مال شراب کا ثمن ہی تو محتال علیہ کے ساتھ
کچھ جھگڑا نہو گا پھر اگر محیل آیا اور کہا کہ نہین بلکہ یہ مال قرض ہی تو مال اسپر (یعنی محیل ۱۲) لازم نہو گا بشرطیکہ محتال لہ اسکی تصدیق کرے
ولیکن محتال علیہ کے ذمہ کچھ لازم نہو گا یہ محیط مین لکھا ہی- اگر اپنی عورت کو اسکے مہر کے واسطے کسی سے لے لینے[1] کا حوالہ کیا
اور اس نے قبول کیا پھر شوہر غائب ہو گیا پھر محتال علیہ نے اس امر پر گواہ پیش کیے کہ اسکا نکاح فاسد ہی اور اسکی
کوئی وجہ بیان کی تو محتال علیہ کے گواہ مقبول نہونگے اور اگر یہ دعوی کیا کہ اس نے اپنا مہر اپنے شوہر کو معاف کردیا
یا زوج نے اسکو دیا ہی بعوض مہر کے کوئی شی اسکے ہاتھ فروخت کی ہی اور اس نے قبضہ کر لیا ہی تو اسکے گواہ مقبول
ہون گے اور اگر مبیع پر قبضہ نہوا ہو تو مقبول نہونگے یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی- اگر ایک مسلمان نے دوسرے
مسلمان کے ہاتھ شراب ہزار درم کو بیچی پھر بائع نے ایک مسلمان کو مشتری پر حوالہ مقید کرکے کہا کہ ان ہزار درم کے
دینے کے واسطے جو مجھپر آتے ہین مین نے فلان شخص کو حوالہ کیا پھر باہم اختلاف کیا کہ مشتری نے کہا کہ یہ ہزار درم
وہی ہین جو شراب کا ثمن ہین اور بائع نے کہا کہ مال کا ثمن ہین تو بائع کا قول معتبر ہوگا پھر اگر محتال علیہ نے محیل
پر اپنے دعوے کے موافق گواہ قائم کیے تو اسکے گواہ مقبول ہون گے- اور اگر حوالہ مین قید نہو مثلاً یون کہا
ہزار درم کے دینے کے واسطے مین نے تجھپر یہ حوالہ کیا تو حوالہ باطل نہو گا اگرچہ مشتری ثابت کرے کہ یہ ہزار ثمن شراب ہین
یہ محیط مین لکھا ہی- ایک شخص کے دوسرے پر ہزار درم ہین پھر قرضخواہ نے کسی شخص کو قرضدار پر بقیہ قرضہ کے حوالہ
کیا پھر محتال لہ نے محتال علیہ سے مال لیکر قبضہ کیا پھر محیل نے محتال لہ سے کہا کہ تیرا مجھپر کچھ نہین چاہیے تھا مین نے
تجھکو صرف اسواسطے حوالہ کیا تھا کہ بطور وکیلون کے قبضہ کرکے میرے سپرد کرے اور اس نے کہا کہ نہین بلکہ تجھپر
میرے ہزار درم چاہیئے تھے اسکے عوض تو نے ہزار درم کا حوالہ کیا ہی تو محیل کا قول معتبر ہوگا یہ فتاوی قاضیخان
مین لکھا ہی- اگر محتال علیہ نے قرضہ ادا کیا پھر دونون نے اختلاف کیا اور محیل نے کہا کہ مین نے اپنے مال کا تجھپر
حوالہ کیا ہی اور محتال علیہ نے کہا کہ تیرا کچھ قرضہ مجھپر نہین چاہیے تھا مین تجھسے واپس لے لون گا تو قول محتال علیہ کا
معتبر ہوگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی- اگر محتال لہ غائب ہوا اور محیل نے چاہا کہ محتال علیہ سے اپنا مال لے لے اور کہا
کہ مین نے اسکو بطور وکالت کے حوالہ کیا ہی اور اسکا مجھپر کچھ قرض نہین ہے تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالی نے
فرمایا کہ مین اس کی تصدیق نہ کرون گا اور نہ اس کی دلیل قبول کرونگا کیونکہ یہ قضاء علی الغائب ہی اور امام محمد
نے فرمایا کہ یہ قول کہ مین نے اس کو وکیل کیا ہی مقبول ہوگا یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی- دو گواہون مین سے
ایک نے گواہی دی کہ اسنے اپنے مال کا کسی شخص پر حوالہ کیا ہی اور دوسرے نے گواہی دی کہ اس شخص نے یعنی
محتال علیہ نے بہ شرط برائت الاصیل اسکی ضمانت کی ہی یا برائت کا ذکر نہ کیا اور طالب کا دعوی حوالہ کا تھا تو

[1] قولہ لے لینے یعنی عورت سے کہا کہ تو مہر اپنا فلان شخص سے لے لے ۱۲ م

اس صورت مین اصیل بری ہوجائیگا کیونکہ دونون گواہ ضامن ہونے کے شاہد[1] ہین اور اس مین اتفاق ہے اور اصیل کی براءت مدعی کے قول سے کہ حوالہ کا دعویٰ کرتا ہے ثابت ہوتی ہے۔ اور اگر طالب نے کہا کہ بدون حوالہ کے ضامن ہے تو اصیل بری نہوگا اور طالب جسکو چاہے گرفتار کرے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے۔ اگر ایک شخص کے دو شخصون پر ہزار درم ہون اور اُن دونون نے ایسے شخص پر جسپر انکا کچھ مال آتا ہے حوالہ کیا پھر طالب نے حوالہ کرنے سے انکار کیا اور اسپر اس کے دو بیٹون یا باپ یا دادا نے گواہی دی کہ فلان دو شخص نے اسکو حوالہ کردیا ہے تو اُن دونون کی گواہی جائز ہے اور اگر مطلوب کے دو بیٹون نے گواہی دی پس اگر دونون مدعی ہین تو مقبول نہین ہے اور اگر منکر ہین تو مقبول ہے

کذا فی المحیط

مسائل متفرقات۔ جس کفالت[2] مین اصیل کی براءت شرط ہو وہ حوالہ ہے اور جس حوالہ مین اصیل سے مطالبہ شرط ہو وہ کفالت ہے یہ سراجیہ مین لکھا ہے۔ قرضخواہ نے اگر کسی شخص کو اپنے قرضدار پر حوالہ کیا اور اس محتال لہ کا اسپر کچھ قرض نہین ہے تو یہ وکالت ہے حوالہ نہین ہے یہ خلاصہ مین لکھا ہے۔ اگر سو من گیہون کا حوالہ کیا اور محیل کا محتال علیہ پر کچھ نہین آتا ہے اور نہ محتال لہ کا محیل پر ہے اور محتال علیہ نے اسکو قبول کرلیا تو اسپر کچھ واجب نہین ہے یہ قنیہ مین لکھا ہے دلال نے اپنے درم گیہون یا روئی کے ثمن مین دیہاتی کو دیئے تاکہ یہ درم مشتری[3] سے پھر واپس کرلے پھر مشتری نے افلاس کی وجہ سے دلال اسکے واپس لینے سے عاجز ہوا تو استحسانًا دیہاتی سے واپس کرلے اور یہ ہمارے شہرون کا دستور ہے کہ دلال اپنی طرف سے کسان کو دیدیتے ہین پھر مشتری سے لے لیتے ہین اور بخارا کے شہر مین دلال ایک قوم ہین کہ ان کی دکانین اسواسطے تیار ہین کہ اس مین دیہاتی لوگ جو کچھ فروخت کرنا چاہتے ہین لاکر رکھتے ہین اور الگ ہوجاتے ہین کہ دلال انکو فروخت کردیتا ہے پھر کبھی دیہاتی جلدی کرتا ہے کہ لوٹ جاوے تو دلال اپنے پاس سے اسکو دام دیتا ہے کہ پھر مشتری سے لے لیوے یہ قنیہ مین لکھا ہے۔ کسی نے دوسرے پر کسی قدر غلہ کا حوالہ کیا پھر محتال لہ نے محتال علیہ کے ہاتھ فروخت کیا پس اگر اسنے ثمن پر قبضہ نہ کیا تو صحیح نہین ہے کیونکہ یہ بیع ہے یہ جواہر الفتاویٰ مین لکھا ہے اگر کسی کے ہاتھ ایک دینار بعوض دس درم کے فروخت کیا اور دینار بیچنے والے نے اسکو دینار دے دیا اور درمون پر قبضہ نہ کیا حتی کہ اسکے حکم سے یا بلا حکم کسی نے کفالت کرلی تو جائز ہے۔ پس اگر دونون جدا نہوئے تھے کہ درم والے نے سب درمون سے کفیل و اصیل کو بری کیا تو کفیل بری ہوجائیگا خواہ قبول کرے یا نہ کرے اور مکفول عنہ نے اگر قبول کیا تو بری ہے ورنہ نہین۔ اور اگر کسی نے کفالت نہ کی بلکہ درم بیچنے والے نے درمون کا حوالہ ایک شخص حاضر پر کردیا اور اس نے قبول کیا تو جائز ہے مگر شرط یہ ہے کہ اسی مجلس مین قبضہ ہوجاوے اور اگر دونون جدا نہوئے تھے کہ محتال لہ نے محتال علیہ کو درمون سے بری کیا تو بری کرنا صحیح ہے اور بیع صرف ٹوٹ جاویگی خواہ اس نے براءت قبول کی ہو یا نہ کی ہو اور اگر حوالہ درم کے قرضدار کی بلا اجازت ہو تو ابراء سے محتال علیہ بری ہوجائیگا اور درم

[1] قولہ یعنی دونون گواہون سے ثابت ہوا کہ محتال علیہ ضامن ہوا اور مدعی کے دعویٰ سے نکلا کہ بوجہ حوالہ کے اصیل بری ہے پس کفالت سے نکلکر حوالہ ثابت ہوگیا ۱۲ [2] قولہ مثلاً زید نے بکر قرضدار کی کفالت اس شرط سے کی کہ بکر بری ہے تو یہ بنام کفالت ہے اور حقیقت مین حوالہ ہے اسیطرح اگر حوالہ قبول کیا بشرطیکہ اصل قرضدار بھی ماخوذ ہو تو یہ مجازًا حوالہ ہے اور حقیقۃً کفالت ہے ۱۲ [3] قولہ مشتری یعنی اصلی خریدار

بیچنے والے کے حق میں اسکی رضامندی پر موقوف رہیگا یہ خزانۃ المفتین میں لکھا ہے۔ جن صورتوں میں حوالہ فاسد ہو
اور محتال علیہ نے مال ادا کردیا تو اسکو خیار حاصل ہوگا اگر چاہے تو قابض سے لیوے ورنہ محیل سے یہ خلاصہ میں
لکھا ہے۔ اگر قرضخواہ کو قرضدار پر مال کا حوالہ کردیا اس شرط سے کہ محتال لہ (وصول پانیوالا ۱۲) کو خیار ہے تو یہ جائز ہے اور اسکو خیار ہوگا کہ
چاہے حوالہ کو باقی رکھے یا محیل سے لے لیوے۔ اور اسی طرح اگر یہ شرط لگائی کہ محتال لہ کو اختیار ہے کہ جب چاہے محیل سے
لیوے تو بھی جائز ہے اور اسکو اختیار ہوگا کہ جس سے چاہے وصول کرے یہ محیط میں لکھا ہے اگر اس شرط پر فروخت
کیا کہ بائع اپنے کسی قرضخواہ کو مشتری پر حوالہ کریگا تو بیع باطل ہے اور اگر اس شرط پر بیچا کہ ثمن کا حوالہ اس سے لے لیگا
تو صحیح ہے یہ کافی میں لکھا ہے۔ بائع نے اگر اپنے قرضخواہ کو اس مال کے واسطے جو ثمن ہے مشتری پر حوالہ کیا تو اس مقید
بالثمن حوالہ سے بائع کو یہ اختیار نہ رہا کہ تمام ثمن حاصل کرنے کے واسطے مبیع کو روک سکے اور اگر مشتری نے بائع
کو اپنے قرضدار پر حوالہ کیا تو ظاہر الروایۃ کے موافق بائع کو حق حبس باقی ہے۔ اگر ایک شخص نے دوسرے سے ایک
چوپایہ سو درم کو خریدا اور اسپر قبضہ کیا پھر بائع کو ثمن کا کسی شخص پر حوالہ کیا پھر مشتری نے اس میں کچھ عیب پایا
اور قاضی کے حکم سے اسکو واپس کیا تو مشتری کو اختیار نہوگا کہ یہ درم بائع سے لیوے لیکن بائع اس کا حوالہ
محتال علیہ پر کردیگا خواہ وہ حاضر ہو یا غائب ہو اور اس باب میں قول بائع کا معتبر ہوگا کہ میں نے سو درم محتال علیہ سے
نہیں لیے ہیں اور اسی طرح اگر بدون حکم قاضی واپس کیا تو بھی مال بائع سے نہیں لے سکتا ہے اور اگر بیع فاسد ہو کہ
اسکو قاضی نے نیست کرکے چوپایہ واپس کردیا تو مشتری اپنے قرضہ کو محتال علیہ سے حاصل کریگا یہ فتاوی قاضیخان
میں لکھا ہے۔ اگر محتال علیہ سے بعد قبول کرنے کے کچھ نوشتہ لے لیا پھر محیل سے کہا کہ وہ مفلس ہے پھر محیل نے اس سے
کہا کہ جو خط تحریری تونے اس سے لیا ہے مجھے بھیجدے اور حوالہ چھوڑ دے پھر اس نے وہ نوشتہ بھیجدیا اور
زبان سے کچھ نہ کہا تو حوالہ ٹوٹ جائیگا اور اگر اس نے نوشتہ واپس کردیا کچھ ذکر نہ کیا ولیکن اس نے محیل کا کچھ
مال تغلب سے لے لیا پس اگر محیل نے اختیار سے ادا کیا ہے تو مال اپنا محتال علیہ سے لے گا یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔
اگر مشتری نے بائع کو ثمن کا حوالہ کسی شخص پر کردیا تو بائع کو حبس مبیع کا اختیار نہوگا اور اسی طرح اگر راہن نے
مرتہن کو حوالہ کیا تو راہن کو روک نہیں سکتا ہے یہ بحر الرائق میں لکھا ہے۔ مشتری نے اگر ثمن کا کوئی کفیل دیا پھر کفیل نے (ادا کرنے سے قبل کیا ۱۲)
مال کیواسطے بائع کو کسی شخص پر حوالہ کیا پھر بائع نے چاہا کہ مال مشتری سے لیوے نہ محتال علیہ سے تو اسکو یہ اختیار نہیں ہے کذا فی الذخیرہ۔

کتاب ادب القاضی

اور اس میں چند ابواب ہیں

باب اول معنی ادب و قضا کے اور اسکے اقسام و شرائط کا بیان اور کس کی طرف سے تقلد جائز ہے اور اسکے

لـه لیکن یہ حوالہ نہیں بلکہ کفالت ہے ۱۲ منہ لـه قولہ بائع کو اسواسطے کہ حوالہ سے بائع بری ہو گیا ہے مخبر ممکن ہے کہ بغیر وصول بائع کے
بری ہو تو مبیع کو بھی داموں کے لیے روک نہیں سکتا ۱۲ لـه قولہ تقلد عہدۂ قضاء قبول کرنا ۱۲

متصلات کا بیان - واضح ہو کہ لوگوں سے برتاؤ اور معاملہ کرنے میں اخلاق جمیلہ اور خصال حمیدہ سے آراستہ ہونے
کو ادب کہتے ہیں - اور قاضی کا ادب یہ ہے کہ جسکو شرع نے اچھا کہا ہے کہ عدل کو پھیلانا اور ظلم کو دور کرنا اور حق
سے تجاوز نہ کرنا اور حدود شرع کی حفاظت کرنا اور سنت طریقہ پر چلنا اختیار کرے اور قضا کے معنی لغت میں
الزام اور اخبار اور فراغ اور تقدیر کے ہیں اور شرع میں ایسے قول کو کہتے ہیں جو ولایت عامہ کے حق سے صادر
ہو جسکا اختیار کرنا لازم ہو یہ خزانۃ المفتین میں لکھا ہے اور اصل یہ ہے کہ قضاء فریضہ محکمہ اور سنت مقتضیہ ہے
کہ جسکو صحابہ اور تابعین نے کیا ہے اور صالحین اسی راہ پر گزرے ہیں ولیکن فرضیت اسکی فرض کفایہ ہے
یہ کافی میں لکھا ہے - اور قضاء پانچ طرح کی ہے ایک وہ جسکا اختیار کرنا واجب ہے وہ یہ ہے کہ کوئی خاص شخص اسکے
واسطے متعین ہو جاوے فی الواقع اور اسکام کا صالح اسکے سوا دوسرا نہو دوسری مستحب ہے وہ یہ ہے کہ اسکا
صالح دوسرا بھی ہو مگر یہ شخص اس سے بہتر ہو تیسری مخیر وہ ہے کہ یہ شخص اور اور شخص دونوں اس کے لائق اور اسکی
درستی میں برابر ہوں تو اسکو یہ اختیار ہے کہ چاہے قبول کرے یا نہ قبول کرے چوتھی مکروہ ہے وہ یہ ہے کہ یہ شخص
اسکے لائق ہو مگر دوسرا اس سے لائق تر ہو پانچویں حرام ہے وہ یہ ہے کہ اپنے آپ کو اس کام میں عاجز دیکھے اور
نامنصف جانے اسطرح پر کہ وہ اپنے باطنی حالت کو جانتا ہے کہ نفس اسکا ہوا و ہوس کی پیروی کرتا ہے اگرچہ اور لوگ
نہ جانتے ہوں تو ایسے شخص پر حرام ہے (قضا قبول کرنا ۱۲) یہ خزانۃ المفتین میں لکھا ہے - قاضی کی ولایت صحیح نہیں ہے جبتک کہ اسکو
جامع اوصاف شہادت نہ پاوے کذا فی الہدایہ یعنی مسلمان ہو مکلف ہو آزاد ہو اندھا نہو محدود القذف
نہو گونگا نہو بہرا نہو اور اطرش ہونا یعنی جو بلند آواز سنتا ہے اور پست نہیں سنتا ہے تو اصح یہ ہے کہ اسکا تولیہ (یعنے قاضی مقرر کرنا ۱۲) جائز
ہے یہ نہر الفائق میں لکھا ہے - اور اہل اجتہاد میں سے ہونا چاہیے اور صحیح یہ ہے کہ اہل اجتہاد سے ہونا اولویت
کی شرط ہے کذا فی الہدایہ حتی کہ اگر جاہل قاضی ہوا یعنے جو مجتہد نہ تھا اور اس نے غیر کے فتوے پر فیصلہ کیا تو
جائز ہے کذا فی الملتقط لیکن باینہمہ جاہل کو احکام میں قاضی کرنا نہ چاہیے اور اسیطرح ہمارے نزدیک عدالت بھی
جواز تقلید قاضی کے واسطے شرط نہیں ہے لیکن یہ شرط کمال کیواسطے ہے پس فاسق[1] کی تقلید جائز ہے اور اسکے قضا
یا نافذ ہونگے تا وقتیکہ حد شرع سے ان میں تجاوز نہو ولیکن فاسق کو قاضی کرنا نہ چاہیے یہ بدائع میں لکھا ہے
اور اگر ایک شخص قاضی کیا گیا اور وہ عادل تھا پھر فاسق ہو گیا تو معزول کیے جانے کا مستحق ہے ولیکن اسفسق سے معزول[2]
نہ ہوگا اور اسی کو عامہ مشائخ نے لیا ہے اور سلطان پر واجب ہے کہ اسکو معزول کر دے یہ فصول عمادیہ میں لکھا ہے
اور اگر سلطان نے یہ شرط کر دی تھی کہ جب قاضی فسق کو اختیار کرے تو معزول ہے تو معزول ہو جائیگا یہ بزازیہ
میں لکھا ہے - اور قضاء کا عہدہ سلطان عادل و ظالم دونوں کی طرف سے اختیار کرنا جائز ہے مگر ظالم سے اسوقت
جائز ہے کہ قاضی حق فیصلہ کر سکے اور ظالم اس میں اثر کی نظر سے نہ دیکھے اور اسکو بعض احکام کے جیسا چاہیے

۱؎ قولہ - فاسق مثلاً رشوت لی یا شراب پی یا زنا کیا ۱۲ منہ ۲؎ قولہ یعنے فاسق ہو جانے سے خود
بخود وہ معزول نہ ہو جائیگا ۱۲

نافذ کرنے مین ممانعت نہ کرے اور اگر حق فیصلہ کرنا ممکن نہو یا ظالم اس مین شر کی نظر سے دیکھے بالعض احکام کو جیسا چاہیے جاری نہونے دے تو قضاء اختیار کرنا نہ چاہیے اور سغناقی مین لکھا ہو کہ ظلم مین اسکی اطاعت نہ کرے اور ملتقط مین ہو کہ جس حاکم کی طرف سے عہدہ قضاء اختیار کیا اسکا مسلمان ہونا شرط نہین ہو یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہو۔ اور اہل[1] بغاوت سے یہ عہدہ لینا جائز ہو چنانچہ کتاب الاصل کے باب خوارج مین لکھا ہو کہ اگر باغی کسی شہر پر قابض ہوے اور انھون نے قاضی بنایا اور اسنے چند قضایا فیصل کیے پھر اہل عدل اس شہر پر قابض ہوے اور انکے قاضی کے سامنے یہ مقدمات پھر پیش ہوے توجسقدر انصاف سے ہون انکو نافذ کریگا اور اسی طرح اگر اسنے ایسا حکم دیا کہ جو مختلف فیہ ہو مگر کوئی فقیہ اس طرف گیا ہو تو اسکو جاری رکھے جیسا اور قاضیون مین حکم ہو اور خصافؒ نے ذکر کیا ہو اگر اہل بغاوت کا قاضی ہو اور اس نے فیصلہ کیا تو قاضی اہل عدل اسکو نافذ نہ کریگا اور اقضیہ مین اشارہ کیا کہ نافذ کریگا چنانچہ یہ لفظ فرمایا ہو کہ وہ بمنزلہ اہل عدل کے فاسق قاضی کے ہو اور فاسق کے حق مین اصح قول یہ ہو کہ قاضی ہونے کی صلاحیت رکھتا ہو اور فقیہ ابو اللیثؒ نے ذکر کیا کہ باغی نے اگر کسی شخص کو شہر کی قضا سپرد کی اور اس قاضی نے کسی مختلف فیہ حکم مین فیصلہ کیا پھر دوسرے قاضی کے پاس یہ مقدمہ پیش ہوا اگر اسکی راے کے موافق ہو تو نافذ کرے اور مخالف ہو تو باطل کر دے اور فتاوے مین ہو کہ اہل بغاوت کی طرف سے قضا اختیار کرنا صحیح ہو اور فقط باغیون کے تسلط سے اہل عدل کے قاضی معزول[2] نہو جائینگے اور باغی کا معزول کرنا اہل عدل سے صحیح ہو حتی کہ اگر باغی بھاگ گیا تو اسکے قاضیون کے فیصلے بعد اسکے نافذ نہونگے جبتک سلطان عادل انکو دوبارہ قاضی نہ کرے اور بھی فتاوے مین لکھا ہو کہ جمعہ کی نماز ایسے باغی کے پیچھے جسکے واسطے بادشاہی فرمان نہو جائز ہو بشرطیکہ اسکا برتاؤ امرا کا ہو کہ والیان حکومت کی طرح اپنی رعیت مین احکام جاری کرتا ہو۔ پھر اہل بغی کا پہچاننا ضرور ہو پس واضح ہو کہ اہل بغاوت وہ لوگ ہین کہ جنھون نے ناحق امام برحق سے نافرمانی کی ہے اور اس کی تفصیل یہ ہو کہ مسلمانون نے جب کسی شخص کی امامت پر اجماع کیا اور اسکے سبب سے بےخوف ہو گئے اور اسپر کسی فرقہ مسلمانون نے خروج کیا پس اگر یہ نافرمانی اور لڑائی اس سبب سے تھی کہ امام عادل نے انپر ظلم کیا تو وہ لوگ باغی نہین ہین بلکہ اس پر واجب ہے کہ ظلم کو چھوڑ دے اور انصاف کرے اور لوگون کو نہین چاہیے کہ ان کے مقابلے مین امام کی اعانت کرین کیونکہ یہ ظلم کی اعانت ہے اور نہ اس فرقہ کی اعانت کرین کیونکہ اس سے وہ لوگ زیادہ خروج کرینگے اور اگر ان لوگون کی نافرمانی اس سبب سے نہو کہ امام نے انپر کچھ ظلم کیا بلکہ وہ لوگ والی ہونے کا اور اپنے حق کا دعوے کرین تو یہ لوگ باغی ہین پس ہر شخص پر جو لڑائی پر قادر ہو واجب ہو کہ امام المسلمین کی مدد کرے اور ان خارجیون کو زیر کرے اس واسطے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ان پر لعنت فرمائی ہو اور فرمایا ہو کہ فتنہ سوتا ہو اور جو اسکو جگا دے اس پر خدا کی لعنت ہو۔ پس اگر ان لوگون نے کلمات خروج زبان سے نکالے ولیکن خروج کا عزم نہ کیا تو

[1] قولہ۔ جو سلطان اسلام سے باغی لوگ ہون جب مسلط ہون تو ان کی طرف سے عہدۂ قضاء قبول کرنا جائز ۱۲

[2] قولہ۔ معزول یعنے فقط ان کے تسلط سے معزول نہون گے جب تک معزول نہ کیے جاوین ۱۲

امام کو ان سے تعرض کرنا نہ چاہیے۔ اور ہمارے زمانہ میں غلبہ پر حکم ہے اور عادل اور باغی معلوم نہیں ہوسکتے ہیں کیونکہ یہ سب دنیا کے طالب ہیں یہ فصول عمادیہ میں لکھا ہے۔ قاضی مقرر کرنا فرض ہے یہ بدائع میں لکھا ہے۔ اور یہ کام مسلمانوں کے اہم کاموں سے ہے اور سب پر زیادہ واجب ہے پس جو شخص کہ زیادہ عارف ہے اور زیادہ قادر و ہیبت والا و زیادہ وجیہ ہو اور جو اسکو لوگوں سے پہونچے اسپر خوب صبر کرسکتا ہو تو وہ اس کام کے واسطے اولی ہے اور قاضی بنانے والے کو چاہیے کہ اس کام کو محض اللہ تعالیٰ کے واسطے کرے اور جو شخص کہ سب سے اولی ہو اسی کو ولایت قضا سپرد کرے کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جسنے کوئی کام کسی کے سپرد کیا اور اس کی رعیت میں اس سے بہتر موجود ہے تو اس نے اللہ و رسول اور جماعۃ المسلمین کی خیانت کی کذا فی التبیین **قال المترجم** تکلموا فی رفعہ وہو ضعیف فان ثبت فالمراد بالعمل عمل من اعمال الشرع فافہم اور مشایخ نے فرمایا کہ مستحب ہے کہ امام ایسے شخص کو قاضی مقرر کرے کہ جو غنی اور ذی ثروت ہو تاکہ وہ لوگوں کے مال میں طمع نہ کرے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ قاضی امام ابو جعفرؒ نے فرمایا کہ کسی شخص کو فتویٰ دینا نہ چاہیے مگر جو شخص عادل ہو اور کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کا عالم ہو اور راہ اجتہاد سے واقف ہو لیکن اگر سنا ہوا حکم بیان کیا اور فتویٰ دیا تو جائز ہے اگرچہ اسکو دلیل سے نہ جانتا ہو کیونکہ دوسرے کی حکایت کی پس مثل حدیث کے راوی کے ہوا تو راوی میں عقل اور ضبط اور عدالت اور فہم شرط ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اصولیین کی راے اسپر قرار پائی ہے کہ مفتی فقط مجتہد ہوتا ہے اور سواے مجتہد کے غیر شخص جو مجتہدوں کے قول یاد رکھتا ہے مفتی نہیں ہے اور اسپر واجب ہے کہ جب کوئی مسئلہ اس سے دریافت کیا جاوے تو بطور حکایت کے کسی مجتہد کا قول مثلاً امام اعظمؒ وغیرہ کے نقل کرے۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ ہمارے زمانہ میں جو فتویٰ ہوتا ہے یہ فتویٰ نہیں ہے بلکہ کسی مفتی کا کلام نقل کیا جاتا ہے تاکہ مستفتی اسکو اختیار کرے اور مجتہد کا قول نقل کرنے کی دو صورتیں ہیں یا تو اس شخص کو مجتہد تک کوئی سند حاصل ہو۔ یا کسی کتاب مشہور سے جو دست بدست چلی آتی ہے نقل کرے جیسے تصانیف امام محمد بن الحسن رحمہ اللہ کی کیونکہ یہ بھی بمنزلہ خبر متواتر یا مشہور کے ہیں ایسا ہی رازیؒ نے ذکر کیا ہے اور اس بنا پر یہ کہا چاہیے کہ جو بعض نسخہ نوادر کے ہمارے زمانہ میں دستیاب ہوتے ہیں اور وہ مشہور یا متواتر نہیں ہیں انکے مسائل کو احکام امام محمدؒ یا ابو یوسفؒ کی طرف نسبت نہ کرنا چاہیے ہاں اگر اس نوادر سے کسی معروف کتاب مثل ہدایہ و مبسوط وغیرہ کے کچھ نقل کیا گیا ہو تو مضائقہ نہیں مگر یہ اعتماد اس کتاب معروف پر ہے یہ بحر الرائق میں لکھا ہے اور فقہا کا اسپر اجماع ہے کہ مفتی کو اہل اجتہاد سے ہونا چاہیے یہ ظہیریہ میں لکھا ہے۔ اور ملتقط میں ہے کہ اگر صواب[1] اسکے خطا سے زیادہ ہوں تو اسکو فتویٰ دینا حلال ہے اور اگر وہ اہل اجتہاد میں سے نہو تو اسکو فتویٰ دینا حلال نہیں ہے مگر بطور نقل کے پس جو کچھ اسکو مجتہد کے قول معلوم ہوں نقل کرے یہ فصول عمادیہ میں لکھا ہے۔ فاسق مفتی ہوسکتا ہے۔ اور بعضوں نے کہا کہ نہیں صالح ہے اور شیخ نے فرمایا کہ اسی کو اکثر متاخرین نے اختیار کیا ہے اور مجمع و اسکی شرح میں اسی پر یقین کیا ہے اور اسمیں اختلاف نہیں ہے کہ مفتی کے واسطے اسلام اور عقل شرط ہے

[1] **قولہ** یعنی جسنے فتوے دیا ہے انمیں اکثر اقوال ٹھیک ہوتے ہوں اور بعض میں چوک گیا ہو ۱۲

اور بعضون نے اسکے لئے بیداری شرط کی ہے کہ غافل نہو ہان اسکا آزاد ہونا یا مرد کے جنس سے ہونا یا ناطق ہونا کہ جو باتین
کرتا ہو شرط نہین ہے پس گونگے کا فتوی دینا درست ہے جبکہ اسکا اشارہ سمجھ مین آجاوے بلکہ جو شخص بولتا ہے اگر اس نے
سوال کے جواب مین سر ہلایا یعنی ہان تو اسپر عمل کرنا جائز ہے۔ اور چاہیے کہ خلاف مروت باتون سے پاک ہو اور
فقیہ النفس سلیم الذہن ہو اور اپنے تصرفات مین نیک روش ہو اور صحیح یہ ہے کہ اسکا فتوی دینا مکروہ نہین ہے جو اسکا
اہل ہو۔ اور حاکمون پر واجب ہے کہ اہل و نااہل کی تفتیش کرین پھر نااہل کو فتوے دینے سے باز رکھین یہ نہر الفائق مین
لکھا ہے۔ اور فتوی کی شرطون مین سے یہ ہے کہ فتوی طلب کرنے والون مین انصاف کے ساتھ ترتیب کا لحاظ رکھے اور
مالدارون اور سلطان و امرا کے سپاہیون کی سبقت نہ کرے بلکہ جو شخص پہلے لایا ہے اسیکا جواب پہلے لکھدے خواہ
وہ مالدار ہو یا فقیر ہو اور مفتی کے آداب مین سے یہ ہے کہ تحریری سوال کو تعظیم سے لیوے اور سوال کو اچھی طرح مکرر پڑھے
اور جب اسپر کھلجاوے تو اسکا جواب لکھے اور یہ شرط ہے کہ کاغذ کو جیسے بعضے آدمیون کی عادت ہے نہ پھینکے کیونکہ اسمین
اللہ کا نام ہے اور اسکی تعظیم واجب ہے اور جب مفتی نے جواب لکھدیا تو چاہیے کہ اسکے پیچھے مثل واللہ اعلم کے کوئی لفظ لکھدے
اور بعض نے کہا کہ مسائل اعتقادیہ مین کہ جنپر اہل السنۃ والجماعۃ کا اجماع ہے یہ لکھنا چاہیے اللہ الموفق یا باللہ التوفیق
یا باللہ العصمۃ۔ یہ جواہر اخلاطی مین لکھا ہے۔ اور بعضے مفتی پرچہ عورت یا لڑکے کے ہاتھ سے نہین لیتے تھے اور ان کا
شاگرد ان لوگون سے لیکر جمع کرکے ان کے پاس پیش کرتا تھا اور یہ سب علم کی تعظیم کے واسطے تھا اور عمدہ یہ
ہے کہ مفتی تواضع کے ساتھ ہر ایک سے لیوے۔ اور نوجوان اگر وہ انہون کا حافظ ہو اور روایات سے واقف ہو
اور طاعت الٰہی مین قاصر نہو اور نافرمانی مین سرگرم نہو تو جائز ہے کہ فتوے دیوے اور عالم اگرچہ چھوٹا ہو از راہ علم بڑا
ہے اور جاہل اگرچہ بڑا ہو مگر چھوٹا ہے یہ بحر الرائق مین لکھا ہے۔ اور واجب ہے کہ مفتی بردبار بھاری [یعنی تحمل ١٢] کم گو نرم زبان
ہو کشادہ پیشانی ہو یہ سراجیہ مین لکھا ہے۔ اور بدون سوال فتوی نہ دے اور اگر خطا کرے تو اس سے رجوع کرے
اور حیا اور عار نہ کرے یہ نہر الفائق مین لکھا ہے اور تصحیح مسائل کیواسطے حساب جاننے کی شرط مین دو وجہین[1] ہین
اور یہ شرط ہے کہ اپنے امام کے مذہب کا حافظ ہو اور اسکے قواعد و اسلوب پہچانتا ہو اور جو شخص اصولی ہو اور اسمین
ماہر ہو اور جو شخص خلافیات ائمہ فقہ مین بحث کرتا ہو اسکو فروع شرعیہ مین فتوے دینا نہ چاہیئے اور غیر واقع[2] مین
افتا واجب نہین ہے۔ اور حرام ہے مفتی پر فتوے دینے مین تساہل کرنا اور غرض فوت ہونے کی وجہ سے حیل
کی پیروی کرنا اور ایسے شخص سے جو اسکو جانتا ہے دریافت کرنا۔ اور جسوقت اسکے اخلاق مین تغیر ہو اور اعتدال
سے خارج ہو خواہ بسبب شدت خوشی کے یا بسبب غصہ کے تو اسوقت فتوے نہ دیوے اور اگر اسکو یہ اعتقاد
ہے کہ یا انہمہ راہ صواب مین خطا نہو گی تو اسکا فتوی صحیح ہے۔ اور اولی یہ ہے کہ فتوے لینے والے سے اجرت نہ
لے بلکہ نیک کام سمجھکر فتوے دیوے پس اگر شہر کے لوگون نے اسکے لئے رزق مقرر کیا تو جائز ہے یا اگر اسکو

---

[1] قولہ — دو وجہون مین سے ایک وجہ یہ کہ جب امین موجود نہو حساب جاننا شرط ہے اور دوسری وجہ یہ کہ جاننا شرط نہین ہے جب امین محاسب ہو ١٢
[2] قولہ یعنی جو واقعہ ابھی تک اسکا پیش نہین آیا اسکا فتوے لینا ضرور نہین ہے ١٢

اجرت دی گئی تو جائز ہے اور امام پر واجب ہو کہ مدرس اور مفتی کے واسطے بقدر کفایت مقرر کر دے۔ اور ہر شہر
کے لوگون کی اصطلاح جدا ہے پس ایسی اصطلاح نہ لکھنا چاہیئے جو وہ لوگ نہ جانتے ہون یہ بحر الرائق مین لکھا ہے پھر فتوے
مطلقاً امام کے قول پر ہو پھر امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالےٰ کے قول پر پھر امام محمد رح کے قول پر پھر امام زفر رح کے
قول پر پھر حسن بن زیاد کے قول پر و بعضون نے کہا کہ اگر امام ایک طرف ہون اور صاحبین ایک طرف ہون
تو مفتی کو اختیار ہو ولیکن اول اصح ہو جبکہ مفتی مجتہد نہو اور حاوی قدسی مین ہو کہ اصح یہ ہے کہ اعتبار قوت مدرک[1] پر
ہو یہ نہر الفائق مین لکھا ہو۔ اور مفتی اور امام کو جائز ہو کہ ہدیہ قبول کرے اور دعوت خاصہ قبول کرے۔ یہ
خزانۃ المفتین مین لکھا ہو۔ اور امام ابو یوسف رح سے روایت ہو کہ وہ ایک مسئلہ مین فتوے دینے کے واسطے
راست درست ہوے چادر اوڑھی اور عمامہ باندھا پھر فتوے دیا اور یہ فتوی کی تعظیم تھی یہ تبیین مین لکھا ہے۔

دوسرا باب قاضی ہونا اختیار کرنے کے بیان مین خصاف رح نے ادب القاضی مین چند احادیث قضاء کے قبول
کرنے کے مکروہ ہونے مین پیش کین اور کچھ اسکی قبولیت مین رخصت ہونے کی پیش کین اور لکھا ہے کہ اس کو
صالحین نے اختیار کیا ہو اور صالحین ہی نے اس سے انکار کیا ہو اور نہ قبول کرنا ہی اشکل و اسلم و اصلح فی الدین ہو
اور اس صورت مین کہ ایک شخص مین سب شرطین قضاء کی موجود ہین تو اسکو قضا قبول کرنا جائز ہو مشایخ نے
اختلاف کیا ہو اور بعضون نے کہا کہ مکروہ ہو کذا فی المحیط کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہو
کہ آپ نے فرمایا کہ جو شخص قضا کے بلا مین پکڑا گیا گویا بغیر چھری ذبح کیا گیا **قال المترجم** قد تکلموا فیہ اور عبد اللہ
بن وہب سے روایت ہو کہ انکو قاضی بنانا چاہا پس انھون نے نہ قبول کیا اور اپنے گھر مجنون بن بیٹھے پھر جو
اسکے پاس جاتا تھا اسکا مونھ نوچتا تھا اور اسکے کپڑے پھاڑتا تھا پھر ایک شخص صحابہ مین سے آملے اور کہا
کہ اے عبد اللہ اگر تم قضاء کو قبول کرتے اور انصاف کرتے تو بہتر تھا پس عبد اللہ بن وہب نے فرمایا ارے یہ
تیری سمجھ ہے تو نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے نہین سنا ہو کہ فرماتے تھے کہ قاضی لوگ سلطانون کے ساتھ حشر
مین ہون گے اور عالم لوگ انبیا کے ساتھ ہونگے۔ اور مشہور یہ ہو کہ ابو حنیفہ رح کو قضا اختیار کرنے کی تکلیف دی گئی
تھی انھون نے انکار کیا تو ظالم نے تیسے کوڑے مارے پھر جب انکو اپنی جان کا خوف ہوا تو اپنے اصحاب سے پوچھا
پس قاضی امام ابو یوسف رح نے ان کے لیے قضاء قبول کرنا تجویز کیا اور کہا کہ اگر آپ قبول کر لیتے تو لوگون کو بہت
نفع پہونچاتے پھر امام اعظم رح نے کہا کہ اگر تو مجھے سمندر پیر جانے کو کہتا تو مین اپنے مین اس کام کرنے سے زیادہ
قوت و قدرت پاتا اور مین تو تجھے دیکھتا ہون کہ تو قاضی ہو گیا ہو پھر سر نیچا کر لیا اور ان کی طرف کبھی نہ دیکھا
یہ خزانۃ المفتین مین لکھا ہو۔ اور امام محمد رحمہ اللہ تعالےٰ قاضی بنانے کو بلائے گئے اور انکار کیا حتے کہ قید
ہوے پھر مجبور ہوے تو اختیار کر لی یہ عنایہ مین لکھا ہو۔ کرخی اور خصاف و علماے عراق نے اسی پر کہا ہے
کہ جب تک اس پر جبر نہ کیا جاوے قبول نہ کرے اور مشایخ ہمارے دیار کے کہتے ہین کہ جو شخص صلح ہو

[1] قولہ قوت مدرک یعنی عالم جو طرفین کے دلائل سمجھتا ہو وہ اپنی قوت ادراک کے موافق جس طرف ترجیح پاوے وہی اختیار کرے ۱۲

اور بیخوف ہو کہ مجھ سے ظلم نہ صادر ہوگا تو اسکو قبول کر لینے میں کچھ ڈر نہیں ہے اور جو ایسا نہو اسکو دور رہنا بہتر ہے
اور صحابہ اور تابعین نے اسکو بلا کراہ منظور کر لیا ہے یہ وجیز کردری میں لکھا ہے - اور جس شخص کو خوف
ہو کہ ظلم صادر ہوگا اسکو مکروہ ہے اور اگر یہ خوف نہو تو مکروہ نہیں ہے یہ کافی میں لکھا ہے - اور ینابیع
میں ہے کہ عہدۂ قضا کو طلب کرنا یا اسکا سوال کرنا نہیں چاہیے اور طلب کرنے کی یہ صورت ہے کہ امام سے کہے کہ مجھے
قاضی کر دے اور سوال کی یہ صورت ہے کہ لوگون سے کہے کہ اگر امام مجھے فلان شہر کا قاضی کرنا چاہے تو مین قبول کر لون
اور یہ اس طمع سے کہ یہ خبر امام کو پہونچے اور وہ اسکو قاضی کر دے اور یہ سب مکروہ ہے - اور بعضون نے کہا کہ جو شخص
بلا درخواست اسکو قبول کرے تو ڈر نہیں ہے اور جس نے درخواست کی اسکو مکروہ ہے اور عامۂ مشائخ کا یہ مذہب
ہے کہ قضا کو اختیار کرنا رخصت ہے اور باز رہنا عزیمت ہے اور سراجیہ میں ہے کہ یہی مختار ہے یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے - اور
عہدۂ قضا کو نہ قلب[۱] سے طلب کرے اور نہ زبان سے مگر جب کوئی دوسرا اس لائق نہو تو اس پر واجب ہے کہ لوگون
مسلمانون کے حقوق کو نگاہ رکھے اور قضاء کو قبول کرے یہ شمنی میں ہے - اگر شہر میں چند لوگ ایسے ہون جو قاضی
ہونے کے لائق ہین اور ایک نے انکار کیا تو گنہگار نہوگا کذا فی المحیط اور اگر سب نے انکار کیا یہان تک کہ ایک
جاہل قاضی کیا گیا تو گناہ مین سب شریک ہونگے یہ عنایہ مین لکھا ہے ینابیع مین ہے کہ اگر دو شخص قاضی ہونے کے لائق ہین
مگر ایک زیادہ فقیہ ہے اور دوسرا زیادہ پرہیزگار ہے تو یہ فقیہ سے اولی ہے یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہے - اگر سلطان نے
ایسے شخص کو قاضی کیا جو صلاحیت نہین رکھتا ہے حالانکہ اس شہر مین ایسا شخص موجود تھا جو اسکے لائق ہے تو گناہ سلطان
پر ہوگا یہ شرح ادب القاضی للخصاف مین ہے - اگر کوئی شخص رشوت دیکر قاضی ہو گیا تو صحیح یہ ہے کہ وہ قاضی نہ اعتبار کیا جاوے گا
اور اگر حکم دیگا تو نافذ نہوگا - اور جس نے رشوت یا سفارش سے قضا حاصل کی اور اسنے کسی مختلف فیہ مین حکم دیا پھر دوسرے
قاضی کے پاس پیش ہوا پس اگر اسکی رائے کے موافق ہو تو نافذ کریگا اور اگر مخالف ہے تو باطل کر دیگا اور اصح یہ ہے کہ جو سفارش
سے قاضی ہوا اور جسکو خود قاضی کیا گیا دونون قضاء مجتہدات کے نافذ ہونے مین برابر ہین قاضی نے رشوت لیکر اگر
حکم دیا تو اسکی قضاء نافذ نہوگی اور جس مقدمہ مین رشوت نہین لی اس مین نافذ ہوگی اسی کو سرخسی اور خصاف نے
اختیار کیا ہے اور اگر قاضی کے بیٹے یا اسکے محرر یا بعض پیادون نے رشوت لی پس اگر قاضی کے حکم اور رضامندی سے لی
تو یہ اور قاضی کا خود رشوت لینا برابر ہے اور اسکا فیصلہ مردود ہے اور اگر اسکے بلا واقفی ایسا ہوا تو قضا نافذ ہو جائیگی
اور لینے والے پر واجب ہے کہ رشوت واپس کر دے یہ خزانۃ المفتین مین لکھا ہے -

تیسرا باب دلائل پر عمل کرنے کی ترغیب - قاضی کو چاہیے کہ کتاب اللہ تعالے کے حکم کے موافق عمل کرے اور
جو کتاب مین ناسخ و منسوخ ہے اسکو پہچانے اور ناسخ مین سے جو محکم یا متشابہ مختلف التاویل ہے جیسے اقراء[۲] معلوم
کرے پس اگر اسنے کتاب اللہ تعالی مین نہ پایا تو حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے موافق عمل کرے اور
چاہیے کہ اسکے بھی ناسخ و منسوخ معلوم کرے اور اگر احادیث مختلف آئی ہون تو جو حکم حدیث کا اشبہ ہو اور

---

[۱] قولہ - قلب سے یعنی دل سے بھی خواہش نہ کرے ۱۲ [۲] قولہ اقراء جمع قرء بمعنے حیض و طہر ۱۲

موافق اجتہاد ہو اُسکو اختیار کرے اور اُسپر واجب ہو کہ اقسام حدیث سے آحاد و مشہور و متواتر کو معلوم کرے اور مراتب رُواۃ کا معلوم کرنا واجب ہو پس بعضے رُواۃ (جمع راوی ۱۲) فقہ و عدالت مین مشہور ہین جیسے چارون خلفاء راشدین اور عبد اللہ بن مسعود و عبد اللہ بن عباس و عبد اللہ بن عمر وغیرہ اور بعضے اس مین مشہور ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مدت تک ہمنشین رہے اور جو سنا ہو وہ خوب محفوظ رکھتے ہین اور جو فقہ جانتے مین مشہور ہو اسکی روایت کا لینا اولی ہو بہ نسبت اسکے جو غیر فقیہ ہو اور اسیطرح جس کی ہمنشینی زیادہ رہی اسکی روایت کا لینا اس سے اولی ہو جو زیادہ ہمنشین نہین رہا ہے اگر کوئی واقعہ ایسا پیش آوے کہ جسمین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے کوئی حدیث نہین آئی ہے تو اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم پر عمل کرے کیونکہ اجماع صحابہ پر عمل کرنا واجب ہو اور اگر صحابہ مین باہم اختلاف ہو تو خود کوشش کر کے بعض کے قول کو بعض پر ترجیح دیوے بشرطیکہ خود اہل اجتہاد سے ہو اور اسکو یہ روا نہین ہو کہ ایک تیسرا قول نکالکر سب کی مخالفت اختیار کرے کیونکہ انھون نے باوجود اختلاف کے اس پر اتفاق کیا ہو کہ ان دونون قولون کے سوا تیسرا قول نہین ہو اور باطل ہو خصاف رح کہتے تھے کہ اسکو تیسرا قول نکالنے کا اختیار ہے کیونکہ انکا اختلاف اسکی دلیل ہو کہ اس واقعہ مین اجتہاد کو گنجایش ہے اور صحیح وہی ہو جو ہم نے بیان کر دیا۔ اگر صحابہ نے کسی حکم پر اجماع کیا اور تابعین مین سے کسی نے اختلاف کیا پس اگر یہ ایسا تابعی ہو جس کو صحابہ کا زمانہ نہین ملا ہو تو اسکے اختلاف کا اعتبار نہین ہو حتے کہ اگر کسی قاضی نے برخلاف اجماع صحابہ کے اس کے قول کے موافق فیصلہ کیا تو باطل ہوگا اور اگر ایسا تابعی ہو جس نے صحابہ کا زمانہ پایا ہو اور ان کی فتاوی سے مزاحم ہوا ہو اور صحابہ نے اسکے واسطے اجتہاد تجویز کیا ہو جیسے شریح اور شعبی وغیرہ تو اسکی مخالفت کی وجہ سے اجماع منعقد نہوگا۔ اگر کوئی حکم بعض تابعین کی طرف سے پہونچا اور اسکے سوا دوسرون سے اس باب مین کچھ منقول نہوا تو امام اعظم رح سے اس صورت مین دو روایتین مین ایک روایت مین ہو کہ مین ان کی تقلید نہ کرونگا اور یہی ظاہر المذہب ہو اور دوسری روایت نوادر مین ہو کہ امام نے فرمایا کہ اگر ان مین سے ایسے ہونگے جنھون نے زمانہ صحابہ مین فتوے دیا ہو اور صحابہ نے اسکے حق مین اجتہاد جائز رکھا ہے جیسے شریح و مسروق و حسن بصری تو مین انکی تقلید کرونگا یہ محیط مین لکھا ہے پھر اگر کوئی ایسا واقعہ ہو جس مین صحابہ سے کچھ روایت نہین ہو اور تابعین کا اجماع ہو تو اس دلیل سے فیصل کرے اور اگر تابعین مین باہم اختلاف ہو تو بعضے قول کو ترجیح دیکر اسکے موافق حکم کرے اور اگر انہین سے کچھ بھی روایت نہو پس اگر خود اہل اجتہاد سے ہو تو مشابہ احکام پر قیاس کرکے اور اجتہاد کرکے و صواب کی خواہش کرکے رائے کے موافق حکم دے اور اگر خود اہل اجتہاد مین سے نہین ہو تو فتوی طلب کرے اور اسکے موافق حکم دے اور بلا علم حکم نہ دے اور نہ سوال (سلہ) سے شرمندہ ہو۔ پھر دو باتون کا جاننا ضروری ہو کہ اگر ہمارے اصحاب ابوحنیفہ رح و ابو یوسف رح و محمد رح کسی بات پر متفق ہون تو قاضی کو نہ چاہیئے کہ اپنی رائے سے ان کی مخالفت کرے اور دوسری بات یہ ہو کہ اگر انمین اختلاف ہو تو عبد اللہ بن المبارک

سلہ قولہ یعنے مفتی سے اسکا حکم پوچھ لینے مین شرم نہ کرے ۱۲

رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول لیا جاویگا کیونکہ وہ تابعین مین سے تھے اور ان کے فتوے کے مزاحم ہوتے تھے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے۔ اور اگر ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالےٰ اور ان کے اصحاب سے کوئی روایت نہ ملی۔ اور متاخرین سے پائی گئی تو ان کے موافق حکم دے اور اگر متاخرین مین باہم اختلاف ہو تو کسی کو ان مین سے اختیار کر لیوے اور اگر متاخرین سے بھی نہ پائی گئی تو اپنی راے سے اسمین اجتہاد کرے بشرطیکہ وجوہ فقہ کو جانتا ہو اور اہل فقہ سے اسمین مشاورت لے اور شرح طحاوی مین ہے کہ اگر اسنے اپنی راے سے حکم دیا پھر وہ نص صریح کے مخالف ہوا تو اسکا فیصلہ جائز نہوگا اور اگر نص کے مخالف نہوا بلکہ اسکے بعد اسکو دوسری راے ظاہر ہوئی تو جو کچھ گذرا اسکو باطل نکرے اور آیندہ کے واسطے اس راے کے موافق عمل کرے اور یہ قول امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ و امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کا ہے اور امام محمد رحمہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ اگر اول مرتبہ اسنے اجتہاد سے فیصلہ کیا پھر دوسری راے اس سے بہتر دیکھی تو امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ و امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالےٰ کے کہنے کے موافق ہے کا پس اگر متقدمین کا اختلاف دو قولون پر ہوا اور پھر ان کے بعد کسی ایک قول پر اجماع ہوگیا ہو تو یہ اجماع امام اعظمؒ اور ابو یوسفؒ کے قول پر پہلے اختلاف کو رفع نہین کرتا ہے اور امام محمدؒ کے قول پر رفع کرتا ہے اور شیخ الاسلام شمس الائمہ سرخسی نے ذکر کیا کہ یہ اجماع پہلے اختلاف کو رفع کرتا ہے اور اسمین کچھ اختلاف ہمارے اصحاب مین نہین ہے صرف بعضے علما البتہ ہمارے مخالف ہین۔ اگر کسی زمانے کے لوگ کسی حکم پر متفق ہوئے اور وہ زمانہ گذر گیا اور قاضی نے انکا قول چھوڑ کر دوسری راے پر حکم دیا بسبب اسکے کہ اسکو صواب ان کے برخلاف معلوم ہوا تو ایسی صورت مین اگر اس اتفاق سے پہلے اختلاف واقع ہو گیا ہے تو مشایخ نے باہم اختلاف کیا بعضون نے کہا کہ قاضی کو مخالفت کرنا روا نہین ہے اور بعضون نے کہا کہ روا ہے اور اگر اس اتفاق سے پہلے اختلاف نہ تھا تو بالاتفاق قاضی مخالفت نہین کر سکتا ہے۔ فتاوے عتابیہ مین ہے کہ ایک قاضی نے فتویٰ طلب کیا اور فتوے کے جواب سے اسکی راے مخالف ہے پس اگر وہ اہل راے مین سے ہے تو اپنی راے کے موافق عمل کرے اور اگر اسنے اپنی راے کو ترک کیا اور مفتی کی راے کے موافق عمل کیا تو صاحبین کے نزدیک جائز نہین ہے اور امام اعظمؒ کے نزدیک نافذ ہو جائیگی۔ اگر حکم دینے کے وقت قاضی کی کوئی راے نہ تھی اور اسنے مفتی کی راے کے موافق فیصلہ کر دیا پھر اس کے برخلاف ایک راے ظاہر ہوئی تو امام محمد رحمہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ اپنی قضاء توڑے اور امام ابو یوسفؒ نے کہا کہ قضاء نہ توڑے چنانچہ اس صورت مین کہ اسنے اپنی راے سے حکم دیا پھر اسکو دوسری راے ظاہر ہوئی تو پہلی راے نہ ٹوٹیگی یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہے۔ اور جس صورت مین کوئی نص مخالف یا اجماع نہین ہے پس قاضی یا اہل اجتہاد سے ہوگا یا نہوگا پس اگر وہ اہل اجتہاد مین سے ہو اور اسکی راے ایک طرف پہونچی تو اسکو اپنی راے پر عمل کرنا واجب ہے اگرچہ دوسرے اہل اجتہاد و راے کے مخالف ہو۔ اور اسکو دوسرون کی راے کی تابعداری جائز نہین ہے کیونکہ جسطرف اسکا اجتہاد پہونچتا ہے وہی اللہ تعالیٰ کے نزدیک ظاہر مین حق ہے اگر اسکی راے ایک امر کی طرف پہونچی اور وہان کوئی دوسرا مجتہد تھا کہ وہ اس سے زیادہ فقیہ تھا اور اس کی راے اسکے برخلاف تھی اور اس نے چاہا کہ بلا نظر و غور کے اسکی راے پر عمل کرے کیونکہ یہ اسکو زیادہ فقیہ جانتا ہے تو

کتاب الحدود میں مذکور ہے کہ امام اعظمؒ کے نزدیک اسکو گنجایش ہے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ و محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک نہیں بلکہ صرف اپنی راے پر عمل کرے اور بعض روایات میں یہ اختلاف اسکے برعکس مذکور ہے اور اگر واقعہ کا حکم اسکی عقل پر مشکل ہو جاوے تو اپنی راے کو کام میں لاوے اور اسپر عمل کرے اور افضل یہ ہے کہ اہل فقہ سے اس میں مشاورت کرے اگر وے اختلاف کریں تو غور کر کے جسطرف اسکی راے ظاہر میں پہونچے اسپر عمل کرے اور اگر وہ لوگ ایک راے پر متفق ہوں اور اسکی راے انکے مخالف ہو تو بھی اپنی راے پر عمل کرے لیکن چاہیے کہ حکم دینے میں جلدی نہ کرے جبتک حق تاویل و کوشش کو پورا کر کے وجوہ حق کو منکشف نہ کر لے اور جب اسکی کوشش سے حق کھل گیا تو اپنی راے سے اس میں فیصلہ کرے اور جب اس نے اپنی کوشش اس میں اظہار حق کے واسطے صرف کر دی تو پھر اپنے فیصلہ سے خوفناک نہو جسکے اگر اس نے جزافاً[1] حکم دیدیا ہو تو فیما بینہ و بین اللہ تعالیٰ جائز نہیں ہے اگرچہ وہ اہل اجتہاد سے ہو مگر جب اس کا حال دریافت نہو تو محمول کیا جائیگا کہ اس نے اپنی راے سے حکم دیا اور جب تک ممکن ہوگا مسلمان کا کام صحت پر محمول کیا جائیگا۔ یہ سب اس صورت میں ہے کہ قاضی اہل اجتہاد میں سے ہو اور اگر اہل اجتہاد میں سے نہو پس اگر اس نے ہمارے اصحاب کے اقوال کو یاد رکھا اور مضبوطی اور اتقان کے ساتھ حفظ کیا تو جسکا قول حق سمجھتا ہے اسپر بسبیل تقلید عمل کرے اور اگر ان کے اقوال کا حافظ نہیں ہے تو جو اس شہر میں ہمارے اصحاب میں سے اہل فقہ میں سے ہوں ان کے فتوے پر عمل کرے اور اگر شہر میں صرف ایک ہی فقیہ حنفی ہو تو اسی کا قول اختیار کرے اور ہمکو امید ہے کہ اس سے بازپرس نہو گی یہ بدائع میں لکھا ہے۔ واضح ہو کہ مقصود حاصل کرنے کے لیے اپنی کوشش کو صرف کرنے کو اجتہاد کہتے ہیں اور آدمی کے مجتہد ہو جانے کی شرط یہ ہے کہ کتاب اللہ و حدیث رسول صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم سے جسقدر کہ جس سے احکام متعلق ہیں جانتا ہو نصا کی کا جاننا شرط نہیں ہے اور بعضوں نے کہا کہ جسکی راے میں صواب زیادہ ہوں خطا سے اسکو اجتہاد حلال ہے اور اول اصح ہے یہ فصول عمادیہ میں لکھا ہے۔ اصح تعریف مجتہد کی یہ ہے جو بعضوں نے بیان کی ہے کہ اس نے علم[2] کتاب اللہ اور اسکے وجوہ معانی کو جانتا ہو اور علم حدیث کو بھی اسکے طرق و متون و وجوہ معانی سے پہچانتا ہو اور قیاس میں مصیب ہو اور عرف الناس کو جانتا ہو یہ کافی میں لکھا ہے۔ اگر شہر میں کچھ لوگ اہل فقہ ہوں تو ان سے اس بات میں مشورہ لے اور مشورہ میں اگر اسکی اور ان کی راے متفق ہووے تو اسپر حکم کرے اور اگر اختلاف ہوا تو جو قول حق سے قریب معلوم ہو اس پر نظر ڈالکر اپنے اجتہاد سے عمل کرے بشرطیکہ اسقدر اجتہاد کا صالح ہو اور اس باب میں بڑی عمر کا آدمی معتبر نہیں ہے اور نہ کثرت عدد کا اعتبار ہے بلکہ ایک ہی شخص کو کبھی علاوہ جماعت کے توفیق صواب حاصل ہوتی ہے اور یہ قول امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ پر ہونا چاہیے اور امام محمدؒ کے قول پر کثرت عدد کا اعتبار ہے۔ اور اگر اسکا اجتہاد کسی امر پر

[1] **قولہ** جزافاً یعنی بطور گزاف بدون کوشش کے سرسری طور سے ۱۲ [2] **قولہ** علم کتاب الخ یعنی قرآن کے احکام سے آگاہ ہو اور حق یہ کہ کمتر مرتبہ یہی ہے ورنہ کل سے عالم ہو۔ وجوہ معانی یعنی عبارت و اشارت وغیرہ جو اصول میں مذکور ہیں اور علم حدیث میں اسناد کا علم اس سے زائد ہے مصیب ہو یعنی قیاس کو ٹھیک لاتا ہو عرف الناس لوگوں کے رواج ۱۲

نہ قرار پایا اور وہ حادثہ ویسا ہی مختلف اور مشکل رہگیا تو اس شہر کے سوا جس مین وہ ہے دوسرے شہر کے فقیہون کو لکھے اور خط کے ساتھ مشورت کرنا پرانا طریقہ چلا آیا ہے کہ حوادث شرعیہ مین ایسا ہوتا ہے پس اگر ان لوگون نے جن کی طرف خط بھیجا ہے کسی بات پر اتفاق کیا اور قاضی کی راے بھی ان کی راے کے موافق ہوئی اور وہ بھی اہل راے و اجتہاد مین سے تھا تو اسی راے کے موافق اس پر عمل کرے اور اگر ان لوگون نے بھی اختلاف کیا پس اگر یہ شخص اہل اجتہاد مین سے ہے تو جو قریب حق کے قول معلوم ہوا اسی پر عمل کرے اور اپنی راے سے عمل کرے اور اگر اس صورت مین قاضی اہل اجتہاد سے نہو تو جو شخص اس کے نزدیک زیادہ فقیہ اور بہت پرہیزگار ہے اسکے قول پر عمل کرے۔ اگر قاضی نے ایک قوم سے مشورہ کیا اور یہ لوگ اہل فقہ تھے اور ان کی راے سے قاضی کی راے مخالف ہے تو قاضی کو اپنی راے چھوڑ کر ان کی راے پر عمل کرنا نہین جائز ہے اور اگر قاضی نے ایک شخص فقیہ سے مشورہ کیا تو کافی ہے مگر چند لوگون سے فقہا مین مشورہ لینا احوط ہے۔ اگر اس شخص نے ایک راے کا مشورہ دیا اور قاضی کی راے اسکے برخلاف ہے تو قاضی اپنی راے نہین چھوڑ سکتا ہے۔ اور اگر قاضی نے اسکی راے کو بسبب اسکے کہ وہ افضل و رافقہ ہے لائق اہتمام و بزرگی جانا تو اس مسئلہ کو کتاب الحدود مین ذکر کیا اور کہا کہ اگر اس شخص کی راے کے موافق اس نے فیصلہ کیا تو مجھے امید ہے کہ اسکو اتنی گنجایش ہو گی اور اگر اس نے اسکی راے کو ایسا لائق اہتمام نہ جانا تو اس کو اپنی راے چھوڑ کر دوسرے کی راے پر عمل کرنا نہ چاہیے یہ محیط مین لکھا ہے۔

چوتھا باب۔ اختلاف علما کا اس بات مین کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ مین صحابہ اجتہاد کرتے تھے یا نہین۔ اس امر مین اختلاف ہے کہ صحابی مجتہد کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ مین اجتہاد کرنا جائز تھا یا نہین بعضون نے کہا کہ نہین جائز تھا اور اکثر عالمون نے کہا کہ جو شخص آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے دور تھا اسکے لیے جائز تھا اور جو نزدیک تھا اسکے لئے جائز نہ تھا اور یہی اصح ہے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے۔ اس مین اختلاف ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ان چیزون مین جن مین آپ کو وحی نہین بھیجی گئی تھی اجتہاد کرتے اور حکم دیتے تھے یا نہین پس بعضون نے کہا کہ اجتہاد نہین کرتے تھے بلکہ وحی کا انتظار کرتے تھے۔ اور بعضون نے کہا کہ پہلے انبیا کی شریعت کی طرف رجوع کرتے تھے کیونکہ ان کی شریعت جبتک اسکا نسخ نہ ثابت ہو ہمارے واسطے بھی ثابت ہے اور بعضون نے کہا کہ اسوقت تک اجتہاد نہین کرتے تھے جب تک کہ وحی کی طمع ہوتی اور جب امید منقطع ہوتی تب اجتہاد کرتے پھر وہی ہماری شریعت ہو جاتی تھی پس اگر اسکے برخلاف وحی آتی تھی تو وہ اسکی ناسخ ہو جاتی تھی کیونکہ سنت کا کتاب سے منسوخ ہونا ہمارے نزدیک جائز ہے اور کبھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم وہ فیصلہ جسکو جاری کر دیا ہے نہین توڑتے تھے ہان آیندہ کے واسطے فیصلہ مین دوسرا حکم دیتے تھے یہ محیط مین لکھا ہے

پانچوان باب۔ قاضی کو مقرر کرنے اور معزول کرنے کے بیان مین۔ اگر سلطان نے کسی شخص کو کسی خاص شہر کا قاضی کیا تو وہ اس شہر کے سواد کا قاضی نہوگا جبتک کہ فرمان قضا مین شہر مع سواد نہو۔ اور یہ جواب روایت نوادر کے موافق ہے کہ نفاذ قضا کے واسطے مصر شرط نہین ہے قال المترجم یعنے نوادر مین آیا ہے کہ حکم قضا کے نافذ ہونے

لہ قولہ سواد لغت میں شہر کے مضافات دیہات و قصبات شہر کے گرد جہاں تک [illegible] قاضی [illegible]

کے واسطے شہر کا ہونا شرط نہین ہے اور بعضون نے کہا کہ یہی مختار ہے۔ ولیکن ظاہر الروایۃ کے موافق نفاذ قضاء کے واسطے شہر کا ہونا شرط ہے تو قاضی گاؤن مین والی نہ ہوگا اگرچہ سلطان نے اپنے فرمان مین لکھدیا ہو۔ اگر سلطان نے امیر بنانا یا قاضی بنانا کسی شرط یا آئندہ وقت پر معلق کیا ہو مثلاً کہا کہ جب تو فلان شہر مین داخل ہو تو تو وہان کا قاضی ہے یا جب تو شہر مکہ مین جاوے تو تو وہان کا امام ہے یا کہا کہ شروع مہینے سے مین نے تجھے قاضی کیا یا شروع مہینے سے مین نے تجھے امیر بنایا تو یہ جائز ہے کذا فی الملتقط اور اسپر اجماع ہے کذا فی الخلاصہ۔ اور قاضی کے معزول ہونے کو بھی تعلیق[1] کرنا جائز ہے۔ اگر سلطان نے کسی شخص کو ایک دن کا قاضی کیا تو جائز ہے اور اسکا وقت مقررہ ہوگا اور اگر مکان کی قید لگائی تو بھی جائز ہے اور اسی مکان کی خصوصیت ہوگی اور اسی بناپر اگر قاضی نے اپنا نائب کسی خاص مسجد پر معین کیا تو وہ نائب دوسری مسجد مین بیٹھکر وہان کے قضایا فیصل نہین کر سکتا ہے یہ ملتقط مین لکھا ہے۔ اور کسی شخص کے واسطے دو شخصون کے درمیان فیصلہ کرنے کو معلق[2] کرنا اور اضافت کرنا آئندہ زمانہ پر صحیح نہین ہے۔ اور اسی پر فتوی ہے۔ اور اسی طرح بعض کو حکم استثناء کرنا مثلاً ہمارے زمانہ مین دعوے تلجیہ کی سماعت نہ کرنا یا خاص کسی کے مقدمہ مین حکم نہ کرنا ایسا استثناء صحیح ہے اور مستثنے مین وہ شخص قاضی نہ ہوگا اور اسی طرح اگر یہ کہا کہ فلان شخص کے مقدمہ کی سماعت اسوقت تک نہ کرے کہ مین اپنے سفر سے واپس ہون تو اسکو نہین جائز ہے کہ سماعت کرے یا اس مین حکم دے جب تک کہ وہ واپس نہو اور اگر اس نے فیصلہ کیا تو نافذ نہ ہوگا یہ خزانۃ المفتین مین لکھا ہے۔ اگر قاضی نے کسی حادثہ کے حق مین حکم دیا پھر سلطان نے کہا کہ اس مقدمہ کی دوبارہ علماء کے سامنے سماعت کرے تو یہ قاضی پر فرض نہین ہے یہ خلاصہ مین لکھا ہے۔ اور شہر حکم قضا کے نافذ ہونے کے واسطے شرط ہے اور یہ ظاہر الروایۃ ہے اور نوادر مین ہے کہ شرط نہین ہے اور یہی مختار ہے یہ خزانۃ المفتین مین لکھا ہے۔ سلطان نے اگر کہا کہ مین نے تجکو قاضی بنایا اور یہ بیان نہ کیا کہ کس شہر مین۔ تو جس شہر مین ہے اسکا قاضی نہ ہوگا۔ اور مختار یہ ہے کہ تمام شہرون پر جو سلطان کے تحت مین ہین قاضی ہو جائیگا یہ خلاصہ مین لکھا ہے۔ اور یہی ظاہر تر ہے اگر کسی شہر کے لوگون نے جمع ہوکر ایک شخص کو مقرر کیا کہ ان مین فیصلہ کیا کرے تو قاضی نہوگا اور اگر جمع ہوکر ایک شخص کے ہاتھ پر عقد سلطنت وخلافت قرار دیا تو وہ خلیفہ و سلطان ہوگا یہ محیط مین لکھا ہے۔ اگر بادشاہ نے کسی سے کہا کہ مین نے تجکو قاضی بنایا تو اسکو یہ اختیار نہین ہے کہ دوسرون کو اپنا خلیفہ مقرر کرے مگر اسوقت مقرر کر سکتا ہے کہ جب سلطان نے اسے صریحاً اجازت دیدی ہو یا دلالۃً مثلاً کہا کہ مین نے تجکو قاضی القضاۃ بنایا کیونکہ قاضی القضاۃ اسی کو کہتے ہین جو قاضیون کے مقرر و معزول کرنے مین تصرف رکھتا ہو یہ ذخیرہ مین مذکور ہے نجم الدین نسفی نے ایک محضر کی نسبت کہا کہ غیر صحیح ہے کیونکہ اس مین لکھا ہے کہ یہ قاضی القضاۃ کی طرف سے مقرر ہے اور اسمین یہ نہ تھا کہ قاضی القضاۃ کو سلطان کی طرف سے

---

[1] قولہ تعلیق مثلاً کہا کہ تو اس مہینہ کے اخیر مین قضاء سے معزول ہے یا جب کوفہ مین پہونچے تو قضاء سے معزول ہو ۱۲ [2] قولہ معلق کرنا مثلاً کہا کہ شروع مہینہ مین فیصلہ کرونگا۔ اور اضافت کرنا مثلاً کہا کہ جب پانی برسیگا یا زید آویگا تب فیصلہ کرونگا ۱۲

خلیفہ مقرر کرنے کی اجازت ہی یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہی اور شمس الائمہ اوزجندی فرماتے تھے کہ حاکم کی طرف سے فرمان مین چاہیے کہ خلیفۃ الحکم از جانب فلان و فلان جو خلیفہ گردانیدنے کی اجازت فلان کی طرف سے بحکم فرمان صحیح حاصل رکھتا ہی تحریر کیا جاوے۔ اگر سلطان نے کسی شخص سے کہا کہ مین تجھکو اپنا نائب قضاء مین اس شرط سے کرتا ہون کہ تو رشوت نہ لے اور نہ شراب پیئے اور نہ کوئی امر خلاف شرع کرے تو مقرر کرنا اور شرط کرنا دونون صحیح ہین اور اگر ان مین سے کوئی چیز اس نے کی تو قاضی نرہیگا یہ محیط مین لکھا ہے۔ اور اگر قاضی مقرر کر دیا پھر اسکے ساتھ ملا دیا کہ فلان شخص کے مقدمہ کی سماعت نہ کرے تو اس شخص کے حق مین معزول ہوگا کذا فی الخلاصہ اور خانیہ مین لکھا ہی۔ کہ اگر امام نے کسی شخص کو قاضی مقرر کیا اور اسکو خلیفہ بنانے کی اجازت دیدی پھر قاضی نے کسی کو حکم دیا کہ اس حادثہ مین دعوی اور گواہی سن لے اور گواہون سے سوال کر لے اور اقرار کی سماعت کر لے اور خود حکم نہ کرے بلکہ قاضی کو لکھے اور اسکو خبر دے تاکہ قاضی خود حکم کرے تو ایسے خلیفہ کو اختیار نہین ہی کہ کچھ حکم کرے مگر اسیقدر جسکا قاضی نے حکم دیا ہی اور جب یہ مقدمہ قاضی کے پاس گیا تو قاضی صرف اس گواہی پر فیصلہ نہ کریگا نہ اس اقرار پر حکم دیگا بلکہ مدعی اور مدعا علیہ کو جمع کر کے دوبارہ گواہی ادا کرنے کا حکم دیگا پس اگر گواہون نے دونون کے سامنے یہی گواہی دی تو اسوقت اس گواہی پر فیصلہ کر دیگا اور اس مسئلہ مین بہت سے قاضی غلطی کرتے ہین کہ قاضی کسی شخص کو کسی مقدمہ کی گواہی سننے کے واسطے مقرر کرتا ہی پھر خط خلیفہ کے ساتھ اسکو لکھتا ہی پھر وہ شخص قاضی کو لکھتا ہی کہ گواہون نے میرے پاس اسطرح گواہی دی اور ان کے الفاظ شہادت نقل کر دیتا ہی یا یہ کہ مدعا علیہ نے میرے سامنے ایسا ایسا اقرار کیا پھر قاضی بدون اسکے کہ دوبارہ اپنے پاس گواہ سنے فیصلہ کر دیتا ہی تو ایسی قضاء صحیح نہین کیونکہ قاضی نے خود یہ اقرار وغیرہ نہین سنا پھر کیونکر اس نے اس گواہی اور اقرار پر فیصلہ کر دیا فقط خلیفہ کے خبر دینے سے۔ مگر اس صورت مین ہو سکتا ہی کہ جب خلیفہ اور ایک دوسرا آدمی اس اقرار و گواہی کی گواہی دین اور اس خلیفہ بنانیکا فائدہ یہ ہی کہ خلیفہ دیکھ لے کہ مدعی کے پاس گواہ ہین یا وہ جھوٹا ہی پس شاید اسکے گواہ ہون مگر عادل نہون اور کبھی گواہون کے الفاظ متفق نہین ہوتے ہین پس قاضی خلیفہ کو سپرد کر دیتا ہی کہ اس مین غور کرے۔ سلطان نے اگر کہا کہ مین نے فلان شہر کی قضاء زید یا عمرو کو دیدی تو بسبب جہالت[1] کے صحیح نہین ہے یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہے۔ اگر قاضی کو خلیفہ کرنے کی اجازت نہو اور اس نے غیر کو خلیفہ کیا تو خلیفہ کا حکم نافذ نہوگا خواہ یہ استخلاف (خلیفہ بنانا ۱۲) اسنے اپنی صحت مین کیا ہو یا مرض یا سفر مین۔ اگر اس نے امام وقت کی اجازت سے خلیفہ کیا تو یہ خلیفہ امام کی طرف سے قاضی ہوگا یہانتک کہ قاضی کو اسکے معزولی کا اختیار نہین ہی۔ مگر جبکہ امام نے قاضی سے کہدیا ہو کہ جسکو تیرا جی چاہے مقرر کر اور جسکو چاہے معزول کر تو اسکو معزول کر سکتا ہی۔ اور یہ صورت قاضی کی اس شخص کے برخلاف ہی جو جمعہ کے قائم کرنے کے واسطے مامور ہوا ہی کیونکہ وہ اپنا خلیفہ مقرر کر سکتا ہی اگرچہ امام نے اسکو اجازت نہ دی ہو۔ قاضی کو اگر خلیفہ بنانے کی اجازت نہو اور اس نے خلیفہ بنایا اور خلیفہ نے قاضی کی مجلس مین اسکے سامنے حکم دیا تو جائز ہی اور اگر اس نے قاضی کے سامنے

---

[1] قولہ۔ جہالت یعنے ایک کو معین نہین کیا بلکہ مجہول رکھا ۱۲ م

حکم نہ دیا بلکہ اسکے پیچھے حکم کیا اور وہ مقدمہ قاضی کے سامنے پیش ہوا اور اسنے اجازت دی تو نافذ ہوگا یہ ہمارے نزدیک ہے یہ فتاوی قاضی خان میں لکھا ہے۔ اور اسیطرح اگر مجتہدات[۱] میں قاضی نے حکم محکم کی اجازت دی تو بھی یہی حکم ہے یہ ظہیریہ میں لکھا ہے۔ اگر لڑکے کو قاضی بنانا چاہا پھر وہ بالغ ہوا تو اسکو اختیار نہیں ہے کہ اس حکم کے موافق قاضی ہو اور غلام سے اگر قضاء طلب ہوئی پھر وہ آزاد ہوا تو اس حکم کے موافق قضاء کر سکتا ہے۔ فتاوی نسفی میں ہے کہ یہ مسئلہ دریافت کیا گیا کہ ایک سلطان نے وفات پائی اور رعیت نے اتفاق کر کے اسکے چھوٹے لڑکے نابالغ کو سلطان بنایا تو قاضیوں اور خطیبوں وغیرہ کا کیا حال ہوگا اور چونکہ یہ ولایت نہیں رکھتا ہے پس قاضی وغیرہ کا تقرر کیونکر ہے تو فرمایا کہ رعیت کو چاہیے کہ بڑے آدمی پر اتفاق کریں کہ جو والی ہو اور اسی کی طرف سے تقرر ہوگا اور وہ اپنے آپ کو سلطان کے بیٹے کا تابع سمجھے اور درحقیقت وہ والی ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ سلطان نے اپنے غلام کو حکم دیا کہ فلان شہر میں قاضی مقرر کرے اور اس نے مقرر کیا تو بطور اجازت سلطانی کے صحیح ہے اور اگر اس نے خود حکم کیا تو صحیح نہیں ہے یہ بزازیہ میں لکھا ہے اگر خلیفہ نے کسی والی شہر سے کہا کہ ہر گرامی بابت قضا تقلید کن یا عربی میں قلّد من شئت یا اردو میں مترجم کہتا ہے کہ جسکو تیرا جی چاہے قاضی مقرر کر دے تو صحیح ہے اور اگر کہا کہ کسی را قضا تقلید کن یا قلد احدًا یا ایک کو قاضی کر دے تو صحیح نہیں ہے۔ اگر سلطان نے اپنے کسی امیر کو خطاب کیا کہ فلان ولایت بتو دادم یا ترا دادم تو وہ شخص قاضی مقرر کرنیکا مالک نہیں ہے۔ اور اگر اسکو کسی شہر کا امیر کیا اور خراج اسکو چھوڑ دیا اور رعیت میں تصرف کا اختیار علی العموم دید یا جیسا کہ مقتضائے امارت ہے تو اسکو قاضی مقرر کرنے اور معزول کرنے کا اختیار ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ امام اگر عادل نہو تو اسکے احکام و حکام[۲] جائز ہیں اور نابالغ ہو تو اسکا تولیہ جائز نہیں ہے۔ اور امام کو قرشی ہونا چاہیے اور ہاشمی ہونا شرط نہیں ہے اور اگر قریش میں سے نہ پایا جاوے تو چاہیے کہ عادل و امانت دار ہو کہ قاضی کے شرائط جانتا ہو۔ اگر مقرر کیا ہوا سلطان نابالغ تھا اور وہ پھر بالغ ہوا تو کیا سلطان باقی رہیگا یا از سر نو بیعت چاہیے اور اصح یہ ہے کہ از سر نو بیعت کی حاجت ہے سلطان نے اگر کسی شخص کو ایک شہر کی قضا سپرد کی اور اس میں ایک قاضی تھا کہ اسکو صریح معزول نہ کیا تو شبہہ یہ ہے کہ پہلا قاضی معزول نہوگا یہ ملتقط میں لکھا ہے۔ اگر سلطان نے ایک طرف کی قضا دو شخصوں کے سپرد کی اور فقط ایک نے حکم دیا تو جائز نہیں ہے جیسے دو وکیلوں کا حکم ہے اور اگر ان کو اس طرح مقرر کیا کہ ہر ایک قاضی فیصلہ کر سکتا ہے تو جائز ہے یہ خزانۃ المفتین میں لکھا ہے۔ سلطان کو اختیار ہے کہ بجائے قاضی کے دوسرا بدلدے خواہ کسی شک کی وجہ سے یا بلا شک کے اور امام اعظم سے یہ روایت صحیح ہے کہ انھوں نے فرمایا ہے ایک سال سے زیادہ قاضی کو قاضی نہ رکھنا چاہیے یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے۔ اور سلطان کو چاہیے کہ جب ایک سال گذر جاوے تو اس قاضی کی طرف التفات کرے اور کہے کہ تجھ میں کوئی فساد نہیں ہے ولیکن مجھے خوف ہے کہ تو علم کو بھول جاوے اسلیے چند روز

[۱] **قولہ** - مجتہدات یعنے جو مسائل ایسے ہیں کہ جن میں اجتہاد جاری ہو سکتا ہے اس میں قاضی نے ایک حکم کو قطعی کر دیا تو وہ نافذ ہو جائیگا ۱۲ [۲] **قولہ** - احکام جمع حکم جو نافذ کرے حکام جمع حاکم جن کو اس عملہ میں مقرر کرے مانند نائب قاضی و قسام وغیرہ ۱۲

تو علم کا درس دے پھر ہمارے پاس آنا تاکہ ہم دوبارہ قاضی مقرر کر دینگے یہ نہایہ مین لکھا ہے سلطان نے اگر کسی قاضی کو معزول کیا تو معزول نہو جائیگا جب تک کہ اسکو خبر نہ پہونچے حتے کہ اگر اس نے معزولی کے بعد خبر پہونچنے سے پہلے کچھ قضیہ فیصل کئے تو جائز ہے اور امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ وہ باوجود اپنی معزولی سے آگاہی کے بھی معزول نہوگا جب تک کہ دوسرا اسکی جگہ مقرر نہو تاکہ بندگان خدا کے حقوق محفوظ رہین اور امام ابو یوسفؒ نے اسکو امام جمعہ کی معزولی پر قیاس کیا ہے اور یہ سب جو بیان ہوا اسوقت ہے کہ جب عزل مطلق ہوا اور اگر یہ قید ہو کہ جب یہ حکم فرمان قاضی کو پہونچے تو وہ معزول ہے پس ایسی صورت مین جبتک خط و فرمان نہ پہونچے معزول نہوگا خواہ اسکو اپنی معزولی کا علم فرمان کے پہونچنے سے پہلے ہوا ہو یا نہوا ہو یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہے۔ اگر خلیفہ کا انتقال ہو گیا اور اسکے قاضی اور والی تھے تو وہ اپنے حال پر مقرر رہینگے۔ اور ہدایۃ الناطفی مین لکھا ہے کہ اگر قاضی نے انتقال کیا یا معزول ہوا تو اسکے خلیفہ جو قاضی ہین معزول ہو جائینگے۔ اور اگر صوبہ دار مر گیا تو اسکے قاضی معزول ہو جائینگے بخلاف خلیفہ کے انتقال کے کہ اس سے معزول نہونگے کذا فی الملتقط۔ اگر امام کی طرف سے عامل خراسان کو فرمان پہونچا کہ وہان کے فقیہون یا کسی خاص قوم کو لکھا کہ ان کو جمع کر کے کہے کہ قاضی کے باب مین غور کرین اگر انکو پسند ہو تو پھر مقرر کر دے ورنہ اس کو معزول کر دے پھر ان لوگون نے جمع ہو کر ناپسند کیا اور عامل نے رشوت لیکر لکھدیا کہ وہ لوگ راضی ہین اور قاضی کو چھوڑ دیا وہ حکم دیتا رہا تو صحیح ہے کیونکہ وہ معزول نہین ہوا ہے اور اگر ابتدائی تقرری مین ایسا ہوا ہو تو اس کے قضایا نافذ نہونگے یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہے۔ قاضی اگر اندھا ہو گیا پھر بینا ہو گیا تو وہ اپنے عہدہ پر باقی رہیگا جیسے بعد مرتد ہونے کے اسلام لایا و لیکن بحالت مرتد ہونے اور اندھے ہونے کے اسکے فیصلے نافذ نہونگے۔ چار چیزین ہین کہ اگر وہ قاضی مین پیدا ہون تو معزول ہو جاویگا آنکھ کی بینائی جاتی رہی اور ایسے ہی سماعت اور عقل جاتی رہنی اور مرتد ہو جانا یہ خزانۃ المفتین مین لکھا ہے۔ قاضی اگر معزول کیا جائے تو بعض نے کہا کہ اسکا نائب بھی معزول ہوگا اور اگر مر جاوے تو نہین معزول ہوگا اور فتویٰ اس پر ہے کہ قاضی کی معزولی سے نائب معزول نہوگا کیونکہ وہ سلطان کی یا عام لوگون کی طرف سے نائب ہے اور قاضی کی معزولی سے نائب قاضی معزول نہوگا یہ بزازیہ مین لکھا ہے۔ سلطان نے اگر کسی کو مقرر[1] کیا اور اس نے اسکو رد کر دیا پس اگر بالمشافہہ مقرر کیا تو اسکو نہین پہونچتا ہے کہ رد کرنے کے بعد قبول کرے اور اگر غیبت مین مقرر کیا مثلاً اپنا فرمان اسکو بھیجا اور اس نے رد کیا پھر قبول کیا تو جائز ہے اور اگر تقرری کسی ایلچی کے ذریعہ سے تھی اور اس نے رد کر دی تو اسکو اختیار ہے کہ سلطان کو رد کی خبر پہونچنے سے پہلے قبول کرے۔ قاضی نے جب کہا کہ مین نے اپنے تئین معزول کیا یا مین نے اپنے تئین عہدۂ قضاء سے الگ کر لیا اور سلطان نے اسکو سن لیا تو معزول ہو گیا اور بدون بادشاہ کے سننے کے معزول نہوگا اور اس نے اگر بادشاہ کو خط لکھا کہ مین نے اپنے تئین معزول کیا اور یہ خط بادشاہ کے پاس آیا تو قاضی معزول ہو جائیگا یہ خزانۃ المفتین مین لکھا ہے۔

[1] قولہ کسی کو مقرر کیا الخ یعنی ایک شخص کو قاضی مقرر کیا مگر اس نے رد کر دیا اور یہ عہدہ قبول نہ کیا ۱۲

چھٹا باب سلطان اور امرا کے احکام کے بیان مین اور خود قاضی کے اپنے ذاتی معاملہ کے فیصلہ کے بیان مین

نوازل مین ہے کہ اگر سلطان نے دو شخصون مین حکم دیا تو نافذ نہوگا اور ادب القاضی خصاف رحمہ مین ہے کہ نافذ ہوگا اور یہی اصح ہے اور اسی پر فتوی ہے یہ خلاصہ مین لکھا ہے۔ اگر قاضی خلیفہ کی طرف سے ہو امیر کی طرف سے نہ ہو تو امیر کو اختیار نہین ہے کہ فیصلہ کرے اور اگر اس نے قضاء کا فیصلہ کیا تو نافذ نہ ہوگا۔ ہشام کی روایت ہے کہ مین نے امام ابو یوسف رحمہ سے سنا ہے کہ اگر قاضی کی طرف سے ہو پھر خلیفہ نے انتقال کیا تو امیر کو اختیار نہین ہے کہ قاضی مقرر کرے اگرچہ مع عشر و خراج وہان کا امیر ہو اور اگر اس امیر نے حکم کیا تو اسکا حکم جائز نہوگا اور اسیطرح اگر اس امیر نے کوئی قاضی اپنی طرف سے مقرر کیا تو اسکا حکم بھی جائز نہوگا اور اگر اس قاضی کے پاس جسکو امیر نے مقرر کیا ہے خلیفہ کا خط آیا تو یہ قضاء کا تمام کرنا نہوگا یہ محیط مین لکھا ہے۔ مجموع النوازل مین ہے کہ شیخ الاسلام ابو الحسن سے دریافت کیا گیا کہ اگر قاضی کی کسی شخص سے خصومت ہے اور اس نے فیصلہ کیو اسطے خلیفہ کے سامنے پیش کیا[1] اور اس نے حکم دیا تو جائز ہے انھون نے فرمایا کہ نہین کیونکہ اسکا حکم قاضی کے حق مین ایسا ہے جیسے اپنے واسطے خود فیصلہ کر کے خود حکم دیدیا ہو اور شیخ ابو الحسن نے فرمایا کہ جو ایسی بلا مین مبتلا ہو تو چاہیے کہ سلطان سے درخواست کرے کہ دوسرا قاضی مقرر کردے کہ اس سے اپنے مقدمہ کا فیصلہ کرا دے یا کسی حاکم محکم کے پاس پیش کرکے دونون راضی ہوجائین پھر وہ حکم دیدیوے تاکہ نافذ ہوجاوے اور بعض مشائخ نے اسکو جائز رکھا ہے کہ خلیفہ اسکے واسطے یا اسکے اوپر فیصلہ کردے۔ اور نوازل مین بھی اسپر دلالت موجود ہے کیونکہ اس مین مذکور ہے کہ کسی نے سلطان پر قاضی کے سامنے نالش کی پھر قاضی مع سلطان کے ایک جگہ بیٹھے اور مدعی زمین پر بیٹھا تو شیخ نے فرمایا کہ چاہیے کہ قاضی اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہو اور مدعی کو اپنی جگہ بٹھاوے اور خود زمین پر بیٹھے پھر دونون مین فیصلہ کردے۔ اور یہ روایت صحت کو پہونچی کہ زمانۂ امام ابو یوسف رحمہ مین کسی یہودی نے خلیفہ ہارون رشید پر نالش کی اور قاضی ابو یوسف رحمہ نے اسکی نالش کی سماعت کی۔ اور خصاف رحمہ نے ذکر کیا ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے شریح کو قاضی کیا۔ اور اپنی ایک نالش ان کے یہان پیش کی۔ خصاف رحمہ نے کہا کہ اگر قاضی نے اس امام کے واسطے جس نے اسے مقرر کیا ہے کوئی فیصلہ کیا یا اس کے اوپر حکم دیا تو جائز ہے اور اسی طرح اگر امام کے بیٹے یا اسکے باپ یا اسکی زوجہ کے واسطے فیصلہ کردیا تو بھی جائز ہے اور اسی طرح اگر قاضی القضاۃ نے اپنے مقرر کیے ہوئے قاضی کے سامنے نالش کردی اور اس نے اسکے لیے یا اسکے اوپر فیصلہ کیا تو جائز ہے۔ اسیطرح اگر امام نے مثلاً خراسان پر ایک قاضی مقرر کیا اور حکم دیا کہ اطراف مین اور قاضی مقرر کردے اور اس نے مقرر کردئے پھر بڑے قاضی نے ان قاضیون مین سے کسی کے پاس مقدمہ پیش کیا تو جائز ہے خواہ اسپر[1] اس نے حکم دیا یا اسکے واسطے حکم کیا ہو۔ اور واضح ہو کہ پہلے قول کی تائید اس سے نکلتی ہے کہ ہشام نے اپنی نوادر مین ذکر کیا کہ مین نے امام محمد رحمہ اللہ تعالی سے دریافت کیا کہ ایک قاضی کا شفعہ جوار کسی شخص کے ذمہ ثابت ہوا اور اسنے نہ دیا اور انکار کیا اور اس شہر کا والی ایسا نہین ہے کہ جو قاضی مقرر کر سکے۔ تو امام نے فرمایا کہ والی دونون سے کہیگا کہ تم دونون کوئی حکم مقرر کرلو کہ فیصلہ کردے پھر مین نے

---

[1] قولہ۔ اسپر الخ یعنی قاضی کے نام دوسرے پر یا دوسرے کے نام قاضی پہ فیصلہ کرے ۱۲

(حاشیہ: یعنی قاضی کا نائب ۱۲)

کہا کہ اگر وہ شخص اسے نہ مانے تو فرمایا کہ اسپر جبر کیا جاویگا۔ پس امام محمد رحمہ اللہ تعالی نے اس صورت میں حکم مقرر کرنے کی طرف اشارہ کیا اور یہ نہ کہا کہ خلیفۂ قاضی دونوں میں فیصلہ کردے اور حکم مقرر کرنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اثر سے ثابت ہے کہ انھوں نے ایک جھگڑے میں جو ان کے اور ابوہریرہ کے درمیان میں واقع تھا زید بن ثابت کو حکم قرار دیا اور دوسرے مقدمہ میں شریح کو حکم بنایا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ ہشام کہتے ہیں کہ میں نے امام محمدؒ سے دریافت کیا کہ شہر کا قاضی مرگیا اور وہاں کا والی متولی[1] تقرر قضا نہیں ہے تو کیا خصوم پر جبر کیا جائیگا کہ باہم ایک حکم مقرر کریں پس امام رحمہ اللہ تعالی نے فرمایا کہ جن صورتوں میں یہ احتیاج واقع ہو کہ مقضی[2] علیہ دوسرے سے رجوع کرے تو جائز نہیں ہے اور مجبور نہ کیا جائیگا اور اگر مثل قرض و غصب کے ہو تو حکم مقرر کرنے کے واسطے جبر کیا جائیگا اور ملتقی میں ہے کہ اگر قاضی کے بیٹے نے باپ کے یہاں دوسرے پر نالش کی تو قاضی غور کرے کہ اگر فیصلہ اسکے بیٹے کے اوپر ہوتا ہے تو فیصلہ کردے اور اگر اسکے بیٹے کے واسطے فیصلہ ہوتا ہے تو دونوں سے کہدے کہ میرے سوا کسی دوسرے کے سامنے پیش کرو یہ محیط میں لکھا ہے قاضی کو اسی امیر کیواسطے جس نے اسکو قاضی کیا ہے فیصلہ کردینا صحیح ہے اسیطرح پر نیچے کے قاضی کو اوپر نیچے دونوں قاضیوں کیواسطے فیصلہ کردینا درست ہے اور قاضی کو اپنی عورت کی ماں کیواسطے فیصلہ کردینا درست ہے بشرطیکہ اس کی عورت مرگئی ہو۔ اور جبتک اسکی ماں زندہ ہو تب تک جائز نہیں ہے۔ اور اسی طرح اگر والد کی جورو کے واسطے فیصلہ کردیا تو درست ہے بشرطیکہ والد کا انتقال ہوگیا ہو اور اگر باپ زندہ ہو تو جائز نہیں ہے یہ فتاوی قاضی خان میں لکھا ہے حد القذف اور قصاص و تعزیر میں امام وقت اپنے علم پر فیصلہ کرے گا یہ سراجیہ میں ہے۔

ساتوان باب۔ قاضی کی نشست اور اسکے مکان نشست اور متعلقات کے بیان میں۔ قاضی حکم قضا کے واسطے جلوس ظاہری کے طور پر بیٹھے اور مسجد میں تاکہ اسکا ٹھکانا اکثر مسافرون اور بعض مقیم لوگون پر پوشیدہ نہ رہے یہ عنایہ میں لکھا ہے۔ اور جامع مسجد اولی ہے پھر جس مسجد میں جماعت قائم ہوتی ہے اگرچہ اسمین جمعہ نہ پڑھا جاوے یہ نہر الفائق میں لکھا ہے۔ اور فخر الاسلام علی بزدوی نے فرمایا کہ یہ حکم اسوقت ہے کہ جامع مسجد بیچ شہر میں ہو اور اگر شہر کے کنارے ہو تو چاہیے کہ دوسری مسجد جو بیچ شہر میں ہے اختیار کرے تاکہ بعض مقدمے والون کو شہر کے کنارے جانے میں مشقت نہو۔ اور اگر اپنے قوم کی مسجد میں بیٹھا تو کچھ ڈر نہیں ہے اور یہی بعض سلف سے روایت ہے اور فخر الاسلام نے فرمایا کہ یہ حکم بھی جب ہے کہ اسکی مسجد قوم بیچ شہر میں ہووے اور بازار کی مسجد میں بیٹھنا اختیار کرے کیونکہ وہ بہت مشہور ہوتی ہے یہ محیط میں لکھا ہے جب قاضی مسجد میں داخل ہوا تو میرے نزدیک مستحب ہے کہ پہلے دو رکعت یا چار رکعت نماز پڑھے اور چار رکعت افضل ہے کہ وہ دن کی نماز ہے پھر اللہ تعالی سے دعا کرے کہ اسکو توفیق و سداد عطا کرے اور عصیان سے بچاوے پھر حکم دینے کے واسطے بیٹھے۔ اور اگر اپنے ساتھ اہل فقاہت و کرامت کو بٹھانا چاہے تو اپنے قریب بٹھادے اور ایسے ہی اہل امانت بھی اس سے قریب ہونگے۔ اور کچھ ڈر نہیں ہے کہ تنہا بیٹھے اگر قضایا کا عالم ہو یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور اگر قاضی جاہل[3] ہو

---

[1] قولہ یعنے اسکو اس بات کی ولایت نہیں ہے کہ قاضی کو مقرر کرے ۱۲ [2] قولہ مقضی علیہ جسپر حکم دیا گیا ۱۲

[3] قولہ جاہل یعنے مجتہد نہو اگرچہ موافق عرف کے عالم ہو ۱۲

تو مستحب ہی کہ اسکے ساتھ اہل علم بیٹھیں یہ تبیین مین لکھا ہی۔ اور اُن لوگون سے مشاورت کرے یہ نہر الفائق مین لکھا ہی۔ اور خصومت
کے وقت مشاورت نہ کرے یہ بزازیہ مین لکھا ہی۔ اور جزدان اپنے داہنی طرف رکھے کیونکہ اس مین سجل اور محضر
اور نوشتہ ہوتے ہین اور انکا سامنے ہونا چاہیے اور اسکا کاتب کچھ ہٹکر اس سے بیٹھے اس طرح کہ قاضی اسکو
دیکھتا رہے تاکہ وہ رشوت لیکر الفاظ شہادت مین زیادتی و کمی نہ کرے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اور اگر اپنے گھر
مین بیٹھنا اختیار کیا تو کچھ ڈر نہین ہے اور لوگون کو اس دار مین آنے کی اجازت دیدے اور جو اس کے ساتھ بیٹھے
ہون بیٹھین یہ ہدایہ مین لکھا ہی۔ اور اولی یہ ہی کہ دار وسط شہر مین ہو جیسا کہ مسجد کا حکم ہی یہ نہر الفائق مین لکھا ہی
اور مبسوط مین مذکور ہے کہ اپنے منزل مین بیٹھکر حکم قضا دینے مین یا جہان اسکا جی چاہے کچھ ڈر نہین ہی
کیونکہ قضا کا کام کسی مکان کے ساتھ مخصوص نہین ہے یہ تاتارخانیہ مین مذکور ہے اور اگر اپنے بیت مین
بیٹھا تو ہمارے نزدیک کچھ ڈر نہین ہی اگر وسط شہر مین ہو یہ بزازیہ مین لکھا ہی۔ اور خانیہ مین ہی کہ اگر قاضی
مسجد یا دار مین بیٹھا تو ایک دربان مقرر کرے کہ خصوم کو ازدحام سے منع کرے اور بواب (دربان) کو حلال نہین ہے کہ
اس سے کچھ لیکر آنے کی اجازت دیدیوے یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی۔ پھر اگر مسجد مین بیٹھا تو حائض اور چوپایہ کے
واسطے باہر نکلے اور مسجد مین حد نہ مارے اور نہ تعزیر دے یہ نہر الفائق مین لکھا ہے۔ اور راستہ مین بیٹھنے مین کچھ
ڈر نہین ہی بشرطیکہ راہ چلنے والون پر تنگ نہو یہ تبیین مین لکھا ہی۔ اگر قاضی مسجد مین آیا تو کچھ ڈر نہین ہی کہ خصوم کو
سلام کرے اور ارادہ اس سے عام سلام ہو پھر مشائخ نے اس مین اختلاف کیا ہے بعضون نے کہا کہ ان پر سلام
کرنے مین کچھ ڈر نہین ہی اور نہ کرنے مین کچھ ڈر نہین ہی تاکہ ہیبت باقی رہے اور حشمت زیادہ ہو اور اسیواسطے
والی اور امیر لوگون مین رسم ہی کہ جب داخل ہوتے ہین تو سلام نہین کرتے ہین اور بعض مشائخ نے کہا کہ اسپر
سلام کرنا واجب ہی اور ترک کرنے کی گنجایش نہین ہی اور اسی طرح والی اور امیر پر بھی آنے کے وقت سلام واجب
ہے اور ترک کرنے کی گنجائش نہین ہی۔ پھر جب قاضی کسی طرف مسجد مین حکم کے واسطے بیٹھ گیا تو خصوم پر سلام
نہ کرے اور نہ وہ لوگ قاضی کو سلام کرین اور بعض مشائخ نے کہا کہ اسی سے یہ رسم جاری ہوئی کہ لوگ جب والی
اور امیرون کے پاس جاتے ہین تو سلام نہین کرتے ہین اور نہ وہ ان پر سلام کرتے ہین کیونکہ جب قاضی مین یہ
حکم ہی تو والی اور امیر مین بدرجہ اولی ہوگا اور یہ امر ایسا صحیح نہین ہی جیسا کہ ان لوگون نے گمان کیا ہی بلکہ صحیح یہ ہے
کہ لوگ امرا کو سلام کرین اور امرا لوگون کو بخلاف قاضی کے اور فرق یہ ہی کہ والی و امیر اسواسطے بیٹھا ہے
کہ زیارت کرے اور سلام زائرین کا تحیہ ہے اور قاضی فیصلہ اور حکم دینے کے واسطے بیٹھا ہی نہ زیارت کے واسطے
اور اگر باانہمہ لوگون نے اسکو سلام کیا تو اُسکو جواب دینے مین کچھ ڈر نہین ہے اور اس مین اشارہ ہی کہ اس پر جواب
سلام واجب نہین ہے بلکہ مختار ہی چاہے جواب دے یا نہ دے کذا فی ادب القاضی اور اگر قاضی نے جواب
دینا چاہا تو وعلیکم سے زیادہ نہ کرے اور گواہ قاضی کو سلام کرے اور قاضی اسکو جواب دے یہ تاتارخانیہ
مین لکھا ہی۔ اور شیخ امام ابوبکر محمد بن الفضل بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ سے منقول ہے کہ جو شخص اپنے

تلامذہ کے فقہ سکھلانے کو بیٹھا اور کسی آنے والے نے اسکو سلام کیا تو اسکو گنجایش ہے کہ اسکو جواب سلام نہ دیوے اور ایسے ہی اس شخص کے حق میں بھی فرماتے ہیں جو ذکر کرنے کے واسطے بیٹھا خواہ کسی طرح یاد الٰہی ہو پھر کسی آنے والے نے اسکو سلام کیا تو گنجایش ہے کہ اسکا جواب نہ دے اور جب قاضی فیصلہ مقدمات کیواسطے بیٹھا تو چاہیے کہ ایک آدمی اسکے سامنے کھڑا ہو کہ لوگون کو بے وقت آگے بڑھنے سے اور بے ادبی سے منع کرے اور ایسے شخص کو صاحب المجلس کہتے ہین اور اسکو شرطی اور عریف اور جلواز بھی کہتے ہین اور اسکے ساتھ ادب کا کوڑا بھی ہونا چاہیے اور چاہیے کہ یہ شخص امین ہو اور طامع نہ ہونا چاہیے کہ رشوت لیکر بعضے خصوم کی طرفداری کرے اور بے ادبی کے وقت اسکی تادیب نہ کرے۔ جب دونون مقدمہ والے قاضی کے سامنے بیٹھین اور قاضی نے مصلحت دیکھی کہ صاحب المجلس چلا جاوے تو اسکو حکم دیوے کہ اٹھکر دور چلا جاوے تاکہ اسکو نہ معلوم ہو کہ دونون مقدمہ والے اور قاضی مین کیا ہوتا ہے کہ کسی مقدمہ والے کو اس سے اطلاع نہ دے اور نہ کسی کو کچھ سکھلاوے پڑھاوے اور قاضی کو ایسا کرنا چاہیے اگرچہ صاحب المجلس مامون ہو اور اگر اپنے قریب رہنے دیا تو کچھ ڈر نہین ہے اور حاصل یہ ہے کہ کل کام جس مین لوگون کی بھلائی اور احتیاط ہو قاضی ملحوظ رکھے اور اس صاحب مجلس کو یہ نچاہیے کہ کسی مقدمہ والے سے خفیہ باتین کرے یہ محیط مین لکھا ہے۔ اولی یہ ہے کہ امین کو اپنے بیٹھنے کی جگہ اپنے آنے سے پہلے بھیجدے تاکہ وہ یادرکھے کہ پہلے کون آیا ہے اور پھر کون آیا ہے اسی ترتیب سے تاکہ اسی طرح مقدم کرے (یعنی مقدمہ والوں کو ۱۲) اور کسی کو اسکی منزلت اور سلطنت کی وجہ سے مقدم نہ کرے۔ اور اگر اسکی راے مین یہ آیا کہ مسافرون کو مقدم کرے تو کرسکتا ہے اور اگر وہ لوگ کثرت سے ہون کہ ان کی طرف توجہ سے اہل شہر رہے جاتے ہون تو انکو اپنے مرتبہ پر لوگون کے ساتھ رکھے اور عورتون کو الگ رکھے اور مردون کو الگ اور اگر عورتون کے واسطے ایک روز علحدہ مقرر کرے تو اس مین انکی زیادہ پردہ پوشی ہے یہ حاوی مین لکھا ہے۔ امام محمدؒ نے فرمایا کہ جو شخص اسی رات اپنے اہل مین پہونچ جاوے وہ بمنزلہ مقیم کے ہے اور جس کی رات غیرون مین گذرے وہ مسافر کے حکم مین ہے لیکن جو مسافر ہے اسکا حال سخت ہوتا ہے یہ محیط مین لکھا ہے۔ اگر قاضی کو بوجہ غربت اور مسافرت کے مقدم کرنے کی راے معلوم ہووے تو صرف اس قول مین کہ مین مسافر ہون اور میرا ارادہ اپنے وطن لوٹ جانے کا ہے اسکی تصدیق نہ کریگا بلکہ اس سے گواہ طلب کریگا کہ یہ مسافر ہے ایسا ہی امام محمدؒ سے مروی ہے اور عدالت اس شہادت کیواسطے شرط نہین ہے اگر گواہ ہو نکا حال مستور ہو تو بھی کفایت کرتا ہے اور بعضے اصحاب حنفیہ نے کہا کہ اُن رفیقون سے دریافت کرے جنکے ساتھ اسکا ارادہ (پوشیدہ ہو ۱۲) جانے کا ہے کہ یہ لوگ کب جاوینگے اور کیا فلان شخص بھی انکے ساتھ جائیگا پس اگر انھون نے کہا کہ ہان تو عذر سفر متحقق ہو جائیگا۔ اگر قاضی کے دروازے پر ارباب شہود وہ دیہان جمع ہوے اور مسافر اور عورتین جمع ہوگئین پس اگر قاضی نے ارباب شہود کو مقدم کیا تو ہو سکتا ہے اور اگر مسافرون کو مقدم کیا تو اسکو اختیار ہے اور اگر عورتون کو مقدم کیا تو ہو سکتا ہے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے۔ اور چاہیے کہ قاضی جب دونون مقدمہ والون کو بلاوے تو برابر بٹھلاوے اور دونون کو اپنے سامنے بٹھلاوے

یہ محیط مین لکھا ہے۔ اور دونون کی طرف لحاظ اور کلام مین مساوات ملحوظ رکھے اور کسی ایک سے خفیہ بات نہ کرے اور
نہ اسکی طرف اشارہ کرے نہ ہاتھ سے اور نہ سر سے اور نہ ابرو سے یہ عنایہ مین لکھا ہے۔ اور کسی ایک کے بالمواجہہ
نہ ہنسے یہ خزانۃ المفتین مین لکھا ہے۔ اور مجلس حکم مین مزاح سے مطلقاً پرہیز کرے خواہ دونون کے ساتھ یا ایک
کے ساتھ یا غیر کے ساتھ ہو اور غیر مجلس حکم مین بھی زیادہ مزاح نہ کرے کیونکہ اس سے مہابت جاتی رہتی ہے
یہ تبیین مین لکھا ہے۔ اور اسی طرح قاضی کو نہ چاہیے کہ کشادگی کے ساتھ ایک سے کوئی ایسی بات بولے جو دوسرے
سے نہین بولا ہے یہ محیط مین لکھا ہے۔ اگر اسکے قلب کا میلان دونون مخاصمون سے ایک کی طرف ہو اور چاہیے کہ
اسکی دلیل غالب[1] ہو تو اس سے مواخذہ (یعنی اللہ تعالیٰ کے یہان ۱۲) نہو گا کیونکہ یہ بے اختیار امر ہے یہ خلاصہ مین لکھا ہے۔ اور حاصل یہ
ہے کہ قاضی برابر کرنے پر مامور ہے مگر جہانتک برابری ممکن ہو پس جتنی چیزون مین دونون مین برابری کر سکتا ہے
ان کے ترک کرنے سے ماخوذ ہو گا اور جن چیزون مین برابری نہین کر سکتا ہے ان مین معذور ہے اور ماخوذ نہو گا
یہ محیط مین لکھا ہے۔ پس اگر دونون مخاصم مین سے ایک سلطان ہو یا عالم ہو پھر سلطان اس کے برابر بیٹھا اور
خصم زمین مین بیٹھا تو قاضی کو چاہیے کہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہو اور زمین مین بیٹھے اور اس خصم کو
اپنی جگہ بٹھلاوے تاکہ ایک کی دوسرے پر تفضیل نہ لازم آوے یہ خلاصہ مین لکھا ہے۔ اور ایک مقدمہ والے
کی مہمانداری نہ کرے مگر جبکہ دوسرا بھی اس کے ساتھ ہو تو جائز ہے یہ نہایہ مین لکھا ہے۔ اور ایک کے ساتھ ایسی
زبان مین گفتگو نہ کرے کہ جسکو دوسرا نہ جانتا ہو یہ بدائع مین لکھا ہے اور مختصر خواہر زادہ مین ہے کہ اپنی منزل
مین دونون مین سے ایک کے ساتھ تخلیہ نہ کرے یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہے۔ اور قاضی کو ایسا فعل نہ کرنا چاہیے کہ
جس سے تہمت لگائی جاوے یہ خزانۃ المفتین مین لکھا ہے۔ اور ایک کی طرف سے اپنی گردن پھیر لینا مکروہ ہے
اور شرعاً ممنوع ہے اور مکروہ ہے کہ دونون سے ایک کو اپنے مکان مین آنے کی اجازت دیوے۔ اور جسکا مقدمہ نہو
اسکو اجازت دینے کا مضائقہ نہین ہے کہ سلام کرنے یا کسی حاجت کیواسطے آوے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے۔ اور ایک
شخص کو داہنی طرف اور دوسرے کو بائین جانب جگہ نہ دے کیونکہ دائین طرف افضل ہوتی ہے اور ایسی برابری چھوٹے
بڑے مین کرے حتی کہ اسپر واجب ہے کہ باپ اور بیٹے اور خلیفہ و رعیت اور ذمی و شریف مین بھی مساواۃ ملحوظ رکھے یہ
تبیین مین لکھا ہے۔ صاحب الاقضیہ نے لکھا ہے کہ خصوم کی نشست قاضی سے دو ہاتھ کے فاصلے پر ہونی چاہیے
اسطرح کہ دونون کا کلام بدون آواز بلند کرنے کے سننے مین آوے۔ اور جسوقت مجلس مین بیٹھے تو چاہیے کہ محراب سے
تکیہ دے اور خصاف رحمہ اللہ وغیرہ کے زمانہ مین قبلہ رو ہو کر بیٹھتے تھے اور ہماری رسم بہتر ہے اور قاضی کے پیادے
اس کے روبرو حاضر رہین تاکہ لوگون مین ہیبت ہو مگر ان کو اتنی دور رکھے کہ جو کچھ مقدمہ والون اور قاضی
مین گفتگو ہوتی ہے اسکو نہ سنین اور بعض مسائل مین قاضی کی رائے نہ معلوم کرین اور اسکے باطل کرنے
کے واسطے حیلہ نہ تلاش کرین یہ محیط مین لکھا ہے۔ جب دونون خصم آگے بڑھین تو مدعی سے اسکا دعویٰ دریافت
کرے اور یہ خصاف رحمہ اللہ اور ابو جعفر نے ذکر کیا ہے اور یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے بعضون نے کہا کہ قاضی دعویٰ

[1] یعنی تقدیم کا فیصلہ اسی امر سے ہو ۱۲

دریافت نہ کرے بلکہ خاموش رہے اور مدعی کا دعوے سماعت کرے اور بعضون نے کہا کہ دریافت کرے اسی کو
خصاف رح اور ابو بکر رح نے لیا اور ایسا ہی محاضر ابن سماعہ اور منتقی مین ہے۔ شیخ الاسلام علی البزودی نے ذکر کیا
کہ امام ابو یوسف رح کے قول کے موافق قاضی دریافت کرے اور امام محمد رح کے نزدیک خاموش رہے اور خانیہ
مین لکھا ہے کہ جب خصوم قاضی کے سامنے بیٹھین تو امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ انسے دریافت کرے کہ تم مین سے
کون مدعی ہے اور جب مدعی معلوم ہوا تو اس سے کہے کہ کیا دعوے ہے اور امام محمد رح نے فرمایا کہ ایسا نہ کرے اور
قول امام ابو یوسف رح کا ارفق ہے یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہے۔ اور جب دونون حاضر ہوئے تو قاضی کو اختیار ہے کہ چاہے
دونون سے گفتگو شروع کرے اور کہے کہ تم دونون کیا چاہتے ہو اور چاہے انھین پر گفتگو چھوڑ دے اور یہی بہتر ہے
تاکہ وہ جھگڑے کو چھیڑنے والا نہ گنا جاوے یہ تبیین مین لکھا ہے۔ پھر اگر اس سے سوال کیا یا نہ کیا بلکہ اس نے خود ہی دعوے
کیا تو قاضی مدعا علیہ سے جواب دعوی مدعی دریافت کرے یہ صاحب اقضیہ اور خصاف رح نے ذکر کیا ہے قاضی دعوی
مدعی کو ایک صحیفہ مین لکھے اور اسمین غور سے دیکھے کہ صحیح ہے یا فاسد ہے اگر فاسد ہو تو مدعی علیہ پر متوجہ نہو ولیکن مدعی
سے کہے کہ اٹھ اور اپنے دعوے کی تصحیح کر یہ خصاف رح نے ایک مقام پر ادب القاضی مین ذکر کیا ہے اور دوسرے مقام
پر ذکر کیا ہے ایسا نہ کہے اور اسی کو ہمارے بعض مشایخ نے اختیار کیا ہے اور یہ کہے کہ تیرے لئے یہ تقریر دعوے
فاسد ہے پس مجھپر اسکی سماعت واجب نہین ہے اور یہ تلقین نہین ہے بلکہ دعوی کے فاسد ہونیکا حکم بیان کرتا ہے اور
اگر اسکا دعوی صحیح ہو تو قاضی مدعا علیہ سے دریافت کرے کہ تیرے خصم نے تجھپر ایسا ایسا دعوی کیا ہے پس تو
اس کے جواب مین کیا کہتا ہے۔ ایسا ہی خصاف رح نے ذکر کیا ہے اور یہی کتاب الاقضیہ مین ہے اور اس مین بھی مشایخ کا
اختلاف ہے جیسا کہ مدعی سے استفسار مین اختلاف ہے یعنی بعضون کے نزدیک مدعا علیہ سے جواب طلب نکرے بلکہ
اس کی طرف دیکھے کہ وہ کیا جواب دیتا ہے یہ محیط مین لکھا ہے۔ اور جب صاحب دعوے نے گفتگو شروع کی
تو دوسرے کو خاموش کر دے اور صاحب دعوی کی گفتگو سنے کیونکہ اگر دونون نے یکبارگی کلام کیا تو کسی کا
کلام سمجھ مین نہ آویگا۔ پھر جب وہ کلام کر چکا تو اسکو حکم دے کہ خاموش رہے اور دوسرے سے دریافت
کرے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دوسرے سے بلا درخواست مدعی بھی دریافت کرے اور یہی ہمارے نزدیک
اصح ہے اور بعض قاضیون نے اختیار کیا کہ بدون درخواست مدعی کے نلیگا جواب یہ سغناقی مین لکھا ہے۔ اور
گواہون کو اس طرح نہ سکھاوے کہ کیا تو اسطرح گواہی دیتا ہے اور امام ابو یوسف رح نے اسکو ان صورتون مین
مستحسن رکھا ہے کہ جن مین تہمت نہو مثلاً وہ شخص امین ہو اور عالم ہو کہ اسکے سکھلانے کی ضرورت نہو اور اکثر ایسا ہوتا ہے
کہ قاضی کے دبدبہ اور ہیبت سے گواہ کی زبان بند ہو جاتی ہے پس اسکے اسطرح پوچھنے سے ایک مسلمان کا حق سبز
ہوتا ہے اور قنیہ اور خزانہ مین لکھا ہے کہ جو مسائل قضا سے متعلق ہین ان مین امام ابو یوسف رح کے قول پر فتوی ہے
اسلیے کہ انکو تجربہ سے زیادہ علم حاصل ہوا تھا کذا فی شرح ادب الکارم۔ قاضی کو نہ چاہیے کہ کسی کو دونون خصم مین سے
حجت[1] سکھلاوے مگر جب ایک سے قسم طلب ہوئی اور قسم لینے کا وقت آیا پس اگر مدعی کے گواہ حاضر نہون تو اس سے

[1] حجت یعنی کسی خصم کو [illegible] سکھلاوے [illegible] ۱۲ منہ

دریافت کرے کہ کیا تیرے پاس گواہ ہیں۔ نوازل میں ہے کہ شیخ ابو نصر سے دریافت کیا گیا کہ دو شخصوں نے قاضی کے سامنے بڑھکر مقدمہ پیش کیا ایک نے کہا کہ میرے اسپر ہزار درم ہیں اور اس سے زیادہ کچھ نہ کہا تو انھوں نے فرمایا کہ مدعا علیہ سے اسکا جواب طلب کرے۔ اور ابو بکر نے فرمایا کہ دو شخص یحییٰ[1] بن اکثم کے آگے آئے اور ایک نے کہا کہ میرے اس شخص پر ہزار درم ہیں پھر یحییٰ نے اس سے کہا کہ تو نے مجھے ایک خبر سنائی پھر تو کیا چاہتا ہے اور مراد یہ تھی کہ یہ دعویٰ صحیح نہ تھا جبتک کہ ایک بار یہ نہ کہے کہ میرا حق دلایا جاوے یا مثل اسکے کوئی لفظ کہے اور شیخ ابو نصر نے فرمایا کہ یہ ہمارے نزدیک کچھ نہیں ہے کیونکہ وہ دونوں تو اسی غرض سے آئے تھے۔ پھر جب قاضی نے جواب مدعا علیہ کا سن لیا تو اسکو ایک کاغذ پر لکھے یا کاتب سے کہے کہ اسکے سامنے تحریر کرے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم فلان بن فلان قاضی کے پاس فلان روز فلان مہینہ کی فلان تاریخ فلان سنہ میں حاضر ہوا پھر اگر قاضی مدعا علیہ اور مدعی کو پہچانتا ہے تو ان کو ایک رقعہ میں سنانے کے طور پر لکھے کہ فلان حاضر ہوا اور اپنے ساتھ فلان شخص کو لایا اور اگر نہ پہچانتا ہو تو یوں لکھے کہ ایک شخص نے حاضر ہو کر بیان کیا کہ وہ فلان بن فلان ہے یعنی باپ و دادا کی طرف اس نے نسبت کیا یا مولے تھا تو لکھے فلان شخص مولیٰ فلان بن فلان کا ہے پھر اگر اسکی کوئی تجارت یا صناعت ہو کہ جس سے پہچانا جاتا ہے تو زیادہ شناخت کے واسطے اسی کی طرف نسبت کر دے اور اسیطرح زیادہ شناخت کیواسطے اسکا حلیہ ذکر کر دے ولیکن حلیہ ایسا ذکر کرے کہ جس سے اسکی زینت ہو نہ برائی پھر لکھے کہ یہ شخص ایک دوسرے شخص کو لایا کہ یہ فلان بن فلان ہے جلیسی صورتیں ہم نے مدعی کی طرف ذکر کی ہیں سب لکھے۔ پھر لکھے کہ اس مدعی فلان بن فلان نے فلان بن فلان مدعا علیہ پر یہ دعویٰ کیا ہے اور بدون زیادتی و نقصان کے اسکا دعوے تحریر کرے۔ پھر لکھے کہ قاضی نے مدعا علیہ فلان بن فلان سے جواب اس دعویٰ مذکورۂ بالا کا جو فلان بن فلان مدعی نے پیش کیا ہے دریافت کیا پس اگر مدعا علیہ نے اسکا اقرار کر لیا ہے تو یہ تحریر کر دے اور خانیہ میں لکھا ہے۔ کہ مدعا علیہ کو حق[2] وفا کر دینے کا حکم دے یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے۔ اور اگر اس نے انکار کیا ہو تو اسکا انکار تحریر کر دے تاکہ بعد اسکے دریافت ہو کہ اسپر گواہ طلب کرنا چاہیے تھا یا نہیں اور اس انکار کو بلفظ لکھنا چاہیے نہ یہ کہ اسکو زبان عربی میں لیجاوے مگر جبکہ بدون زیادتی و کمی کے لیجانا ممکن ہو اور بدون اسکے کہ اس میں کوئی کلمہ مبہم مشترک داخل کرے کیونکہ انکار کا حکم اس کے اختلاف[3] انواع کے موافق بدلجاتا ہے مثلاً جسکے پاس ودیعت تھی اگر اس نے سرے سے ودیعت کے رکھنے سے انکار کیا پھر واپس کرنے یا تلف کرنیکا دعویٰ کیا تو مسموع نہوگا اور اگر اسطرح منکر ہوا کہ مجھپر تیرے متدعویہ مال کا سپرد کرنا واجب نہیں اور نہ اسکی قیمت واجب ہے پھر اسکے واپس دینے یا تلف ہونیکا دعویٰ کیا تو اسکا دعویٰ مسموع ہوگا پس اسی واسطے چاہیے کہ اسکی عبارت بلفظہ بدون کمی و زیادتی کے تحریر کرے تاکہ اسی کی بنا پر حکم دیا جاوے اور یہ جو ذکر ہوا انصاف

[1] قولہ۔ یحییٰ بن اکثم قاضی بصرہ حنفی ثقہ رواۃ حدیث سے ہیں ۱۲ م [2] قولہ۔ حق وفا یعنے حکم دے کہ جو کچھ حق ثابت ہے وہ مدعی کو ادا کر دے جسطرح ادا کرنا مستحق ہو ۱۲ منہ [3] قولہ اختلاف یعنے انکار کئی طرح کا ہوتا ہے اور وہ انکار کے طریقہ سے ظاہر ہوتا ہے تو اسکو ملحوظ رکھنا ضرور ہے تاکہ طریقہ تبدیل نہو ۱۲ منہ

اور ابو جعفرؒ کے قاضیون کی رسم تھی اور ہمارے زمانہ کے قاضیون کی رسم اس سے بہتر ہے یعنی مدعی قاضی کے دروازہ کے کاتب کے پاس آتا ہے اور وہ اسکا دعوی ایک بیاض مین لکھتا ہے اور لکھتا ہے کہ قاضی کے پاس حاضر ہوا اور اس قاضی کا نام لکھتا ہے اور تاریخ کی جگہ چھوڑ دیتا ہے پھر مدعی کا نام اور اسکا نسب تحریر کرتا ہے پھر مدعا علیہ اور اسکا نسب تحریر کرتا ہے پھر دعوی مع شرائط تحریر کرتا ہے پھر جواب کی جگہ چھوڑ دیتا ہے پھر جب مدعی یا اسکا وکیل بیٹھا تو اسی تحریر کے موافق سوال پیش کرتا ہے اور قاضی مدعا علیہ سے اسکا جواب طلب کرتا ہے اور جب اسنے اقرار یا انکار کا جواب دیا تو بیاض اس نے قاضی کو دی کہ اسنے تاریخ لکھی اور آخر مین جواب بعبارۃ المدعی علیہ تحریر کیا پھر اگر اسنے اقرار کر لیا تو قاضی حکم دیگا کہ تو اپنے عہدہ[1] سے نکل گیا اور اگر اسنے انکار کیا تو مدعی سے کہیگا کہ اسنے انکار کیا تو کیا چاہتا ہے اور یہ خصافؒ اور ابو جعفرؒ نے ذکر کیا ہے اور اسمین اختلاف ہے پس اگر مدعی نے کہا کہ اس سے قسم لیجاوے تو قاضی موافق راے خصافؒ اور ابو جعفرؒ کے اس سے کہے کہ کیا تیرے پاس گواہ ہین اگر اسنے کہا کہ نہین ہین تو مدعا علیہ سے قسم لیگا اور اگر اس نے کہا کہ ہان تو قاضی ان کے حاضر لانے کا حکم دیگا اور گواہون کے نام اور نسب اور حلیہ اور محلہ مسکن لکھیگا یا کاتب سے لکھائیگا پھر جب مدعی نے اپنے گواہ پیش کیے تو کاتب فقط انکی گواہی کے الفاظ بدون کمی یا زیادتی کے تحریر کریگا پھر جب گواہ قاضی کے سامنے بیٹھے اور گواہی کا وقت آیا تو قاضی بیاض کو لیگا اور انکی گواہی دریافت کریگا اور اگر خود قاضی نے ان کے الفاظ شہادت لکھے تو بہت اوثق اور زیادہ احتیاط ہے پھر قاضی ان کے الفاظ شہادت دعوے کے ساتھ مقابل کریگا پس اگر دعوی کے موافق ہون اور قاضی نے گواہون کا عادل ہونا بھی معلوم کیا تو مدعا علیہ سے کہیگا کہ تیرے پاس اسکا دفعیہ ہے اگر اسنے کہا کہ ہان مگر تو مجھے مہلت دے کہ مین اُسے پیش کرون تو اسکو مہلت دیگا اور اگر اس نے کہا کہ نہین تو حکم اسپر جاری ہوگا۔ اور اگر قاضی نے گواہون کو عادل نہ جانا تو توقف کریگا۔ اور اگر مدعی نے کہا کہ میرے گواہ حاضر ہین مگر مین مدعا علیہ سے قسم چاہتا ہون پس اگر یہ مراد ہے کہ گواہ۔ اسی مجلس مین حاضر ہین تو قاضی اسکی استدعا قبول نہ کرے اور نہ مدعا علیہ سے قسم لیگا بالاجماع ایسا ہی قدوری نے اپنی شرح مین ذکر کیا ہے۔ اور اگر اسنے کہا کہ شہر مین موجود ہین تو امام اعظمؒ کے نزدیک مدعا علیہ سے قاضی قسم نہ لیگا اور امام ابو یوسفؒ نے کہا کہ لیگا اور امام محمدؒ کا قول مضطرب[2] ہے اور جب یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے پس اگر قاضی کے نزدیک حلف لینا روا تھا اور اس نے حلف لیا اور مدعا علیہ نے قسم کھالی اور پھر قاضی سے طلب کیا کہ مجھے ایک تحریر چاہیے کہ فلان شخص نے فلان شخص پر دعوی کیا اور اس نے قسم کھالی تاکہ یہ شخص دوبارہ اسی قاضی کے یہان یا دوسرے قاضی کے پاس نالش نہ کرے اور مجھسے قسم نہ لے تو قاضی اسکو تحریر کر دیگا اور قاضی کو اختیار ہے کہ چاہے علحدہ رقعہ مین لکھدے یا اسی بیاض مین جس مین دعوی و انکار ہے تاریخ لکھکر دیدیوے پھر واضح ہو کہ دو حال سے خالی نہین یا تو دعوی کسی عین مین واقع ہوگا یا دین مین پس اگر دعوی دین کا کیا اور مدعی بہ کوئی کیلی چیز ہے تو دعوی جب صحیح ہوگا کہ مدعی اسکی جنس کہ جو ہے یا گیہون اور نوع سینچی ہوئی پیداوار ہے یا ترہی اور خریفی ہے یا

جس چیز کا دعوی کیا ۱۲

موافق امام ابو یوسفؒ بیان کیا ۱۲

[1] قولہ عہدہ سے یعنی تو جوابدہی کا ذمہ دار تھا وہ اس اقرار سے پورا ہو چکا ۱۲ [2] قولہ مضطرب یعنی کسیوقت اجتہاد سے انھون نے موافق امام اعظمؒ کہا اور کسیوقت

ربیعی اور صفت کہ جید ہے یا درمیانی یا ردی اور گیہون مین سُرخ یا سپید بھی ذکر کرے اور اسکی مقدار کہ اسقدر قفیز ہے اور قفیز بھی چونکہ فی ذاتہا مختلف ہے فلان قفیز سے بھی ذکر کرے اور اسکے وجوب کا سبب ذکر کرے کیونکہ قرضہ کے احکام اپنے اسباب کے ساتھ مختلف ہین مثلاً اگر قرضہ بسبب سلم کے ہو تو اسکا بدلنا جائز نہین ہے اور اسکے ادا کرنیکی جگہ بیان کرنا بھی چاہیے تاکہ اختلاف سے نکلجاوین اور اگر کسی بیع کا ثمن ہو تو اس سے بدلنا جائز ہے اور اسمین ادا کرنے کی جگہ شرط نہین ہے اور قرض ہووے تو اسمین میعاد لازم نہین ہے اور اگر سلم ہو تو مع اسکی شرائط صحت کے ذکر کرنا چاہیے یعنی جنس راس المال اور اسکا وزن اگر وزنی ہو اور اسی مجلس مین اسکا لے لینا تاکہ امام اعظمؒ کے نزدیک صحیح ہوجاوے اور مسلم فیہ کی مدت ایک مہینہ یا زیادہ تاکہ حد اختلاف سے نکلجاوین اور ایسے ہی سوا اسکے اور شرطین سلم کی بیان کرے اور قرض مین قبضہ ذکر کرے اور قرض لینے والے کا اپنی حاجت مین صرف کرنا اسواسطے کہ قرضہ امام اعظمؒ کے نزدیک اس پر قرض نہین ہوتا جبتک اسکو تلف نہ کرے اور چاہیے کہ دعوے قرض مین بھی یہ لکھے کہ مین نے اسکو اسقدر اپنے مال سے قرض دیا کیونکہ جائز ہے کہ شائد وہ مال قرض دینے مین دوسرے کا وکیل ہو اور وکیل قرض محض سفیر ہوتا ہے کہ اس کو لینے اور ادا کرنے کے مطالبہ کا حق نہین ہوتا ہے۔ اسیطرح ہر سبب مین اسکے شرائط ذکر کرے کیونکہ ہر شخص لینے کے شرائط کو نہین دریافت کرسکتا ہے تو قاضی کے سامنے اسکو بیان کرنا چاہیے تاکہ قاضی اس مین غور کرے اگر اسکو صحیح پاوے تو عمل کرے ورنہ واپس کردے۔ اگر مدعی بہ یعنی جس چیز کا دعوی ہے وزنی ہو تو اسکی جنس ذکر کرے اگر سونا مضروب[1] ہو تو ذکر کرے کہ اسقدر دینار اور اسکی نوع ذکر کرے کہ نیشاپوری کل کے یا بخاری کل کے اور اسکی صفت ذکر کرے کہ جید یا ردی یا درمیانی اور یہی عامہ مشائخ کا مذہب ہے اور فتاوی نسفی مین ہے کہ اگر اس نے احمر خالص ذکر کردیا تو جید ذکر کرنے کی کوئی ضرورت نہین ہے اور بعض مشائخ کے نزدیک یہ بھی ذکر ضروری ہے کہ کس سکہ کا ہے اور کون والی ملک تھا اور بعضون نے یہ شرط نہین لگائی اور اس مین گنجایش ہے اور مثقال بھی ذکر کرے اور مثقال کی نوع بھی ذکر کرے اور اگر مضروب نہو تو دینار ذکر نہ کرے بلکہ مثقال ذکر کرے پس اگر خالص ہو تو ویسا ذکر کرے اور اگر اس مین کچھ میل ہو تو اسی قدر میل ذکر کردے۔ اور اگر مدعی بہ[2] نقرہ ہو اور مضروب ہو تو اسکی انواع ذکر کرے یعنی مضاف الیہ اور اس کی صفت کہ جید یا ردی یا وسط ہے اور اس کی مقدار ذکر کرے کہ وزن سبعہ سے کس قدر مثقال ہے اور اگر غیر مضروب ہو اور خالص ہو تو فضہ خالصہ ذکر کرے اور اسکی نوع اور صفت اور مقدار ذکر کرے اور اگر مدعی بہ درم مضروب ہون اور ان مین میل زیادہ ہو پس اگر وزن سے انکا معاملہ ہوتا ہو تو انکی نوع اور صفت اور مقدار ذکر کرے اور اگر عدد سے ان مین معاملہ ہووے تو گنتی ذکر کردے۔ اور اگر دعوے کسی عین مین ہو پس اگر مدعی بہ مال منقول ہے اور وہ تلف ہوگیا ہے تو فی الحقیقۃ دعوی دین مین ہے یعنے اسکی قیمت مین تو موافق بیان سابق کے اسکی جنس اور صفت اور قدر و نوع بیان کرنا شرط ہے اور اگر تلف نہین ہوا قائم ہے اور اسکا حاضر لانا ممکن ہے تو حاضر کرنا ضرور ہے اور دعوے اور گواہی کے وقت اسکی طرف اشارہ ہونا چاہیے اور اگر

[1] قولہ مضروب یعنی سکہ دار اشرفی ہو ۱۲ م [2] قولہ مدعی بہ نقرہ یعنے جس چیز کا دعوی ہے وہ گداختہ چاندی ہو ۱۲ منہ

دعویٰ کسی عین غائب میں ہو مثلاً کسی نے دعویٰ کیا کہ ایک کپڑا میرا یا ایک میری باندی اس شخص نے غصب کر لی اور یہ نہیں معلوم ہوتا کہ وہ مر گئی (یعنی جسکا ٹھکانا نہیں معلوم ۱۲) یا موجود ہی اور کہاں ہی پس اگر ایسی چیز عین کی جنس وصفت اور قیمت بیان کر دی تو اسکا دعویٰ مسموع اور گواہی مقبول ہوگی اور اگر قیمت نہ بیان کی تو عامۂ کتب میں اشارہ ہی کہ دعوے مسموع ہوگا مثلاً کتاب الرہن میں ہی کہ اگر کسی نے دعویٰ کیا کہ میں نے اسکے پاس ایک کپڑا رہن کیا اور وہ انکار کرتا ہی تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ اسکا دعویٰ مسموع ہوگا اور کتاب الغصب میں ہی کہ ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ اس نے میری ایک باندی غصب کر لی اور اسپر گواہ پیش کیے تو دعویٰ مسموع اور گواہی مقبول ہوگی اور بعض مشائخ نے کہا کہ اس صورت میں دعویٰ مسموع ہوگا جب اسکی قیمت بیان کر دی اور فقیہ ابو بکر اعمش فرماتے تھے کہ تاویل اس مسئلہ کی یہ ہے کہ گواہوں نے گواہی دی کہ مدعا علیہ نے غصب کا اقرار کیا ہی تو حبس اور قضا دونوں کے حق میں باندی کا غصب ثابت ہوگا اور عامۂ مشائخ اسپر ہیں کہ یہی دعویٰ صحیح ہی اور گواہی مقبول ہی ولیکن حبس کے واسطے فقط[۱] اور امام محمد کے اطلاق سے بھی یہی معلوم ہوتا ہی۔ فخر الاسلام علی بزدوی نے فرمایا کہ جب مسئلہ میں اختلاف ہوا تو قاضی کو چاہیے کہ مدعی کو بیان قیمت کی تکلیف دے اگر وہ بیان نہ کر سکا تو بھی اس کے دعوے کی سماعت کرے اور یہ اسواسطے کہ کبھی آدمی اپنے مال کی قیمت نہیں جانتا ہی پس اگر اسکو بیان قیمت کی تکلیف لازم کیجاوے تو ضرر دنیا ہوگا اور اپنے حق کو نہیں پہونچ سکتا ہی۔ اور جب بیان قیمت مدعی کے ذمہ سے ساقط ہوا تو گواہوں سے بدرجہ اولی ساقط ہوگا۔ اگر دعویٰ عقار میں ہو مثلاً دار ہو تو جس شہر میں وہ دار واقع ہے اسکا بیان کرنا ضرور ہے پھر محلہ کو بیان کرے پھر کوچہ کو بیان کرے۔ پہلے عام سے شروع کرے یعنی شہر سے پھر خاص کی طرف یعنی محلہ وغیرہ کی طرف آوے اور بعضوں کے نزدیک خاص سے عام کی طرف جاوے اور عامۂ اہل علم کے نزدیک اسکو اختیار ہی جس طرح چاہے ذکر کرے ولیکن اسکے بعد حدود کا ذکر کرنا ضرور ہی اور یہ ذکر کرے کہ فلان کے دار سے ملا ہے اور نہ ذکر کرے کہ فلان کا دار ہے کیونکہ اس سے فلان کا دار بھی دعوے میں شامل ہو جائے گا کیونکہ حد اپنی محدود میں داخل ہوتی ہے اور ہمارے نزدیک دونوں یکسان ہیں۔ پس اگر اس نے دو حدیں ذکر کر دیں تو ظاہر الروایت کے موافق کافی نہیں ہے اور اگر تین ہی حدیں ذکر کر دیں تو کافی ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔

آٹھوان باب قاضی کے افعال وصفات کے بیان میں۔ قاضی کو چاہیے کہ اللہ سے ڈرے اور حق فیصلہ کرے اور ہوا وہوس کی پابندی سے فیصلہ نہ کرے کہ گمراہ ہو جاوے اور نہ دوسرے کی رغبت پر اور نہ خوف پر فیصلہ کرے بلکہ اپنے پروردگار کی فرمان برداری اختیار کرے اور اسکے ثواب عظیم کا خواہشمند رہے اور اسکے عذاب الیم سے بچے اور خطاب[۲] فاصل اور حکمت حکیم کی پیروی کرے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔

---

[۱] قولہ فقط یعنی یہ دعویٰ وگواہی فقط اسواسطے مقبول ہوگی کہ غاصب قید کیا جاوے تاکہ جواب دے یا باندی ذا لیس دے ۱۲ م

[۲] قولہ خطاب فاصل یعنی قرآن کے مفصل حکم محکم کا تابع ہو اور اسی حکمت پر چلے ۱۲ منہ

قاضی کے فتوے دینے مین چند اقوال ہین اور صحیح یہ ہے کہ کچھ خوف نہین ہے خواہ مجلس قضا مین ہو یا اس کے علاوہ معاملات مین ہو یا دیانات مین یہ خلاصہ مین لکھا ہے۔ اور اسپر اتفاق ہے کہ خصوم کے پاس فتوے نہ دے تاکہ وہ اسکی راے سے واقف ہو کر تلبیس کی فکر نہ کرین اور ابن سماعہ نے امام ابو یوسفؒ سے روایت کی کہ وہ شخص قاضی کے پاس کسی کام کو آئے اور قاضی کو گمان ہوا کہ اسواسطے آئے ہین کہ معلوم کرین کہ اسنے کیا حکم دیا ہے تو انکو اپنے پاس سے اٹھا دے۔ امام محمد نے اصل مین لکھا ہے کہ اسکو اپنے واسطے مجلس قضا مین خرید و فروخت نکرنا چاہیے اور شمس الائمہ سرخسی نے کہا کہ اس لفظ مین کہ اپنے واسطے اشارہ ہے کہ اگر یتیم و قرضدار میت کے واسطے خرید و فروخت کرے تو کچھ ڈر نہین ہے اور اگر غیر مجلس قضا مین اپنے واسطے خرید و فروخت کرے تو ہمارے نزدیک جائز ہے اور خانیہ مین لکھا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ ایسا نہ کرے نہ مجلس قضاء مین اور نہ غیر مجلس قضاء مین کیونکہ لوگ اسکو معاملہ قضاء مین سبک سمجھینگے اور چاہیے کہ اسکے واسطے کسی دوسرے ثقہ کو مقرر کرے۔ اور اس کو قرض لینا نہ چاہیے مگر ایسے شخص سے جو اسکا دوست ہو یا قاضی ہونے سے پہلے اسکا خلیط ہو۔ اور اسی طرح عاریت لینے کا بھی یہی حکم ہے اور قاضی جنازہ کی مشایعت[1] کرے اور مریض کی عیادت کرے مگر اس مجلس مین زیادہ نہ ٹھہرے اور نہ کسی خصم کو یہ قدرت دے کہ اس سے کسی مقدمہ مین کچھ کلام کرے اور سغناقی مین لکھا ہے کہ اسی مریض کی عیادت کرے جو مخاصم نہ ہووے اور اگر وہ مریض مدعی یا مدعا علیہ سے ہو تو اسکی عیادت نہ چاہیے یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہے اور قاضی کو بدخو سخت دل جفاکار لڑاکا نہ ہونا چاہیے اور اسکی عفت اور صلاحیت اور دانشمندی و عالم حدیث و فقہ ہونے پر لوگون کو اعتماد ہونا چاہیے اور چاہیے کہ امورات شرعیہ مین سخت و شدید ہو مگر نہ بدزبانی کے ساتھ اور لوگون کے ساتھ نرمی کرے مگر نہ ضعف کے ساتھ کذا فی التبیین اور اپنے پیادون کو مہربانی کی تاکید رکھے یہ بزازیہ مین لکھا ہے۔ ینابیع مین ہے کہ حالت غضب مین اسکو فیصلہ کرنا مکروہ ہے اور بھی ایسی حالت مین کہ اونگھ مین ہو مکروہ ہے اور بھوکھ پیاس کی حالت مین بھی مکروہ ہے اور یہ حکم کراہت اسوقت ہے کہ جہت[2] قضا واضح نہو اور اگر صاف اور واضح ہو تو مکروہ نہین ہے اور ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ جس روز فیصلہ کے واسطے کچہری کرنا چاہیے اس روز نفل روزہ رکھنا اسکو نہ چاہیے یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہے۔ اور ایسی حالت مین کہ اس کا دل کسی زیادہ خوشی کی طرف ہو یا جماع کی حاجت ہو یا سخت گرمی و سردی سے پریشان ہو یا مدافعہ[3] کی طرف میلان ہو تو فیصلہ نہ کرے یہ نہر الفائق مین لکھا ہے اور ایسی حالت مین کہ دل تنگ یا کھانے سے گرانبار ہو فیصلہ کے واسطے نہ بیٹھے اور اگر اسکو غم یا غصہ یا اونگھ لاحق ہو تو رک جاوے حتے کہ جب موقوف ہو جاوے تو حکم دے بہرحال فیصلہ کے واسطے اس وقت بیٹھے جب مزاج اعتدال پر ہو۔ اور اپنی چشم و گوش و فہم و قلب مقدمہ والون کی جانب متوجہ رکھے اور جلدی انکے حق مین نہ کرے اور نہ اُن کو ڈراوے کیونکہ خوف سے آدمی کی ہمت کٹ جاتی ہے کذا فی الکافی اور عمدہ پوشاک پہنکر

---

[1] مشایعت جنازے کے پیچھے پیچھے چلنا ۱۲ م [2] قولہ جہت قضا الخ یعنے وہ امورات کہ جنکے ذریعہ سے حکم دیا جاوے صاف صاف نہون بلکہ ایسے ہون کہ جنہین غور و فکر و تامل کی ضرورت پڑے ۱۲ [3] قولہ مدافعہ پیشاب و پیخانہ کی حاجت ہو ۱۲ م

باہر آوے یہ ظہیریہ مین لکھا ہی۔ اور تکیہ دیکر یا چار زانو بیٹھکر فیصلہ کرے یہ بزازیہ مین لکھا ہی ولیکن برابر چار زانو بیٹھکر فیصلہ کا حکم دینا شان قضا کی تعظیم کے مناسب ہے یہ تبیین مین لکھا ہے اور یہ نہ چاہیے کہ دیر تک بیٹھکر اپنے نفس کو تعب مین ڈالے بلکہ صبح و شام یا جتنے وقت تک خوشی سے بیٹھ سکے بیٹھے اور یہی حکم فقیہ اور مفتی کو ہی یہ محیط مین لکھا ہے۔ اور اگر قاضی جوان عمر کا ہو تو چاہیے کہ اپنی اہلیہ سے اپنی حاجت فارغ ہو کر مجلس قضا مین بیٹھے یہ سراجیہ مین لکھا ہی چلتے وقت یا سواری کی حالت مین فیصلہ نہ کرے اور یہی حکم مفتی کے باب مین بھی مشائخ سے منقول ہے کہ چلتے وقت فتوے نہ دے بلکہ کسی جگہ بیٹھکر جب قرار پاوے تو فتوے دے اور بعضون نے کہا کہ اگر مسئلہ واضح ہو تو راستہ مین فتوے دینے مین ڈر نہین ہے یہ محیط مین لکھا ہے اور عیون مین ہی کہ اگر قاضی کے بھائی یا چچا زاد بھائی اس کے پاس مقدمہ پیش کرین تو اُنکے درمیان جلد فیصلہ نہ کرے بلکہ تھوڑا اُنکو ٹالے شاید باہم صلح کر لین اور کبری مین لکھا ہی کہ یہ حکم رشتہ دارون مین خاص نہین ہے بلکہ اجنبیون مین بھی ایسا ہی چاہیے کذا فی التاتارخانیہ

نوان باب قاضی کے روزینہ اور دعوت اور ہدیہ وغیرہ کے بیان مین۔ اگر قاضی محتاج فقیر ہو تو اولی ہی کہ اپنا رزق بیت المال مین سے لیوے بلکہ اُسپر لینا فرض ہی و اگر غنی ہو تو اسمین اختلاف ہی اولے یہ کہ بیت المال سے نہ لیوے یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اور اُسی شہر کے بیت المال سے لیگا جہان فیصلہ کرتا ہی کیونکہ وہین کے لوگون کے واسطے فیصلہ کرتا ہی یہ عتابیہ مین لکھا ہی جسطرح قاضی کے واسطے بقدر کفایت بیت المال سے دیا جاتا اُسی طرح اس کے عیال اور اعوان ومیت[1] کی بھی خبر گیری بیت المال سے ہوگی۔ اور تعطیل کے روز روزی کے باب مین امام محمد رحمہ اللہ تعالی سے منقول نہین ہی اور متاخرین نے اختلاف کیا ہی اور صحیح یہ ہے کہ اس دن کی روزی بھی لیگا یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی۔ اگر قاضی نے بیت المال سے کچھ لیا تو اجرت پر کام کرنے والا نہوگا بلکہ اللہ کے واسطے کام کرتا ہی اور یہی حکم فقہا اور علماء اور ان معلمون کا ہی جو قرآن پڑھاتے ہین۔ اور روایت ہے کہ ابو بکر رضی اللہ تعالی عنہ جب خلیفہ ہوے تو اپنی روزی بیت المال مین سے لیتے تھے اور ایسے ہی عمرؓ اور علی سے مروی ہے اور عثمانؓ چونکہ غنی اور صاحب ثروت تھے اس واسطے کچھ نہین لیتے تھے یہ خلاصہ مین لکھا ہے اور امام کو چاہیے کہ قاضی اور اُسکے عیال پر رزق کی وسعت رکھے تاکہ وہ لوگون کے مال مین طمع نہ کرے اور روایت ہی کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عتاب بن اسید کو مکہ کا والی کیا تو انکو چار سو درم سالانہ دیا کرتے تھے اور بھی روایت ہی کہ صحابہ نے حضرت ابو بکرؓ کے واسطے بھی اسی قدر مقرر کیا تھا اور روایت ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے واسطے ایک کاسہ ثرید ہر روز بیت المال مین سے تھا اور بھی روایت ہی کہ حضرت علیؓ کے واسطے پانچسو درم ماہواری تھا یہ بدائع مین لکھا ہی۔ اور قاضی کے محرر[2] اور قسام کی اجرت کو اگر قاضی کی رائے

---

[1] یعنی جو کوئی اسکے یہان مرجاوے اسکی گور و کفن کی ۱۲ م [2] محرر لکھنے والا۔ قسام بٹوارہ کرنے والا یعنی جسکو حصہ بانٹ مین داخلت ومہارت ہو ۱۲

مین مقدمہ والون پر ڈالنا مصلحت معلوم ہو تو ایسا کرے اور اگر بیت المال سے دینا مناسب جانے اور اسمین گنجائش ہو تو یہ بھی ہو سکتا ہے اور علی ہذا القیاس وہ کاغذ جس مین مدعی کا دعوی اور گواہون کی گواہی لکھتا ہے اگر مدعی سے لینا مناسب ہو تو لیوے ورنہ بیت المال سے بھی درصورت گنجایش ہو سکتا ہے- اور نوازل مین ابراہیم سے روایت ہے کہ مین نے امام ابو یوسفؒ سے سنا کہ ان سے کسی نے دریافت کیا کہ اگر قاضی نے تیس درم کاتب اور کاغذ کے صرف مین لیے پھر بیس درم کاتب کو دیے اور دس درم ایک شخص کو جو اسکے ساتھ کھڑا ہوتا ہے دیے اور صحیفہ و کاغذ کے دام مدعی پر ڈالے تو ایسا ہو سکتا ہے انھون نے فرمایا کہ جس طور پر اس نے نام بنام لیے ہین اسکے سوا دوسرے طور پر صرف کرنا میرے نزدیک اچھا نہین ہے یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہے- واضح ہو کہ ہدیہ وہ مال ہے جو دیا جاوے اور اس مین کچھ شرط نہو اور رشوت وہ مال ہے جو بشرط اعانت دیا جاوے یہ خزانۃ المفتین مین لکھا ہے- پھر قاضی ہدیہ نہ قبول کرے مگر اپنے ذی رحم محرم سے یا ایسے شخص سے جس سے قاضی ہونے سے پہلے سے عادت جاری ہے اور یہ بھی اس صورت مین ہے کہ جب رشتہ دار قریب یا ہدیہ والے دوست کا مقدمہ نہو اور حاصل یہ ہے کہ قاضی کا ہدیہ چند طرح کا ہوتا ہے ایک اس شخص کی طرف سے جسکا مقدمہ ہے تو ایسے ہدیہ کو قبول نہین کر سکتا ہے خواہ قاضی ہونے سے پہلے اس سے رسم ہدیہ جاری تھی یا نہ تھی اور خواہ اس سے قرابت ہو یا نہو اور ایک ایسے شخص کی طرف سے جسکا مقدمہ نہین ہے اور اس کی بھی دو صورتین ہین یا تو قاضی ہونے سے پہلے اس سے ہدیہ کی رسم قرابت یا دوستی کی وجہ سے جاری تھی یا نہ تھی اگر نہ تھی تو اسکو قبول نہین کر سکتا ہے اور اگر پہلے سے رسم تھی اور اب بھی اس نے اسی قدر بھیجا جسقدر پہلے بھیجتا تھا تو قبول کرے اور اگر اس نے اب زیادتی کی تو زیادتی کو قبول نہ کرے اور فخر الاسلام بزدوی نے کہا کہ اگر بھیجنے والے کا مال بھی اسیقدر بڑھ گیا ہے جس حساب سے اس نے زیادتی کی ہے تو اسکے قبول کرنے مین کچھ ڈر نہین ہے- پھر اگر قاضی نے ایسا ہدیہ لے لیا جسکا لینا نہ چاہیے تھا تو مشائخ نے اختلاف کیا بعضون نے کہا کہ اسکو بیت المال مین رکھے اور عامہ مشائخ کے نزدیک اگر صاحبان ہدیہ کو پہچانے تو انکو واپس کر دے اور سیر کبیر مین بھی اسی طرف اشارہ ہے کذا فی النہایہ اور یہی ہر مال کا حکم ہے کہ جسکا لینا نہ چاہیے تھا کذا فی الخلاصۃ اور اگر صاحب ہدیہ کو نہین پہچانتا ہے یا پہچانتا ہے مگر بسبب دوری کے واپس کرنا متعذر ہے تو اسکو بیت المال مین رکھے اور اسوقت اسکا حکم لقطہ کا حکم ہے کذا فی النہایہ اور اگر ہدیہ دینے والے کو پھیرنے سے رنج ہو تو قبول کرے اور اسقدر قیمت اسکو دیدے یہ خلاصہ مین لکھا ہے- اور قاضی اپنے والی سے جسنے اسکو مقرر کیا ہے ہدیہ قبول کرے اور اگر اسکا کوئی مقدمہ ہو تو بعد فیصلہ کے قبول کرے یہ عنایہ مین لکھا ہے اگر کسی شخص نے کسی واعظ کو کچھ بھیجا تو قبول کر سکتا ہے اور اسی کا ہو جائیگا یہ محیط مین لکھا ہے- اور امام اور مفتی کو ہدیہ قبول کرنا جائز ہے اور خاص دعوت بھی قبول کرنا درست ہے اور امام محمدؒ نے اصل مین لکھا ہے کہ عام دعوت کے قبول کرنے مین قاضی کو بھی کچھ ڈر نہین ہے اور خاص دعوت نہ قبول کرے یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے اور صحیح بات یہ ہے کہ جو دعوت ایسی ہو کہ اگر دعوت کرنے والے کو معلوم ہو جاوے کہ قاضی اس مین نہ آویگا تو

وہ دعوت تیار نہ کرے تو یہ خاص دعوت کہلاتی ہے اور پھر بھی تیار کرے تو عام دعوت ہے کذافی الکافی اور قریب رشتہ دار اور اجنبی کی دعوت خاصہ کی کچھ تفصیل نہیں مذکور ہوئی جیسا کہ اجنبی کی صورت مین اگر رسم دعوت سابق سے ہو یا نہو اسکی بھی تفصیل نہ معلوم ہوئی۔ اور قدوری نے ذکر کیا ہے کہ قاضی محرم قرابت والے کی دعوت خاصہ قبول کرے شمس الائمہ حلوائی نے ذکر کیا ہے اور طحاوی نے لکھا ہے کہ امام اعظم رحمہ اللہ تعالی اور ابو یوسف کے نزدیک محرم قرابتی کی دعوت خاصہ قبول نہ کرے اور امام محمد کے نزدیک قبول کرے اور شمس الائمہ سرخسی اور شیخ الاسلام نے ذکر کیا کہ اگر دعوت کرنے والا قاضی ہونے سے پہلے اسکی دعوت نہین کیا کرتا تھا تو قبول نہ کرے خواہ قریب ہو یا اجنبی ہو اور اگر اس سے پہلے کیا کرتا تھا مگر ہر مہینہ مین ایک بار اور اب ہر ہفتہ مین ایک بار دعوت کرتا ہے تو قبول نہ کرے مگر وہی ہر مہینہ مین ایک بار اور اسی طرح اگر اس نے قسام طعام مین زیادتی کردی تو قبول نہ کرے مگر جب اسکا مال بھی اسی قدر زیادہ ہوگیا ہو جتنی اسنے کھانے مین زیادتی کی ہے تو قبول کرنے مین ڈر نہین ہے اور یہ سب حکم اس صورت مین ہے کہ جب دعوت کرنے والے کا کوئی مقدمہ نہو اور اگر ہو تو قبول نہ کریگا خواہ قریب رشتہ دار ہو یا دوست ہو کہ پہلے سے رسم دعوت جاری ہو یا نہو یہ محیط مین لکھا ہے۔ اور اگر دعوت بدعت ہو تو قاضی کو اسمین حاضر ہونا نہ چاہیے کیونکہ جب غیر کو اس مین حلال نہین تو قاضی کو بدرجۂ اولی نہین چاہیے اور اگر دعوت سنت ہے جیسے ولیمہ اور دعوت ختنہ تو اس مین جاوے اور اسمین کچھ تہمت نہین ہے یہ بدائع مین لکھا ہے۔ واضح ہو کہ احکام رشوت بھی اسی سے متصل ہین اور جاننا چاہیے کہ رشوت چند طرح کی ہوتی ہے ایک یہ کہ کوئی شخص کسی کو کچھ مال دوستی و محبت کی خواہش سے بھیجے اور یہ مہدیؔ اور مہدی الیہ دونو کو حلال ہے اور ایک یہ ہے کہ کچھ مال اس غرض سے دیوے کہ لینے والے نے اسکو جان یا مال کا خوف دلایا تھا یا سلطان کو اس غرض سے دیوے کہ اس سے اپنی جان یا مال کا ظلم دفع ہو تو ایسی رشوت لینے والے کو حلال نہین ہے اور اگر لیگا تو جو حکم اس باب مین آیا ہے کہ آتش دوزخ مین جلے گا اُسپر جاری ہوگا اور اسمین اختلاف ہے کہ دینے والے کو دینا جائز ہے یا نہین پس عامہ مشائخ کے نزدیک جائز ہے کیونکہ وہ اپنی جان یا مال کو بچاتا ہے اور ایک صورت ہے کہ کسی کو اس غرض سے دے کہ اس کے اور سلطان کے درمیان معاملہ ٹھیک رکھے اور وقت حاجت کے مدد کرے اور اسکی دو صورتین ہین ایک یہ کہ اُسکی حاجت حرام ہو تو اس صورت مین دینے والے کو دینا نہین جائز ہے اور لینے والے کو لینا بھی نہین جائز ہے اور دوسری یہ کہ اسکی حاجت مباح ہو اور اسمین بھی دو صورتین ہین ایک یہ کہ دینے مین یہ شرط کردی کہ مددگاری کے واسطے دیتا ہے تو لینا نہین جائز ہے اور دینے مین اختلاف ہے بعضون کے نزدیک دینا حلال ہے اور بعضون کے نزدیک نہین حلال ہے اور سب کے نزدیک لینا و دینا حلال ہونے کے واسطے حیلہ یہ ہے کہ اسکو مثلاً ایک رات و دن کے واسطے بعوض اسقدر مال کے جو دینا چاہیے مزدور مقرر کرے تاکہ اسکا کام کرے اور اجرت کا مستحق ہو اور مزدور کرنے والا مختار ہے چاہے اسکو اس کام پر رکھے یا کسی اور کام مین لگاوے اور مشائخ نے کہا کہ یہ حیلہ بھی اسوقت درست ہوگا کہ جب وہ کام اس لائق ہو کہ جسپر اجرت درست ہوتی ہے کذافی المحیط اور اگر

لہ مہدی ہدیہ دینے والا مہدی الیہ جسکو ہدیہ دیا گیا ۱۲ منہ

اجارہ مین مدت مقرر نہ ہوئی تو جائز نہین ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی۔ اور بدون اس حیلہ کے دینا بعضون کے نزدیک حلال نہین ہی اور بعضون کے نزدیک حلال ہی اور یہی اصح ہی اور یہ اختلاف اسوقت ہی کہ جب اسنے کام کی درستی سے پہلے دیا ہو اور اگر کام درست کرنے اور ظلم سے نجات دینے کے بعد ایسا کیا تو دینے والے کو دینا اور لینے والے کو لینا حلال ہی اور یہی اصح ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اور یہی صحیح ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی اور دوسری صورت یہ کہ جس مین دینے مین یہ شرط صحیح نہ لگائی ہو ولیکن غرض یہ ہو کہ میری مدد کرے سلطان کے یہان اور اس صورت مین بھی اختلاف ہی عامہ مشائخ کے نزدیک مکروہ نہین ہی اور یہ اختلاف اسوقت ہی کہ دونون مین ہدیہ کی رسم پہلے سے کسی وجہ سے نہو اور اگر پہلے سے ان مین یہ رسم ہو اور اس نے موافق رسم کے بھیجا اور اس شخص نے اُسکے کام کی درستی مین کوشش کی تو یہ عمدہ بات ہی کیونکہ احسان کا بدلہ احسان ہی اور ایک صورت یہ ہی کہ کسی نے سلطان کو اسواسطے بھیجا کہ اسکو کوئی کام مثل قضا وغیرہ کے سپرد کرے تو ایسا دینا نہ دینے والے کو حلال ہی اور نہ لینے والے کو جائز ہی یہ محیط مین لکھا ہے

دسوان باب۔ ان صورتون کے بیان مین جو حکم ہوتی ہین اور جو نہین ہوتی ہین اور جن سے حکم قضا بعد صحت کے باطل ہو جاتا ہی اور جن سے باطل نہین ہوتا ہی۔ مشائخ نے فرمایا کہ قاضی کو چاہیے کہ جسوقت حکم دینا چاہے تو خصوم سے بیان کرے کہ مین تمھارے درمیان مین حکم کرتا ہون اور یہ احتیاط ہی تاکہ اگر اسکے قاضی ہونے مین کچھ فتور ثابت ہو تو دونون کے حکم بنانے سے وہ حکم ہو سکتا ہی اور اگر قاضی نے کہا کہ میرے نزدیک ثابت ہوا کہ اس شخص کا اسپر اسقدر حق ہی تو قاضی امام ابو عاصم عامری کہتے تھے کہ یہ قاضی کی طرف سے حکم ہوگا اور اسی کو شمس الائمہ حلوائی اور صدر الشہید نے اختیار کیا ہی اور خانیہ مین ہی کہ اسی پر فتوی ہی اور قاضی شمس الاسلام محمود اوزجندی فرماتے تھے کہ ضرور ہے کہ قاضی کہے کہ مین نے یہ حکم قضا دیا یا یہ حکم دیا یا تجھپر قضا نافذ کی اور ایسا ہی ناطقی نے اپنے واقعات مین ذکر کیا ہی اور یہ لکھا ہی کہ اگر ایک شخص نے ایک دار کا جو دوسرے کے قبضہ مین ہی دعوی کیا اور قاضی نے مدعا علیہ سے کہا کہ مین اس دار مین تیرا حق نہین دیکھتا ہون تو یہ حکم نہین ہی اور شیخ الاسلام ظہیر الدین مرغینانی بھی ایسا ہی فتوی دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ اگر کسی دار کے حق مین گواہون کی عدالت ظاہر ہوئی اور قاضی نے مدعا علیہ سے کہا کہ این محدود باین مدعی دہ تو یہ حکم نہ ہوگا اور یون کہنا چاہیے کہ حکم کردم باین محدود مدعی را اور صحیح یہ ہی کہ یہ کہنا کہ مین نے حکم کیا یا مین نے قضا نافذ کی شرط نہین ہی بلکہ یہ کہنا کہ میرے نزدیک ثابت ہوا ہے حکم ہونے کے واسطے کافی ہی اور اسیطرح یہ کہنا کہ میرے نزدیک ظاہر یا صحیح ہوا یا مین نے معلوم کیا یہ سب حکم ہین اگر قاضی نے کسی حادثہ مین حکم دینے کے بعد کہا کہ مین نے اپنے فیصلہ سے رجوع کیا یا مجھے سوائے اسکے اور راے معلوم ہوئی یا مین نے اپنا حکم باطل کر دیا یا مجھے گواہون کی تلبیس معلوم ہو گئی اور اپنا حکم باطل کرنا چاہا تو یہ کلام معتبر نہوگا اور قضا اپنے موقع پر نافذ رہیگی بشرطیکہ دعوے صحیح و گواہی مستقیم و گواہون کی عدالت ظاہر ہو گئی ہو۔ اور فتاوے نسفی مین ہی کہ ایک غلام نے اپنی آزادی کا دعوے کیا اور غلام کے گواہی پیش کرنے

سے قاضی نے اُس کی آزادی کا حکم دیا پھر غلام نے کہا کہ مین نے تو جھوٹ کہا تھا اور مین اس شخص کا غلام ہون تو اس صورت مین قضا باطل ہونیکی کوئی روایت نہین آئی ہے اور شیخ نے فرمایا کہ باطل نہونا چاہیے بخلاف اسکے کہ اگر ایک شخص نے دوسرے پر کسی قدر مال کا دعوی کیا اور قاضی نے گواہون کی گواہی پر مال کا حکم دیا پھر مدعی نے کہا کہ مین تو اپنے دعوی مین جھوٹا تھا تو قضا باطل ہو جائیگی۔ اور حکم قضا کے بعد اگر مدعی نے کہا کہ یہ مقضی یعنی مال مثلاً میری ملکیت نہین ہے تو قضا باطل نہوگی کیونکہ اب ملک نہونے سے نہین لازم آتا ہے کہ پہلے حکم قضا کے وقت بھی ملکیت نہو بخلاف اسکے کہ اگر کہا کہ کبھی میری ملک نہ تھا تو قضا باطل ہو جائیگی مقضی لہ یعنی جسکے واسطے فیصلہ ہوا ہے اگر اسنے کہا کہ جس چیز کا میرے واسطے فیصلہ کیا گیا ہے وہ میرے لیے حرام ہے اور کسی شخص کو حکم دیا کہ مقضی علیہ یعنی مدعا علیہ سے اسکو میرے واسطے خرید کرے تو اس سے حکم قضا باطل ہو جائیگا یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہے۔ ایک شخص نے گواہ قائم کیے کہ یہ مال معین بسبب خرید کے یا ارث کے میری ملکیت ہے پھر کہا کہ میری ملکیت ہرگز کبھی نہ تھا یا ہرگز کا لفظ نہ کہا تو اسکے گواہون کی گواہی مقبول نہ ہوگی اور حکم قضا باطل ہو جائیگا اور اگر یون کہا کہ میری ملکیت نہین ہے تو حکم باطل نہ ہوگا یہ خلاصہ مین لکھا ہے۔ قضا سے پہلے مشہود لہ نے اگر اپنے گواہون کی تکذیب کی اور انکو فاسق گردانا تو یہ امر مانع قضا ہے اور اگر بعد حکم قضا کے ایسا کیا تو موافق اشارات کتاب الاصل و جامع کے حکم قضا باطل ہوگا اور قاضی امام ابو علی نسفی فرماتے تھے کہ بعد حکم قضا کے اگر مشہود لہ نے اپنے گواہون کی تفسیق کی تو قضا باطل نہوگی اور اسکو بعض مشائخ نے گمان کیا کہ اصل اور جامع کے مخالف ہے اور یہ گمان غلط ہے کیونکہ جامع مین جو فاسق گردانا مذکور ہے اس سے یہ مراد ہے کہ وہ فسق بسبب گواہی جھوٹی دینے کے پیدا ہوا اور اس سے حکم قضا باطل ہو جائے گا اور مراد قاضی ابو علی رحمہ اللہ کی یہ ہے کہ اسے محض فاسق گردانا مثلاً یون کہا کہ یہ گواہ زانی ہین یا شراب خوار ہین تو اس سے قضا باطل نہوگی **قال المترجم** کیونکہ جائز ہے کہ بعد حکم قضا کے وہ لوگ ایسے ہو گئے ہون یا اس نے لغو کہا یہ ملتقط مین مذکور ہے۔ امام محمد رحمہ اللہ تعالی نے جامع مین فرمایا کہ اگر مدعی کے گواہ قائم کرنے سے قاضی نے کسی دار کا فیصلہ اسکے نام کر دیا پھر اسنے اقرار کیا کہ یہ فلان شخص کا دار ہے میرا اسمین کچھ حق نہین ہے اور فلان شخص نے اسکی تصدیق کی پھر مدعا علیہ نے اس سے کہا کہ اس اقرار سے تو نے اپنے گواہون کی تکذیب کی اور خطائے قاضی کا مقر ہوا تو اس صورت مین حکم قضا اپنے حال پر باقی رہیگا اور مدعا علیہ کو کوئی راہ نہ دار پر قبضہ کی ہے نہ مدعی پر۔ اور اگر اُسنے اسطرح اقرار کیا کہ بعد حکم قضا کے کہا کہ یہ گھر فلان شخص کا ہے اور کبھی میرا نہ تھا یا اُسکا اُلٹا کہا مثلاً یہ دار کبھی میرا نہ تھا اور فلان شخص کا ہے پس اگر اس فلان شخص نے اسکی تصدیق کی تو بہر صورت یہ دار مدعا علیہ کو واپس کرے اور فلان شخص کا اس مدعی پر کچھ نہوگا اور اگر اس فلان شخص نے اسکے اس اقرار کی کہ فلان شخص کا ہے تصدیق کی اور اسکی کہ کبھی میرا نہ تھا تکذیب کی مثلاً یون کہا کہ فی الواقع یہ دار اسی کا تھا مگر بعد فیصلہ کے اسنے مجھے ہبہ کیا اور مین نے اسپر قبضہ کر لیا تو اس صورت مین دار اس فلان شخص کو دیدیا جائیگا اور یہ حکم اس صورت مین ظاہر ہے کہ جب اسنے فلان شخص کے واسطے ہونے کا اقرار زبان سے نکالا پھر اپنی ملکیت

ف ۔ مقضی بہ یعنی جس چیز کا حکم دیا مقضی علیہ یعنی مدعا علیہ مشہود لہ جسکے لیے گواہی دی تفسیق یعنی فاسق گردانا ۱۲

نہ ہونے کی نفی کی کیونکہ اقرار کی صحت ظاہری کے بعد وہ بطلان کا مدعی ہے اور فلان شخص نے اُس کے بطلان اقرار کی تکذیب کی تو اُسکا اقرار باطل نہ ہوگا اور اِس صورت مین مدعا علیہ کو دار کی قیمت دیدیگا کیونکہ اُس کے زعم مین وہی دار کا مالک ٹھہرا مگر بسبب پہلے اقرار فلان شخص کے واسطے کر لینے کے اُس کے سپرد کرنے سے عاجز ہے تو اُس کی قیمت ادا کرے جیساکہ دار کے منہدم ہو جانے کی صورت مین قیمت دینی پڑتی۔ مگر دوسری صورت مین مشکل ہے کہ جب اُس نے پہلے اپنی ملکیت سے نفی کی اور اِس صورت مین چاہیے کہ اُس کا اقرار درست نہ ہو کیونکہ جب اُس نے پہلے نفی کی تو اپنے گواہون کو جھٹلایا کہ اُنھون نے اقرار و گواہی دی تھی کہ یہ دار فی الاصل اِسی کا ہے اور یہی اُسنے حکم قضا کے باطل ہونے کا اقرار کیا اور یہ کہ دار مدعا علیہ کی ملک ہے پھر جب اُس نے دوسرے کی ملکیت کا اقرار کیا تو اُس اقرار کے بعد ہوا پس چاہیے کہ صحیح نہ ہو ولیکن اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ یہ بوجہ تقدیم و تاخیر کے ہے اور تقدیم اقرار سے اُسکا کلام صحیح ہوتا ہے اور تقدیم و تاخیر شائع ہے لہذا ہم نے اُس کے کلام کی صحت کے واسطے اقرار کو مقدم رکھا کہ صحت کلام اصل ہے ولیکن یہ کہنا اُس کا کہ ولیکن یہ فلان شخص کا ہے کلام سابق سے موصول ہونا چاہیے کیونکہ کلام کی تقدیم و تاخیر مین بعض کو بعض سے ملا ہونا چاہیے۔ اور مشائخ نے فرمایا کہ فلان شخص نے جو اقرار کیا کہ اِس نے مجھکو ہبہ کیا اور مین نے اُسپر قبضہ کیا ہے یہ کلام ضروری ہے کہ بعد مجلس قضا کے واقع ہوا ہو تاکہ قاضی کو اُسکے ہبہ کی تصدیق کرنا ممکن ہوا اور اگر اُسی مجلس حکم مین ہو تو ظاہر ہے کہ اُس مین ہبہ اور قبضہ نہین واقع ہوا تو اُسکا اقرار صحیح نہ ہوگا اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ مدعی دار کی قیمت مدعا علیہ کو دیگا یہ قول امام محمدؒ کا ہے اور یہی پہلا قول امام ابو یوسف رح کا ہے اور بعضون نے کہا کہ یہی سب کا قول ہے۔ اگر مدعی نے کہا کہ یہ دار میرا نہین ہے یہ فلان شخص کا ہے پس یہ کہنا اور یون کہنا کہ یہ دار فلان شخص کا ہے میرا نہین کچھ حق نہین ہے دونون یکسان ہین کہ قاضی کا حکم باطل نہ ہوگا۔ جامع مین ہے کہ ایک شخص کے قبضہ مین ایک دار ہے اور دوسرا شخص آیا اور کہا کہ یہ دار میرے باپ کا تھا وہ مر گیا۔ اور اُس نے میرے واسطے میراث چھوڑا ہے اور اُس نے گواہ قائم کیے اور قاضی نے اُس کے لیے فیصلہ کر دیا اور پھر ایک شخص دوسرا آیا اور اُس نے دعوے کیا کہ یہ میرا دار ہے مین نے اِس کو اُس کے باپ کی زندگی مین اُس سے خریدا تھا اور اِس شخص نے اُس کی تصدیق کی تو دار مدعا علیہ کو واپس دیا جائے گا اور قضا باطل ہو جائیگی اور خریداری کے دعوے کرنے والے سے کہا جائیگا کہ تو مدعا علیہ پر اپنی دلیل و گواہ قائم کر کہ تو نے اُس کے باپ سے حالت زندگی مین خریدا تھا پھر اگر اُس نے اِس طرح گواہ پیش کیے تو اُس کے حق مین فیصلہ کیا جائیگا۔ ورنہ نہین یہ محیط مین لکھا ہے

گیارھوان باب عدوی[1] اور تسمیر اور ہجوم علی الخصوم کے بیان مین

قال المترجم ہر ایک لفظ کے معنی آگے اپنے موقع پر معلوم ہو جائینگے۔ اگر قاضی کے پاس ایک شخص آیا اور کسی شخص پر اپنے حق کا دعوی کیا اور قاضی کو نہین معلوم کہ یہ حق کہتا ہے یا باطل ہے پھر اُس نے عدوی چاہا یعنی قاضی سے طلب کیا کہ اُسکے خصم کو حاضر

[1] عدوی حاکم کا جانا یا سپاہی بھیجنا۔ تسمیر اسکی روپوشی پر اسکے دروازہ کو کیلون سے جڑ دینا ہجوم مُڈ بھیڑ کر گھیر لینا ۱۲ منہ۔

کرائے پس اس کی دو صورتین ہین ایک یہ کہ مدعا علیہ شہر مین ہو اور اُس مین بھی دو صورتین ہین اول یہ کہ مدعا علیہ مرد ہو تندرست یا عورت ہو تندرست ایسی کہ جو باہر نکلتی ہے اور لوگون سے ملتی ہے تو اس صورت مین قیاس یہ چاہتا ہے کہ عدوی نہ دے اور استحساناً عدوی دیگا۔ اور عدوی کی دو قسمین ہین ایک یہ کہ قاضی خود جاوے اور دوسری یہ کہ ایسے شخص کو بھیجے جو اُسکو حاضر کرے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونون صورتون پر خود عمل فرمایا ہے مگر ہمارے زمانہ مین قاضی خود نہ جائیگا اور دوسری صورت یہ ہے کہ مدعا علیہ شہر مین بیمار ہو یا عورت پردہ نشین ہو کہ جسکا نکلنا معہود نہین ہے تو قاضی اُنکے حاضر کرانے مین اُنکی التماس کو قبول نہ کریگا اور مشائخ کا باہم اختلاف ہے کہ کسقدر مرض مین قاضی اُسکو عدوی نہ دیگا بعضون نے کہا کہ ایسا ہو کہ خود بنفسہ حاضر نہو سکتا ہو اگرچہ سواری یا لوگون کے اُٹھا لانے سے بدون مرض کے زیادتی کے آسکتا ہو اور یہی قول ارفق اور اصح ہے پھر جب اُنکو حاضر نہ کرایا (یعنی مریض یا پردہ نشین کو ۱۲) تو کیا کرنا چاہیے تو اُس کی دو صورتین ہین اگر قاضی کو خلیفہ کرنے کی اجازت ہو تو خلیفہ کرکے دونون کی طرف بھیجدے کہ وہان مدعی و مدعا علیہ مین فیصلہ کردے اور اگر اُسکو خلیفہ کرنے کی اجازت نہ ہو تو اپنا ایک امین جو فقیہ ہو مع دو گواہون عادل کے بھیجدے تاکہ جو کچھ واقع ہو اُس کی شہادت قاضی کے سامنے گذرے کذا فی الذخیرہ اور ایسے دو گواہ بھیجے جو اُس مریض کو یا عورت کو پہچانتے ہون کذا فی المحیط اور قاضی کو چاہیے کہ جس وقت امین کو بھیجے تو اُس کو قسم لینے کی صورت اور کیفیت تبلادے تاکہ جب مدعا علیہ انکار کرے تو موافق رائے قاضی کے اُس سے قسم لے اور قسم لینے کی کیفیت مین لوگ مختلف ہین اسی واسطے بیان کردینا اور تبلادینا اُس کو چاہیے پھر جب یہ لوگ مدعا علیہ کے پاس گئے اور امین نے اُس کو دعوے کی خبر دی پس اگر اُس نے اقرار کیا تو اُسپر دو گواہ کرکے اُس سے کہے کہ اپنا وکیل ساتھ کرے کہ قاضی کی مجلس مین اُس کے سامنے گواہ اُس اقرار پر گواہی دین اور قاضی اُس کے وکیل کی حاضری پر فیصلہ کرے اور اگر مدعا علیہ نے انکار کیا تو مدعی سے یون کہے کہ تیرے پاس گواہ ہین اگر اُس نے کہا کہ ہان تو مدعا علیہ سے کہے کہ اپنا وکیل ساتھ کرے کہ اُسکے سامنے گواہ گواہی دین اور اگر اُسنے کہا کہ نہین تو امین مدعا علیہ سے حلف لیگا اگر اُسنے حلف کرلیا تو دونون گواہ قاضی کو خبر دینگے اور قاضی مدعی کو منع کریگا کہ دعوی نہ کرے جبتک کہ اُسکے پاس گواہ نہ ہون اور اگر اُسنے قسم کھانے سے تین مرتبہ انکار کیا تو امین اُس سے وکیل طلب کریگا کہ اُسکے سامنے گواہ قاضی کے سامنے گواہی دین کہ اُسنے قسم سے انکار کیا تو قاضی اُسکے انکار پر بحق مدعی فیصلہ کرے ایسا ہی خصاف نے ادب القاضی مین لکھا ہے۔ اور یہ اُس صورت مین تھا کہ مدعے علیہ اُسی شہر مین موجود ہے اور اگر شہر سے باہر ہو تو اُس کی بھی دو صورتین ہین اول یہ کہ شہر سے قریب ہو اور یہ صورت اور شہر مین ہونے کی صورت یکسان ہے کہ بمجرد دعوے سے استحساناً عدوی دیگا۔ اور اگر بعید ہو تو عدوی نہ دیگا۔ اور قریب اُسکو کہتے ہین کہ اگر اپنے اہل مین صبح کو موجود ہو پھر اُسکو یہ ممکن ہو کہ مجلس حکم مین حاضر ہوکر اپنے خصم کی جوابدہی کرکے اپنے اہل مین رات گذار سکے اور اگر اُسکو رات راہ مین گذرے تو بعید ہے یہ ذخیرہ مین لکھا ہے پھر اگر مسافت بعید ہو تو اُس وقت قاضی کیا کریگا اس مین مشائخ نے اختلاف کیا ہے بعضون نے کہا کہ مدعی کو اپنے دعوی کے موافق گواہ گذراننے کا حکم دیگا

اور یہ گواہی حکم قضا کے واسطے نہ ہوگی بلکہ حاضر کرانے کے واسطے کہ مدعی کا دعوی مع گواہ ہے اور ایسی گواہی مین ایسے گواہ کافی ہین جنکا حال مستور[1] ہو پھر جب اُسنے گواہ پیش کیے تو قاضی کسی آدمی کو حکم کریگا کہ مدعا علیہ کو حاضر کرے اور جب حاضر ہوا تو مدعی سے دوبارہ گواہی طلب کریگا اور جب گواہون کی عدالت ظاہر ہوئی تو اُسکے موافق فیصلہ کریگا اور بعضون نے کہا کہ مدعی سے قسم لے گا اور اگر اُسنے انکار کیا تو اپنے اجلاس سے اُٹھا دیگا اور اگر قسم کھا گیا تو کسی کو اُسکے خصم کے حاضر کرنے کا حکم دے گا اور اول اصح ہے اور یہی اکثر قاضیون کا مذہب ہے یہ شرح ادب القاضی مین لکھا ہی۔ اگر قاضی نے کسی کو مدعا علیہ کے حاضر لانے کو بھیجا اور اُسنے نہ پایا اور مدعی نے کہا کہ وہ روپوش ہو گیا اور اُس نے درخواست کی کہ اُسکے دروازے پر تسمیر اور ختم لگا دیجاوے یعنی میخون سے بند کر کے مہر کیجاوے تو قاضی اُس سے گواہ طلب کریگا کہ مدعا علیہ اپنے گھر مین ہے پس اگر اُس نے دو گواہ پیش کیے کہ اُنھون نے گواہی دی کہ وہ اپنے گھر مین ہے تو قاضی دریافت کریگا کہ تم نے کہان سے معلوم کیا پس اگر اُنھون نے کہا کہ ہم نے آج یا کل یا تین روز ہوئے جب دیکھا تھا تو قاضی اُنکی گواہی قبول کریگا اور اُسکے دروازہ پر میخین جڑ کر ختم کر دیگا کذا فی المحیط اور اُسکا گھر اُسکے حق مین قیدخانہ بنا دیگا اور اعلیٰ و اسفل سے راہ روک دیگا تاکہ تنگ ہو کر باہر نکلے یہ ظہیریہ مین لکھا ہی اور اگر گواہون نے گواہی زیادہ دنون کے دیکھنے کی دی تو قبول نہ کریگا اور تین روز سے بڑھکر زیادہ دنون مین شمار ہے اور شمس الائمہ حلوائی نے کہا کہ صحیح یہ ہے کہ یہ قاضی کی رائے پر ہے۔ اور اگر گواہون کی گواہی زیادہ دنون کی نکلی مگر تقادم[2] سوء حیلہ سے ہوا کہ مدعی دعوی نہ کر سکا کیونکہ اُس کا قرعہ پیچھے نکلا تھا مثلاً قاضی نے خصوم مین قرعہ ڈالا تھا کہ ہر ایک کو پیشی کا روز معلوم ہو جاوے اور اسکا قرعہ پیچھے نکلا تو قاضی گواہی کو قبول کریگا۔ پھر اگر چند روز گذر گئے اور تسمیر پر بھی مدعا علیہ نہ برآمد ہوا اور مدعی نے کہا کہ وہ نہ نکلیگا تو اُس کی طرف سے وکیل قائم کر دے کہ مین اُسکے سامنے گواہ پیش کرون تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالی نے فرمایا کہ قاضی ایک ایلچی دو گواہون کے ساتھ اُس کے دروازہ پر بھیجکر تین روز منادی کراویگا اور ہر روز تین بار کہہ اے فلان بن فلان تجھکو قاضی حکم دیتا ہے کہ اپنے خصم فلان بن فلان کے مقابل مین نکل اور کچہری مین حاضر ہو ورنہ مین تیری طرف سے ایک وکیل قائم کر کے اُسکے مواجہہ مین گواہی قبول کرونگا۔ پھر اگر اُسپر بھی وہ نہ برآمد ہوا تو قاضی اُسکی طرف سے وکیل مقرر کر کے اُس کے مقابلہ مین گواہی سماعت کر کے اُسپر حکم جاری کر دیگا۔ خصاف رح نے ذکر کیا کہ سوائے ابی یوسف رحمہ اللہ تعالی کے اور امام نے فرمایا کہ اُسکی طرف سے وکیل مقرر کرنا میری رائے نہین ہے اور خصاف رحمہ اللہ تعالی نے غیر ابو یوسف رحمہ اللہ تعالی کا نام نہ ذکر کیا پس بعض مشائخ نے کہا کہ مراد امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالے ہین کیونکہ امام محمد رحمہ اللہ تعالی سے امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالے کے موافق روایت ہے۔ اور امام ابو علی نسفی فرماتے تھے کہ بعض روایات نوادر مین مین نے دیکھا کہ امام اعظم رح سے بھی موافق قول امام ابو یوسف رح کے روایت ہے اور کبری مین ہے کہ اس مین سب کا اتفاق تھا کہ قاضی اُسکی طرف سے

---

[1] مستور جنکا حال مخفی ہے اور عدالت یا فسق اعلان نہین ہے ۱۲ منہ [2] تقادم زمانہ دراز گزر گیا اور عدم سماعت عارض ہوئی تسمیر دروازہ پر کیلین جڑ دینا قاضی کو شرعاً اختیار ہے کہ مدعا علیہ کی طرف سے وکیل کر کے اسپر بعد سماعت کے ڈگری کر دے ۱۲

وکیل مقرر کرکے اُسکے مقابلے مین سماعت کریگا اور خانیہ مین ہے کہ امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ اسیطرح اگر قاضی نے
کسی دوسرے قاضی کو کسی کے معاملہ مین خط لکھا اور اُس قاضی نے مخاصم پر قابو نہ پایا تو اُسکی طرف سے بھی وکیل مقرر
کریگا جیسا کہ ہم نے بیان کیا یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہے۔ نوادر ہشام مین ہے کہ مین نے امام محمد رح سے پوچھا کہ سلطان پر کسی
شخص کا کچھ حق آتا ہو اور وہ اُسکے ساتھ قاضی کے پاس نہین آتا ہے انھون نے مجھے خبر دی کہ امام ابو یوسف رح عدوی
دیتے تھے اور یہ قول اہل بصرہ کا ہے اور اُسکی صورت یہ ہے کہ قاضی ایک ایلچی اُسکی طرف بھیجے کہ جو اُسکے دروازہ پر پکارے کہ قاضی
کہتا ہے کہ حاضر ہونا قبول کرے اسی طرح چند روز پکارے پھر اگر وہ حاضر ہو گیا تو خیر ورنہ قاضی اُسکی طرف سے ایک وکیل مقرر
کرکے اُسکے روبرو فیصلہ کر دے۔ پھر مین نے پوچھا کہ تم بھی ایسا ہی کرتے ہو انھون نے فرمایا کہ ہان پھر مین نے کہا کہ یہ قضا
علی الغیب نہ ہوگی فرمایا کہ نہین اور امام ابو حنیفہ رح عدوی پر عمل نہین کرتے تھے یہ ذخیرہ مین لکھا ہے۔ واضح ہو کہ ہجوم
علی الخصوم یعنی جو مدعا علیہ مثلاً روپوش ہو جاوے اُسپر ہجوم کرکے اندر مکان سے گرفتار کر لینا قال فی الکتاب اور
اُسکی صورت یہ ہے کہ مثلاً زید کے عمرو پر کچھ روپیہ قرض ہین اور قرضدار اپنے مکان مین چھپ گیا اور یہ قاضی کو معلوم ہوا
تو اپنے دو امینون کو مع اپنی ایک جماعت پیادون کے اور کچھ عورتون کے اُس کے مکان کی طرف ناگاہ بھیجدے کہ
وہ اُسکے مکان پر ہجوم کرین اور پیادے دروازہ پر اور گرد پیش اور چھت کی راہ سب روک لین تاکہ وہ بھاگ نہ سکے
پھر بلا اجازت عورتین اُس کے گھر مین داخل ہون اور اُس کے گھر کی عورتون سے کہین کہ تم ایک گوشہ مین
ہو جاؤ پھر قاضی کے پیادے گھر مین داخل ہوکر سب تلاش کرین حتے کہ جب پاوین تو اُس کو نکال لین اور اگر اُنکو نہ ملا
تو عورتون سے کہین کہ تم تلاش کرو کیونکہ اکثر اوقات عورتون کے بھیس مین چھپ جاتا ہے پس یہ صورت ہجوم
علی الخصوم کی ہے۔ اگر مدعی نے قاضی سے یہ طلب کیا تو خصاف رح نے فرمایا کہ اسکے عمل مین لانے کی گنجائش
ہمارے صحاب کی طرف سے ہے اور بعضون نے کہا کہ مراد اس سے ابو یوسف قاضی ہین کہ وہ اپنے زمانہ مین ایسا ہی
کرتے تھے اور ہشام نے امام محمد رح سے بھی ایسا ہی روایت کیا ہے۔ اور اصل اس مسئلہ کی یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ
عنہ نے دو شخصون کے گھرون پر ہجوم کیا تھا کہ ایک قریشی تھا اور دوسرا ثقفی تھا اور وجہ یہ تھی کہ حضرت عمر رضی اللہ
عنہ کو خبر پہونچی تھی کہ ان دونون کے گھرون مین شراب ہے پھر فقط ایک کے گھر مین سے نکلی پس یہین سے ہمارے صحاب
نے نکالا ہے کہ اگر کسی مفسد سے یہ معلوم ہو کہ وہ امر معروف یا نہی منکر مین فساد کرتا ہے تو بلا اجازت اُسکے گھر پر ہجوم
کرنا اور بلا پکارے اُسکے گھر مین چلے جانا جائز ہے کچھ ڈر نہین ہے اور شمس الائمہ حلوائی نے ذکر کیا کہ ظاہر مذہب ہمارے
نزدیک یہ ہے کہ ہجوم قاضی کو جائز نہین ہے کذا فی المحیط۔ اگر قاضی نے مدعا علیہ کے حاضر کرنے کے واسطے مدعی کو
طین[۱] یا خاتم یا قرطاس کا ٹکڑا عنایت کیا تو جائز ہے یہ ذخیرہ مین لکھا ہے اور یہ حکم باہر شہر کے واسطے ہے اور شہر مین
لوگون کو بھیجے اور خصاف رح نے اسکے برعکس بیان کیا یہ خلاصہ مین لکھا ہے اور قاضی لوگ باہم مختلف ہین کہ بعضون نے
طین کو دینا اختیار کیا ہے اور بعضون نے خاتم کو اور بعضون نے قرطاس کے ٹکڑے کو۔ اور اگر قاضی نے اُس کو طین یا خاتم دیکر

[۱] طین گیلی مٹی یعنی مثلاً چھاپہ لگا دیا اور اس آسانی سے غرض یہ کہ فضول خرچ نہو جیسے طلبانہ مین زیر باری ہوتی ہے ۱۲ منہ

اور اُس کو مدعا علیہ کے پاس لے گیا اور اُس کو دکھلائی تو چاہیے کہ اُس وقت یہ کہے کہ یہ انگوٹھی فلان قاضی کی ہے کہ وہ تجھکو بلاتا ہے آیا تو اسے پہچانتا ہے اگر اُس نے کہا کہ ہان پہچانتا ہون ولیکن نہین حاضر ہوتا تو مدعی اُس پر دو گواہ کرے کہ وہ قاضی کے سامنے اُس کی سرکشی کی گواہی دیوین اور جب اُنھون نے گواہی دی تو قاضی ایسے شخص کو بھیجے جو اُس کو حاضر لاوے یا والی شہر سے اس باب مین استعانت طلب کرے اور اس شخص کی اُجرت مین مشائخ نے اختلاف کیا بعضون نے کہا کہ بیت المال مین سے دیجاوے اور بعضون نے کہا کہ مدعا علیہ متمرد کے ذمہ ہوگی کذا فی الذخیرہ اور یہی صحیح ہے یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہے۔ اور اُس شخص کا خرچ جسکو قاضی نے مدعا علیہ کے نکالنے کے واسطے اُسکے پیچھے لگا دیا ہے تو قاضی صدر الاسلام نے ذکر کیا کہ مدعا علیہ پر ہے اور یہی کو بعض قاضیون نے اختیار کیا اور بعض مشائخ نے کہا کہ مدعی کے ذمہ ہے اور یہی اصح ہے۔ پھر جب مدعا علیہ مجلس حکم مین حاضر ہوا تو اُسکی سرکشی کے گواہ پھر اُس کے سامنے سُنے گا اور اُسکی سرکشی اور بے ادبی کی سزا دیگا۔ اور اسیطرح اگر مدعا علیہ نے ابتدائً یہ کہا کہ مین حاضر ہونگا اور پھر نہ آیا تو بھی سزا دیگا مگر پہلی صورت سے کم پھر اس گواہی مین عادل ہونا شرط نہین ہے یعنی سرکشی کی گواہی مین اظہار عدالت شرط نہین ہے صرف مستور الحال ہونا کافی ہے اور یہ خصاف کا قول ہے اور امام اعظم رح سے روایت ہے کہ تعدیل شرط ہے اور ایسا ہی امام محمد رح سے مروی ہے کذا فی الذخیرہ۔ اور خانیہ مین ہے کہ اسی طرح اگر مدعی کے دیکھنے کے بعد مدعا علیہ خاموش ہوگیا اور کچھ جواب نہ دیا تو بھی اُسکا تعنت ظاہر ہونے سے یہی حکم ہے اور فتاوی عتابیہ مین ہے کہ جب حاضر ہو تو اُسکو مارنے یا قید کرنے کی سزا دیگا اور یہ قاضی کی رائے پر اُسکے حسب حال ہے۔ اور اگر قاضی نے ابتدائً مدعی سے کہا کہ طین امیر مسلمین کے پاس سے لیکر مدعا علیہ کو حاضر کرنے کی تدبیر کرے تو جائز ہے۔ اور فتاوی مین لکھا ہے کہ اگر کسی نے امیر کے دروازے سے اپنا مال حق لینا چاہا اور قاضی کی کچہری مین نہ حاضر ہوا تو اُسپر شرعًا کوئی قید نہین ہے وہ مطلق چھوڑا گیا ہے ولیکن اُسپر فتوی نہین ہے اور بعضے مشائخ نے فرمایا کہ اُسکو مطلق چھوڑ دیا جانا اُس صورت مین ہے کہ جب وہ پہلے قاضی کے پاس حاضر ہوا اور اپنا تمام حق قاضی کے ذریعہ سے حاصل نہ کر سکا ہو اور اگر پہلے سے اُسنے سلطان کے ذریعہ سے حاصل کرنا چاہا اور قاضی کے پاس نہ گیا تو اُسکو اسیطرح مطلق نہ چھوڑا جائیگا اور اسی پر فتوی ہے۔ اگر یہ شخص بادشاہی دربار مین حاضر ہوا اور چوبدار سے خواہش کی کہ اُسکے مدعا علیہ کو حاضر لاوے اور چوبدار نے مدعا علیہ سے رسم سے زیادہ لیا تو اس زیادتی کو مدعا علیہ مدعی سے لے سکتا ہے یا نہین اسکی دو صورتین ہین اگر مدعی پہلے قاضی کے پاس گیا اور اُسکے ذریعہ سے اپنا حق نہ لے سکا تو مدعا علیہ مدعی سے یہ زیادتی نہین لے سکتا ہے اور اگر پہلے قاضی کے پاس نہین گیا تو لے سکتا ہے۔ اگر قرضدار کسی مکان مین اجرت پر رہتا ہے اور قرضخواہ نے اُس سے مطالبہ کیا کہ قاضی کی کچہری مین چلے اور اُسنے انکار کیا تو ایسے مکان کی تسمیر مین مشائخ نے اختلاف کیا ہے اور صحیح یہ ہے کہ مسمر کر دیگا اور مجموع النوازل مین ہے کہ اگر کوئی شخص زوجہ کے مکان مین رہتا ہے اور اُس نے قاضی کی کچہری مین جانے سے انکار کیا تو دروازہ میخ بند[1] کر دیا جاویگا کیونکہ اس باب مین سکونت کا اعتبار ہے حتی کہ اگر معلوم

[1] میخ بند یعنی کُل میخ سے مسدود کر دے تاکہ وہ مجبور ہو اگرچہ زوجہ کا مکان ہے ۱۲ منہ

ہوجاوے کہ اُس نے اپنا اسباب وہان سے منتقل کرلیا تو تسمیر نہ کریگا۔ اور جامع صغیر مین ہے کہ ایک مکان چند شریکون مین مشترک تھا اور کسی شخص نے ایک شریک پر دعوی کیا پھر مدعی نے استغاثہ کیا یہان تک کہ سلطان نے اُس کے دار کے دروازہ کی تسمیر کردی تو ابوالقاسم صفار رح نے فرمایا کہ اگر باقی شریک استغاثہ کرین کہ دروازے سے مسمار دور کردیجاوین تو دور کردیجاوینگی کیونکہ مشترک مکان مین ایک کی وجہ سے ایسا ہونا انصاف سے بعید ہے اور خانیہ مین لکھا ہے کہ اگر ایسے لڑکے پر جو تصرف سے باز رکھا گیا ہے کسی حق کا دعوی کیا پس اگر اُس کے پاس دعوے کے گواہ ہون تو قاضی اُسکو حاضر نہ کرائیگا کذا فی التاتارخانیہ

بارھوان باب کن صورتون مین قاضی اپنے علم پر فیصلہ کردیگا اور کن صورتون مین اپنی دانستگی پر فیصلہ نہ کریگا اور دو گواہون کی گواہی سے کم پر فیصلہ کردینے کا بیان۔ اگر قاضی نے ایک حادثہ کو جو اسی شہر مین جس مین وہ قاضی ہے واقع ہونا معلوم کیا اور وہ اُسوقت قاضی تھا اور خود اس سے واقف ہوا پھر وہ قاضی ہنوز وہان کا تھا کہ وہ حادثہ اس کے سامنے پیش ہوا تو حقوق[1] العباد مین قیاسًا و استحسانًا اپنے علم پر فیصلہ کردیگا۔ واضح ہو کہ امام ابوجعفر رح نے اس مسئلہ مین ذکر کیا ہے کہ قاضی کو اُسکا علم حالت قاضی ہونے مین اور مجلس قضا مین ہووے اور خصاف رح نے ذکر کیا ہے کہ خواہ مجلس قضا مین ہو یا غیر مجلس قضا مین ہو یہ محیط مین لکھا ہے۔ اور جو حدود خالص اللہ تعالی کے واسطے ہین جیسے حد زنا و سرقہ ایمین قیاس چاہتا ہے کہ اپنے علم پر حکم کرے مگر استحسانًا حکم نہ کریگا اور شرح طحاوی مین ہے کہ فقط چوری مین اُس کو چاہیے کہ مال کا حکم دیوے اور ہاتھ کاٹنے کا حکم نہ دیوے یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہے۔ اور قصاص اور حد القذف مین اپنے علم پر فیصلہ کرے کذا فی الخلاصہ اگر کوئی مست اُس کے پاس لایا گیا تو اُس کو تعزیر دے کیونکہ اُس مین آثار نشہ کے پائے جانے سے تہمت ہے اور اس سزا سے حد نہ ہوگی اور اگر اُسکو کسی حادثہ کا علم ہوا اور وہ اسوقت تک قاضی نہ تھا پھر قاضی ہوا اور قاضی ہونے کی حالت مین وہی حادثہ اُس کے پاس پیش ہوا تو امام اعظم رح کے قول پر اس علم پر فیصلہ نہ کرے گا اور امام محمد و ابو یوسف رح کے قول پر اسی علم پر فیصلہ کرے گا اور امام محمد رح سے مروی ہے کہ انھون نے امام ابو حنیفہ رح کے قول کی طرف رجوع کر لیا۔ اور اگر وہ کسی حادثہ سے واقف ہوا اور قاضی بھی تھا مگر یہ حادثہ ایسے شہر مین تھا کہ جس مین یہ قاضی نہین ہے پھر اُسی شہر مین آیا جسمین یہ قاضی ہے اور اسکے سامنے پیش ہوا تو اپنے علم پر فیصلہ کرنے مین اس مین بھی وہی اختلاف گذشتہ ہے۔ اور اگر کسی حادثہ سے واقف ہوا اور قاضی بھی تھا ولیکن یہ حادثہ اُس شہر کے سواد[2] مین واقع ہوا جس مین یہ قاضی ہے اور اُس کے پاس پھر وہ حادثہ اگر شہر مین پیش ہوا تو صاحبین کے قول کے موافق اپنے علم پر فیصلہ کردیگا ولیکن امام اعظم رحمہ اللہ تعالی کے قول پر مشائخ نے اختلاف کیا ہے بعضون نے کہا کہ اگر وہ قاضی فقط شہر کا ہے تو اس علم پر حکم اس حادثہ کا سواد شہر مین نہین دیسکتا ہے اور اگر شہر اور سواد دونون کا قاضی ہے تو فیصلہ کرسکتا ہے۔ اور یہ اُس مذہب پر ہوسکتا ہے کہ شرط[3] نفاذ قضا مین شہر ہے

---

[1] حقوق العباد خواہ مال ہون یا دیگر مانند نکاح و طلاق وغیرہ کے ۱۲ م [2] سواد یعنی پرگنہ و دیہات ۱۲ م [3] مذہب معروف یہ ہے کہ قاضی کا حکم قضاء نافذ ہونیکے لیے شہر ہونا شرط ہے اور بعض کے نزدیک یہ شرط نہین ہے ۱۲ منہ

شہر نہین ہے اور یہ امام ابو یوسف رح سے مروی ہے۔ اور بعض مشائخ نے کہا کہ اگرچہ وہ قاضی سواد بھی ہوتا ہم اس علم پر فیصلہ نہین کر سکتا ہے اور مرجع اس قول کا اس پر ہے کہ نفاذ قضا کے واسطے شہر شرط ہے اور یہی ظاہر الروایہ ہے اور منتقی مین ہے کہ قاضی اگر کسی وجہ سے باہر شہر کے نکلا تھا اور اسی حال مین اُس نے کسی حادثہ کو سُنا اور جانا تو اس بنا پر حکم نہ دیگا مگر جبکہ وہ عیدین کے واسطے نکلا ہو تو حکم دے سکتا ہے گویا اُس نے مجلس قضا مین سُنا ہے اور یہ امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ و زفر رح کے قیاس پر ہے اگر اُس نے قاضی ہونے کی حالت مین کسی حادثہ سے وقوف پایا پھر وہ قضا سے معزول ہو گیا پھر اُسکے بعد قاضی ہو گیا تو اُسی علم سابق پر فیصلہ کریگا یا نہین پس صاحبین کے نزدیک فیصلہ کریگا اور امام اعظم رح کے نزدیک نہین۔ اور نوادر ابن سماعہ مین امام محمد رح سے روایت ہے کہ ایک حاکم کو خبر ملی کہ فلان شخص نے اپنا غلام آزاد کر دیا یا فلان شخص نے اپنی عورت کو تین مرتبہ طلاق دی پس اگر یہ خبر اُس کو دو عادل مخبرون نے دی ہے تو چاہیے کہ اس امر مین کمال کوشش کرے اور مراد یہ ہے کہ اس خبر کی تفتیش کرے کہ فلان شخص نے آزاد کیا مگر غلام سے خدمت غلامی لیتا ہے یا اُس نے عورت کو طلاق دی مگر تین طلاق کے بعد بھی جدا نہین ہوتا ہے اور اگر خبر دینے والا ایک شخص عادل ہو اور اُس کی رائے مین غالباً وہ سچا ہو تو بھی اُسکو طلب کرنا افضل ہے اور اگر اُس نے تفتیش و طلب نہ کی تو مجھے امید ہے کہ اُسکے لیے گنجائش ہے کذا فی المحیط

تیرھوان باب۔ اُن چیزون کے احکام مین کہ قاضی نے اپنی کچہری کے دفتر مین کچھ ایسی تحریر پائی کہ اسے یاد نہین ہے یا اپنے فیصلہ کو بھول گیا یا گواہ اپنی گواہی کو لکھا دیکھتا ہے مگر اُسکو یاد نہین ہے۔ اگر قاضی نے کوئی فیصلہ کیا اور اُس پر ایک زمانہ گذر گیا پھر مدعی یا جس کے حق کی ڈگری ہوئی ہے اُس کو اُس فیصلہ کی ضرورت ہوئی پھر دو گواہون نے قاضی کے سامنے اُسکی گواہی دی کہ تو نے اس شخص کے واسطے فلان شخص پر اتنے مال کا حکم دیا ہے اور قاضی کو یہ فیصلہ یاد نہین ہے تو امام اعظم رح نے فرمایا کہ قاضی اس گواہی کو قبول نہ کریگا اور سوائے اپنے حفظ کے کسی پر فیصلہ نہ کریگا اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ پہلے قائل تھے کہ قبول کریگا پھر رجوع کر کے کہتے تھے کہ نہین قبول کریگا اور اسپر سب کا اجماع ہے کہ اگر اُنھون نے مقضی علیہ کو یعنی جسپر فیصلہ کا حکم دیا گیا ہے نہ بیان کیا تو قاضی قبول نہ کریگا یہ منتقط مین لکھا ہے اگر قاضی نے گواہون کی گواہی کسی خریطہ مین جسپر قاضی کی مُہر لگی ہوئی تھی اپنے خط سے یا اپنے کاتب کے خط سے لکھی ہوئی پائی مگر اُسکو یہ گواہی یاد نہین ہے تو امام اعظم رح کے نزدیک اسپر فیصلہ نہ کریگا اور صاحبین کے نزدیک فیصلہ کر دیگا اور اسی طرح اگر قاضی نے کوئی قبالہ کسی خریطہ مین پایا اور خریطہ پر قاضی کی مُہر ہے اور قبالہ اُسکے یا اُس کے نائب کی تحریر سے ہے تو وہ قبالہ قابل عمل و درآمد امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک نہین ہے اور صاحبین کے نزدیک عمل درآمد ہو گا کذا فی المحیط ایک شخص قاضی کے پاس بڑھکر آیا اور دوسرے شخص کو ساتھ لایا اور کہا کہ تو نے میرے حق مین اسقدر مال یا زمین یا کسی حق کا اس شخص پر فیصلہ کیا تھا اور قاضی کو یاد نہ آیا پھر اُس نے چند گواہ عادل قائم کیے کہ قاضی نے بروقت فیصلہ ان گواہون کو گواہ کر لیا تھا کہ اس شخص کے لیے اس مدعی کا فیصلہ اس شخص پر جو اس کے ساتھ موجود ہے نافذ کیا جاتا ہے تو قاضی اس فیصلہ کو نافذ نہ کریگا اور نہ حکم دیگا اور یہ امام ابو یوسف رح

کے نزدیک ہے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے۔ اگر گواہ نے اپنی گواہی اپنے خط سے لکھی ہوئی پائی اور اُسکو حادثہ یاد نہین ہے تو عامہ مشائخ کے نزدیک اس صورت مین اختلاف مذکورہ جاری ہی اور یہی ظاہر ہی اور شمس الائمہ سرخسی نے ذکر کیا کہ امام ابو حنیفہ رح اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک گواہی دینا جائز نہین ہے اور امام محمد رحمہ اللہ تعالے کے نزدیک گواہی نہین دے سکتا ہے۔ اور جامع الفتاوے مین ہی کہ بالاجماع گواہی دے سکتا ہے اور ولوالجیہ مین ہے کہ صحیح یہ ہے کہ امام ابو یوسف رح اس مسئلہ مین امام اعظم رح کے ساتھ ہین اور امام محمد رح مخالف ہین اور نوازل مین ہی کہ ایک شخص کسی شخص کے اقرار پر گواہ تھا اور کہتا تھا کہ مین اپنا خط پہچانتا ہون اور اُس شخص کو پہچانتا ہون فقط مجھے وقت اور مکان یاد نہین ہے تو ابو القاسم رحمہ اللہ تعالی نے فرمایا کہ جب اُس کو معلوم ہی کہ مین اسپر گواہ ہون اور مقر کو پہچانتا ہے تو وہ گواہی دیوے۔ اور جامع الفتاوے مین ہی کہ اگر وہ شخص بے پڑھا ہوا ہو اور اُسکو لکھکر دیدیا گیا تو جب تک یاد نہ کرے گواہی دینا جائز نہین ہے اور اسی جنس سے اخبار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روایت بھی ہے کہ مثلاً ایک شخص نے اپنا سماع شیخ سے لکھا ہوا پایا مگر اُسکو یاد نہین ہے تو امام اعظم رحمہ اللہ تعالی کے نزدیک اُسکو حلال نہین ہے کہ روایت کرے اور صاحبین کے نزدیک اُسکو روایت کرنا جائز ہے پس امام اعظم رحمہ اللہ تعالی کے نزدیک روایت کی شرط یہ ہے کہ سُننے کے وقت سے ادا کرنے کے وقت تک اُسکو حدیث یاد ہو اور صاحبین کے نزدیک یاد ہونا شرط نہین ہے یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی۔ خصاف رحمہ اللہ تعالی نے ذکر کیا کہ امام محمد رحمہ اللہ تعالی نے فرمایا کہ اگر کسی شخص کا محضر قاضی کی کچہری سے جاتا رہا اور اُس مین اُسکے کسی حق کے بارہ مین اُسکے گواہون کی گواہیان تھین اور قاضی کو یاد نہین ہے پھر اُسکے دو کاتبون نے گواہی دی کہ قاضی نے گواہون کی گواہی پر فیصلہ کیا ہی تو یہ مقبول نہین ہے اور اس صورت مین اور دوسری صورت مین فرق ہی کہ اگر کسی شخص کا قبالہ کچہری مین سے جاتا رہا اور اُسکے دو کاتبون نے گواہی دی کہ قاضی نے اُسکو امضا[ا] کیا ہے تو یہ مقبول ہے۔ اور اسی طرح اگر کسی شخص نے دوسرے کے واسطے کچھ اقرار کیا پھر دو کاتبون نے گواہی دی کہ اس شخص نے تیرے پاس اُس شخص کے واسطے اسقدر مال کا اقرار کیا ہی اور ہم نے سُنا ہی تو گواہی قاضی مقبول کرکے فیصلہ کردیگا۔ اگر اس قاضی کی جگہ پہلے دوسرا قاضی تھا اور اُسکی کچہری مین کچھ اقرار یا گواہیان موجود تھین تو انمین سے کسی پر عمل نہ کریگا حتے کہ از سر نو مقدمہ اُسکے سامنے پیش کرین یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اور اجماع ہی کہ جو کچھ اُسکو پہلے قاضی کی کچہری مین گواہیان وغیرہ ملین اُنپر عمل نہ کریگا اگرچہ مہری ہون یہ بزازیہ مین لکھا ہی۔ اگر کوئی قاضی معزول کیا گیا پھر اُسی عہدہ پر مقرر کیا گیا تو بالاجماع یہ بات ہی کہ اگر اسکو اپنے پہلے دیوان کی گواہیان یا حقوق یاد نہون تو اُنپر فیصلہ نہ کرے اور اگر یاد بھی ہون جب بھی امام اعظم رحمہ اللہ تعالی کے نزدیک یہی حکم ہے اور صاحبین رحمہا اللہ تعالی کا اس مین اختلاف ہے لیکن اگر کسی شخص کے حق کے دعوے پر گواہ اُسکے سامنے قائم ہوے اور حکم دینے سے پہلے وہ معزول ہو گیا پھر وہ قاضی ہو گیا اور اُسکے سامنے وہی مقدمہ پیش ہوا تو مدعی کو دوبارہ گواہ پیش کرنے کی تاکید کیجاویگی اگرچہ اُسکو یاد ہو یا نہ یاد ہو یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے

[ا] امضاء یعنی جاری دنافذ کیا ہے پھر اسکے بعد گم ہو گیا ۱۲

چودھوان باب اس بیان مین کہ قاضی نے کسی مقدمہ مین حکم دیا پھر اسکو اس حکم سے رجوع کرلینا ظاہر ہوا اور ناحق قضا واقع ہونے کے بیان مین۔ اگر قاضی نے کسی مقدمہ مین کچھ حکم دیا پھر اُسکو معلوم ہوا کہ اس سے رجوع کرنا چاہیے پس اگر اس سے حکم مین ایسی خطا واقع ہوئی کہ جس حکم مین فقہا کا اختلاف نہین ہے بلکہ سب کے نزدیک خطا ہے (یعنے بالاتفاق ناالف ہے) تو اس حکم کو لامحالہ رد کردے اور اگر اس مین فقہا کا اختلاف ہو تو اُسکو لامحالہ جاری کردے اور اس رائے کو آیندہ مقدمات مین نافذ کرے یہ ملتقط مین ہے۔ واضح ہو کہ ایک رائے سے پھر کر دوسری اختیار کرنا ایسی صورتون مین جنمین اجتہاد کیا گیا ہو جائز ہے اگر قضاے قاضی خلاف واقع جاری ہوئی تو دو حال سے خالی نہین ہے یا تو اس سے حکم قضا مین خطا واقع ہوئی اور یا اس نے عمداً ظلم کی راہ سے خطا کی اور اُسکا اقرار کردیا پس اگر اُس نے خطا کی اور اُسکی دو صورتین ہین ایک یہ کہ خطا حقوق اللہ تعالیٰ مین واقع ہوئی یا یہ کہ خطا حقوق العباد مین واقع ہوئی پس اگر اُسنے حقوق العباد مین خطا کی اور اُس کا تدارک ورد ممکن ہے مثلاً کسی کے واسطے مال کا یا طلاق یا عتاق کا حکم دیدیا پھر خطا ظاہر ہوئی اس طرح کہ یہ معلوم ہوا کہ گواہ غلام ہین یا کفار ہین یا محدود القذف ہین تو اس صورت مین قضا باطل ہو جائیگی یعنے لینے والے سے مال واپس لایا جائیگا اور عورت اُسکے شوہر کو واپس ملیگی اور غلام پھر مملوک ہو جائیگا۔ اور اگر اُسکا تدارک ممکن نہو مثلاً کسی کے قصاص کا حکم دیدیا اور وہ پورا ہوگیا تو اُسکے عوض مقضی لہ یعنی جسکے واسطے فیصلہ دیا گیا ہے قتل نہ کیا جائیگا اگرچہ بالیقین معلوم ہوگیا کہ وہ ناحق قتل ہوا ہے اور یہی قضاے صوری ایک شبہہ[1] ہے جو وجوب قصاص سے مانع ہے و لیکن دیت واجب ہوگی کہ مقضی لہ سے دلائی جاویگی اور یہ سب حکم اسوقت ہے کہ جب قاضی کی خطا بیچی گواہی یا مقضی لہ کے اقرار سے ثابت ہوا اور اگر خود قاضی کے اقرار سے ثابت ہو تو مقضی لہ کے حق مین اسکا اثر ظاہر نہوگا اور نہ اسکے حق مین قضا باطل ہوگی جیسے شاہد مین ہوتا ہے کہ اگر اُسنے اپنی گواہی سے رجوع کیا تو مقضی لہ کے حق مین مضر نہین ہوتی کہ قضا باطل نہوگی و لیکن خود گواہ ضامن ہوگا اسیطرح یہان بھی یہی حکم ہوگا اور اگر قاضی کی خطا حقوق اللہ تعالیٰ مین واقع ہوئی مثلاً حد زنا یا چوری یا شراب خواری کا حکم دیدیا اور رجم کرنا یا ہاتھ کاٹنا یا حد مارنے کا حکم پورا ہوگیا پھر معلوم ہوا کہ گواہ غلام تھے یا کفار یا محدود القذف تھے تو اسکی ضمانت بیت المال سے ہوگی اور اگر قاضی نے عمداً ظلم کی راہ سے خلاف کیا اور اقرار کیا تو ان سب صورتون مین جو مذکور ہوئی ہین اُسکے مال سے ضمانت دلائی جائیگی اور چونکہ اُسنے جرم عظیم کیا ہے اسواسطے اسکو تعزیر دیجاویگی اور عہدۂ قضا سے معزول[2] کیا جاوے گا کذا فی المحیط

پندرھوان باب قاضی کے اقوال بیچ اور ان افعال مین جو قاضی کو کرنا چاہیے ہین اور جو نہ کرنا چاہیے ہین۔ ابن سماعہ نے امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت کی ہے کہ قاضی کو یہ کہنا جائز نہین ہے کہ فلان شخص نے میرے سامنے ایسا اقرار کیا ہے مثلاً قتل نفس یا مال یا طلاق کا تاکہ قاضی اس اقرار سے اُسپر حکم جاری کرے جب تک کہ

[1] شبہہ یعنی شبہہ کی وجہ سے بالاتفاق حد ساقط کی جاتی ہے تو یہی حکم قضا ایسا شبہہ ضرور ہے جس سے حد ساقط ہوگی یعنی مدعی سے قصاص نہ لیا جاویگا ۱۲

[2] کتاب مین فرمایا کہ اسمین اشارہ ہے کہ فاسق ہو جانے سے خود معزول نہین ہوتا جبتک معزول نہ کیا جاوے ۱۲ منہ

قاضی کے ساتھ کوئی گواہ عادل نہو اور یہی امام نے فرمایا کہ مین قاضی کے اس کہنے سے کہ زید نے میرے سامنے ایسا اقرار کیا ہو زید پر یا کوئی ہو حد جاری نہ کرونگا جبتک کہ اُسکے ساتھ ایک گواہ عادل نہو پھر جب قاضی میرے نزدیک عادل ہو اور اسکے ساتھ کا گواہ بھی عادل ہو تو مجھے حد قائم کرنی چاہیے اور اگر وہ دونون[1] غیر عادل ہون تو اُنکے قول کی تصدیق نہوگی اور اگر اسی حکم دینے والے نے خود ہی اسکے ہاتھ کاٹنے کا بھی تولیہ اختیار کیا بسبب اُسی اقرار کے جو اسکے زعم مین حکم کا سزاوار ہو تو قیاس یہ چاہتا ہو کہ مین بھی اسکے ہاتھ کاٹنے کے قصاص کا حکم دون لیکن مین اس سے اس شبہہ پر دفع کرتا ہون کہ فقہا کا اس باب مین اختلاف ہو کہ قاضی کا یہ قول کہ فلان شخص نے میرے سامنے اقرار کیا آیا اُسپر نافذ ہو یا نہین اور یہی امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اسکی دیت مین قاضی کے مال سے دلواؤن گا ہکذا ذکر ابن سماعہ عن محمد رحمہ اللہ تعالیٰ جاننا چاہیے کہ قاضی کا کسی شخص کے کچھ اقرار سے خبر دینا اس سے خالی نہین کہ یا ایسی چیز سے اقرار کی خبر ہو کہ جس سے رجوع درست ہے مثلاً حد زنا و سرقہ و شراب خواری مین اور ایسی وجہون مین بالاجماع قاضی کا قول مقبول نہ ہوگا اور یا ایسی چیز سے اقرار کی خبر ہو کہ جس سے رجوع نہین صحیح ہوتا ہو جیسے قصاص اور حد قذف اور باقی حقوق عباد اور ایسی صورتون مین ظاہر روایات مین اسکا قول مقبول ہوگا اور ابن سماعہ نے امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت کیا کہ نہین مقبول ہوگا۔ اور شمس الائمہ حلوانی نے بیان کیا کہ ظاہر روایات مین امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ اور امام ابو یوسف رح اور پہلا قول امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کا مذکور ہو اور ابن سماعہ کی روایت مین امام محمد کا پچھلا قول ہو اور ابن سماعہ کے بعض نسخون مین ہو کہ اسکا قول مقبول نہ ہوگا اور یہ حکم مطلقاً ہو اور بعض نسخون مین قید کے ساتھ ہو یعنی اُسکا قول مقبول نہوگا تا وقتیکہ اسکے ساتھ دوسرا گواہ عادل نہو اور یہی نسخہ صحیح ہے اور ہمارے زمانہ مین بہت سے مشائخ نے اسی روایت کو اختیار کیا ہو اور بعضے مشائخ نے امام محمد رح کا اس سے رجوع کرنا ذکر کیا ہو۔ اور امام ابو منصور ماتریدی نے اس مسئلہ کی چند صورتین کی ہین کہ اگر قاضی عالم و عادل ہو تو اسکا قول مقبول ہوگا اور اگر عادل غیر عالم ہو تو اس سے استفسار کیا جاویگا اگر اس نے اچھی طرح اسکو بیان کیا ہو تو اسکا قول مقبول ہوگا اور اگر فاسق جاہل ہو یا فاسق غیر جاہل ہو تو اسکا قول مقبول نہوگا مگر اس صورت مین مقبول ہوگا کہ معائن[2] سبب بھی ہو۔ اور بعضے مشائخ نے اس سے انکار کیا اور کہا کہ باوجود جہل یا فسق کے اُسکا قول بالکل مقبول نہوگا۔ یہ سب جو مذکور ہوا وہ صورت یہ ہو کہ قاضی اقرار سے ثبوت حق کے ساتھ خبر دے اور اگر گواہی اور دلیل سے ثبوت حق کی خبر دی مثلاً یون کہا کہ میرے پاس اسکے گواہ قائم ہوے اور انکی تعدیل ہوئی اور مین نے انکی گواہی قبول کی تو یہ قول اسکا مقبول ہوگا اور وہ اسکے موافق حکم کرسکتا ہو اور یہ سب صورتین اسوقت ہین کہ جب قاضی نے اپنے قاضی ہونے کی حالت مین خبر دی ہو اور اگر اسنے اپنے معزول ہو جانیکے بعد خبر دی مثلاً یہ صورت واقع ہوئی کہ ایک شخص آیا اور اسنے فی الحال جو قاضی ہو اسکے پاس نالش کی کہ فلان قاضی معزول نے میرا اس قدر مال فلان شخص کو لیکر ناحق دلا دیا ہو یا یہ دعوی کیا کہ اس نے

[1] یہ مسئلہ مشعر ہو کہ عادل ہونا قاضی کی شرط نہین ہو ۱۲ م [2] معائن یعنی سبب حکم خود معائنہ کیا ہو یا سبب بالفعل معائنہ ہو ۱۲

قضا کے زمانہ مین فلان شخص کو قتل کیا اور بلا حق قصاص تھا اور قاضی معزول نے کہا کہ مین نے کیا ہو اور مین نے
اسکے اقرار یا گواہی پر ایسا حکم دیا ہو تو روایۃ ابن سماعہ کے موافق جب اُسکا قول قاضی ہونیکی حالت مین مقبول نہ تھا
تو معزولی کی حالت مین بدرجۂ اولی مقبول نہوگا ولیکن بروایات ظاہرہ کے موافق مسئلہ کی دو صورتین ہین کہ اگر وہ مال
معین جسمین دعوی ہو قائم ہو یا تلف ہوگیا ہو اور ان دونون صورتون مین قاضی پر ضمان نہین ہو۔ اور اسی طرح اگر
قاضی معزول نے کہا کہ تجھپر مین نے فلان شخص کے ہزار درم کا حکم دیا اور تجھ سے لیکر اُسکو دیدیے اور یہ جب مین
قاضی تھا واقع ہوا اور اُس شخص نے کہا کہ نہین بلکہ بعد معزولی کے تو نے ظلم کی راہ سے لیے تو روایات ظاہرہ کے
موافق قاضی کا قول معتبر ہوگا اور اسمین تفصیل ہو کہ آیا یہ چیز معین اُس شخص سے جسکے قبضہ مین ہو لیجاویگی یا نہین پس اگر
وہ چیز بعینہ قائم ہو اور صاحب قبضہ کہتا ہو کہ یہ چیز اصل مین میری ہو مین نے اس شخص سے نہین لی ہو اور نہ قاضی
معزول نے میرے لیے اسکا فیصلہ کیا ہو تو اسکے قبضہ سے نہ لیجاویگی۔ اور اگر وہ کہتا ہو کہ یہ چیز میری اسلیے ہے کہ قاضی
معزول نے (بوقت قاضی ہونے کے) میرے حق مین اسکو لے لینے کا اس شخص سے حکم دیا ہو جب قاضی تھا تو وہ شے اس سے لیجاویگی اور
مقضی علیہ کو دیدیجاویگی ادب القاضی مین لکھا ہو کہ قاضی کو جائز ہو کہ یتیمون کا مال قرض دیوے اور یہ ہمارا مذہب ہے
کذا فی المحیط اور واجب ہو کہ ثقہ لوگون کو قرض دیوے اور ثقاہت کے واسطے دو چیزین شرط ہین ایک تو توانگری اور لوگون
کے معاملہ سے اچھی طرح صاف ہوجانا اور یہ کہ جھگڑالو نہو اور بعضے مشائخ نے ایک تیسری شرط لگائی کہ وہ شہر کا
رہنے والا ہو اور اسکے رہنے کا مکان ہو اور مسافر نہو کہ حجرہ مین رہتا ہو اگرچہ اسکے پاس مال بہت ہو۔ اور
کتاب الاقضیہ مین مذکور ہو کہ قاضی اسوقت قرض دینے کا اختیار رکھتا ہو کہ جب ایسی چیزین دستیاب نہون جس سے
یتیم کے حق مین کمائی حاصل ہووے اور اگر ایسی چیزین دستیاب ہوئین اور انکی خریداری ممکن ہوئی تو قرض نہین
دیسکتا ہو بلکہ خریداری متعین ہوگی اور ایسا ہی امام محمد رحمہ اللہ تعالی سے مروی ہو اور اسی طرح اگر کوئی ایسا
شخص ملا کہ جسکے پاس اس کا مال مضاربت کے طور پر دیا جاوے تب بھی قرض دیوے اور ہشام نے ذکر کیا ہو
کہ ہم لوگون نے امام محمدؒ کے پاس یہ ذکر کیا کہ اگر قاضی کے پاس بہت سا مال یتیمون کا جمع ہوگیا تو قاضی کو ضمانت
مین دینا افضل ہو یا ودیعت رکھنا افضل ہو تو انھون نے ہم کو خبر دی کہ امام ابو حنیفہ اور ابن ابی لیلے اور ابو یوسفؒ
کی یہ رائے تھی کہ ضمانت مین سپرد کرے اور ایسا ہی امام محمدؒ کا قول ہو کہ جب اُسنے ضمانت مین دیا تو زندگی اور
موت دونون مین ادا ہوسکتا ہو کذا فی الذخیرہ۔ اور قاضی کو جائز نہین ہو کہ اپنے واسطے قرض لیوے اور فتاوے
عتابیہ مین ہو اور نہ اپنے واسطے خریدے اور یہی روایت کیا گیا ہو کہ اگر اسمین بہتری ہو تو جائز ہو اور منتقی مین ہو کہ اگر کسی
قاضی نے یتیم کا مال خود فروخت کیا یا ودیعت مین دیا یا اسکی دانستگی مین اُسکے امین نے کسی کے ہاتھ فروخت کیا
پھر یہ قاضی مر گیا اور بجاے اسکے دوسرا مقرر ہوا اور اُسکے سامنے چند لوگون نے گواہی دی کہ ہم نے پہلے قاضی کو کہتے
سنا کہ مین نے فلان یتیم کا مال فلان شخص کے پاس ودیعت رکھا یا فلان شخص کے ہاتھ اتنے کو فروخت کیا ہو اور
وہ فلان شخص اس سے انکار کرتا ہو تو دوسرا قاضی اس گواہی کو مقبول کریگا اور مشتری یا مستودع کو ماخوذ کریگا

اگرچہ پہلے قاضی نے اس حکم پر انکو گواہ نہ کر لیا ہو مختصر خواہرزادہ مین ہے کہ اگر قاضی نے یتیم کا مال کسی تاجر کو دیا اور اسنے انکار کیا تو مال کا حکم اُسپر جاری کر دے اور قاضی کی اُسپر تصدیق کیجاویگی اور اسیطرح اگر مال میت کسی کے ہاتھ فروخت کیا اور اسنے انکار کیا تو قضاءً اُسپر بیع پوری کر دے۔ اور اگر قاضی نے یتیم یا غائب کا مال اپنے قبضہ مین لیکر اپنے گھر مین کہین رکھدیا اور اب اسکو نہین معلوم ہوتا ہے کہ کہان رکھا تو قاضی اُسکا ضامن ہے۔ اور اگر اسکو معلوم ہے کہ مین نے چند لوگون کو دیدیا ہے اور یہ نہین جانتا ہے کہ کن کو دیا ہے تو ضامن نہین ہے اور اسی طرح اگر اُسنے کہا کہ مین نے کسی ولی کو یتیم کے اولیاء مین سے دیدیا ہے اور نہین جانتا کہ کس کو دیا ہے تو بھی ضامن نہین ہے یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہے اگر گواہون نے گواہی دی کہ ہمنے قاضی کو کہتے سنا کہ مین نے یتیم کا مال فلان شخص کے پاس ودیعت رکھا یا اسکے ہاتھ اتنے کو فروخت کیا تو قاضی اس سے مواخذہ کرے (چاہے وہی قاضی یا دوسرا ۱۲) اور اگر اسنے جسکے پاس ودیعت تھی دعوی کیا کہ مین نے ودیعت واپس کر دی اور قاضی نے انکار کیا تو اُسپر قسم نہ آویگی اور اسیطرح بیع کی صورت مین اگر مشتری نے عیب کی وجہ سے مبیع کو واپس کرنا چاہا اور قاضی نے ہر عیب سے براءت کر لینے کا دعوی کیا تو بلا قسم اسکی تصدیق کیجائیگی۔ اگر نابالغ بالغ ہو گیا۔ اور قاضی نے جو کچھ فروخت کیا تھا اسکا ثمن اسکو دیدیا تو جائز ہے اور یہی حکم اسکے امین کا ہے بخلاف وکیل کے کہ حقوق[1] اسکی طرف راجع ہوتے ہین۔ اور اگر باپ یا وصی نے فروخت کیا اور یتیم کے بالغ ہونے کے بعد قاضی کو یا اسکو ثمن دیا تو جائز نہین ہے یہ فتاوی عتابیہ مین لکھا ہے قنیہ مین ہے کہ اگر قاضی نے صغیر کا مال (اپنے یعنی صغیر کا مال ۱۲) اپنے مال مین ملادیا تو ضامن نہین ہے اور قاضی کو اختیار ہے کہ اگر صغیر کا باپ مسرف[2] ہو تو اُسکا مال اس سے لیکر کسی عادل کے پاس رکھدے حتی کہ وہ لڑکا بالغ ہو جاوے یہ شرح ابو المکارم مین ہے۔ ذخیرہ مین ہے کہ قاضی کو لقطہ[3] قرض دینا ایسی لقطہ پانے والے کو جائز اور قاضی کو اسکی ولایت حاصل ہے اور شیخ الاسلام نے ذکر کیا کہ مال غائب کے قرض دینے کا قاضی ولی ہے اور اگر غائب کے مال تلف ہو جانے کا خوف ہو تو اُس کے فروخت کرنے کا بھی ولی ہے بشرطیکہ اسکی جگہ نہ معلوم ہو کہ غائب کہان ہے اور اگر معلوم ہو تو جائز نہین ہے اور جامع الفتاوی مین ہے کہ امام محمدؒ نے فرمایا کہ قاضی مفقود کا غلام اور مال منقول فروخت کرے اور اسکا عقار فروخت کرنا نہ چاہیے اور اگر فروخت کیا تو جائز ہے اور قاضی نے اگر یتیم کا مال جو پانچ ہزار کے اندازہ کا تھا ایک ہزار مین فروخت کیا اور وارثون نے بڑے ہو کر دوسرے قاضی کے سامنے مقدمہ پیش کیا اور دلیل و گواہ قائم کیے تو بیع فسخ کر دیگا اور اگر اسنے فسخ کر دی اور پہلے قاضی نے لکھا کہ فروخت کے دن اسکی قیمت ایک ہزار تھی تو بعد فسخ کے معتبر نہین ہے (یعنی دوسرا قاضی ۱۲) اور اگر فسخ سے پہلے ہو اور وہ بھی قاضی ہو تو یہ تحریر مقبول اور پھر یتیمون کے گواہون کی گواہی مقبول نہ ہو گی۔ اور ناصری مین ہے کہ اگر ایک شخص مر گیا اور اسکا کوئی وارث نہین معلوم ہوتا ہے اور قاضی نے اسکا گھر فروخت کر دیا تو جائز ہے پھر اگر کوئی وارث پیدا ہوا تو بیع پوری رہیگی یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہے

[1] حقوق یعنی خرید فروخت کے حقوق کا وکیل ضامن ہے بخلاف قاضی و امین کے ۱۲م [2] مُسرف فضول خرچ ۱۲ منہ [3] لقطہ وہ مال جو کسی نے پڑا پایا ہے پس جب کوئی لینے والا نہ آیا تو اس کو محفوظ رکھے لیکن اس سے بہتر ہے کہ جسنے پایا ہے اس کو قرض دیدے تاکہ وہ ضامن رہے ۱۲م

اگر کسی دار کے فروخت کرنے کے واسطے قاضی؎۱ نے کسیکو وکیل کیا تو اُسکے باپ یا دادا کی توکیل کا حکم نہ دیگا اور اسی طرح ہر شخص کی جسکی گواہی اُسکے حق مین مقبول نہین ہی توکیل جائز نہین ہی اور حکم قضا اپنے لیے یا اپنے اوپر جائز نہین ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی منتقی مین ہی کہ قاضی کا طریقہ یہ ہی کہ جھگڑے کا رخ صلح کیطرف پھیر دے جب کہ اسکو وجہ حکم قضا واضح نہوا اور اگر واضح ہو تو شمس الائمہ سرخسی نے ذکر کیا کہ حکم قضا جاری کرے اور صلح کی طرف نہ پھیرے اور شیخ الاسلام نے ذکر کیا کہ اگر صلح کی طمع ہو اور وجہ قضا بھی واضح ہو تاہم انکو صلح کی طرف پھیر دے اور جبتک باہمی صلح سے مایوس نہو حکم قضا جاری نہ کرے اور آخر ادب القاضی مین ہی کہ اگر قاضی کو صلح کی طمع ہو تو کچھ ڈر نہین کہ انکو صلح کیطرف پھیرے اور حکم نافذ نہ کرے اور یہ نچاہیے کہ دو مرتبہ سے زیادہ صلح کی طرف پھیرے اور اگر صلح کی طمع نہو تو قضا اُنپر نافذ کرے اگر بدون صلح کی طرف واپس کرنے کے اسنے حکم قضا نافذ کر دیا حالانکہ صلح کی امید تھی تو بھی اسکو گنجائش ہی فتاوی نسفی مین ہی کہ اگر قاضی خود ہی تقسیم کرنے کا متولی ہی تو اسکو اُجرت لینا حلال ہی اور کل نکاح جنکا پڑھنا اسپر واجب تھا جیسے نابالغ بچون یا لڑکیون کا تو اسکی اجرت لینا اسپر حلال نہین ہے اور جس نکاح کا پڑھنا اُسپر واجب نہ تھا اسکی اجرت لینا جائز ہی یہ محیط مین لکھا ہی اور اجرت مین اختلاف ہی اور فتوی کے واسطے یہ مختار ہی کہ اگر بکر کا نکاح کرے تو ایک دینار اور اگر ثیبہ ہو تو آدھا دینار لیوے اور یہ اسکو حلال ہی ایسا ہی مشائخ نے ذکر کیا ہی یہ برجندی مین ہی۔ اگر اسنے یتیم کی مصلحت کے واسطے اُسکے مال فروخت کرنے کا حکم دیا تو بسبب اس حکم دینے کے اسکو روا نہین کہ یتیم کے مال سے اسکی اجرت لیوے اور اگر اُسنے اُجرت لی اور بیع کی اجازت دی تو بیع نافذ نہوگی۔ ایک مسافر کسی شہر مین مر گیا اور اُسنے بہت سا مال چھوڑا تو قاضی کو چاہیے کہ اتنے دنون تک انتظار کرے کہ اُسکے دل مین یہ بات پیدا ہو وے کہ اگر اسکا کوئی وارث ہوتا تو اتنی مدت تک خبر لیتا اور حاضر ہوتا پھر جب اسقدر انتظار کیا اور اسکا کوئی وارث نہ آیا تو اسکو بیت المال مین رکھدے اور نفقہ یتیمون وغیرہ مین صرف کرے اور اگر ایسے مصارف مین صرف کرنے کے بعد اسکا کوئی وارث حاضر ہوا تو اسکا حق بیت المال سے ادا کرے اصل مین لکھا ہی کہ اگر قاضی کے دل مین گواہون کی طرف سے شک پڑجاوے تو انکو الگ الگ کر دے اور سوا اسکے کچھ نہین کر سکتا ہی اور انسے یہی دریافت کرے کہ یہ کہان تھا یا وہ کب تھا اور یہ سوال بطور احتیاط کے ہے اگرچہ گواہون پر واجب نہین ہی پھر جب اسکو جدا کیا اور اُن اُنھون نے ایسا اختلاف کیا کہ جس سے شہادت فاسد ہوتی ہی تو گواہی رد کر دے اور اگر ایسا اختلاف نہین کیا تو رد نہ کرے اور اگر انکو متہم رکھتا ہی تو مجرد تہمت سے گواہی رد نہ ہوگی اور ابن سماعہ مین امام ابو یوسفؒ سے روایت ہی کہ امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا کہ تہمت کی صورت مین الگ کر دیے جاوینگے اور ایسے اختلاف کی طرف التفات نکیا جاویگا کہ انکا لباس کیا تھا یا اُنکے ساتھ مردون یا عورتون مین سے کون کون تھا اور جگہ؎۲ کے اختلاف مین بھی ایسا ہی ہی بشرطیکہ یہ شہادت قولی ہو اور اگر یہ گواہی فعلی ہو تو جگہ کا اختلاف گواہی مین معتبر ہوگا

؎۱ یعنے قاضی نے اپنے کسی دار وغیرہ کے فروخت وغیرہ کا وکیل کیا تو وکیل کرنے کی بابت اسکا حکم قضا معتبر نہین ہے ۱۲

؎۲ یعنے اگر جگہ کا نام بتلانے مین گواہ اختلاف کرین تو گواہی مردود ہوگی ۱۲ منہ

امام ابو یوسف رحمہ نے فرمایا کہ اگر گواہوں کی طرف سے میرے دل میں شک ہوا اور مجھے گمان ہو کہ یہ جھوٹے گواہ ہیں تو میں اُن کو الگ الگ کر کے اُن سے جگہ اور لباس اور اُن کے ساتھ کون کون تھا سب دریافت کرونگا اگر انھوں نے آپس میں اختلاف کیا تو میرے نزدیک گواہی میں اختلاف ہے میں اتنے پر شہادت رد کر دونگا کذا فی المحیط

سولھوان باب قاضی معزول کی کچہری سے محضروں پر قبضہ کرنے کے بیان میں۔ قدیمی سے جدید سوال کرے

یعنی جو شخص قضا پر مقرر ہوا وہ اول اول یہ کام کرے کہ قاضی معزول سے دیوان طلب کرے اور قیدیوں کے حال کو دیکھے اور قید خانہ میں کسیکو بھیجکر قیدیوں کے نام و تعداد و اخبار[1] منگوالئے یہ فتح القدیر میں لکھا ہے۔ نیا قاضی دو ثقہ آدمیوں کو اور ایک کافی ہے بھیجکر قاضی معزول کے دیوان پر قبضہ کرے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ اور دیوان قاضی سے وہ خریطہ مراد ہے کہ جس میں دست آویز اور محضر اور وصیوں کی تقرری اور قیام[2] کی تقرری اور نفقات کی مقدار وغیرہ ہوتی ہیں یہ محیط میں لکھا ہے پھر جب دونوں ثقہ نے قبضہ کیا تو قبالہ و چک و محضر و فرمان تقرری وصیاد و قوام وغیرہ ہر ایک قسم کے کاغذات چھانٹ کر علیحدہ علیحدہ خریطون میں رکھیں اور تھوڑا تھوڑا کر کے قاضی معزول سے دریافت کر لیں تاکہ جو اشکال ہو وہ منکشف ہو جاوے اور یہ بھی کہ کب اسکا فیصلہ کیا تاکہ کمی و بیشی سے محفوظ رہے اور اگر قاضی معزول حاضر نہ ہوا تو اُسپر جبر نہ ہوگا و لیکن اپنے دو امین اسواسطے بھیجے کہ قاضی جدید کے دو امینوں کو دیوان سپرد کر دیں اور جدید قاضی کے امین معزول کے امینوں سے سب مشکلات حل کر لین گے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور دیوان پر قبضہ کرنے کے ساتھ وقفیں اور یتیموں کا مال بھی قبضہ میں لاوین اور یہ جدید قاضی کے پاس رہیگا اور قیدیوں کے نام بھی سمجھ لیوین اور جب قاضی نے کسی کو کسی حق میں قید کیا تو چاہیے کہ اسکا نام اور اسکے باپ دادا کا نام فہرست میں لکھے اور وجہ قید بھی لکھے اور تاریخ قید بھی لکھے اور قاضی کو چاہیے کہ اپنے تذکرہ میں وہ تاریخ لکھے کہ جس وقت سے قاضی معزول نے اسکو قید کیا ہے نہ اپنی تقرری کے وقت سے۔ اور یہی دونوں شخص قاضی معزول سے قیدیوں اور اسباب قید کو دریافت کرینگے اور قیدیوں سے بھی قید کا سبب دریافت کرینگے اور انکے خصوم کو انکے ساتھ جمع کرینگے اور اگر قیدیوں میں ایک جماعت ایسی ہو کہ جنکا کوئی خصم نہ آیا اور انھوں نے کہا کہ ہم ناحق قید ہوئے ہیں تو قاضی مقرر شدہ انکو رہا نہ کریگا بلکہ منادی کرادیگا کہ فلان فلان شخص مقید پائے گئے پس جس کا کچھ حق انپر ہو وہ حاضر ہو پس اگر کوئی حاضر ہوا تو بطور فیصلہ کے فیصلہ ہوگا ورنہ انکو کفیل لیکر رہا کریگا اور اسکی مدت کہ منادی کتنے دن میں اور رہائی کتنے دن میں قاضی کی رائے پر موقوف ہے اور بعضوں نے کہا کفیل لیکر رہائی صاحبین کی رائے پر ہے اور امام اعظم رحمہ کے نزدیک کفیل نہیں ہے اور شمس الائمہ سرخسی نے کہا کہ اس جگہ کفیل لینا سب کا قول ہے کذا فی المحیط اور صحیح یہ ہے کہ یہاں کفیل لے کر چھوڑنا بالاتفاق ہے یہ عتابیہ میں لکھا ہے جاننا چاہیے

---

[1] اخبار یعنی کیا حال ہے اور ہر شخص کیوں قید ہے ۱۲ م [2] قیام جمع قیم وہ لوگ جو وقف پر متولی مقرر ہوتے ہیں ۱۲ منہ

کہ قید کی چند قسمین ہین. ایک حبس بالدین یعنی قرضہ کے عوض قید ہونا اور اسکی چند صورتین ہین اگر قیدی نے کہا کہ
مین قرضہ کے عوض قید ہون کہ مین نے قاضی معزول کے سامنے فلان شخص کے قرضہ کا اقرار کیا تھا تو
قاضی جدید اسکو اور اُسکے خصم کو جمع کریگا پس اگر اس نے تصدیق کی تو اسکے خصم کی درخواست سے
پھر اُسکو قید کر دیگا اور اگر قیدی نے قرضہ سے انکار کیا کہ شخص ناحق مجھپر دعوی کرتا ہے اور مین ظلم سے
قید ہوا ہون اور اسکا خصم کہتا ہے کہ اسپر میرا حق ہے اور انصاف سے قید ہوا ہے تو قاضی اسکے خصم
سے دوبارہ گواہی طلب کریگا پس اگر قاضی نے گواہون کو عادل جانا تو اسکو قید رکھیگا اور اگر عادل
نہ جانا تو اُسکے نفس کا کفیل لیکر رہا کریگا اور اگر کسی قیدی نے کہا کہ مین فلان شخص کے قرضہ مین قید ہون
(۱) اسکو حکم دے کہ مجھسے کفیل (یعنے حاضر ضامنی ۱۲) لیکر رہا کرے تو قاضی اسکے خصم کو حاضر کریگا اگر اسنے حاضر ہو کر محبوس کے اقرار
کی تصدیق کی اور قاضی اس مقرلہ کو نام و نسب سے پہچانتا ہے یا نہین اور گواہون نے اسکی گواہی دی یا نہین سب
صورتون مین قاضی قیدی کو حکم دیگا کہ مال ادا کرے اور رہا نہ کریگا اور ایک منادی کو حکم دیگا کہ وہ بطور مذکور ندا کرے
پس اگر اسکا دوسرا مدعی کوئی شخص حاضر نہ ہوا تو سب صورتون مین رہا کریگا اور خصاف ؒ نے کفیل لینا پہلی اور دوسری
صورت مین ذکر نہین کیا اور تیسری صورت مین ذکر کیا ہے اور بعضے مشائخ نے کفیل سب صورتون مین ذکر کیا ہے اور اگر
محبوس مال نہ لایا لیکن مقرلہ نے کہا کہ مین مہلت دیتا ہون تو اسکو رہا کر دے تو قاضی اسکو بدون احتیاط کرنے
منادی کے اور کفیل لینے کے رہا نہ کریگا اور اگر اس نے کہا کہ میرا کفیل نہین ہے یا مجھپر کفیل دینا واجب نہین ہے سوا
اسکے میرا کوئی مدعی نہین ہے کہ جو کفیل طلب کرتا ہو تو قاضی چھوڑنے مین جلدی نہ کرے بلکہ آہستگی کے ساتھ اسکی منادی
کرائے پھر اگر کوئی مدعی نہ پیدا ہوا تو رہا کر دے۔ دوسری قسم قید کی یہ ہے کہ خالص حق العباد کی عقوبت مین قید ہو
مثلاً قصاص. اگر کسی قیدی نے کہا کہ مین اسوجہ سے قید ہون کہ مین نے فلان شخص کے لیے قصاص کا اقرار کیا ہے اور
قاضی نے اُسکو اور اُسکے مدعی کو جمع کیا اور اسنے اس اقرار کی تصدیق کی. تو اسکی دو صورتین ہین یا قصاص نفس
ہوگا یا قصاص عضو پس اگر قصاص نفس ہو تو قاضی بلا تاخیر اُسکو قید خانہ سے باہر نکلوائے اور اسکے مدعی کو اپنا
بدلا لے لینے کا حکم دے اور اگر قصاص عضو ہو تو بھی نکالکر بدلا دلوا دے لیکن اسکی رہائی مین جلدی نہ کرے
کیونکہ شاید کسی دوسرے کا اُسپر حق نفس ہو کہ اُسنے اس مدعی کے واسطے قصاص عضو کا اقرار کرکے اپنی جان بچائی
ہو تیسری قسم کی قید جو خالص عقوبت الٰہی مین قید ہو جیسے زنا یا چوری یا شراب خواری کی وجہ سے اگر قیدی نے
کہا کہ مین اسواسطے قید ہون کہ مین نے قاضی معزول کے سامنے چار بار چار مجلسون مین زنا کا اقرار کیا پس
مجکو حد مارنے کے واسطے قید کیا ہے پس جدید قاضی اس اقرار پر اسکو حد نہ ماریگا اور اگر چار مجلسون مین چار مرتبہ
اسنے اسکے سامنے بھی اقرار کیا تو حد ماریگا خواہ دیر گذر گئی ہو یا نہ گذری ہو پس اگر محصن تھا تو اُسکو رجم کریگا ورنہ
درہ لگائیگا اور اُسکی رہائی مین جلدی نہ کریگا شاید کوئی اسکے نفس کا مدعی آوے اور اگر اسنے اپنے اقرار سے

(۱) قولہ تو اسکو یعنی قاضی سے درخواست کی کہ آپ قرضخواہ کو حکم دیجیے کہ وہ مجھسے کفیل الخ ۱۲

رجوع کرلیا تو رجوع صحیح ہے جیسے قاضی اول کے سامنے صحیح تھا لیکن قاضی اسکے رہا کرنے مین جلدی نہ کرے
اور اگر اس نے کہا کہ میرے اوپر زنا کرنے کے گواہ قائم ہوے تھے اس لیے حد مارنے کے واسطے قاضی
معزول نے مجھے قید کیا تھا۔ تو وہ گواہ جو قاضی معزول کے سامنے قائم ہوے تھے اس قاضی کے لیے معتبر نہونگے
پس حد نہ ماریگا اور اگر اس قاضی کے سامنے بھی اسکے زنا کے گواہ قائم ہوے تو بھی اگر دیر گذری تو حد نہ ماریگا
اور اسکی رہائی مین جلدی نہ کریگا اور بعد اسکے کفیل لیکر رہا کریگا۔ اور اگر بعض قیدیون نے کہا کہ مین نے شراب
پینے کا اقرار کیا تھا یا مجھپر شراب خواری کے گواہ قائم ہوے تھے اور مجھے حد مارنے کے واسطے قاضی معزول
نے قید کیا ہے تو امام اعظمؒ اور ابو یوسفؒ کے نزدیک یہ قاضی اسپر حد نہ ماریگا۔ اگر قیدی نے کہا کہ مین نے
فلان شخص کے مال کی چوری کا اقرار کیا یا گواہ قائم ہوے تھے اسواسطے قید ہون تو یہ قاضی اس اقرار
یا گواہی پر ہاتھ کاٹنے کا حکم نہ دیگا اور اسکو اور اسکے خصم کو جمع کریگا ولیکن اگر اس قاضی کے سامنے بھی اسنے
اقرار کیا تو اسکے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیگا خواہ اس معاملے کو دیر گذری ہو یا نہ گذری ہو اور اسکی رہائی مین جلدی
نہ کریگا اور اگر دوبارہ اسپر گواہ قائم ہوے تو ہاتھ کاٹنے کا حکم نہ دیگا بشرطیکہ دیر گذر گئی ہو پس حد زنا اور حد سرقہ اس
حکم مین یکسان ہین۔ اور چوتھی قسم کی قید بسبب ایسی عقوبت کے جس مین حق اللہ تعالیٰ و حق العباد ہو اور وہ حد قذف
ہو اگر قیدی نے کہا کہ مین اسوجہ سے قید ہون کہ مین نے اس شخص کو زنا کی تہمت لگائی تھی اور اس شخص نے
اسکے اقرار کی تصدیق کی تو یہ قاضی اسکو حد قذف کی پوری سزا دیگا اور اسکی رہائی مین جلدی نہ کریگا اور اگر
اُسنے اقرار سے رجوع کیا تو صحیح نہین ہے بخلاف ان حدود کے جنمین خالص اللہ تعالیٰ کا حق متعلق ہے کہ انمین اقرار سے رجوع
صحیح ہے۔ اگر قاضی معزول نے کہا کہ فلان شخص کے قبضہ مین مین نے اسقدر مال فلان بن فلان کا دیدیا ہے پس اگر قابض
مال نے اس سب کی تصدیق کی تو حکم دیا جاویگا کہ مقر لہ کو دیدے اور یہ ظاہر ہے۔ اور اگر اسنے کہا کہ مجھے فلان قاضی
معزول نے اسقدر مال دیا ہے مگر مین نہین جانتا ہون کہ کسکا ہے تو اس صورت مین بھی مقر لہ کو دلایا جائیگا اور اگر مال کے
قابض نے قاضی معزول کی سب باتون مین تکذیب کی تو اُسی کا قول معتبر ہوگا اور یہ بھی ظاہر ہے۔ اور اگر مال کے
قابض نے کہا کہ مجھے قاضی معزول نے اسقدر مال دیا ہے اور وہ فلان شخص کا ہے سوا اُس شخص کے جسکا قاضی
نے نام لیا تھا اقرار کیا تو اسکی دو صورتین ہین ایک تو یہی جو مذکور ہوئی اور اسمین اسی شخص کو دلایا جائیگا جسکا قاضی
نے اقرار کیا ہے اور دوسری صورت یہ ہے کہ یون کہا کہ جو مال میرے قبضہ مین ہے وہ فلان شخص کا ہے سوائے اسکے
ایک شخص دوسرے کا نام لیا جسکا قاضی نے اقرار کیا تھا تو قاضی معزول کو دیدے اور وہ اس شخص کو دیوے جسکے
لیے قابض نے اقرار کیا ہے پس اگر پہلے شخص کو بدون حکم قضا دیدیا تو دوسرے کے لیے ضامن ہوگا اور اگر بحکم قضا دیدیا
تو بھی امام محمدؒ کے نزدیک ایسا ہی ہے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ضامن نہوگا۔ اگر قاضی معزول نے کہا کہ
فلان شخص کے پاس ہزار درم فلان یتیم کے ہین کہ اسکو اسکے باپ کے ترکہ مین سے پہونچے تھے اور اس قابض
نے اسکی تصدیق کی پس اگر کسی شخص نے وارثان میت سے اسمین دعوی نہ کیا تو یہ درم یتیم کے ہونگے

اور اگر باقی وارثون نے کہا کہ ہم مین سے کسی نے ترکہ مین سے اپنا حق نہین پایا ہے تو یہ مال تمام وارثون مین مشترک ہوگا اور منجملہ انکے یتیم بھی ہوگا۔ ولیکن جدید قاضی کو چاہیے کہ بنظر یتیم باقی وارثون سے قسم لیوے کہ واللہ تم نے اپنے والد فلان شخص کے ترکہ سے اپنا حق نہین پایا ہے۔ اور اگر قاضی معزول نے کہا کہ یہ ہزار درم فلان یتیم کے ہین اور یہ نہ بیان کیا کہ اُسکے باپ کے ترکہ مین سے پہونچے ہین اور باقی وارثون نے دعوی کیا کہ یہ اُنکے باپ کے ترکہ مین ہین اور ہم لوگون نے اپنا حق نہین پایا ہے تو یہ مال یتیم کا ہوگا کیونکہ قاضی معزول نے ملک یتیم کا اقرار کیا ہے اور میراث کا اقرار نہین کیا ہے تاکہ وارثون کا حق ثابت ہو پس بلا حجت و دلیل ان وارثون کا حق ثابت نہوگا۔ اگر موافق ایک تحریر کے یہ مال کسی شخص پر تھا اور قاضی نے نوشتہ مین سبب اُس کا لکھدیا تھا اور گواہی کرادی تھی کہ یہ فلان یتیم کا ہے اور اسکو اسکے فلان والد کے ترکہ مین پہونچا ہے اور باقی وارثون نے اپنا حق لے لیا ہے پس واضح ہو کہ مجرد تحریر حجت نہین ہے اور اسی طرح قاضی کا قول کہ باقی وارثون نے اپنا حق لے لیا ہے حجت نہین ہے اور حجت یہان صرف اس طرح ہے کہ کچھ گواہ گواہی دیوین کہ قاضی نے ان وارثون کے اپنا تمام حق لے لینے پر گواہ کیا تھا یا اس امر کے گواہ ہون کہ ان لوگون نے اپنا تمام حق پالینے پر اقرار کیا ہے پس ایسے گواہ ہین اور انھون نے گواہی دی تو مال یتیم کا ہوگا ورنہ وہ بھی مثل باقی وارثون کے ہوگا۔ اگر قاضی معزول نے بیان کیا کہ میرے نزدیک یہ بات گواہون کی گواہی سے ثابت ہوگئی تھی کہ فلان شخص نے اپنی اسقدر زمین اس طور پر وقف کی ہے اور مین نے اسکا حکم دیدیا اور فلان شخص کے قبضہ مین رکھی اور اسکو حکم دیدیا کہ اسکا محصول و آمدنی وقف کی شرطون کے موافق صرف کرے اور قابض نے اسکی تصدیق کی پس اگر وقف کرنے والے کے وارثون نے اسکا اقرار کیا تو قاضی مقرر شدہ اُسکو نافذ کریگا اور اگر وارثون نے وقف سے انکار کیا اور اُسپر گواہ قائم نہ ہوے تو وارثون کے درمیان میراث ہوگی ولیکن وارثون سے اُنکے علم پر قسم لیجاویگی کہ اُنکے مورث کا وقف کرنا انکو نہین معلوم ہے پس اگر انھون نے قسم کھالی تو میراث ہے اور اگر انکار کیا تو قاضی اسکے وقف ہونے کا حکم دیدیگا اور اگر وقف ہونے پر گواہ قائم ہون تو وقف ہونے کا حکم دیدیگا چنانچہ وقف کرنے والے کی زندگی مین بھی یہی حکم تھا۔ اور اگر قاضی معزول نے یہ نہ کہا کہ اُسنے فلان شخص پر وقف کیا ہے بلکہ کہا کہ ارباب[1] پر یا مسجد پر یا کسی اور وجہ خیر کا نام لیا کہ اُسپر وقف کیا ہے تو مقرر شدہ قاضی اُسکو نافذ کردیگا اور اسکی تفصیل دریافت نہ کریگا۔ اور ہر جگہ جہان استفسار کرنا مضر ہو قاضی مقرر شدہ اجمال پر کفایت کریگا اور تفصیل دریافت نہ کریگا اور قاضی کو چاہیے کہ امینون سے ہر ششماہی یا سال مین یتیمون کی آمدنی اور مال کا حساب لیا کرے تاکہ معلوم ہو کہ امین نے امانت کو ادا کیا ہے یا خیانت کی ہے اگر اسنے امانت داری کی تو مقرر رکھے اور اگر خیانت کی تو موقوف کرکے اُس جگہ دوسرا مقرر کرے اور اسی طرح وقف املاک کے قوام[2] سے بھی حساب کرے اور حاصل اور مال وقف کی آمدنی مین انھین کا قول قبول کرے اور وصی اور قیم اس باب مین یکسان ہین۔ اور اصل یہ ہے کہ شرع مین شے مقبوضہ

---

[1] ارباب یعنی اہل وقف و مستحقین ۱۲ [2] قوام جمع متولی و قائم و کارپرداز ہے یعنی جو شخص کارپرداز ہے اس سے وقف کا حساب سمجھے اور صرف کا خرچہ جہان وقف و آمدنی خرچ ہوتی ہے اور مونت جو خرچہ خود وقف پر کیا جاتا ہے مثلاً زمین کی اصلاح ضروری مین خرچ کیا ہے ۱۲

کی مقدار بیان کرنے مین یا یتیم کے نفقہ کی مقدار یا زمین وقف کے مصرف اور مونت کی مقدار بیان کرنے مین قابض کا قول معتبر ہوتا ہو ولیکن اگر وصی ہو تو محتمل مین اسکا قول مقبول ہو اور غیر محتمل مین مقبول نہین ہو ہکذا ذکر الخصاف رح اور وصی اور قیم مین فرق ہو وصی وہ ہو جسکی طرف حفظ اور تصرف سپرد ہو اور قیم وہ ہو جسکو حفاظت سپرد ہو اور تصرف سپرد نہین ہے اور جب یہ فرق معلوم ہوگیا تو جاننا چاہیے کہ اگر وصی نے انفاق کا دعوی کیا تو اپنے ماتحت چیز کے تصرف کا دعوے کیا تو اسکا قول محتمل مین قبول ہوگا اور اگر قیم نے ایسا ہی دعوی کیا تو اسنے ایسی چیز کا دعوی کیا جو اسکے تحت ولایت نہین ہو پس اسکا قول مقبول نہوگا۔ اور اکثر مشائخ نے ایسی چیزون مین جنسے زمین کے واسطے چارہ نہین ہو اور ضروری مین وصی اور قیم کو یکسان شمار کیا ہو اور کہا کہ ایسی چیزون مین قیم کا قول مثل وصی کے قبول ہوگا اور اس مسئلہ پر قیاس کیا کہ اگر قیم مسجد یا ایک شخص نے اہل مسجد سے مسجد کے واسطے ضروری چیز خریدی مثلاً بوریہ یا تیل یا چٹائی وغیرہ یا کچھ مسجد کی آمدنی اسکے خادم کو دیدی تو ضامن نہوگا کیونکہ ان چیزون کے نہ کرنے سے مسجد مین نقصان تھا پس گویا اسکو دلالۃً اجازت حاصل تھی پس اسی قیاس پر یہان بھی انھون نے یہی حکم دیا ہو۔ اور ہمارے زمانہ کے مشائخ نے فرمایا کہ وصی اور قیم مین کچھ فرق نہین ہے کیونکہ ہمارے زمانہ مین قیم بھی وہ ہو جسکو حفاظت اور تصرف دونون کا اختیار ہو۔ اگر قاضی نے کسی وصی کو متہم جانا اور جو اسنے یتیم کے نفقہ مین صرف کرنیکا دعوے کیا ہو یا وقف کے صرف مین دعوے کیا ہو امین اسکو شک ہوا تو قاضی اس سے قسم لیگا اگرچہ وہ امین ہو جیسا کہ اس شخص کا حکم ہو جسکے پاس ودیعت ہو اور اسنے ودیعت کے تلف ہوجانے یا واپس کردینے کا دعوی کیا تو اس سے حلف لیگا اور ہمارے بعض مشائخ نے فرمایا کہ حلف کے واسطے کسیقدر مقدار معلوم کا دعوی ہونا چاہیے کیونکہ قسم دعوی صحیح پر ہوتی ہو اور مقدار مجہول کا دعوی صحیح نہین ہو اور بعضون نے کہا کہ ہر حال مین قسم لیجاویگی کیونکہ قاضی یتیم کی نظر سے قسم لیتا ہو اور ایسی احتیاط مین ہر طرح قسم لیجاویگی۔ اگر انھون نے یہ خبر دی کہ ہمنے زمین کے صرف مین یا یتیم کے نفقہ مین زمین کی آمدنی اور مال مین سے اسقدر صرف کیا ہو اور اسقدر ہمارے پاس باقی ہو پس ان مین سے جو شخص امانتداری مین مشہور ہو تو قاضی اس سے اجمال کو قبول کریگا اور تفصیل کے واسطے جبر نہ کریگا اور جو شخص متہم ہو اس سے اجمال قبول نہ کریگا اور تفصیل کے واسطے جبر کریگا اور اس مقام پر جبر کے معنے قید کرنے کے نہین ہین صرف یہ ہین کہ قاضی مقرر شدہ اسکو دو تین دن بلا کر دھمکا دے کہ اسکی تفصیل بیان کرے اور یہ یتیم کے حق مین احتیاط ہو پس اگر با این ہمہ اسنے تفصیل نہ بیان کی تو قاضی اسکی قسم دینے یا قسم سے باز رہنے پر اکتفا کریگا۔ اگر وصی نے قاضی مقرر شدہ سے کہا کہ قاضی معزول نے مجھسے حساب لے لیا ہو تو بدون گواہی کے اسکو نہ چھوڑے۔ اگر وصی یا قیم نے کہا کہ مین نے اپنا اسقدر ذاتی مال یتیم یا وقف کے صرف مین صرف کیا ہو اور قصد کیا کہ واپس لیوے تو بلا حجت اسکا قول مقبول نہوگا بخلاف اسکے کہ اسنے مال وقف یا مال یتیم مین سے صرف کرنے کا دعوی کیا تو محتمل مین اسکا قول مقبول ہوگا۔ اگر وصی یا قیم نے دعوے کیا کہ قاضی معزول نے میرے واسطے اسقدر ماہواری یا اسقدر سالانہ مقرر کیا تھا اور قاضی معزول نے

اسکی تصدیق کی یا نہ کی تو مقرر شدہ قاضی اُسکو نافذ نہ کریگا اور اگر اسپر گواہی گذری تو قبول کرکے نافذ کریگا پھر اگر قاضی کی راے مین یہ اجرت اسکے کام کے برابر یا کم ہو تو سب کے نافذ ہونے کا حکم دیگا اور اگر اسکے کام سے زیادہ ہو تو بقدر اسکے کام کے دیگا اور باقی کو جو زیادہ ہو باطل کر دیگا اور اگر قیم نے زیادتی کو لے لیا ہو تو حکم دیگا کہ یتیم کو واپس کرے اور اصل مین لکھا ہو کہ مقرر شدہ نے قاضی معزول کے دیوان مین جسقدر گواہیان یا قضا یا اقرار پائے سب بیکار رہین انپر عمل نہ کریگا لیکن اگر کسی حکم قضا کے گواہ گذرے کہ اُسنے اسکا فیصلہ کرکے نافذ کیا تھا اور وہ اسوقت تک قاضی تھا تو اسکو قبول کرے اور عمل کرے کذا فی المحیط

سترھوان باب

اُن صورتون کے بیان مین جن مین جھوٹی گواہی پر فیصلہ واقع ہو گیا اور قاضی کو اسکا علم نہ ہوا۔ یہ صورت عقد او فسخ مین واقع ہو سکتی ہو۔ اور اسمین امام اعظمؒ اور ابو یوسفؒ کے اول قول کے موافق اختلاف ہو۔ قاضی کی قضا عقد و فسخ مین جھوٹے گواہون کی وجہ سے ظاہرا[1] و باطنًا نافذ ہوتی ہے۔ اور امام محمدؒ اور امام ابو یوسفؒ کے دوسرے قول کے موافق ظاہرًا نافذ ہوتی ہو باطن مین نافذ نہین ہوتی ہے عقود مین اس مسئلہ کی بہت سی صورتین ہین از انجملہ ایک شخص نے ایک عورت پر نکاح کا دعوے کیا اور عورت انکار کرتی ہو اور اس شخص نے دو جھوٹے گواہ پیش کیے اور قاضی نے فیصلہ کر دیا تو امام اعظمؒ اور امام ابو یوسفؒ کے پہلے قول کے موافق اس مرد کو اسکے ساتھ وطی کرنا حلال ہو اور عورت کو جائز ہو کہ اسکو اپنے اوپر قابو دیدے اور امام محمد کے نزدیک اور امام ابو یوسف کے دوسرے قول آخر کے موافق دونون کو یہ بات حلال نہین ہو اور ہمارے بعض مشائخ نے فرمایا کہ ابتدائی نکاح اس صورت مین ثابت ہو جائیگا اگر حکم قضا گواہون کے حضور مین ہوا اور بعضے مشائخ نے کہا کہ اس صورت مین حکم قضا کے وقت گواہون کی حاضری شرط نہین ہو یہ ذخیرہ مین لکھا ہو اور اسپر اجماع ہو کہ اگر کسی[2] کی معتدہ یا منکوحہ کے حق مین حکم قاضی بسبب جھوٹے گواہون کے نکاح کا جاری ہو تو نافذ نہ ہوگا یہ نہایہ مین لکھا ہو۔ اور فسخ مین بھی مسئلہ کی بہت صورتین ہین از انجملہ ایک عورت نے اپنے شوہر پر تین طلاق کا دعوی کیا اور اسپر جھوٹے گواہ قائم کیے اور قاضی نے دونون مین جدائی کا حکم دیدیا پھر عدت گذرنے کے بعد اس عورت نے دوسرے شخص سے نکاح کیا تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالی اور پہلے قول امام ابو یوسفؒ کے موافق پہلے شوہر کو اسکے ساتھ وطی کرنا ظاہرًا و باطنًا حلال نہین ہو اور دوسرے شوہر کو ظاہر و باطن اس سے وطی کرنا حلال ہو خواہ اسکو یہ حال معلوم ہو کہ پہلے شوہر نے اسکو طلاق نہین دی مثلاً دوسرا شوہر ایک گواہ مین سے ہو یا اسکو یہ بات نہ معلوم ہو مثلاً یہ شوہر دوسرا اجنبی محض ہو۔ اور امام ابو یوسفؒ کے دوسرے قول کے موافق اور یہی امام محمدؒ کا قول ہو کہ دوسرا شوہر اگر اس حال سے واقف ہو تو اسکو وطی کرنا

[1] ظاہرا یعنی جیسے ظاہر مین قاضی و گواہون سے اسکی جورو ٹھہری اسیطرح باطن مین بھی عورت کو اس مرد سے اور مرد کو عورت سے وطی حلال ہو ۱۲

[2] قولہ کسی کی معتدہ یعنے مثلاً ہندہ اپنے خاوند عمرو کی طلاق یا وفات کی عدت مین ہو یا نکاح مین ہو اور زید نے دو جھوٹے گواہ لاکر اسپر اپنی جورو ہونا ثابت کیا اور قاضی نے لاعلمی پر حکم دیا تو نافذ نہوگا ۱۲

حلال نہین ہو اور اگر نہین جانتا ہو تو حلال ہو ہکذا ذکر شیخ الاسلام فی کتاب الرجوع اور امام ابو یوسفؒ کے دوسرے قول مین پہلے شوہر کو اس سے وطی حلال نہین باوجودیکہ باطناً جدائی نہین ہوئی اور شیخ الاسلام نے کہا کہ امام ثانی کے دوسرے قول مین باطناً اس سے وطی کرنا پہلے شوہر کو حلال ہو اور امام محمدؒ کے نزدیک جبتک دوسرے شوہر نے اس سے جماع نہین کیا تب تک حلال ہو اور جب اسنے جماع کر لیا تو پھر حلال نہین ہو خواہ دوسرے کو حقیقت حال معلوم ہو یا نہ معلوم ہو اور یہ حکم امام محمد کا اس صورت مین کہ دوسرے شخص کو حقیقت حال معلوم نہین ہے ظاہر ہو کیونکہ ثانی شخص نے اس سے ایسی حالت مین نکاح کیا ہو کہ وہ دوسرے کی عورت ہو لیکن دوسرے کو نہین معلوم ہو تو اسکا نکاح امام محمدؒ کے نزدیک فاسد ٹھہرا پس جب دوسرے نے اس سے جماع کیا تو اسپر عدت واجب ہو پس اول شوہر کو وطی نہین حلال اگرچہ وہ پہلے شوہر کی جورو ہو جبتک کہ عدت نہ گذرے[شوہر دوم سے ۱۲] مگر اس صورت مین مشکل ہو کہ جب دوسرے شخص کو حقیقت حال معلوم ہووے کیونکہ اسکو معلوم ہو گا کہ دوسرے کی جورو ہو تو اسکا نکاح باطل ہوگا پس یہ وطی زنا سے واقع ہوگی اور کسی کی منکوحہ اگر زنا کرے تو اسپر عدت نہین واجب ہوتی ہو اور نہ شوہر پر اس سے وطی کرنا حرام ہوتی ہو۔ اور منجملہ فسخ کی صورتون کے ایک یہ ہو کہ ایک لڑکی اور ایک لڑکا مقید کرکے دار الحرب سے آئے پھر جب بالغ ہوے تو آزاد کردیے گئے پھر دونون نے باہم نکاح کیا پھر ایک حربی مسلمان ہوکر آیا اور اسنے گواہ پیش کیے کہ یہ دونون اسکی اولاد ہین اور قاضی نے حکم دیکر دونون کو جدا کردیا پھر اگر دونون گواہ اپنی گواہی سے پھر جاوین اور معلوم ہو جاوے کہ یہ دونون گواہ جھوٹے تھے تو شوہر کو اُس عورت سے وطی کرنا جائز نہین ہو کیونکہ قاضی نے اسپر حرام ہونے کا حکم دیا اور قضا ظاہر و باطن نافذ ہوگئی اور یہ امام اعظم رحمہ اللہ تعالے کے نزدیک ہو اور امام محمد رحمہ اللہ تعالے کے نزدیک بھی وطی حلال نہین ہو کیونکہ حقیقت مین گواہون کے جھوٹے ہونے کا حال اسکو معلوم نہین ہوسکتا ہے۔ اور منجملہ صورت عقد کے یہ ہو کہ جب قاضی نے جھوٹے گواہون پر بیع ہوجانے کا حکم دیدیا اور اسکی دو صورتین ہین ایک یہ کہ دعوے مشتری کی طرف سے ہو مثلاً ایک شخص نے دوسرے پر یہ دعوی کیا کہ تونے میرے ہاتھ یہ باندی اتنے کو بیچی تھی اور اُسپر جھوٹے گواہ قائم کیے اور قاضی نے وہ باندی مشتری کو دینے کا حکم دیدیا تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالے کے نزدیک اسکی قضا باطن مین نافذ ہوجاویگی کہ مشتری کو اس سے وطی کرنا حلال ہو اور امام محمد رحمہ اللہ تعالے کے نزدیک باطن مین نافذ نہ ہوگی اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ مسئلہ بیع امام اعظم رحمہ اللہ تعالی کے نزدیک تفصیل سے ہونا چاہیے یعنی اگر ثمن مذکور قیمت باندی کے برابر یا اسقدر کم ہو کہ جتنا خسارہ لوگ اندازہ مین اٹھا جاتے ہین تو اسکا حکم باطن مین نافذ ہوگا اور منتقی مین اسی طرح صراحتہً امام اعظم سے مروی ہو اور اگر اسقدر کم ہو کہ جتنا خسارہ لوگ نہین اٹھایا کرتے ہین تو قضا باطن مین نافذ نہوگی کیونکہ باطن مین نفاذ قضا کا طریقہ امام کے نزدیک اسطرح مصحح ہو کہ قاضی اپنی قضا مین بسبب ولایت تصرف کے اس تصرف کا پیدا کرنے والا ہوجاتا ہو اور بیع مین اسکو ولایت تصرف مثل قیمت یا اس قدر کمی کے ساتھ جتنا لوگ خسارہ برداشت کرلیتے ہین حاصل ہو اور اسکے سوا نہین ہو پس تفصیل ضرور ہوئی اور بعض مشائخ نے کہا کہ قضا ہر حال مین

نافذ نہوگی کیونکہ بیع اگرچہ غبن کے ساتھ ہو مبادلہ ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اور دوسری صورت یہ ہے کہ دعوی بائع کی طرف سے ہو مثلاً ایک شخص نے دعوی کیا کہ تو نے مجھ سے یہ باندی خریدی ہے اور اسپر جھوٹے گواہ قائم کیے اور قاضی نے اسکا فیصلہ کر دیا تو امام اعظم کے نزدیک مشتری کو باندی سے وطی حلال ہے۔ اور امام محمد کے نزدیک اگر مشتری نے ترک خصومت پر عزم کر لیا تو وطی حلال[۵۱] ہے۔ اور مشائخ نے عزم کے معنی میں اختلاف کیا ہے بعضوں نے کہا کہ قلب سے عزم کر لے اور بعضوں نے کہا کہ زبان سے عزم قلبی پر گواہی دیوے اور فقط قلب کی نیت کافی نہیں ہے۔ اور منجملہ عقد کی صورتوں کے یہ ہے کہ ایک شخص نے دوسرے پر ہبہ مقبوضہ کا دعوی کیا اور اسپر جھوٹے گواہ پیش کر دیے اور قاضی نے مدعی کے واسطے فیصلہ کر دیا تو امام محمد کے نزدیک ظاہر میں قضا نافذ ہوگی اور باطن میں نہیں حتی کہ اس سے نفع اٹھانا مدعی کو حلال نہیں ہے اور امام اعظم سے دو روایتیں ہیں ایک میں نافذ ہوگی اور دوسری میں نافذ نہوگی یہ ذخیرہ میں ہے اور صدقہ میں دو روایتیں امام اعظمؒ سے آئی ہیں کذا فی الکافی۔ اور املاک مرسلہ[۵۲] میں اگر یون قضا واقع ہو تو بالاجماع باطن میں نافذ نہوگی یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور یہ بالاجماع ہے کہ اگر معلوم ہو جاوے کہ گواہ غلام یا محدود القذف یا کافر ہین تو قضا ظاہر میں نافذ ہوگی باطن میں نافذ نہوگی اور اسپر بھی اجماع ہے کہ اگر اسنے تین طلاق کا اقرار کیا پھر انکار کیا اور قسم کھالی اور اسکے واسطے قاضی نے حکم کر دیا تو اسکو وطی کرنا حلال نہیں ہے کذا[۵۳] فی الخلاصہ۔ نسب کے باب میں جھوٹی گواہی پر قاضی کا حکم بعضوں کے نزدیک متفق اختلاف مذکور کے ہے اور بعضوں کے نزدیک بلا خلاف باطن میں نافذ ہوگا اور صورت مسئلہ کی یہ ہے کہ ایک باندی نے اپنے مالک پر دعوی کیا کہ باندی اسکی بیٹی ہے اور مالک نے اسکا اقرار کیا ہے اور اسپر اسنے جھوٹے گواہ پیش کر دیے اور قاضی نے یہ حکم دیدیا تو بعضوں نے کہا کہ امام اعظم کے نزدیک اس سے وطی کرنا مالک کو حرام ہے اور امام محمد کے نزدیک حرام نہیں ہے اور بعضوں کے نزدیک بالاتفاق حرام نہیں ہے پس اگر وہ شخص باپ مر گیا اور میراث چھوڑی تو اسکو کھانا حلال ہے اور یہ بلا ذکر خلاف کتاب الرجوع عن الشہادۃ میں لکھا ہے۔ اور مشائخ نے اختلاف کیا ہے بعضوں نے کہا کہ اسمین ویسا ہی اختلاف ہے اور بعضوں نے کہا کہ بلا خلاف اسکا کھانا باندی کو حلال نہیں ہے اور بعضوں نے کہا کہ اسکی میراث کا کھانا عورت کو بلا خلاف حلال ہے اور اگر یہ عورت مر گئی تو امام محمد نے اس مسئلہ کو کتاب الرجوع میں لکھا ہے اور کہا کہ مرد کو اسکی میراث کھانا جائز ہے اور شیخ الاسلام نے کہا کہ یہ جواب سب کے قول پر ہے اسواسطے کہ فی الواقع وہ عورت یا اسکی بیٹی تھی یا باندی تھی پس اگر بیٹی تھی تو بالاجماع بیٹی کی میراث اسکو حلال ہے اور اگر باندی تھی تو باندی کی ملک بالاجماع اسکو حلال ہے۔ امام محمد نے جامع میں فرمایا کہ اگر دو گواہوں نے کسی شخص پر شوال میں یہ گواہی دی کہ اسنے اپنا غلام رمضان میں آزاد کیا ہے اور

---

۵۱ یہ اسوقت ہے کہ مدعی نے گواہ دیے اور اگر نہ دیے اور مشتری نے قسم کھا کر باندی بائع کو واپس کی پس اگر اسنے ترک خصومت پر عزم کیا تو اسکو باندی سے وطی حلال ہے ۱۲

۵۲ املاک مرسلہ ایسے املاک جنکی ملکیت کا دعوے کسی سبب معین کے ذریعہ سے نہو ۱۲

۵۳ یعنی زید نے اقرار کیا کہ میں نے اپنی اس جورو کو تین طلاق دین پھر انکار کر کے قسم کھالی اور حکم ہو گیا کہ اسکی جورو ہے تو زید کو اس سے وطی کرنا اور ہندہ کو قابو دینا حلال نہیں ہے ۱۲ م

غلام کی قیمت گواہی کے دن دو ہزار درم تھی اور رمضان مین اسکی قیمت ایک ہزار درم تھی پھر اُن گواہون کی ہنوز تعدیل نہوئی یہانتک کہ اسکی قیمت تین ہزار درم ہوگئی پھر اُنکی عدالت ثابت ہوکر اُنکی گواہی پر فیصلہ کیا گیا پھر اُن دونون نے اپنی گواہی سے رجوع کیا تو غلام کو جس روز قاضی نے آزاد کیا اس روز کی قیمت یعنی تین ہزار درم کے وہ لوگ ضامن ہونگے کذا فی الذخیرہ اور فتاوی عتابیہ مین ہو اگر قاضی نے ایک باندی کو آزاد کیا پھر گواہون نے رجوع کیا تو باندی آزاد ہوگئی اور گواہون مین ہر ایک کو اختیار ہو کہ ایک اس سے نکاح کرلے اور منتقے مین موافق قول صاحبین کے یہ شرط لگائی ہو کہ یہ امر اسکے بعد ہوگا کہ جب دونون گواہون سے قاضی قیمت باندی کی دلوادے یہ تاتارخانیہ مین ہو۔ اگر عورت نے اپنے شوہر پر دعوی کیا کہ اسنے اس عورت کو ایک طلاق یا تین طلاق کے ساتھ بائن کیا اور زوج نے انکار کیا اور قاضی نے اُسکو قسم دلائی اور اس نے قسم کھالی پس اگر عورت کو یہ بات معلوم ہو کہ میرا کہنا درست ہو تو اسکو اسکے ساتھ بسر کرنا جائز نہین ہے اور نہ وہ مرد اسکی میراث لیوے یہ نہایہ مین لکھا ہے

اٹھارھوان باب

حکم قاضی برخلاف اعتقاد محکوم لہ یا محکوم علیہ کے واقع ہونیکے بیان مین کسی نے اپنی عورت سے کہا کہ تو البتہ طالق ہو اور یہ قول اسکے گمان مین ایک طلاق ہو کہ جسمین رجعت درست ہو اور اسنے رجعت کرلی اور اس عورت نے ایسے قاضی کے سامنے مرافعہ کیا جسکے نزدیک یہ تین طلاق ہین اسنے دونون مین جدائی کردی یا زوج کے نزدیک یہ طلاق ایک طلاق بائنہ تھی کہ اسنے دوبارہ نکاح کرلیا اور عورت نے مرافعہ کیا اور قاضی نے تین طلاق اعتقاد کرکے دونون مین جدائی کردی تو یہ قضا ظاہرا و باطنًا نافذ ہوگی اور مرد کو اسکے پاس رہنا حلال نہین ہو اور نہ عورت کو اپنے اوپر قابو دینا حلال ہو۔ اور اگر زوج کی راے مین یہ تین طلاق تھین اور قاضی کے نزدیک وہ ایک بائنہ یا ایک رجعیہ تھی اور اسی کے موافق اسنے حکم دیا تو یہ حکم بھی امام اعظمؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک باطن مین نافذ ہوگا حتے کہ اسکو جائز ہوگا کہ عورت سے رجعت یا نکاح کرے اور امام ابو یوسف رحکے نزدیک باطن مین نافذ نہ ہوگا۔ اور حاصل یہ ہو کہ اگر مبتلا بالحادثہ[1] عامی شخص ہو کہ جسکی کچھ راے نہین ہو تو اُسپر واجب ہو کہ اس حادثہ مین جو قاضی حکم کرے اسکی اتباع کرے خواہ حکم اسکے نفع کے لیے ہو مثلا حلت کا حکم ہو یا حکم اسکے اوپر ضرر کا ہو مثلاً حرمت کا ہو۔ اور اگر مبتلا بالحادثہ فقیہ صاحب راے ہو اور قاضی نے اسکے برخلاف راے حکم دیا ہو مثلاً اُسکے اعتقاد مین حلت تھی اور قاضی نے حرمت کا حکم دیا تو بلا اختلاف اُسپر واجب ہے کہ اسکے حکم کی پیروی کرے اور اپنی راے کو چھوڑ دے اور اگر حکم اسکے نفع کا ہو مثلاً وہ حرمت کا معتقد تھا اور حکم حلت کا ہوا تو بعض مواضع مین لکھا ہو کہ اپنی راے کو چھوڑ کر اسکے حکم کی اتباع کرے اور اسمین اختلاف مذکور نہین ہے اور استحسان مین ہو کہ امام ابو یوسف رح کے نزدیک جس چیز کو خود حرام جانتا ہو اسمین قاضی کے مباح کرنے کی طرف التفات نہ کرے اور امام اعظمؒ و امام محمدؒ کی دلیل یہ ہو کہ اسپر اجماع ہو کہ اگر مبتلا بالحادثہ عامی ہو اور قاضی نے

[1] مبتلا بالحادثہ یعنے اس واقعہ مین جو شخص مبتلا ہوا ہے وہ عالم نہو بلکہ عامی ہو ۱۲

اسکے واسطے حکم کیا تو باطن مین نافذ ہو جائیگا اور قضا ایک امر ملزم تمام لوگون کے حق مین ہو پس عالم کے حق مین بھی ہو گی پس اگر عالم ہو گا تو اسکے حق مین بھی باطن مین نافذ ہو گی اور امام ابو یوسفؒ فرماتے ہین کہ یہ الزام مقضی علیہ کی طرف ہو اور مقضی لہ کی طرف نہین ہو اسی واسطے بدون اسکی طلب کے قاضی حکم نہین دیتا ہو اور قاضی اسکے نزدیک اس حکم مین مخطی ہو تو اسکی اتباع نہ کریگا کذا فی المحیط۔ نوادر ہشام مین امام محمدؒ سے روایت ہو کہ ایک شخص نے ایک عورت سے نکاح کیا پھر اسکو جنون مطبق ہو گیا اور اس شخص کا والد موجود ہے۔ پھر عورت نے دعوے کیا کہ اس شخص نے نکاح سے پہلے قسم کھائی تھی کہ اگر کوئی عورت نکاح مین لاوے تو اُسپر تین طلاق ہین تو امام محمد رحمہ اللہ تعالی نے فرمایا کہ قاضی اسکے باپ کو مخاصم بناوے اور اگر اُسنے بنایا اور دیکھا کہ یہ تمام قول کچھ نہین ہے اور اسکو باطل کیا اور نکاح کو باقی رکھا پھر اسکا شوہر اچھا ہو گیا اور اسکے نزدیک اس قول سے طلاق واقع ہوتی ہو تو بھی اس عورت کے ساتھ رہنا اسکو جائز ہو اور امام ابو یوسفؒ کے قول پر جائز نہین ہو اور حاوی مین لکھا ہو کہ اگر شوہر عالم تھا اور اسنے اس قول سے طلاق واقع ہونے کی نیت کی تو اسکے ساتھ رہنا جائز نہین ہو اور یہ امام ابو یوسفؒ کا قول ہو اور امام اعظمؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک عالم اور جاہل اس باب مین برابر ہین ہر ایک کو قاضی کی رائے کی اتباع کرنا چاہیے اور خانیہ مین ہو کہ اسکے والد کو مخاصم بنانے کے واسطے امام محمدؒ کے نزدیک یہ شرط ہے کہ اسکا جنون مطبق ہو اور جنون مطبق مین روایات مختلف ہین اور ناطفی اور شیخ الاسلام خواہرزادہ نے ذکر کیا کہ جنون مطبق امام اعظمؒ کے نزدیک ایک مہینہ کا ہو اور اسی پر فتوی ہو اور روایات ظاہرہ اس بات مین متفق ہین کہ اگر جنون ایک روز یا دو روز کا ہو تو اسکا اعتبار نہین ہو اور غیر شخص اسکی طرف سے خصم نہین ہو سکتا ہو اور مثل اغماء[1] کے اسکے تصرفات حالت افاقہ مین نافذ ہوتے ہین یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہو۔ اگر ایک فقیہ نے اپنی عورت سے کہا کہ تو البتہ طالق ہو یعنی تجکو البتہ طلاق ہو اور یہ اسکے نزدیک تین طلاق ہین اور اسی رائے کو اسنے جاری کیا اور عزم کیا کہ عورت اسکے لیے حرام ہو پھر اسکے بعد اسکی رائے اسپر قرار پائی کہ یہ لفظ ایک طلاق رجعی ہو تو اُسی رائے کو جو جاری کر چکا ہو باقی رکھے اور جو رائے بعد کو پیدا ہوئی اسکے موافق اپنی زوجہ نہ گردانے بخلاف حکم قاضی کے کہ اگر اسنے برخلاف رائے حکم دیا تو اسکی رائے پر عمل در آمد ہو گا۔ اور اسی طرح اگر ابتداءً اسکی رائے مین ایک طلاق رجعی تھی اور اسکے موافق اسنے عزم کیا کہ وہ اسکی عورت ہو پھر اسکے بعد اسکی رائے قرار پائی کہ یہ لفظ تین طلاق ہو تو وہ عورت اسپر حرام نہو گی اور اگر ابتدا مین ایک طلاق رجعی زعم کرکے اُسکے موافق اُسنے عزم کیا یہانتک کہ اسکی رائے مین یہ لفظ تین طلاق معلوم ہوئین تو اُسکو جائز نہین ہو کہ اسکے ساتھ رہے اور اگر ابتدا مین اسکے نزدیک تین طلاق تھین مگر اسنے اُسپر عزم نہ کیا اور نہ اپنی رائے پر عمل کیا یہانتک کہ اسکی رائے مین آیا کہ ایک طلاق رجعی ہو اور اسکے موافق اسنے عمل کیا تو اسکو اسکے ساتھ قیام کرنا جائز ہو اور آیندہ کسی رائے سے حرام نہو گی۔ اور ادل منتقی مین مذکور ہو کہ اگر کسی فقیہ نے اپنی عورت سے کہا کہ تو طالق ہو البتہ یعنی تجکو البتہ طلاق ہو اور یہ اسکی رائے مین ایک رجعی ہو اور

[1] اغماء بیہوشی بدون نشہ کے ۱۲ م

پر عزم کرکے کہ یہ اسکی عورت باقی ہے اس سے مراجعت کر لی پھر کسی دوسری عورت سے کہا کہ تو البتہ طلاق ہے
یعنی تجھپر طلاق ہے البتہ اور اس روز کہ جسدن کہ دوسری کو طلاق دی اسکی رائے مین یہ لفظ تین طلاق تھین تو اس
کہنے سے دوسری عورت اسپر حرام ہوگئی پس ایک لفظ کے کہنے سے ایک ہی حادثہ مین ایک عورت اسپر
حلال ہے اور دوسری حرام ہوگئی اگر وہ شخص جو حادثہ مین مبتلا ہوا ہے فقیہ صاحب رائے ہے اور اسنے دوسرے
مفتی سے فتوے لیا اور اسنے اسکی رائے کے برخلاف فتوی دیا تو اسکو چاہیے کہ اپنی ہی رائے پر عمل کرے اور اگر
وہ شخص جاہل ہو تو اسکو چاہیے کہ افضل عالم کی رائے پر عمل کرے اور یہ عامہ فقہا کے نزدیک ہے اور یہ اسکے حق
مین بمنزلہ اجتہاد کے شمار ہوگا پس اگر وہ شخص جاہل ہے اور اسکو کسی مفتی نے اس حادثہ مین فتوی دیا اور قاضی نے
اس حادثہ مین برخلاف رائے مفتی کے حکم دیا اور وہ حادثہ ایسا ہے کہ جس مین اجتہاد جاری ہوتا ہے پس اگر حکم قضا اسکے
ضرر پر ہوا تو چاہیے کہ قاضی کی رائے پر عمل کرے اور مفتی کے فتوے کی طرف التفات نہ کرے اگرچہ اس حادثہ مین
مفتی قاضی سے زیادہ جانتا ہو اور اگر قضا اسکے نفع کے طور پر ہو تو اسمین بھی اختلاف مذکور جاری ہے۔ نوادر ابن شجاع
مین امام محمدؒ سے روایت ہے کہ ایک شخص غیر فقیہ اپنی عورت کے حادثہ مین مبتلا ہوا پھر ایک فقیہ سے مسئلہ پوچھا
اسنے مثلاً حلال یا حرام ہونے کا حکم دیا ہے اور اسنے اسپر عمل کیا پھر اسی فقیہ نے یا دوسرے فقیہ نے
اسکی دوسری عورت کے حادثہ مین بعینہ ایسے ہی حادثہ مین اسکو دوسرا حکم پہلے کے برخلاف دیا اور
اسنے اسپر عمل کیا تو دونون حکم اسکے لیے جائز ہین۔ اگر ایک شخص نے اپنی عورت کے حادثہ مین کسی فقیہ سے کوئی
حکم دریافت کیا اسنے مثلاً حلت یا حرمت کا حکم دیا پھر اسنے اس حکم پر عمل نہ کیا اور دوسرے فقیہ سے دریافت کیا
اسنے پہلے مفتی کے برخلاف دوسرا حکم دیا اور اسپر اسنے عمل کیا اور پہلا حکم پہلے مفتی کا ترک کیا تو جائز ہے اور اگر اسنے
پہلے مفتی کے قول پر عزم کرکے عمل کیا ہو اور پھر دوسرے مفتی نے اسکو برخلاف پہلے حکم کے حکم دیا ہو تو اسکو جائز نہین
ہے کہ پہلا حکم کہ جسپر عمل کیا ہے چھوڑکر دوسرے مفتی کے فتوے پر عمل کرے اور امام محمدؒ نے کہا کہ یہ بالاجماع امام ابو حنیفہؒ
و ابو یوسفؒ کا اور ہمارا قول ہے اور قدوری مین لکھا ہے کہ اگر مرد مبتلا بحادثہ فقیہ نہو اور وہ کسی حادثہ مین
کسی فقیہ سے مستفتی ہوا اور اسنے حرام یا حلال کچھ فتوی دیا اور اسپر اسنے عزم نہ کیا یہانتک کہ دوسرے نے
اسکے برخلاف فتوی دیا اور اسنے دوسرے کے قول پر عمل کر لیا تو اسکو چھوڑکر پہلے کے قول پر عمل کرنا اسکو جائز نہین ہے
کذا فی الذخیرۃ اگر کسی شخص نے ہر عورت کی طلاق پر قسم[1] کھائی اور کسی مفتی سے فتوی طلب کیا اور اسنے قسم باطل ہونیکا فتوی دیا
تو اسکو جائز ہے کہ عورت کو رہنے دے اور نوازل مین ہے کہ اگر اسنے اس مفتی کے فتوی کے موافق قسم باطل کرکے اس عورت
کو رہنے دیا پھر دوسری عورت سے نکاح کیا اور دوسرے مفتی سے قسم کا مسئلہ پوچھا اسنے قسم کو درست کہا
تو دوسری عورت کو جدا کر دے کذا فی التاتارخانیہ

انیسوان باب مسائل اجتہادی مین حکم قضا واقع ہونے کے بیان مین۔ قاضی اول کا حکم یا تو ایسی رشتہ مین

[1] قولہ قسم کھائی یعنی اس طرح کہ ہر عورت جس سے نکاح کرون وہ طالقہ ہے ۱۲ منہ

واقع ہوا ہو کہ جسمین کوئی نص مفسر کتاب یا سنت متواتر سے یا اجماع سے موجود ہو یا اس صورت مین واقع ہوا
کہ جسمین اجتہاد واقع ہوا ہو نصوص ظاہرہ یا قیاس سے پس اگر پہلی صورت ہوا ور وہ موافق کتاب وسنت متواتر
او را جماع کے ہو تو دوسرے قاضی کو چاہیے کہ اسکو نافذ کرے اور اسکا توڑنا اسکو حلال نہین ہو اور اگر مخالف
ہو تو رد کر دے اور اگر دوسری صورت ہو یعنی مسئلہ مجتہد فیہ مین حکم قاضی واقع ہوا تو یا وہ صورت ایسی ہو گی
جسکے مجتہد فیہ ہونے پر اجماع ہو یا اسکے مجتہد فیہ ہونے مین اختلاف ہو گا پس اگر اسکے مجتہد فیہ ہونے مین اختلاف نہو
بلکہ اجماع ہو پس یہ مجتہد فیہ یا تو مقضی [1] بہ ہو یا نفس قضاء ہو پس اگر مقضی بہ ہووے اور وہ دوسرے قاضی کے سامنے
پیش ہووے تو دوسرا قاضی اسکو رد نہ کرے بلکہ نافذ کرے اور اگر دوسرے قاضی نے اسکو رد کیا اور وہ تیسرے کے
سامنے پیش ہوئی تو تیسرا قاضی پہلے کے حکم کو نافذ کرے اور دوسرے کے حکم کو باطل کرے اور اگر نفس قضا مین اجتہاد
جاری ہو یعنی اس طور پر مثلاً قضا جائز ہو یا نہین جائز ہو مثلاً حجر الحر یعنی آزاد پر منع تصرف کا حکم یا غائب پر حکم قضا
جائز ہو یا نہین ہو تو ایسی صورت مین اگر دوسرے قاضی کے اجتہاد مین پہلے قاضی سے مخالفت ہو تو اسکو جائز ہو کہ
پہلے کے حکم کو رد کر دے۔ اور اگر قضا ایسی صورت مین واقع ہو کہ جسکے محل اجتہاد ہونے مین اختلاف ہو جیسے ام ولد کی
بیع پس ایسی صورت مین امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک اسکی قضا نافذ ہو گی کیونکہ ام ولد کی بیع مین
صحابہ مختلف تھے کہ جائز ہو یا نہین اور امام محمد کے نزدیک نافذ نہ ہو گی کیونکہ اختلاف اگرچہ پہلے تھا مگر بعد ازان
صحابہ اور تابعین متفق ہو گئے کہ اسکی بیع ناجائز ہو تو محل اجتہاد ہونے سے نکل گئی پس ایسی صورت مین اگر دوسرے
قاضی کی راے مین وہ صورت مجتہد فیہ ہو تو پہلے کی قضا کو نافذ کریگا اور رد نہ کریگا اور اگر اسکی راے مین متفق علیہ
ہو گئی ہو تو اسکی قضا کو نافذ نہ کریگا بلکہ رد کر دیگا یہ بدائع مین لکھا ہو۔ اور اگر نفس قضا مین اختلاف ہو چنانچہ قاضی
نے مثلاً غائب پر یا غائب کے لیے کچھ حکم دیدیا تو اسمین اختلاف ہے اور نہ نافذ ہونے کی روایت صحیح ہو یہ محیط سرخسی
مین لکھا ہو۔ ابن سماعہ نے اپنی نوادر مین لکھا ہو کہ جس کام کا کرنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہو اور نکرنا
اس کام کا بلکہ دوسرے کام کا کرنا بھی مروی ہو یا کسی صحابی سے کوئی فعل روایت ہو اور اسی صحابی سے یا دوسرے
صحابی سے اسکے خلاف بھی مروی ہو اور لوگون نے دونون کامون سے ایک پر عمل کیا یا دو قولون مین سے
ایک کو لیا اور دوسرے فعل یا قول کو نہ لیا اور کسی نے اسکے موافق حکم نہ کیا تو وہ فعل منسوخ و متروک ہو
اور اسکے موافق کوئی شخص ہمارے زمانہ مین حکم کرے تو جائز نہین ہو اور اس سے ابن سماعہ نے اشارہ کیا
کہ اگرچہ اسنے منصوص کے موافق حکم دیا لیکن اجماع امت سے اسکا نسخ ثابت ہوا ہو اسطرح کہ کسی نے اسپر عمل نہ کیا
پس منسوخ پر عمل کرنا باطل ہو۔ پھر ابن سماعہ نے فرمایا کہ صرف مختلف فیہ مین سے اُسکو جائز رکھے گا کہ جسمین لوگون کا
اختلاف ہوا اور کسی حاکم شہر نے اسپر حکم لگا [2] یا پھر بعضون نے ایک کا حکم لیا اور بعضون نے دوسرے کا اختیار کیا اور

---

[1] مقضی بہ وہ حکم جو قاضی نے دیا۔ قضاء خود حکم دینا ۱۲ [2] حکم لگا یا یعنی عمل بھی کیا اور وہ حکم سب نے نہین لیا بلکہ بعض نے لیا اور بعض نے
نہ لیا تو اختلاف ہوا غرضکہ اختلاف واقع بھی ہوا اور قابل اختلاف بھی ہوا ۱۲

اس کلام مین اشارہ ہو کہ مجرد اختلاف علماء سے کوئی شے محل اجتہاد نہین ہوتی ہو جبتک کہ علماء اسکو محل اعتبار نکرین چنانچہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فقہاء صحابہ مین سے تھے اور انہون نے نقود کے ربوا مین گفتگو کی تو اسکو محل اجتہاد نا معتبر رکھا گیا اور ابو سعید خدری رضی اللہ تعالی عنہ نے بہت انکار کیا پس ایسا اختلاف معتبر نہین ہے حتی کہ اگر کوئی قاضی حکم دیوے کہ ایک درم بعوض دو درم کے بیچنا جائز ہو تو اسکا حکم جائز نہوگا۔ اور ابن سماعہ نے جو فرمایا کہ صرف مختلف فیہ مین سے اسکو جائز رکھے گا کہ جس مین لوگون کا اختلاف ہو اسمین اشارہ ہو کہ کسی محل کے مجتہد فیہ ہونے مین حقیقۃً اختلاف کا اعتبار ہو اور اسی کو خصاف رح نے اختیار کیا ہو لیکن ہمارا اور شافعی کا اختلاف معتبر نہین کیا بلکہ متقدمین کا اختلاف معتبر رکھا اور متقدمین سے صحابہ اور جو لوگ اُنکے ہم عصر تھے اور بعد کے تابعین سلف مراد ہین۔ اور شیخ علی السغدی نے ایک مسئلہ مین اختلاف شافعی کا اعتبار کیا ہو جو آخر سیر کبیر مین ہو اور صورت اسکی یہ ہو کہ اگر کسی امام نے مشرکین عرب کو پاکر پکڑ لیا اور مسلمانون مین تقسیم کر دیا تو جائز ہو اور اسکے بعد دوسرے امام کو اسکے باطل کرنے کا اختیار نہین ہو کیونکہ یہ موضع اجتہاد ہو کیونکہ شافعی کے نزدیک مشرکین عرب کا استرقاق یعنی لونڈی غلام بنانا جائز ہو اور اسیطرح شمس الائمہ سرخسی نے قضاء جامع مین ایک مسئلہ مین شافعی کا اختلاف معتبر رکھا ہو۔ واضح ہو کہ خلع کے بارہ مین قاضی کا حکم دینا کہ وہ فسخ[51] نکاح ہو یا طلاق ہو یہ بھی مثل اور مسائل اجتہادیہ کے ہو کیونکہ اس مین بھی صحابہ مین اختلاف تھا اور منتقی مین ہو کہ یہان اشارہ ہو کہ اختلاف کے بارہ مین اشتباہ دلیل کا اعتبار ہو اور حقیقت[52] مین اختلاف ہونا ضرور نہین ہو اور ایسا ہی امام محمد رحمہ اللہ تعالی نے جامع مین اور سیر کبیر مین ذکر کیا ہو اور ایسا ہی صاحب الاقضیہ نے ذکر کیا ہو اور سیر کبیر کے مسئلہ کی یہ صورت ہے کہ اگر کسی مسلمان امام نے یہ اعتقاد کیا کہ مشرکین عرب سے جزیہ لیا جا سکتا ہو اور اسنے اس اعتقاد پر جزیہ قبول کیا تو جائز ہو اگرچہ یہ سب کے نزدیک خطا ہو اور اسواسطے جائز ہو کہ یہ محل اجتہاد ہو یہ ذخیرہ مین لکھا ہو اور مسئلہ جس طرح خود اسمین[53] اختلاف ہونے سے مجتہد فیہ ہو جاتا ہو اسیطرح اُسکے مثل مین اختلاف ہونے سے مجتہد فیہ ہو جاتا ہے یہ بزازیہ مین لکھا ہو۔ اور مسائل اجتہادیہ مین حکم قاضی نافذ ہو جاتا ہو مگر یہ چاہیے کہ قاضی مواضع اختلاف کو جانتا ہو اور مخالف کے قول کو چھوڑ دے اور اپنی رائے پر حکم دے تاکہ جمیع علماء کے نزدیک صحیح ہو۔ اور اگر مواضع اختلاف و اجتہاد کو نہین جانتا ہو تو اسکے حکم قضاء کے نافذ ہونے مین دو روایتین ہین اور اصح یہ ہو کہ نافذ ہوگا یہ خزانۃ المفتین مین لکھا ہو اگر صلح عن[54] الانکار مین کسی مدعی نے بدل صلح کا دعوی کیا اور مدعا علیہ نے کہا کہ مجھے

---

[51] قولہ فسخ نکاح یہ امام شافعی کا قول ہو و طلاق یہ ائمہ حنفیہ کا قول ہو ۱۲ [52] قولہ حقیقت یعنی یہ ضرور نہین کہ اس مسئلہ مین کسی مجتہد نے اختلاف کیا ہو بلکہ اگر وہ اختلاف کے لائق ہو تو بھی مجتہد فیہ ہو اگرچہ سب مجتہد متفق ہون اور لائق ہونے سے یہ مراد ہو کہ اس مسئلہ کی دلیل خود مشتبہ ہو حتی کہ جو بات نکالی ہو اسکے سوائے دوسرے معنی کو بھی محتمل ہو ۱۲ م [53] اسمین یعنی مجتہد فیہ ہونے کے لیے یہ ضرور نہین کہ اسی مسئلہ مین اختلاف ہو بلکہ اگر اس مسئلہ کا ذکر بھی نہو لیکن اسکے مثل مسئلہ مین اختلاف ہو چکا تو مثل کے ساتھ یہ مسئلہ بھی مجتہد فیہ ہو جائیگا ۱۲ [54] صلح عن الانکار یعنی انکار سے صلح مثلاً مدعا علیہ نے دعوی مدعی سے انکار کیا و لیکن قسم کھانے سے بچاؤ کر کے مدعی سے صلح کر لی ۱۲

دینا واجب نہین آتا ہے کیونکہ صلح انکار سے تھی اور وہ فاسد ہے اور صحیح نہین ہے اور یہی ابن ابی لیلے اور شافعی کا قول ہے پھر اگر قاضی نے قول مخالف کو باطل کیا اور صحت صلح کو ثابت کیا تو بالاجماع باتفاق روایات اسکی قضا نافذ ہوگی یہ ظہیر الدین نے ذکر کیا ہے۔ اور شرح طحاوی اور جامع الفتاوی مین مذکور ہے کہ اگر قاضی مجتہد نہو اور اسنے کسی مجتہد کی تقلید پر حکم دیا پھر معلوم ہوا کہ یہ حکم اسکے مذہب کے خلاف تھا تو دوسرا اسکو نہین توڑ سکتا ہے اور وہ خود توڑ سکتا ہے ایسا ہی امام محمد رحمہ اللہ تعالی سے مروی ہے اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ جس کو غیر شخص نہین توڑ سکتا ہے اُسکو وہ خود بھی نہین توڑ سکتا ہے۔ اور اگر قاضی مجتہد ہو اور اپنی راے[1] کو جانتا ہے اور اُسنے دوسرے کی راے پر حکم دیدیا تو امام ابو حنیفہ نے فرمایا کہ اسکی قضا نافذ ہوگی (یہی مذہب صحیح ہے ۱۲) اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ اسکی قضا نافذ نہوگی اور اگر وہ اپنی راے کو بھول گیا اور دوسرے کی راے پر حکم دینے کے بعد اپنی راے یاد آئی تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالی نے فرمایا کہ اُسکی قضا نافذ ہوجائیگی اور صاحبینؒ نے کہا کہ حکم قضا کو رد کردے یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہے اور فتوی صاحبینؒ کے قول پر ہے کذا فی الہدایۃ اور فتاوی صغری مین لکھا ہے کہ امام ابو حنیفہؒ کے قول پر فتوی ہے پس فتوی مین اختلاف ہوا اور اس زمانہ کے مناسب یہ ہے کہ صاحبینؒ کے موافق فتوی دیا جاوے کیونکہ اپنے مذہب کا عمداً چھوڑنے والا صرف کسی خواہش نفسانی سے چھوڑیگا کوئی غرض عمدہ نہوگی اور یہ سب حکم قاضی مجتہد مین ہے اور اگر قاضی مقلد ہو تو وہ فقط اسواسطے قاضی کیا گیا ہے کہ موافق مذہب امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالی کے مثلاً حکم دیا کرے پس اسنے اگر مذہب کی مخالفت کی تو اس حکم مین معزول ہوگا یہ فتح القدیر مین ہے۔ اگر کسی حادثہ مین جو محل اجتہاد ہے اپنی راے سے حکم دیا پھر ایسا مقدمہ دوبارہ اسکے سامنے پیش ہوا اور اسکی راے بدل گئی تو دوسری راے پر عمل کرے اور اس سے راے اول کا توڑنا لازم نہین آتا ہے اور اگر تیسری بار اسکے سامنے پیش ہوا اور پھر اسکی راے بدل کر پہلی راے پر آئی تو اُسپر عمل کرے اور دوسری راے کی قضا اس قول سے باطل نہوگی یہ بدائع مین لکھا ہے صاحب الاقضیہ نے لکھا ہے کہ اگر کسی شخص نے اپنی عورت کی ماں سے زنا کیا اور ہنوز اسنے اس عورت سے دخول نہین کیا ہے پھر قاضی نے اسکو دُرّے مارے اور اسکی راے مین وہ عورت اسپر حرام نہوئی اور اُسنے دونون کو ساتھ رکھا تو اسکی قضا نافذ ہوگی۔ اور قدوری نے شرح مین ذکر کیا کہ اگر کسی نے ایسی عورت سے نکاح کیا کہ جسکے ساتھ اسکے باپ یا بیٹے نے زنا کیا تھا اور قاضی نے اس نکاح کے نافذ ہونے کا فتوے دیا تو اسکے نفاذ مین اختلاف ہے امام ابو یوسف کے نزدیک نافذ نہوگی اور امام محمد کے نزدیک نافذ ہوگی یہ محیط مین لکھا ہے۔ قاضی نے اگر ایسی عورت کے ساتھ نکاح جائز ہونے کا حکم دیا کہ جسکی ماں یا جسکی بیٹی کے ساتھ اس شخص نے زنا کیا ہے تو امام محمد کے نزدیک نافذ ہوگا یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہے۔ اگر کسی قاضی نے ام ولد کی بیع جائز ہونے کا حکم دیا تو نافذ نہوگا[2]۔ واضح ہو کہ ام ولد کی بیع جائز ہونے مین صحابہ مین اختلاف تھا حضرت عمر و علی

[1] اپنی راے یعنی اپنے اجتہاد کو یاد رکھتا ہے بھولا نہین ہے ۱۲ [2] نہوگا باوجودیکہ سلف مین اختلاف تھا بعض نے کہا کہ پچھلے اجماع سے پہلا اختلاف دور ہوجاتا ہے اور بعض نے کہا کہ نہین ۱۲

رضی اللہ عنہما دونوں اسکی بیع جائز نہیں سمجھتے تھے اور ایسا ہی حضرت عائشہ سے مروی ہی پھر آخر میں حضرت علی نے کہا کہ اسکی بیع جائز ہی پھر متاخرین نے اجماع کیا کہ بیع جائز نہیں ہی اور قول علی کو ترک کیا شمس الائمہ حلوائی نے کہا کہ یہ حکم نافذ نہونا امام محمدؒ کے نزدیک ہی اور امام ابوحنیفہؒ و امام ابویوسفؒ کے نزدیک نافذ ہوجانا چاہیے اور توجیہ اسکی یہ ہی کہ اختلاف متقدمین کے بعد متاخرین نے اگر دونوں قولوں سے ایک پر اجماع کیا تو امام محمدؒ کے نزدیک اختلاف متقدم اٹھ جاتا ہی اور امام ابوحنیفہؒ اور امام ابویوسفؒ کے نزدیک نہیں اٹھتا ہی اسلیے امام محمدؒ کے نزدیک یہ محل مجتہد فیہ نہ رہا اور ان دونوں کے نزدیک باقی رہا تو قضا نافذ ہونی چاہیے اور شمس الائمہ سرخسی نے ذکر کیا ہی کہ اجماع متاخر سے اختلاف متقدم اٹھ جانے میں اتفاق ہی تو عدم نفاذ کا حکم سب کے نزدیک ہوگا اور خصاف رحمہ اللہ تعالی نے ذکر کیا کہ قضا نافذ ہوگی اور کچھ اختلاف ذکر نہیں کیا ہی۔ اور باب اول اقضیۃ الجامع میں ہی کہ ام ولد کی بیع جائز ہونے میں قاضی کا حکم دوسرے قاضی کے جاری کرنے پر متوقف رہتا ہی اور یہی اصح ہی اور اگر دوسرے قاضی نے اسکو جاری کیا تو پھر کسی کو باطل کرنے کا اختیار نہ ہوگا۔ اور اگر دوسرے نے باطل کر دیا تو پھر کسی کو اسکے نافذ کرنے کا اختیار نہوگا۔ اور ایسا ہی حکم ہر اس حادثہ میں ہی جسکے باب میں لوگوں میں اختلاف ہی کہ مختلف فیہ ہی یا نہیں ہی۔ زیادات میں ہی کہ اگر اہل حرب کو مسلمانوں نے قید کر کے دار الاسلام میں رکھا پھر انپر مشرکوں نے غلبہ کر کے قیدی چھین لیے مگر دار الحرب میں محفوظ نہ کیے پھر انپر دوسرا فرقہ مسلمانوں کا غالب ہوا اور انکے ہاتھ سے دار الاسلام میں چھین لیے تو قیدی پہلے فرقہ مسلمانوں کو دیدیے جاوینگے خواہ فریق ثانی نے انکو باہم تقسیم کر لیا ہو یا نہ کیا ہو اور اگر فریق ثانی کے امام کی راے میں یہ فعل مشرکوں کا احراز[1] اور قبضہ و ملک تام ہووے تو البتہ فریق ثانی اسکے حقدار ہونگے یہ محیط میں لکھا ہی۔ سیر کبیر میں مذکور ہی کہ اگر مشرکین مسلمانوں کے اسباب پر غالب ہوے اور چھین کر اپنے لشکر میں اسکا احراز کیا اور یہ دار الاسلام میں ہی پھر دار الحرب میں لیجانے سے پہلے ایک جماعت مسلمانوں کی انپر غالب ہوئی اور وہ مال چھین لیا تو یہ مال اپنے مالکوں کا ہی اور اگر امام کو اس کا علم نہوا یہانتک کہ اسنے اہل غنیمت کو یہ مال تقسیم کر دیا تو قسمت باطل ہوگی اور مال اسکے مالک کو دیا جائیگا پس اگر امام نے مشرکوں کو چھین کر اپنے لشکر میں رکھنا احراز تام اعتقاد کیا ہی اور اس بنا پر اسنے غنیمت کے ساتھ ملا کر اہل غنیمت کو تقسیم کیا پھر یہ مقدمہ کسی دوسرے قاضی کے سامنے پیش ہوا اور وہ ایسے قبضہ کو مشرکوں کے واسطے احراز نہیں سمجھتا ہی تو جو کچھ امام نے حکم دیا جائز ہی اور دوسرا قاضی اسکو بدل نہیں سکتا ہی اور اسکی نظیر یہ مسئلہ ہی کہ اگر کسی نے فاسقوں کی گواہی سے غائب پر فیصلہ کیا یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی پر کسی غائب پر نکاح کا حکم دیدیا تو قضا نافذ ہوجائیگی اگرچہ جو شخص قضا علی الغائب کا قائل ہی وہ یہ کہتا ہی کہ نکاح میں عورتوں کی گواہی نہیں ہوتی ہی اور نہ فاسق کی بالکل گواہی جائز ہی ولیکن چونکہ دونوں صورتیں مجتہد فیہ ہیں اسواسطے قاضی کا اجتہاد دونوں میں جاری ہوگا اور جو سیر کبیر میں

[1] احراز اپنے حفظ میں محفوظ کر لینا ۱۲

مذکور ہو اس باب مین صریح ہو کہ کافر کے مالک ہونے کا حکم صرف غلبہ سے بدون اس کے کہ وہ دار الحرب مین کسی مال مسلمان کو لیجاوے اگر قاضی نے دیدیا تو قضا نافذ ہو اور بعضون نے کہا کہ شرح جامع صغیر مین مذکور ہو کہ نافذ نہو گی یہ ذخیرہ مین لکھا ہو۔ اگر کسی قاضی نے ایک گواہ اور قسم پر فیصلہ کیا تو نافذ نہو گا اور کتاب الاستحسان مین مذکور ہو کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالی اور سفیان ثوری کے نزدیک نافذ ہو گا **قال المترجم** وہو الاصح اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالی کے نزدیک نافذ نہو گا اور اقضیۃ الجامع مین ہو کہ ایک گواہ اور قسم پر فیصلہ متوقف رہتا ہو۔ اگر دوسرے قاضی نے نافذ کیا تو نافذ ہو۔ اگر کسی ذبح کیے ہوے جانور کے جسپر قصداً ذابح نے بسم اللہ اللہ اکبر یعنی اللہ کا نام لینا چھوڑ دیا ہو حلال ہونے کا حکم دیا تو نوادر مین مذکور ہو کہ امام اعظم رحمہ اللہ تعالی وامام محمد رحمہ اللہ تعالی کے نزدیک نافذ ہو گا اور امام ابو یوسف کے نزدیک نافذ نہو گا۔ اگر حد یا قصاص مین ایک مرد اور دو عورتون کی گواہی پر حکم دیا پھر دوسرے قاضی کے سامنے پیش ہوا کہ جو اسکی راے کے مخالف تھا تو وہ اسکے حکم کو نافذ کرے اور باطل نہ کرے۔ سیر کبیر مین لکھا ہو کہ ایک شخص نے ایک گھوڑا خریدا اور اسپر سوار ہو کر جہاد کیا پھر دار الحرب مین اسمین کوئی عیب پایا پس اگر بائع لشکر مین اسکے ساتھ ہو تو اس سے مقدمہ کر لے اور اگر موجود نہو تو چاہیے کہ اسپر سوار نہو ولیکن اپنے ساتھ ہانک لاوے یہانتک کہ اسکو دار الاسلام مین لے آوے اور اگر وہ اپنی حاجت ذاتی کے واسطے سوار ہوا یا اپنا اسباب اسپر لادا تو واپسی کا حق ساقط ہو جائیگا خواہ اسکو دوسرا گھوڑا دستیاب ہوا ہو یا نہوا ہو اور اگر وہ شخص امام کے پاس آیا اور اسکو آگاہ کیا اور اُسنے حکم دیا کہ سوار ہو تو واپسی کا حق باطل ہو گیا اور اگر امام نے اُسکو زبردستی سوار کیا اس جہت سے کہ اسکے جان کا خوف تھا اور اس سواری سے گھوڑے مین کچھ نقصان بھی نہین آیا تو اسکو واپس کرنے کا حق حاصل ہو۔ اور اگر امام نے زبردستی نہ کی ولیکن یہ کہا کہ تو سوار ہو لے اور تیرا حق واپسی برقرار ہو اور وہ سوار ہو گیا تو حق واپسی جاتا رہیگا پھر اگر اسکے بعد دونون نے کسی قاضی کے پاس پیش کیا اور قاضی نے بطریق اجتہاد کے امیر لشکر کے کہنے کی وجہ سے اسکو بسبب عیب کے واپس کیا پھر دوسرے قاضی کے سامنے پیش ہوا جسکی راے مین پہلے قاضی کا فعل خطا ہو تو وہ پہلے کا حکم جاری کریگا اگر کسی قاضی نے یہ حکم دیا کہ جس شخص پر طلاق دینے کے واسطے زبردستی کیجاوے اسکی طلاق باطل ہو تو قاضی کا حکم نافذ ہو گا اگر قاضی نے کسی مختلف فیہ صورت مین حکم دیا اور اسکو یہ نہین معلوم تھا کہ ایسی صورت ہو تو اسمین مشائخ نے اختلاف کیا ہو بعضون نے کہا کہ اسکی قضا نافذ ہو جائیگی اور اسی کی طرف امام محمد رحمہ اللہ تعالی نے کتاب الاکراہ مین اشارہ کیا ہو اور ایسا ہی حسن رحمہ اللہ تعالی نے امام اعظم رحمہ اللہ تعالی سے روایت کیا ہو اور عامہ مشائخ نے کہا کہ جائز نہین ہو اور اسی کی طرف سیر کبیر مین اشارہ ہو چنانچہ ابواب الفداء مین مذکور ہو کہ ایک شخص مر گیا اور اسنے ایک غلام چھوڑا اور اُسپر بہت قرضہ ہو پھر قاضی نے اسکے غلام کو فروخت کیا اور اسکا قرضہ ادا کیا پھر گواہ قائم ہوے کہ اُسکے مالک نے اُسکو مدبر کیا تھا تو قاضی کی بیع باطل ہو گی اور اگر قاضی اسکے مدبر کہنے سے واقف تھا پھر اسنے اسکا مدبر کرنا توڑ دیا اور اجتہاد کیا اور بیچکر اسکا قرضہ ادا کیا پھر دوسرا قاضی ہوا کہ

اُسنے اِس فعل کو خطا تصور کیا تو پہلے قاضی کی قضا نافذ ہوگی۔ اور ایسا ہی کتاب الرجوع عن الشہادات مین کو رہی کہ اگر محدود القذف گواہون نے گواہی دی اور قاضی انکی کیفیت سے واقف نہوا اور اُسنے اُنکی گواہی پر فیصلہ کیا پھر واقف ہوا پس اگر اسکی یہ رائے تھی کہ محدود القذف کی گواہی توبہ کرنے کے بعد مقبول ہوتی ہے تو قضا نافذ ہوگی اور اسکے اعتقاد مین یہ بات نہ تھی تو اپنی قضا کو رد کرے۔ اور اگر اسکو ابتداے شہادت مین شاہد کا محدود القذف ہونا معلوم ہوا پس اگر رائے اجتہادی یہ ہے کہ ایسے گواہ کی گواہی حجت ہے تو قضا نافذ کرے ورنہ نہین پس یہ کلام صریح ہے کہ اگر قاضی کو وہ صورت مجتہد فیہ معلوم ہے تو اسکی قضا نافذ ہوگی ورنہ نہین اور اسی کی طرف جامع مین بھی اشارہ ہے اور ایسا ہی خصاف رحمہ نے ذکر کیا ہے کذا فی المحیط۔ صورت مجتہد فیہ مین اگر قاضی نے حکم کیا اور اسکو اسکا علم نہین ہے تو اصح یہ ہے کہ جائز نہین ہے اور صرف اس صورت مین نافذ ہوگی کہ جب اسکو مجتہد فیہ ہونا معلوم ہو اور شمس الائمہ نے فرمایا کہ یہی ظاہر المذہب ہے یہ خزانۃ المفتین مین لکھا ہے اور خلاصہ مین لکھا ہے کہ قاضی کو اس صورت کا مختلف فیہ ہونا معلوم ہونیکی جو شرط ہے اگرچہ ظاہر المذہب ہے ولیکن فتوی اسکے برخلاف ہے یہ بحر الرائق مین لکھا ہے۔ اور یہان ایک شرط مجتہدات مین نفاذ قضا کے لیے اور بھی ہے یہ کہ حکم حادثہ ایسا ہو جاوے کہ جسمین قاضی کے سامنے ایک خصم کی دوسرے خصم کی طرف خصومت صحیحہ[1] جاری ہو یہ ذخیرہ مین لکھا ہے اگر محدود القذف کی شہادت پر توبہ کے بعد قاضی نے فیصلہ کیا اور اسکی رائے مین اسکی گواہی حجت ہے تو اسکی قضا اسواسطے نافذ ہوگی کہ یہ صورت مجتہد فیہ ہے اور اقضیۃ الجامع مین مین نے امام عبداللہ رحمہ اللہ تعالی کی روایت سے تعلیقاً نقل کیا ہے کہ اگر محدود القذف کی شہادت پر بعد توبہ کے قاضی نے فیصلہ کیا پھر دوسرے قاضی کے سامنے پیش ہوا تو دوسرا قاضی اس قضا کو اسوقت باطل نہ کریگا کہ جب اول قاضی کے نزدیک یہ شہادت حق ہو اور دوسرے قاضی کو بھی معلوم ہو کہ پہلا قاضی اسکو حق جانتا ہے یا اسکو پہلے قاضی کا حق جاننا یا نہ جاننا کچھ معلوم نہوا اور اگر دوسرے قاضی کو معلوم ہو کہ محدود القذف کی گواہی پہلے قاضی کے نزدیک درست نہین ہے مثلاً پہلے قاضی نے اسکے سامنے کہا کہ یہ قول ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما کا کہ محدود القذف کی گواہی اگرچہ وہ توبہ کرے مقبول نہین۔ صحیح ہے تو دوسرے قاضی کو اختیار ہے کہ پہلے قاضی کے حکم کو باطل کر دے کذا فی المحیط۔ اگر کوئی قاضی خود محدود القذف ہے اور اُسنے توبہ کرنے سے پہلے کوئی حکم جاری کیا تو دوسرا قاضی لامحالہ اُسکو باطل کریگا حتی کہ اگر اسنے نافذ کیا اور تیسرے کے سامنے پیش ہوا تو تیسرے قاضی کو باطل کرنا چاہیے کیونکہ وہ قاضی بالاجماع صلاحیت نہین رکھتا ہے تو دوسرے کا حکم بھی مخالف اجماع و باطل ہوگا لیکن اگر محدود القذف قاضی نے توبہ کے بعد فیصلہ کیا تو بھی ہمارے نزدیک نافذ نہوگا ولیکن دوسرا قاضی اسکو نافذ کر سکتا ہے اور اگر اسنے نافذ کیا اور تیسرے قاضی کے سامنے پیش ہوا تو وہ باطل نہین کر سکتا ہے یہ خصاف رحمہ کے ادب القاضی مین مذکور ہے۔ اور قاضی فاسق نے اگر حکم دیا اور دوسرے قاضی نے اسکو باطل کیا تو تیسرا قاضی اسکو نافذ نہین کر سکتا ہے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے۔ اگر قاضی اندھا ہوا اور اُسنے

---

[1] خصومت صحیحہ یعنی شرع ایسے حکم اجتہادی مین مدعی کا دعوی تسلیم کرے اگرچہ قاضی اپنے اجتہاد سے دعوی پر بنام مدعی فیصلہ کرے ولیکن محتمل ہو ۱۲

فیصلہ کیا تو اُسکا نفاذ دوسرے قاضی کے نافذ کرنے پر موقوف[۱] ہوا و جب اُسنے نافذ کیا تو تیسرا قاضی اسکو باطل نہین کرسکتا ہو اور اگر ثانی نے اسکو باطل کیا اور اسکی راے مین بھی باطل ہو تو باطل ہو جائیگا اگر قاضی نے احد[۲] الزوجین اور دوسرے شخص کی گواہی پر دوسری زوج کے واسطے فیصلہ کیا یا والد کی گواہی پر اسکے بیٹے کا فیصلہ کیا یا بیٹے کی گواہی پر باپ کا فیصلہ کیا تو نافذ ہوگا یہانتک کہ دوسرے قاضی کو اسکے باطل کرنے کا اختیار نہین ہے اگرچہ اسکی راے مین یہ باطل ہو یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہو۔ اگر ایک عورت نے میان اور بی بی دونون مین رضاعت واقع ہونے کی گواہی دی کہ مین نے دونون کو مثلاً دودھ پلایا ہو اور قاضی نے تفرق کردی تو اسکی قضا رد کردیجاویگی یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہو قال المترجم[۴] ہذا الحکم فی ہذہ المسئلۃ مشکلۃ فانہ لو لم یعتبر فیہا مخالفۃ النص فلا اقل من ان تکون مجتہداً فیہا فلیتامل۔ اور قاضی مطلق نے اگر ایک مرد اور دو عورتون کی گواہی پر حدود اور قصاص مین فیصلہ کیا اور اسکی راے مین یہ جائز ہو تو نافذ ہوگا کیونکہ اختلاف صحت قضا مین ہوا اور بعض لوگ اسکو جائز رکھتے ہین اور وہ شریح رحمہ اللہ تعالی تابعی ہین یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہو فتاوی قاضی ظہیر الدین مین ہو کہ اگر عورتون کی گواہی پر حد یا قصاص مین فیصلہ کیا تو اسکی قضا نافذ ہوگی اور غیر کو اختیار نہین ہو کہ اسکو باطل کردے جبکہ اس سے یہ خواہش کیجاے کیونکہ ایسا فیصلہ جائز ہونا شریح اور ایک جماعۃ تابعین سے مروی ہو یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہو۔ اگر قاضی نے دو گواہون کی گواہی پر فیصلہ کیا پھر معلوم ہوا کہ دونون کافر تھے تو فیصلہ رد کردیا جاویگا کیونکہ ظاہر ہوا کہ حکم اسکا خلاف اجماع ہو اور اگر ظاہر ہوا کہ دونون غلام تھے تو بھی یہی حکم ہو۔ اور اگر واضح ہوا کہ دونون اندھے تھے تو شمس الائمہ سرخسی نے کہا کہ اسکا حکم محدود القذف کا ہو اور شیخ الاسلام نے کہا کہ غلامون کے مانند ہو اور جو کچھ مختصر مین مذکور ہو ظاہر اسی پر دلالت کرتا ہو غلام یا لڑکے یا نصرانی سے قضا طلب کی گئی اور اسنے کسی مقدمہ مین حکم قضا دیا پھر دوسرے قاضی کے پاس پیش ہوا اور اسنے جائز رکھا اور جاری کیا تو جائز نہین ہو۔ اور یہ حکم طفل اور نصرانی[۵] کے حق مین ظاہر ہو اور غلام کے حق مین مشکل ہے کیونکہ امام مالک و شریح کے نزدیک غلام گواہی کی صلاحیت رکھتا ہو پس قاضی ہونے کی بھی صلاحیت رکھتا ہو پس جب دوسرے قاضی کا نافذ کرنا اسکے ساتھ ملایا گیا تو اسکی قضا نافذ ہونی چاہیے جیسا محدود القذف کا حکم ہے اگر کوئی عورت کسی مقدمہ مین قاضی بنائی گئی تو اسکا فیصلہ سواے حدود و قصاص کے سب مین درست ہے اور اگر اسنے حدود و قصاص مین حکم دیا پھر دوسرے قاضی کے پاس اسکا مرافعہ کیا گیا اور اُسنے جاری کیا تو نافذ ہو جائیگا اور خانیہ مین ہو کہ غیر کو اسکا باطل کرنا نہین پہونچتا ہو اور شیخ الاسلام علی بزدوی رحمہ اللہ تعالے نے ذکر کیا کہ نافذ نہوگا یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہو۔ اگر کسی قاضی نے قسامت مین قتل کا حکم کیا تو نافذ نہوگا اور صورت اسکی یہ ہو کہ ایک مقتول کسی محلہ مین پایا گیا اور اولیاء مقتول نے کسی شخص پر قتل کا دعوے کیا تو بعض علماء نے

---

[۱] موقوف ہو یعنی یہ فیصلہ متوقف رہیگا کیونکہ باطل نہین بلکہ خارجی شرط یعنی بینائی نہین ہو تو دوسرے حکم کے نافذ کرنے سے نافذ ہو سکتا ہے ۱۲

[۲] یعنی جورو مرد مین سے ایک نے دوسرے کیواسطے گواہی دی ۱۲ [۳] طفل نصرانی کو مسلمان پر کسی حال مین گواہ ہونے کی صلاحیت نہین ہے ۱۲

[۴] مترجم کہتا ہو کہ اس مسئلہ مین یہ حکم مشکل ہو اسواسطے کہ مسئلہ اجتہادی ہو اور نص موجود ہو پس اگر نص سے مخالفت نہو تو اس سے کم نہین کہ وہ اجتہادی ہے فلیتامل ۱۲

فرمایا اور یہی قول امام مالک کا اور قدیم قول شافعی کا ہے کہ اگر مدعا علیہ اور مقتول مین کھلی عداوت تھی اور سوائے مدعا علیہ کے اور کسی کے ساتھ اسکی عداوت ظاہر نہ تھی اور اُس کے محلہ مین آنے اور مقتول کے پائے جانے مین تھوڑی مدت ہے تو قاضی مقتول کے ولی سے اسکے دعوی پر قسم لیگا پس اگر اسنے قسم کھالی تو قصاص کا حکم دیگا اور ہمارے نزدیک اس مقدمہ مین دیت اور قسامت ہے کذا فی المحیط اور اگر قاضی نے قصاص کا حکم دیدیا اور وہ دوسرے قاضی کے سامنے پیش ہوا تو وہ اسکو باطل کردے کیونکہ یہ حکم اجماع کے مخالف ہے کیونکہ امام مالک صحابہ مین موجود نہ تھے پس انکا قول معتبر[1] نہوگا یہ خصاف رحمہ اللہ تعالی کے ادب القاضی مین ہے ذخیرہ مین ہے کہ شیخ الاسلام ابو الحسن السغدی سے پوچھا گیا کہ ایک شخص اپنی عورت کو چھوڑ کر غائب ہو گیا اور غیبت[2] منقطعہ ہوا اور عورت کے نفقہ کے واسطے کچھ نہین چھوڑ گیا اور یہ مقدمہ قاضی کے سامنے پیش کیا گیا پھر اس قاضی نے ایسے عالم کو لکھا کہ جسکے نزدیک نفقہ سے عاجز ہونے کے باعث سے جدائی کرا دینا جائز ہے اور اسنے عورت کو الگ کر دیا تو کیا یہ جدائی واقع ہو جائیگی انھون نے فرمایا کہ ہان اگر نفقہ سے عجز متحقق ہو تو جدائی ہو جائیگی پھر دریافت کیا گیا کہ اگر شوہر کی زمین اور املاک یہان موجود ہو تو نفقہ سے عجز متحقق ہوگا انھون نے فرمایا کہ ہان اگر جنس نفقہ سے نہین ہے تو متحقق ہوگا کیونکہ ان چیزون کا نفقہ مین فروخت کرنا جائز نہین ہے کیونکہ یہ بمنزلہ قضاء علی الغائب کے ہے اور صاحب ذخیرہ نے فرمایا کہ اس جواب مین اعتراض ہے اور صحیح یہ ہے کہ یہ قضا صحیح نہین ہے اور اگر دوسرے قاضی کے سامنے پیش ہوا اور اُسنے اجازت دیدی تو صحیح یہ ہے کہ یہ قضا نافذ نہ ہوگی۔ مجمع النوازل مین مذکور ہے کہ شیخ الاسلام عطاء بن حمزہ سے دریافت کیا گیا کہ نابالغہ لڑکی کے باپ نے نابالغ لڑکے سے اسکا نکاح کر دیا اور باپ نے قبول کیا پھر وہ دونون بڑے ہوے اور دونون مین غیبت منقطعہ تھی اور نکاح مین گواہ فاسق تھے تو کیا قاضی کو جائز ہے کہ شافعی مذہب کے قاضی کے پاس بھیجدے کہ وہ اس نکاح کو باطل کردے اس سبب سے کہ اسکے گواہ فاسق تھے تو انھون نے فرمایا کہ ہان جائز ہے اور قاضی حنفی کو جائز ہے کہ خود ایسا کرے اور شافعی کا مذہب لے لیوے اگرچہ خود اسکا مذہب یہ نہو اور اسیطرح نکاح بغیر ولی مین اگر اسکو تین طلاق دی پھر دوسرے زوج محلل[5] کے دخول سے پہلے اس سے نکاح کر لیا اگر اس صورت مین امام محمد کا مذہب لیکر اس نکاح کی صحت اور عدم وقوع طلاق کا حکم دیا تو جائز ہے اور نجم الدین رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہین کہ میرے استاد اسکو روا نہین رکھتے تھے لیکن اگر شافعی المذہب کے پاس بھیجدے تاکہ دونون مین عقد کردے اور صحت کا حکم دیدے تو جائز ہے بشرطیکہ کاتب اور مکتوب الیہ اسمین رشوت نہ لیوین اور اس قضا سے یہ ظاہر نہین ہوتا کہ پہلا نکاح حرام یا اسمین شبہ تھا ایسا ہی فتاوی نسفی مین مذکور ہے اور ذخیرہ مین لکھا ہے کہ اگر بلا گواہ[3] کے نکاح جائز ہونے کا حکم دیا تو اسکی قضا نافذ ہو جائے گی اور اور ایسا ہی

---

[1] قولہ معتبر یعنی اجماع صحابہ مین مالکؒ کا خلاف معتبر نہین ہے ۱۲ [2] غیبت منقطعہ وہ ہے کہ سال مین ایکبار قافلہ وہان تک آوے جاوے اور ہر بیان لیسی ہیبت جدا گانہ ہے ۱۲ [3] یعنی ایسا نکاح ہوا کہ جسمین گواہ نہ تھے صرف ایجاب وقبول تھا اور قاضی نے اس نکاح کے جواز کا حکم دیدیا تو جائز ہو جائے گا ۱۲ [5] محلل جسکے ذریعہ سے شوہر اول کے لیے حلالہ ہو جاوے ۱۲

جامع الفتاوی مین لکھا ہے۔ اور ملتقط مین ہے کہ اگر کسی عورت نے ایک محفل مین کہا کہ یہ میرا شوہر ہے اور مرد نے کہا کہ یہ میری عورت ہے تو اس نکاح کے انعقاد مین اختلاف ہے اور اگر قاضی نے اسکا حکم دیدیا تو بالاتفاق نکاح ہو گیا اگر کسی عورت نے دس دن کے واسطے نکاح کیا اور اسکو کسی قاضی نے جائز رکھا تو جائز ہے کیونکہ امام زفر رحمہ اللہ تعالی کے نزدیک اگر کسی عورت سے ایک مہینہ کے واسطے نکاح کیا تو صحیح ہے اور مدت کا ذکر کرنا لغو ہو گا پس اگر اس نکاح کے جواز کا حکم دیا تو نافذ ہو گا اور اگر عورتون کے متعہ جائز ہونے کا حکم کیا تو جائز نہو گا اور اسکی صورت یہ ہے کہ کسی عورت سے کہا کہ مین تجھسے اتنی مدت بعوض اس مال کے متعہ کرتا ہون بخلاف اسکے کہ اگر لفظ تزویج و نکاح ذکر کیا مثلاً کہا کہ مین نے تیرے ساتھ ایک مہینہ تک یا دس دن تک نکاح کیا تو یہ نکاح جائز ہے اگر قاضی اسکے جواز کا حکم دیدیوے اور اگر رد نکاح عورت کا حکم بسبب نابینائی یا جنون یا مثل اسکے دیدیا تو اسکی قضا نافذ ہو گی کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے تھے کہ پانچ عیوب سے رد کرنا عورت کا درست ہے اور اگر انمین سے ایک عیب کی وجہ سے رد نکاح کا حکم کیا تو نافذ ہو گا کیونکہ ہمارے اصحاب مین آپس مین اختلاف ہے امام محمدؒ رد کا حکم دیتے ہین۔ اگر بلا گواہی کے مہر باطل ہونے کا حکم یا بدون اقرار کے بطلان مہر کا حکم کیا اور بعض لوگون کا مذہب اختیار کیا کہ نکاح کے قدیم ہونے سے مہر ساقط ہوتا ہے تو باطل ہے کیونکہ ظاہر ہے کہ مہر یا ادا کرنے سے ساقط ہو گا یا بری کرنے سے۔ اگر کسی عنین کے بارہ مین یہ حکم دیا کہ اسکے لیے مدت نہ دیجائیگی تو قضا باطل ہے۔ اور صغری مین ہے کہ خلع کے باب مین قاضی کا حکم کہ وہ فسخ ہے مثل اور مسائل مجتہدات کے ہے کیونکہ شیخ الاسلام خواہر زادہ نے اس مین اختلاف صحابہ رضوان اللہ تعالے علیہم اجمعین نقل کیا ہے پس اگر فسخ ہونے کا حکم دیا تو قضا نافذ ہو گی۔ نکاح[2] سے پہلے اگر طلاق باطل ہونے کا حکم کیا یا حیوان مین بیع سلم کا حکم دیا تو جائز ہے یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہے۔ اگر کسی شخص نے بدون عورت کی رضامندی کے رجعت کر لی اور ایسے قاضی کے سامنے یہ مقدمہ پیش ہوا کہ جسکے نزدیک عورت کی رضامندی رجعت مین موافق مذہب شافعی کے شرط تھی پھر اسنے رجعت کو باطل کر دیا تو یہ قضا بعض کے نزدیک نافذ ہونا چاہیے کیونکہ رجعت مین عورت کی رضامندی ظاہر مذہب شافعی کا نہین ہے اور نہ انکی کتابون مین مذکور ہے ہان اصحاب شافعی سوالات مین بطور منع کے پیش کرتے ہین لہذا فقط اسقدر سے مجتہد فیہ نہین ہو سکتا ہے اور ہمارے اصحاب اجماع کا دعوی کرتے ہین کہ بالاجماع صحت رجعت کے واسطے عورت کی رضامندی شرط نہین ہے پس اس کا حکم نافذ نہو گا کذا فی الذخیرہ۔ اگر اپنی عورت کو حالت حیض یا حمل مین طلاق دی یا دخول سے پہلے تین طلاق دین پھر کسی قاضی نے حاملہ یا حائض کے طلاق باطل ہونے کا حکم دیا یا ایک سے زائد طلاق باطل ہونیکا موافق مذہب بعض کے حکم دیا تو اسکی قضا نافذ نہو گی اور اسیطرح تین طلاق ایک ہی کلمہ سے دینے کو یا اس طہر مین جسمین جماع کیا ہے طلاق دینے کو باطل کیا تو اسکی قضا باطل ہو گی اور

---

[1] یعنے عورت نے نکاح کو رد کیا بسبب شوہر کے اندھے یا مجنون وغیرہ کے اور قاضی نے یہ حکم دیدیا کہ عورت کا رد کرنا صحیح ہوا تو قضاء نافذ ہو گی ۱۲ [2] یعنے کسی نے اگر قسم کھائی کہ اگر ایک عورت سے نکاح کرون تو وہ طالقہ ہے پس قاضی نے حکم کیا کہ یہ باطل ہے ۱۲ م

اگر باکراہ مجبور کیے گئے شخص کی طلاق دینے کو باطل کیا تو اسکی قضا نافذ ہوگی اور اگر دوسرے قاضی کے سامنے پیش ہوا تو پہلے قاضی کے حکم کو نافذ کریگا اور فتاویٰ رشید الدین مین ہے کہ اگر مست نشہ کی طلاق نہ واقع ہونے کا حکم کیا تو نافذ ہوگا کیونکہ باہم صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم مین اس مسئلہ مین اختلاف تھا اور بھی فتاویٰ رشید الدین مین مذکور ہے کہ اگر دوسرے شوہر نے بعد دخول کے طلاق دی پھر دوبارہ اس عورت سے نکاح کیا اور وہ عدت مین تھی پھر قبل دخول کے اسکو طلاق دی پھر اس سے پہلے شوہر نے نکاح کیا اور ہنوز عدت نہ گذری تھی اور کسی حاکم نے اس نکاح کی صحت کا حکم دیا تو اسکی قضا نافذ ہوگی کیونکہ اجتہاد کو اس صورت مین گنجائش ہے اور وہ زفر رحمہ اللہ تعالیٰ کا مذہب ہے۔ اگر صغیرہ لڑکی کی طرف سے باپ نے خلع لیا اور اسکے جائز ہونے کا قاضی نے حکم کیا تو نافذ ہوگا اگر ممتدۃ الطہر[1] کی عدت مہینوں سے گذرنے کا حکم کیا تو منہاج الشریعۃ مین امام مالک سے منقول ہے کہ انھون نے فرمایا کہ جس عورت کو اسکے شوہر نے طلاق دی اور چھ مہینے گذر گئے اور اسنے خون نہ دیکھا تو اسکے ایاس کا حکم دیا جائیگا حتیٰ کہ اسکے بعد اسکی عدت تین مہینہ کے حساب سے ختم ہوگی اور ابن عمر سے بھی ایسا ہی مروی ہے پس اس بنا پر اگر ممتدۃ الطہر کے حد ایاس پر پہونچنے سے کہ پچپن برس ہوتے ہین پہلے پچاس برس یا دو ایک برس پہلے اگر اسکا خون منقطع ہوگیا تو موافق اختیار شیخ الاسلام برہان الدین کے اگر اسکے شوہر نے اسکو طلاق دی اور اسپر چھ مہینے گذر گئے پھر تین مہینے کی عدت کی شمار کی اور اسپر کسی قاضی نے حکم کیا تو نافذ ہونا چاہیے کیونکہ یہ مجتہد فیہ ہے اور اسکا یاد رکھنا چاہیے کیونکہ اکثر ایسا واقعہ ہوتا ہے اگر کسی شخص نے اپنی عورت کو قبل دخول کے طلاق دی اور قاضی نے آدھے سامان جہیز دینے کا اُسکے لیے حکم کیا حالانکہ عورت نے مہر پر قبضہ کر لیا اور سامان لے لیا تو اسکی قضا نافذ نہو گی کیونکہ جمہور کے خلاف ہے اگر ایک شخص نے اپنے غلامون مین سے ایک کو آزاد کیا اور بیان سے پہلے مر گیا اور قاضی نے قرعہ ڈالنے کا حکم کیا تو اسکی قضا نافذ ہوگی اسلیے کہ مجتہد فیہ ہے مالک رح اور شافعی رح قرعہ ڈالنے کے قائل ہین یہ فصول عمادیہ مین ہے۔ کہ ایک شخص نے اپنا آدھا غلام آزاد کیا یا غلام دو شخصون مین مشترک تھا کہ ایک نے آزاد کیا اور وہ شخص تنگدست ہے اور قاضی نے دوسرے کو حکم کیا کہ اپنا حصہ فروخت کر لے اور اسنے فروخت کر لیا پھر دونون نے کسی اور قاضی کے پاس مخاصمہ کیا کہ جسکی یہ راے نہتھی تو خصاف نے ذکر کیا کہ دوسرا قاضی بیع اور قضا کو باطل کر دیگا اور شمس الائمہ حلوائی نے ذکر کیا کہ یہ قول خصاف کا ہے اور اس مسئلہ مین کوئی روایت ہمارے اصحاب سے نہین ہے اور اگر خصاف کا قول موجود نہوتا تو ہم کہتے کہ اسکی قضا نافذ ہوگی کیونکہ اسنے مجتہد فیہ مین حکم دیا ہے یہ ظہیریہ مین لکھا ہے اگر مسئلہ مخمسہ[2] مین قاضی نے حکم دیا تو اسکی قضا نافذ ہوگی کیونکہ یہ مختلف فیہ ہے۔ شروط ابو نصر دبوسی مین ہے کہ اگر رہن غیر منقسم[3] واقع ہو تو چاہیے کہ کسی حاکم کا حکم لے تاکہ صحیح ہو۔ اگر پانی کی بیع جائز ہونیکا حکم کیا تو دوسرے کو اختیار نہین ہے کہ اسکو باطل کرے اور اگر اسنے باطل کیا تو دوسرے کو جائز کرنیکا اختیار نہین ہے جامع الفتاویٰ و سیر کبیر مین ہے کہ اگر کسی ایسی

[1] ممتدۃ الطہر وہ عورت جو معمولی طہر مین عورتون کی نسبت زیادہ دنون تک بے حیض کے طاہر رہتی ہو ۱۲ م [2] مخمسہ یعنی پانچ قول اجتہادی ہین اور آئندہ آویگا [3] جو فقط امام رح کے نزدیک جائز نہین ہے ۱۲

بیع کے جائز ہونیکا حکم کیا جو مدت مجہول کی شرط کی وجہ سے فاسد تھی تو اسکی قضا نافذ ہوگی جبکہ اس باب مین اسکے پاس مخاصمہ ہوا ہو اور مشتری کو مبیع اپنے پاس رکھنا جائز ہے اگر کسی مدبر کی بیع جائز ہونیکا حکم دیا تو اسکی قضا نافذ ہوگی۔ اور مکاتب کی بیع اسکی رضامندی سے جائز ہے اور یہی روایت اظہر ہے۔ اگر ایک نوع کی تجارت کے ماذون غلام مین حکم دیا کہ اسکو کل نوع کی اجازت نہین ہے تو نافذ ہوگا یہ فصول عمادیہ مین ہے اور قاضی لوگ جو یہ فعل کرتے ہین کہ یمین[۱] مضاف کو فسخ کرتے یا بیع مدبر وغیرہ مین شافعی مذہب کے سپرد کرتے ہین تو یہ فعل صرف اسوقت جائز ہے کہ سپرد کرنے والے کی بھی یہ رائے ہو مثلاً اسکے نزدیک بھی رائے اجتہادی ظاہر ہوا ور اگر اسکی یہ رائے نہو تو سپرد کرنا صحیح نہین ہے اور بعض مشائخ نے کہا کہ سپرد کرنا درست ہے اگرچہ اسکی خود یہ رائے نہو اور یہی مختار ہے یہ خزانۃ المفتین مین لکھا ہے اور اگر قاضی شافعی مذہب کے اسواسطے سپرد کیا کہ اپنی رائے سے فیصلہ کرے یا موافق حکم شرع کے فیصلہ کرے تو یہ تفویض سب کے نزدیک نافذ ہوگی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے اگر ایک دار کے خلاص کرنیکا جو مشتری سے استحقاق مین لے لیا جاوے اور اسی کے مثل دار کے ضامن ہونے کا کسی قاضی نے حکم دیا کہ جائز ہے پھر وہ دوسرے کے سامنے پیش ہوا تو دوسرا اسکو باطل کریگا صورت مسئلہ کی یہ ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کے ہاتھ ایک دار فروخت کیا اور بائع یا کوئی اجنبی مشتری کے واسطے خلاص کا ضامن ہوا اور خلاص کے معنی ہین کہ ضامن نے مشتری سے کہا کہ اگر یہ دار تیرے ہاتھ سے استحقاق مین لے لیا گیا پس مین ضامن ہون کہ اس دار کو بیع یا ہبہ سے خلاص کر کے تیرے سپرد کرونگا اور اگر اسکے سپرد کرنے سے عاجز ہوگیا اور خلاص نکر سکا تو اسکے مثل دوسرا دار خرید کر کے تیرے سپرد کرونگا پس ایسی ضمانت ہمارے نزدیک باطل ہے۔ اور بعضون کے نزدیک یہ ضمانت صحیح ہے اور یہ تفسیر ضمان خلاص کی جو مذکور ہوئی امام اعظم کے نزدیک ہے اور اسی کو صاحب الاقضیہ نے اختیار کیا ہے۔ اور صاحبین کے نزدیک ضمان الخلاص اور عہدہ اور درک ایک ہی ہے یعنی وقت استحقاق کے ثمن واپس دلانیکی ضمانت کرنا ہے اور امام اعظم کے نزدیک یہ تفسیر ضمان درک کی ہے اور ضمان خلاص کی وہ تفسیر ہے جو سابق مذکور ہوئی اور ضمان عہدہ کے یہ معنی ہین کہ اس قدیمی نوشتہ کی طرف سے جو بائع کے پاس ہے ضامن ہو پس صاحبین کے نزدیک جب ضمان خلاص کے معنی ضمان درک ہین تو انکے نزدیک صحیح ہوگی۔ اگر مبیع مشتری کے ہاتھ سے استحقاق مین لے لی گئی تو وہ ضامن سے قیمت لیگا پس ہرگاہ کہ قاضی نے اس ضمان کے صحت کا حکم کیا اور مشتری کے لیے کفیل کے ساتھ حق خصومت ثابت کیا تو یہ قضا نافذ ہوجاویگی اور جب دوسرے قاضی کے سامنے پیش ہوئی تو اسکو باطل نہ کریگا۔ اور اگر اسنے دار سپرد کرنے کے لیے ضمانت کی تو ضمانت صحیح نہین پس قضا صحیح نہوگی اور اگر کسی شخص کی عورت نے یا اسکی بیٹی نے عمداً خون کرنے سے قاتل کو معاف کیا اور قاضی نے اس معاف کرنے کو باطل جانا کیونکہ اسکی رائے مین عورتون کی طرف سے عفو نہین ہے اور نہ انکا قصاص مین کچھ حق ہے جیسا کہ بعض علماء کا مذہب ہے اور اسنے اس شخص کے قصاص مین قتل کیے جانے کا حکم دیدیا اور قتل ہونے سے پہلے یہ مقدمہ ایسے قاضی کے سامنے مرافعہ ہوا جو عورتون کے

---

[۱] یعنے ایسی قسم جو آیندہ کسی فعل کی طرف مضاف ہو مثلاً کسی عورت سے کہا کہ جب مین تجھ سے نکاح کرون تو تجکو طلاق ہے چنانچہ شافعی کے نزدیک یہ قسم باطل ہے ۱۲

عفو کرنے کو صحیح جانتا ہے تو دوسرا قاضی قصاص کے حکم کو باطل کردیگا اور اس عفو کو نافذ کرے گا۔ اور اگر اس شخص کے قتل ہونے کے بعد پیش ہوا تو اسکا حکم جاری ہوگیا ہے پس دوسرا قاضی اس امر مین کچھ تعرض نہ کریگا ایسا ہی خصاف اور صاحب الاقضیہ نے ذکر کیا ہے اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ یون کہنا چاہیے کہ جس شخص کے لیے قصاص لینے کا حکم ہے اگر وہ عالم تھا تو اس سے قصاص لیا جاوے اور اگر جاہل تھا تو اس سے دیت لیجاوے یہ محیط مین لکھا ہے خلاصہ مین ہے کہ اگر شے مرہون یا مستاجر[عہ] کی بیع کی اجازت دیدی تو نافذ ہو جائیگی۔ اور جامع الفتاوی مین ہے کہ اگر قاضی کے سامنے جھوٹے گواہ پیش ہوے کہ کسی شخص کی باندی اسکی بیٹی ہے اور اسنے اسکا حکم دیدیا تو وہ حکم مین اسکی بیٹی ہے کہ اس سے وطی کرنا حلال نہین ہے اور اسکی میراث سے کچھ مال اسکو کھانا حلال نہین ہے اور یہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالے کے نزدیک ہے اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالی نے فرمایا کہ مال میراث کھانے مین کچھ ڈر نہین ہے۔ اگر ایک گواہ کی گواہی پر اپنے پسر کے خط[سلہ] ہونے کا حکم دیدیا تو قضا نافذ نہوگی۔ اور اگر گواہون کی گواہی پر ایک مہری وصیت پر حکم کیا بدون اسکے کہ وہ وصیت گواہون کے سامنے پڑھی گئی ہو تو دوسرا قاضی اس حکم کو نافذ کردیگا اور اسی طرح اگر اپنے دیوان کے کسی چیز پر فیصلہ کیا اور وہ خود اسکو بھولا ہوا ہے یا گواہون کی گواہی پر ایک نوشتہ کا فیصلہ کیا کہ گواہون کو نہین یاد ہے کہ اسمین کیا لکھا ہے ولیکن وہ لوگ اپنا خط اور مہر پہچانتے ہین تو دوسرا قاضی بھی اسکو نافذ رکھے گا مگر اول قاضی کو یہ کرنا نہ چاہیے تھا اور یہ سب امام اعظم رحمہ اللہ تعالی اور زفر رحمہ اللہ تعالی کے قیاس پر ہے خانیہ مین لکھا ہے کہ ایک شخص نے طلاق یا عتاق واقع ہونے کی قسم کھائی کہ اگر وہ شخص گوشت کھاوے تو اسکی عورت پر طلاق یا اسکا غلام آزاد ہے پھر اسنے مچھلی کھائی پھر عورت نے قاضی کے سامنے پیش کیا کہ وہ مچھلی کو گوشت مین شامل جانتا تھا اسنے دونون مین جدائی کردی پھر دوسرے قاضی کے سامنے پیش ہوا کہ اسکے نزدیک مچھلی گوشت مین شامل نہین ہے تو دوسرا قاضی پہلے کے حکم کو نافذ کریگا یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہے۔ اگر قرضدار نے طالب سے کہا کہ اگر مین تیرا قرض آج نہ ادا کرون تو میری عورت پر تین طلاق ہین اور قرضخواہ روپوش ہوگیا اور قرضدار کو خوف ہوا کہ اگر وہ آج نہ ظاہر ہوا تو مین اپنی قسم مین جھوٹا ہونگا یعنی عورت پر طلاق ہو جاویگی اور اسنے قاضی کو اطلاع دی پھر قاضی نے غائب کی طرف سے ایک وکیل مقرر کیا اور وکیل کو حکم دیا کہ مطلوب سے مال لیوے تاکہ وہ قسم مین جھوٹا نہو اور اسپر دوسرے حاکم نے بھی حکم دیا تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالی نے فرمایا کہ جائز نہین ہے کذا فی الاقضیہ اور یہ سب کا قول ہے اگرچہ بالخصوص امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالی کو ذکر کیا ہے۔ اور ناطقی نے ذکر کیا کہ وکیل مقرر کرے اور اسکے قبضہ کر لینے سے اسکی قسم جھوٹی نہوگی اور ناطقی نے کہا کہ اسی پر فتوے ہے یہ فصول عمادیہ مین ہے۔ اگر امام المسلمین کسی ملک پر غالب آیا اور اہل حرب کے ساتھ جان و مال کا احسان کرنا چاہا تو اسکو یہ اختیار ہے اور انکے جانون پر جزیہ مقرر کرے اور زمین پر خراج مقرر کرے ولیکن زمین کی زیادہ پیداوار کے لحاظ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی

سلہ خط یعنے حکم دیا کہ یہ میرے پسر کا لکھا ہوا ہے حالانکہ گواہ واحد ہے تو یہ باطل ہے ۱۲ عہ مستاجر اجارہ دی ہوئی ۱۲

مقدار مقررہ سے زیادہ خراج نہ مقرر کرے اور یہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالی کے نزدیک ہے اور امام محمد رحمہ اللہ تعالی کا اسمین اختلاف ہے اور اسپر اجماع ہے کہ کمی پیداوار کی وجہ سے کم کردے پھر اگر خراج مقررہ سے کم باندھنے کے بعد وہ زمین ایسی ہو گئی کہ جسمین زیادہ پیداوار ہے تو اسپر وہی وظیفہ مقررہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مقرر کر سکتا ہے اور اگر امام نے اس زمین پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مقررہ خراج باندھا تو بالاجماع اسکو زیادہ کر دینے کی اجازت نہین ہے اگرچہ زمین مین اس سے زیادہ خراج اٹھا لینے کی طاقت ہو اور اسیطرح اسکو تحویل[۵۱] خراج کی اجازت نہین ہے مثلاً پہلا خراج درم تھا تو اب اسکو بٹائی کر لینا جائز نہین ہے یا اسکا عکس کیا تو بھی روا نہین ہے۔ پھر اگر اسنے اس وظیفہ مقررہ حضرت عمر پر زیادتی کی یا تحویل خراج کی اور اسکا حکم اُنپر جاری کر دیا اور اسکی یہ رائے اجتہادی تھی پھر بجائے اسکے دوسرا والی ملک ہوا اور اسکی رائے برخلاف ہے پس اگر پہلے امام کا فعل ان ذمیون کی خوشی خاطر سے تھا تو دوسرا والی اسکو جاری رکھے اور اگر بدون انکی خوشی خاطر کے تھا تو دو صورتین ہین ایک یہ کہ وہ زمین بزور شمشیر فتح ہوئی تھی پھر امام المسلمین نے اُنپر احسان کیا تو بھی دوسرا والی پہلے کے فعل کو جاری رکھے اور اگر بطور صلح کے فتح ہوئی اور پھر امام اول نے خراج مقررہ مین بڑھایا یا تحویل کی تو دوسرا والی اسکا حکم توڑ دیگا یہ ذخیرہ مین لکھا ہے۔

بیسوان باب جسمین قضائے قاضی جائز ہے اور جسمین نہین جائز ہے ان صورتون کے بیان مین۔ جاننا چاہیے کہ انسان کو اپنے نفس[۵۲] کا قاضی ہونا نہین جائز ہے پس اگر قاضی نے اپنے واسطے کسی وجہ سے یا کل وجہ سے حکم کیا تو اسکی قضا نافذ نہو گی ہان اسقدر فرق ہے کہ اگر کل وجہ سے اسنے اپنے واسطے حکم کیا تو دوسرے قاضی کے نافذ کرنے سے بھی نافذ ہوگا اور اگر ایک وجہ سے حکم کیا تھا تو نافذ ہوگا۔ اور اگر غیر کے واسطے کل وجہ سے حکم کیا پس اگر قاضی بالیقین قضاء کی صلاحیت نہین رکھتا ہے تو قضا نافذ نہو گی اگرچہ دوسرے قاضی نے نافذ کی ہو اور اگر اسکی صلاحیت مین اختلاف ہو اور دوسرے قاضی نے نافذ کی تو بالاجماع نافذ ہو گی۔ اور اگر قضائے قاضی مین اختلاف ہوا کہ کل وجہ سے اُسنے غیر کے واسطے حکم دیا ہے یا کسی وجہ سے غیر کے واسطے اور کسی وجہ سے اپنے واسطے حکم کیا ہے تو دوسرے قاضی کے جاری کرنے سے نافذ ہو گی۔ کتاب الوکالتہ مین ہے کہ اگر قاضی نے اپنے ایک دار کے فروخت کرنے یا اجارہ دینے کے واسطے یا اپنے ہر حق کے جو دوسرے کی طرف آتا ہے نالش کرنے کے واسطے یا دوسرے کی نالش کی جوابدہی کے واسطے کوئی وکیل کیا تو جائز ہے مگر قاضی کو جائز نہین ہے کہ اپنے وکیل یا وکیل الوکیل کے واسطے[۵۳] حکم دیوے اور اسیطرح اپنے باپ کے وکیل کے واسطے یا دادا پردادا وغیرہ ایسے بزرگون کے وکیل کے واسطے یا بیٹے یا پوتے یا پرپوتے وغیرہ ایسے خردون کے وکیل کے واسطے حکم نہین دے سکتا ہے۔ اور اسیطرح اپنے غلام یا مکاتب یا اپنے ایسے رشتہ دار کے غلام یا مکاتب کے واسطے

---

۵۱ تحویل یعنے ایک زمین سے محول کر کے دوسری زمین پر ڈالے ۱۲ ۵۲ اپنے نفس یعنے اپنا ذاتی مقدمہ ہو تو اسمین حاکم نہین ہو سکتا پھر اگر اس نے حکم کیا تو دو صورتین ہین اول یہ کہ فیصلہ اپنے مقابل کے لیے ہے لیکن بعض وجہ سے اس کا نفع قاضی کو بھی پہونچتا ہے تو دوسرے حاکم کے نافذ کرنے سے نفاذ ہو جائیگا اور اگر ہر وجہ سے قاضی نے اپنے واسطے فیصلہ کیا تو باطل ہے ۱۲ ۵۳ یعنی اسکے نام ڈگری کرے اور اشارہ ہے کہ اگر اُسکے اوپر ڈگری کرے تو روا ہے ۱۲ منہ

جسکی گواہی اسکے حق مین مقبول نہین ہو حکم نہین دیسکتا ہو اور اسیطرح اپنے شریک کے واسطے جسکو شرکت مفاوضہ یا شرکت
عنان ہو حکم دینا درست نہین ہو بشرطیکہ خصومت مال شرکت مین ہو یہ محیط مین لکھا ہو۔ اگر ایسا شخص وکیل ہوا ہو جسکے
حق مین قاضی کی گواہی مقبول نہین ہو تو قاضی کو اسکے واسطے حکم دینا درست نہین ہو جیسے والدین یا اولاد یا زوجہ
یا زوج ہمارے نزدیک یہ شرح طحاوی مین ہو۔ اگر ایک شخص مرگیا اور اسنے قاضی کے لیے تہائی مال کی وصیت کی
اور وصی کسی اور شخص کو کیا تو قاضی کو اس میت کے واسطے کسی شے کی قضا درست نہین ہو اور اسیطرح اگر قاضی میت کے
وارثون مین سے ہو تو میت کے واسطے کچھ حکم نہین دیسکتا ہو اور اسیطرح اگر موصی لہ قاضی کا بیٹا یا اسکی عورت وغیرہ ایسے
شخصون مین سے ہو جنکے حق مین قاضی کی گواہی مقبول نہین یا اُن لوگون کا غلام ہو تو بھی یہی حکم ہو اور اسی طرح
اگر قاضی وکیل ہو وصی کی طرف سے میراث میت کے باب مین تو بھی یہی حکم ہو کیونکہ ظاہر مین قضا خود قاضی کے
لیے ہوگی اسی طرح اگر قاضی کا قرضہ میت پر آتا ہو تو میت کے لیے کچھ حکم دینا درست نہین ہو۔ اگر دونون مخاصمون مین
سے ایک نے قاضی کے غلام یا مکاتب یا ایسے شخص کو جسکے حق مین قاضی کی گواہی مقبول نہین ہو وکیل کیا تو قاضی کو
جائز نہین ہو کہ وکیل کے لیے اسکے مخاصم پر کچھ حکم کرے کیونکہ ظاہر مین قضا وکیل کے واسطے ہوگی اگر کسی شخص کو
خصومت کے واسطے وکیل کیا پھر وکیل قاضی ہوگیا تو اسکو اختیار نہین ہو کہ اپنی وکالت کے مقدمہ مین کچھ حکم کرے
کیونکہ قضا من حیث الظاہر اسی کے واسطے واقع ہوگی اور اسکو یہ بھی اختیار نہین ہو کہ اپنے موکل کی طرف سے
وکیل قائم کرے کیونکہ اگر اُسنے بحکم قضا وکیل کیا تو قضاء علی الغائب ہے اور اگر بحکم وکالت وکیل کیا تو یہ وکیل
ایسا ہوا کہ موکل نے اس سے یہ نہین کہا تھا کہ جو کچھ تو کرے تو وہ جائز ہے پھر اسنے وکیل مقرر کیا تو جائز ہے مگر
قاضی کو یہ اختیار نہین ہو کہ اس وکیل کے واسطے فیصلہ کرے **قال المترجم**[۱] اعلم ان فی المسائل کلہا
انہ لا یقضی لہ ولیس فی شئ منہا انہ لا یقضی علیہ قال وہذا علی الخلاف الذی قد مر فتذکر واللہ اعلم۔ جامع کبیر مین
لکھا ہو کہ ایک شخص مرگیا اور اسکے مختلف قرضے لوگون پر ہین کچھ قاضی پر ہو اور کچھ قاضی کی جورو یا بیٹے وغیرہ
پر جنکی گواہی قاضی کے حق مین قبول نہین ہو پھر ایک شخص نے اس قاضی کے پاس دعوی کیا کہ میت
نے مجھے وصی کیا ہو۔ پس واضح ہو کہ یہان تین مسئلہ ہین ایک یہی جو مذکور ہوا اور اس مسئلہ مین یہ حکم ہے
کہ اگر قاضی نے اسکی وصایت کا حکم دیا تو استحساناً درست ہو حتے کہ اگر کسی نے ان قرضدارون مین سے اسی
وصی کو قرضہ ادا کیا تو بری ہوجائیگا اور اگر یہ فیصلہ دوسرے قاضی کے سامنے پیش ہوا تو جاری رکھے گا
اور باطل نہ کریگا اور اگر قاضی نے اسکی وصایت کا حکم نہ کیا حتے کہ قاضی نے یا کسی دوسرے قرضدار نے
قرضہ ادا کیا پھر اسکے وصی ہونے کا حکم کیا تو اس کا فیصلہ صحیح نہین ہو حتے کہ وارثون کو اختیار ہو کہ اس سے
اپنے قرض کا مطالبہ کرین اور اگر دوسرے قاضی کے سامنے مقدمہ پیش ہوا تو وہ حکم باطل کردے گا اور اگر اُسنے

---

[۱] یعنے مترجم کہتا ہے کہ جمیع مسائل مین لا یقضی لہ ہی آیا یعنے اسکے نام ڈگری نہوگی اور کسی مین لا یقضی علیہ نہین ہے یعنے
اُسپر ڈگری نہوگی اور سابق مین اختلاف گذرا اسکو یاد کرنا چاہیے ۱۲

جاری [illegible] کیا تو باطل ہوگا اور امام محمد رحمہ اللہ تعالی نے اس صورت مین قاضی اور اسکی جورو اور بیٹے کا ایک حکم [illegible] رکھا ہی اور بعض مشائخ نے کہا کہ جو جواب اسکے ذاتی حق مین ہی جورو اور بیٹے کے حق مین اسکے برخلاف ثابت ہونا چاہیے۔ اور بعض مشائخ نے کہا کہ جو جواب اُسکے بیٹے کے حق مین مذکور ہوا وہ امام محمد رحمہ اللہ تعالی کے قول پر درست ہی اور جورو کے حق مین جو جواب ہی وہ بالکل نامستقیم ہی اور بعض کتاب مین لکھا ہی کہ قاضی کا حکم عورت کے واسطے دوسرے قاضی کے نفاذ پر متوقف ہی۔ اگر کسی نے وصی ہونے کا دعوی نہ کیا تھا کہ قاضی نے اسکو وصی مقرر کیا پھر قاضی نے یا بعض قرضداروں نے قرضہ اُسکو دیدیا تو وصی کرنا اور مقرر کرنا جائز اور قرضہ دینا جائز ہی اور اگر پہلے قرضہ دیدیا پھر اپنی رائے سے وصی مقرر کیا تو مقرر کرنا صحیح نہین ہی دوسرا مسئلہ یہ ہی کہ اگر اس صورت مین بجائے وصیت کے کسی نے نسب کا دعوی کیا کہ وہ شخص میت کا بیٹا اور وارث ہی اور اسپر گواہ قائم کیے اور قاضی نے اُسکو قرضہ ادا کر دینے کے بعد اسکے نسب کا حکم دیدیا تو قضا نافذ نہوگی اور اگر ادائے قرضہ سے پہلے حکم دیا تو نافذ ہوگی تیسرا مسئلہ یہ ہی کہ اگر بجائے وصیت یا نسب کے دعوے کے وکالت کا دعوی ہو مثلاً قرضخواہ غائب ہوگیا اور ایک شخص نے آکر وکالت کا دعوی کیا کہ قرضخواہ نے مجھے قرضہ وصول کرنے کا وکیل کیا ہی اور گواہ پیش کیے اور قاضی نے اسکے وکیل ہونے کا حکم دیدیا تو جائز نہین ہی خواہ قرضہ ادا کرنے سے پہلے حکم دیا ہو یا اسکے بعد اور اگر اُسنے وکالت کا حکم دیا پھر دوسرے قاضی کے سامنے پیش ہوا پس اگر قرضہ ادا کرنے کے بعد اول نے وکالت کا حکم دیا ہی تو لامحالہ رد کر دے اور اگر قرضہ ادا کرنے سے پہلے حکم دیا ہی اور دوسرے قاضی نے اسکو نافذ کیا تو نافذ ہوگا۔ اگر قاضی نے غائب کی طرف سے مسخر مقرر کیا تو جائز نہین ہی اور مسخر اُسکو کہتے ہین جسکو قاضی نے غائب کی طرف سے خصومت کی سماعت کے واسطے مقرر کیا ہو اور اسی طرح اگر ایک شخص نے حاضر ہو کر اس کی طرف سے خصومت کی سماعت کی اور قاضی جانتا ہی کہ مسخر فی الحقیقۃ خصم نہین ہی تو قاضی خصومت کی سماعت نہ کریگا یہ محیط مین لکھا ہی۔ امام محمد رحمہ اللہ تعالی نے شہادات الجامع مین ذکر کیا کہ زید غائب ہوگیا اور ایک شخص عمرو آیا اور اُسنے خالد پر دعوی کیا اور ذکر کیا یہ خالد زید کا قرضدار ہی اور زید نے مجھے وکیل کیا ہی کہ اسکا تمام قرضہ جو کوفہ مین اُسکے قرضداروں پر ہی وصول کرون اور اسکی نالش کرون اور خالد اسکی وکالت سے انکار کرتا ہی پھر عمرو نے اپنی وکالت کے گواہ پیش کیے تو قاضی اسکی وکالت کا حکم دیگا شیخ الاسلام نے فرمایا کہ یہ مسئلہ اسکی دلیل ہی کہ مسخر پر حکم جائز ہی کیونکہ اُسنے کہا کہ مدعی نے ایک شخص پر دعوی کیا اور ذکر کیا کہ یہ اسکا قرضدار ہی۔ اور یہ نہ کہا کہ ایک شخص پر دعوی کیا جو اسکا قرضدار تھا کذا فی الذخیرہ۔ متاخرین مشائخ نے فرمایا کہ مسخر پر گواہ قائم کرنا اسی حالت مین جائز ہی کہ قاضی کو نہ معلوم ہو کہ یہ مسخر ہی اور اگر معلوم ہو تو جائز نہین ہی اور اسی کو برہان الائمہ امام عبد العزیز رحمہ اللہ تعالے نے اختیار کیا ہی کذا فی التاتارخانیہ اور بعض نے کہا کہ اس مسئلہ مین دو روایتین ہونا چاہیے ایک یہ کہ حکم نافذ نہوگا اور دوسرے یہ کہ نافذ ہوگا کیونکہ درحقیقت یہ قضاء علی الغائب ہی اور اس مین دو روایتین ہین اور اسی طرف شیخ الاسلام نے میل کیا ہی اور امام ظہیر الدینؒ فرماتے ہین کہ قضاء

یعنی قضاء علی الغائب ۱۲

علی الغائب مین ناجائز ہونے پر فتوی ہو پس اگر قاضی نے مسخر پر حکم دیدیا اور دوسرے قاضی نے اسکو نافذ کیا تو صحیح ہو اور پھر کوئی اُسکو باطل نہین کر سکتا ہو۔ اگر قاضی نے ایک شے معین کا جو کسی کے قبضہ مین ہو کسی کے ہو جسکے کیا اور یہ شے قاضی کی ولایت مین نہین ہو تو قضا صحیح ہو اور تسلیم صحیح نہین ہو اور صورت مسئلہ کی یہ ہو کہ بخاری حاکم نے قاضی بخارا کے پاس ایک سمرقندی پر دعوی کیا کہ وہ دار جو سمرقند مین فلان محلہ فلان کوچہ مین ایسے ہی تمام دعوے بیان کرکے کہا کہ جو اس شخص کے قبضہ مین ہو وہ میری ملک ہے اور اسکے پاس ناحق ہے اور اپنے دعوی پر گواہ پیش کیے تو قاضی اس دار کا مدعی کے لیے فیصلہ کریگا اور صحیح ہو کیونکہ مقضی لہ اور مقضی علیہ دونون حاضر ہین لیکن سپرد کرنا صحیح نہوگا کیونکہ دار اسکی ولایت مین نہین واقع ہو تو قاضی سمرقند کو قبضہ دلانے کے واسطے تحریر کریگا یہ محیط مین لکھا ہو۔ اگر قرضخواہ نے گواہون کے غائب ہونے یا مرجانے کا خوف کیا اور چاہا کہ غائب قرضدار پر اپنا حق ثابت کرلے تو بعضون نے اسکی صورت یہ نکالی کہ کسی غیر کو اپنا حق لوگون پر ثابت کرنے کے واسطے وکیل کرے اور جو کچھ غائب پر ثابت کرنا چاہتا ہو خواہ قرض یا طلاق یا اعتاق یا بیع اُسکو وکالت مین اس طرح شرط کردے کہ اگر فلان شخص نے یعنی خود اگر فلان شخص غائب کے ہاتھ اپنا غلام فروخت کیا ہو یا غائب نے اپنی عورت کو طلاق دی ہو یا اُسنے اپنا غلام آزاد کیا ہو تو تو میرا وکیل ہو کہ میرے حقوق لوگون پر ثابت کرے پس ایسا ہوگا کہ یہ وکیل مدعا علیہ سے دعوی کریگا کہ فلان غائب نے چونکہ اپنا غلام فروخت کیا ہو مثلاً اور مین اپنے موکل کا وکیل ہو گیا ہون اور میرے موکل کے ہزار درم تجھپر قرض ہین تو مدعا علیہ کہے گا کہ فلان شخص نے تجھے اس شرط پر وکیل کیا ہو و لیکن مجھے نہین معلوم کہ یہ شرط پائی گئی یا نہین پس وکیل مدعی شرط پائے جانے پر گواہ پیش کریگا پس قاضی شرط پر حکم دیگا و لیکن اس صورت مین مشائخ نے اختلاف کیا ہو کہ ایسی شرط کے اثبات مین جسمین غائب کا حق ہو کوئی شخص خصم قائم ہو سکتا ہے یا نہین اور صحیح یہ ہو کہ نہین ہو سکتا ہو جبکہ ایسی شرط ہو کہ غیر کو اس سے ضرر[۱] پہونچے اور صحیح صورت وہ ہو جو امام محمد نے جامع مین ذکر کی ہو کہ جب کوئی شخص غائب پر قرضہ ثابت کرنا چاہے تو ایک شخص کو چاہیے کہ وہ قرضخواہ سے کہے کہ جو کچھ تیرا فلان شخص غائب پر چاہیے مین نے اسکی کفالت کی پھر قرضخواہ اس کفیل کو قاضی کے حضور مین حاضر کرے اور کہے کہ میرے فلان شخص غائب پر ہزار درم ہین اور یہ شخص میرے تمام حقوق کی جو فلان غائب پر ہین کفالت کرتا ہے اور اسکی کفالت سے پہلے میرے اسپر ہزار درم ہین تو کفیل کفالت کا اقرار کریگا اور مال سے انکار کریگا اور یہ انکار صحیح ہو پھر جب مدعی نے گواہ پیش کیے کہ مدعی کے ہزار درم فلان غائب پر اس کفیل کی کفالت سے پہلے سے چاہیے ہین تو اُسکے گواہ مقبول ہونگے اور کفالت اور مال دونون کا حکم دیا جاویگا۔ اور اسیطرح اگر یہ کفالت اسطرح پر قاضی کے سامنے واقع ہو تو بھی ایسا ہی ہو۔ اور کفالت غائب کے حکم سے ہونا یا بلا حکم ہونا دونون اس صورت مین یکسان ہین ظہیریہ مین لکھا ہو۔ اگر کسی نے ایک غائب پر ہزار درم کا دعوی کیا اور کہا کہ اس شخص نے غائب کیطرف سے ان ہزار درم کی جو اُسپر آتے ہین اسکے حکم سے میرے واسطے کفالت کی ہو تو یہ صورت اور صورت سابقہ مساوی ہو اور اگر دعوے کیا

---

[۱] مانند طلاق و عتاق وغیرہ کے ۱۲

کہ میرے فلان غائب پر ہزار درم ہین اور اس شخص نے میرے واسطے اُسکی طرف سے جو میرا اُسپر چاہیے ہے اُسکی کفالت کر لی اور یہ نہ کہا کہ اُسکے حکم سے اور مدعا علیہ نے انکار کیا اور مدعی نے اپنے دعوی پر گواہ پیش کیے تو قاضی اس شخص حاضر پر ہزار درم کا حکم دیگا اور یہ قضاء علی الغائب نہوگی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے۔ بیان تحریری لینے مین لوگون نے اختلاف کیا ہے بعضون نے کہا کہ کسی حال مین اسکو نہ لے اور نہ پڑھے اور بعضون نے کہا کہ جب وقت فیصلہ کیواسطے بیٹھے اُسوقت نہ لے گا اور اگر اپنے مکان یا اُسکے فناء مین ہو تو لے لیوے اور اُسکو پڑھ لے اور یہی ہمارا مذہب ہے کیونکہ خلفاء راشدین بیان تحریری لیتے تھے اور اُنکے بعد کے امیر و خلیفہ بھی لیتے تھے اور یہ اسواسطے ہے کہ یہ ہو سکتا ہے کہ کوئی مخاصم اعجمی ہو کہ وہ قاضی کی زبان کو نہ جانتا ہو اور نہ قاضی اُسکی زبان سمجھتا ہو تو ضرور ہے کہ قاضی کو مقدمہ سمجھانے کے واسطے وہ دوسرے سے حال لکھوا کر پیش کر دیگا۔ اور جب قاضی نے بیان تحریری لیا تو اُسکے خصم سے دریافت کرے کہ یہ تیرا بیان ہے اُسنے کہا کہ ہان پھر پوچھے کہ اسے تونے لکھا ہے۔ اُسنے کہا کہ ہان پھر پوچھے کہ یہ صورت ایسی ہی ہے جیسی اسمین لکھی ہے اُسنے کہا کہ ہان تو اُسکو پڑھے پس اگر اسمین اقرار ہو تو اس اقرار پر فقط فیصلہ نہ کر دے بلکہ اُسکو آگاہ کرے کہ اسمین یہ اقرار ہے پس اگر اُسنے اقرار کیا کہ ہان ایسا ہی ہے تو اُسکے اقرار پر فیصلہ کر دے۔ اور یہی مسئلہ کی نظیر مسئلہ توکیل ہے کہ اگر دونون مین سے ایک خصم نے بغیر رضامندی وکیل کیا پس اگر قاضی کے نزدیک وہ تلبیس یا تدلیس اور تغلب مین متہم ہے تو اُس سے وکالت قبول نہ کرے اور اگر جانے کہ وہ خود بیان کرنے سے عاجز ہے تو قبول کرے یہ خزانۃ المفتین مین لکھا ہے۔ شمس الائمہ اوزجندی رحمۃ اللہ تعالی سے دریافت کیا گیا کہ اگر قاضی نے دعوی کی سماعت کی اور نائب نے گواہی کی سماعت کی تو نائب بدون اعادہ دعوی کے شہادت پر حکم دے سکتا ہے تو اُنھون نے فرمایا کہ نہین مگر جبکہ قاضی اُسکو حکم دیوے کہ اس گواہی پر فیصلہ کر دے اور دریافت کیا گیا کہ اگر قاضی نے دعوی اور گواہی دونون کی سماعت کی اور اپنے نائب کو حکم دینے کے واسطے کہا اور قاضی کو خلیفہ کرنے کی اجازت بھی ہے تو یہ حکم دے سکتا ہے حکم درست ہے اُنھون نے فرمایا کہ ہان درست ہے یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہے۔ ابواب الشہادات مین ہے کہ ایک شہر کے قاضی نے کسی قدر مال کا حکم کسی پر دیا اور نوشتہ لکھدیا پھر یہ قاضی مر گیا اور مدعی نے محکوم علیہ کو دوسرے قاضی کے پاس حاضر کیا اور گواہ پیش کیے کہ فلان بن فلان قاضی نے اس شخص پر اس قدر مال کا حکم کیا تھا جو اس نوشتہ مین موجود ہے تو دوسرا قاضی اُسپر ادائے مال کے واسطے جبر کر سکتا ہے یعنے قید کر سکتا ہے بشرطیکہ پہلا حکم صحیح واقع ہوا ہو اور اگر گواہون نے دوسرے قاضی کے سامنے یہ بیان کیا کہ کسی قاضی نے ہم کو گواہ کیا تھا کہ اس شخص پر مال چاہیے ہے تو دوسرا قاضی اُسپر قید و جبر نکریگا اور ایسا ہی تمام فعلون مین ہے کہ اگر وہ فعل ذکر کیا اور اُس کے فاعل کے نام ونسب سے آگاہ نہ کیا تو گواہی قبول نہوگی کذا فی الخلاصہ

باب ۲۱

اکیسوان باب۔ جرح وتعدیل کے بیان مین جرح ایسا طعن کرنا جس سے گواہی مقبول نہو تعدیل گواہون کی عدالت ظاہر کرنا کہ جس سے گواہی مقبول ہو۔ شاہد گواہ۔ مشہود لہ جس شخص کے حق مین گواہون نے گواہی دی۔ مشہود علیہ جس شخص پر گواہون نے گواہی دی۔ مزکی پاک کرنے والا اور مراد جو گواہون کو عیب سے

پاک بتلا دے۔ واضح ہو کہ امام اعظم رحمہ اللہ تعالےٰ کے نزدیک قاضی گواہون کے حال سے سوال نہ کرے گا مگر جبھی کہ خصم اُن مین طعن کرے اور صاحبین رحمہما اللہ تعالےٰ کے نزدیک گواہون کو دریافت کرے گا اگرچہ خصم نے اُن مین طعن نہ کیا ہو اور فتوے صاحبین رحمہما اللہ تعالےٰ ہی کے قول پر ہے اور یہ اختلاف سوائے حدود وقصاص کے ہے اور حدود وقصاص مین بالاجماع قاضی گواہون کے حال کو دریافت کریگا اگرچہ خصم نے اُن مین طعن نہ کیا ہو جب خصم نے گواہون مین طعن کیا تو ظاہری[ملہ] عدالت پر قاضی فیصلہ نہ کرے گا یہ جواہر اخلاطی مین لکھا ہے۔ گواہون نے اگر خصم پر گواہی دی اُس کے بعد خصم نے اُن کی تعدیل کی تو اُس کی چند صورتین ہین اگر اُس نے کہا کہ یہ لوگ عدول ہین جو کچھ انھون نے مجھ پر اس گواہی مین بیان کیا ہے سچ کہا ہے۔ یا یہ لوگ عدول ہین مجھ پر اِن کی گواہی جائز ہے یا ان لوگون نے مجھ پر حق کے ساتھ گواہی دی یا کہا کہ جو کچھ اُنھون نے اس گواہی مین بیان کیا حق ہے۔ تو ان چارون صورتون مین جس کی گواہی گواہون نے دی ہے قاضی اُسکا حکم دیدیگا کیونکہ یہ الفاظ اس شخص کی طرف سے مال کا اقرار ہین پس فیصلہ اقرار پر ہے نہ گواہی پر اور اگر اُس نے بیان کیا کہ یہ گواہ عدول ہین ولیکن اُنھون نے خطا کی یا کہا کہ یہ لوگ عدول ہین اور اس سے زیادہ کچھ نہ کہا پس اگر مشہود علیہ عدل ہو اہل تعدیل سے ہو تو امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ اور ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک قاضی دونون گواہون کی گواہی پر بدون اس کے کہ مزکی سے ان کا حال دریافت کرے فیصلہ[ملہ] کر دے گا اور امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جب تک مزکی سے دریافت نہ کرے دونون کی گواہی پر فیصلہ نہ کرے گا یہ محیط مین لکھا ہے۔ اور اگر مدعا علیہ فاسق یا مستور الحال ہو تو اُسکی تعدیل صحیح نہین ہے اور قاضی حکم نہ دیگا اور یہ اقرار خصم کا کہ یہ لوگ عدول ہین اپنی ذات پر حق ثابت ہونے کا اقرار نہ گردانا جائے گا اور جب کہ اُسکی تعدیل صحیح نہ ہوگی کیونکہ وہ فاسق مستور الحال تھا تو قاضی دریافت کرے گا کہ گواہون نے سچ کہا یا جھوٹ کہا پس اگر اُس نے جواب دیا کہ سچ کہا تو یہ اقرار ہو جائے گا تو قاضی اُس کے اقرار پر فیصلہ کرے گا اور اگر اُس نے کہا کہ جھوٹ کہا تو فیصلہ نہ کرے گا مشہود علیہ نے اگر گواہی دینے سے پہلے گواہون کی تعدیل کی کہ یہ لوگ عدول ہین اور جب اُنھون نے اُسپر گواہی دی تو اُس سے انکار کیا اور قاضی سے طلب کیا کہ گواہون کی حالت دریافت کرے تو قاضی اُنکی حالت دریافت کرے گا اور اُس کا گواہی دینے سے پہلے یہ کہنا کہ یہ لوگ عدول ہین اِس درخواست کو مفز[؟] نہین ہے کیونکہ وہ کہہ سکتا ہے کہ گواہی دینے سے پہلے عادل تھے اور جھوٹی گواہی کی وجہ سے مجروح ہو گئے۔ ایک شخص پر دو شخصون نے کسی حق کی گواہی دی پس ایک کی تعدیل کی اور کہا کہ وہ عدول ہے مگر اُسنے خطا کی یا اُسے وہم ہو گیا تو قاضی دوسرے گواہ کو اُس سے دریافت کرے پس اگر اُسنے دوسرے گواہ کی تعدیل کی تو قاضی دونون کی گواہی پر فیصلہ کر دے اس واسطے کہ یہ کہنا کہ اُسنے خطا کی یا اسے وہم ہو گیا جرح نہین ہے اور چونکہ دوسرے کی بھی اُسنے تعدیل کی تو دونون عادل ٹھہرے پس دونون کی گواہی پر فیصلہ جائز ہے۔ اگر کسی شخص پر گواہون نے کسی حق کی گواہی دی پھر مشہود علیہ نے گواہی

ملہ قولہ ظاہری واضح ہو کہ امام رح کے نزدیک اگر ظاہر مین کوئی امر خلاف عدالت نہو تو بظاہر عادل قرار دیا جائیگا لہذا مستور الحال کو عادل نہین کہتے ہین ۱۲ ملہ بنابرین کہ مزکی مین عدالت شرط نہین ہے ۱۲

کے بعد کہا کہ جس چیز کی فلان شخص نے مجھپر گواہی دی ہی حق ہی یا کہا کہ جسکی گواہی مجھپر فلان شخص نے دی ہی وہی حق ہے تو قاضی اسی پر فیصلہ کر دیگا اور دوسرے گواہ کو دریافت نہ کریگا کیونکہ اُس نے اپنی ذات پر حق کا اقرار کر لیا تو اُسکے اقرار پر فیصلہ کر دے گا اور اگر گواہی دینے سے پہلے اُسنے یہ کہا کہ جو کچھ فلان گواہ مجھپر بیان کرے گا وہ حق ہے یا کہا کہ جو کچھ یہ شخص مجھپر بیان کرے گا وہ حق ہے پھر جب دونون نے گواہی بیان کی تو اُس نے قاضی سے درخواست کی کہ ان گواہوں کے حال کو دریافت کرے کیونکہ انھون نے میرے حق مین جھوٹ بیان کیا ہی اور مجھے یہ گمان نہ تھا کہ ایسا بیان کرینگے تو قاضی دونون کو دریافت کرے گا پس اگر دونون کی تعدیل کی گئی تو اُنکی گواہی پر حکم دے گا اور اگر تعدیل نہ کی گئی تو فیصلہ نہ کریگا[1] اور دریافت حال سے پہلے حکم دینا جائز نہین ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ تزکیہ کی دو قسمین ہین ایک خفیہ اور ایک ظاہر پس ظاہر تزکیہ و تعدیل یہ ہے کہ معدل قاضی کے دربار مین حاضر ہو اور قاضی گواہون کے سامنے انکا حال اُس سے دریافت کرے پس تعدیل کرنے والا سامنے کہے کہ یہ عدول ہین۔ اور خفیہ تعدیل یہ ہے کہ قاضی تعدیل کرنے والے سے خفیہ دریافت کرے کہ فلان گواہ کیسا ہی اور وہ یا اُسکی تعدیل کرے یا اس مین جرح بیان کرے یہ جواہر اخلاطی مین لکھا ہی۔ اور تعدیل کرنے والے کو یہ کہنا ضرور ہی کہ یہ گواہ عادل اور اُسکی گواہی جائز ہی کیونکہ عادل غلام بھی ہوتا ہے اور اُسکی گواہی جائز نہین ہی یہ خزانۃ المفتین مین لکھا ہی اور ظہیریہ مین ہی کہ اسی پر اعتماد ہی۔ فتاوے عتابیہ مین ہی کہ یہ کہنا کہ میرے[2] علم کی صورت مین وہ عادل ہی تعدیل نہین ہی اور یہ کہنا کہ میرے علم مین عدل ہی یا مین اُسکو عدل جانتا ہون تعدیل ہی۔ ادب القاضی مین لکھا ہی کہ یہ کہنا کہ وہ لوگ عدول ہین وہ تعدیل نہین ہے اور اگر تعدیل کرنے والے نے کہا کہ یہ لوگ ثقہ ہین تو تعدیل بالیقین نہین ہی اور قاضی اسی پر اکتفا نہ کرے کیونکہ یہ لفظ مستور الحال پر بھی بولا جاتا ہے اور بعضے مشائخ نے فرمایا کہ تعدیل ہی اور اگر مزکی نے کہا کہ مین اس شخص سے سوائے خیر کے نہین جانتا ہون تو ادب القاضی مین لکھا ہی کہ یہ تعدیل ہی اور ایسا ہی امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالی سے مروی ہے اور بعض مشائخ نے کہا کہ تعدیل نہین ہے اور اصح یہ ہی کہ یہ تعدیل ہے اور امام محمد رحمہ اللہ تعالی سے روایت ہے کہ اگر مزکی عالم ہوشیار ہو تو اُس سے اسی لفظ پر اکتفا کیا جائے گا اور اگر عالم نہ ہو تو کفایت نہ کیجائے گی۔ اور اگر کہا کہ مین اس شخص سے سوائے ایک خصلت کے انواع خیر سے اور کچھ نہین جانتا ہون تو یہ تعدیل نہ ہو گی اور اگر کہا کہ یہ شخص ہمارے علم کی صورت مین عادل ہے تو بعضے علما نے کہا کہ یہ تعدیل ہے اور ایسا ہی شریح رحمہ اللہ تعالی سے روایت ہی اور اصح یہ ہی کہ تعدیل نہین ہی۔ اور اگر کہا کہ یہ شخص عادل ہے اگر اُس نے شراب نہ پی ہو وے تو یہ تعدیل نہین ہے اور اگر کہا کہ اسے اللہ تعالی خوب جانتا ہی تو تعدیل نہین بلکہ جرح ہے یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہے۔ اور خفیہ تعدیل کی یہ صورت ہے کہ قاضی ایک قصہ مین گواہون کے نام اور نسب اور اُن کا حلیہ اور قبیلہ اور محلہ اور بازار اگر بازاری ہو لکھکر مزکی کے حوالہ کرے اور مزکی اُن کے پڑوسیون

---

[1] قولہ نہ کریگا کیونکہ مدعا علیہ کا قول سابق بعد گواہی ادا ہونے کے اقرار ہو گا اور چونکہ معلق بشرط ہے لہذا باطل کالعدم ہوا ۱۲ [2] قولہ میرے علم آہ ہو قولہ ہو عدل فیما اعلم یعنی در انچہ من میدانم و یحتمل المصدریۃ فہذا و قولہ فی علمی سواء فتامل ۱۲

مین سے اہل ثقہ وامانت سے اُن کا حال دریافت کرے اور علانیہ کی یہ صورت ہے کہ قاضی طالب کو حکم دے کہ
وہ ایک قوم کو حاضر کرے جو لوگ گواہون کی بلفظ شہادت[1] تعدیل کرتے ہون مگر اُس مین عدد شرط ہی کیونکہ یہ بمعنی
شہادت کے ہے اور بدین وجہ ایسے شخص سے یہ تعدیل صحیح نہین ہے کہ جو گواہی کا اہل نہین ہی اگرچہ عادل ہو اور
علانیہ تعدیل مین تعدیل کرنے والے اور گواہ کا یکجا جمع ہونا ضرور ہے اور ہمارے زمانہ مین خفیہ تعدیل پر اکتفا کیا
جاوے کیونکہ علانیہ تعدیل مین بڑا فتنہ ہے اور بلائے عظیم ہی۔ اور قاضی کو چاہیے کہ اس دریافت حال کے واسطے
ایسے لوگون کو اختیار کرے کہ جو لوگون سے ثقاہت اور امانت مین بڑھکر ہون اور اُن کو آگاہی لوگون سے زیادہ
ہو اور تمیز دار ہون اور لوگون مین اِس واسطے[2] مشہور نہ ہون کیونکہ اگر لوگ اُن سے واقف ہونگے تو اُن کو ایذا
پہونچاوینگے یا دھوکا دینگے اور تعدیل کرنے والے مزکی کو چاہیے کہ گواہون کا حال اُس کے پڑوسیون اور اہل بازار
سے دریافت کرے پس اگر اُس کا عدل ہونا ثابت ہو تو رقعہ مین لکھدے کہ میرے نزدیک عادل اور اُس کی گواہی
جائز ہی ورنہ لکھدے کہ میرے نزدیک عادل نہین ہے اور رقعہ پر مہر کرکے واپس کردے پس قاضی مدعی سے
بیان کرے گا کہ تیرے گواہون مین سستی بیان کی گئی اور جرح بیان کی گئی نہین کہنا چاہیے یا بیان کرے کہ تیرے
گواہون کی تعریف نہین بیان کی گئی کیونکہ ایسے الفاظ مسلمانون کی پردہ پوشی کے مناسب ہین اور بقدر
امکان مسلمان کی پردہ پوشی واجب ہے یہ خزانۃ المفتین مین لکھا ہے۔ اگر قاضی نے تعدیل خفیہ اور تعدیل ظاہر
دونون کو جمع کیا تو بہتر ہے اور مراد یہ ہے کہ جب تعدیل کرنے والے نے خفیہ گواہون کی تعدیل کی تو قاضی
گواہون اور تعدیل کرنے والے کو اپنی مجلس مین جمع کرے اور تعدیل کرنے والے سے دریافت کرے کہ
انھین لوگون کی تونے تعدیل بیان کی ہی اور کتاب الاقضیہ مین ہی کہ جو معدّل خفیہ طور پر تھا وہی علانیہ ہونا
چاہیے اور یہ ہمارے اصحاب کا قول ہے یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر قاضی نے احتیاط کی اور علاوہ پہلے مزکی کے
دوسرے سے دریافت کیا تو اُسکے ساتھ بھی وہی برتاؤ کرے جو اُس نے پہلے کے ساتھ کیا ہی اور اُسکو آگاہ نہ کرے
کہ مین نے بذریعۂ دوسرے کے اُنکا حال دریافت کیا ہی۔ پس اگر پہلے نے اُنکی جرح کی اور دوسرے نے اُنکی
تعدیل کی تو تعارض سے دونون ساقط ہوگئے پس تیسرے نے اگر اُنکی تعدیل کی تو عدالت اولی ہی اور اگر جرح
کی تو جرح اولی ہوگی اور تعریف مثل تعدیل کے ہی اور عورت کی طرف سے بھی دونون درست ہین یہ خزانۃ المفتین
مین لکھا ہی تعدیل علانیہ ایسے شخص کے لیے صحیح نہین جسکے لیے گواہی جائز ہی اور تعدیل ظاہر ہی غلام اور مکاتب
اور عورت اور محدود القذف کی صحیح نہین ہی اور تعدیل والدین و مولودین کی بھی صحیح نہین ہی اور خفیہ تعدیل
ان لوگون کی صحیح ہے اور علانیہ تعدیل کے واسطے وہی شرطین ہین جو شہادت کی شرطین ہین یہ فتاوی قاضیخان
مین لکھا ہی۔ اور کافر گواہون کے معدل مسلمان ہونا چاہیے ہین پس اگر مسلمانون نے اُن کو نہ پہچانا تو مسلمانون سے

---

[1] قولہ شہادت یعنی اس طرح کہتے ہون کہ ہم شہادت دیتے ہین کہ یہ گواہ عادل ہین۔ قولہ عدد شرط ہی یعنی دو سے کم نہ ہون جو شہادت کے لیے ضروری ہین ۱۲
[2] قولہ اسواسطے یعنی مشہور نہو کہ یہ لوگ معدل یعنے گواہون کی تعدیل کرنے کے لیے قاضی کیطرف سے منتخب ہین کیونکہ الخ ۱۲

مشرکون کے عادل لوگ دریافت کرے پھر یہ لوگ مشرکون کے گواہون کی حالت دریافت کرین۔ اور مدعی کا خود تعدیل کرنا ہیچ ہے۔ اگر ایک جماعت نے تعدیل کی اور دو شخصون نے جرح کی تو جرح اولیٰ ہی مگر جبکہ اُن مین باہم تعصب واضح ہو تو ایسا نہین ہے بلکہ اُن کی جرح مقبول نہ ہوگی۔ اگر کسی گواہ کا فسق ظاہر ہوا اور ایکسال یا زیادہ غائب رہا اور اُسکی غیبت منقطعہ تھی پھر وہ آیا اور اُس سے سوائے صلاحیت کے اور کچھ ظاہر نہین ہوا تو تعدیل کرنے والے کو اُس پر جرح نہ کرنا چاہیے۔ اگر دونون گواہون کی تعدیل اُن کے مرجانے کے بعد ہوئی تو قاضی اُن کی گواہی پر فیصلہ کردے گا اور یہی طرح اگر دونون غائب ہوگئے پھر دونون کی تعدیل کی گئی تو بھی یہی حکم ہے اور اگر دونون گونگے اندھے ہوگئے پھر اُن کی تعدیل ثابت ہوئی تو اُن کی گواہی پر فیصلہ نہ کرے گا یہ خزانۃ المفتین مین لکھا ہے۔ معدل ایسا ہونا چاہیے کہ فقیر یا طامع نہ ہو کہ اُس کو مال سے فریب دیدیوین اور فقیہ ہونا چاہیے کہ اسباب جرح وتعدیل کو پہچانتا ہو۔ اگر قاضی دو معدل پائے ایک عالم فقیر اور دوسرا غیر عالم غنی تو عالم کو اختیار کرے اور اگر اُس نے ثقہ عالم پایا کہ لوگون سے کم ملتا ہے اور دوسرا ثقہ غیر عالم پایا کہ لوگون سے میل رکھتا ہے تو بھی عالم کو اختیار کرے کیونکہ وہ علم کے ذریعہ سے جرح وتعدیل پر قادر ہی اور غیر عالم عادل وغیر عادل کو نہین پہچانتا ہے تو اسوجہ سے عالم بہتر ہے اور اولے یہ ہی کہ مزکی مغفل نہو اور گوشہ نشین نہو کیونکہ ایسے شخص کو کسی کے معاملہ سے خبر نہین ہوسکتی ہی تو اُس کے نزدیک عادل اور غیر عادل کی تمیز نہوگی اور واضح ہو کہ مزکی اور ایلچی جو قاضی کی طرف سے مزکی کے پاس آیا اور مترجم جو دوسری زبان لے کا ترجمہ کرتا ہی ان لوگون مین تعداد کہ دو ہون یا چار یا اس قدر شرط نہین ہے اور یہ امام اعظم رحمہ اللہ تعالے اور ابو یوسف رحمہ اللہ تعالی کے نزدیک ہی اور ایک شخص کافی ہے اور امام محمد رحمہ اللہ تعالی کے نزدیک عدد شرط ہے اور ایک کافی نہین ہے اگر مشہود یہ ایسا حق ہو جس مین دو گواہون کی گواہی کافی ہی تو دو کافی ہونگے اور اگر ایسا ہو کہ جس مین چار کی ضرورت ہے تو چار کی شرط ہوگی اور عدد کے سوا اجماع ہی کہ سوائے تلفظ بلفظ شہادت کے باقی سب شرطین شہادت کی عدالت اور بلوغ اور بینائی شرط ہین اور یہ شرط ہی کہ محدود القذف نہو اور ظاہر الروایۃ کے موافق آزاد ہونا بالاجماع شرط ہے اور اگر مشہود علیہ مسلمان ہو تو اسلام بالاجماع شرط ہے اور اسپر بھی اجماع ہے کہ لفظ شہادت بولنا شرط نہین ہی۔ اور عدد کا اختلاف خفیہ تعدیل مین ہی اور اگر علانیہ تعدیل ہو تو بالاجماع عدد شرط ہی۔ اور ابو علی نسفی نے جو امام محمد رحمہ اللہ تعالےٰ سے روایت کی ہے اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ خفیہ تعدیل مین اُن کے نزدیک عدد شرط نہین ہی ترجمان اگر اندھا ہو تو غیر روایت الاصول مین امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالےٰ سے مروی ہی کہ اسکا ترجمہ جائز نہین ہی کیونکہ اندھا ہونا جرح ہے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالی سے روایت ہی کہ جائز ہے۔ اور ایک عورت ثقہ ہو آزاد ہو تو اسکا ترجمہ مثل مرد کے صاحبین رحمہما اللہ تعالےٰ کے نزدیک جائز ہی اور یہ حکم اُن چیزون مین ہی از قسم مال وغیرہ کہ جن مین عورت کی گواہی جائز ہو اور جن صورتون مین اُس کی گواہی مقبول نہین ہے تو اُس کا ترجمہ بھی مقبول نہین ہی۔ کتاب الاقضیہ مین ہی کہ اگر مزکی نے شاہدون

کی تعدیل کا ارادہ کیا تو چاہیے کہ یہ کہے کہ وہ لوگ عادل ثقہ جائز الشہادۃ ہین اور لکھا ہو کہ یہ الفاظ تعدیل
مین ابلغ ہین۔ اور مزکی کو چاہیے کہ ایسے شخصون سے دریافت کرے کہ جن مین وہ اوصاف موجود ہون
جو ہم نے مزکی مین شرط کیے ہین اور شمس الائمہ حلوائی نے بیان کیا کہ معدل گواہون کا حال اُنکے پڑوسیون
سے دریافت کرے بشرطیکہ گواہ اور پڑوسیون مین ظاہری عداوت نہ ہو اور نہ اسکا ان لوگون پر احسان ہو اور
اسی کو امام ابو علی نسفی نے اختیار کیا ہے اور اُسکو امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت کیا ہے۔ اور منجملہ اُن لوگون
کے جن سے دریافت کرے ایک گواہ کے رفیق اور اُسکے قرابت دار ہین اور اگر اُسکے پڑوسیون اور بازاریون
مین سے کوئی ایسا شخص نہ ملے جس سے تعدیل ہو سکے تو اُس کے اہل محلہ سے دریافت کرے اور اگر سب کو غیر ثقہ
پاوے تو تواتر اخبار[ل] پر اعتماد کرے اور اگر اُس نے پڑوسیون اور محلہ کے سوا غیر لوگون سے دریافت کیا اور
یہ سب غیر ثقہ ہین پھر یہ سب اُس کی تعدیل یا جرح پر متفق ہوے اور اُس کے دل مین پیدا ہوا کہ یہ سچ کہتے ہین
تو یہ بمنزلہ تواتر اخبار کے ہوگا اور اگر بعضون نے اسکی تعدیل کی اور بعضون نے جرح کی تو اس کا حکم مثل
مزکی کے اختلاف کے ہے کہ باہم دو مزکی جرح وتعدیل مین مختلف ہوے۔ اور اگر گواہ مسافر ہو کہ خفیہ اُس کا
حال دریافت کرنے سے کوئی اُسکو نہ پہچانے تو قاضی اُس سے دریافت کرے کہ تیری شناسائی کہان کہان ہے
اور جب اُسنے اُنکا نام لیا تو اُسکے شناساؤن کا خفیہ حال دریافت کرے پھر جب دریافت ہو جاوے کہ اُس
کے شناسا لوگ لائق تعدیل ہین تو اُنسے گواہ کا حال دریافت کرے اور اُنکی خبر پر جرح وتعدیل مین اعتماد
کرے ورنہ اُسمین توقف کرے اور اُس معدل سے جو اُس کے شہر کا یہان موجود ہو دریافت کرے اور اگر موجود
نہ ہو تو اُسکا حال دریافت کرنے کے واسطے اُسکے شہر کے قاضی کو لکھے۔ ہشام رح نے فرمایا کہ مین نے امام
محمد رح سے دریافت کیا کہ ایک شخص نے گواہی دی اور وہ پچاس فرسخ کا رہنے والا ہے پھر قاضی نے اپنا ایک
امین اُجرت پر روانہ کیا کہ وہان کے معدل سے دریافت کر کے لاوے تو یہ اُجرت کس پر ہوگی تو امام محمد رح نے
فرمایا کہ مدعی پر ہوگی یہ محیط مین لکھا ہے۔ نوادر ابن سماعہ مین امام محمد رح سے روایت ہے کہ قاضی کو نہ چاہیے کہ
گواہ کا حال ایسے شخص سے پوچھے جسکا مشہود لہ پر کچھ مال آتا ہے جبکہ مشہود لہ قاضی کے حکم سے مفلس قرار پایا ہو
یا میت ہو کہ اُسکے وصی نے دوسرے پر گواہ قائم کیے ہون۔ اور نظیر اسکی یہ ہو کہ اگر گواہ کا مشہود لہ پر کچھ مال آتا
ہو اور وہ قاضی کے حکم سے مفلس قرار پایا ہو تو اُسکی گواہی اُسکے حق مین اس تہمت کی وجہ سے مقبول نہو گی
اور اگر مفلس نہ قرار پایا ہو تو اُسکی گواہی مقبول ہو گی۔ اگر ایک مسافر ایک قوم مین آکر ٹھہرا اور کسی مقدمہ
مین اس گواہ نے گواہی دی پھر اُس قوم سے قاضی یا معدل نے اُس کا حال دریافت کیا اور اُنھون نے
اُسکی صلاحیت دریافت کی اور ایسی کوئی چیز نہ پائی جس سے اُسکی عدالت ساقط ہو تو امام ابو یوسف رح پہلے
فرماتے تھے کہ اگر چھ مہینے ٹھہرا اور اُسکی صلاحیت کے سوا کچھ ظاہر نہوا تو اُنکو جائز ہے کہ اُسکی تعدیل کرین اور اگر اس

[ل] تواتر اخبار یعنے ایسی خبر جو متواتر بکثرت لوگون سے اسکے حق مین سُنی جاتی ہو اسپر اعتماد کرے ۱۲

سے کم ہو تو اُسکی تعدیل کی گنجائش نہین ہی پھر امام ابو یوسف رح نے اس سے رجوع کیا اور کہا کہ اگر ایک سال تک
قیام کیا اور انکو سوائے صلاحیت کے کچھ ظاہر نہوا تو اُسکی تعدیل کرین ورنہ نہین اور فتاوی صغری مین ہی کہ یہی
فتوی ہی اور ہشام نے امام محمد رح سے روایت کیا کہ اسکی تقدیر[1] اتنی مدت تک ہی کہ اُن لوگون کے دلون مین اُسکی عدالت
سما جاوے اور ابراہیم رح نے امام محمد رح سے روایت کی کہ اُنھون نے فرمایا کہ جس نے عدالت کے واسطے مدت مقرر کی
اُسنے خطا کی اور اُسکی میعاد یہی ہی کہ جب تک اُنکے دل مین عدالت کا گمان آجاوے کہ اکثر ایسا ہوتا ہی کہ ایک شخص کی
عدالت دو مہینہ مین معلوم ہوجاتی ہی اور کسی کی عدالت ایک سال مین معلوم نہین ہوتی ہی اور یہ قول فقہ سے مشابہ ہی
اور امام اعظم رحمہ اللہ تعالے کے قیاس پر بھی ایسا ہی ہونا چاہیے یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی - اور امام محمد رحمہ اللہ
تعالی نے فرمایا کہ مین اُسکے واسطے کوئی وقت نہین مقرر کرتا ہون اور اُس کی میعاد یہی ہی کہ جب دل مین اُس کے
عدالت آجاوے اور یہی پر فتوے ہی یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہی اگر کوئی لڑکا بالغ ہوا اور اُس نے گواہی
دی تو اُسکا حکم بھی مثل اُس مسافر کے ہی کہ ایک قوم مین آکر ٹھہرا کہ وہ لوگ اُس کی تعدیل نکرین جب تک کہ
اُن کے نزدیک اُسکی عدالت ظاہر نہو اور اُسکی مدت بقیاس قول امام ابو یوسف رح مقدر ہی جیسا کہ بیان ہوا اور
امام محمد رح کے نزدیک مقدر نہین ہے اُس کی عدالت دل مین آجانا اُس کا وقت ہی - اگر ایک نصرانی اسلام لایا
پھر اُس نے گواہی دی پس اگر قاضی حالت نصرانیت مین اُسکو عادل جانتا تھا تو بلا تامل اُسکی گواہی قبول کرے
اور اگر اُسکو نہین پہچانتا تھا تو اُس کے پہچاننے والے سے حالت نصرانیت مین اُس کی عدالت دریافت کرے اگر عادل ہے
تو بلا تامل وہ شخص اُسکی تعدیل کرے اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ جو لڑکا بلوغ کو پہونچا اور لڑکپن سے برابر بالغ ہونے تک
صلاحیت مین رہا تو اُس کی گواہی مقبول ہی اور معدل کو گنجائش ہی کہ اُسکی تعدیل کرے اور اگر بالغ ہونے تک اُسکی
صلاحیت نہ معلوم ہوئی تو اس قدر تامل کرے کہ مثل مسافر کے اُس کی صلاحیت دلون مین آجاوے - اور اس
قول پر لڑکے اور نصرانی کی عدالت سابقہ یکسان معتبر ہی اور اسی کو ابو علی نسفی رحمہ اللہ تعالی نے اختیار کیا ہے
ولیکن لڑکے کے بارہ مین مشہور وہی ہی جو ہم نے پہلے ذکر کیا ہے یہ ذخیرہ مین لکھا ہی - کتاب الاقضیہ مین امام محمد رح سے
روایت ہے کہ دو نصرانیون نے ایک نصرانی پر گواہی دی اور دونون کی نصرانیت مین تعدیل کی گئی پھر مشہود علیہ
مسلمان ہوگیا پھر دونون گواہ مسلمان ہوگئے تو قاضی اُس گواہی پر فیصلہ نہ کرے گا کیونکہ وہ دونون گواہی
دینے کے وقت کافر تھے پھر اگر بعد مسلمان ہونے کے دونون نے دوبارہ گواہی دی تو قاضی معدل سے
جو مسلمان ہو اس کا حال عدالت دریافت کرکے فیصلہ کرے گا - امام محمد رح نے فرمایا کہ ایک شخص نے ایسا کبیرہ
گناہ کیا جس سے گواہی سے ساقط ہوگیا پھر اُس نے توبہ کی اور قاضی کے سامنے گواہی دی اور ہنوز کچھ زمانہ
نہین گذرا ہے تو معدل کو اُسکی تعدیل نکرنی چاہیے تاوقتیکہ اتنا زمانہ نہ گذرے کہ دل مین بیٹھ جاوے کہ اُسکی توبہ
صحیح ہی یہ محیط مین لکھا ہے اور بعضے مشائخ نے اس زمانہ کو چھ مہینہ مقرر کیا ہے اور بعضون نے ایک سال اور

[1] قولہ تقدیر یعنے اُسکا اندازہ ۱۲

صحیح یہ ہے کہ یہ مدت قاضی اور معدل کی رائے پر ہے یہ ظہیریہ مین لکھا ہے اور اگر اس فاسق نے گواہی دی اور ہنوز وہ فاسق ہی پھر توبہ کی اور اسپر ایک زمانہ گذر گیا اور وہ اپنی توبہ پر مضبوط رہا تو قاضی اس گواہی پر فیصلہ نہ کرے گا بلکہ اُس کے اعادہ کا حکم کر دے گا پس اگر اُسنے گواہی کا اعادہ کیا اور معدل نے اُسکی تعدیل کی تو قاضی اُس کی گواہی کو قبول کرے گا بشرطیکہ اُس گواہی کو جو اُس نے حالت فسق مین ادا کی تھی بسبب فسق کے رد نکر چکا ہو۔ اور اگر کوئی فاسق معروف غائب ہو گیا اور غیبت منقطعہ ہے اور ایک سال دو سال غائب رہا پھر آیا اور اُس سے کوئی فعل سوائے صلاحیت کے نہ دیکھا گیا اور اُس نے قاضی کے یہان گواہی دی اور قاضی نے معدل سے اُس کا حال دریافت کیا تو معدل کو نہ چاہیے کہ جو حالت اُس نے پہلے اُس کی دیکھی تھی اُس کے سبب سے اُس مین جرح کرے اور اسکی تعدیل بھی نہ کرنی چاہیے جتے کہ اُسکی عدالت ظاہر ہو اور اُسکا حکم بمنزلہ اُس مسافر کے ہے جو ایک قوم مین آکر ٹھہرا اور اُسکا حکم گذر چکا ہو اسی طرح اگر کوئی ذمی مسلمان ہوا اور قبل اسلام کے اُس سے ایسا فعل سرزد ہوا کہ جو جرح ہے تو اب معدل کو اُس فعل کی وجہ سے جرح نکرنی چاہیے اور نہ تعدیل کرنی چاہیے یہانتک کہ اُسکی عدالت ظاہر ہو۔ اگر کوئی شخص عدل مشہور غائب ہو گیا پھر آیا اور اُسنے گواہی دی اور قاضی نے معدل سے اُسکا حال دریافت کیا پس اگر غائب ہونا تھوڑے دن اور مسافت تک ہو تو معدل کو چاہیے کہ اسکی تعدیل کرے اور اگر غیبت منقطعہ ہو مثلاً چھہ[1] مہینہ کے راستہ تک پس اگر وہ شخص عادل ہونے مین مثل امام ابو حنیفہؒ اور ابن ابی لیلیٰ کے مشہور ہو تو اُسکی تعدیل کرنی چاہیے اور اگر ایسا مشہور نہو تو معدل بلا دریافت اُسکی تعدیل نکریگا اگر قاضی کے نزدیک گواہون کی تعدیل کی گئی اور اُسنے اُنکی عدالت پہچانی پھر کسی مقدمہ مین انھون نے دوبارہ گواہی دی پس اگر پہلی تعدیل اور دوسری گواہی مین کم مدت گذری ہو تو قاضی بدون دریافت کے اُنکی گواہی پر فیصلہ کریگا اور اگر زمانہ دراز گذرا تو پھر قاضی اُنکا حال دریافت کریگا یہ محیط مین ہے اور قریب مدت مین اختلاف ہے بعضون نے کہا کہ چھ مہینے سے کم قریب مدت ہے اور بعضون نے کہا کہ ایک سال سے کم قریب مدت ہے اور صحیح یہ ہے کہ قاضی کی رائے پر ہے یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے۔ اگر تعدیل کرنیوالے نے گواہون کی عدالت معلوم کی مگر اُسکو یہ معلوم ہوا کہ مدعی کا دعویٰ باطل تھا اور گواہون کو وہم ہوا تو اُسکو چاہیے کہ قاضی کے سامنے بیان کرے کہ مجھے ثابت ہوا ہے کہ گواہ عادل ہین مگر اُنھون نے گواہی مین وہم کیا اور مدعی کا دعوے باطل تھا تو قاضی تعدیل کرنیوالے کی خبر کی نہایت تفتیش کریگا پس اگر اُسکو یہ خبر حق معلوم ہووے تو گواہوان کی گواہی رد کر دیگا اور اگر اُسکو یہ خبر راست نہ ثابت ہوئی تو گواہی قبول کرے گا۔ اگر معدل کے نزدیک گواہون مین کوئی جرح ثابت ہوئی تو اُسکو صراحتہً ذکر نہ کرے بلکہ تعریض یا کنایہ سے بیان کرے مثلاً کہے کہ واللہ اعلم یا مثل اسکے تاکہ بقدر امکان پردہ مسلمان کا باقی رہے اور بعضے مشائخ نے کہا کہ جرح اور اُس کا سبب ذکر کرنا ضروری ہے تاکہ قاضی اس مین غور کرے پس اگر وہ واقع مین جرح ہو تو اُنکی گواہی رد کرے ورنہ نہین یہ محیط مین لکھا ہے **قال المترجم** - دونون قولون مین اس طرح توفیق ممکن ہے کہ اگر

---

[1] چھہ مہینہ یعنے سال مین ایکبار آمد و رفت ممکن ہو ۱۲

معدل عالم ہو تو کنایہ اور تعریض کافی ہو اور اگر جاہل ہو تو جرح اور سبب بیان کرے کہ قاضی اسمین غور کرے کہ یہ واقع مین جرح ہو یا نہین ہو واللہ اعلم اگر معدل گواہ کو نہین پہچانتا ہو اور اسکے سامنے دو عادلون نے اسکی تعدیل کی تو اسکو تعدیل کرنا جائز ہو کہ اس صورت مین معدل بمنزلہ قاضی کے ہو جائیگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہو فتاوای ابواللیث مین ہو کہ دو گواہون نے قاضی کے پاس گواہی دی اور وہ ایک کے عادل ہونے سے واقف ہو اور دوسرے کو نہین جانتا ہو پھر عادل نے دوسرے کی تعدیل کی تو نصیر رحمہ اللہ تعالی نے فرمایا کہ اسکی تعدیل مقبول نہوگی اور ابن سلمہؒ سے دو روایتین ہین اور فقیہ ابوبکر بلخی سے روایت ہو کہ تین گواہون نے گواہی دی اور قاضی دو گواہون کی عدالت سے واقف ہو انھون نے تیسرے کی تعدیل کی تو تعدیل درست ہو مگر اس گواہی مین مقبول نہوگی دوسری گواہی مین مقبول ہوگی اور یہ قول نصیرؒ کے موافق ہو اور اسی پر فتوے ہے نوازل مین ہو کہ اگر تعدیل کرنے والے سے گواہ کا حال دریافت کیا گیا اور وہ خاموش رہا تو یہ جرح ہو اور اسی مین لکھا ہو کہ اگر گواہ خفیہ فسق کرتا تھا اور ظاہر مین عادل تھا اور قاضی نے چاہا کہ گواہی پر فیصلہ کرے پھر اُسنے اپنے حال سے خود خبر کر دی کہ مین عادل نہین ہون تو اسکا اقرار صحیح ہو مگر اسکو ایسے وقت مین یہ کلام روا نہین ہو کیونکہ اسمین مدعی کا حق باطل ہوتا ہو اور اپنا پردہ فاش ہوتا ہو یہ محیط مین لکھا ہو۔ اگر گواہون نے حد یا قصاص مین گواہی دی تو قاضی انکے حال سے خوب شافی بحث کرے کہ اچھی طرح معلوم ہو کیونکہ اکثر ایسی بحث مین کوئی ایسی بات ظاہر ہوتی ہو جس سے حد ساقط ہو جاوے کیونکہ حدود وقوع شبہات سے ساقط ہو جاتے ہین۔ مدعی کو معلوم ہوا کہ معدل نے اسکے گواہون پر جرح کی اور اسنے قاضی سے کہا کہ مین اہل ثقہ واہل امانت ایسے لاتا ہون جو ان گواہون کی تعدیل کرین یا قاضی سے کہا کہ مین ایسے لوگ تمکو بتلاتا ہون کہ ثقہ ہین اور وہ لوگ ان گواہون کی تعدیل کرینگے تم ان سے دریافت کرو اور اسنے ایسے لوگون کے نام لیے جو اس لائق تھے کہ انسے دریافت کیا جاوے تو قاضی اسکے قول کی سماعت کریگا پھر وہ ایک قوم کو لایا کہ جو عادل تھے اور جب انسے گواہون کی کیفیت دریافت ہوئی تو انھون نے تعدیل کی تو طعن کرنے والون سے دریافت کرے کہ تم نے کس چیز سے جرح کی ہو کیونکہ ممکن ہو کہ بعض چیزین اُنکے نزدیک جرح ہون اور قاضی کے نزدیک جرح نہون پس اگر انھون نے ایسی وجہ بیان کی جو سب کے نزدیک جرح ہو تو جرح مقدم ہوگی ورنہ التفات نہ کریگا اور تعدیل کرنے والون کی تعدیل مقدم ہوگی۔ اگر مشہود علیہ نے کہا کہ یہ دونون گواہ غلام ہین اور انھون نے کہا کہ ہم آزاد ہین کبھی مملوک نہین ہوئے ہین تو اسمین دو صورتین ہین ایک یہ کہ اگر قاضی انکو پہچانتا ہو اور اُنکے آزاد ہونے کو پہچانتا ہو تو مشہود علیہ کے قول پر التفات نہ کریگا اور اگر دونون کو نہین پہچانتا ہو اور دونون مجہول ہین تو مشہود علیہ کا قول قبول کریگا اور انکی گواہی قبول نہ کریگا کیونکہ آزادی اگرچہ اصل ہو ولیکن چار جگہ اسکا اعتبار نہین ہوتا ہو منجملہ انکے ایک مقام یہ ہو کہ یہان اس قاعدہ کا اعتبار نہوگا کہ آزادی اصل ہو ولیکن اگر دونون گواہون نے اپنی آزادی پر گواہ پیش کیے تو انکی گواہی مقبول ہوگی یا مدعی انکے آزاد ہونے پر گواہ لاوے اور اگر گواہون نے قاضی سے کہا کہ تم

ہمارا حال دریافت کرلو تو مقبول نہین ہو ولیکن اگر اسکا حال دریافت کرلے اور معلوم ہوجاوے کہ آزاد ہین اور گواہی قبول کرلے تو اچھا ہو یہ خزانۃ المفتین مین لکھا ہو۔ اور شہادات اصل مین ہو کہ اگر قاضی نے صرف آزادی کی خبر دینے پر اکتفا کیا تو اچھا ہو اور اگر گواہی طلب کی تو بہت اچھا ہو یہ محیط مین لکھا ہو یہ قاضی کو چاہیے کہ جن گواہون کی تعدیل کی گئی ہو انکے نام دفتر مین تحریر کرے اور یہ نہ چاہیے کہ سب گواہون کے نام تحریر کرے پھر جن کی تعدیل ہوئی ہو اُن کو لکھے۔ اور عدل کے یہ معنی ہین کہ ایسے فحش کامون سے جنکے عوض حد ماری جاتی ہے احتراز کرے کذا فی خزانۃ المفتین

بائیسوان باب قاضی کو کب عادل کے ہاتھ سپرد کرنا چاہیے اور کب نہ چاہیے۔ اگر عورت نے اپنے شوہر پر دعوی کیا کہ اسنے طلاق دی ہو اور قاضی سے درخواست کی کہ مجھے عادل کے ہاتھ مین سپرد کرے تاکہ مین گواہ لاؤن تو قاضی فقط دعوی پر عادل کے سپرد نہ کریگا۔ اور اگر ایک گواہ لاکر یہ درخواست کی کہ عادل کے سپرد کرے تاکہ دوسرا گواہ لاؤن تو لحاظ کیا جائیگا کہ اگر طلاق رجعی ہو تو عورت اور شوہر کے درمیان مین روک نہ کیجائیگی کیونکہ طلاق رجعی سے نکاح نہین زائل ہوتا ہو۔ اور اگر طلاق بائن ہو پس اگر عورت نے کہا کہ میرا دوسرا گواہ غائب ہے اور شہر مین نہین ہو تو بھی یہی جواب ہو کہ دونون مین روک نہ کیجاویگی اور اگر اسنے کہا کہ دوسرا گواہ شہر مین ہے پس اگر یہ گواہ جو حاضر ہو فاسق ہو تو بھی یہی حکم ہو کیونکہ فاسق کی گواہی حق اللہ تعالی اور حق العباد کسی مین مقبول نہین ہو تو اسکا ہونا یا نہ ہونا یکسان ہو۔ اور اگر یہ گواہ عادل ہو تو قاضی اسکو تین روز کی مہلت دیگا اور اگر اسکے اور شوہر کے درمیان مین روک کردی تو بہتر ہو یہ اصل مین مذکور ہو اور جامع میں اسکے برخلاف مذکور ہی کہ اگر ایک عادل نے گواہی دی تو قاضی اسکے شوہر کو اسکے پاس جانے سے منع کریگا اور بیٹھاتا ہو۔ اور اگر اسنے دو گواہ قائم کیے کہ ایک نے طلاق بائن یا تین طلاق پر گواہی دی تو یہ صورت اصل مین مذکور نہین ہو اور جامع مین ہو کہ قاضی اسکے شوہر کو اسکے پاس جانے اور اسکے ساتھ خلوت مین بیٹھنے سے منع کریگا جبتک کہ گواہون کی عدالت دریافت کرنے مین مشغول ہو اور یہ حکم استحسان ہو اور قاضی اسکو اسکے شوہر کے مکان مین سے نہ نکالیگا ولیکن اسکے ساتھ ایک امانت دار عورت مقرر کریگا کہ شوہر کو اسکے پاس آنے سے منع کرے اگرچہ اسکا شوہر عادل ہو اور اس امانت دار عورت کا خرچ بیت المال سے ملیگا پھر اگر گواہ عادل قرار پائے تو دونون مین تفریق کردیگا ورنہ عورت اسکے شوہر کو واپس ملیگی۔ اور اگر مدت دراز ہوگئی اور عورت نے قاضی سے نفقہ طلب کیا یا ماہواری کچھ خرچ مقرر تھا تو قاضی اسکا نفقہ مقرر کرکے شوہر سے دلائیگا ولیکن صرف بقدر مدت عدت کے نفقہ دلاویگا پس اگر گواہ عادل قرار پائے تو جسقدر اسنے لیا ہو وہ اسکا ہو اور اگر گواہی مردود ہوئی اور عورت شوہر کو واپس ملی تو جسقدر اسنے لیا ہے وہ شوہر واپس لیگا یہ ذخیرہ مین لکھا ہو۔ امام محمد نے اصل مین لکھا ہو کہ اگر باندی یا غلام نے دعوی کیا کہ مالک نے آزاد کیا ہو اور انکے گواہ حاضر نہین ہین تو اسکے اور مالک کے درمیان مین روک نہ کیجاویگی اگرچہ ایک گواہ پیش کرین اور اگر انھون نے کہا کہ دوسرا گواہ شہر مین نہین ہو تو بھی یہی حکم ہو۔ اور اگر انھون نے کہا کہ دوسرا گواہ شہر مین ہے

پس اگر یہ گواہ حاضر فاسق ہو تو بھی یہی حکم ہو اور اگر عادل ہو تو بھی ذکر کیا ہو کہ روک نہ کیجاوے گی اور یہ حکم غلام
کے حق مین صحیح ہو اور باندی کے حق مین اگر بنا بر روایت اصل کے کہا جاوے کہ روک کرنا اچھا ہو تو مناسب ہے
اور جامع کی روایت کے موافق روک کیجاویگی۔ اور اگر دو گواہ مستور الحال قائم کیے تو دونون کے حق مین روک
کیجاویگی یہانتک کہ گواہون کی عدالت کا حال کھلے اور یہ حکم باندی مین مطلقاً ہو اور غلام کے حق مین ایسی صورت
پر محمول ہو کہ جب مالک خوف دلاتا ہو کہ ہلاک کریگا اور یہ امر مشہور ہو اور اگر ایسا نہو تو غلام مین روک نہ کیجاویگی بلکہ
صرف مالک سے اُسکے اور غلام کے نفس پر کفیل لیا جاویگا۔ واضح ہو کہ عورت یعنی باندی کے واسطے روک کی یہ صورت ہے
کہ ایک عورت ثقہ کے سپرد کیجاوے اور اس گھر سے نہ نکالی جاویگی پھر اگر اسنے نفقہ طلب کیا تو مالک کو حکم دیا جاویگا کہ
اسکو نفقہ دیوے اور اگر اسنے ایک مہینہ نفقہ لیا پھر گواہ غیر عادل قرار پائے اور باندی اسکے مالک کو واپس ملی تو
مالک اس سے نفقہ واپس نہین لے سکتا ہو۔ اور اگر گواہ عادل قرار پائے پس اگر مولی نے اسکو نفقہ احسان کے طور پر دیا
ہو یا اُسنے مولی کے گھر سے لیا ہو تو مثل اور احسانون کے کچھ واپس نہین لے سکتا ہو اور اگر قاضی نے اس سے جبراً دلایا
ہو تو مالک واپس لیگا۔ اور اگر دونون گواہ فاسق ہون تو باندی کے حق مین روک کردیجاویگی اور غلام کے حق مین روایات
مختلف ہین بعض مین روک کیجاوے اور بعض مین نہین یہ محیط مین لکھا ہو۔ ایک شخص نے ایک باندی کا جو ایک شخص
کے قبضہ مین ہو دعوی کیا اور باندی نے دعوی کیا کہ وہ اصلی حرہ ہو تو اسکی تین صورتین ہین یا تو اس نے کوئی گواہ
پیش نہ کیا یا ایک گواہ پیش کیا یا دو گواہ مستور الحال پیش کیے۔ پس اگر اسنے گواہ نہ پیش کیے اور قاضی سے درخواست
کی کہ گواہ حاضر ہونے تک روک کردیجاوے تو قاضی اس درخواست کو منظور نہ کریگا اور اگر ایک گواہ قائم کیا
ہو تو دیکھا جاوے کہ اگر اسنے کہا کہ میرے پاس اسکے سوا دوسرا گواہ نہین ہو تو باندی اور قابض کے درمیان
روک کیجاویگی اور اگر کہا کہ میرا دوسرا گواہ شہر مین ہو مین دوسری مجلس مین حاضر کرونگی تو قیاساً روک کیجاویگی اور استحساناً
روک کیجاویگی بشرطیکہ وہ گواہ عادل ہو۔ اور اگر اسنے دو گواہ مستور الحال پیش کیے تو قاضی کو چاہیے کہ باندی ایک ثقہ
عورت کے سپرد کرے کہ وہ اسکی حفاظت کرے یہانتک کہ گواہون کی حالت دریافت ہووے اور اسکے ہاتھ مین نہ چھوڑے
جسکے قبضہ مین ہو خواہ وہ مدعا علیہ عادل ہو یا نہو۔ اور یہ حکم اسوقت ہو کہ مدعی نے قاضی سے یہ درخواست کی ہو کہ کسی
عادل کے پاس سپرد کیجاوے لیکن بدون اسکی درخواست کے قاضی سپرد نہ کریگا اور یہ حکم بھی اسوقت ہے کہ باندی کسی مرد کے
قبضہ مین ہو اور اگر عورت کے قبضہ مین ہو اور مرد نے دعوی کیا تو کسی عادل کے سپرد نہ کریگا اگرچہ مدعی درخواست کرے
اور اسی طرح اگر کسی بیوہ عورت پر نکاح کا دعوی کیا تو قاضی اسکا کفیل[1] بالنفس لے لیگا اور کسی عادل کے قبضہ
مین سپرد نہ کریگا کیونکہ آزاد حرہ سے حرام وطی کا خوف نہین ہو کہ وہ اپنے جان کی مالک ہوتی ہو۔ اور اسیطرح اگر باندی
باکرہ اپنے باپ کے گھر ہو تو قاضی علیحدہ نہ کریگا۔ ایک شخص کے ساتھ ایک عورت ہے کہ دعوی کرتی ہو کہ اسنے بطور نکاح فاسد کے
نکاح کیا ہو اور عورت نے گواہ پیش کردیے اور مرد کے گمان مین نکاح درست ہو تو قاضی عورت کو جدا کرکے عادل کے سپرد کرے

[1] کفیل بالنفس وہ شخص جو وقت طلب حاضر کردینے کی ضمانت دے جسکو حاضر ضامنی کہتے ہین ۱۲

اسی طرح ایک شخص نے ایک باندی پر جو دوسرے کے قبضہ مین ہے یہ دعوی کیا کہ مین نے یہ باندی اسکے ہاتھ بطور بیع فاسد کے فروخت کی ہے اور اسپر گواہ قائم کیے اور قابض کہتا ہے کہ مین نے صحیح طور پر خریدی ہے یا کہا کہ مین نے اس سے خریدی ہی نہین کی ہے تو قاضی اسکو جدا کر لیگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے ایک غلام زید کے پاس ہے اسکا عمرو نے دعوی کیا کہ میرا غلام ہے اور اس دعوی پر ایسے دو گواہ پیش کیے کہ جنکو قاضی نہین پہچانتا ہے تو مدعا علیہ سے غلام نہ لیگا و لیکن ایک کفیل بالنفس مدعا علیہ و غلام کا لیگا اور مدعا علیہ کو حکم دیگا کہ اپنے کفیل بالنفس کو وکیل بالخصومۃ کر دے تاکہ اگر وہ غائب ہو جاوے اور کفیل اسکو حاضر نہ کر سکے تو مدعی کفیل کو مخاصم بناوے اور قاضی اسپر ڈگری کرے - و لیکن اگر مدعا علیہ نے وکیل بالخصومۃ دینے سے انکار کیا تو قاضی اُسپر جبر نہ کریگا بخلاف اسکے اگر کفیل دینے سے انکار کیا تو جبر کریگا - اگر مدعا علیہ نے کوئی کفیل نہ پایا تو قاضی مدعی سے کہیگا کہ اسکے اور غلام کے ساتھ رہے پس اگر مدعی سے یہ نہو سکا اور مدعا علیہ نے یہ خوف دلایا کہ غلام کو تلف کر دیگا تو قاضی مدعی کا حق نگاہ رکھنے کی غرض سے غلام کسی عادل کے سپرد کر دیگا - اور اسی طرح اگر مدعا علیہ فاسق ہو کہ لونڈون کے ساتھ اغلام کرنے مین مشہور ہو تو بھی قاضی اسکو چھینکر عادل کے سپرد کر دیگا و لیکن یہ امر ایسی صورت مین کچھ دعوی و گواہی پر موقوف نہین ہے بلکہ جب کوئی غلام کا مالک اس حرکت اغلام مین مشہور ہو تو قاضی بطور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے اس سے غلام چھینکر عادل کے سپرد کر دیگا پھر عادل کے پاس اس غلام کو حکم دیگا کہ خود کما دے اور خود کھاوے بشرطیکہ وہ کچھ کمائی کر سکتا ہو - اور یہی حکم باندی کے واسطے نہین مذکور ہے اور وجہ یہ ہے کہ عورت اس سے عاجز ہوتی ہے حتے کہ اگر عاجز نہو مثلاً باندی نہلانے یا روٹی پکانے مین مشہور ہو تو اسکو حکم کیا جاے گا کہ ان کامون سے کما کھاوے اگر غلام چھوٹے پن یا مرض سے کمائی نہ کر سکے تو مدعا علیہ کو حکم دیا جائے گا کہ اسکو نفقہ دیوے اور اس صورت مین غلام اور باندی مین کچھ فرق نہین ہے ایسا ہی فقیہ ابو بکر بلخی اور ابو اسحاق الحافظ رحمہ اللہ تعالی سے منقول ہے - نوادر ابن سماعہ مین امام محمدؒ سے روایت ہے کہ زید کے پاس ایک باندی ہے کہ اسکا عمرو نے دعوی کیا کہ میری ہے اور دعوے پر گواہ پیش کیے اور وہ لوگ عادل قرار پاے - اور قاضی نے وہ باندی مدعا علیہ سے لیکر کسی عادل کے پاس رکھی تھی اور مدعا علیہ بھاگ گیا - تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ عادل کو حکم دونگا کہ اس سے مزدوری کراوے اور اسکو کھلاوے اور اگر ایسی باندی مزدوری کے لائق نہین ہے تو حکم دونگا کہ قرض اسکے نفقہ مین لگاوے پھر جب نا امیدی ہو جاوے کہ اسکا مالک آویگا تو باندی فروخت کرا دونگا اور پہلے قرضہ ادا کر دونگا پھر باقی وقف کر دونگا پھر جب اس کا قابض آیا تو اسپر باندی کی قیمت دینے کا حکم دونگا اور اگر مقضی علیہ پر قرض ہو تو باندی کا مستحق اس ثمن کا زیادہ حقدار ہے کیونکہ وہ بمنزلہ رہن کے عادل کے پاس ہے - ایک گھوڑا یا کپڑا کسی شخص کے پاس ہے کہ اسکا دوسرے نے دعوی کیا اور گواہ پیش کیے اور مدعی نے قاضی سے درخواست کی کہ اسکو عادل کے پاس رکھے تو قاضی یہ درخواست نامنظور کریگا و لیکن کفیل بالنفس مدعا علیہ سے اور اس چیز کی طرف سے جسمین دعوی ہے لیگا اور کفیل بالنفس کو وکیل بالخصومت بنا دیگا بشرطیکہ مدعا علیہ راضی ہو اور ہمارے نزدیک نفقہ دینے کے واسطے قابض پر جبر نہ کیا جائیگا یعنی اس صورت مین بخلاف مملوک کے اور اگر مدعا علیہ نے کہا کہ میری طرف سے

کوئی کفیل نہیں ہوتا ہو تو مدعی سے کہا جائیگا کہ رات دن اسکے ساتھ رہا کرے تا کہ اسکا حق محفوظ رہے پس اگر مدعا علیہ فاسق ہو کہ اس چیز کے تلف کر دینے کا خوف دلاتا ہو اور کفیل دینے سے اسنے انکار کیا ہو اور مدعی اسکے ساتھ نہ رہ سکتا ہو تو قاضی مدعی سے کہیگا کہ مین مدعا علیہ پر گھوڑے کا نفقہ لانیکے لیے جبر نہیں کر سکتا ہون اگر تو چاہتا ہو کہ مین کسی عادل کے پاس رکھون تو اسکا نفقہ تیرے اوپر ہو ورنہ مین نہ رکھونگا کذافی الذخیرہ ہشام نے امام محمدؒ سے روایت کی کہ مین نے امام محمدؒ سے دریافت کیا کہ ایک شخص کے پاس ترچھوارے یا تازہ مچھلی یا مثل اسکے کوئی چیز ہو کہ اُسکا دوسرے نے دعوی کیا کہ میری ہو اور وہ چیز ایسی ہو کہ اگر رکھی جاوے تو بگڑ جاوے اور مدعی نے کہا کہ میرے گواہ شہر مین ہین مین انکو حاضر کرونگا تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ اتنا وقفہ نہین دونگا لیکن مدعی سے کہونگا کہ اگر تو چاہے تو اس سے قسم لیجاوے پس اگر اسنے قسم کھالی تو مدعی کو اس کا پیچھا کرنیکا اختیار نہین ہو۔ اور اگر اُسنے کہا کہ مین آج ہی گواہ حاضر کرونگا تو مین اسکو قاضی کے قیام تک مہلت دونگا اور مدعا علیہ سے کہونگا کہ قاضی کے اٹھنے تک یہان سے نہ ٹلنا پھر اگر اتنے وقت مین یہ چیز بگڑ گئی تو مدعی ضامن نہوگا عمرو ابن ابی عمروؒ نے امام محمدؒ سے روایت کی ہو کہ کسی نے دوسرے سے مچھلی یا گوشت تازہ تر یا فواکہ وغیرہ ایسی چیزین جنمین جلد فساد آجاتا ہو خریدین پھر بائع نے انکار کیا پھر مشتری نے دو گواہ یا ایک گواہ ایسا قائم کیا کہ جسکے دریافت حال کی ضرورت ہو پھر بائع نے کہا کہ اگر گواہون کے حال دریافت ہونے تک یہ چیز اسی طرح چھوڑی جاوے تو بگڑ جاویگی تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر مدعی نے ایک گواہ پیش کیا اور کہا کہ دوسرا گواہ حاضر ہو تو جبتک بگڑنے کا خوف نہو دوسری گواہی کی مہلت دیجاویگی پس اگر دوسرا گواہ حاضر ہو تو خیر ورنہ اسکی راہ چھوڑ دیجاویگی اور مشتری کو منع کیا جائیگا کہ اس سے تعرض کرے اور اگر اسنے دو گواہ قائم کیے تو جب چیز کے فساد اور بگڑ جانے کا خوف ہو تو بائع کو حکم دیا جاویگا کہ مشتری کے حوالے کرے پس جب مشتری نے قبضہ کر لیا تو قاضی اسکو لیکر اپنے امین کو دیگا کہ اسکو بیچکر اُسکے دام عادل کے پاس رکھے پس اگر گواہونکی تعدیل کیگئی تو وہ ثمن مشتری کا ہو اور اگر تعدیل نہوئی تو وہ ثمن بائع کو دیا جاویگا شیخ الاسلام خواہر زادہؒ نے ذکر کیا کہ اگر دعوی کسی مال منقولہ مین ہو اور مدعی نے قاضی سے درخواست کی کہ اسکو عادل کے پاس رکھے اور اسپر اکتفا نہ کیا کہ مدعا علیہ و رمال کے واسطے دونون کیطرف سے کفیل بالنفس لیا جاوے پس اگر مدعا علیہ عادل ہو تو یہ درخواست منظور نہوگی اور اگر فاسق ہو تو منظور ہوگی یہ محیط مین لکھا ہو۔ اگر عقار کا جو ایک شخص کے قبضہ مین ہو دعوی کیا اور گواہ پیش کیے تو عادل کے سپرد کرنے یا کفیل لینے کا قاضی حکم دیگا مگر جبکہ دعوے کسی زمین کی بابت ہو اور اسمین درخت ہون اور درختون پر پھل ہون تو کسی عادل کے قبضہ مین دیجاویگی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہو ادب القاضی مین ہو کہ اگر ایک عورت نے قاضی سے کہا کہ مجھے اپنے شوہر سے خوف ہو کہ وہ حالت حیض مین میرے پاس سوویگا[1] اسواسطے تم مجھے کسی عادل کے سپرد کر دو تو اسطرف التفات نہ کریگا ایک باندی دو شخصون مین مشترک تھی اور اسکی بابت ہر ایک کو دوسرے سے بدگمانی تھی پھر ایک نے تجویز کیا کہ ایک دن تیرے پاس اور ایک دن میرے پاس رہے اور دوسرے نے کہا کہ نہین بلکہ ہم کسی عادل کے سپرد کر دین تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ مین ہر ایک کے پاس ایک ایک روز رہنے کی اجازت دونگا اور عادل کے پاس نہ رکھونگا مشائخ نے فرمایا کہ فرج کے معاملہ مین ولے اس مقام کے ہر جگہ احتیاط

---

[1] قولہ سووے مراد اس سے جماع کرنا ہے اور یہ محاورہ بہت شائع ہے ۱۲

لیجاتی ہے مثلاً باندیون کی آزادی مین اور عورتون کی طلاق مین خواہ گواہی ہو یا نہ ہو احتیاط کیجاتی ہے یہ ذخیرہ مین لکھا ہے

تئیسوان باب ایک قاضی کے دوسرے قاضی کو خط لکھنے کے بیان مین۔ اگر ایک شخص نے قاضی کے آگے آکر درخواست کی کہ فلان شخص جو فلان شہر مین ہے اسپر میرا حق ہے اسکے گواہ مین لیوے تاکہ اس شہر کے قاضی کو گواہون کی سماعت لکھے تو قاضی اسکے گواہون کی گواہی کو اس حق کے بارہ مین جسکا دعوی کرتا ہے سُنے گا اور خصاف نے ادب القاضی مین لکھا ہے کہ قاضی نصف شہادت پر فرمان لکھے اگر ایک شخص نے قاضی کے سامنے ایک گواہ پیش کیا کہ فلان شخص پر اسکا حق ہے یا عورت نے گواہی دی یا گواہی پر گواہی ہوئی تو قاضی اسکو لکھے گا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے۔ جاننا چاہیے کہ قاضی کو قاضی کا خط معاملات مین برخلاف قیاس حجت شرعی ہو گیا ہے اور خلاف قیاس اسواسطے ہے کہ خط کبھی جھوٹا بنا لیا جاتا ہے اور ایک خط دوسرے خط سے مشابہ ہوتا ہے اور مہر دوسری مہر سے مشابہ ہوتی ہے ولیکن ہم نے اسکو بالاجماع حجت گردانا ہے مگر قاضی مکتوب الیہ اسکو تمام شرطین پائے جانے کے وقت قبول کریگا منجملہ انکے یہ ہے کہ جبتک گواہون سے یہ نہ ثابت ہو کہ یہ فلان قاضی کا خط ہے تب تک قبول نکریگا۔ اور جن چیزون مین قیاس کے موافق عمل ہے منجملہ انکے حدود و قصاص اور منقولات مثل اسباب و کپڑے و لونڈی و غلام ہین کہ ان چیزون مین امام اعظمؒ اور امام محمدؒ اور امام ابو یوسفؒ کے پہلے قول کے موافق قاضی کے خط کو جائز نہین رکھا پھر امام ابو یوسفؒ نے رجوع کر کے فرمایا کہ غلام مین بھاگنے کے باب مین خط جائز ہے اور اورون مین جائز نہین ہے اور ایک روایت امام ابو یوسفؒ سے یہ منقول ہے کہ سب منقولات مین جائز ہے اور بعض مشائخ متاخرین نے اسی کو لیا ہے۔ اور امام اسبیجابی سے روایت ہے کہ وہ قاضی کا خط نکاح اور طلاق اور کل ایسے حکمون مین جن مین قاضی کے خط کے شرائط متحقق ہو سکتے ہین اور مشہود بہ وغیرہ کی تعیین ممکن ہو جائز رکھتے اور فتوے دیتے تھے۔ اور نقلیات یعنی جائداد منقولہ مین امام اعظمؒ و محمدؒ کے نزدیک اسواسطے قاضی کا خط نہین جائز ہے کہ ان چیزون مین (مشہود بہ) کو اشارہ سے معلوم کرانا چاہیے اور اشارہ خط مین نہین ہو سکتا ہے پس جب دعوی اور گواہی کی صحت اس سے نہو گی خط بھی اس باب مین ناجائز ہو گا یہ ملتقط مین لکھا ہے۔ اگر ایک شخص نے دعوی کیا کہ زینب بن زید بن عمرو نے جو فلان شہر مین ہے میرے ساتھ نکاح کیا اور اب میرے نکاح سے انکار کرتی ہے اور نکاح کے گواہ یہان موجود ہین پس اسکے اور گواہون کو جمع کرنا مجھ سے ممکن نہین ہوتا ہے تو قاضی سے کہا کہ تم اس بارہ مین مجھے ایک خط لکھدو پس قاضی اسکے گواہون کی گواہی سنکر خط لکھدیگا۔ اور اسی طرح اگر کسی عورت نے کسی غائب شخص کی عورت ہونے کا دعوی کیا یا کسی غائب کی ولاء آزادی یا ولاء موالا کا دعوی کیا تو بھی یہی حکم ہے اور اسی طرح اگر نسب کا دعوی کیا مثلاً زید نے کہا کہ عمرو بن خالد میرا باپ ہے اور وہ میرے نسب سے انکار کرتا ہے اور میرے گواہ یہان اس بات کے موجود ہین کہ عمرو بن خالد نے اقرار کیا تھا کہ زید اسکا بیٹا ہے یا اس بات کے کہ اُسنے زید کی مان سے نکاح کیا اور مین اسی کے بستر[1] سے پیدا ہوا ہون اور اُسی کی طرف منسوب ہون اور اسپر زید نے گواہ قائم کیے تو قاضی اُسکو خط لکھدیگا اور اسی طرح اگر کسی نے دعوی کیا کہ مدعی فلان شخص غائب کا باپ ہے اور گواہ پیش کیے اور خط مانگا تو بھی قاضی لکھدیگا اور اگر کسی نے کسی غائب کے بھائی یا چچا ہونے کا دعوی کیا اور خط طلب کیا تو قاضی نہ لکھے گا مگر اس صورت مین

---

[1] قولہ بستر سے یعنے اسکے جماع کرنے سے ۱۲

کہ میراث یا نفقہ کا دعوی ہو یا لقیط میں پرورش کا دعوی ہو اور باپ بیٹے میں یہ دعوی ہو کہ اسکے باپ یا بیٹے یا لقیط کی پرورش کی ہے تو گواہی قبول کرلیگا خواہ اسکی زندگی میں ہو یا بعد موت کے۔ اگر ایک مرد یا عورت نے کسی لڑکے یا لڑکی کا دعوی کیا اور کہا کہ اسکا نسب ہم دونوں سے مشہور ہے اور وہ بالفعل فلان شہر میں فلان بن فلان غائب کے ہاتھ میں ہے اور وہ اسکو غلام جانتا ہے اور اسپر دونوں نے گواہ پیش کیے اور اس باب میں قاضی کا خط طلب کیا تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک قاضی اُسکو لکھدیگا اور امام اعظمؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک مسائل نسب میں اگرچہ قاضی خط لکھتا ہے مگر اس مسئلہ میں نہ لکھے گا اور حاصل یہ ہے کہ اگر فرزندی کے دعوے کے ساتھ غلام بنانے کا دعوی ہو تو نہ لکھے گا مگر جبکہ یہ دعوی کرے کہ وہ میرا بیٹا ہے اور اُسکو فلان شخص نے غصب کرلیا ہے تو بالاتفاق لکھدیگا۔ اور مکان اور عقار کے دعوے میں بالاتفاق سب کے نزدیک لکھے گا خواہ وہ دار مدعا علیہ کے شہر میں ہو یا کسی اور شہر میں ہو جسمین قاضی خط لکھنے والا ہے۔ اگر خط کے گواہ راستہ میں بیمار ہوگئے یا اُنکی رائے واپس آنے کی ہوئی یا کسی دوسرے شہر میں جانیکا ارادہ کیا پس انھون نے ایک قوم کو اپنی گواہی پر گواہ کرلیا تو جائز ہے اور اُنکے گواہ کرنیکی یہ صورت ہے کہ یون کہے کہ یہ خط فلان شہر کے قاضی فلان بن فلان کی طرف سے فلان شہر کے قاضی فلان بن فلان کے نام اس شخص مدعی کے دعوے کے باب میں جو فلان بن فلان پر اسنے کیا ہے لکھا ہوا ہے اور ہمین پڑھ کر سنایا ہے اور ہمارے سامنے مہر کی ہے اور ہمکو اسپر گواہ کیا ہے تو تم لوگ ہماری اس گواہی پر گواہ رہو۔ اور یہ بھی جائز ہے کہ یہ لوگ اور تیسرے لوگون کو گواہ کرین یا چوتھے یا پانچوین اگرچہ دور تک بڑھجاوین یہ فتاوی قاضی خان میں لکھا ہے۔ قاضی کا خط دوسرے قاضی کی طرف جائز ہونیکے واسطے پانچ چیزون کا جاننا شرط ہے۔ ایک یہ کہ قاضی کاتب معلوم ہو دوسرے یہ کہ قاضی مکتوب الیہ معلوم ہو تیسرے دعوی معلوم ہو یعنی جس چیز میں دعوی ہے وہ معلوم ہو چوتھے مدعی معلوم ہو پانچوین مدعا علیہ معلوم ہو اب جاننا چاہیے کہ قاضی کاتب کے معلوم ہونیکی یہ صورت ہے کہ اسکا نام اور اسکے باپ کا نام اور اسکے دادا یا قبیلہ کا نام لکھا جاوے اور اگر باپ اور دادا کا نام لکھا تو بالاتفاق پہچان معتبر ہوگی اور اگر باپ کا نام لکھا اور دادا یا قبیلہ کا نام نہ لکھا تو امام اعظمؒ کے نزدیک معرفت حاصل نہوگی اور اگر مشہور ہو تو جس نام کے ساتھ مشہور ہے اسپر اکتفا کیا جاوے اور اسیطرح اگر لکھا کہ یہ خط ابو فلان کی طرف سے ہے تو کافی ہے بشرطیکہ وہ اس کنیت کے ساتھ مشہور ہو جیسے ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالی اور اسیطرح کافی ہے اگر لکھا کہ ابن فلان کی طرف سے ہے بشرطیکہ وہ اس کنیت سے مشہور ہو جیسے ابن ابی لیلی۔ اور قاضی کے نام اور نسب پر گواہون کی گواہی کے مقبول ہونے کی صورت نہین ہے جبتک کہ خط میں نہ لکھا ہو اور اسیطرح قاضی مکتوب الیہ کے معلوم ہونے کی بھی یہی صورت ہے کہ اسکا نام اور نسب اسطرح ذکر کرے کہ اسکی پہچان ہوجاوے اور اگر لکھا نہ ہو تو اسکے نام و نسب پر صرف گواہی کفایت نہ کریگی اور مدعا علیہ کا معلوم ہونا شرط ہے اور امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک اسکے نام اور باپ کے نام سے پہچان نہوگی جبتک اسکے دادا کا نام مذکور نہو اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک دادا کا نام ذکر کرنا شرط نہین ہے اور امام محمدؒ کا قول مضطرب ہے اور قاضی ابو علی سغدی ابتداے عمر میں دادا کا نام ذکر کرنا مدعا علیہ کے واسطے شرط نہین کرتے تھے پھر آخر عمر میں اس سے رجوع کیا اور کہا کہ دادا کا نام بھی ذکر کرنا شرط ہے اور یہی صحیح ہے اور اسی پر فتوی ہے اور اگر دادا کا نام نہ ذکر کیا بلکہ اسکو اسکے قبیلہ کیطرف نسبت کردیا پس اگر اسکا قبیلہ چھوٹا سا ہے اور ناداے فخذ ہو کہ اس سے

[illegible] ۱۲

وہ پہچانا جاتا ہے تو بلا خلاف کافی ہے کیونکہ چھوٹے قبیلہ میں اکثر دو شخص ایسے کم ہوتے ہیں جنکے نام اور اُنکے باپ کے نام ایک ہوں
پس ذکر قبیلہ بجائے دادا کے نام کے ہو جائیگا اور اگر بڑا قبیلہ ہے یا اعلیٰ فخذ ہے تو صرف قبیلہ کیطرف منسوب کرنا کافی نہیں ہے
جیسے بنی تمیم ایک بڑا قبیلہ ہے اسمیں ایسے لوگ نکلیں گے جنکے نام اور اُنکے باپ کے نام ایک ہوں۔ اور اگر اسکو کسی شہر کیطرف
منسوب کیا مثلاً کہا کوفی ہے یا بغدادی ہے تو بدون دادا کے نام ذکر کرنیکے کافی نہیں ہے اور اگر اسکے پیشہ و رکاریگری کی
طرف نسبت کی اور دادا اور قبیلہ کا نام ذکر نہ کیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک کافی نہیں ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک اگر صناعت ایسی
ایسی ہے کہ جس سے وہ لامحالہ پہچانا جاوے تو جائز ہے اور اگر اسکے باپکا نام اور اسکا لقب ذکر کیا اور اس لقب سے لامحالہ پہچانا جاتا ہے تو
کافی ہے اور اگر ایسا نہو تو کافی نہیں ہے اور اگر اسکا اور اسکے دادا کا نام ذکر کیا اور اسکے باپکا نام نہ ذکر کیا تو کافی نہیں ہے
اور اگر یوں تحریر کیا کہ فلاں شہر کے قاضی فلاں بن فلاں کیطرف سے فلاں شہر کے قاضی فلاں بن فلاں کو یہ خط ہے تو بعض مشائخ
کے نزدیک بلا خلاف ایسی تحریر کافی ہے کیونکہ قاضی ہونا بھی پہچاننے کا سبب ہے کہ اسکے ذکر سے دادا کا نام ذکر کرنیکی ضرورت
نہیں ہے اور اگر اس طرح تحریر کیا کہ فلاں شہر کے قاضی فلاں بن فلاں کیطرف سے ہر اس قاضی یا حاکم اسلام کیطرف جسکو یہ خط پہونچے تو
امام اعظمؒ کے نزدیک نہیں جائز ہے اور امام ابو یوسفؒ اور زفرؒ کے نزدیک جائز ہے اور امام محمدؒ ظاہرا امام اعظمؒ کے ساتھ ہیں اور
امام ابو یوسفؒ جب قاضی ہوئے اور لوگوں کا حال دیکھا تو بہت سے مسائل میں سمجھا نا وسعت دی انہی منجملہ یہ مسئلہ ہے
محیط میں لکھا ہے اور اسی پر آجکل لوگوں کا عمل ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے اگر یوں کہا کہ فلاں شخص کا فلاں سندھی پر جو غلام
فلاں بن فلاں ہاشمی کا ہے اسقدر قرض ہے تو جائز ہے کیونکہ مملوک یا مالک کیطرف نسبت کرنے سے پہچانا جاتا ہے پس جب اسکو اسکے مشہور
مالک کیطرف نسبت کیا یا اسکا نام اور اسکے باپ و دادا یا قبیلہ کا نام لکھدیا تو غلام کی شناخت پوری ہو گئی۔ اگر غلام کا نام
ذکر کیا اور اسکے مالک کا نام اور باپ کا نام ذکر کیا اور اسکے دادا یا قبیلہ کو ذکر نہ کیا تو شمس الائمہ سرخسی نے لکھا ہے کہ کافی نہیں ہے
اور شیخ الاسلام نے کہا کہ کافی ہے کیونکہ شناخت تین چیزوں کے ذکر سے ہوتی ہے اور وہ پائی گئیں یعنی غلام کا نام اور ایک مالک کا
نام اور مالک کے باپ کا نام۔ اگر غلام کا نام اور مالک کا نام ذکر کیا اور مالک کو اسکے خاص قبیلہ کیطرف نسبت نہ کیا تو کافی نہیں
اور اگر نسبت کیا تو شمس الائمہ کے قیاس مسئلہ متقدمہ پر کافی نہیں ہے اور موافق شیخ الاسلام کے کافی ہے۔ اگر یوں لکھا کہ فلاں
شخص کا فلاں شخص پر کہ جو سندھی غلام جو ناہے کہ فلاں بن فلاں کے ہاتھ میں ہے اسقدر قرض ہے پس اس صورت میں ہاتھ میں
ہونے سے اگر یہ مراد ہے کہ وہ اسکے گھر میں رہتا ہے تو کافی نہیں ہے کیونکہ نسبت میں امر لازمی چاہیے اور وہ ملکیت ہوتی ہے اور صرف
ہاتھ میں ہونا کبھی بلا ملکیت کے لاحق ہوتا ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اور گواہوں کے سامنے خط پڑھکر انکو سنا دینا واجب ہے تاکہ اسکے
مضمون سے واقف ہو جاویں یا اگر نہ پڑھے تو انکو آگاہ کر دے کیونکہ بدون جانے ہوئے گواہی نہیں ہوتی ہے پھر انکے سامنے مہر کرکے
انکو سپرد کر دے تاکہ تغیر کا وہم نہو اور یہ امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے نزدیک ہے کیونکہ خط پر حکم کے واسطے یہ شرط کہتے ہیں کہ گواہ خط کے
مضمون سے واقف ہوں اور مہر انکے سامنے ہوئی ہو اور اسیطرح ان دونوں اماموں کے نزدیک خط کے مضمون
سننے سے ادا کرنیکے وقت تک یاد رکھنا شرط ہے۔ اور آخر میں امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ ان میں سے کچھ بھی شرط نہیں ہے ہاں
یہ شرط ہے کہ انکو اسپر گواہ کر دے کہ یہ میرا خط اور مہر ہے اور ایک روایت میں امام ابو یوسفؒ سے ہے کہ مہر بھی شرط نہیں ہے پس

اس طرح کی آسانی امام ابو یوسف رح نے قاضی ہوکر کردی کہ لیس الخبر کالمعائنہ اور شمس الائمہ سرخسی نے امام ابو یوسف
رحمہ اللہ تعالی کا قول اختیار کیا ہے یہ کافی مین لکھا ہے خصاف رح نے ذکر کیا ہے کہ آجکل قاضیون کا یہ دستور ہے کہ خط مدعی کے
سپرد کرتے ہین اور یہی امام ابو یوسف رح کا قول اور یہی فتوی کے لیے بنا بر قول شمس الائمہ کے مختار ہے کذا فی النہایہ۔ جب امام اعظم رح وامام محمد رح
کے نزدیک خط کے مضمون کی گواہی گواہون پر شرط ٹھہری تو قاضی کو چاہیے کہ خط کی ایک نقل گواہون کو دے تاکہ وہ گواہی ادا
کرسکین پس قول امام اعظم رح وامام محمد رح کا احتیاط ہے اور امام ابو یوسف رح نے آسانی فرمائی ہے اور امام اعظم رح اور امام محمد رح کے نزدیک
ایک یہ شرط ہے کہ خط بعنوان ہو اسطرح کہ خط کا عنوان یون لکھے یہ خط فلان بن فلان قاضی کیطرف سے فلان بن فلان قاضی کو ہے۔ اور اگر
اُسنے اندر خط کے یہ عنوان نہ لکھا صرف لکھدیا عافانا اللہ وایاکم تو مکتوب الیہ قاضی خط کو قبول نہ کریگا اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک
عنوان شرط نہین ہے صرف یہ شرط ہے کہ گواہ گواہی دین کہ یہ فلان بن فلان قاضی کا خط تیرے نام ہے اور اُسکی مہر ہے۔ جب طرفین کے نزدیک
عنوان شرط ٹھہرا تو ہم بیان کرتے ہین کہ اگر عنوان اندر اور باہر ہو تو قاضی ایسے خط پر عمل کریگا اور اگر فقط اندر ہو تو بھی تعمیل کریگا۔ اور اگر
فقط باہر ہو تو اُسپر عمل نہ کریگا اور ہمارے بعض مشائخ متاخرین نے صرف عنوان ظاہر پر اکتفا کیا ہے یہ محیط مین لکھا ہے۔ اور دونون
کے نام ونسب دونون عنوانون مین تحریر کرے اور اگر اندر کے عنوان مین اسکو چھوڑ دیا تو صحیح نہین ہے اور باہر کے عنوان کی صورت
ہمارے زمانہ مین یہ ہے کہ بائین ہاتھ کی طرف سے بسم اللہ لکھنے سے پہلے یہ لکھے کہ از جانب فلان بن فلان قاضی شہر فلان وفلان
اور داہنے ہاتھ کی طرف سے بسم اللہ سے اوپر لکھے بسم اللہ الملک الحق المبین بجانب فلان بن فلان قاضی شہر فلان یا ہر
شخص کی طرف جسکو یہ خط قاضیون اور حاکمون سے پہونچے ادام اللہ توفیقہ وتوفیقہم۔ اگر اُسنے لکھا کہ فلان شہر کے قاضی کو
پہونچے اور اس شہر مین ایک ہی قاضی تھا تو امام علی بن محمد بزدوی نے فرمایا کہ صحیح ہے اور اگر اُس شہر مین دو قاضی ہون
تو جائز نہین ہے۔ پھر باہر خط کے لکھے بائین طرف سے فلان بن فلان قاضی فلان شہر ونواح کے طرف سے پھر داہنی طرف سے
بسم اللہ الملک الحق المبین بجانب فلان بن فلان قاضی شہر فلان یا ہر شخص کو قاضیون اور حاکمون مین سے جسکو یہ خط
پہونچے ادام اللہ توفیقہ وتوفیقہم۔ پھر بسم اللہ لکھنے کے بعد یون لکھے کہ خط میرا اطال اللہ تعالی بقاء فلان قاضی کو الخ جیسا
رسم ہے پھر لکھے اما بعد پھر اگر قاضی مدعی کو شکل اور نام ونسب سے پہچانتا ہو تو لکھے۔ فلان مدعی میری مجلس قضا مین فلان شہر مین
حاضر ہوا اور مین سمجھین مقیم ہون اور فلان بن فلان کی طرف سے نافذ قضا ہون جیسے رسم ہے اور مدعی کا قبیلہ اور حلیہ بیان
کردے یہ نہایہ مین لکھا ہے اور صحیح یہ ہے کہ میری مجلس قضا مین لکھنا شرط نہین ہے صرف یہ لکھنا کہ مجلس حکم مین فلان شہر مین
حاضر ہوا کافی ہے مگر اُس صورت مین کہ جب اُس شہر مین دو قاضی ہون ہر ایک ایک طرف کا علیحدہ ہو یہ ملتقط مین لکھا ہے۔
اور اگر قاضی اُسکو نہ پہچانتا ہوا اور اُسنے کہا کہ مین فلان بن فلان ہون تو گواہون سے دریافت کرکے خط مین لکھے کہ مدعی حاضر
ہوا کہ فلان بن فلان نام بتلاتا تھا اور مین نے اُسکو نہ پہچانا اور گواہون سے دریافت کرلیا اور گواہون کے نام ونسب وحلیہ ومسکن
اگر ذکر کردے تو بہتر ہے اور اگر نہ ذکر کیا صرف اسپر اکتفا کیا کہ گواہ عادل تھے کہ مجھے اُنکی عدالت معلوم ہوئی تھی یا مین نے دریافت کرلیا اور
اُنکی تعدیل کیگئی تو جائز ہے پھر لکھے کہ ان گواہون نے گواہی دی کہ یہ شخص فلان بن فلان ہے اور اُسکی شناخت خوب بیان کر
اور اگر اُسکے قبیلہ کو ذکر کرے تو بہتر ہے ورنہ مضر نہین ہے پھر لکھے بدون کسی مدعا علیہ کے یا نائب مدعا علیہ کے حاضر ہوکر ایک دا

کا دعوی کیا جو فلان شہر مین فلان محلہ مین واقع ہے اور اُسکے حدود یہ ہین اور وہ فلان شخص کے قبضہ مین ہی کہ اُسکو فلان بن فلان کہتے ہین اور مدعا علیہ کی اچھی طرح پہچان بیان کر دیوے اور اگر مدعا علیہ مشہور آدمی ہو تو اُسکی ضرورت نہین ہی صرف یہ لکھدے کہ اُسنے فلان بن فلان پر دعوی کیا مگر یہ ضرور لکھے کہ مدعی نے دعوی کیا کہ مدعا علیہ بقدر مسافت سفر کے اس شہر سے دور ہے اور غائب ہی اسواسطے کہ بہت سے مشائخ مسافت سفر سے کم مین قاضی کا خط جائز نہین کہتے ہین جیسا کہ گواہی گواہی مین کہتے ہین یہ نہایہ مین لکھا ہی مسافت سفر سے کم مین قاضی کا خط قاضی کے نام ظاہر روایت مین جائز نہین ہی اور امام ابو یوسف رح سے روایت ہی کہ اگر اسقدر دور ہو کہ اگر وہ صبح کو قاضی کے در دولت پر حاضر ہو تو اُسی روز پھر اپنے گھر واپس نہ جاسکے تو خط قاضی مقبول ہوگا اور اسی پر فتوی ہی یہ سراجیہ مین لکھا ہی پھر لکھے کہ مدعا علیہ کا غائب ہونا عادل گواہون کی گواہی سے میرے نزدیک ثابت ہوگیا تاکہ قاضی مکتوب الیہ کو معلوم ہو کہ پوری شرطون کے ساتھ یہ خط لکھا ہی پھر تحریر کرے کہ آجکل وہ فلان شہر مین مقیم ہی یہ ملتقط مین لکھا ہی پھر لکھے کہ وہ مدعا علیہ اس مدعی کے اس دعوی سے انکار کرتا ہی اور صحت دعوی کے گواہ یہان موجود ہین مدعی کو اُسکا اور گواہون کا جمع کرنا مشکل پڑا ہے پس اُسنے مجھسے درخواست کی کہ مین گواہون کی گواہی سُن لون تاکہ جسقدر میرے نزدیک صحت کو پہونچے اسکو فلان قاضی کو لکھون پس مین نے اُسکی درخواست منظور کی اور اُسنے گواہ پیش کیے اور وہ فلان و فلان ہین۔ پھر ہر ایک کا نام و نسب و قبیلہ و تجارت و مسکن و محلہ تمام لکھے پس ہر ایک گواہ نے مدعی کے دعوے پر گواہی دی و گواہی کے الفاظ و معنی متفق ہین ایسا ہی امام محمد رح سے روایت ہی اور مشائخ نے کہا کہ صرف اسقدر پر اکتفا کرنا نچاہیے بلکہ ہر ایک کی گواہی تفصیل وار بیان کرے اور اُسکی تصحیح کرے اور اگر مدعا بہ یعنی جس چیز مین دعوی کیا گیا ہی عقار ہو تو اُسکی جگہ اور حدود اربعہ لکھے اور اگر غلام ہو تو اُسکا نام و حلیہ و صفت و پیشہ اور اُسکے مالک کا نام اور اُسکے باپ اور دادا کا نام لکھے اور قرضہ مین اُسکی جنس اور مقدار اور صفت جیسا معروف ہی تحریر کرے پس اسطرح تحریر کرے کہ گواہون نے یہ گواہی دی کہ اس مدعی کا فلان بن فلان پر کہ جسکا نام و نسب اس خط مین تحریر ہو چکا ہی یہ دعوی ہی اور اسکی جنس و صفت و نوع تحریر کردے اور مدعا علیہ پر ادا کرنا اس مال کا واجب ہے اور متاخرین نے اختلاف کیا ہے اور صحیح یہ ہی کہ قرض کا سبب بیان کرنا شرط نہین ہی تاکہ گواہی دعوی مدعی کے موافق ہو پھر لکھے کہ باقیون نے بھی ایسی ہی گواہی[۵۱] دی اور یہ نہ لکھے کہ اسکے مثل گواہی دی پھر تحریر کرے کہ گواہون نے گواہی کو علی وجہ[۵۲] الشہادۃ ادا کیا اور گواہی کے طریقہ سے بیان کیا اور مین نے اُسکو سنا اور اپنے دیوان کے دفتر مین لکھ لیا اسکے بعد اگر قاضی گواہون کو پہچانتا ہے تو خط مین لکھدے کہ میرے نزدیک گواہ عدالت مین معروف ہین اور اگر نہ پہچانتا ہو تو ایک مزکی سے دریافت کرنا کافی اور دو سے احتیاط ہی۔ اگر مزکی نے تعدیل کی تو لکھے کہ گواہون کے حال دریافت کرنے مین مین نے اہل تزکیہ و تعدیل سے رجوع کی اور معدل و مزکی فلان و فلان ہین کہ ہمارے نزدیک اُنکی تعدیل مقبول ہے اور انھون نے تعدیل کی پھر قاضی کاتب بعد گواہون کی گواہی اور عدالت ظاہر ہونے کے مدعی سے یہ قسم لیوے کہ واللہ مین نے یہ مال مدعا علیہ سے نہین لیا اور نہ مین جانتا ہون کہ میرے وکیل یا ایلچی نے اُس سے لیکر قبضہ کیا ہے۔ پھر جب قاضی کے تحریر نے اس خط کو اسطرح

[۵۱] قولہ گواہی دی جہان جہان اشارہ کا موقع ہے اشارہ کرے یعنی اس مدعی نے کہ نام اُسکا فلان بن فلان ہے اور مانند اسکے ۱۲ م [۵۲] قولہ علی وجہ الشہادۃ الخ یعنے پوری ان شرائط کے ساتھ کہ جس طرح گواہی ادا کرنا چاہیے ۱۲

جسطرح بیان ہوا تحریر کیا تو آخر خط مین قاضی یون لکھے کہ فلان شہر کا قاضی فلان بن فلان بن فلان کہتا ہے کہ یہ خط میرے محرر نے میرے حکم سے تحریر کیا اور جو ماجرا اسمین ہے وہ میرے سامنے واقع ہوا اور ایسا ہی ہے جیسا اسمین لکھا ہے اور اس خط مین دو عنوان ہین ایک ظاہری اور دوسرا باطنی اور اسمین میری مہر لگی ہے اور میری مہر کا نقش ایسا ایسا ہے اور یہ خط تین ٹکڑے کاغذ پر لکھا ہوا ہے اور یہ میری توقیع ہے اس طرح کہ مین نے توقیع صدر پر لکھی ہے اور اسپر گواہ کر لیے ہین اور وہ فلان بن فلان اور فلان بن فلان بن فلان ہین ہر ایک کے نام ونسب وحلیہ لکھے۔ اور خط مین نے انکو پڑھکر سُنا دیا اور اُسکے مضمون سے انکو آگاہ کر دیا اور انکے سامنے اپنی مہر لگا دی اور اس سب پر انکو گواہ کر لیا اور یہ چند سطرین اپنے خط سے فلان تاریخ مین اُسکے آخر مین لکھدین اور آخر خط مین انشاء اللہ تعالی نہ لکھے۔ اور دو نسخے لکھے ایک مہر کرکے بلا زیادتی ونقصان مدعی کو دیوے اور دوسرا گواہون کو دیوے کہ وہ اُسکو موافق شرط امام اعظم رح اور امام محمد رح کے ادا کرین کذا فی فتاوی قاضی خان اور اس شرط کی مراد یہی ہے کذا فی النہایہ۔ اگر خط مین تاریخ نہ لکھے تو مقبول نہوگی اور اگر لکھے تو لحاظ کرنا چاہیے کہ وہ اسوقت قاضی تھا یا نہ تھا اور اگر نہ لکھے تو گواہون کی گواہی پر اکتفا نہ کیا جاوے اور ایسا ہی جب لکھا نہو تو صرف گواہون کی گواہی پر کہ یہ قاضی کا خط ہے اکتفا نہ کیا جائیگا اور اگر اصل حادثہ پر اُنھون نے گواہی دی اور تحریری نہین ہے تو اُسپر عمل درآمد نہوگا یہ خلاصہ مین لکھا ہے۔ جب یہ خط مکتوب الیہ کے پاس پہونچے تو اُسکو چاہیے کہ مدعی اور اُس کے مدعا علیہ کو جمع کرے اور قاضی کا خط ہونے پر گواہی اُسیوقت قبول کرنا چاہیے کہ جب مدعا علیہ موجود ہو۔ پھر جب دونون جمع ہوے اور مدعی نے دعوی کیا تو قاضی مدعا علیہ سے اس دعوی کی بابت دریافت کرے گا پس اگر اُسنے اقرار کر لیا تو اس اقرار پر فیصلہ ہو اور خط کی کچھ ضرورت نہ رہی اور اگر اُسنے انکار کیا تو مدعی حجت قاضی قائم کرنے کے واسطے قاضی کا خط پیش کرے اور جب پیش کیا تو قاضی دریافت کریگا کہ یہ کیا ہے تو جواب دیگا کہ فلان قاضی کا خط ہے تو یہ قاضی کہیگا کہ اسپر گواہ پیش کر کہ یہ اُس قاضی کا خط ہے یہ محیط مین ہے اور اگر بدون مدعا علیہ کی حاضری کے خط قبول کر لیا تو جائز ہے اور اگر اُسکی ناموجودگی مین قاضی کا خط ہونیکے گواہ سُن لیے تو جائز نہین ہے پس مدعا علیہ کی حاضری خط کی گواہی قبول کرنے کے واسطے شرط ہے صرف خط کے قبول کرنے کے واسطے شرط نہین ہے پس امام محمد رح نے جو ذکر کیا ہے کہ اگر خط قبول کیا اور مدعا علیہ موجود نہین ہے تو جائز ہے اس سے مراد قبول خط ہے نہ خط کی گواہی کذا فی الملتقط جب گواہون نے کہا کہ یہ فلان قاضی کا خط تمہارے نام ہے اور اُسپر اُسکی مہر لگی ہے تو خط کو قبول کریگا اور دریافت کریگا کہ تم کو پڑھ سُنایا اور تمھارے سامنے مہر لگائی ہے پس اگر اُنھون نے کہا کہ نہین یا ہمارے سامنے پڑھا ہے اور مہر نہین لگائی یا اسکا عکس کہا تو قبول نہ کریگا اور اگر اُنھون نے کہا کہ ہان ہمکو پڑھ سُنایا اور ہمارے سامنے مہر لگائی اور ہمکو گواہ کیا ہے تو کتاب یعنی خط کو کھولیگا اور یہ کہنا کافی نہین کہ ہمارے نزدیک یا ہماری حضوری مین مہر لگائی ہے کذا فی النہایہ۔ اگر گواہون نے کہا کہ یہ قاضی کا خط اور اُسکی مہر ہے اور خط کے مضمون کی گواہی نہ دی تو طرفین کے نزدیک قبول نہ کریگا اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک قبول کریگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے اور جب قاضی نے خط کو کھولا تو دیکھے کہ ان گواہون کی گواہی مضمون خط سے موافق ہے یا مخالف اگر مخالف ہو تو رد کر دے اور اگر موافق ہو پس اگر قاضی کاتب نے اسمین گواہون کی عدالت لکھدی ہے یا قاضی مکتوب الیہ انکو پہچانتا ہے تو مدعا علیہ پر حق کا فیصلہ جاری کر دیگا اور اگر ایسا نہو تو قاضی

گواہون کی عدالت دریافت کریگا پس اگر اُنکی تعدیل کی گئی تو اُنکی گواہی پر فیصلہ کر دیگا کذا فے النہایہ اور اولی یہ ہے کہ خط کو مدعا علیہ کے سامنے کھولے اور اگر بدون اُسکی حاضری کے کھولا تو جائز ہے کذا فی المحیط اور امام محمد رح نے کتاب مین خط کھولنے کے واسطے گواہون کی عدالت ظاہر ہونے کی شرط نہین لگائی ہے کیونکہ اس طرح فرمایا کہ جب گواہون نے گواہی دی کہ یہ فلان قاضی کا خط ہے کہ اُسنے اپنی کچہری مین ہمین سپرد کیا ہے یہانتک کہ فرمایا کہ پھر قاضی نے اُسکو کھولا اور قبول نہ کیا پھر جب گواہون نے گواہی دی اور اُنکی تعدیل کی گئی۔ پس اس تقریر سے معلوم ہوا کہ کھولنے کے واسطے گواہون کی عدالت شرط نہین ہے اور صحیح یہ ہے کہ گواہون کی عدالت ظاہر ہونے کے بعد خط کھولے اور یہ روایت صدر الشہید کی شرح ادب القاضی کے موافق ہے اور جو مغنی مین مختار ہے اُسکے مخالف ہے کیونکہ مغنی مین لکھا ہے کہ خصاف رح نے ادب القاضی مین ذکر کیا کہ قاضی گواہون کی عدالت ظاہر ہونے سے پہلے خط نہ کھولے پھر کہا کہ جو امام محمد رح نے فرمایا ہے وہ اصح ہے یعنی مطلق گواہی پر کہ یہ قاضی کا خط اور اُسکی مہر ہے خط کھولنا جائز ہے بدون اسکے کہ گواہون کی عدالت سے تعرض کرے یہ نہایہ مین لکھا ہے۔ ابن سماعہ نے امام محمد رح سے روایت کی کہ قیاس قول ابی حنیفہ رح پر جب قاضی کا خط لے کر آیا تو قاضی کو چاہیے کہ مدعا علیہ کو حاضر کرے پھر جب وہ حاضر ہوا تو خط لانے والے سے دریافت کرے کہ یہی وہ شخص ہے جسپر تو دعوی کرتا ہے اگر اُسنے کہا کہ ہان تو پھر دریافت کرے کہ تو خط لانے کا وکیل ہے یا تو ہی خط لایا ہے پس اگر اُسنے کہا کہ مین خود خط لانے والا ہون تو اُس سے گواہ طلب کرے کہ یہ قاضی کا خط ہے اور اگر اُسنے کہا کہ مین مدعی کا وکیل ہون اور میرا فلان بن فلان نام ہے تو گواہون سے دریافت کرے کہ یہ فلان بن فلان ہے اور فلان شخص نے اسکو وکیل کیا ہے پس اگر وکالت کے گواہ قائم ہو کر حکم ہونے سے پہلے اگر اُسنے خط کے گواہ پیش کیے تو قیاس چاہتا ہے کہ مقبول نہون اور یہی قول امام ابو حنیفہ رح کا ہے اور استحسانًا مقبول ہونگے اور یہ قول امام محمد رح کا ہے اور امام ابو یوسف رح سے دو روایتین ہین۔ ابن سماعہ نے امام محمد رح سے روایت کی کہ اگر وکالت اور خط پر قاضی نے گواہ سُنے اور گواہون کی عدالت ظاہر ہونے سے پہلے قاضی کاتب معزول ہو گیا پھر گواہون کی عدالت ظاہر ہوئی تو قاضی وکالت اور خط دونون کا حکم دیگا اور اگر وکالت کے گواہون کی تعدیل ہوئی اور خط کے گواہون کی تعدیل نہوئی یہانتک کہ قاضی کاتب معزول ہو گیا پھر وکیل نے چاہا کہ خط اور مہر کے گواہ دوسرے پیش کرے تو مقبول نہونگے اور اگر خط کے گواہون کی تعدیل ہوئی اور وکالت کی نہوئی حتی کہ قاضی معزول ہوا اور وکیل نے دوسرے گواہ پیش کرنا چاہے اور اُنکی تعدیل ہوئی تو گواہی مقبول ہوگی اور وکالت کا حکم دیدیگا اور یہ تفریع امام محمد رح کے قول پر درست ہے اور امام اعظم رح کے قول پر درست نہین ہے پھر جب قاضی نے خط قبول کر لیا اور اُسکو کھولا اور پورے شرائط اُسکے ادا کر لیے تو موافق تحریر خط کے فیصلہ کریگی یہ صورت ہے کہ اگر قاضی کو خود معلوم ہوا کہ خط لانے والا فلان بن فلان فلان قبیلہ کا ہے یا خصم نے اقرار کیا اور گواہون نے گواہی دی کہ یہی خط لایا ہے تو حکم دیگا اور اگر اسمین سے کوئی بات نہو تو گواہون سے دریافت کرے کہ یہ شخص فلان بن فلان ہے اور اگر گواہون سے اس سے پہلے ہی دریافت کر لے تو بہت اچھا ہے یہ محیط مین لکھا ہے۔ خانیہ مین لکھا ہے کہ جب مدعی قاضی کا خط مکتوب الیہ قاضی کے پاس لایا اور اُسنے مدعا علیہ کو بُلایا اور اُسکے سامنے گواہون نے قاضی کے خط اور مہر ہونے کی گواہی دی اور قاضی نے خط کھولا اور خصم کو سُنایا اور جو شرطین خط کی ہین سب بجا لایا ولیکن ہنوز حکم نہ دیا تھا کہ مدعا علیہ کسی دوسرے

شہر مین غائب ہوگیا اور مدعی نے اس قاضی سے درخواست کی کہ وہان کے قاضی کے نام لکھدے تو امام ابو یوسف رح کے
نزدیک وہ نہ لکھیگا اور امام محمد رح اور امام اعظم رح کے نزدیک لکھدیگا۔ اور اگر مدعا علیہ نے کہا کہ میرے پاس اسکا دفعیہ ہے تو
قاضی مکتوب الیہ اُسکی سماعت کریگا اور بجائے خط کے ایلچی بھیجنا جائز نہین ہے اگرچہ پورے شرائط پائے جاوین اور قاضی کو اُس شہر کے
امیر سے جس نے اُسکو قاضی کیا ہے خط یا ایلچی کی مدد مانگنا جسکے ساتھ اپنا امین روانہ کرے بدون خط کی شرطون کے جائز
ہے اور اگر وہ امیر دوسرے شہر مین ہو تو ایسی مدد مانگنے کے واسطے خط کے شرائط مثل مہر اور گواہ کے کہ قاضی کا خط ہے معتبر
ہونگے یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہے خصاف رح نے ادب القاضی مین ذکر کیا کہ قاضی کی مہر جو خط پر تھی اگر وہ منکسر ہوگئی یا خط منتشر
تھا یا اُسکے تحت اسفل مین مہر تھی تو قاضی مکتوب الیہ خط کو قبول کریگا جبکہ گواہ یہ گواہی دین کہ یہ خط فلان قاضی کا ہے اور
اُسنے ہمکو پڑھکر سُنایا ہے خصاف رح نے ان دونون مسئلون کے بعد ذکر کیا کہ یہ قول امام ابو یوسف رح کا ہے اور امام ابو حنیفہ رح
اور امام محمد رح کے نزدیک جب خط پر مہر نہوگی تو قاضی مکتوب الیہ اُسکو قبول نہ کریگا ولیکن ابو یوسف رح ایسی صورت مین
کہ خط پر مہر نہو فرماتے ہین کہ خط پر گواہی درست نہین ہے جب تک کہ خط کے مضمون پر گواہی نہ ادا کرین اور فقیہ ابو بکر رازی رح اور
امام شمس الائمہ حلوائی نے ذکر کیا کہ خط کو باوجود مہر منکسر ہونیکے قبول کرنا سب کا قول ہے کیونکہ اسمین لوگ مبتلا ہوتے ہین کذا فی الذخیرہ
اور صحیح یہ ہے کہ یہ سب کا قول ہے۔ کبری مین لکھا ہے کہ ایک عورت نے ایک غائب پر جو دوسرے شہر مین ہے وکیل کیا اور اُسپر
گواہ کیے اور گواہون نے قاضی شہر کے سامنے گواہی ادا کی تاکہ یہ قاضی وکیل کے شہر کے قاضی کو لکھے کہ وہ وکالت کا حکم
دیدے تو یہ گواہی مقبول ہوگی یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہے۔ اگر مدعی بسبب میراث کے کسی دار کا دعوی کرتا ہے تو قاضی کاتب اپنے
خط مین لکھیگا کہ یہ ذکر کیا کہ فلان بن فلان مرگیا اور اُسنے ایک دار کوفہ مین بنی فلان بن فلان مین چھوڑا آخر تک
مثل ہماری تحریر سابق کے لکھے پھر لکھے اور یہ دار ملک اور حق فلان بن فلان کا تھا اور اُس کے قبضہ و تحت تصرف
مین رہا یہانتک کہ وہ مرگیا اور فلان شخص کو چھوڑا کہ سوائے اسکے اُسکا کوئی وارث نہین ہے اور یہ دار محدودہ اسکے لیے
میراث چھوڑا اور یہ نہ چاہیے کہ مدعی کے ذکر پر کہ مین سوائے اپنے اُسکا کوئی وارث نہین جانتا ہون اکتفا کرے پھر یون ذکر
کرے کہ فلان مدعی میرے پاس فلان و فلان کو لایا کہ اُنھون نے گواہی دی کہ فلان بن فلان مرا اور اسنے
آخر تک موافق ہمارے ذکر کے لکھے۔ اگر دعوی کسی عقار مین واقع ہوا اور مدعی نے قاضی سے درخواست کی کہ اسکی بابت
اُسکو خط لکھدے تو اُسکی دو صورتین ہین یا وہ عقار مدعی کے شہر مین ہوگا اور مدعا علیہ دوسرے شہر مین ہوگا یا عقار
مدعی کے شہر کے سوا دوسرے شہر مین ہوگا اور اُسکی دو صورتین ہین یا ایسے شہر مین ہوگا جسمین مدعا علیہ موجود ہے یا
دوسرے شہر مین ہوگا۔ اور ان سب صورتون مین قاضی اُسکو خط لکھدیگا اسواسطے کہ اس باب مین اعتبار مدعا علیہ کے غائب[1]
ہونیکا ہے پھر اگر عقار اُسی شہر مین ہو جسمین مدعا علیہ ہے اور خط پہونچا اور مکتوب الیہ نے اُسپر عمل کیا اور مدعی کے واسطے اُسکے دینے کا
حکم کیا اور مدعا علیہ سے کہا کہ اُسکے سپرد کردے پھر اگر اُسنے سپرد کرنے سے انکار کیا تو قاضی خود سپرد کردیگا کیونکہ عقار اُسکی
ولایت مین ہے۔ اور اگر عقار اُس شہر مین ہو جسمین مدعی ہے تو قاضی مکتوب الیہ کو اختیار ہے کہ چاہے مدعا علیہ یا اُسکے وکیل کو مدعی کے

[1] غائب یعنی مدعا علیہ کے غائب ہونے پر خط لکھے گا اور عقار وغیرہ کا لحاظ نہین ہے ۱۲

ساتھ قاضی کاتب کے پاس بھیجدے کہ وہ فیصلہ کرکے عقار مدعی کو سپرد کردے اور اگر چاہے تو حکم خود دیدیوے اور اُسکے لیے ایک تحریر لکھدے اور اسمین عقار کا فیصلہ مدعی کے نام ہوا اور وہ اُسکے پاس ہے مگر عقار سپرد نہین کرسکتا ہی کیونکہ یہ اُسکی ولایت مین نہین ہے۔ پھر جب مدعی اس فیصلہ کو قاضی کاتب کے پاس لایا اور اُسکے فیصلہ پر گواہ پیش کیے تو قاضی کاتب اُسکو قبول نہ کریگا کیونکہ یہ حکم نافذ کرنے کے واسطے ہے اور قضا کا نافذ[1] کرنا بمنزلہ قضا کے ہو پس غائب پر درست نہین ہو ولیکن قاضی مکتوب الیہ کو چاہیے کہ جب اُسنے مدعی کیواسطے فیصلہ کیا اور اُسکو تحریر دیدی تو مدعا علیہ کو حکم دے کہ مدعی کے ساتھ اپنا کوئی امین روانہ کرے کہ وہ عقار کو مدعی کے سپرد کرے پھر اگر مدعا علیہ نے اس سے انکار کیا تو قاضی مکتوب الیہ کاتب کو ایک خط لکھے اور اسمین تمام کیفیت خط کی اور پورا ماجرا جو مدعی اور مدعا علیہ مین گذرا اور مدعی کے واسطے عقار کا حکم دینا اور مدعا علیہ کا سپرد کرنے کے واسطے ایک امین دینے سے انکار کرنا سب تحریر کرے پھر لکھے کہ مجھسے مدعی نے ایک خط کی درخواست کی کہ مین اپنے حکم سے جو مین نے اُسکے واسطے فلان شخص پر دیا ہے تجھے آگاہ کردون تاکہ تو یہ عقار اُسکے سپرد کردے پس تو اسپر عمل کر یرحمک اللہ وایانا اور اس عقار کو جو اُس خط مین مع حدود تحریر ہے اس مدعی فلان بن فلان کو جو میرا خط تیرے پاس لاتا ہے سپرد کردے پس جب یہ خط قاضی کاتب کو پہونچیگا تو وہ عقار کو مدعا علیہ کے ہاتھ سے نکالکر مدعی کے سپرد کردیگا اور اگر عقار اُس شہر کے سوا جسمین مدعا علیہ ہے دوسرے شہر مین ہو تو قاضی مکتوب الیہ کو اختیار ہے کہ چاہے مدعا علیہ یا اُسکے وکیل کو مدعی کے ساتھ کرکے اُس شہر کے قاضی کے پاس روانہ کرے جسمین عقار ہو اور اُسکو ایک خط لکھدے تاکہ وہان کا قاضی مدعا علیہ کے سامنے مدعی کے لیے اُس عقار کا حکم دیدے اور اگر چاہے تو خود فیصلہ کرکے مدعی کو سجل دیدے ولیکن عقار اُسکے سپرد نہین کرسکتا ہے۔ اور اگر قاضی نے کسی بھاگے ہوے غلام کے باب مین لکھنا چاہا تو امام ابو یوسف رحمہ کے نزدیک اُسکی صورت یہ ہے کہ مثلاً کسی شخص بخاری کا ایک غلام سمرقند کیطرف بھاگا اور کسی سمرقندی نے اُسکو پکڑ لیا اور اُسکے مالک کو خبر ملی اور اُسکے گواہ سمرقند مین نہ تھے بخارا مین تھے اُس نے قاضی بخارا سے درخواست کی کہ موافق گواہی کے خط لکھدے تو اُسکو منظور کرے اور قاضی سمرقند کو لکھدے جیسا ہمنے قرض مین بیان کیا ہے لیکن فرق یہ ہے کہ غلام مین اُس کا حلیہ و قد بیان کردے کذا فی المحیط اور اُسکا سن اور مقدار قیمت تحریر کردے کذا فی النہایہ اور تحریر کرے کہ وہ فلان مدعی کی ملک ہے اور سمرقند کو بھاگ گیا اور آج کل وہ فلان شخص کے قبضہ مین بلا حق سمرقند مین ہے اور اپنے خط پر دو گواہ کرکے قاضی سمرقند کے سامنے گواہی دین اور مضمون خط پر انکو آگاہ کرے کہ مضمون کی قاضی سمرقند کے سامنے گواہی دین پھر جب خط اسکو پہونچے تو قاضی سمرقند غلام کو مع اُس شخص کے جسکے ہاتھ مین غلام ہے حاضر کرے اور گواہ اِس خط پر مع مضمون گواہی ادا کرین تاکہ بالاجماع دونون کی گواہی مقبول کرے پھر جب اُسنے گواہی قبول کی اور دونون کی عدالت اُسکے نزدیک ثابت ہوئی تو خط کو کھولے پس اگر غلام کا حلیہ اُسکے موافق نہ پایا جیسا گواہون نے قاضی کاتب کے سامنے بیان کیا ہے تو خط واپس کردے کیونکہ ظاہر ہوا کہ یہ وہ غلام نہین ہے جسکی گواہی دی ہے اور اگر اُسکے موافق پایا تو خط کو قبول کرے اور بدون اسکے کہ قضا کا حکم دے وہ غلام مدعی کے سپرد کردے اور مدعی سے غلام کے نفس کا کفیل لے لیوے اور غلام کی گردن مین ایک رانگ کی انگوٹھی ڈالدے تاکہ راہ مین چوری[2] کے احتمال سے کوئی اُس شخص سے تعرض نہ کرے اور ایک خط قاضی بخارا کو اس مضمون کا لکھے اور اپنے

[1] نافذ جاری کرنا ۱۲ [2] چوری یعنے شاید گمان ہو کہ یہ شخص اس غلام کو چورا کر لیے جاتا ہے ۱۲

خط اور مُہر اور مضمون خط پر دو گواہ کرے پھر جب خط قاضی بخارا کو پہونچے اور گواہ گواہی دین کہ یہ خط اور مہر قاضی سمرقند کی ہے تو قاضی مدعی کو حکم دے کہ اپنے اُن گواہون کو جنھون نے پہلی مرتبہ گواہی دی تھی حاضر کرے اور وہ لوگ غلام کے سامنے گواہی دین کہ یہ غلام اس مدعی کی ملک ہے پھر جب گواہون نے یہ گواہی دی تو پھر قاضی بخارا کو جو کچھ کرنا چاہیے اُسکے باب مین امام ابو یوسف رح سے مختلف روایتین ہین بعض روایتون مین ہے کہ قاضی بخارا مدعی کے واسطے غلام کے دینے کا حکم نہ کریگا بلکہ ایک دوسرا خط قاضی سمرقند کو لکھیگا اور اسمین یہ ماجرا تحریر کریگا اور اپنے خط پر اور مہر اور مضمون خط پر گواہ کرکے مدعی کو غلام کے ساتھ سمرقند کو روانہ کریگا تاکہ قاضی سمرقند مدعا علیہ کے سامنے مدعی کو غلام کے دینے کا حکم دے پھر جب یہ خط قاضی سمرقند کو پہونچے اور گواہ خط پر اور مُہر اور مضمون پر گواہی ادا کرین اور انکی عدالت ظاہر ہو جاوے تو قاضی مدعا علیہ کے سامنے مدعی کیواسطے غلام کے دینے کا حکم جاری کریگا اور مدعی کا کفیل بری ہو جائیگا۔ اور دوسری روایت مین ہے کہ قاضی بخارا خود غلام کے دینے کا حکم دیگا اور قاضی سمرقند کو لکھیگا کہ وہ مدعی کے کفیل کو بری کر دے و بنا بر اس روایت کے کہ امام ابو یوسف رح نے خط لکھنا باندیون کی بابت بھی تجویز کیا ہے اُسکی صورت مثل غلام کے خط کے ہے صرف یہ فرق ہے کہ اگر مدعی ثقہ امون نہو تو قاضی مکتوب الیہ باندی اُسکے سپرد نہ کریگا بلکہ مدعی کو حکم دیگا کہ ایک شخص ثقہ امون لاوے کہ اُسکے ساتھ باندی کو روانہ کریگا کیونکہ فروج[ۡ۱] کے باب مین احتیاط واجب ہے یہ محیط مین لکھا ہے۔ اگر مکتوب الیہ کے پاس خط پہونچنے سے پہلے قاضی کاتب مرگیا تو ہمارے نزدیک وہ اس خط پر عمل نکریگا اور امام ابو یوسف رح سے امالی مین ہے کہ عمل کریگا اور یہی قول امام شافعی رح کا ہے اور ہمارے نزدیک اگر باینہمہ اُسنے قبول کرلیا اور اُسکے موافق فیصلہ کیا پھر دوسرے قاضی کے سامنے مرافعہ ہوا اور اُسنے جاری کیا تو جاری ہو جائیگا کیونکہ اُسکا حکم مجتہد فیہ مین واقع ہوا ہے اور اسی طرح اگر خط پہونچنے کے بعد پڑھنے سے پہلے مرگیا تب بھی یہی حکم ہے۔ اور اگر خط پہونچنے اور پڑھ لینے کے بعد مرگیا تو ظاہر الروایۃ مین آیا ہے کہ عمل کریگا اور یہی صحیح ہے اور اگر قاضی کاتب معزول کیا گیا تو اُسکی بھی یہی صورتین ہین جو مرجانے مین بیان ہوئی ہین یہ ذخیرہ مین لکھا ہے۔ اگر خط پہونچنے سے پہلے قاضی کاتب قاضی ہونے کے لائق نہ رہا تو مکتوب الیہ اسکو قبول نکریگا۔ کذا فی الکافی اگر مکتوب الیہ مرگیا یا معزول ہوگیا اور بجاے اسکے دوسرا قاضی مقرر ہوا اور اُسکو خط پہونچا تو اُسکے عمل کرنے کے واسطے یہ لحاظ رہے کہ اگر اُس خط مین یہ لفظ لکھا کہ اور جس قاضی کو قضاۃ مسلمین سے یہ خط پہونچے (م) تو عمل کریگا اور اگر یہ لفظ نہین ہین تو ہمارے نزدیک عمل نہ کریگا۔ کتاب الحوالہ مین امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر ایک شخص قاضی کا خط لیکر دوسرے کے پاس آیا اور وہان اپنے خصم کو نہ پایا اور قاضی سے درخواست کی کہ جو کچھ مین پہلے قاضی کے پاس سے لکھوا لایا ہون تو مجھے اور[ۡ۲] دوسرے کیواسطے لکھدے تو وہ اُسکا لکھنا کریگا بشرطیکہ یہ اُسکے نزدیک ثابت ہو جاوے اور ثبوت کی شرطین وہی ہین جو ہم نے بیان کر دی ہین کیونکہ جب پہلے کے پاس گواہون نے گواہی دی اور اُسنے وہ تمام مقدمہ اس قاضی کو لکھدیا تو وہ گواہی حکماً منتقل ہو کر اسکے پاس آئی پس گویا حقیقت مین اسی کے سامنے گواہی ادا ہوئی ہے پس اگر حقیقت مین اسکے پاس گواہی پیش ہوتی تو اسکو ضرور لکھنا چاہیے تھا ایسا ہی اس صورت مین ہے کہ گویا اسی کے سامنے پیش ہوئی ہے پس لکھنا چاہیے ولیکن صرف اسیقدر لکھیگا کہ جسقدر اُسکو ثابت ہوا ہو

ۡ۱ فروج یعنے عورتون کے شرمگاہ کو فحش سے محفوظ رکھنا شرع نے اپنے اہتمام مین لیا ہے یہان خود عورت کا بھی اختیار نہین ہے ۱۲ ۡ۲ قولہ اور دوسرے یعنے اول قاضی نے جیسے آپکے نام لکھدیا تھا آپ مجھے تیسرے قاضی کے نام لکھدیجیے ۱۲

وہ یہ ہے کہ ایک غائب شخص پر حق کیواسطے قاضی کا خط ہے نہ یہ کہ خود حق بھی اُسکے نزدیک ثابت ہوگیا پس وہ اپنے خط میں قاضی کا خط نقل کردیگا یا اگر چاہے تو اُسکو بطور حکایت بیان کردے۔ اور اسی طرح اگر مدعی نے قاضی اول کے سامنے بیان کیا کہ مجھے ایسے گواہ نہیں ملتے ہیں جو میرے ساتھ مدعا علیہ کے شہر کو جاویں پس تو ایک خط فلان شہر کے قاضی کو لکھدے تاکہ وہ اُس شہر کے قاضی کو لکھے کہ جسمین مدعا علیہ موجود ہے تو قاضی اُسکی درخواست منظور کریگا اور اگر مدعی نے قاضی اول سے درخواست کی کہ قاضی مرو اور نیشاپور کو خط لکھدے کہ مین مرو جاتا ہون اگر وہان مدعا علیہ ملگیا تو خیر ورنہ نیشاپور جاؤنگا تو امام ابو یوسف رح کے قول کے موافق قاضی یہ درخواست منظور کریگا اور امام ابو حنیفہ رح و امام محمد رح کے نزدیک اسطرح نہیں لکھیگا۔ اور اگر مدعی خط لے کر قاضی اول کے پاس لوٹ آیا اور کہا کہ مدعا علیہ اُس شہر مین نہ ملا اور تو مجھے فلان شہر کو لکھدے تو قاضی جب وہ خط اُس سے واپس لے لے تب دوسرا خط اُسکو لکھدیگا اور اگر بدون واپس کرنیکے لکھنا چاہا حالانکہ یہ نہین چاہیے ہے تو اُسکو لازم ہے کہ خط مین یہ حوالہ لکھدے کہ ایک مرتبہ مین نے یہی خط فلان شہر کے قاضی کو لکھا تھا اور مدعی کو مدعا علیہ وہان نہ ملا اور یہ اس غرض سے کہ التباس[۱] جاتا رہے یہ ذخیرہ مین لکھا ہے۔ اگر ایسے شخص کیواسطے جو غائب پر قرضہ کا دعوی کرتا تھا قاضی نے خط لکھا اور مہر کردی پھر مدعی آیا اور کہا کہ خط میرے پاس سے گم ہوگیا اور دوسرے خط کی درخواست کی پس اگر قاضی کے نزدیک وہ متہم ہو تو دوسرا خط نہ دیوے اور اگر متہم نہو تو دیدے مگر دوسرے خط مین قاضی مکتوب الیہ کو لکھدے کہ مین نے تجھے فلان تاریخ اسی معاملہ مین ایک خط لکھا تھا کہ مدعی نے آکر بیان کیا کہ گم ہوگیا اور دوسرا خط طلب کیا اور مین نے یہ خط لکھا اور اُسمین تاریخ لکھدی تاکہ مدعی دو خطون کے ذریعہ سے دو مرتبہ حق وصول نکر سکے اگر خط لکھنے کے بعد مدعی نے کہا کہ مدعا علیہ اُس شہر سے دوسرے شہر مین چلا گیا اور وہان کے قاضی کو خط لکھدے تو قاضی لکھدیگا اور اس خط مین تحریر کریگا کہ مین نے اسی معاملہ مین ایک خط فلان شہر کے قاضی کو لکھا تھا پھر مدعی نے آکر بیان کیا کہ مدعا علیہ اُس شہر سے فلان شہر مین چلا گیا پھر یہ خط طلب کیا اور یہ تحریر احتیاطاً ہے یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے۔ اگر کسی شخص کے واسطے جو دوسرے پر حق کا دعوی کرتا ہے ایک خط لکھا اور ہنوز خط اُسکو نہیں دیا تھا کہ اُسکا مدعا علیہ جسکے واسطے اُسنے خط لیا تھا حاضر ہوگیا اور اُسنے قاضی کے سامنے پیش کیا تو قاضی اس گواہی پر فیصلہ نہ کریگا بلکہ دوبارہ اعادہ کرائیگا۔ اگر قاضی نے اُس امیر کو جسنے اُس کو قاضی کیا ہے خط لکھا اور وہ اُس کے ساتھ شہر مین موجود تھا اصلح اللہ الامیر اور تمام قصہ اور گواہی بیان کردی اور ایک ثقہ کے ہاتھ یہ خط بھیجا کہ جس کو امیر پہچانتا ہے پس اگر امیر نے اُسکے موافق حکم دیدیا تو جائز ہے اگرچہ اُسپر عنوان اور مہر نہ ہو اور نہ اُسپر دو گواہ ہون اور یہ حکم استحساناً ہے اور قیاس چاہتا ہے کہ ایسا خط مقبول نہ ہو۔ اور اصل مین ہے کہ روستا[۲] اور قریہ کے قاضی اور عامل کا خط مقبول نہ ہوگا صرف ایسے شہر کے قاضی کا خط مقبول ہوگا جہان منبر اور جمعہ ہو اور یہ حکم بنا بر ظاہر الروایت کے ہے اور بنا بر اُس روایت کے کہ جس مین نفاذ قضا کے واسطے شہر کی شرط نہین ہے قاضی قریہ در روستا اور اُسکے عامل کا خط مقبول ہوگا۔ اور اگر ایک باندی ایک شخص کے قبضہ مین تھی اور اُسکا کسی نے دعوی کیا اور اپنی ملکیت کے گواہ قائم کیے اور قاضی نے اُسکے نام فیصلہ کردیا پھر قابض نے کہا کہ مین نے فلان شخص سے خریدی تھی اور وہ فلان شہر مین ہے اور مین اُسکو قیمت دیچکا ہون تو میرے گواہ سنکر مجھے خط لکھدے تو قاضی اُسکو خط لکھدیگا۔ اگر ایک باندی ایک مرد کے قبضہ مین ہے کہ اُسنے مملوکیت کے

---

[۱] التباس اشتباہ اور قولہ روستا بمعنے گانون قریہ یعنی شہر و قصبہ و گانون ۱۲

اقرار کے بعد اصلی حرہ ہونے کا دعوی کیا اور گواہ پیش کیے اور قاضی نے اسکے نام آزادی کا فیصلہ کر دیا پس اگر قابض نے گواہ پیش کیے کہ مین نے اسکو فلان غائب سے بقدر دامون کو خریدا ہے اور ثمن ادا کر دیا ہے اور قاضی سے خط کی درخواست کی تو منظور کرے کیونکہ وہ ثمن واپس لینا چاہتا ہے اور وہ قرض ہے۔ اور اگر باندی نے اپنی آزادی کے گواہ نہ پیش کیے لیکن آزادی کا دعوے کیا اور اپنی مملوکیت کے اقرار سے انکار کیا اور قابض کے پاس اسکے اقرار مملوکیت کے گواہ نہین تھے تو قاضی اسکو آزاد قرار دیگا اور بلا قسم امام اعظمؒ کے نزدیک اسی کا قول معتبر ہوگا اور صاحبینؒ کے نزدیک اسپر قسم ہے اور اگر قابض[1] نے کہا کہ مین نے اسکو فلان شخص سے خریدا ہے اور ثمن ادا کر دیا ہے تو میرے گواہون کی سماعت کرے تاکہ اس سے ثمن واپس کر لون تو درخواست منظور نہ کریگا بخلاف پہلی صورت کے اور اسی طرح اگر باندی نے بعد مملوکیت کے اقرار کے اصلی حریت کا دعوی کیا اور قابض نے اسکی تصدیق کی تو مشتری بائع سے ثمن نہین لے سکتا ہے اور اسیطرح اگر ابتدا سے رقیت سے انکار کیا اور حریت اصلی کا دعوی کیا یہانتک کہ اسکا قول معتبر ٹھہرا تو مشتری کو اختیار نہین ہے کہ بائع سے ثمن واپس کرے۔ اگر مشتری نے ان دونون صورتون مین بائع سے اس طرح قسم طلب کی کہ واللہ مین نہین جانتا ہون کہ وہ اصلی آزاد ہے اور اس سے مراد یہ تھی کہ اس سے ثمن واپس کرے تو اسکو اختیار ہے پھر اگر بائع نے قسم کھالی تو اسپر کچھ لازم نہین ہوگا اور اگر قسم سے انکار کیا تو دعوی مشتری کا اقرار کیا تو اسپر لازم ہوگا کہ پورا ثمن واپس کر دے اور اگر مشتری نے ان دونون صورتون مین بائع کو قسم دلانا نہ چاہا لیکن باندی کے آزاد ہونے پر گواہ پیش کرنے چاہے تاکہ بائع سے ثمن واپس کرے تو اسکے گواہون کی سماعت ہوگی یہ محیط مین لکھا ہے۔ اگر ایک شخص مثلاً ایک شخص پر اپنے حق کے واسطے قاضی کی طرف سے دوسرے قاضی کے پاس خط لایا اور شہر مین پہنچ گیا تھا کہ مطلوب مر گیا پھر طالب نے اسکے بعض وارثون کو یا وصی کو حاضر کیا اور خط قاضی کو دیا اور وصی یا وارثون کے سامنے خط کے گواہ پیش کیے تو قاضی خط کو قبول کریگا اور گواہون کی سماعت کریگا اور اسکو نافذ کریگا خواہ خط کی تاریخ مطلوب کی موت سے پہلے کی ہو یا بعد کی ہو۔ اگر قاضی کا خط دوسرے قاضی کے پاس ایسی صورت مین لکھوا لایا کہ جو اس قاضی کی راے مین درست نہین ہے اور اسمین اختلاف فقہا کا ہے تو یہ قاضی اسکو نافذ کریگا اور یہی فرق ہے سجل اور خط مین کہ اگر بعینہ ایسی صورت مین سجل ہو تو قاضی اسکو جاری اور نافذ کریگا یہ ملتقط مین ہے۔ اگر ایک شخص نے دوسرے قاضی کے سامنے قاضی کا خط ایک شخص پر دعوی حق مین پیش کیا اور خط مین مدعا علیہ کا نام اور نسب اور صناعت اور قبیلہ مذکور ہے اور اس صناعت یا اس فخذ مین دو شخص اس نام و نسب کے ہین تو قاضی خط کو قبول نہ کریگا حتے کہ اسپر گواہ قائم کرے کہ یہی وہ شخص ہے جسکے حق مین خط لکھا گیا ہے اور اگر اس قبیلہ یا صناعت مین دو شخص ایسے نہون تو قاضی حکم اسپر نافذ کریگا پس اگر مطلوب نے کہا کہ اس قبیلہ یا اس صناعت مین دوسرا شخص اس نام و نسب کا ہے تو بلا گواہ یہ قول مقبول نہوگا اور نہ مقدمہ سے اسکا چھٹکارا ہوگا۔ اور اگر مطلوب نے کہا کہ مین دوسرا شخص ہونے پر گواہ لاتا ہون تو اسکی دو صورتین ہین ایک یہ ہے کہ کہا کہ مین گواہ قائم کرتا ہون کہ اس قبیلہ یا اس صناعت مین دوسرا شخص اس نام و نسب کا موجود ہے تو یہ گواہی مقبول ہوگی اور وہ مقدمہ سے چھوٹ جائیگا اور اگر یہ کہا کہ مین گواہ لاتا ہون کہ اس قبیلہ یا صناعت مین دوسرا شخص اس

[1] یعنی قابض مذکور یا کوئی اور ۱۲

نام و نسب کا تھا اور وہ مر گیا تو یہ گواہی مقبول نہوگی مگر اس صورت مین مقبول ہوگی کہ خط کی تاریخ اور گواہون کی گواہی جو خط مین ہو اسکی
تاریخ کے بعد وہ شخص مر گیا ہو۔ اگر وہ خط کسی میت کے اوپر حق کا ہو تو قاضی اسکے بعض وارثون کو حاضر کریگا اور گواہ سنکر خط کو قبول کریگا
نوادر ابن سماعہ مین امام محمدؒ سے روایت ہو کہ ایک شخص کا دوسرے غائب پر کچھ مال میعادی قرض ہو اور اسنے قاضی سے درخواست کی کہ اس بابت
ایک خط لکھدے تو وہ اسکو قبول و موافق گواہون کی گواہی کے اسمین میعاد مندرج کر دیگا۔ اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر مطلوب نے دعوی کیا
کہ طالب نے مجھے ہر قلیل و کثیر سے بری کر دیا ہے یا جو کچھ اسکا مجھپر آتا تھا مین نے ادا کر دیا ہے اور اسپر گواہ قائم کیے اور قاضی سے کہا
کہ مین اسی شہر کو جانا چاہتا ہون جسمین طالب ہے اور خوف کرتا ہون کہ طالب مجھے گرفتار کرے اور بری کر دینے یا وصول پانے
سے انکار کر جاوے اور میرے گواہ یہان موجود ہین تو تو گواہ سن لے اور وہان کے قاضی کو لکھدے تو قاضی اس درخواست
کو منظور نہ کریگا اور نہ گواہ سُنے اور نہ لکھے گا اور یہ قول امام ابو یوسفؒ کا ہے اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ لکھدیگا اور اسپر اجماع ہے کہ اگر
اسنے یہ دعوی کیا کہ اُسنے ایک مرتبہ وصول پانے سے انکار کیا ہے اور میرے ساتھ جھگڑا کیا ہے اور اب مجھے خوف ہے کہ دوبارہ ایسا کرے
پس تو میرے گواہ سنکر اس شہر کے قاضی کو لکھدے تو قاضی اسکو لکھدیگا غائب شخص پر بری کر دینے کے دعوی کے مانند دو اور مسئلے ہین
ایک شفعہ کا مسئلہ ہے اور اسکی صورت یہ ہے کہ ایک شخص نے کہا کہ مین نے ایک دار خریدا اور اسکا فلان غائب شفیع ہے اور اُسنے شفعہ میرے
سپرد کر دیا ہے اور مجھے خوف ہے کہ جب مین وہان جاؤنگا تو سپرد کرنے سے انکار کریگا اور شفعہ کا دعوی کریگا اور درخواست کی کہ قاضی
شفعہ سپرد کرنے کے گواہ سن لے اور وہان کے قاضی کو لکھدے تو اسمین بھی اختلاف مذکور جاری ہے اور دوسرا مسئلہ طلاق کا ہے کہ ایک
عورت نے قاضی سے کہا کہ میرے شوہر نے مجھے تین طلاق دین اور وہ فلان شہر مین آج کل موجود ہے اور مین بھی وہان جانا چاہتی
ہون اور خوف کرتی ہون کہ وہ طلاق سے انکار کر جاوے تو تو میرے گواہ سن لے اور وہان کے قاضی کو لکھدے تو اسمین بھی
ویسا ہی امام ابو یوسفؒ و امام محمد رحمہما کا باہم اختلاف ہے جیسا بیان کیا گیا ہے پس اگر اس شخص نے جو حاضر ہے قاضی کو ایک مرتبہ
کے انکار اور جھگڑے کی خبر دی تو قاضی اسکے گواہ سنکر اُسکو خط لکھدیگا اور اسمین اختلاف نہین ہے اگر طالب نے قاضی کے سامنے
مطلوب کو بری کر دیا یا اسکے سامنے شفعہ سپرد کیا تو قاضی نے جو کچھ سنا ہے لکھدیگا اور یہ امام محمدؒ کے اصل پر ظاہر ہے اور مشائخ نے
فرمایا کہ امام ابو یوسفؒ کے قیاس پر چاہیے کہ نہ لکھے واضح ہو کہ اگر قاضی نے اپنے علم پر خط لکھنا چاہا تو اسکا خط لکھنا بمنزلہ اپنے علم
پر حکم قضا جاری کرنیکے ہے پس جہان جہان اسکو اپنے علم پر حکم قضا دینا جائز ہے وہان خط بھی لکھنا جائز ہے مگر ایک صورت میں امام اعظمؒ
کے قول پر مشائخ نے خط لکھنے مین اختلاف کیا ہے وہ یہ ہے کہ حادثہ[1] سے اپنے قاضی ہونے سے پہلے واقف ہوا پھر قاضی ہوا تو
بعضون نے کہا کہ اس علم پر خط نہ لکھے اور بعضون نے کہا کہ لکھے۔ امام محمدؒ نے کتاب الوکالۃ مین فرمایا کہ ایک شخص نے ایک دار
کے واسطے جو اُس شہر مین نہین ہے کسی کو اسکی خصومت یا قبضہ یا اجارہ کا وکیل کیا اور قاضی کا خط طلب کیا تو قاضی اسکی بابت
اسکو لکھدیگا پس اگر قاضی موکل کو پہچانتا ہے تو اسکی معرفت تحریر کرے اور اگر نہین پہچانتا ہے تو لکھے کہ مین نے گواہون سے دریافت
کیا کہ یہ فلان بن فلان ہے الی آخرہ جیسا ہم نے سابق مین بیان کیا ہے پھر لکھے کہ اسنے فلان بن فلان کو تحریر کیا اور وکیل کا نام
اور نسب جیسا ہم نے بیان کیا ہے تحریر کرے پھر اگر قبضہ کے واسطے وکیل کیا ہے تو تحریر کرے کہ فلان دار کے قبضہ کے واسطے

[1] قولہ حادثہ یعنے اس واقعہ کے واقع ہونے سے پہلے ۱۲

جو کوفہ مین بنی فلان مین واقع ہو وکیل کیا اور اگر خصومت کے واسطے وکیل کیا ہو تو لکھے کہ فلان دار کی خصومت کے واسطے جو کوفہ مین واقع ہو وکیل کیا اور حاصل یہ ہو کہ جسکے واسطے وکیل کیا ہو وکالت کے ساتھ اُسکو تحریر کرے اور اگر وکیل حاضر ہو تو زیادہ پہچان کے واسطے اسکا حلیہ بھی تحریر کرے اور نہ کرے تو کچھ مضر نہین ہو اور اگر غائب ہو تو لکھے کہ ایک شخص کو وکیل کیا اور بیان کیا کہ وہ فلان بن فلان فلانے قبیلہ کا ہو اور اس کلام امام محمد مین اشارہ ہو کہ غائب کو وکیل کرنا صحیح ہو اور یہی ہمارے علماء کا مذہب ہے لیکن قبول وکالت سے پہلے وکیل کو وکالت لازم نہوگی جیسا حاضر کی صورت مین ہو تاکہ وہ ضرر سے محفوظ رہے پھر جب خط مکتوب الیہ کو پہونچا تو وہ دار کے قابض کو حاضر کریگا اور اسکے سامنے خط اور مہر کے گواہ سنے گا پھر بعد گواہی کے خط کو کھولیگا اور گواہون کے سامنے پڑھے گا تاکہ وہ مضمون پر گواہی ادا کرین اور بعد اسکے پھر وکیل سے گواہ طلب کرے کہ تو فلان بن فلان ہو پھر اگر اُسنے گواہ پیش کیے تو جسکے قبضہ مین دار ہو اس سے دریافت کریگا پس اگر اسنے اقرار کیا کہ یہ فلان یعنی موکل کا ہے تو حکم دے کہ اسکو وکیل کے سپرد کردے اور امام محمدؒ کے نزدیک خط کے گواہون سے پہلے اگر وکیل سے گواہ اس بات کے لےلے کہ وہ فلان بن فلان فلانے قبیلہ کا ہو تو بہتر ہو اور امام ابو حنیفہؒ کے قول پر چاہیے کہ پہلے وکیل سے گواہ طلب کرے پھر اس سے خط کے گواہ مانگے۔ اور چارپایون اور غلام اور اسباب اور ودیعت اور قرضہ کی وکالت مین بھی یہی حکم ہو۔ اور فرمایا کہ دار کی خصومت کے وکیل کو ہر شخص سے جو دار مین جھگڑا کرے خصومت کرنیکا اختیار ہو کیونکہ وکالت مطلقہ ہو اور اگر موکل نے کسی خاص شخص کے ساتھ خصومت کا اختیار دیا ہو تو دوسرے سے خصومت نہین کرسکتا ہو اور وکیل بالاجارہ کو صرف یہ اختیار ہو کہ دار کو اجرت پر دیوے اور جسکو اجرت پر دیا ہو اسکا مخاصم ہوسکتا ہو۔ اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر عورت نے اپنے مہر اور نفقہ کیواسطے وکیل کیا اور قاضی سے اس بابت خط طلب کیا تو قاضی کو لکھنا چاہیے کہ عورت نے ذکر کیا کہ اسکے شوہر فلان بن فلان پر اسکا اسقدر مہر ہو اور اسنے فلان بن فلان کو وکیل کیا کہ اس سے مہر وصول کرے اور اگر وہ انکار کرے تو اس سے خصومت کرے اور خصومت کرنیکا اختیار صرف اسواسطے تحریر کردے کہ امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ کے نزدیک قرض پر قبضہ کرنیکے وکیل کو خصومت کا اختیار نہین ہوتا ہو۔ اور یہ بھی تحریر کرے کہ اسنے اپنے نفقہ کے طلب کرنیکے واسطے وکیل کیا اور اگر شوہر انکار کرے تو اس سے خصومت کرے۔ پھر جب یہ خط مکتوب الیہ قاضی کو پہونچے تو وہ اسکے شوہر کو حاضر کرے اور اس سے مہر کو دریافت کرے اگر اسنے اقرار کیا تو وکیل کو دیدینے کا حکم کرے اور اگر عورت نے اسکو مہر کے واسطے وکیل کیا اور نفقہ مین خصومت کیواسطے وکیل کیا تاکہ ہر مہینہ مین کچھ نفقہ مقرر کرے اور ہر سال کچھ کپڑا مقرر کرے پس جب یہ خط مکتوب الیہ قاضی کے پاس پہونچے گا تو وہ گواہون کو اُسکے شوہر کے سامنے ہی سنے گا پھر جب یہ اسکے نزدیک ثابت ہوا تو مہر کو دریافت کریگا اگر اسنے اقرار کیا تو اس سے لے لیگا اور جسقدر اسکے لائق ہو اسقدر نفقہ اور کپڑا مقرر کریگا یہ محیط مین لکھا ہو اگر ایک شخص قاضی کا خط لایا اور قبل اسکے کہ قاضی کے خط ہونے پر گواہ سنے اسکا مدعا علیہ شہر مین روپوش ہوگیا تو بعضون نے کہا کہ امام اعظمؒ اور امام ابو یوسفؒ کے قول پر قاضی ایک منادی بھیجے کہ وہ اسکے دروازہ پر تین بار ندا کرے کہ تو نکل ورنہ مین تیری طرف سے ایک وکیل قائم کرکے اسپر ڈگری کردونگا اور عامہ مشائخ نے اس قول کی تصحیح[ف] نہین کی ہو یہ فتاوی قاضی خان مین

ف یعنے صحیح نہین کہا ہے ۱۲

لکھا ہے اگر ایک شخص نے ایک غلام خریدا اور اُسکے عیب مین خصومت کرنیکے واسطے ایک وکیل کیا اور اُسپر قاضی کا خط لیا تو جائز نہین ہے کیونکہ جبتک موکل خود نہ حاضر ہو یعنی مشتری حاضر ہو کر قسم نہ کھائے کہ واللہ مین عیب پر راضی نہین ہو گیا تھا تب تک غلام واپس نہین ہو سکتا ہے پھر اسی کتاب الاقضیہ مین لکھا ہے کہ وکیل کو واپس کرنیکا اختیار نہین ہے تا وقتیکہ خود مشتری حاضر ہو کر قسم نہ کھاوے کہ واللہ مین عیب پر راضی نہین ہو گیا ہون اگرچہ بائع نے مشتری کی رضامندی کا دعوے نکیا ہو ایسا ہی خصاف اور جصاص نے ذکر فرمایا اور ایسا ہی حسن نے امام ابوحنیفہ سے روایت کیا ہے اور امام محمدؒ نے مبسوط مین ذکر کیا ہے کہ وکیل واپس کر سکتا ہے لیکن اگر بائع مشتری کی رضامندی عیب کا دعوی کرے تو نہین واپس کر سکتا ہے اور ان دونون روایتون کی توجیہ اسطرح ہے کہ قاضی لوگون کے حق کی حفاظت کے واسطے ہے نہ جھگڑا برپا کرنیکے واسطے پس پہلی صورت مین وجہ یہ ہے کہ جب بائع مر گیا ہو اور اسوقت واپس کرنا چاہے تو میت کی طرف سے قاضی حافظ حق ہو کر اہل مشتری سے قسم لیگا اور دوسری روایت مین یہ ہے کہ وکیل واپس کر دیگا اور جب بائع نے جو زندہ ہے خود یہ دعوی نہ کیا کہ مشتری عیب پر راضی ہو چکا ہے تو قاضی جھگڑا نہ اٹھاویگا بلکہ واپس کر دیگا کیونکہ زندہ بائع اپنے حقوق کا لحاظ کر سکتا ہے بخلاف پہلی صورت کے فافہم ہٰکذا فی الذخیرہ مسلمانون کے شہرون مین سے کسی شہر یا صوبہ پر جو کوئی شخص والی مقرر ہوا ہے اگر اسنے کوئی حکمی خط لکھنا چاہا پس اگر خلیفہ نے اسکو قضا کا عہدہ دیا ہے تو جائز ہے ورنہ جائز نہین ہے اور اگر اس والی نے کسی کو قاضی کیے خط لکھنے کی اجازت دی پس دیکھنا چاہیے کہ اگر خلیفہ کیطرف سے اسکو قاضی مقرر کرنیکی اجازت تھی تو اسکے قاضی کا خط جائز ہوگا ورنہ نہین اور کتاب الاقضیہ مین مذکور ہے کہ اگر خلیفہ نے کسی قاضی کو کسی حکمی معاملہ مین گواہون کی گواہی پر مثل قاضی کے قاضی کو خط لکھنے کے خط لکھا تو بدون ان شرائط کے جنکو ہم نے ذکر کر دی ہین مقبول نہوگا اور احکام سیاست مین ایسا خط مثلاً مین نے فلان کو مقرر یا فلان کو معزول کیا بدون ان شرائط کے مقبول ہے اور مکتوب الیہ اسپر عمل کریگا جبکہ اسکے ذہن نشین ہو جاوے کہ یہ سچا ہے اصل مین مذکور ہے کہ اگر قاضی نے ایک ذمی کے حق کے واسطے جو دوسرے ذمی پر ہے خط لکھا تو اسپر اہل ذمہ کی گواہی مقبول نہوگی نوادر ابن سماعہ مین امام ابویوسفؒ سے روایت ہے کہ اگر ایک شخص قاضی کا خط دوسرے قاضی کے پاس لایا اور اسنے گواہون کی گواہی خط قبول کر لیا پھر مدعی کے اصل دعوے کے گواہ اسی شہر مین آگئے تو قاضی مکتوب الیہ خط پر عمل نکریگا اور مدعی کو حکم دیگا کہ اپنے اصل حق کے گواہ حاضر کرے ابراہیم نے امام محمدؒ سے روایت کی ہے کہ اگر باغی خارجی لوگ کسی شہر پر قابض ہوے اور اہل شہر مین سے کسی کو انھون نے قاضی بنایا اور اس قاضی نے اہل عدل کے قاضی کو خط لکھا پس اگر مکتوب الیہ قاضی اہل عدل کو معلوم ہے کہ قاضی کاتب کے پاس جن گواہون نے گواہی دی وہ باغی ہین تو خط کو قبول نکریگا اور اگر اُسکے علم مین ہے کہ وہ گواہ اہل عدل مین سے ہین تو قبول کریگا اور اگر نہ معلوم ہوا کہ اہل عدل ہین یا باغی ہین تو خط قبول نہ کریگا کذا فی المحیط

چوبیسوان باب حکم مقرر کرنیکے بیان مین تحکیم کے یہ معنی ہین کہ کسی غیر کو مدعی و مدعا علیہ یعنی دونون خصم اپنے درمیان مین حاکم مقرر کرین پس وہ شخص انھین دونون کے درمیان حاکم ہوگا اور غیرون کے حق مین بمنزلہ مصلح کے ہوگا جیسے قاضی تمام لوگون کے حق مین حاکم ہوتا ہے محیط سرخسی مین لکھا ہے جاننا چاہیے کہ حکم بنانا جائز ہے اور اسکی شرط یہ ہے کہ وہ شخص حکم بنائے جانے اور حکم دینے کے وقت شہادت کے لائق ہو یعنی جو شرطین شاہد مین چاہیے ہین اسمین موجود ہون حتی کہ اگر حکم بنائے جانے کے وقت

لائق شہادت نہ تھا پھر حکم دینے کے وقت ہو گیا مثلاً پہلے غلام تھا پھر آزاد ہو گیا یا ذمی تھا پھر مسلمان ہو گیا اور حکم کیا تو نافذ نہوگا اور حکم کا حکم اور قاضی کا حکم اس طرح جدا ہی کہ حکم کا حکم فقط دونوں مدعی مدعا علیہ پر اور جو شخص اسکے حکم پر راضی ہو نافذ ہوتا ہی بخلاف حکم قاضی کے کہ ہر راضی ناراض پر در صورت حق ہونیکے جاری ہوتا ہی یہ ملتقط میں لکھا ہی کافر اور غلام اور ذمی اور محدود فی القذف اور فاسق اور نابالغ کا حکم مقرر کرنا جائز نہیں ہی اور فاسق نے جب حکم دیدیا تو چاہیے کہ ہمارے نزدیک جائز ہو اور جبتک اسنے حکم نہیں دیا ہی تو ہر ایک خصم کو اختیار ہی کہ اسکے حکم بنانے سے رجوع کرلے کذا فی الہدایہ۔ ذمی کی حکومت ناجائز ہونے سے یہ مراد ہی کہ جب دو مسلمانوں میں حکم ہو تو جائز نہیں اور اگر دو ذمیوں میں حکم ہو تو جائز ہی اور مبسوط میں مذکور ہی کہ اگر ذمی نے ذمیوں میں حکم دیا تو جائز ہی کیونکہ سوائے مسلمانوں کے ذمی اہل ذمہ میں گواہی کے لائق ہوتا ہی اور دونوں ذمیوں کا اسکے حکم پر راضی ہونا بمنزلہ اسکے ہی کہ سلطان نے اسے مقرر کیا ہی کیونکہ سلطان کو ذمی کا مقرر کرنا کہ وہ ذمیوں میں فیصلہ کرے صحیح ہی اور اگر سلطان نے مسلمانوں میں فیصلہ کے واسطے مقرر کیا تو باطل ہی اور یہی حال حکم بنانے کا ہی کذا فی النہایہ۔ ایسے افعال میں جنکو لوگ خود کر سکتے ہیں یعنی حقوق العباد میں حکم بنالینا جائز ہی اور جسکو خود نہیں کر سکتے ہیں یعنی حقوق اللہ تعالی میں حکم بنالینا صحیح نہیں ہی پس اموال اور طلاق اور عتاق اور نکاح اور قصاص اور چوری کی ضمانت میں حکم بنانا درست ہی اور زنا اور چوری اور تہمت زنا کے حدود میں حکم بنالینا صحیح نہیں ہی اور خصاف نے ذکر کیا کہ حکم کا حکم کسی حد اور قصاص میں جائز نہیں ہی اور اصل میں مذکور ہی کہ قصاص میں حکم مقرر کرنا صحیح ہی اور تمام اجتہادی مسئلوں میں حکم کا حکم نافذ ہوگا جیسے کنایات اور طلاق و عتاق اور یہی صحیح ہی و لیکن مشائخ نے اس سے امتناع[1] کیا ہی تاکہ عوام کو جرأت نہو اور خطا سے خون کر ڈالنے میں اسکا حکم جائز نہیں ہے کیونکہ عاقلہ مددگار برادری اسپر راضی نہیں اور اسکا حکم انھیں میں صحیح ہی جو اس سے راضی ہوں اور قاتل پر اسکا حکم دینا جائز نہیں ہی مگر جبکہ قاتل نے اقرار کر لیا ہو کہ میں نے خطا سے قتل کیا ہی تو جائز ہی۔ دو ذمیوں نے ایک ذمی کو حکم دیا پھر ایک خصم مسلمان ہو گیا تو دونوں کے درمیان حکم نہ رہا اور مراد یہ ہی کہ مسلمان پر حکم نہیں دے سکتا ہی حتی کہ اگر ذمی کے لیے مسلمان پر حکم لگایا تو جائز نہیں ہی و لیکن اگر مسلمان کے لیے ذمی پر حکم دیا تو جائز ہی اور یہ حکم مبسوط میں چند جگہ صریح مذکور ہی مثلاً مبسوط میں ہی کہ ایک مسلمان اور ذمی نے ایک ذمی کو حکم بنایا تو اسکا حکم ذمی پر جائز ہی نہ مسلمان پر اور اسی طرح اگر مسلمان اور ذمی نے ایک مسلمان اور ذمی کو حکم ٹھہرایا پس اگر دونوں نے مسلمان کیواسطے ذمی پر حکم لگایا تو جائز ہی اور اگر دونوں نے ذمی کے لیے مسلمان پر حکم دیا تو جائز نہیں ہی چنانچہ اگر ایک غلام اور ایک آزاد کو حکم بنایا تو دونوں کا حکم جائز نہیں ہی کیونکہ غلام کا حکم ناجائز ہی پس آزاد تنہا رہ گیا حالانکہ دونوں خصم دونوں کے حکم پر راضی ہوے تھے نہ اکیلے کے حکم پر جواز نہوگا۔ ایک ذمی نے دو مسلمانوں میں حکم لگایا پھر دونوں اسپر راضی ہو گئے تو جائز نہیں ہی چنانچہ اگر ابتدا میں دونوں اسکو حکم قرار دیتے تو جائز نہ تھا۔ دو ذمیوں نے ایک ذمی کو حکم بنایا پھر حکم فیصلہ کرنے سے پہلے مسلمان ہو گیا تو وہ ویسا ہی حکم باقی ہی۔ ایک مسلمان اور ایک مرتد نے باہم ایک حکم مقرر کیا اور اسنے دونوں میں حکم لگایا پھر مرتد قتل کیا گیا یا دار الحرب میں جا ملا تو حکم کا حکم اسپر جائز نہوگا اور اگر مرتد مسلمان ہو گیا تو امام اعظم کے نزدیک جائز ہی اور صاحبین کے نزدیک ہر حال میں جائز ہی یہ محیط سرخسی میں لکھا ہی دو مرد

[1] امتناع یعنی فتوی نہیں دیا ہی تاکہ عوام کو یہ جرأت نہو کہ حکام اسلام کے مقابل میں ہمیشہ اسی قسم کے حیلے نکالا کریں اور تمام بحث عینی شرح ہدایہ میں ہے

اگر اپنے درمیان مین ایک عورت کو حکم قرار دین تو جائز ہے اور مراد یہ ہے کہ سوائے حدود و قصاص کے جائز ہے کیونکہ حکم ہونا گواہی کی لیاقت پر ہے اور عورت کی گواہی حدود اور قصاص مین جائز نہین ہے تو اسکا حکم ہونا بھی جائز نہین ہے۔ امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ حکم مقرر کرنے کو معلق بخطر کرنا یا آئندہ وقت کیطرف مضاف کرنا جائز نہین ہے اور امام محمد نے فرمایا کہ جائز ہے اور فتاوے عتابیہ مین ہے کہ ناجائز ہے اور اسی پر فتوی ہے یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہے۔ تعلیق کی صورت یہ ہے کہ کسی غلام سے کہا کہ جب چاند نظر آوے تو تو حکم ہوگا۔ اور اضافت کی صورت یہ ہے کہ کسی شخص سے کہا کہ ہم نے تجھے کل حکم بنایا یعنی آئندہ کل کے روز یا شروع ماہ مین حکم بنایا۔ اگر کسی شخص کو اس شرط پر حکم کیا کہ فلان فقیہ سے دریافت کر کے حکم دے تو جائز ہے اور اسی طرح اگر یہ شرط کی کہ فقیہون سے دریافت کرے اور جس حکم پر سب متفق ہون وہ حکم دیوے تو بھی جائز ہے پس پہلی صورت مین اگر اس فقیہ سے دریافت کر کے حکم دیا تو جائز ہے اور دوسری صورت مین اگر ایک فقیہ سے دریافت کر کے حکم کیا تو بھی جائز ہے اگر اس طور پر ایک حکم بنایا کہ آج ہی حکم دے یا اسی جلسہ مین حکم دے تو جائز ہے پس اگر وہ دن گذر گیا یا وہ مجلس سے اٹھ کھڑا ہوا تو حکم باقی نہ رہا۔ اگر حکم کا فیصلہ قاضی کے سامنے پیش ہوا تو قاضی اس مین غور کرے اگر اسکی رائے کے موافق ہو تو نافذ کرے ورنہ باطل کر دے اگرچہ اس مسئلہ مین فقیہون نے اختلاف کیا ہووے اگر دونون نے ایسے شخص کو حکم بنایا جسکو وہ دونون نہین جانتے ہین لیکن اسنے فیصلہ کیا تو جائز ہے اگر دونون ایک غائب شخص کے فیصلہ کرنے پر راضی ہوے اور وہ غائب آگیا اور اسنے فیصلہ کیا تو جائز ہے یہ محیط مین لکھا ہے اگر اسپر دونون راضی ہوے کہ فلان شخص یا فلان ہمارے درمیان مین حکم ہے تو دونون مین سے جسنے حکم دیا تو جائز ہوگا اور اگر کسی ایک کے سامنے دونون نے پیش کیا تو اسی کو فیصلہ کے لیے معین کر لیا پھر دوسرا شخص حکم نرہیگا یہ ملتقط مین لکھا ہے۔ اگر دونون اسپر راضی ہوے کہ جو شخص سب سے پہلے مسجد مین آوے وہی حکم ہے تو باطل ہے اگر حکم نے سفر کیا یا بیمار ہوگیا یا اسپر بیہوشی طاری ہوئی پھر سفر سے آگیا یا اچھا ہوگیا اور حکم کیا تو جائز ہے اور اگر اندھا ہوگیا یعنی بینائی جاتی رہی پھر اندھا پن جاتا رہا اور اسنے حکم دیا تو جائز نہین ہے۔ اگر عیاذاً باللہ اسلام سے مرتد ہوگیا پھر مسلمان ہوا اور حکم کیا تو جائز نہین ہے۔ اگر حکم نے بطور روداد مقدمہ کے ایک خصم سے کہا کہ میرے نزدیک جو تجھپر دعوی کیا ہے اسکی حجت قائم ہوگئی پھر اس خصم نے اسکو معزول کر دیا پھر بعد اسکے اسنے اسپر حکم دیا تو نافذ نہوگا۔ اگر دونون مین سے ایک نے حکم کو اپنا وکیل خصومت کیا اور اسنے وکالت قبول کر لی تو حکم ہونے سے خارج ہوگیا اور قنیہ مین ہے کہ بعض مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم امام ابو یوسف رح کے قول پر درست ہے اور طرفین کے نزدیک درست نہوگا اور بعضون نے کہا کہ نہین بلکہ یہ سب کا قول ہے۔ اگر حکم نے وہ غلام جسمین جھگڑا ہے خرید لیا یا اسکے بیٹے یا ایسے شخص نے جسکی گواہی اسکے حق مین مقبول نہین ہے خرید لیا تو حکم نہ رہا یہ محیط مین لکھا ہے۔ اگر حکم نے ایک خصم کی نسبت خبر دی کہ تو نے میرے سامنے اس شخص کیواسطے اسقدر مال کا اقرار کیا ہے یا یہ خبر دی کہ تجھپر اسکا اسقدر قرض ہونیکے گواہ میرے نزدیک پیش ہوگئے ہین اور انکی تعدیل ہوگئی اور مین نے تجھپر ڈگری کر دی پھر اس شخص نے انکار کیا کہ مین نے کچھ اقرار نہین کیا ہے یا مجھپر کسی بات کے گواہ نہین قائم ہوے تو اسکے قول پر التفات نہ کیا جاویگا اور فیصلہ نافذ ہو جائیگا اور اگر حکم نے خبر دی کہ مین نے اسقدر مال کے لیے تجھپر اسکے حق کا حکم کیا تھا تو حکم کی تصدیق نکیجاویگی کذا فی العنایہ۔ اگر دو شخصون کو حکم مقرر کیا تو دونون کا یکجا ہونا ضرور ہے حتے کہ اگر فقط ایک نے حکم دیدیا تو جائز نہین ہے اور بعد برخاست مجلس کے اس حکم پر انکی تصدیق نکیجاویگی جب تک کہ دو گواہ گواہی نہ دین جیسے باقی

رعایا کا حکم ہے کذا فی النہایہ۔ دو شخصوں نے ایک شخص کو حکم بنایا اور قاضی نے اسکی اجازت دی اور ہنوز اسنے حکم نہیں کیا تھا پھر اُسنے برخلاف رائے قاضی کے حکم کیا تو جائز نہیں ہے۔ ایک شخص کو حکم بنایا اور اسنے کسی ایک کے واسطے فیصلہ کیا پھر دوسرا حکم بنایا پس اگر پہلے کا حکم اسکے نزدیک جائز ہے تو اُسکو نافذ کرے اور اگر ظلم ہے تو باطل کر دے۔ اگر ایک شخص کو حکم بنایا اور اسنے کچھ حکم دیا پھر دوسرا حکم بنایا اور اسنے کچھ حکم دیا کہ جو پہلے کے مخالف تھا مگر پہلا معلوم نہ تھا پھر دونوں کا مرافعہ قاضی کے سامنے ہوا تو قاضی اپنی رائے سے موافق[1] حکم کو نافذ کریگا اگر ایک شخص کو حکم بنایا اس شرط پر کہ جبتک مجلس میں ہے حکم دیدے پھر دونوں نے اختلاف کیا کہ دونوں نے کہا کہ تو نے کچھ حکم نہیں کیا اور حکم نے کہا کہ میں نے حکم دیدیا تو جبتک وہ مجلس میں موجود ہے اسکی تصدیق کیجاویگی اور بعد مجلس کے برخاست کے نہیں تصدیق ہوگی۔ اگر دونوں میں سے ایک نے حکم پر گواہ پیش کیے کہ اُسنے اُسکے واسطے حکم دیدیا ہے اور حکم انکار کرتا ہے تو گواہ مقبول ہونگے۔ اگر حکم نے گواہی دی کہ میں نے فلان شخص پر فلان شخص کے لیے گواہی پر فیصلہ کیا ہے تو یہ جائز ہے۔ اگر دو گواہوں نے گواہی دی کہ حکم نے فلان کے لیے ہزار درم کا فلان شخص پر حکم لگایا اور دوسرے گواہوں نے گواہی دی کہ حکم نے دعوی کے ہزار درموں سے اسکو بری کر دیا ہے خواہ حکم حاضر ہو یا غائب ہو خواہ اقرار کرتا ہو یا انکار کرتا ہو تو بری ہونے کا حکم دیا جائیگا۔ اگر ایک دار میں جھگڑا پیش ہوا اور دو گواہوں نے کہا کہ حکم نے اسکے واسطے فیصلہ کیا ہے اور دوسرے گواہوں نے دوسرے کے واسطے بھی گواہی دی پس اگر وہ دار دونوں کے قبضے میں ہو تو دونوں میں مشترک ہونیکا حکم ہوگا اور اگر ایک کے قبضہ میں ہو تو اسی کے واسطے حکم ہوگا اور اگر کسی ایسے اجنبی کے پاس ہو کہ وہ حکم کے حکم پر راضی نہیں ہوا ہے تو اسی کے قبضہ میں چھوڑ دیا جاویگا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ اگر ایک ہزار درم پر دونوں میں جھگڑا ہوا اور مدعی نے گواہ پیش کیے کہ سنیچر کے روز حکم نے میرے حق کی ڈگری کر دی ہے اور مدعا علیہ نے گواہ دیے کہ میں نے اس سے پہلے اسکو معزول کر دیا ہے تو یہ فیصلہ باطل ہوگا اور اگر مدعی نے گواہ پیش کیے کہ حکم نے مدعی کے واسطے جمعہ کے دن مال کی ڈگری دی ہے اور مدعا علیہ نے گواہ پیش کیے کہ حکم نے سنیچر کے روز اسکو بری کیا ہے یا مدعا علیہ نے کہا کہ مجھے جمعہ کے روز بری کیا ہے اور مدعی نے کہا کہ مجھے سنیچر کے روز ڈگری دی ہے تو پہلا حکم نافذ ہوگا اور دوسرا حکم باطل ہوگا اور حکم کا خط قاضی کے نام جائز نہیں ہے اور اسیطرح قاضی کا خط حکم کے نام جسکو دو شخصوں نے مقرر کر لیا ہے جائز نہیں ہے کذا فی المحیط۔ اگر ایک قاضی کا خط دوسرے قاضی کے نام ہو تو حکم اسپر حکم نہ کریگا کیونکہ اسنے حکم کو نہیں لکھا ہے لیکن اگر دونوں خصم باہم اسکے حکم نافذ کرنے پر راضی ہو جاویں تو ابتداءً جائز ہے کیونکہ وہ دونوں اسکے حکم پر راضی ہو گئے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ اگر حکم نے کچھ گواہوں کی گواہی بسبب تہمت کے رد کر دی پھر انھیں گواہوں نے قاضی یا دوسرے حکم کے پاس گواہی دی تو وہ اُنکے حال کو دریافت کریگا پس اگر انکی تعدیل کی گئی تو گواہی جائز رکھے گا اور اگر جرح کی گئی تو رد کر دیگا صرف حکم کے رد کرنے سے گواہ رد نہوں گے بخلاف اسکے کہ قاضی نے انکی گواہی رد کر دی ہو اگر دونوں نے کسیکو حکم بنایا اور اسکے حکم دینے سے پہلے قاضی نے اجازت دی تو یہ قاضی کی اجازت لغو ہے حتی کہ اگر اُسنے قاضی کے برخلاف رائے حکم دیا تو قاضی اسکو باطل کر سکتا ہے اور شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا کہ یہ حکم اس صورت میں صحیح ہے کہ قاضی کو خلیفہ کرنیکی اجازت نہو اور اگر اسکو اجازت ہے تو یہاں اسکی اجازت جائز ہوگی اور یہ بمنزلہ خلیفہ

[1] موافق یعنے اپنے اجتہاد سے موافق یعنی جو کچھ اسکے اجتہاد میں ہے جو اس سے مطابق ہو ۱۲

کر لیکے ہوگی پس بعد اسکے اُسکے فیصلہ کو رد نہین کرسکے گا کذا فی المحیط حکم کو جائز نہین ہو کہ حکومت دوسرے کے سپرد کر دے کیونکہ
دونون خصم اسپر راضی نہین ہوے ہین کہ وہ غیر کو حکم بنا دے پس اگر اُسنے دوسرے کے سپرد کر دی اور اُسنے حکم دیا اور پہلے حکم نے اس
حکم کی اجازت دی تو جائز نہین ہو مگر جبکہ دونون خصم اس حکم پر راضی ہو جاوین اور اجازت دین تو جائز ہو بعضے مشائخ نے فرمایا کہ
یہ قول کہ پہلے حکم نے اسکی اجازت دی تو جائز نہین ہو فرق صحت نہین معلوم ہوتا ہو ظاہر ہو کہ اگر پہلے وکیل نے دوسرے وکیل کی بیع
کی اجازت دی تو جائز ہو جاتی ہو اور ایسے ہی قاضی کو اگر خلیفہ بنانے کی اجازت نہ تھی پھر اسنے اپنے خلیفہ کے حکم کی اجازت دی تو
جائز ہوتا ہو اور سیر مین مذکور ہو کہ اگر ایک شخص کے حکم پر کوئی قوم اتری[ف] اور انکی بلا رضامندی دوسرے شخص نے حکم دیا تو جائز نہین ہو
اور اگر پہلے شخص نے اس حکم کی اجازت دی تو جائز ہو پس اس قول کی تاویل کہ اسکی اجازت باطل ہو یہ ہو کہ خود اسکے حکم بنانے اور دوسرے
کو سپرد کرنے کی اجازت باطل ہو کیونکہ یہ ابتدا سے صحیح نہ تھی تو آخر تک صحیح نہوگی لیکن دوسرے کے حکم کی اجازت دینا پس جائز ہو
جیسے اُسنے خود حکم دیدیا اور بعضے مشائخ نے دونون مین فرق بیان کیا ہو اسطرح پر کہ حکم کا حکم عبارت ہی سے صحیح ہوتا ہے پس
بنا جائز ہوگا کہ غیر شخص کی عبارت سے دونون پر حکم نافذ ہو بخلاف وکیل کے کہ بیع مین عبارت ہی کی ضرورت نہین ہو جیسے
بیع بالتعاطی وغیرہ پس مقصود یہ ہوتا ہو کہ بیع کے وقت وکیل کی راے شامل ہو پس جب پہلے وکیل نے دوسرے وکیل
کی بیع کی اجازت دی تو اسکی راے شامل ہو گئی پس عقد صحیح ہو گیا اور قاضی کی صورت مین بھی یہ فرق ہو کہ جو حکم اسکے خلیفہ
نے دیا ہو وہی حکم خود قاضی دونون کی بلا رضامندی دیسکتا تھا تو دونون کی بلا رضامندی غیر کا حکم بھی انپر جائز
کرسکتا ہو کذا فی المحیط السرخسی۔ اگر ایک شخص نے دو شخصون مین فیصلہ کیا اور ان دونون نے اسکو حکم نہین بنایا تھا پھر بعد
حکم کے کہا کہ ہم اسکے حکم پر راضی ہوے اور ہم نے اجازت دی تو یہ جائز ہو۔ اگر دو شخص اسپر راضی ہوے کہ ہر ایک اپنے اپنے
لوگون مین ایک حکم مقرر کر کے بھیجے تو جائز ہو اور اگر ایک حکم نے ایک خصم پر حکم لگایا اور دوسرے نے دوسرے پر تو جائز نہین ہے
اگر ایک خصم سے قسم طلب کی اور اُسنے نہ کھائی اور اسپر حکم لگایا پھر اُسنے کہا کہ مین اسکی حکومت کی اجازت نہین دیتا ہون اور
مین قسم کھاؤنگا تو حکم اسکا پورا ہو گیا یعنی رد نہین ہوسکتا ہو۔ اگر مدعی نے ابتدا سے اپنے دعوی پر گواہ پیش کیے اور انکی تعدیل
ہوئی اور انکی گواہی پر حکم نے مدعا علیہ پر ڈگری کر دی تو جائز ہو پس اگر مدعا علیہ نے حکم سے انکار کیا پس اگر اسنے حکم بنانے سے انکار
کیا اور مدعی نے اسکا دعوی کیا تو مدعی کو اختیار ہو کہ اسکو قسم کھلاوے پس اگر اسنے قسم سے انکار کیا تو مدعی کا دعوی اسپر لازم
ہوگا۔ اور اگر مدعی نے حکم بنانے اور فیصلہ دونون پر گواہ پیش کیے تو دیکھنا چاہیے کہ جن گواہون کی گواہی پر فیصلہ ہوا ہو اگر انکے
سواے حکم بنانے کے گواہ دوسرے ہین تو انکی گواہی مقبول ہوگی اور اگر وہی گواہ ہین تو گواہی مقبول نہوگی۔ زیادات مین ہو
کہ اگر مسئلہ مجتہد فیہ[ف] مین حکم کا فیصلہ قاضی کے سامنے پیش ہوا اور وہ اسکی راے کے برخلاف تھا باوجود اسکے اسنے وہ حکم نافذ کیا
پھر دوسرے قاضی کے سامنے پیش ہوا کہ وہ بھی حکم کا حکم لائق رد سمجھتا تھا تو دوسرا قاضی اسکو رد نہین کریگا کذا فی المحیط

[ف] اتری الخ یعنے مسلمان فوج نے قلعۂ کفار کا محاصرہ کیا آخر وہ لوگ راضی ہوے کہ ہمارے حق مین جو کچھ فلان
شخص حکم کرے ہم اسپر راضی ہونے کی شرط سے اپنے قلعہ سے اترتے ہین ۱۲ [ف] مسئلہ مجتہد فیہ یعنے متخاصمین نے اپنے
درمیان ایک شخص کو حکم ٹھہرایا اسنے ایسے مسئلہ مین جو مجتہد فیہ ہے کچھ حکم لگایا وہ حکم قاضی کے سامنے پیش ہوا ۱۲

ایک شخص نے دوسرے پر ہزار درم کا دعوے کیا اور کہا کہ اسکی طرف سے فلاں غائب نے اس مال کی میرے واسطے کفالت کی ہے پھر دونون نے ایک حکم مقرر کیا اور کفیل غائب ہے اور مدعی نے دو گواہ اس بات کے پیش کیے کہ میرا اسقدر مال اسپر ہے اور اسکے حکم سے یا بلا حکم ایک شخص نے کفالت کی ہے پھر اس گواہی پر حکم نے مدعا علیہ کے ذمہ مال کا اور اسکی طرف سے کفیل ہونیکا حکم دیدیا تو مدعا علیہ پر اس مال کا حکم جائز ہے اور کفیل پر جائز نہین کیونکہ کفیل اسکے حکم مقرر کرنے پر راضی نہین ہوا ہے اور اسی طرح اگر اس صورت مین کفیل موجود ہو اور حکم بنانے پر راضی ہو جاوے اور مکفول عنہ غائب ہے تو حکم کفیل پر درست ہوگا نہ مکفول عنہ پر کذا فی البحر الرائق اگر دونون نے ایک شخص کو حکم مقرر کیا اور اسنے اپنے اجتہاد سے ایک کے واسطے حکم کیا پھر اس سے رجوع کر کے دوسرے کیواسطے حکم دیا تو پہلا حکم نافذ اور دوسرا باطل ہوگا۔ اگر دو شخصون نے ایک شخص کو حکم بنایا پھر ایک شخص نے قاضی کے سامنے گواہ پیش کیے کہ حکم نے میری ڈگری اس شخص پر کی تھی یعنی مدعا علیہ پر اور مدعا علیہ اسکا انکار کرتا ہے یا اقرار ہو تو گواہی مقبول ہوگی۔ اگر دو شخصون نے ایک شخص کو حکم بنایا اور اسنے تمام دعوی مین سے کسیقدر دعوی کی ڈگری کی پھر باقی دعوی مین مدعا علیہ نے اسکے حکم بنانے سے انکار کیا تو پہلا حکم نافذ ہوگا اور بعد انکار نافذ نہوگا۔ اگر ایک حکم مقرر کیا اور مدعی نے کہا کہ میرے اس شخص پر اور اسکے کفیل پر جو غائب ہے ہزار درم ہین اور دو گواہ پیش کیے پھر مدعا علیہ نے جرح کی کہ یہ گواہ غلام ہین تو حکم کو چاہیے کہ اس طعن کی سماعت کرے اور اگر گواہون نے گواہ پیش کیے کہ دونون کے مالکون نے انکو آزاد کر دیا تھا اور یہ آزادی کے گواہ عادل قرار پائے تو مدعا علیہ کے حق مین حکم انکی آزادی کا حکم دیگا اور مال کی اسپر ڈگری کریگا اور کفیل پر نہ کریگا اور حکم کے حکم سے آزادی غلامون کے مالک کے حق مین ثابت نہوجائیگی اور اگر ایسا معاملہ قاضی کے حکم سے ہوتا تو مال بھی کفیل پر ثابت ہوجاتا اور غلامون کی آزادی کا حکم مالک پر بھی جاری ہوتا پس اگر غلامون کا مالک آیا اور آزادی سے انکار کیا اور دونون کو قاضی کے سامنے لے گیا پس اگر انھین گواہون نے گواہی دی جنھون نے حکم کے سامنے انکے آزاد ہونیکی گواہی دی تھی اور قاضی نے فیصلہ کیا تو گواہی جائز ہے اور اگر غلامون کے پاس آزاد ہونے کے گواہ نہین ہین اور قاضی نے انکے مملوک ہونیکا حکم دیا تو حکم کا فیصلہ باطل کر دیگا اگر ایک شخص نے دو شخصون پر کسی کپڑے یا کیلی یا وزنی چیز کے غصب کر لینے کا دعوی کیا پھر ایک دونون مین سے غائب ہو گیا اور دوسرے اور مدعی نے ایک حکم مقرر کیا اور مدعی نے اپنے دعوے کے گواہ پیش کیے تو اس شخص موجود کے ذمہ آدھا مال لازم ہوگا اور اس حکم کے فیصلہ پر غائب کے ذمہ کچھ لازم نہوگا اور اسیطرح اگر کسی میت پر دعوی کیا اور اسکے تمام وارث غائب ہین فقط ایک شخص موجود ہے اسنے اور مدعی نے حکم مقرر کیا تو مدعی کی گواہی پر جسقدر حق کا فیصلہ ہو وہ غائبون کے حق مین جاری نہوگا صرف فرق یہ ہے کہ مسئلہ وراثت مین حکم پورے قرضہ کا حکم اسی حاضر پر دیگا اور جو کچھ اسکے قبضہ مین ہے اس سے وصول کر لیگا اور مسئلہ غصب مین حاضر پر نصف مال کا حکم دیگا۔ اگر دوسرے سے ایک غلام خرید کر قبضہ کیا اور ثمن ادا کر دیا پھر اس مین عیب لگایا اور دونون نے ایک حکم ٹھہرایا اور اسنے فیصلہ کیا کہ غلام بائع کو واپس دیا جاوے تو جائز ہے پس اگر بائع نے چاہا کہ اپنے بائع سے اس باب مین مخاصمہ کرے تو جائز نہین ہے اور اگر مشتری اور پہلا بائع اور دوسرا بائع سب ایک حکم بنانے پر متفق ہوے اور اسنے غلام دوسرے بائع کو واپس کرنیکا حکم دیا اور دوسرے بائع نے پہلے بائع کو واپس کرنا چاہا تو فتاوی اسکو یہ اختیار نہین ہے اور یہ سمجھا گیا ہے۔ اور اگر دوسرے بائع کو غلام واپس دینے کے بعد پہلے بائع نے قصد کیا کہ حکم کو معزول کر دیوے تو صحیح ہے اور جب معزول ہو گیا تو اسکو اختیار نہین ہے

کہ اوسنے غلام پہلے بائع کو واپس کرے۔ اور اگر اسکے بعد دوسرے بائع نے پہلے بائع کے ساتھ اسی عیب کی وجہ سے کسی قاضی کے سامنے جھگڑا کیا تو قیاس چاہتا ہے کہ قاضی پہلے بائع کو واپس نہ دیوے اور استحسانًا واپس کر دیگا۔ اگر کسی شخص نے دوسرے کا اسباب اسکے حکم سے فروخت کیا پھر اسمین مشتری نے عیب لگایا اور موکل کے حکم سے دونون نے اپنے درمیان ایک حکم مقرر کیا اور حکم نے بسبب اس عیب کے واپس کر دینے کا حکم کیا اسوجہ سے کہ بائع نے اس عیب کا اقرار کیا یا قسم کھانے سے کہ میرے پاس کا عیب نہین ہے انکار کیا یا کوئی دلیل یعنی گواہ قائم ہوے پس اگر گواہی یا قسم سے انکار کرنیکی وجہ سے وکیل کو واپس کر دیا گیا تو وکیل اپنے موکل کو واپس کر سکتا ہے۔ اور اگر اقرار عیب کی وجہ سے واپس کیا اور وہ عیب ایسا ہے کہ اتنے عرصہ مین نہین پیدا ہو سکتا ہے یا اسکے مثل پیدا نہین ہو سکتا ہے تو بھی موکل کو واپس کر سکتا ہے اور اگر ایسا عیب ہے کہ پیدا ہو سکتا ہے تو جبتک اسپر گواہ قائم نہ کرے کہ یہ عیب موکل کے پاس کا ہے واپس نہین کر سکتا ہے۔ اور اگر حکم مقرر کرنا بدون موکل کی رضامندی کے تھا تو موکل پر اسمین سے کوئی حکم لازم نہوگا سوا اسکے کہ گواہ قائم ہون یا وہ عیب ایسا ہو کہ اسکے مثل پیدا نہین ہو سکتا ہے اگر ایک شخص نے دوسرے کے واسطے کوئی چیز اسکے حکم سے خریدی اور وکیل نے اسمین عیب لگایا اور موکل کی اجازت سے باہم حکم مقرر کیا اور حکم نے گواہی یا اقرار یا قسم سے انکار کیوجہ سے وہ چیز اسکے بائع کو واپس کر دی تو موکل کیواسطے بھی یہ حکم لازم ہوگا اور اگر موکل کی بلا رضامندی باہم حکم مقرر کیا اور اسنے کسی وجہ سے جو مذکور ہوئی ہین واپس کرنیکا حکم دیا تو بھی یہ حکم موکل پر لازم ہوگا یعنی موکل کو بھی ماننا پڑیگا یہ محیط مین لکھا ہے تتمیہ مین ہے کہ علی بن احمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے دریافت کیا گیا کہ نابالغ کے وصی اور اسکے باپ کے قرضخواہ نے دونون نے باہم ایک حکم مقرر کیا پھر قرضخواہ نے وصی پر گواہ پیش کیے تو کیا حکم کو اختیار ہے کہ اس گواہی پر نابالغ پر حکم دیدے یا خاص قاضی کو یہ اختیار ہے تو شیخ نے فرمایا کہ اسکو ایسا حکم دینے کا اختیار نہین ہے کہ جسمین نابالغ کو ضرر ہو پس اس جواب سے ظاہر ہے کہ اگر ایسا نہو تو حکم دینا جائز ہے اور شیخ ابو حامد سے یہی مسئلہ دریافت کیا گیا تو انھون نے فرمایا کہ حکم کچھ حکم نہین دیسکتا ہے اور شیخ حمیر الوبری سے دریافت کیا گیا تو انھون نے فرمایا کہ اگر حکم کے حکم مین نابالغ کی بہتری ہو تو جائز ہونا چاہیے کیونکہ یہ بمنزلہ وصی کے صلح کر لینے کے ہے یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہے

پچیسوان باب وکالت اور وراثت اور قرضہ ثابت کرنے کے بیان مین۔ اگر کسی شخص نے دعوی کیا کہ مجھے ایک شخص نے اسواسطے وکیل کیا ہے کہ جو کچھ اسکا حق کوفہ مین آتا ہے خواہ کسی شخص پر ہو اسکو طلب کرون اور اسپر قبضہ کرون اور اگر دینے تو اس سے مخاصمہ کرون اور وکالت پر اسنے گواہ پیش کیے اور موکل حاضر نہ تھا اور مدعی وکالت اپنے ساتھ کسی ایسے شخص کو نہین لایا کہ جنپر موکل کا کچھ حق آتا ہو صرف اپنی وکالت ثابت کرنا چاہی تو قاضی بدون اسکے کہ وہ اپنے ساتھ کسی خصم کو حاضر کرے اسکے گواہون کی سماعت نہ کریگا اگر وہ اپنے ساتھ کوئی ایسا شخص لایا کہ جسپر موکل کے حق کا دعوی کرتا ہے اور مدعا علیہ اس حق کا مقر ہے یا منکر ہے تو دونون صورتون مین قاضی اسکی وکالت کے گواہ سنکر اسکی وکالت کو نافذ کر دیگا پھر اگر اسنے دوسرے قرضدار کو پیش کر کے اسپر دعوی کیا تو وکالت کے ثابت کرنے کے واسطے دوبارہ گواہ پیش کرنے کی حاجت نہین ہے اسی وکالت سے ہر شخص جسپر موکل کا کچھ حق آتا ہو قاضی کے سامنے دعوی کریگا اور قاضی سماعت کریگا۔ اور اگر کسی خاص شخص کی طرف جو حق آتا ہے اسکے طلب کرنے کے واسطے وکیل کیا تو وکالت کی گواہی کو قاضی اسی شخص کے سامنے ہی سنے گا۔ اگر اسکو کسی خاص شخص کیطرف

جو کچھ حقوق ہیں ان سب کے طلب کرنے کے واسطے وکیل کیا اور اُسنے حاضر ہو کر کسی خاص شخص پر گواہ قائم کیے پھر حاضر ہو کر وکالت پر گواہ پیش کیے پھر دوسرے شخص کو لایا کہ اُسپر بھی کچھ حق کا دعویٰ کرتا تھا تو اس وکیل کو وکالت کے واسطے دوبارہ گواہ قائم کرنے چاہییے ہیں بخلاف پہلی صورت کے جو مذکور ہوئی ہے اگر موکل نے خود حاضر ہو کر قاضی کے سامنے بیان کیا کہ مین نے اس شخص کو اپنے تمام حقوق کے طلب کرنے کے واسطے جو کوفہ مین آتے ہین اور انمین خصومت کرنے کے واسطے وکیل کیا اور ان دونون کے ساتھ کوئی تیسرا ایسا شخص نہ تھا کہ جسپر موکل کا کچھ حق ہے پس اگر قاضی موکل کو پہچانتا ہے اور جانتا ہے کہ یہ شخص فلان بن فلان فلانے قبیلہ کا ہے تو قاضی وکالت کو قبول کر کے وکیل کے نام نافذ کریگا پھر اگر وکیل نے کسی شخص کو حاضر کر کے اُسپر حق موکل کا دعویٰ کیا اور موکل غائب تھا تو وکیل اسکا مخاصم قرار پاویگا اور اگر موکل کو قاضی نہین پہچانتا ہو تو اسکے کہنے سے وکالت قبول نہ کریگا کذا فی ادب القاضی للخصاف اور خصاف نے ادب القاضی مین لکھا ہے کہ ایک شخص نے دوسرے شخص کو قاضی کے سامنے پیش کیا اور یہ دعویٰ کیا کہ اسپر ہزار درم فلان بن فلان مخزومی کے نام[1] سے ہین در حقیقت مین وہ میرا مال ہے اور فلان بن فلان کہ جسکے نام سے وہ مال ہے اسنے اقرار کیا ہے کہ یہ میرا مال ہے نہ اسکا اور اسکا نام صرف رکھدیا گیا ہے اور اسنے مجھے اس مال پر قبضہ کر لینے اور خصومت کرنیکا وکیل کیا ہے تو قاضی مدعا علیہ سے سوال کریگا اگر اسنے ان سب باتون کا اقرار کیا تو قاضی حکم دیگا کہ مال مذکور مدعی کو دیدے اسواسطے کہ یہ قرار پا چکا ہے کہ قرضہ در حقیقت مدیون کے مال سے ادا ہوتا ہے اور جب اسنے اس دعویٰ پر اقرار کیا تو اپنے مال کے دینے پر خود مقر ہے اپس حکم اقرار اسپر نافذ ہوگا اور خصاف نے اس مسئلہ مین یہ شرط لگائی ہے کہ مدعی دعویٰ کرے کہ جسکے نام سے مال ہے اسنے مجھے قبضہ کر لینے کا وکیل کیا ہے اور خصاف نے اسکو ظاہر الروایت کہا ہے اور امام ابو یوسف رح سے روایت ہے کہ یہ شرط نہین ہے بلکہ صرف مدعا علیہ کے اس اقرار پر کہ یہ مال جو فلان کے نام سے ہے اس مدعی کا ہے یہ حکم دیدیا جاویگا کہ مدعی کو دیدے پھر اگر مدعا علیہ نے اس دعویٰ کا اقرار کیا اور اقرار کے موافق قاضی نے مال مدعی کو دلا دیا تو یہ حکم اس شخص غائب پر نافذ ہوگا حتی کہ اگر وہ شخص جسکے نام سے مال بیان کیا گیا ہے حاضر ہو کر مدعی کے وکیل کرنے سے انکار کرے تو اپنا مال مدعا علیہ سے لے سکتا ہے۔ اور اگر مدعا علیہ نے تمام دعویٰ سے انکار کیا اور مدعی نے قاضی سے درخواست کی کہ اس سے قسم لیجاوے تو قاضی اس مدعی سے دریافت کریگا کہ تیرے پاس اس دعویٰ کے گواہ ہین کہ فلان شخص نے کہ جسکے نام سے مال ہے اسنے اقرار کیا ہے کہ یہ مال تیرا ہے اور اسنے تجھے اس مال پر قبضہ کرنیکے واسطے وکیل کیا ہے پھر کتاب مین اس دعویٰ مذکورہ پر گواہ لانا شرط کیا گیا ہے اور واضح ہو کہ خصومت ثابت ہونے کیواسطے یہ شرط نہین ہے کہ نفس مال ہونیکے واسطے بھی گواہ پیش کیے صرف یہ شرط ہے کہ وکالت کیواسطے گواہ پیش کرے پس قاضی مدعی سے وکالت کے گواہ طلب کریگا پھر اسکی دو صورتین ہین اگر اسنے اپنے وکیل ہونیکے گواہ پیش کیے تو اسکا خصم ہونا درست ہو گیا پھر قاضی مال کے گواہ موافق دعویٰ کے طلب کریگا پس اگر اسنے گواہ پیش کیا تو مال اس سے لے لیگا اور یہ حکم اس شخص غائب پر بھی نافذ ہوگا حتی کہ اگر وہ شخص غائب حاضر ہوا اور وکیل کرنے سے انکار کیا تو اپنا مال مدعا علیہ سے نہین لے سکتا ہے اور اگر مدعی کے پاس مال ہونیکے گواہ نہین تھے اور اسنے مدعا علیہ سے قسم طلب کی تو قاضی اس سے اسطرح قسم لیگا کہ واللہ فلان بن فلان مخزومی کا یہ مال کہ جسکو فلان مدعی بیان کرتا ہے مجھپر

[1] یعنی مدعا علیہ پر یہ مال قرضہ ہے اور اس مین قرضخواہ کا نام فرضی ہے بلکہ اصل قرضخواہ مین ہون ۱۲

نہین ہو نہ کچھ اس مال مین سے ہو اور نہ اسکے نام سے ہو۔ اور یہ حکم اس صورت مین ہو کہ جب مدعی نے اپنی وکالت کے گواہ پیش کیے ہون اور اگر اسکے پاس وکالت کے گواہ نہون اور اسنے قاضی سے کہا کہ مدعا علیہ جانتا ہو کہ مجھے فلان بن فلان غائب نے اس مال پر قبضہ کرنیکے واسطے وکیل کیا ہو اور مدعا علیہ کو قسم دلائی جاوے تو قاضی اس سے اس طرح قسم لیگا کہ واللہ مین نہین جانتا ہون کہ فلان بن فلان مخزومی نے اسکو مال پر قبضہ کرنیکے واسطے موافق اسکے دعوی کے وکیل کیا ہو ایسا ہی خصاف نے ادب القاضی مین امام محمد و امام ابو یوسف کے نام سے ذکر کیا ہو اور مشائخ نے اختلاف کیا بعضون نے کہا کہ یہ قول امام اعظم کا بھی ہو ولیکن خصاف کو یاد نہ تھا اسواسطے اسنے صرف صاحبین کو ذکر کیا اور شمس الائمہ حلوائی نے بھی اسی طرف میل کیا ہو اور بعضے مشائخ نے کہا کہ یہ صرف صاحبین کا مذہب ہے اور امام اعظم کے نزدیک یہ ہو کہ مدعا علیہ سے قسم لینا نہ چاہیے اور اسی قول کو شمس الائمہ سرخسی نے صحیح سمجھا ہو پھر جب مدعا علیہ سے قسم لیگئی اور اسنے قسم کھائی تو جھگڑا ختم ہوا اور اگر اسنے انکار کیا تو وکالت کا اقرار ہوا[1] پس قاضی موافق اقرار کے وکالت کا حکم دیدیگا پھر مدعا علیہ سے قاضی مال کو دریافت کریگا پس اگر اسنے موافق دعوی کے اقرار کیا تو اسکو حکم دیگا کہ مدعی کو دیدے اور اگر اسنے مال سے انکار کیا تو مدعی کو اسکے ساتھ قسم لیکر مال لینے کی خصومت ثابت ہوگی اور گواہی سے ثابت کرنیکا حق نہوگا حتی کہ اگر اسنے مال ثابت کرنیکے گواہ پیش کرنے چاہے تو قاضی گواہی کی سماعت نہ کریگا۔ اور اسیطرح اگر مدعا علیہ نے ابتدا سے مدعی کے وکیل ہونیکا صریح اقرار کیا ولیکن مال کا انکار کیا تو بھی مدعی کو قسم کے ساتھ مال لینے کا حق خصومت حاصل ہوگا نہ یہ کہ گواہ پیش کرے اور مال ثابت کرے۔ اور اس مسئلہ کی نظیر مین یہ مسئلہ ہو کہ جو ہمارے اصحاب نے ذکر فرمایا کہ اگر ایک شخص نے دعوی کیا کہ فلان بن فلان ہاشمی نے مجھے وکیل کیا ہو کہ جو کچھ اسکا حق زید کیطرف آتا ہو اسکو طلب کرون اور اسکے ہزار درم زید پر ہین مین انکا مدعی ہون اور مدعا علیہ نے وکیل ہونیکا اقرار کیا مگر مال سے انکار کیا پھر مدعی نے چاہا کہ اسپر مال ثابت کرنیکے واسطے گواہ پیش کرے تو اسکو ایسی خصومت کا حق حاصل نہین ہو ولیکن اس سے قسم لیکر مال لے سکتا ہو یا اقرار سے لے سکتا ہو اور اگر مدعا علیہ نے مال کا اقرار کیا اور وکیل ہونے سے انکار کیا تو قاضی مدعی سے وکالت کے گواہ طلب کریگا پھر اگر اسنے پیش کیے تو گواہی سے وکالت ثابت ہوگی اور اب اسکو ہر طرح اس سے خصومت کا اختیار ہو یعنی اگر مدعا علیہ اقرار کرے تو مال لے سکتا ہو اور اگر انکار کرے تو قسم لے سکتا ہو یا گواہ پیش کر سکتا ہو۔ اور اگر اسکے پاس گواہ نہون اور اسنے وکیل ہونے کی مدعا علیہ سے قسم لینی چاہی کہ یہ جانتا ہو تو اس سے قسم لیگا مگر اسمین وہی اختلاف ہو جو ہم نے سابق مین بیان کیا ہو پس اگر مدعا علیہ نے قسم کھالی تو جھگڑا ختم ہوگیا۔ اور اگر اسنے انکار کیا تو وکالت ثابت ہوگئی ولیکن مال لینے کے حق مین نہ یہ کہ غائب شخص پر حکم ثابت ہوجاوے[2] اور امام محمدؒ نے فرمایا اگر ایک شخص اپنے ساتھ ایک شخص کو قاضی کے پاس لایا اور اسپر دعوی کیا کہ فلان شخص نے مجھے وکیل کیا ہو کہ جو اسکا قرض اس شخص پر آتا ہو اسکو وصول کرون اور اس سے خصومت کرون اور جو اسکا مال معین اسکے پاس بطور ودیعت کے ہو اسکو لے لون اور مدعا علیہ نے اس سب کی تصدیق کی تو اسکو حکم دیا جائیگا کہ قرضہ اسکے سپرد کرے اور مال عین کے سپرد کرنیکے واسطے حکم نہ دیا جائیگا۔ محیط مین لکھا ہو ایک شخص دوسرے کو قاضی کے پاس لایا اور اسپر دعوے کیا کہ فلان بن فلان مخزومی کے اسپر ہزار درم آتے ہین اور اسنے مجھے اس مال کے وصول کرنے اور اسمین خصومت کرنیکا اور جو کچھ اسکا حق آتا ہو سب مین خصومت کا وکیل کیا ہو اور اس سب دعوی پر گواہ پیش کیے تو امام اعظمؒ نے فرمایا کہ جبتک وہ اسنے

[1] اقرار سے مراد استلزامی اقرار ہے یعنی اسکے انکار قسم سے اقرار دعوی وکالت لازم آیا ۱۲ [2] یعنی اگر غائب کل آکر منکر ہو تو اسکا حق بحال رہیگا ۱۲

وکیل ہونیکے گواہ پیش کریگا مین اُسکے مال کے گواہ نہ سنونگا اور اگر وکالت و مال دونون کے ایک ساتھ گواہ دیے تو وکالت کا حکم دونگا اور مال کی گواہی دوبارہ پیش کرکے سنادے اور امام محمد نے فرمایا کہ دونون کا یعنی وکالت و مال کا حکم دونگا اور قرضہ پر دوبارہ گواہی کی ضرورت نہین ہی اور امام ابو یوسف کا قول مضطرب ہے اور ظاہر ایسا ہوتا ہی کہ اُنکے نزدیک دونون کا حکم دیا جائیگا لیکن پہلے وکالت کا حکم دیا جائیگا پھر بدون دوبارہ گواہی کے مال کا حکم دیا جائیگا اور قاضی حکم دینے مین ترتیب کا لحاظ رکھیگا نہ گواہی کے سننے مین اور یہ استحسان ہی اور امام اعظم سے روایت ہی کہ انھون نے فرمایا کہ قیاس کی علت ظاہر ہونے کی وجہ سے مین قیاس کو لیتا ہون اور امام محمد نے لوگون کی حاجت کی وجہ سے استحسان کو لیا ہی اور اسی قول پر فتوی ہی اور اسیطرح اگر وصی نے قرضہ اور موصی بہ[1] دونون کے ایک ساتھ گواہ پیش کیے یا وارث نے اپنے نسب اور مورث کے مرنے کے اور قرضہ کے ایکبارگی گواہ پیش کیے تو بھی ایسا ہی اختلاف ہی یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی۔ اگر قرضہ کے وصول کرنیکا وکیل کیا اور اسمین خصومت کرنے سے کچھ تعرض نکیا کہ خصومت کرے یا نہ کرے اور مدیون نے وکالت اور مال دونون سے انکار کیا تو امام اعظم کے نزدیک وکیل کے گواہ وکالت و مال دونون پر سُنے جائینگے اور صاحبین کے نزدیک وکالت کے مقبول ہونگے مال کے مقبول نہونگے امام محمد نے زیادات مین فرمایا کہ ایک شخص نے دوسرے شخص کو اپنے تمام حقوق مین خصومت کرنیکے واسطے جو اسکے حقوق لوگون پر ہین وکیل کیا پھر وکیل نے ایسے شخص کو جسپر موکل کے حق[2] کا مدعی ہی قاضی کے سامنے پیش کیا اور اسنے حق کا اقرار کیا مگر وکالت سے انکار کیا یا اسکے برعکس کیا اور وکیل نے اپنی وکالت کے گواہ پیش کیے پھر ہنوز گواہون کی تعدیل نہوئی تھی کہ وہ شخص غائب ہو گیا تو جبتک وہ حاضر نہو قاضی اسکی وکالت کا حکم باوجود تعدیل گواہون کے نہ دیگا پس اگر مدعی نے کسی دوسرے شخص کو حاضر کیا کہ اسپر بھی موکل کے حق ہونیکا دعوی کرتا ہی اور وہ بھی اسکی وکالت سے انکار کرتا ہی اور پہلے گواہون کی گواہی پر قاضی نے اسپر حکم دیدیا تو مدعا علیہ پہلا تمام لوگون کیطرف سے اُسپر گواہی کی سماعت ہونے مین خصم ہوگا اسلیے کہ وکالت کا مدعی سب لوگون پر وکالت ثابت کرنا چاہتا ہی کیونکہ وکالت ایک ہی ہی اور جو شخص حاضر کیا گیا وہ سب لوگون کیطرف سے خصم ہوا اور اسپر گواہی قائم ہونا وہی سب لوگون پر قائم ہونا ہوگی اور کاش اگر سب لوگون پر گواہ قائم کرتا اور انمین سے ایک غائب ہو جاتا تو کیا جو لوگ حاضر تھے انپر حکم نہ دیا جاتا بلکہ دیا جاتا پس ایسا ہی اس صورت مین بھی دیا جائیگا اور یہی کتاب مین ہی کہ اگر کسی شخص کے وکیل پر گواہ قائم ہوے اور وہ غائب ہو گیا اور موکل خود حاضر ہوا یا اسکے برعکس ہوا یا مورث پر اسکی زندگی مین گواہ قائم ہوے پھر وہ مر گیا اور اسکا وارث حاضر ہوا یا وارث پر قائم ہوے اور وہ غائب ہو گیا اور دوسرا وارث حاضر ہوا تو ان سب صورتون مین جو شخص دوسری مرتبہ حاضر ہوا ہی اسپر پہلے کے گواہون کی گواہی پر حکم دیدیا[3] جائیگا۔ اگر ایک شخص نے دوسرے کو قاضی کے سامنے پیش کیا اور اسپر دعوی کیا کہ فلان شخص جو میرا باپ تھا مر گیا اور اسنے سواے میرے کوئی وارث نہین چھوڑا اور میرے باپ کا اس شخص پر اسقدر مال ہی تو اس مسئلہ کی دو صورتین ہین ایک یہ ہی کہ قرضہ کا دعوی کرے یا کسی مال معین کا کہ جو مدعا علیہ کے پاس ہی دعوی کرے کہ یہ میرے باپ کا تھا اسنے اس سے غصب کر لیا تھا یا اسکے پاس اسنے ودیعت رکھا تھا اور دوسرے

---

[1] موصی بہ وہ چیز جسکے بابت وصیت ہے ۱۲ [2] حق کا مدعی یعنے وکیل دعوی کرتا ہے کہ اسپر میرے موکل کا حق آتا ہے ۱۲

[3] دیدیا جائے گا پس اسی طرح یہان بھی ہے ۱۲

یہ کہ کچھ تعرض نہ کرے اور دعوے کرے کہ میرے باپ کا مال ہے اسنے میرے واسطے میراث چھوڑا ہے اور اسکا کوئی وارث سوائے میرے نہیں ہے تو قاضی مدعا علیہ سے اسکو دریافت کریگا پس اگر تمام دعوی کا اسنے اقرار کیا تو صحیح ہے اور اسکو حکم کیا جائیگا کہ قرضہ اور مال معین سب اسکے سپرد کرے اور اگر اسنے انکار کیا اور مدعی نے اپنے دعوی پر گواہ پیش کیے تو مقبول ہونگے اور مدعا علیہ کو قرضہ اور مال معین سب کے سپرد کر دینے کا حکم کیا جائیگا۔ اور واجب ہے کہ پہلے مدعی اپنے باپ کے مرنے اور اپنے نسب ثابت کرنیکے گواہ پیش کرے تاکہ خصومت صحیح ہو پھر مال پر گواہ پیش کرے۔ اور اگر مدعی کے پاس گواہ نہوں اور اسنے مدعا علیہ سے اپنے دعوے پر قسم طلب کی تو خصاف نے ذکر کیا ہے کہ ہمارے بعض اصحاب سے روایت ہے کہ قسم نہ لیجائیگی اور خصاف نے فرمایا کہ اسمین ایک روایت قسم لینے کی بھی آئی ہے اور یہ بیان نہ کیا کہ کس نے فرمایا ہے اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ پہلا قول امام اعظم رحمہ اللہ تعالی اور دوسرا امام محمد و امام ابو یوسف کا ہے اور شیخ علی رازی و شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ قسم لینا سب کا قول ہے اور یہی صحیح ہے اور دوسرے مقام پر مذکور ہے اور امام ابو حنیفہ پہلے اسکے قائل تھے کہ قسم نہ لیجائیگی پھر اس سے رجوع کر کے قسم لینے کے قائل ہوئے پھر واضح ہو کہ جب اس سے قسم لیجائے گی تو حاصل دعوی پر قسم لیجاویگی کہ واللہ مجھپر یہ مال کہ جسکا دعوی یہ شخص کرتا ہے جس وجہ سے دعوی کرتا ہے نہیں ہے اور یہی حکم ظاہر الروایت کا ہے۔ اور اگر مدعی نے سوائے مال کے موت اور نسب ثابت کرنیکے واسطے گواہ قائم کیے تو بلا اختلاف مدعا علیہ سے مال پر قسم لیجائیگی اور اگر مال پر سوائے موت و نسب کے گواہ قائم کیے تو مقبول نہونگے اور اگر نسب پر سوائے موت اور مال کے گواہ پیش کیے تو بھی مقبول نہونگے۔ اور واضح ہو کہ اگر مدعا علیہ نے مدعی کے تمام دعوی کا اقرار کر لیا اور اسپر حکم جاری کیا گیا کہ قرضہ یا مال معین مدعی کے سپرد کر دے تو یہ حکم مدعی کے باپ کے حق میں جاری نہوگا حتی کہ اگر اسکا باپ زندہ ظاہر ہوا تو وہ مدعا علیہ سے اپنا مال لے سکتا ہے اور مدعا علیہ مدعی کا یعنی بیٹے کا دامنگیر ہوگا اور اگر مدعا علیہ نے مدعی کے باپکے مرنے اور اسکے وارث ہونیکا اقرار کیا اور مال سے انکار کیا تو قسم نہ لیجاویگی اور یہ قول امام ابو حنیفہ کا ہے جیسا کہ شمس الائمہ سرخسی نے ذکر کیا ہے یا امام اعظم کا پہلے یہ قول تھا جیسا کہ شمس الائمہ سرخسی نے دوسرے مقام پر ذکر کیا ہے اور امام ابو یوسف و امام محمد کے نزدیک یا امام اعظم کے نزدیک موافق دوسرے قول کے جیسا کہ بعض مقام پر مذکور ہے اس سے قسم لیجاویگی کہ اپنے علم پر قسم کھاوے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر ایک شخص دوسرے شخص کو قاضی کے پاس لایا اور کہا کہ اس شخص کا باپ مر گیا اور میرے اسپر ہزار درم قرض ہیں تو قاضی کو چاہیے کہ مدعا علیہ سے اسکے باپ کے مرنے کو دریافت کرے اور پہلے اسکو مدعی کے جواب دعوی کا حکم نہ کرے پھر اگر اسنے اپنے باپ کے مرنے کا اقرار کیا تو مدعی کا جواب دعوی دریافت کریگا پس اگر اسنے اقرار کیا کہ میرے باپ پر یہ قرض تھا تو قاضی اسکے حصہ[1] سے دلوا دیگا اور اگر اسنے انکار کیا اور مدعی نے گواہ قائم کیے تو گواہ مقبول ہونگے اور قرضہ پورے ترکہ میں سے دلوایا جاویگا خاص اس وارث کے حصہ ہی سے متعلق نہوگا و لیکن قاضی اس گواہی پر قرضہ دلوانے کا حکم اسوقت کریگا کہ جب مدعی پہلے قسم کھالے کہ میں نے یہ قرضہ وصول نہیں پایا اور نہ میں نے اسکو معاف کر دیا ہے اگرچہ مدعا علیہ وارث وصول یا معافی کا دعوی نہ کرے بخلاف زندہ شخص پر دعوی کے کہ اس میں بدون دعوی مدعا علیہ کے قاضی مدعی سے قسم نہ لیگا ایسا ہی خصاف کے ادب القاضی میں لکھا ہے اور اجناس ناطفی میں ہے کہ اگر کسی شخص نے میت کے ترکہ پر قرضہ

[1] حصہ سے کیونکہ یہ اقراری ہے اور دوسرے وارثوں پر حجت نہیں جبتک وہ اقرار نہ کریں بخلاف اسکے جب گواہوں سے ثبوت ہو تو سب پر ثبوت ہوگا

کا دعوی کیا تو قاضی مدعی سے بدون کسی وارث کے دعوے کرنے کے تمام قرضہ وصول پانے کی قسم نہ لیگا اور یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہے پس جو خصاف نے ذکر کیا ہے وہ صاحبین کا قول ہے اور اسی کو خصاف نے اختیار کیا ہے پھر قسم دلانے کی یہ صورت ہے کہ واللہ مین نے نہ تمام مال وصول پایا اور نہ اس مین سے کچھ وصول پایا اور نہ اس کے عوض کوئی چیز رہن لی اور نہ اس مین سے کسی قدر کے عوض کچھ رہن لیا اور نہ تمام کو اور نہ کسی قدر کو اسنے مجھے کسی پر اُترا یا اور نہ مین جانتا ہون کہ میرے کسی ایلچی یا وکیل نے تمام مال یا اس مین سے کچھ وصول کیا ہے اور اگر ان لفاظ کے ساتھ یہ بھی کہلا لیا جاوے کہ مجھے کسی وجہ سے نہین پہونچا ہے تو زیادہ احتیاط ہے پھر اگر اس مدعی کے پاس گواہ نہون اور اسنے اس وارث سے قسم لینا چاہی تو ہمارے علما کے نزدیک اُسکی نا دانستگی کی قسم لیجائیگی کہ واللہ مین نہین جانتا ہون کہ میرے باپ پر مدعی کا اسقدر مال یعنی ہزار درم یا اس مین سے کسی قدر قرض ہے پس اگر وارث نے قسم کھالی تو جھگڑا ختم ہوگیا اور اگر اسنے قسم سے انکار کیا تو قرضہ اسی کے حصہ مین سے دلا یا جائے گا۔ خانیہ مین ظاہر الروایت کے موافق لکھا ہے کہ اگر اس وارث مدعا علیہ نے اپنے باپ پر قرض ہونے کا اقرار کیا یا جب اس سے قسم لی گئی تو اسنے انکار کیا اور اس طرح اقرار ثابت ہوا لیکن بعد اس اقرار کے اُسنے کہا کہ مجھے باپ کے ترکہ مین سے کچھ نہین ملا ہے پس اگر مدعی نے اس قول مین اسکی تصدیق کی تو مدعی کو کچھ نہ ملے گا اور اگر تکذیب کی اور کہا کہ نہین بلکہ تجھے ہزار درم یا اس سے زیادہ ملے ہین اور قسم طلب کی تو اس سے قطعی طور پر قسم لیجائیگی کہ واللہ مجھے باپ کے ترکہ مین سے نہ ہزار درم اور نہ اس مین سے کسیقدر کچھ نہین وصول ہوئے پس اگر اسنے قسم کھائی تو اسپر کچھ نہ لازم ہوگا اور اگر انکار کیا تو اسکے ذمہ دینا لازم ہوگا۔ یہ جو مذکور ہوا اس صورت مین ہے کہ مدعی نے پہلے قرضہ ہونے پر قسم لی اور پھر وصول ہونے پر قسم لی ہو اور اگر یہ صورت واقع ہوئی کہ جب مدعی نے وارث سے قرضہ پر قسم طلب کی تو اسنے کہا کہ مجھپر قسم نہین آتی ہے کیونکہ مجھے ترکہ مین سے کچھ نہین وصول ہوا ہے اور مدعی نے اسکی تکذیب کی یا تصدیق کی لیکن باوجود تصدیق کرنے کے قرضہ پر قسم لینا چاہی تو قاضی وارث کے کہنے پر لحاظ نہ کریگا اور اس سے قسم لیگا اور کبری مین لکھا ہے کہ فقیہ ابو جعفرؒ ایسی صورتون مین مال ظاہر ہونے سے پہلے گواہی کو مسموع نہین کرتے تھے اور نہ وارث سے قسم لیتے تھے اور اسی کو فقیہ ابو اللیث نے اختیار کیا ہے اور اسی پر فتوی ہوگا اگر وارث نے قرضہ سے اور ترکہ مین سے کچھ وصول ہونے سے انکار کیا اور مدعی نے اس سب مین اسکی تکذیب کی اور قرضہ پر اور ترکہ سے وصول ہونے پر دونون پر قسم طلب کی تو خصاف نے یہ صورت کتاب مین نہین لکھی ہے اور مشائخ نے اسمین اختلاف کیا ہے بعضون نے فرمایا کہ اس سے ایک ہی قسم اس طرح لیجاویگی کہ واللہ مجھے ہزار درم یا اس مین سے کچھ اپنے باپ کے ترکہ مین سے نہین وصول ہوئے اور نہ مین جانتا ہون کہ میرے باپ پر اس مدعی کا یہ قرضہ موافق اسکے دعوی کے ہے پس اس صورت مین قطعی[1] اور علمی دونون طرح کی قسم جمع ہوگئی اور یہ جائز ہے جیسا کہ حدیث قسامة مین آیا ہے اور عامہ مشائخ کے نزدیک دو بار کر کے قسم لیجائیگی یہ جو مذکور ہوا اس صورت مین ہے کہ وارث نے باپ کے مرجانے کا اقرار کیا ہو اور اگر باپ کے مرنے اور ترکہ وصول ہونے سے انکار کیا تو یہ صورت اس کتاب کے بعضے نسخون مین اس حکم کے ساتھ لکھی ہے کہ وارث سے باپ کے مرنے اور ترکہ وصول ہونے دونون پر ایک قسم لیجاویگی کہ واللہ مجھے نہین معلوم کہ میرا باپ مرگیا اور نہ مجھے ترکہ مین سے کچھ ملا ہے پس موت کی قسم علمی اور وصول ترکہ کی قسم قطعی طور پر ہوگی اور اسی

[1] قولہ قطعی قسم یہ کہ واللہ یہ یون ہے اور علمی قسم یہ کہ میرے علم مین یہ بات یون ہے یا نہین ہے ۱۲

بعضے مشائخ نے لیا ہے اور مشائخ کے نزدیک دو بار کرکے قسم لیجاویگی ایک بار موت پر اسکے علم کے موافق کہ وہ نہیں جانتا ہے ایک بار قطعی طور پر ترکہ وصول ہونے میں پس اگر وارث نے اس طرح قسم کھانے سے انکار کیا اور مرنا اور ترکہ کا پہونچنا اِنکار سے ثابت ہوگیا تو پھر اُسکے علم کے موافق اس قرضہ کی قسم لیجاویگی اور اگر اسنے قرضہ کا اور موت کا اور ترکہ ہزار درم کا اقرار کیا لیکن اپنے ساتھ کچھ لوگون کو لایا اور کہا کہ یہ لوگ میرے بھائی ہین تو اس مسئلہ کی دو صورتین ہین اگر اُسنے پہلے یہ اقرار کیا کہ یہ ہزار درم ترکہ ہین پھر کہا کہ یہ لوگ میرے بھائی ہین تو اس صورت مین حکم دیا جائیگا کہ قرضخواہ کے سپرد کردے اور اگر اسنے ان لوگون کے بھائی ہونیکا پہلے اقرار کیا اور پھر ترکہ اور قرض کا تو اسنے ان لوگون کو اپنا شریک ہونیکا اقرار کیا پس ترکہ موافق حصہ کے تقسیم ہوگا اور اگر اسکے بعد اسنے قرضہ کا اقرار کیا تو اسکے اقرار کے موافق قرضہ اسکے حصے مین سے خاصکر دلایا جائیگا کذا فی التاتارخانیہ اگر ایک شخص مرگیا اور اسکے وارث نے کسی شخص پر دعوی کیا کہ میرے باپ کے اسپر ہزار درم قرض تھے اور وہ مجھے میراث مین پہونچے ہین اور مدعا علیہ نے اسکے باپ کے مرنے کا اقرار کیا اور قرض سے انکار کیا اور وارث نے قسم لینا چاہی تو اسطرح قسم لیوے کہ تو قسم کھا کہ واللہ تیرے باپ کے مجھپر تیرے دعوے کے موافق نہ ہزار درم ہین اور نہ اُنمین سے کچھ ہے اگر وارث نے گواہ قائم کیے تو اس سے قسم نہ لیجائیگی کہ اُسکے باپ نے قرضہ وصول پایا ہے اور اگر قرضدار نے قرضہ کا اقرار کیا اور دعوی کیا کہ اسکے باپ نے مجھسے وصول کرلیا ہے یا وارث کے دعوی پر معارضہ کیا کہ آدمی پر کبھی قرضہ ہوتا ہے اور پھر نہین رہتا ہے اس باعث سے کہ قرضخواہ اس سے وصول کرلیتا ہے اور خوف سے مین کسی چیز کا اقرار کرنا بہتر نہین جانتا ہون کہ میرے ذمہ لازم نہ ہوجاوے اور قرضدار نے چاہا کہ وارث سے قسم لیوے تو ایسی حالت مین وارث سے اسطرح قسم لیجاویگی کہ واللہ مین نہین جانتا ہون کہ میرے باپ نے یہ قرضہ وصول پایا ہے امام محمد نے زیادات مین فرمایا کہ ایک شخص مرگیا اور دوسرے نے آکر دعوی کیا کہ مین اس میت کا وارث ہون کہ میرے سوائے اسکا کوئی وارث نہین ہے اور فلان شہر کے قاضی نے میرے وارث ہونیکا حکم دیدیا ہے اور دو گواہ پیش کیے کہ انھون نے گواہی دی کہ فلان شہر کے قاضی نے ہم دونون کو اپنے اس حکم پر کہ یہ شخص فلان میت کا وارث ہے کہ اسکے سوا دوسرا اسکا وارث نہین ہے گواہ کرلیا ہے اور ان گواہون نے یہ بھی کہا کہ ہم کو یہ نہین معلوم کہ کس دلیل سے اسنے یہ فیصلہ کیا ہے تو دوسرا قاضی بھی اسکو وارث قرار دیگا اور دوسرے قاضی کو چاہیے کہ مدعی سے دریافت کرے کہ تیرا اس میت سے کیا رشتہ ہے اور یہ دریافت کرنا حکم قضا کے نافذ کرنیکے واسطے کچھ ضروری نہین ہے حتی کہ اگر اُسنے نہ بیان کیا تو بھی قاضی پہلے قاضی کے حکم کو نافذ کریگا لیکن یہ سوال اس احتیاط کی غرض سے ہے کہ اگر شاید دوسرا کوئی وارث پیدا ہو تو قاضی کو معلوم رہے کہ دونون مین سے کون میراث کا زیادہ مستحق ہے پس اگر مدعی نے اپنا کوئی ایسا رشتہ بیان کیا کہ جس سے وارث ہوسکتا ہے تو قاضی میراث اسکو دیدیگا لیکن اس رشتہ کا حکم نافذ نہ کریگا پھر اگر کوئی شخص دوسرا آیا اور دعوی کیا کہ مین اس میت کا باپ ہون کہ میرے سوا اسکا کوئی وارث نہین ہے اور اسپر گواہ پیش کیے تو قاضی اس بات کا لحاظ کریگا کہ اگر پہلے مدعی نے ایسا رشتہ بیان کیا تھا کہ جس سے باپ کے ہوتے ہوے وہ وارث نہین ہوسکتا ہے تو قاضی تمام میراث دوسرے کو دلاویگا اور اگر ایسا رشتہ بیان کیا کہ باپ کے ہوتے ہوے وارث ہوسکتا ہے مثلاً اسنے اپنے تئین بیٹا ہونا بیان کیا تو قاضی باپ کو چھٹا حصہ دلوادیگا اور اگر پہلے نے اپنے تئین میت کا باپ بیان کیا اور دوسرے نے بیٹا ہونا ثابت کیا تو قاضی دوسرے کو پانچ چھٹا حصہ میراث دلوادیگا اور اگر پہلے نے اپنے تئین باپ ہونا

بیان کیا اور دوسرے نے بھی اپنے باپ ہونے پر گواہ پیش کیے اور قاضی نے دوسرے مدعی کے لیے حکم دیا کہ یہ میت کا باپ ہے تو تمام میراث اُسکا حصہ ہے کیونکہ پہلے شخص کا باپ ہونا صرف اسکے اقرار سے ثابت ہوا اور دوسرے کا باپ ہونا گواہوں سے ثابت ہے اور اگر ایک شخص آیا اور اُسنے کسی میت کے باپ ہونے پر گواہ پیش کیے اور قاضی نے حکم دیا کہ یہ میت کا باپ ہے اور میراث اسکو دلا دی پھر دوسرے شخص نے میت کے باپ ہونے پر گواہ قائم کیے تو قاضی اسکے گواہ قبول نکریگا اور نہ پہلے کے ساتھ شریک کریگا اور کتاب مین مذکور ہے کہ اگر قاضی نے دوسرے شخص کے باپ ہونے پر فیصلہ کیا اور اسکو میراث دلوادی اسی وقت پہلے شخص نے کہا کہ مین گواہ لاتا ہون کہ مین میت کا باپ ہون تو اسپر التفات نکیا جاویگا اور اگر پہلے شخص نے اسپر گواہ پیش کیے کہ پہلے قاضی نے میرا باپ ہونیکا حکم دیدیا ہے تو دوسرا قاضی تمام میراث اُسکو دلوادیگا۔ اور اگر قاضی نے ہنوز دوسرے شخص کے باپ ہونیکا حکم نہین دیا تھا کہ پہلے شخص نے اپنے گواہ قائم کیے کہ مین میت کا باپ ہون تو قاضی میراث دونون کو تقسیم کردیگا کیونکہ دونون کا دعوی اور حجت برابر ہے اور مولی العتاقہ کا بھی دعوی مثل باپ ہونیکے دعوی کے ہے مثلاً ایک نے کسی غلام کی نسبت دعوی کیا کہ اس غلام میت کا حق آزادی مجھے پہونچتا ہے کہ صرف مین نے اسکو آزاد کیا ہے اور قاضی نے اسکے واسطے حکم کیا اور دوسرے نے بھی یہ دعوے کیا تو ظاہر ہے کہ دو شخص ایک غلام کو تمام وکمال آزاد نہین کرسکتے ہین پس اسکی صورت بھی مثل نسب کے ہوگی یعنی اگر کسی ایک کے واسطے بسبب ولاء آزادی کے میراث کا حکم دیا گیا تو پھر دوسرے کی نسبت نہ دیا جائیگا اور اگر دونون ایک ساتھ مجتمع ہوے تو دونون کو برابر تقسیم ہوگی جیسا کہ ہم نے نسب کی صورت مین بیان کردیا ہے۔ اگر پہلے شخص نے دعوی کیا کہ مین میت کا بیٹا ہون اور قاضی اول نے اسکے واسطے میراث کا حکم دیدیا اور دوسرے شخص نے بھی اسی دعوی پر گواہ پیش کیے تو دونون میراث مین شریک ہونگے اگرچہ ایک کیواسطے پہلے حکم ہوچکا ہے اور اگر پہلے مدعی نے بیٹا ہونے کا دعوی کیا اور پھر ایک عورت نے میت کی بیٹی ہونیکا دعوی کیا تو دونون مین میراث کے تین حصہ ہونگے یعنی دو حصہ بیٹے کو اور ایک حصہ اس عورت بیٹی کو ملیگا اگرچہ پہلے مدعی کے واسطے پہلے حکم ہوچکا ہے۔ اگر پہلے مدعی نے میت کے باپ ہونے یا بیٹے ہونیکا دعوی کیا اور دوسرے نے اپنے بھائی ہونیکے گواہ پیش کیے تو دوسرے کو کچھ نہ ملیگا۔ اور اگر پہلے ایک عورت کے واسطے اسکے دعوی پر کہ وہ میت کی زوجہ ہے حکم دیا گیا تھا پھر کسی مرد نے گواہ قائم کیے کہ مین میت کا بھائی ہون تو چوتھائی سے جسقدر زائد ہے شخص اس عورت سے وصول کرلیگا اور اگر دوسرے نے اپنے تئین بیٹا ثابت کیا تو عورت سے سوائے آٹھوین حصہ کے سب لے لیگا[1]۔ اگر پہلا شخص جسکے واسطے حکم جاری کیا گیا ہے معتوہ یا طفل نابالغ ہو کہ اپنا رشتہ بیان نکرسکے پھر بعض نے اپنے رشتہ دار ہونیکے گواہ قائم کیے پس اگر دوسرا وارث ایسا ہے کہ مثل بھائی و چچا کے بعضی صورتون مین محروم ہوجاتا ہے تو قاضی اُسکو ساقط کردیگا اور اگر محروم ساقط نہین ہوتا ہے تو قاضی پہلے کو زیادہ اور دوسرے کو کم حصہ دیگا یعنی مثلاً پہلا مذکر ہے تو قاضی اُسکو میت کا بیٹا قرار دیکر دوسرے کو مثلاً باپ ہو تو چھٹا حصہ دیگا اور اگر دوسری مدعیہ ہو یعنی میت کی زوجہ ہونیکی مدعی ہو تو اسکو آٹھوان حصہ دیگا۔ اگر ایک عورت نے اسکے گواہ پیش کیے کہ

---

[1] تو سب لے لیگا حاصل کلام یہ ہے کہ قاضی اول نے اگر مدعی اول کے وارث ہونیکا حکم دیا اور سبب وراثت بیان نکیا پھر دوسرے مدعی نے دوسرے قاضی کے سامنے میت سے اپنے رشتہ کے گواہ پیش کیے تو دوسرا قاضی پہلے مدعی سے رشتہ دریافت کریگا پس اگر اسنے ایسا رشتہ تبلایا کہ دوسرے مدعی کے ہوتے ہوے اسکو میراث نہین پہونچتی تو تمام میراث مدعی دوم کی ہوگی اور اگر ایسا رشتہ تبلایا کہ دوم وارث نہین ہوسکتا تو دوم کو کچھ نملیگا اور اگر ایسا رشتہ بیان کیا کہ دونون وارث ہوسکتے ہین تو میراث مین دونون شریک کیے جائنگے

فلان شہر کے قاضی نے میرے وارث ہونے کا حکم دیا ہے اور تمام میراث مجھے دلائی ہے تو دوسرا قاضی اُسکو نافذ کریگا جیسا مرد مدعی ہونے کی صورت مین نافذ کرتا ہے پھر اگر اسکے بعد کسی مرد نے دعوی کیا اور گواہ لایا کہ مین اس میت کا باپ یا بیٹا ہون یا کسی عورت نے میت کی زوجہ ہونے کے گواہ پیش کیے تو قاضی پہلی عورت سے دریافت کریگا کہ تیرا کیا رشتہ ہے پس اگر اسنے اپنے کو بیٹی قرار دیا تو اسکے زعم کے موافق تقسیم کریگا اور اگر پہلی عورت جسکے واسطے حکم ہو چکا ہے کم عقل یا نابالغ ہو کہ اپنے رشتہ کو بیان نہ کر سکے تو قاضی عورتون کے حصون مین سے زیادہ حصہ اُسکو دیگا اور ان لوگون کو جو کم حصہ ہوتا ہے دیدے گا کذا فی المحیط۔ اگر ایک شخص نے ایک میت کے وارثون پر دعوی کیا کہ انکے باپ پر میرا اسقدر مال قرض تھا اور وہ مر گیا اور اپنی زندگی مین خوشی سے اُسنے میرے قرضہ کا اقرار کیا تھا اور اسمین سے کچھ نہ ادا کیا اور مر گیا اور ترکہ ان وارثون کے ہاتھ مین میرے قرضہ کے ادا کے قدر اور زیادہ بھی آیا ہے مگر اسنے ترکہ کی چیزین بیان کین تو فتوی کے واسطے یہ مختار ہے کہ ترکہ کی چیزین بیان کرنا قرضہ کے ثابت کرنے کے واسطے شرط نہین ہے ولیکن قاضی وارثون کو قرضہ ادا کرنے کا حکم جب دیگا کہ یہ ثابت ہو جاوے کہ انکو ترکہ وصول ہوا ہے اور اگر انھون نے انکار کیا تو مدعی کو قرضہ لینے کے واسطے اسقدر بیان کرنا ترکہ کی چیزون کا ضرور ہے کہ جس سے انکے ہاتھ مین ہونا معلوم ہو۔ ایک شخص نے ایک دار پر جو دوسرے شخص کے قبضہ مین ہے اس طرح دعوی کیا کہ یہ دار میرے باپ فلان شخص کا ہے اور وہ مر گیا اور اسنے میرے واسطے میراث چھوڑا ہے اور میری ایک بہن ہندہ ہے کہ ہم دونون کے سوا اس کا کوئی وارث نہین ہے اور اس دار کے ساتھ کپڑے اور چوپائے وغیرہ میراث مین چھوڑے تھے پھر ہم نے میراث کو تقسیم کیا اور یہ دار میرے حصہ مین آیا اور اس سبب سے اب یہ دار تمام میری ملکیت ہے اور اس مدعا علیہ کے قبضہ مین ناحق ہے پس یہ دعوی اسکا صحیح ہے ولیکن یہ بیان کرنا ضرور ہے کہ کہے کہ میری بہن نے میراث مین سے اپنا تمام حصہ وصول کر لیا ہے تاکہ مدعی کو تمام دار کے حاصل کرنے کا استحقاق صحیح ہو۔ اور اگر اسنے اپنے دعوے مین بیان کیا کہ میرا باپ مر گیا اور میرے اور میری بہن کے لیے میراث چھوڑا پھر میری بہن نے تمام دار کا میرے لیے ہونے کا اقرار کیا اور مین نے اُسکے قول کی تصدیق کی تو صحیح یہ ہے کہ قاضی ایک تہائی دار کے عوض کی سماعت نہ کریگا کیونکہ تہائی دار کی ملکیت کا دعوی اقرار پر ہے اور اقرار پر ملکیت کا دعوے صحیح نہین ہوتا ہے اور اسی پر عامہ مشائخ کا فتوی ہے یہ ملتقط مین لکھا ہے۔ اگر کسی قرضخواہ کا قرضہ دوسرے شخص پر میعادی ہو اور اسنے قرضہ ثابت کرنا چاہا تو اسکو ثابت کرنے کا اختیار ہے اگرچہ فی الحال ادا کر دینے کا مطالبہ نہین کر سکتا ہے اور اسی طرح اگر عورت نے چاہا کہ اپنے باقی مہر کو شوہر کے ذمہ ثابت کرے تو اختیار ہے اگرچہ فی الحال مطالبہ نہین کر سکتی ہے شمس الاسلام قاضی اوزجندی سے دریافت کیا گیا کہ ایک مال عین ایک شخص کے قبضہ مین ہے اسپر دوسرے نے دعوی کیا کہ یہ مال میرے باپ کی ملک تھا وہ مر گیا اور اسنے میرے واسطے اور فلان فلان وارثون کے واسطے میراث چھوڑا۔ مدعی نے تعداد ورثہ بیان کی مگر اپنا حصہ نہ بیان کیا تو قاضی شمس الائمہ نے فرمایا کہ یہ دعوی صحیح ہے اور اگر اسنے اپنے دعوی پر گواہ سنا دے تو سنے جائینگے ولیکن جب سپرد کر دینے کا مطالبہ کرے تو حصہ کی مقدار بیان کرنی ضرور ہے اور اگر حصہ بیان کیا ولیکن وارثون کی تعداد نہ بیان کی مثلاً کہا کہ یہ مال معین میرے باپ نے میرے واسطے اور چند اور لوگون کے واسطے میراث چھوڑا ہے اور میرا حصہ اسمین سے اسقدر ہے وہ مجھے دلایا جاوے تو اور وارثون کا بیان کرنا ضرور ہے کیونکہ ممکن ہے کہ اسکا حصہ اسکے دعوے سے کم ہو۔ ایک شخص نے دوسرے پر

دعوی کیا کہ میرے فلان شخص پر ہزار درم قرض ہین اور وہ شخص ادا کرنے سے پہلے مرگیا اور تیرے پاس اسکے ہزار درم ہین اور
اسمین سے اپنا قرضہ لانیکا دعوی کیا تو قاضی اسکے دعوی کی سماعت نہ کریگا اور مدعا علیہ سے قسم بھی نہ لیگا اور اگر گواہ پیش کیے
تو نہ سنے جائینگے یہ محیط مین لکھا ہی۔ ایک نصرانی مرگیا اور اسکی عورت مسلمان آئی اور دعوی کیا کہ مین اسکے مرنیکے بعد مسلمان
ہوئی ہون اور مجھے میراث پہونچتی ہی اور وارثون نے کہا کہ تو اسکے مرنے سے پہلے مسلمان ہوگئی ہی پس تجھے میراث نہین پہنچتی ہی تو قول
وارثون کا لیا جاویگا اور اگر ایک مسلمان مرگیا اور اسکی عورت نصرانی تھی پھر اسکے مرنیکے بعد آئی اور وہ اسوقت مسلمان تھی اور دعوی کیا
کہ مین اسکے مرنے سے پہلے مسلمان ہوئی ہون اور وارثون نے کہا کہ تو بعد مرنے کے مسلمان ہوئی ہی تو بھی وارثون کا قول لیا جاویگا[1]
یہ کافی مین لکھا ہی۔ اگر ایک شخص مرگیا اور اسکے چار ہزار درم دوسرے شخص کے پاس ودیعت تھے پھر جسکے پاس ودیعت تھے اسنے
اقرار کیا کہ یہ شخص میت کا بیٹا ہی اور سوا اسکے دوسرا وارث نہین ہی تو مال اسکے سپرد کرنیکا حکم کیا جائیگا بخلاف اسکے کہ اگر اسنے کسی
شخص کے واسطے یہ اقرار کیا کہ یہ شخص ودیعت رکھنے والے کا وکیل قبض ہی یا اسنے اس سے خرید ا ہی تو اسکے دیدینے کا حکم نہ کیا جائیگا بخلاف
قرضدار کے کہ اگر اسنے اقرار کیا کہ یہ شخص قرضہ وصول کرنیکا قرضخواہ کیطرف سے وکیل ہی تو حکم کیا جائیگا کہ اسکو دیدے اور اگر ودیعت کے اپنے پاس رکھنے والے
نے کسی دوسرے کیواسطے بھی اقرار کیا کہ یہ شخص میت کا بیٹا ہی اور پہلے شخص نے کہا کہ سوا میرے اسکا بیٹا نہین ہی تو پہلے کو مال دلایا جاویگا
یہ ہدایہ مین لکھا ہی۔ فوائد ظہیریہ مین فصل ودیعت مین لکھا ہی کہ اگر سپرد کردینے کا حکم نہ کیا گیا اور باین ہمہ اسنے سپرد کردیا پھر واپس لینا چاہا
تو شیخ الاسلام علاء الدین نے فرمایا کہ واپس نہین کرسکتا ہی اور میرے والد نے استاد شیخ ظہیر الدین مرغینانی سے حکایت کرتے تھے
کہ وہ اس مسئلہ کے جواب مین متردد تھے اور بھی فصل ودیعت مین لکھا ہی کہ اگر سپرد کردینے کا حکم ہوا اور اسنے سپرد نہ کیا یہانتک کہ اسکے
پاس تلف ہوگیا تو بعضون نے کہا کہ ضامن نہوگا اور ضامن ہونا چاہیے تھا اور جب میراث وارثون مین یا قرضخواہون مین
تقسیم ہوئی تو قرضخواہ یا وارث سے کفیل نہ لیگا اور بعضے قاضیون نے اسمین احتیاط کی ہی کذا فی النہایہ اور یہ ظلم ہی اور یہ امام اعظم
کے نزدیک ہی کذا فی الہدایہ اور صاحبین نے فرمایا کہ جب تک ان سے کفیل نہ لے مال انکو نہ دیگا اور مدعی وارث کو دیدینا
اسی وقت صحیح ہی کہ جب وہ ایسا وارث ہو کہ دوسرون کے ہوتے ہوے محجوب نہین ہوتا ہی اور اگر ایسا ہووے کہ محجوب
ہوجاتا ہی تو اسکا حکم اسکے برخلاف ہی اور یہ مسئلہ صدر الشہید کی شرح ادب القاضی مین لکھا ہی کہ اگر ایک شخص آیا اور ایک
دار پر جو دوسرے کے قبضہ مین ہی دعوی کیا کہ یہ میرے باپ کا ہی اور اسنے میرے واسطے میراث چھوڑا ہی اور اسپر گواہ قائم کیے
اور گواہون نے وارثون کی تعداد پر گواہی نہ دی اور نہ انکو پہچانا و لیکن یہ بیان کیا کہ میت نے اپنے وارثون کے واسطے میراث
چھوڑا ہی تو یہ گواہی مقبول نہوگی اور نہ کچھ اسکو دلایا جائیگا حتے کہ وارثون کی تعداد پر گواہ پیش کرے کیونکہ جب تک
وارث نہ معلوم ہون تب تک اس مدعی کا حصہ نہ معلوم ہوگا اور نا معلوم پر فیصلہ نہین ہوسکتا ہی اور اس مقام پر تین صورتین
ہین ایک یہی جو مذکور ہوئی اور دوسری یہ کہ گواہون نے گواہی دی کہ یہ شخص میت کا بیٹا اور وارث ہی اور اسکے سوائے کوئی
وارث ہم نہین جانتے ہین تو قاضی بلا توقف تمام ترکہ کا حکم اسکے واسطے دیدیگا اور تیسری صورت یہ ہی کہ گواہون نے کہا کہ یہ شخص

[1] قول لیا جاویگا یعنی موجودہ حالت استحقاق مین کچھ حجت نہین جالانکہ عورت کو حجت ہی کی ضرورت ہی اور وارثون کو دافع ہونے کیو جہت حجت کی ضرورت نہین حالانکہ
حدوث اسلام کا انکے لیے بھی شاہد موجود ہی پس اگر عورت کے لیے ظاہر حال ہی تو وارثون کے لیے ظاہر حدوث ہی پس ساقط ہو کر یہ باقی رہا کہ عورت مدعیہ حجت دیگر لاوے ۱۲

فلان میت کا جو اس دار کا مالک تھا بیٹا ہے اور وارثون کی تعداد کی گواہی نہ دی اور نہ یہ کہا کہ ہم اسکے سوائے دوسرا وارث نہین جانتے ہین تو قاضی چند روز تک توقف کریگا اگر کوئی دوسرا وارث حاضر ہوا تو قاضی میراث دونون مین بانٹ دیگا ورنہ اس مدعی کو دیدیگا اور امام اعظم نے فرمایا کہ اس سے کفیل نہ لیگا اور صاحبین نے فرمایا کہ لیگا۔ اور تمام میراث اس وارث کو اسوقت دیگا کہ جب یہ وارث دوسرے وارث کے ہونے سے محجوب[1] نہو جاتا ہو اور اگر اسکا حصہ مختلف ہوتا ہو جیسے شوہر زوجہ کہ انکے حصہ فرزند کے موجود ہونے اور نہونے کی صورت مین مختلف ہین تو کمتر حصہ اسکے سپرد کر دیگا اور امام محمد نے فرمایا کہ زیادہ حصہ دیگا یعنی شوہر کو آدھا اور زوجہ اگر مدعی ہو تو اسکو چوتھائی دیگا اور امام ابو یوسف نے فرمایا کہ کمتر حصہ اسکے سپرد کر دے گا یعنی شوہر کو چوتھائی اور زوجہ کو آٹھوان حصہ اور امام اعظم کا قول اس مسئلہ مین مضطرب ہے اور یہ اختلاف بابت کفیل لینے کے اسصورت مین ہے کہ جب قرضہ و وارث گواہی سے ثابت ہوا ہو اور اگر اقرار سے ثابت ہوا ہو تو بالاتفاق کفیل لے لیگا یہ نہایہ مین لکھا ہے اگر ایک دار ایک شخص کے قبضہ مین ہے اسپر دوسرے شخص نے دعوی کیا اور گواہ پیش کیے کہ یہ دار میرے باپ کا ہے اور اسنے میرے لیے اور میرے فلان بھائی کے لیے جو حاضر نہین ہے میراث چھوڑا ہے تو آدھے دار کا اُسکے لیے حکم دیا جائیگا اور آدھا باقی اسی کے قبضہ مین چھوڑا جائیگا جسکے پاس ہے اور اس سے کوئی کفیل نہ لیا جائیگا اور یہ امام اعظم کے نزدیک ہے اور صاحبین نے فرمایا کہ جسکے قبضہ مین ہے یعنی فی الحال جو شخص اس مکان موروث پر قابض ہے اسکو دیکھا جاوے کہ میراث کا مقر ہے یا منکر ہے پس اگر وہ شخص اس سے منکر ہو تو اس سے لیکر کسی امانتدار کے سپرد کیا جائیگا اور اگر منکر نہو تو اسی کے پاس رکھا جاوے۔ اور اگر دعوے کسی مال منقول مین واقع ہو تو بعضے کہتے ہین کہ بالاتفاق کفیل لیا جائے گا کیونکہ اسکی حفاظت کی ضرورت ہے اور اسمین نوع اکثر واقع ہوتا ہے بخلاف عقار کے کہ وہ خود محفوظ ہوتے ہین اور اسی وجہ سے وصی کو وارث بالغ غائب کی طرف سے مال منقول بیچنا جائز ہے اور عقار بیچنا جائز نہین[2] ہے اور بعضون نے کہا کہ منقول مین بھی اختلاف ہے اور بسبب ضرورت حفظ کے قول امام اعظم ظاہر ہے اور جب غائب حاضر ہوا تو گواہی دوہرانے کی ضرورت نہین ہے شیخ علی بزدوی نے فرمایا کہ یہی صحیح ہے یہ کفایہ مین لکھا ہے اور اس فیصلہ پر آدھا مکان اسکے سپرد کیا جائیگا اگرچہ دوسرے وارث حاضر نہ ہون کیونکہ ایک وارث میت کیطرف سے جو اُسپر آتا ہے یا اُسکا آتا ہے خصم مقرر ہو سکتا ہے اور وہ سب کی طرف سے ہوتا ہے خواہ مال دین ہو یا عین ہو اور اسکی وجہ یہ ہے کہ فی الحقیقت فیصلہ میت کے واسطے یا میت پر ہوتا ہے اور ایک وارث اسکی طرف سے خلیفہ ہو سکتا ہے بخلاف ایسے قرار استیفاء کے جو اس سے متعلق ہے کہ اسمین دوسرے کی طرف سے نائب نہوگا۔ لیکن واضح ہو کہ کل مال کا استحقاق ایک وارث پر

مثلاً حصہ قرضہ ۱۲

اسوقت ثابت ہوگا کہ جب کل اسکے قبضہ مین ہو ایسا ہی جامع مین مذکور ہے کذا فی الہدایہ

چھبیسوان باب قید اور پیچھا پکڑنے کے بیان مین۔

اگر ایک شخص دوسرے کو قاضی کے پاس لایا اور اس پر اپنا مال گواہی سے یا اسکے اقرار سے ثابت کیا تو بدون درخواست مدعی کے قاضی قرضدار کو قید نہ کریگا اور یہی ہمارا مذہب ہے اور اگر مدعی نے درخواست کی تو پہلی مرتبہ اسکو قید نہ کریگا بلکہ حکم دیگا کہ اٹھکر مدعی کو راضی کر لے پھر اگر دوبارہ آیا تو قید کر دے گا۔ اور

---

[1] محجوب ممنوع یعنے مثلاً دادا کہ باپ کے ہوتے ہوئے محجوب ہوتا ہے اور بیٹا کبھی محجوب نہین ہوتا ۱۲ [2] قولہ جائز نہین اور یہی حکم مان و بھائی و چچا کے مقرر کیے ہوئے وصی کا صغیر کے حق مین ہے ۱۲ م

کتاب الاقضیہ مین دونون قرضون مین خواہ اقرار سے ثابت ہوا ہو یا گواہون سے ثابت ہوا ہو کچھ فرق نہین کیا کہ قید کرنے مین دونون برابر ہین اور اسی کو خصاف نے اختیار کیا ہے اور ہمارا مذہب یہ ہے کہ اگر گواہی سے ثابت ہوا تو اول ہی مرتبہ قید کر دیگا اور اقرار مین اول مرتبہ قید نہ کریگا جبتک کہ اسکی نادہندگی اور دیر کرنا ظاہر نہو اور دوسری بار مین بعضے روایت مین ہے کہ قید کریگا اور بعضے مین ہے کہ نہین بلکہ تیسری بار مین قید کریگا۔ اور جب قید کرنے کا وقت آیا اور قاضی اسکی آسودگی کو جانتا ہے تو اسکو قید کر دیگا اور اگر نہین جانتا ہے تو اس سے دریافت نہ کریگا کہ تیرے پاس مال ہے یا نہین اور یہی ہمارے اصحاب کا ظاہر مذہب ہے اور مدعی سے اسکا حال دریافت کرنے مین ہمارے اصحاب سے ظاہر مذہب یہ ہے کہ نہ دریافت کریگا مگر اس صورت مین کہ مدعا علیہ اسکی درخواست کرے یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہے اگر قرضدار نے مدعی سے اپنی آسودگی دریافت کرنے کی قاضی سے درخواست کی تو قاضی بالاجماع اس سے دریافت کریگا پس اگر قرضخواہ نے کہا کہ وہ تنگدست ہے تو قید نہ کریگا کیونکہ اگر بعد قید کر دینے کے اسکی تنگدستی کا اقرار کرتا تو قید سے رہا کیا جاتا پھر پہلے سے اقرار کرنے سے قید نہ کیا جائیگا۔ اگر قرضخواہ نے کہا کہ اسکو اسقدر قدرت ہے کہ میرا قرض ادا کر دے اور قرضدار نے کہا کہ مین تنگدست ہون تو بعضے مشائخ نے کہا کہ قرضدار کا قول لیا جائیگا اور بعضون نے کہا کہ اگر قرضہ کسی مال[1] کے بدلے واجب ہوا ہے تو جو شخص آسودگی کا مدعی ہے اسکا قول معتبر ہوگا اور یہ امام اعظم سے مروی ہے اور اسی پر فتوی ہے کیونکہ بدل پر وہ قادر تھا تو اب قدرت زائل ہو جانے میں اسکا قول مقبول نہوگا اور اگر قرضہ کسی مال کے بدلے نہین واجب ہوا تو قرضدار کا قول معتبر ہوگا اور بعض نے فرمایا کہ جو قرضہ اسکے معاملہ عقد سے واجب ہوا ہے اس مین اسکا قول کہ مین تنگدست ہون معتبر نہوگا اگرچہ یہ مال کے عوض نہو یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے اور جب معلوم ہوا کہ ایسے قرضہ کی وجہ سے قید کیا جائیگا جو کسی مال کے عوض واجب ہوا ہے تو جاننا چاہیے کہ مفتی بہ قول کے موافق مہر اور کفالت کے عوض قید نہوگا اور یہ برخلاف اسکے ہے کہ جو مصنف نے صاحب ہدایہ کی اتباع سے اور طرسوسی نے انفع الرسائل مین لکھا ہے کہ یہی مفتی بہ ہے یعنی جو اسنے اپنے عقد سے اپنے اوپر لازم کیا اور عوض مال نہ تھا اس مین فتوی مختلف ہے پس اسپر عمل ہوگا جو متون مین ہے کیونکہ جب متون و فتاوی مین اختلاف واقع ہو تو متون پر عمل ہوتا ہے کذا فی البحر الرائق۔ امام محمد نے کتاب الحوالہ مین فرمایا کہ سب قرضون کے عوض کوئی ہو قید ہوگا خواہ بھائی ہو یا چچا یا ماموں یا شوہر یا زوجہ عورت ہو یا مرد مسلمان ہو یا ذمی یا حربی جو امان سے داخل ہوا ہے خواہ تندرست ہو یا اپاہج یا لنجا خواہ لنگڑا ہو یا اسکا ہاتھ خشک ہو گیا ہو یا ہاتھ کٹا ہوا ہو و لیکن ماں و باپ بیٹے کے قرضہ کی بابت قید نہین ہوتے ہین اور اسیطرح دادا و دادی و غیرہ بزرگ رشتے کے قید نہین ہوتے ہین اور امام ابو یوسف سے ایک روایت ہے کہ قید ہونگے اور امام محمد نے فرمایا کہ ہر وہ شخص جسپر نفقہ دینا واجب ہے اور وہ انکار کرے تو قید ہوگا خواہ باپ ہو یا ماں یا دادی یا دادا یا شوہر اور رہا مکاتب و غلام تاجر اسکی قید کی وہی صورت ہے جو ہمنے بیان کر دی ہے اور غلام اپنے مالک کے واسطے قید نہین ہوتا ہے اور نہ مالک غلام کے واسطے جبکہ اسپر[2] قرض نہو اور اگر قرض ہو تو قید ہوگا یہ ذخیرہ مین لکھا ہے۔ اور آزاد لڑکے کی نسبت بعضے مشائخ کی رائے ہے کہ قید ہو اور انھون نے اسکو بمنزلہ بالغ کے ٹھہرایا ہے اور بعضون نے فرمایا کہ اگر اسکا وصی موجود ہو تو تادیباً قید ہوگا کہ پھر ایسا نہ کرے اور اپنے وصی کو

---

[1] مال مثلاً ادھار متاع خریدی تھی اور بظاہر متاع اسکے پاس ہوگی ۱۲ [2] قولہ اسپر یعنے غلام تاجر مقروض ہو کر قرضخواہون کے حقوق مین پھنسا نہو ۱۲

چھوٹے کہ جلد قرضہ ادا کیا کرے اور اگر اسکا باپ یا وصی نہو تو قید نہوگا اور اگر لڑکا ایسا ہو کہ اسکو تصرفات سے ممانعت ہو تو بعض مقام پر مذکور ہی کہ اگر اسکا باپ یا وصی ہو تو باپ یا وصی اسکے قرضہ کے عوض قید ہوگا اور اگر وصی یا باپ نہو تو قاضی ایک شخص دانستہ کو مقرر کرکے بقدر قرضہ کے اسکا مال فروخت کرکے قرضہ ادا کریگا یہ ملتقط مین لکھا ہی۔ اور مکاتب اپنے مالک کو قید کرا سکتا ہی مگر سوائے اُس قرضہ کے جو مال کتابت کی جنس سے ہو۔ اور مالک اپنے مکاتب کو قید نہین کرائیگا خواہ مال کتابت کے عوض ہو یا غیر مال کتابت کے اور ابن سماعہ نے روایت کی ہی کہ مال کتابت کے سوائے مین قید کرا سکتا ہی اور پہلا ہی قول صحیح ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ اور مسلمان ذمی کے قرضہ کے عوض اور ذمی مسلمان کے قرضہ کے عوض قید ہو سکتا ہی اور یہی حال اس حربی کا ہی جو امان لیکر آیا ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی اور حدود و قصاص مین اگر گواہ قائم ہون تو اسوقت تک حوالات مین رہیگا جبتک گواہون کی تعدیل ہو اور اگر گواہ نہ قائم ہون تو انکے قیام سے پہلے قید نہوگا پس اگر ایک گواہ عادل نے گواہی دی تو امام اعظمؒ کے نزدیک قید ہوگا اور صاحبینؒ کے نزدیک حد قذف اور قصاص مین حوالات نہوگا یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی۔ دیت اور ارش کے عوض کسی کی مددگار برادری قید نہوگی لیکن یہ دیت انکے عطیات[1] سے وصول کیجائیگی اور اگر انکے پاس عطیات نہون اور نہ انکو جاگیر و زمین عطیہ مین ملی ہی اور ادا کرنے سے بھی انھون نے انکار کیا تو قید کیے جائینگے یہ خلاصہ مین لکھا ہی۔ اگر قصاص مین مدعی نے قسم طلب کی اور مدعا علیہ نے انکار کیا اور قسم نکھائی تو امام اعظمؒ کے نزدیک قید کیا جائیگا اور یہی حکم ہی کہ اگر قسامت مین قسم طلب کی اور اُسنے انکار کیا ہو۔ اور دعّار[2] وغیرہ جو لوگ مسلمان کو ڈراتے ہین اور اہل فساد سب قید ہونگے یہانتک کہ وہ توبہ کرین اور ظاہر کرین۔ دعّار اس شخص کو کہتے ہین کہ جو لوگون کے مال یا جان یا دونون کے تلف کرنیکا قصد کرے پس جب اس سے جان و مال کا خوف ہو تو وہ قید خانہ مین یہانتک پڑا رہے کہ توبہ ظاہر کرے عورتون کا قید خانہ علیحدہ ہونا چاہیے تاکہ فتنہ نہ پیدا ہو اور امام اعظمؒ سے روایت ہی کہ عورت عورتون کے قید خانہ مین قید ہو لیکن محافظ اسکا محرم ہوگا مختصر خواہر زادہ رحمہ اللہ مین ہی کہ کیا کفیل بالنفس بھی قید ہوگا جیسا کہ قرضہ مین قید ہوتا ہی تو فرمایا کہ ہان اور جس شخص نے کسیکے حکم سے اسکی طرف سے مال کی کفالت کی تھی جب وہ قید ہوا تو وہ اصیل کو قید کرا سکتا ہی جیسا کہ ظاہر ہی کہ جب کفیل سے مطالبہ کیا جاوے تو وہ اصیل سے مطالبہ کریگا اور جب اسکا پیچھا پکڑا جاوے تو وہ اصیل کا پیچھا پکڑ سکتا ہی اور جب کفیل سے مال لے لیا گیا تو وہ اصیل سے لیگا یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی اور ادا کرنے سے پہلے کفیل اپنے اصیل سے مال نہین لے سکتا ہی اور یہ اس بات پر دلالت کرتا ہی کہ قرضخواہ کو اختیار ہی کہ اصیل و کفیل دونون کو قید کرادے اور ایسا واقعہ پیش آیا تھا کہ اسپر فتوی طلب کیا گیا ہی اور اسی طرح کفیل کا کفیل بھی قید ہو سکتا ہی اگرچہ اسی طرح بہت سے لوگ کفیل ہوتے چلے گئے ہون سب قید ہو سکتے ہین یہ خلاصہ مین لکھا ہی اگر ایک شخص قرضہ کے معاملہ مین قید ہوا پھر دوسرا شخص آیا اور وہ بھی اسپر قرضہ کا دعوی کرتا ہی تو قاضی اُسکو قید خانہ سے نکالکر مدعی کے ساتھ حاضر کریگا پس اگر اسنے اقرار کر لیا یا مدعی نے عادل گواہ پیش کیے تو پھر اسکو قید مین بھیجدیگا اور دفتر مین لکھے گا کہ اس مدعی کے قرضہ کے عوض بھی قید ہی یہانتک کہ اگر اسنے ایک شخص کا قرضہ ادا کیا تو دوسرے کے قرضہ کے عوض بھی قید رہیگا یہ محیط مین لکھا ہی دو شخصون کا ایک شخص پر اسطرح قرض ہی کہ ایک کا تھوڑا ہی اور دوسرے کا بہت ہی تو تھوڑے والے کو اسکے قید

---

[1] عطیات یعنے دفتر جہاد کی طرف سے سالانہ جو عطیہ اُنکے نام جاری ہے ۱۲ [2] دعّار بفتح اول و تشدید عین اور آخر رائے مہملہ سینہ زوری سے دھمکا کر مال لینا ۱۲

کرنیکا اختیار ہی اور اسکی بلا رضامندی زیادہ مال والے کو قرضدار کے چھوڑ دینے کا اختیار نہین ہی۔ اور اگر دونون اسکے قید ہو جانے پر راضی ہوے تو پھر ایک کو اسکی رہائی کا اختیار نہین یہ بزازیہ مین لکھا ہی قاضی کو نہ چاہیے کہ کسی قیدی کو قرضہ وغیرہ کے عوض مارے اور نہ اسکو جکڑے اور نہ بیڑی ڈالے اور نہ طوق پہنا دے اور نہ پھیلا کر اسکے ہاتھ پانون باندھے اور نہ اسکو برہنہ کرے اور نہ آفتاب مین کھڑا کرے اور اگر قرضہ کے قیدی پر قاضی کو بھاگ جانے کا خوف ہو تو اسکو چورون کے قیدخانہ مین قید کر دے لیکن اگر اسکے اور چورون کے درمیان عداوت ہی اور اسکی جان کا خوف ہو اور معلوم ہو کہ اگر وہان قید کیا جائیگا تو چور اسکی ایذا کا قصد کرینگے تو وہان نہ بھیجا جائیگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اور قرضدار کو اسکے قرضخواہ کے سامنے اہانت کرنیکے واسطے نہ کھڑا کرے کذا فی الخلاصہ اور اگر یہ قیدی ہمیشہ قیدخانہ سے بھاگ جاتا ہو تو قاضی اسکو چند کوڑے مار کر ادب دیگا یہ ملتقط مین لکھا ہی اور جب قاضی نے کسی قیدی کو قید کیا تو اسکا نام و نسب دفتر مین لکھے اور مدعی کا نام لکھے اور قرضہ کی تعداد لکھے اور اس طرح لکھے کہ فلان بن فلان اسقدر درمون کے عوض فلان روز فلان مہینہ مین فلان سنہ مین مقید ہوا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ امام محمدؒ نے کتاب الحوالہ والکفالہ مین فرمایا کہ اگر کوئی شخص قرضہ کے بابت دو تین مہینہ قید رہا تو پھر قاضی اسکا حال خفیہ دریافت کرے اور اگر چاہے تو قید ہوتے ہی خفیہ دریافت کرے کذا فی المحیط اور واضح ہو کہ اس مدت قید مین روایتین مختلف آئی ہین امام محمدؒ سے روایت ہی کہ انھون نے دو سے تین مہینہ تک مدت مقرر کی اور انھین سے یہ اے روایت ہے کہ چار مہینہ ہی اور حسنؒ نے امام اعظمؒ سے چھ مہینہ کی روایت کی اور طحاوی نے ایک مہینہ کی روایت کی ہی اور بہت سے مشائخ نے طحاوی کی روایت کو لیا ہی اور بعضے مشائخ نے کہا کہ اگر قاضی قیدی کو دیکھے کہ اسپر فقیرون کا سا لباس ہی اور اسکے بال بچے قاضی کے پاس اپنے فقر و فاقہ کی شکایت کرتے ہون اور قرضدار مدعی کے جواب مین نرمی کرتا ہو تو ایک مہینہ قید کرکے پھر اسکا خفیہ حال دریافت کرے اور اگر وہ شخص اپنے مدعی سے سختی کرتا ہو اور سرکشی اس سے ظاہر ہوتی ہو اور اسپر مالداری پائی جاتی ہو تو چار مہینہ سے چھ مہینہ تک قید کرکے پھر اسکا حال دریافت کرے اور اگر ان دونون صورتون کے بیچ کی راہ چلتا ہو اور درمیانی آثار ظاہر ہون تو دو سے تین مہینہ تک قید کرکے پھر اسکا حال دریافت کرے اور اسی پر شیخ ظہیر الدین مرغینانی فتوی دیتے تھے اور ایسا ہی اپنے چچا شمس الائمہ اوزجندی سے روایت کرتے تھے اور بہت سے مشائخ نے فرمایا کہ اس باب مین کوئی میعاد مقررہ لازم نہین ہی کذا فی الذخیرہ اور صحیح یہ ہی کہ یہ قاضی کی راے پر موقوف ہی اگر چھ مہینے گذر گئے اور پھر بھی اسکی سرکشی ظاہر ہوئی تو برابر اسکو قید رکھیگا اور اگر ایک ہی مہینہ گذرا اور اسکی عاجزی اور تنگدستی ظاہر ہو گئی مثلاً اسکے مفلس ہونے پر لوگون نے گواہی دی تو اسکو رہا کر دیگا۔ پھر جب قاضی نے اسکا حال دریافت کرنا چاہا تو اسکے پڑوسیون اور اہل معاملہ سے جو خبردار ہون دریافت کرے کذا فی جواہر الاخلاطی اور پڑوسیون اور اسکے دوستون اور بازاریون مین سے جو لوگ ثقہ ہین انسے دریافت کرے فاسقون سے دریافت نہ کرے پس اگر انھون نے کہا کہ ہم اسکے پاس کچھ مال نہین جانتے ہین تو کافی ہی یعنی اسے اسکی رہائی کر دیجاوے یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی شیخ امام نے اپنی شرح مین فرمایا کہ قید کرنیکے بعد قاضی کا یہ دریافت کرنا بطور احتیاط کے ہی واجب نہین ہی پھر جب دریافت کیا اور گواہ قائم ہوے کہ یہ مفلس ہے تو قاضی اسکو قیدخانہ سے نکال دیگا اور اس گواہی مین لفظ شہادت یا گواہی کی ضرورت نہین ہی صرف خبر دینا کفایت کرتا ہی اور اگر ایک ثقہ نے خبر دی تو کافی ہی اور دو مین احتیاط ہی کذا فی جواہر الاخلاطی اور مشائخ نے فرمایا کہ اگر جھگڑے کی حالت نہو مثلاً قرضخواہ و قرضدار مین جھگڑا نہوا ہو کہ مطلوب نے تنگدست ہو جانیکا دعوی کیا ہو اور طالب نے

سے فراخ دست بتلایا ہو تو ضرور ہی کہ گواہ قائم ہون اور اگر گواہون نے کہا کہ یہ تنگدست ہے تو اُسکو چھوڑ دیگا اور یہ گواہی نفی پر نہین
ہی کیونکہ بعد فراخی کے تنگدستی پیدا ہو سکتی ہی تو گواہی امر حادث پر ہوئی نہ نفی پر کذا فی الذخیرہ۔ اگر قید کرنے سے پہلے ایک عادل
یا دو عادلون نے اسکی تنگدستی کی خبر دی تو دو روایتین آئی ہین ایک مین قبول کرے اور قید نہ کرے اور خصاف کی روایت مین قبول نہ کرے
اور قید کرے اور عامہ مشائخ اسی طرف گئے ہین اور یہی صحیح ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اور خانیہ مین ہی کہ جب وہ چھوڑ دیا گیا تو قرضخواہ کو اُسکا پیچھا[1]
پکڑنے مین اختلاف ہی اور صحیح یہ ہی کہ اسکو پیچھا پکڑنے کا اختیار ہی اور شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ پیچھا پکڑنے کی صورت مین جتنے قول ہین انمین سے
بہتر یہ قول ہی جو امام محمد نے فرمایا کہ آمد و رفت مین اسکا پیچھا پکڑے اور اسکو اپنے اہل و عیال مین جانے سے منع نہ کرے اور صبح و شام
آنے جانے اور وضوء و پائخانے سے نہ روکے اور فتاوی عتابیہ مین ہی کہ اسکے گھر کے دروازے پر بیٹھا رہے حتی کہ وہ نکلے اور یہ اختیار نہین
ہی کہ اسکو کسی جگہ قید کرے کہ یہ حق اسکو نہین پہونچتا ہی اور ہشام نے امام محمد رحمہ اللہ تعالی سے دریافت کیا کہ اگر اس طرح پیچھا
پکڑنا قرضدار کے اہل عیال کو مضر ہو حالانکہ وہ شخص کچہری مین پانی پلا کر کماتا تھا تو امام محمد نے فرمایا کہ مین قرضخواہ کو حکم دونگا کہ اپنا غلام
اسکے ساتھ کرے اور اُسکو یومیہ روزی کمانے سے منع نہ کرونگا اور امام محمد نے فرمایا کہ اگر قرضخواہ چاہے تو اُسکو چند روز چھوڑ دے
پھر اُسکا پیچھا پکڑے پھر مین نے دریافت کیا کہ اگر وہ شخص دستکار ہو تو امام محمد رحمہ اللہ تعالی نے فرمایا کہ اگر وہ ایسا کام ہی کہ باوجود
قرضخواہ کے ساتھ چلتے رہنے کے اُسکو انجام دیسکتا ہی تو اسکے ساتھ رہے اور جہان بیٹھے وہین وہ اپنا کام انجام دیوے اور اگر ایسا کام
کرتا ہو کہ جسمین دوا دوش ہو تو نکلکر طلب کرے پس اگر قرضخواہ کے ساتھ رہنے مین اسکے اہل و عیال کے رزق مین نقصان آتا ہی تو مین
اس سے کفیل بالنفس لے لونگا اور کہونگا کہ جا کر خدا تعالی سے اپنی روزی ڈھونڈھے اور کتاب الاقضیہ مین ہی کہ اگر اسکی
روزی پانی وغیرہ پلانے پر ہی تو قرضخواہ اس سے منع نہین کر سکتا ہی پس اگر خود اسکا پیچھا پکڑے یا نائب یا غلام کو حکم دے
لیکن اگر[2] اسکے عیال کی قدر روزی اپنے پاس سے اسکو دیدے تو اُسکو منع کر سکتا ہی اور یہی کتاب الاقضیہ مین لکھا ہی کہ قرضدار کو
صبح و شام کے کھانے اور پائخانے جانے سے بھی منع نہین کر سکتا ہی لیکن اگر اسکو کھانا دیدے اور پائخانے کی دوسری جگہ مقرر کردے
تو منع کر سکتا ہی اور خانیہ مین لکھا ہی کہ اگر قرضدار نے کہا کہ مین تیرے غلام کے ساتھ نہین بیٹھتا ہون تیرے ساتھ بیٹھونگا تو بعضے
مشائخ نے فرمایا کہ اسکو یہ اختیار ہی اور صحیح یہ ہی کہ ساتھ رہنے مین قرضخواہ کو اختیار ہی خواہ خود ساتھ رہے یا دوسرے
کو ساتھ کرے اور ذخیرہ مین لکھا ہی کہ قاضی امام ابو علی نسفی رح نے فرمایا کہ ہمارے مذہب مین یہ ہی کہ مسجد مین قرضدار کا دامنگیر
ہو کر نہ بیٹھے کیونکہ مسجدین اسواسطے نہین ہین صرف اللہ تعالی کے ذکر کرنیکے لیے ہین اور فقیہ ابو جعفر ہندوانی سے منقول ہے
کہ قرضخواہ رات مین قرضدار کا پیچھا نہ پکڑے اور اگر وہ شخص رات مین کماتا ہو تو رات مین اسکے ساتھ رہے یہ تاتارخانیہ مین
لکھا ہی خصاف رح نے ذکر کیا ہی کہ اگر ایک شخص نے اپنے قرضدار کو قید کرایا پھر خود غائب ہو گیا پھر قاضی نے اسکا حال دریافت کیا تو
تنگدست پایا پس قاضی اس سے کفیل بالنفس لیکر اُسکو رہا کر دیگا کیونکہ اکثر قرضخواہ کا اس طرح غائب ہو جانا قرضدار کے ضرر

---

[1] قولہ پیچھا الخ اسطرح دامنگیر ہونے سے قرضخواہ کی یہ غرض ہوتی ہی کہ جو کچھ وہ روزانہ کماتا ہی اسکے خرچ سے جو بچے وہ اپنے قرضہ مین وصول کرے اور اگر نہ دے تو قاضی سے کہکر حکم حاصل کرے ۱۲ منہ

[2] لیکن اس روایت سے اور مابعد کی روایت سے ظاہر ہوتا ہی کہ قرضدار کا دامنگیر ہونا اسکو تنگ کرنیکے معنی مین بھی ہی حالانکہ اظہر یہ کہ اسکی کمائی سے فاضل اس سے وصول کر لے کیونکہ اسکے پاس موجود نہین ہے پھر تنگ کرنا فضول بلکہ حرج ہے فافہم ۱۲

پہونچانے کی غرض سے ہوتا ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اور امام محمدؒ سے روایت ہے کہ اگر قرضدار قرضخواہ کے حق کا اقرار کرتا ہو تو قرضخواہ کو اسکا پیچھا پکڑنیکا اختیار ہی اگرچہ قاضی نے اسکے ساتھ رہنے کا حکم نہ کیا ہو اور نہ اسکو مفلس قرار دیا ہو پس اگر قرضدار نے کہا کہ میرا پیچھا چھوڑ دے اور مجھے قید کرا دے اور قرضخواہ نے انکار کیا تو اسکو اختیار ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی اور قرضخواہ کو یہ اختیار نہین ہی کہ قرضدار کو دھوپ مین یا برف پر یا ایسی جگہ جو اسکو مضر ہو کھڑا کرے یہ خلاصہ مین لکھا ہی امام محمدؒ سے دریافت کیا گیا کہ اگر عورت قرضدار ہو تو اسکا پیچھا پکڑنے کی کیا صورت ہی فرمایا کہ قرضخواہ کو حکم دونگا کہ ایسی عورت مقرر کرے جو ہر وقت اسکے ساتھ ساتھ اسکا پیچھا کیے رہے پھر دریافت کیا کہ اگر قرضخواہ کو ایسی عورت نہ ملے تو فرمایا کہ اسکو حکم دونگا کہ اسکے ساتھ ایسی عورت کر دے جو اسکے گھر مین ساتھ رہے اور تو اسکے دروازہ پر بیٹھا رہیگا یا خود قرضدار عورت فقط تنہا اپنے گھر مین رہے اور قرضخواہ اسکے دروازہ پر رہے پھر امام محمدؒ سے دریافت کیا گیا کہ اگر عورت کے بھاگ جانیکا خوف ہو تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ مرد کو اس سے زیادہ اختیار نہین ہی اور ابن رستم نے روایت کی ہی کہ جس مقام پر فتنہ کا خوف نہو جیسے مسجد و بازار وہان چاہیے مرد کو اسکے ساتھ کرے خواہ عورت کو اور یہ حکم دن مین ہی مگر رات مین لامحالہ عورت کو ساتھ رکھے اور حاصل یہ ہی کہ عورت کے پیچھا پکڑنے مین ہر طرح فتنہ سے بچنے کا لحاظ رکھا جائیگا ہلال نے کتاب الوقف مین ذکر کیا ہی کہ اگر مدت گذرنے کے بعد گواہون نے اسکے فقیر ہونیکی گواہی دی تو قاضی اسکو رہا نہ کریگا جبتک پوشیدہ دریافت نہ کرے اور یہ بہتر ہی پس اگر پوشیدہ خبر اور گواہی مطابق ہوئی تو بھی رہا نہ کریگا جبتک قیدی سے قسم نہ لے پھر رہا کر دیگا اور اگر پوشیدہ خبر اور گواہی مین خلاف ہوا تو عادل کی پوشیدہ خبر کو لیگا یہ محیط مین لکھا ہی اور امام قاضی خان نے جامع صغیر مین لکھا ہی کہ اگر قاضی نے قید کرنیکے بعد مدت گذرنے سے پہلے دریافت کرنا چاہا تو اسکو یہ اختیار ہی اور اگر گواہی اسوقت پیش ہوئی تو بالاجماع مقبول ہی یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی۔ اگر قیدی نے اپنے افلاس کے گواہ پیش کیے اور مدعی نے اسکی فراخ دستی کے گواہ پیش کیے تو مدعی کے گواہ مقبول ہونگے اور امام محمدؒ نے افلاس کی گواہی کی کیفیت کسی کتاب مین نہین بیان فرمائی اور خصاف نے یون بیان فرمائی ہی کہ گواہون کو یون گواہی دینا چاہیے کہ ہم اسکے پاس کوئی ایسا مال یا اسباب نہین جانتے ہین کہ جس سے یہ فقیر[سلہ] نہ رہے اور فقیہ ابو القاسم نے اسطرح بیان فرمائی ہی کہ یون گواہی دین کہ یہ مفلس نادار ہی کہ ہمکو سوائے اسکے تن کے کپڑے اور رات کے کپڑے کے اسکے پاس کچھ نہین معلوم ہی اور ہم نے اسکا حال ظاہر اور پوشیدہ دونون طرح دریافت کیا ہی پھر جب اسکی تنگدستی دریافت ہوگئی تو پھر جبتک اسکا کچھ مال دریافت نہو اسکو قید نہ کریگا اور اگر قید کی میعاد گذر گئی اسکے بعد گواہ قائم ہوے کہ مفلس ہی اور قرضخواہ غائب تھا تو قاضی اسکی حاضری کا انتظار نکریگا اور کفیل لیکر اسکو رہا کر دیگا کذا فی المحیط۔ اگر قیدی کی مفلسی کے گواہ قائم ہوے اور پہلے اس سے کہ قاضی اسکے افلاس کا حکم دے قرضخواہ نے اسکو چھوڑ دیا مگر قیدی نے قاضی سے کہا کہ میرے گواہون کو مدعی کے سامنے میرے افلاس کا حکم دے تو قاضی اسکی درخواست منظور کریگا تا کہ قرضخواہ اسی وقت اسکو پھر قید نہ کرا دے اور تا کہ دوسرا قرضخواہ اسکو قید نہ کرا دے یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ اگر ایک شخص دو شخصون کے قرضہ کی وجہ سے قید ہو پھر اسنے ایک کو

[سلہ] فقیر نہ رہے یہ روایت اسوجہ سے محل تامل ہے کہ فقیر کا اطلاق ایسی حد تک ہو سکتا ہے کہ جسپر زکوٰۃ واجب نہو حالانکہ وہ ایسا نادار نہین ہوتا جسپر قرضہ ادا کرنا بالفعل نہو لہذا دوسری روایت مختار رہے ۱۲

ادا کر دیا تو جبتک دوسرے کو ادا نہ کر دے قید سے رہا نہ ہوگا اور یہ مسئلہ اسکی دلیل ہے کہ قیدی کو اختیار ہے کہ قرض ادا کرنے میں بعضے قرضخواہوں کو اختیار کرے یعنی بعض کو دے اور بعض کو نہ دے اور فتاوی نسفی میں صریح لکھا ہے کہ ایک شخص پر تین آدمیوں کے ہزار درم قرض ہیں ایک کے پانچسو درم اور دوسرے کے تین سو درم اور تیسرے کے دو سو درم ہیں پھر قرضخواہوں نے رجوع ہو کر اسکو قاضی کے یہاں قید کرایا اور اسکا مال صرف پانچسو درم ہیں تو اسکا مال قرضخواہوں میں تقسیم ہونے کی بابت فرمایا کہ اگر قرضدار خود حاضر ہو تو جس طرح چاہے اپنے خالص ملکیت کو تقسیم کرے اور اسکو اختیار ہے کہ بعضے قرضخواہوں کو مقدم کر لے اور بعض کو اختیار کرے اور بعض کو نہ دے اور اگر وہ شخص حاضر نہو تو قاضی کو اختیار نہیں ہے کہ بعضے قرضخواہوں کو مقدم کرے وہ صرف انکے حصے کے موافق تقسیم کریگا۔ عورت نے اگر اپنے مہر یا قرض کے عوض شوہر کو قید کرایا پس شوہر نے کہا کہ اسکو میرے ساتھ قید کر کیونکہ قید خانہ میں ایسا ٹھکانا ہے تاکہ وہ میرے ساتھ رہے تو خصاف رح نے ذکر کیا ہے کہ اسکے ساتھ قید نہ کریگا اور ہمارے زمانہ کے بعض قاضیوں نے فساد زمانہ کی وجہ سے قید کرنا اختیار کیا ہے کیونکہ جب وہ تنہا ہوئی تو بال چھیل جاویگی یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ نوادر ابن سماعہ میں امام محمد سے روایت ہے کہ ایک شخص مر گیا اور اسکے وارثوں میں بڑے ہیں اور چھوٹے ہیں اور میت کا کسی شخص پر قرض ہے اسکے عوض بڑے بیٹے نے قید کرایا پھر اسکو رہا کرانا چاہا تو جبتک قاضی نابالغوں کیطرف سے اس سے مضبوطی نہ کر لے رہا نہ کریگا۔ قیدی قیدخانہ سے رمضان کا مہینہ آنیکی وجہ سے نہ نکالا جائیگا اور نہ عید کے واسطے اور نہ بقرعید کے واسطے اور نہ جمعہ کے واسطے اور نہ فرض نماز کے واسطے اور نہ حج فرض کے واسطے اور نہ اسکے بعضے رشتہ داروں کے جنازہ کی نماز کے واسطے نکالا جائیگا اگرچہ وہ اپنے نفس کا کفیل دیوے یہ محیط میں ہے اور نہ مریض کی عیادت کے واسطے نکالا جائیگا یہ خلاصہ میں ہے اگر قیدی کا والد یا کوئی بچہ مر گیا اور وہاں کوئی تجہیز و تکفین کرنے والا نہیں ہے تو قیدی کو قاضی قیدخانہ سے نکالیگا اور یہی صحیح ہے اور اگر کوئی شخص وہاں تجہیز و تکفین کرنے والا ہو تو اسکے نکالنے کی کوئی وجہ نہیں ہے اور بعض نے کہا ہے کہ قیدی سے کفیل لیکر اسکو والدین کے اور دادا دادی ایسے بزرگوں اور اولاد کی نماز جنازہ کے واسطے باہر نکالا جاوے اور غیروں کے واسطے نہ نکالا جاوے اور اسی پر فتوی ہے یہ جواہر اخلاطی میں لکھا ہے اور کبری میں لکھا کہ بعض نے کہا ہے کہ والدین اور اجداد اور جدات اور اولاد کے جنازہ کے واسطے نکلنے میں ڈر نہیں ہے اور انکے سوا کے واسطے نہ نکالا جاوے اور فتوی اسپر ہے کہ قرابتی ناتے کے واسطے کفیل لیکر نکالا جاوے انتہی امام ابو بکر اسکاف رح سے روایت ہے کہ اگر قیدی قید میں مجنون ہوا تو حاکم اسکو باہر نہ نکالے۔ اور خصاف رح نے ادب القاضی میں تحریر کیا ہے کہ اگر قیدی مرض میں مبتلا ہوا کہ جس سے وہ بے بس ہو گیا پس اگر اسکا کوئی خدمت کرنے والا ہے تو قیدخانہ سے نہ نکالا جاوے اور نہ علاج کے واسطے نکالا جاوے اور ایسا ہی امام محمد سے مروی ہے یہانتک کہ مروی ہے کہ اگرچہ مر جاوے یہ بھی امام محمد رح سے دریافت کیا گیا کذا فی المحیط۔ اور واقعات ناطفی میں ہے کہ اگر ایسے مرض میں کہ بے بس ہو گیا اور اسکا کوئی خادم نہیں ہے تو قید سے نکالا جاوے ایسا ہی امام محمد سے مروی ہے اور یہ حکم اس صورت میں ہے کہ گمان غالب مر جانے کا ہو اور امام ابو یوسف سے مروی ہے کہ نہ نکالا جاوے اور قیدخانہ میں مرنا یا باہر مرنا برابر ہے اور فتوی امام محمد کی روایت پر ہے کذا فی الخلاصہ۔ امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر قیدی کو نوبا دیا جاوے اور حمام کے واسطے نہ نکالا جاوے اور اگر اسکو جماع کی احتیاج ہو تو قیدخانہ میں ایسی جگہ مقرر کرے کہ جسکو کوئی نہ دیکھتا ہو پس اسکی زوجہ یا باندی کو بھیجنے میں کچھ ڈر نہیں ہے اور فتاوی عتابیہ میں ہے کہ اگر ایسی جگہ قیدخانہ میں

نہ پاوے تو جماع نہ کرے اور قیدخانہ مین بعضے مشائخ نے کمائی کرنیکی اجازت دی ہی اور بعضون نے اس سے منع کیا ہی اور یہی اصح ہی اور
خصاف نے بھی اسی کیطرف اشارہ کیا ہی اور کبری مین ہی کہ قاضی فخر الدین نے فرمایا کہ آجکل فتوی اسپر ہی کہ کمائی کرنے سے منع
نہ کیا جاوے اور قیدی کے پاس اسکے اہل و عیال پڑوسی لوگون کو جانے سے منع نہ کیا جاوے ولیکن انکو دیر تک ٹھہرنے کی
اجازت نہوگی اور مغناقی مین ہی کہ مشائخ نے فرمایا کہ اگر ایسا قیدی ہو کہ جسکے پاس مال ہی اور وہ قرضہ ادا کرنے سے انکار کرتا ہی تو اسکے
واسطے چاہیے کہ گہری جگہ قید کیا جاوے کہ فرش وغیرہ کچھ نہو اور نہ کوئی اسکے پاس جانے پاوے تاکہ اسکا قلب پریشان ہو پس اگر اسکے
پاس مال ہی اور اسنے قرض ادا کرنے سے انکار کیا پس اگر اسکا مال قرضہ کی جنس سے ہو مثلاً قرض درم ہین اور مال بھی درم ہین تو بلا اختلاف
قاضی اسکے مال سے قرضہ ادا کرے اور اگر قرض کی جنس سے نہو مثلاً قرض درم ہین اور مال اسکا عروض و دینار و عقار ہی تو امام اعظم رح کے
نزدیک عروض و عقار کو فروخت نہ کرے اور دینار کے فروخت کرنے مین ایک روایت قیاس اور ایک روایت استحسان ہی پس اگر قاضی
اسکو برابر قید رکھے تاکہ وہ خود اسکو فروخت کرے اور قرضہ ادا کرے اور صاحبین کے نزدیک قاضی اسکے دینار اور عروض کو فروخت
کرے اور اسمین ایک ہی روایت ہے اور عقار کے فروخت کرنے مین دو روایتین ہین اور خانیہ مین لکھا ہی کہ صاحبین رح کے نزدیک ایک
روایت مین مال منقول کو فروخت کردے اور یہی صحیح ہی اور فروخت کرنا ترتیب وار ہوگا کہ پہلے دینارون کو فروخت کرے
پھر عروض کو علی ہذا القیاس یہانتک کہ پورا قرض ادا ہو جاوے یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی۔ کتاب العین و الدین مین شیخ کو یہ ہی کہ دینارون کے
قرضخواہ نے اگر قرضدار کے درمون پر قابو پایا یا اسکے برعکس واقع ہوا تو اسکو اختیار ہی کہ لے لیوے اور یہ امام اعظم کا مذہب ہے اور امام
ابو یوسف و امام محمد کے نزدیک قاضی اسکے مال کو فروخت کرے لیکن پہلے دینارون کو فروخت کرے پھر اگر قرض پورا نہو تو عروض
کو فروخت کرے پھر اگر قرض اس سے بھی پورا ادا نہو تو عقار کو فروخت کرے اور بدون اسکے عقار کو فروخت نہ کرے اور یہ قول
صاحبین کا بنا بر ایک روایت کے ہی نہ دوسری روایت کے اور بعضون نے کہا کہ صاحبین کے نزدیک عروض مین بھی پہلے وہ
فروخت کرے کہ جسکے تلف ہوجانیکا خوف ہو پھر وہ فروخت کرے جسکے تلف ہونیکا خوف نہین ہی پھر عقار کو فروخت کرے
اگر قرضدار کے پاس ایسے کپڑے ہین کہ وہ اس سے گھٹے ہوے کپڑے پر کفایت کرسکتا ہی تو قاضی انکو فروخت کرے اور اسکا قرضہ
انکے کچھ درمون مین سے ادا کرے اور باقی درمون سے اسکے لیے دوسرا کپڑا خرید دے اور علی ہذا القیاس اگر اسکے پاس مکان ایسا ہو کہ
اس سے کمتر پر بسر کرسکتا ہی تو فروخت کرکے اسمین سے کچھ درمون سے قرضہ ادا کرے اور باقی سے اسکے لیے کوئی مکان خرید دے اور اسی
بعضے مشائخون نے کہا ہی کہ قاضی اسکی ہر چیز کو جسکی بالفعل ضرورت نہین ہی فروخت کرسکتا ہی حتی کہ گرمیون مین نمدہ اور
جاڑون مین نطع فروخت کردے اور اگر اسکے پاس پیتل کی انگیٹھی ہو تو فروخت کرکے مٹی کی خرید دے پھر جسقدر
مال قرضدار کیواسطے چھوڑا جاوے اور کسقدر فروخت کیا جاوے اسکی کوئی روایت امام محمد سے کسی کتاب مین نہین آئی ہی اور عمر بن عبد العزیز نے
سے تین روایات ہین ایک روایت مین اسکے پہننے کے کپڑے اور گھر رہنے کا اور خادم اور سواری چھوڑ دیجاوے کہ انکی ضرورت
ہی اور دوسری روایت مین سواری نہین ہی یعنی نہ چھوڑی جاوے اور اسی کو بعض قاضیون نے اختیار کیا ہی اور تیسری روایت
مین ہی کہ تمام مال اسکا فروخت کیا جاوے اور مزدوری کرائی جاوے اور مزدوری اس کے قرضخواہون کو دیجاوے اور
ظاہر الروایت مین ہمارے اصحاب سے اس سے مزدوری نہ کرائی جاوے مگر ایک روایت ابو یوسف سے آئی ہی ولیکن اگر اسنے

خود مزدوری کی تو بقدر اُس دن کی روزی کے اسکے اہل و عیال کے واسطے اُسکو دیجاویگی اور باقی اسکے قرضخواہوں کو دیدیجاویگی اور بعضے قاضی کہتے ہیں کہ اگر وہ شخص گرم ملک میں ہو اور گرمی ہو تو سوائے اسکی ازار کے باقی سب فروخت کیا جاوے اور سردی کی جگہ میں ہو تو بقدر اسکے کہ سردی سے بچے باقی فروخت کیا جاوے حتی کہ اسکا جبہ اور عمامہ کے سوا سب فروخت کیا جاوے اور بعض مشائخ نے کہا کہ ایک جوڑا کپڑا اسکے واسطے چھوڑ دیا جاوے اور باقی فروخت کیا جاوے اور یہی کو شمس الائمہ حلوائی نے اختیار کیا ہے اور بعضے مشائخ نے کہا کہ دو جوڑے کپڑے اسکے لیے چھوڑے جاویں کہ دوسرا نہا کر بدلے اور اسی کو شمس الائمہ سرخسی نے اختیار کیا ہے حسن نے امام ابو یوسف سے روایت کی ہے کہ اگر قاضی کے امین نے قرضدار کا اسباب قرضہ میں فروخت کیا اور ثمن پر قبضہ کیا اور وہ تلف ہو گیا پھر مبیع مشتری سے استحقاق میں لیگئی تو مشتری قرضخواہ سے لیوے اور قرضخواہ قرضدار سے لیوے اور مشتری قرضدار سے نہیں لے سکتا ہے قیدی کا دوسرے شخص کیواسطے قرضہ کا اقرار کرنا صحیح ہے مگر پہلے اس سے قسم لیجاوے کہ واللہ یہ بات بطور تلجیہ[1] کے نہیں ہے اور یہ قول امام ابو یوسف کا ہے اور اگر قیدی نے کسی چیز کے فروخت کا اقرار کیا تو مشتری سے اللہ تعالی کی قسم لیجاویگی کہ میں نے اس سے بطور بیع صحیح کے خریدا ہے اور ثمن دیدیا اور بطور تلجیہ کے نہیں ہے یہ محیط میں لکھا ہے قرضدار عورت کا اس غرض سے نکاح نہ کیا جاوے کہ اُسکے مہر سے قرضہ ادا کیا جاوے۔ یہ ملتقط میں لکھا ہے۔ نوادر ابن سماعہ میں امام محمدؒ سے روایت ہے کہ ایک شخص تنگدست ہے اور اسپر قرض ہے اور اسکا قرض ایک شخص مالدار پر ہے تو اس تنگدست پر جبر کیا جاویگا کہ اپنے قرضدار مالدار پر تقاضا کرے پس اگر اسنے تقاضا کر کے مالدار قرضدار کو قید کرایا تو قاضی اس تنگدست کو قید نہ کریگا اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ اگر تنگدست کا قرض کسی پر ہو تو قاضی اسکے قرضدار کو گرفتار کریگا اور اسکا قرضہ وصول کر کے اُسکے قرضخواہوں کو ادا کرے گا ابن سماعہ نے امام محمد سے روایت کی ہے کہ اگر ایک شخص قرضہ کی بابت قید ہے اور معلوم ہوا کہ اسکا مال اس شہر میں نہیں ہے بلکہ دوسرے شہر میں ہے تو قرضخواہ سے کہا جاویگا کہ اسکو قید سے نکالکر اس سے ایک کفیل لے اور اس سے کہے کہ جا کر اپنا مال فروخت کر کے قرضخواہ کا قرضہ ادا کرے پس اگر اسکو نکالا اور وہ نہ نکلا اور فروخت کرنے کو وہاں نہ گیا تو قید کیا جاوے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ واضح ہو کہ قید ہونیکے واسطے کچھ مقدار مال کی مقرر نہیں ہے حتی کہ ایک درم اور اس سے کم میں قید ہو سکتا ہے کیونکہ اسکا نہ دینے والا بھی ظالم ہے یہ نہایہ میں مبسوط سے منقول ہے۔ اگر دونوں خصم نے قاضی کے سامنے آپس میں گالی گلوج کی اور بے ادبی کی تو چاہیے کہ انکو قید کرے یا تعزیر دے تاکہ پھر ایسی حرکت قاضی کے سامنے کوئی نہ کرے اور عفو کرنا بہتر ہے۔ اور اگر ایک نے ایسا کیا تو بدون دوسرے کی درخواست کے قاضی اسکو تعزیر نہ دے ولیکن اسکو اس حرکت سے منع کرے۔ اگر ایک شخص لوگون کو گالی دیتا ہے پس اگر ایک مرتبہ ایسا کیا تو سمجھا دیا جاوے اور اگر عادت ہے تو پیٹا جاوے اور قید کیا جاوے یہانتک کہ اس حرکت کو چھوڑ دے کذا فی البزازیہ

ستائیسواں باب کس سبب کے ساتھ حکم قاضی رد کیا جاتا ہے اور کب نہیں رد ہوتا ہے۔

یہاں دو باتوں کا لحاظ واجب ہے ایک یہ کہ قضائے قاضی اگر کسی سبب صحیح کے اعتماد پر واقع ہوئی پھر بعد کو وہ سبب باطل ہو گیا تو حکم قاضی باطل نہوگا اور اگر ثابت ہو کہ اصل میں کوئی سبب نہ تھا ولیکن ظاہر میں معلوم ہوتا تھا اور اسی بنا پر حکم ہوا تو بھی امام اعظمؒ اور امام ابو یوسفؒ کے دوسرے قول کے موافق حکم قاضی باطل نہوگا اور امام ابو یوسفؒ کے پہلے قول کے موافق اور یہی قول امام محمد کا ہے کہ

[1] تلجیہ باہمی خفیہ قرار دادِ جو ظاہر کے خلاف کسی نفع کے غرض سے دونوں میں قرار پائی ہو جس سے دیکھنے والے شبہہ میں پڑ جاویں ۱۲

قضا باطل ہوگی دوسری بات یہ کہ اگر مشتری کے پاس مبیع میں استحقاق پیدا ہو تو پہلی بیع متوقف رہتی ہے یعنی اگر مستحق نے اجازت دی تو جائز ہوتی ہے اور پہلی بیع کا فسخ ہوجانا واجب نہیں ہے۔ امام محمد نے زیادات میں فرمایا کہ ایک شخص نے دوسرے سے ایک باندی خریدی اور ہنوز اسپر قبضہ نہ کیا تھا کہ کسی آدمی نے اپنے استحقاق کے گواہ پیش کیے اور بائع اور مشتری دونوں سامنے حاضر تھے اور قاضی نے باندی کا مستحق کے واسطے حکم کیا پھر بائع اور مشتری نے دعوی کیا کہ اس مستحق نے یہ باندی اس بائع کے ہاتھ فروخت کی تھی اور اسکے سپرد کردی تھی پھر اس بائع نے مشتری کے ہاتھ فروخت کی تھی اور اسپر گواہ قائم کیے تو گواہی مقبول ہوگی پس امام محمد نے مستحق کیلیے حکم ہونیکے واسطے بائع اور مشتری کا حاضر ہونا شرط کیا ہے اور یہ شرط لازمی ہے حتی کہ اگر فقط بائع حاضر ہوا یا فقط مشتری حاضر ہوا تو قاضی مستحق کو باندی نہ دلائیگا۔ اور اگر مشتری اور بائع کے پاس مستحق سے خریدنے کے گواہ نہوے اور مشتری نے بیع فسخ کردینے کی قاضی سے درخواست کی تو قاضی منظور کریگا پھر اگر قاضی نے بیع فسخ کردی بعد ازان بائع نے مستحق کے اوپر گواہ قائم کیے کہ مین نے مستحق سے یہ باندی خریدی تھی اور مشتری کے ہاتھ فروخت کرنے سے پہلے خرید کرکے قبضہ کرلیا ہے تو قاضی وہ باندی بائع کو دلاویگا اور بائع کو اختیار نہوگا کہ مشتری کے ذمہ لازم کرے اور امام محمد کا یہ قول کہ بائع نے مستحق پر گواہ قائم کیے اسمین اشارہ ہے کہ انکے مقبول ہونیکی یہ شرط ہے کہ مستحق پر قائم ہون اور اگر مشتری نے باندی پر قبضہ کرلیا پھر گواہ پیش کرکے کسی نے اسکا استحقاق ثابت کیا تو مستحق کیواسطے حکم کیا جائیگا اور صرف مشتری کا حاضر ہونا شرط ہے۔ اور ظاہر روایت کے موافق اگر مشتری نے بیع فسخ کی درخواست کی تو قاضی فسخ کردیگا اور مشتری بائع سے اپنا ثمن واپس لیگا پھر اگر اسکے بعد بائع نے مستحق پر گواہ قائم کیے کہ مین نے مشتری کے ہاتھ فروخت کرنے سے پہلے اسکو مستحق سے خریدا ہے اور قبضہ کرلیا ہے تو قاضی وہ باندی بائع کو دلائیگا اور پہلا حکم قاضی باطل ہوگا حتی کہ بائع کو اختیار ہوگا کہ باندی مشتری کے ذمہ ڈالے اور یہ امام ابو یوسف کا پہلا قول ہے اور یہی قول امام محمد کا ہے اور امام اعظم کے نزدیک اور امام ابو یوسف کے دوسرے قول کے موافق قضاے قاضی باطل نہوگی[1] اور نہ بائع مشتری کے ذمہ ڈال سکتا ہے پھر امام محمد کے نزدیک جب بائع کو پہونچتا ہے کہ باندی مشتری کے ذمہ ڈالے اور بائع نے انکار کیا تو آیا مشتری بھی اسکو بائع سے لے سکتا ہے یا نہیں اس صورت کو امام محمد نے یہان ذکر نہ کیا اور مشائخ نے فرمایا کہ اسکو یہ اختیار نہونا چاہیے اور اسی باب میں امام محمد نے آگے جاکر یہی اشارہ کیا ہے۔ یہ حکم اس صورت مین ہے کہ قاضی نے بیع فسخ کردی ہو اور اگر صرف بائع اور مشتری نے باہم ملکر بیع فسخ کرلی جبکہ باندی مشتری کے پاس سے استحقاق مین لے لی گئی پھر بائع نے مستحق پر گواہ قائم کیے اور قاضی نے اسکو باندی دلادی تو بلا اختلاف بائع کو اختیار نہین ہے کہ باندی مشتری کے ذمہ ڈالے۔ اور اگر استحقاق پیدا ہونیکے بعد مشتری نے چاہا کہ بدون حکم قاضی بلا رضامندی بائع کے بیع فسخ کردے تو اسکو یہ اختیار نہین ہے[2] پس سبب یہ قرار پایا کہ یہان فسخ صحیح ہونیکے واسطے قاضی کا حکم یا بائع کی رضامندی ضرور ہے۔ اگر استحقاق ثابت ہونیکے بعد مشتری نے قاضی سے فسخ بیع کی درخواست نہ کی لیکن بائع سے ثمن واپس کرنا چاہا اور اسنے پھیر دیا پھر بائع نے موافق مذکورہ بالا کے گواہ قائم کیے اور باندی مستحق سے لے لی تو اسکو اختیار نہوگا کہ مشتری کے ذمہ ڈالے اور اگر مشتری کے کہنے سے بائع نے ثمن اسکو دیا

[1] قولہ باطل نہوگی یہ مراد نہین کہ باندی بائع کو نہ ملے گی بلکہ بالاتفاق ملے گی اور اختلاف صرف مشتری کے ذمہ لازم کرنے مین ہے ۱۲

[2] اختیار نہین کیونکہ بیع اپنے ارکان سے واقع ہوچکی تو فسخ کے واسطے رضاے بائع یا حکم قضا ضرور ہے ۱۲ منہ

یہانتک کہ دونوں قاضی کے پاس جھگڑا کیا اور قاضی نے بیع فسخ کرکے بائع کو حکم دیا کہ ثمن مشتری کو واپس کرے پھر ہنوز مشتری
نے ثمن نہیں لیا یا لیا تھا کہ بائع نے موافق مذکورۂ بالا کے مستحق پر گواہ قائم کرکے باندی لے لی تو امام محمدؒ کے نزدیک اور
امام ابو یوسفؒ کے قول اول کے موافق مشتری کے ذمہ ڈال سکتا ہے۔ ایک شخص نے دوسرے سے ایک غلام سو دینار کو خریدا
اور قبضہ کرکے دوسرے کے ہاتھ فروخت کیا اور اسنے قبضہ کرلیا پھر کسی نے دوسرے مشتری پر غلام کا استحقاق ثابت کیا پھر دوسرے مشتری
نے مستحق پر گواہ قائم کیے کہ اسنے غلام اتنے داموں کو پہلے بائع کے ہاتھ فروخت کیا تھا اور اسکے سپرد کردیا تھا اور بائع اول نے میرے بائع کے
ہاتھ فروخت کیا اور سپرد کردیا تو ظاہر روایت کے موافق اسکی گواہی مقبول ہوگی۔ اور اگر دوسرے مشتری نے گواہ قائم کیے لیکن جھگڑا
کرکے اپنے بائع سے اپنا ثمن بحکم قاضی سے لے لیا پھر پہلے مشتری نے گواہ قائم کیے کہ مستحق نے اسکو بائع اول کے ہاتھ فروخت کرکے
سپرد کردیا تھا اسکے بعد مین نے اس سے خریدا ہے اور بحکم قاضی سے وہ غلام مستحق سے لے لیا تو امام محمدؒ کے اور امام ابو یوسفؒ کے
پہلے قول پر اسکو اختیار ہے کہ مشتری ثانی کے ذمہ لازم کرے اور امام اعظمؒ کے قول اور امام ابو یوسفؒ کے دوسرے قول پر اسکو اختیار نہین
ہے اور اگر مشتری اول نے گواہ نہ پائے اور اپنے بائع اول سے قاضی کے حکم سے ثمن واپس لیا پھر بائع اول نے مستحق پر گواہ قائم کیے اور
موافق مذکورۂ بالا کے غلام اس سے لے لیا تو امام محمدؒ کے اور امام ابو یوسفؒ کے پہلے قول پر اسکو اختیار ہے کہ غلام پہلے مشتری کے
ذمہ ڈالے اور ذکر کیا گیا ہے کہ مشتری اول کو امام محمدؒ کے اور امام ابو یوسفؒ کے اول قول کے موافق اختیار نہین ہے کہ دوسرے مشتری
کے ذمہ ڈالے ایک شخص نے دوسرے سے ایک غلام خریدا اور قبضہ کرکے ثمن ادا کیا پھر ایک حقدار آیا اور گواہ قائم کرکے مشتری
کے ہاتھ سے اُسنے قاضی کے حکم سے وہ غلام لے لیا پھر مشتری نے مستحق پر گواہ قائم کیے کہ جس بائع سے مین نے خریدا ہے اسکو اس
مستحق نے اس غلام کے بیچنے کا حکم کیا تھا یعنی اسکو وکیل کیا تھا اور اسنے اسکے حکم سے بیچا ہے تو گواہ مقبول ہونگے۔ اور اگر اسنے گواہ
نہ قائم کیے اور بائع سے اپنا ثمن واپس لینا چاہا اور قاضی نے واپس کردینے کا حکم کیا پھر بائع نے مستحق پر گواہ قائم کیے کہ اسنے مجھے اس
غلام کے فروخت کردینے کا حکم کیا تھا اسکے بعد مین نے مشتری کے ہاتھ فروخت کیا ہے تو دیکھا جاویگا کہ جو اُسنے مشتری کو دیا ہے وہی ہے
جو اُسنے مستحق سے لیا ہے یا اسکو رکھ لیا اور اسکے مثل دیا ہے یا جو لیا ہے اُسکو ضائع کیا اور اسکے مثل ضمان میں دیا ہے تو اسکی گواہی مقبول نہ
ہوگی اور اگر ثمن وکیل کے پاس تلف ہوا اور وکیل نے مشتری کو اُسکے مثل اپنے مال سے دیا ہے تو گواہی مقبول ہوگی پس جب اسکی
گواہی مقبول ہوگئی تو جو مال اُسنے مشتری کو دیا ہے پھیر لیگا اور مستحق سے غلام لیکر مشتری کو دیدیگا اور یہ امام محمدؒ کے اور امام ابو یوسفؒ کے
پہلے قول کے موافق ہے۔ اور اگر مشتری نے یہ غلام دوسرے کے ہاتھ فروخت کردیا اور اسکے پاس سے مستحق نے لیا اور اسنے قاضی
کے حکم سے اپنا ثمن مشتری اول سے واپس لیا پھر مشتری اول نے گواہ قائم کیے کہ مستحق نے بائع اول کو بیع کا حکم کیا تھا تو گواہ
مقبول ہونگے اور مستحق سے وہ غلام لیکر دوسرے مشتری کے ذمہ ڈالیگا اور یہ امام محمدؒ کے اور امام ابو یوسفؒ کے قول اخیر کے
موافق ہے۔ اور اگر پہلے مشتری نے اسپر گواہ نہ پائے لیکن اپنے بائع سے اپنا ثمن خواہ بحکم قاضی سے یا بلا حکم قاضی کے واپس لیا
پھر بائع اول نے مستحق پر اسکے حکم دینے کے گواہ قائم کیے تو اسمین وہی صورتین نکلتی ہین جو ہمنے پہلے مسئلہ مین بیان کی ہین یہ
محیط مین لکھا ہے۔ امام محمدؒ نے فرمایا کہ ایک شخص نے ایک باندی بعوض ہزار درم کے رہن کی اور یہ ہزار درم مرتہن کے اسپر قرض
تھے اور مرتہن نے باندی پر قبضہ کرلیا پھر بلا اجازت مرتہن کے راہن نے وہ باندی لیکر کسی کے ہاتھ فروخت کرکے اسکے سپرد کردی پھر

مرتہن نے اسکے رہن ہونے پر گواہ قائم کیے تو مقبول ہونگے اور آیا مرتہن اس بیع کو فسخ کرسکتا ہی یا نہیں اسمین امام محمدؒ سے روایت ہے کہ فسخ کرسکتا ہی اور صحیح یہ ہی کہ فسخ نہین کرسکتا ہی ولیکن مشتری کو اختیار ہی کہ چاہے بیع فسخ کر دے یا اسقدر صبر کرے کہ رہن کی مدت گزرے اسوقت مشتری باندی کو لے لے پس اگر مشتری نے عقد کا فسخ کرنا اختیار کیا اور قاضی نے عقد فسخ کر کے ثمن بائع سے اسکو دلا دیا پھر بائع نے مرتہن کو زر رہن دیدیا اور باندی لے لی تو اسکو اختیار نہین ہی کہ مشتری کے ذمہ ڈالے اور اگر راہن نے زر رہن ادا کر دیا تھا اور باندی لیکر اس مشتری کے ہاتھ فروخت کی پھر مرتہن نے زر رہن وصول پانے سے انکار کیا اور قاضی نے اسکے پاس باندی رہن ہونیکا حکم دیدیا اور مشتری نے قاضی سے فسخ بیع کی درخواست کی اور قاضی نے فسخ کر کے ثمن اسکو دلا دیا پھر بائع نے گواہ قائم کیے کہ مین نے زر رہن ادا کر کے باندی پھیر کر مشتری کے ہاتھ فروخت کی تھی اور قاضی کے حکم سے باندی مرتہن سے لی اور چاہا کہ مشتری کے ذمہ ڈالے تو کتاب کے بعضے نسخون مین لکھا ہی کہ اگر مشتری نے ہنوز باندی پر قبضہ نہ کیا تھا کہ مستحق نے استحقاق ثابت کر کے باندی لے لی تو بائع اسکے ذمہ نہین ڈالسکتا ہی اور اگر مشتری نے قبضہ کر لیا تھا تو امام محمدؒ کے اور امام ابو یوسفؒ کے پہلے قول کے موافق اسکے ذمہ ڈالسکتا ہی بخلاف قول امام اعظمؒ کے اور دوسرے قول امام ابو یوسفؒ کے اور بعضے نسخون مین لکھا ہی کہ اسکو اختیار ہی کہ مشتری کے ذمہ ڈالے اور اسمین کوئی تفصیل موافق قول امام محمدؒ اور پہلے قول امام ابو یوسفؒ کے نہین فرمائی اور یہی صحیح ہی کذا فی الملتقط

اٹھائیسوان باب گواہی قائم ہونیکے بعد قاضی کے حکم دینے سے پہلے کسی امر کے حادث[1] ہونیکے بیان مین۔ امام محمدؒ نے جامع مین فرمایا کہ ایک غلام زید کے قبضہ مین تھا پھر عمرو آیا اور دعوی کیا کہ میرا غلام ہی اور زید نے انکار کیا پھر عمرو گواہ لانے گیا پھر زید نے خالد کے ہاتھ وہ غلام بیچکر سپرد کر دیا پھر خالد نے زید کے پاس اسکو ودیعت رکھا اور غائب ہوگیا پھر عمرو زید کو قاضی کے پاس اپنے حق کے گواہ سنانے کو لایا پس اس مسئلہ کی کئی صورتین ہین یا تو قاضی کو زید کے فروخت کر دینے کی خبر ہوئی یا خبر نہوئی لیکن مدعی نے اسکا اقرار کیا اور ان دونون صورتون مین عمرو کو زید کے ساتھ خصومت کا حق نہ رہا اور ایسے ہی اگر زید نے گواہ پیش کیے کہ عمرو نے بیع واقع ہونے کا اقرار کیا ہی تو بھی یہی حکم ہی۔ اور اگر اسمین سے کوئی بات نہوئی ولیکن زید نے اپنے فعل پر گواہ قائم کیے اور بیان کیا کہ مقدمہ پیش ہونیکے بعد فروخت کر کے مین نے خالد کی ودیعت مین یہ غلام اپنے پاس رکھا ہی تو قاضی اسکے گواہون کی سماعت نکریگا اور خصومت سے اسکا پیچھا نہ چھوٹیگا اور جب پیچھا نہ چھوٹا اور قاضی نے عمرو کے گواہون پر اسکے حق مین فیصلہ کر دیا تو پھر اگر مشتری اسکے بعد آیا اور اپنے خریدنے کے گواہ سنائے تو سماعت نہوگی یہ محیط مین لکھا ہی اور اس صورت مین اگر بجاے بیع کے ہبہ یا صدقہ کیا اور قبضہ ہوگیا تو مثل بیع کے ہی یہ کبری مین لکھا ہی۔ اور اگر قاضی نے ہنوز مدعی کے گواہون پر حکم نہ کیا تھا کہ مشتری حاضر ہوگیا اور زید نے غلام اسکے حوالہ کیا تو قاضی مشتری کو مدعی کا مدعا علیہ بنائیگا اور مدعی کو دوبارہ گواہ سنانیکی تکلیف دیگا اور اگر قاضی نے مشتری پر مدعی کی ڈگری کر دی تو جو بیع مشتری اور زید مین واقع ہوئی تھی باطل ہو جائیگی اور مشتری اپنا ثمن زید سے واپس لیگا۔ اور اسیطرح اگر زید پر ایک گواہ نے گواہی دی تھی پھر مشتری آگیا اور زید نے غلام اسکے حوالہ کر دیا پھر مدعی نے دوسرا گواہ مشتری پر قائم کیا تو گواہون کی گواہی پر غلام اسکو دلایا جائیگا اور پہلے گواہ کے دوبارہ سنانے کی ضرورت نہوگی اسیطرح اگر زید نے وہ غلام مشتری کے ہاتھ فروخت کر کے اسکے سپرد نہ کیا تھا کہ مدعی آگیا اور زید نے گواہ پیش کیے

---

[1] حادث یعنے ایسی کوئی بات پیدا ہوگئی کہ مثلاً مدعا علیہ خصم نہ رہا وغیرہ ذالک چنانچہ مسائل مین غور کرو ۱۲

کہ مین نے یہ غلام خالد کے ہاتھ فروخت کر دیا ہے اور سپرد نہین کیا ہے تو زید کے گواہون کی سماعت نہوگی جیسا کہ پہلی صورت مین جب
اسنے فروخت کرنے اور سپرد کرنے اور ودیعت رکھنے مین گواہ پیش کیے تھے سماعت نہین ہوئی تھی۔ امام محمدؒ نے جامع مین فرمایا کہ
ایک شخص کے پاس غلام ہے اسپر دوسرے شخص نے دعوی کیا کہ یہ میرا غلام ہے مین نے اسی مدعا علیہ سے اسکو خریدا ہے اور ہزار درم
ثمن اسکو دیدیے ہین اور اسپر گواہ قائم کر دیے اور قابض نے کہا کہ یہ غلام فلان شخص کا ہے کہ اسنے میرے پاس ودیعت رکھا ہے تو خصومت
سے اسکا چھٹکارا نہوگا اور مدعی کو غلام دینے کا حکم دیا جائیگا۔ اور اگر ہنوز قاضی نے مدعی کی ڈگری نہ کی تھی کہ وہ شخص جسکے غلام
ہونیکا مدعا علیہ نے اقرار کیا ہے حاضر ہوا اور اسنے مدعا علیہ کے قول کی تصدیق کی تو قاضی مدعا علیہ سے کہیگا کہ غلام اس شخص کے سپرد کرے
پھر مدعی کی ڈگری[1] اس شخص پر کر دیگا اور دوبارہ گواہ سنانیکی تکلیف مدعی کو نہ دیگا اور اگر مدعی نے کہا کہ مین اس شخص پر دوبارہ گواہ قائم کرکے
سناتا ہون تو اسکو اختیار ہے اور اسوقت جسپر ڈگری ہوئی ہے وہ یہی شخص ہوگا نہ قابض اور اگر مدعی نے دوبارہ گواہ نہ قائم کیے تو جسپر
ڈگری ہوئی ہے وہ قابض ہوگا نہ یہ شخص۔ اور اگر قاضی نے ہنوز مدعی کی ڈگری اس شخص پر نہ کی تھی کہ اس شخص نے گواہ سنائے کہ یہ
میرا غلام ہے مین نے اسکو قابض کے پاس ودیعت مین رکھا تھا یا ودیعت کے گواہ نہ دیے تو اسکے گواہ مقبول ہونگے اور مدعی خرید
کے گواہ باطل ہوجائینگے پھر اگر مدعی نے غلام کے مالک پر گواہ قائم کیے کہ یہ غلام قابض کا تھا اور مدعی نے اس سے ہزار درم
کو خریدا تھا اور ثمن ادا کر دیا ہے تو اسکی دو صورتین ہین یا تو اسنے اپنے گواہ اسوقت کے بعد قائم کیے کہ جب قاضی نے غلام
کے مالک کے گواہون پر غلام اسکی ملک ہونیکا حکم دیدیا ہے پس اس صورت مین مدعی کے گواہون کی سماعت نہوگی اور یا اس
سے پہلے قائم کیے پس اس صورت مین جب اس شخص پر جو ملکیت کا دعوی کرتا ہے اس مدعی نے گواہ قائم کیے تو اسکے گواہ مقبول ہونگے
اور اس مقام پر تین مسئلہ مین پہلا یہی مسئلہ ہے جو ہمنے بیان کیا کہ خریداری کے مدعی نے دو گواہ قائم کیے اور ہنوز اسکے لیے حکم نہوا تھا
کہ قابض نے اقرار کیا کہ یہ غلام دوسرے شخص کا ہے اور اس شخص نے اسکی تصدیق کی اور دوسرا یہ مسئلہ ہے کہ مدعی خرید نے
ایک گواہ قائم کیا کہ مین نے قابض سے خریدا ہے اور قابض نے اقرار کیا کہ یہ غلام دوسرے شخص کا ہے اور دوسرے شخص نے حاضر
ہوکر اسکی تصدیق کی تو قابض پر حکم ہوگا کہ غلام اس شخص کو دیدے پھر اگر خرید کے مدعی نے دوسرا گواہ خرید پر سنایا تو قاضی اسکی
ڈگری کر دیگا اور اسکو یہ تکلیف نہ دیگا کہ اس شخص پر اپنا پہلا گواہ دوبارہ قائم کرے اور اس صورت مین جسپر ڈگری ہوئی ہے وہ وہی
(جسکے واسطے اقرار کیا تھا ۱۲)
قابض ہے نہ یہ شخص جو حاضر ہوا ہے اور تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ خرید کے دعوی کرنے والے نے ہنوز کوئی گواہ قابض پر نہین قائم کیا تھا کہ
اسنے اقرار کیا کہ یہ غلام فلان شخص کا ہے اسنے میرے پاس ودیعت رکھا ہے اور اس شخص نے حاضر ہوکر اسکی تصدیق کی اور قابض نے
غلام اسکے سپرد کر دیا پھر خرید کے مدعی نے اس شخص پر اپنے گواہ قائم کیے اور قاضی نے اسپر ڈگری کر دی تو اس صورت مین جسپر
ڈگری ہوئی ہے وہ یہی شخص ہوگا نہ پہلا قابض۔ جامع مین مذکور ہے کہ ایک شخص دوسرے کو قاضی کے پاس لایا اور اسکے قبضہ مین
ایک گھر تھا کہ اسپر دعوی کیا کہ یہ میرا ہے اور قاضی نے اس سے گواہ طلب کیے پھر دونون قاضی کے پاس سے اٹھ گئے اور مدعا علیہ نے
وہ گھر خالد کے ہاتھ فروخت کر دیا تو بیع صحیح ہے حتی کہ اگر پھر دونون قاضی کے پاس آئے اور مدعی نے اپنے دعوی کے گواہ سنائے
اور قاضی کو مدعا علیہ کے فروخت کر دینے کا حال معلوم ہے یا مدعی نے اقرار کیا تو ان دونون مین خصومت واقع نہ ہوگی اگرچہ وہ گھر

[1] ڈگری کیونکہ وہ قابض ہے اور اگر وہ گواہ لاوے تو بھی مدعی غیر قابض کے گواہ مقدم ہوتے ہین لہذا بہرحال اسی کے واسطے حکم قضاء متعین ہے ۱۲

مدعا علیہ کے قبضہ مین موجود ہوا اور اسیطرح اگر مدعی نے ایک گواہ قائم کیا تھا پھر دونون قاضی کے پاس سے چلے گئے پھر مدعا علیہ نے وہ گھر کسی کے ہاتھ فروخت کیا تو بیع صحیح ہی حتی کہ اگر دونون پھر قاضی کے پاس آئے اور مدعی نے دوسرا گواہ سُنایا تو اُسکی حالت نہوگی بشرطیکہ قاضی کو فروخت کر دینے کا علم ہو یا مدعی اُسکا اقرار کرے۔ اور اگر مدعی نے دونون گواہ قائم کیے اور دونون کی تعدیل ہوگئی اور ہنوز قاضی نے اُنکی گواہی پر حکم نہ کیا تھا کہ دونون اُٹھکر چلے گیے اور مدعا علیہ نے وہ گھر کسی کے ہاتھ فروخت کیا تو بیع صحیح نہین ہے حتی کہ اگر دونون قاضی کے سامنے آئے تو قاضی اُسی گواہی پر حکم دیگا اگرچہ فروخت کر دینے کا حال قاضی کو معلوم ہو یا مدعی نے اسکا اقرار کیا ہو اسواسطے کہ ایک گواہ قائم کرنے اور دو گواہ قائم کرنے مین یہی فرق ہے اور ابن سماعہ نے امام ابو یوسف رح سے روایت کی ہے کہ امام ابو یوسف رحنے ایک گواہ کا بھی حکم مثل دو گواہون کے رکھا ہی اور پہلی صورت مین بھی مدعا علیہ کے بیع کرنے کو باطل[1] کہا ہے۔ امام محمد رح نے فرمایا کہ ایک شخص کے پاس ایک غلام تھا کہ اُسکا دو شخصون نے دعوی کیا اور ہر ایک نے اسکے گواہ پیش کیے کہ یہ میرا غلام ہی مین نے اسکے پاس ودیعت رکھا ہی اور قابض نے اس سے انکار کیا یا نہ انکار کیا نہ اقرار کیا بلکہ ساکت رہا پھر قاضی نے گواہونکی عدالت ظاہر نہونیکی وجہ سے ہنوز کچھ حکم نہ دیا تھا کہ قابض نے دونون مین سے ایک شخص کے لیے اقرار کیا کہ یہ اس خاص شخص کا غلام ہی تو قاضی اُس شخص کو دلوا دیگا۔ پھر جب گواہون کی عدالت ثابت ہو جاوے تو دونون مین آدھا آدھا تقسیم کر دیگا اور چاہیے تھا کہ تمام غلام اُس شخص کو دلا دیا جاوے جسکے لیے قابض نے اقرار نہین کیا تھا کیونکہ وہ اُسکی ملک ہو گیا تھا اور گواہی اُسی پر پیش ہوئی ہی اور اسپر قیاس کیا جاوے کہ اگر گواہ قائم ہونے سے پہلے قابض نے کسی کے واسطے اقرار کیا ہو پھر ہر ایک نے گواہ قائم کیے تو تمام غلام اُسکو ملیگا جسکے واسطے قابض نے اقرار نہین کیا ہے پس ایسا ہی یہان بھی ہونا چاہیے اور جواب یہ ہی کہ گواہی قائم ہونے سے پہلے اور بعد مین فرق ہی پس جب اقرار گواہ قائم ہونے کے بعد ہو تو گواہون کی عدالت ظاہر ہونے پر استحقاق قبل اقرار کے ظاہر ہوگا تو ثابت ہوگا کہ اقرار باطل تھا کیونکہ غیر مالک سے صادر ہوا اور اُسکے بطلان سے تصدیق باطل ہوئی پس اُسکا وجود و عدم برابر ہے اسواسطے دونون مین مساوات رکھی جائیگی اگر ہر ایک نے دونون مدعیون مین سے ایک ایک گواہ پیش کیا پھر قابض نے ایک کے واسطے غلام کا اقرار کیا تو غلام اُسکے سپرد کر دیا جائیگا اور ہر ایک کا گواہ بیکار نہوگا[2] پھر اگر اُس شخص نے جسکے واسطے اقرار نہین ہوا ہی دوسرا گواہ پیش کیا تو غلام اُسکا ہوگا اور اگر ہنوز غلام اُسکی ملکیت ہونیکا حکم نہوا ہو کہ دوسرے مدعی نے جسکے واسطے غلام کا اقرار ہوا ہی دوسرا گواہ پیش کیا تو غلام دونون مین تقسیم ہوگا ولیکن اگر اُس شخص نے جس کے واسطے غلام کا اقرار نہین ہوا ہی غلام دونون مین تقسیم ہونے کا حکم ہونے سے پہلے یون کہا کہ مین اپنا پہلا گواہ دوبارہ پیش کرتا ہون اور دونون کو ایک ساتھ پیش کرتا ہون تو تمام غلام اُسکو دلا دیا جاویگا اور اگر اُس شخص نے جسکے واسطے غلام کا اقرار نہین ہوا ہی یون کہا کہ میرا دوسرا گواہ مر گیا یا غائب ہے تو اُس سے کہا جائیگا کہ لا دوسرا گواہ پیش کر تو تمام غلام تجھے دلوایا جائیگا پس اگر اُسنے دوسرا گواہ پیش کیا تو پہلے کے ساتھ ملا کر تمام غلام اُسے دلوایا جائیگا لیکن اگر اُسنے جسکے واسطے غلام کا اقرار کیا گیا ہی دوسرا گواہ پیش کیا یا دو مستقل گواہ لایا تو غلام دونون مین

[1] قولہ باطل کہا ہے یعنے خواہ ایک گواہ قائم ہو کر بیع کی ہو یا دونون گواہ قائم ہونیکے بعد بہر حال دونون صورتون مین مدعا علیہ کی بیع اور گواہی کو باطل کہا ہے ۱۲ منہ [2] بیکار نہوگا بلکہ دوسرا گواہ پیش کر کے فایدہ لے سکتا ہی یعنے غلام غیر قابض کو دلایا جائیگا ۱۲

تقسیم ہوگا۔ ایک غلام زید کے قبضہ مین تھا اُسپر بکر اور خالد دو شخصون نے گواہ پیش کیے کہ ہر ایک مدعی تھا کہ میرا غلام ہے مین نے اسکو زید کے پاس ودیعت رکھا ہے اور زید انکار کرتا تھا یا چپ تھا اور ہر ایک کیواسطے آدھے غلام کا حکم دیا گیا پھر اگر بکر یا خالد نے وہی گواہ یا دوسرے گواہ پیش کیے کہ یہ غلام میرا ہے تو اس گواہی پر قاضی حکم نہ دیگا اور کچھ فائدہ نہو گا اگر ایک کے گواہون کی تعدیل ہوئی اور دوسرے کی نہوئی یا دوسرے نے کوئی گواہ ہی قائم نہ کیا یا ایک ہی گواہ قائم کیا اور غلام اُس شخص کو دلوایا گیا جسکے گواہون کی تعدیل ہوئی ہے پھر دوسرا بھی دو گواہ عادل لایا تو اُسکے لیے حکم کیا جائیگا کہ غلام لے لے۔ اور اگر خالد نے مثلاً گواہ قائم کیے اور ہنوز اُسکے گواہون کی تعدیل نہوئی تھی یہانتک کہ زید نے اقرار کیا کہ یہ غلام بکر کا ہے اُسنے میرے پاس ودیعت رکھا ہے پھر قاضی نے وہ غلام بکر کو دلوایا پھر خالد کے گواہون کی تعدیل ہوئی اور خالد نے وہ غلام بکر سے لے لیا پھر بکر نے گواہ عادل پیش کیے کہ یہ میرا غلام ہے مین نے اسکو زید کے پاس ودیعت رکھا تھا تو اُسکے گواہ مقبول ہونگے اور غلام اُسکو دلایا جائیگا۔ پھر اگر خالد نے کہا کہ میرے گواہ دوبارہ سُنے جاوین اور مین بکر پر قائم کرتا ہون تو اُس کی دو صورتین ہین اگر اُس نے بکر کے واسطے حکم دیدینے کے بعد پیش کرنا چاہے تو سماعت نہوگی اور اگر بکر کے گواہون کے اوپر حکم دینے سے پہلے پیش کرنا چاہے تو اُس کے گواہونکی سماعت ہوگی کذافی المحیط

انتیسوان باب اُن شخصون کے بیان مین جنکا حاضر ہونا خصومت اور گواہون کی سماعت مین شرط ہے اور حکم قاضی اور اُس کے متعلقات کے بیان مین۔ امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر کوئی غلام اپنے مشتری کے پاس سے ملک مطلق کا استحقاق ثابت کرکے قاضی کے حکم سے لے لیا گیا یعنی مستحق نے اپنا استحقاق ثابت کیا اور کہا کہ میری ملکیت ہے اور عادل گواہون پر قاضی نے اُسکو دلوایا اور مشتری کے ہاتھ سے نکل گیا اور مشتری نے اپنے بائع سے ثمن واپس کرنا چاہا اور بائع نے گواہ پیش کیے کہ یہ غلام میری ملکیت مین میری باندی سے پیدا ہوا ہے اور مستحق کو قاضی نے ناحق دلوا دیا ہے اور تو مجھسے ثمن واپس نہین لے سکتا ہے تو بائع کے گواہ مقبول ہونگے بشرطیکہ اُسنے مستحق کے سامنے پیش کیے ہون کذافی الملتقط اور اسیطرح اگر بائع نے گواہ پیش کیے ہون کہ یہ غلام میرے بائع کی ملکیت مین اُسکی باندی سے پیدا ہوا ہے تو بھی گواہ مقبول ہونگے بشرطیکہ مستحق کے سامنے ہو اور اگر کوئی اعتراض کرے کہ ان صورتون مین بائع کے گواہ کیونکر مقبول ہو گئے کیونکہ یہ بات ثابت ہو گئی ہے کہ جب قابض پر کسی کے لیے ملک مطلق کا حکم جاری ہو تو یہ حکم اُسپر واقع ہوتا ہے جسکی طرف سے قابض نے ملکیت حاصل کی ہے اور یہان مشتری نے بائع کی طرف سے حاصل کی تھی تو حکم بائع پر بھی جاری ہا پس اُسکی گواہی کیونکر مقبول ہوئی اور خلاصہ جواب یہ ہے کہ بائع نے ملک مطلق کا دعوی نہین کیا بلکہ اپنی ملک مین پیدا ہونے کا مدعی ہے اور اُسپر حکم ملک مطلق کا ہوا ہے نہ ملک مین پیدا ہونے کا پس دوسری جہت سے اُسکی دلیل مقبول ہوگی اور اُسکی طرف سیر کبیر مین اشارہ ہے پھر امام محمد رح نے اس گواہی کے قبول ہونے مین مستحق کا حاضر ہونا شرط کیا ہے اور بعضے مشائخ نے کہا کہ یہ شرط نہین ہے اور ایسا ہی شمس الائمہ سرخسی سے منقول ہے اور بعضون نے کہا کہ شرط ہے جیسا امام محمد رح نے اشارہ کیا ہے اور ذخیرہ مین لکھا ہے کہ امام محمد رح کے قیاس اور ابو یوسف رح کے دوسرے قول پر شرط ہے اور امام اعظم رح کے قول اور ابو یوسف رح کے پہلے قول پر شرط نہین ہے اور یہ قول اظہر ہے۔ اور جو چیز اجرت پر دیگئی اُسمین اُجرت پر

ف ۱ یعنے ملک مین پیدا ہونے کی جہت سے ہان جس جہت سے کہ اسپر حکم ہونا لازم آیا ہے اسی جہت سے البتہ مقبول نہ ہوگی ۱۲ منہ

لینے والے اور دینے والے کا حاضر ہونا شرط ہی کیونکہ اُجرت پر دینے والے کی ملکیت ہی اور لینے والا قابض ہی اور اسیطرح دعوے رہن مین راہن اور مرتہن کا موجود ہونا چاہیے کیونکہ راہن مالک ہی اور مرتہن قابض ہی۔ اور اگر شفیع نے شفعہ سے لینا چاہا اور مشتری نے ہنوز قبضہ نہین کیا ہی تو بائع اور مشتری کا حاضر ہونا حکم شفعہ کے واسطے ضرور ہی۔ اور اگر مستعار چیز کو کسی نے استحقاق ثابت کر کے لینا چاہا تو عاریت پر دینے والے اور لینے والے کا حاضر ہونا چاہیے اور زمین کے دعوی مین کاشتکار ون کا حاضر ہونا شرط ہی ولیکن مشائخ نے اختلاف کیا ہی بعضون نے کہا شرط ہی اور بعضون نے کہا کہ شرط نہین ہی اور بعضون نے کہا کہ اگر دانہ بیج کا اُنکا ہو تو شرط ہی اور اگر مالک زمین کا ہو تو شرط نہین ہی۔ اگر ایک شخص نے کسی عورت کے ساتھ نکاح کا دعوے کیا اور اُسکا شوہر دوسرا شخص ظاہر مین موجود ہی تو دعوی اور گواہی کے سننے مین اُسکا حاضر ہونا شرط ہے۔ اگر ایک شخص مر گیا اور ایسی چیزین چھوڑین جو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہو سکتی ہین یعنی مال منقولہ ہین اور اُسپر اسقدر قرض ہی کہ تمام ترکہ اسمین گھرا ہوا ہی اور اُسکا کوئی وارث یا وصی نہین ہی تو قاضی اُسکا ایک وصی مقرر کریگا کہ اُسکا ترکہ فروخت کرے اور وصی مقرر کرنے کے واسطے ترکہ کا سامنے ہونا ضرور نہین ہی اور ترکہ ثابت کرنے کے واسطے بعضون نے کہا کہ ترکہ سامنے ہو اور بعضون نے یہ شرط نہین لگائی ہی اگر قیدی کے مفلس ہونے کے گواہ قائم ہوے تو قرضخواہ کا حاضر ہونا شرط نہین ہی لیکن اگر قرضخواہ یا اُسکا وکیل حاضر ہو تو قاضی اُسکے سامنے رہا کریگا اور اگر حاضر نہو تو کفیل لیکر رہا کریگا۔ اور اگر ایسا نابالغ ہو کہ جسکو تصرفات سے منع کیا گیا ہی اُسپر کسی نے دعوی کیا اور اُسکا وصی موجود ہی تو ایسے نابالغ کا حاضر ہونا شرط نہین ہی ایسا ہی شیخ الاسلام نے شرح کتاب القسمۃ مین بلا تفصیل لکھا ہی اور دعوی کے دین ہونے یا عین ہونے مین یا یہ دین وصی کے کرنے سے پیدا ہوا ہی یا نہین انمین کوئی تفصیل نہین بیان فرمائی اور اجناس ناطفی مین ہی کہ اگر یہ قرضہ ہی وصی کے فعل سے پیدا ہوا ہی تو نابالغ کا حاضر ہونا شرط نہین ہی اور خصاف رحمہ نے ادب القاضی مین لکھا ہی کہ اگر نابالغ مجبور پر دعوے ہوا پس اگر مدعی کے پاس گواہ نہون تو نابالغ کا حاضر ہونا شرط نہین ہی اور اگر مدعی کے پاس گواہ ہون اور وہ جس چیز کا دعوی کرتا ہی اُسکے تلف کر دینے کا دعوی کرتا ہی تو وہ نابالغ کو حاضر کرا سکتا ہی ولیکن اُسکے ساتھ اُسکا باپ آویگا تاکہ اگر نابالغ کے ذمہ کچھ لازم آوے تو اُسکے حکم سے باپ ادا کرے اور کتاب الاقضیہ مین ہی کہ دعوی مین نابالغ کا حاضر کرانا شرط ہی اور بعضے مشائخ نے یہ شرط لگائی ہی خواہ نابالغ مدعی ہو یا مدعا علیہ ہو اور بعضے مشائخ نے اس سے انکار کیا ہی۔ اگر نابالغ کا کوئی وصی نہو اور مدعی نے قاضی سے درخواست کی کہ اسکی طرف سے وصی مقرر کرے تو قاضی منظور کریگا۔ اور وصی مقرر کرنے کے وقت اشارہ کے واسطے نابالغ کا حاضر ہونا شرط ہی اور ہمارے زمانہ کے بعضے مشائخ نے انکار کیا اور کہا کہ اگر نابالغ جھولے مین ہو تو بھی حاضر کرنا شرط ہی کہ مجلس حکم مین حاضر ہووے اور پہلا قول اقرب الی الصواب واشبہ بالفقہ ہے کذا فی المحیط۔ اگر دعوی کسی مریض پر یا پردہ نشین عورت پر واقع ہو تو دونون کا حاضر کرنا شرط نہین ہی کذا فی الذخیرہ۔ ماذون کبیر مین ہے کہ اگر غلام تاجر پر تجارت کا قرضہ ہو گیا اور قرضخواہون نے درخواست کی کہ یہ فروخت کیا جاوے تو قاضی بدون اسکے مالک کی موجودگی کے فروخت نہ کریگا اور یہی ماذون کبیر مین لکھا ہی کہ اگر دو گواہون نے غلام تاجر پر گواہی دی کہ اسنے کچھ غصب کر لیا ہی یا ودیعت کو تلف کیا ہی اور غلام نے انکار کیا یا گواہون نے کہا کہ اسنے غصب یا ودیعت کا اسطرح اقرار کیا ہے یا خریدیا فروخت یا اجارہ کی گواہی دی اور غلام نے انکار

کیا اور اُسکا مالک حاضر نہین ہو تو گواہون کی گواہی مقبول ہوگی اور مالک کا حاضر ہونا شرط نہین ہو اور اگر بجاے غلام تاجر
کے وہ غلام ہو جسکو تصرف کرنے سے اُسکے مالک نے منع کر دیا ہو اور دو گواہون نے گواہی دی کہ اسنے مال تلف کر دیا ہو یا کچھ
غصب کر لیا ہے اور غلام نے انکار کیا تو یہ گواہی بدون مالک کی موجودگی کے مقبول نہوگی اور امام محمد رح نے جو اس مسئلہ مین
فرمایا ہو کہ یہ گواہی مقبول نہوگی اسکے یہ معنی ہین کہ مولی سے غلام کے فروخت کرنے کو نہ کہا جائیگا ولیکن غلام کے حق مین مقبول
ہوگی حتی کہ وہ بعد آزادی کے پکڑا جائیگا۔ اگر مالک غلام کے ساتھ موجود ہو پس اگر مدعی نے مال تلف کر دینے یا غصب کا دعوی کیا
تو قاضی حکم مالک پر دیگا اور اگر ودیعت تلف کر دینے یا کوئی اسباب بضاعت تلف کر دینے کا دعوی ایسے غلام پر کیا جسکو مالک نے
تصرف سے منع کیا ہو تو امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک قاضی اس گواہی کی سماعت نہ کریگا یعنی مالک پر سماعت نہ کریگا اور
امام ابو یوسف رح نے کہا کہ مالک پر سماعت کریگا اور جو نابالغ ایسا ہو کہ اُسکے باپ نے یا وصی نے تجارت کی اجازت دی ہو وہ بمنزلہ اس
غلام کے ہو جسکو اُسکے مالک نے تجارت کی اجازت دی ہو اور اگر ایسے غلام پر جسکو تجارت کی اجازت ہو گواہون نے یہ گواہی دی کہ اُسنے
عمداً قتل کیا ہو یا کسی عورت کو زنا کی تہمت لگائی ہو یا زنا کیا ہو یا شراب پی ہو اور غلام اس سے انکار کرتا ہو پس اگر اُسکا مالک موجود ہو تو
غلام پر بلا اختلاف اس گواہی پر حکم دیا جائیگا اور اگر غلام موجود ہو اور مالک حاضر نہین ہے تو امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک قاضی اُسپر
کچھ حکم نہ دیگا اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک حد اور قصاص کا حکم دیگا جیسا تجارت کی اجازت سے پہلے اگر گواہی قائم ہو تو حکم دیا
جاتا ہو اگر گواہون نے غلام کے اقرار کرنے کی گواہی دی پس اگر ایسے حدود کے اقرار کی گواہی دی جو خالص اللہ تعالی کی ہین جیسے
زنا اور شراب خواری تو بالاجماع یہ گواہی مقبول نہوگی اور اگر تہمت لگانے یا عمداً قتل کرنے کے اقرار پر گواہی دی تو مالک
کی موجودگی مین مقبول ہوگی اور قصاص اور حد کا حکم دیدیا جائیگا اور اگر مالک موجود نہو تو مسئلہ مین ویسا ہی اختلاف ہو جو مذکور
ہوا اگرچہ غلام کے اقرار کرنے کی گواہی گذری ہو۔ اگر کوئی لڑکا ہو کہ جسکو اجازت دیدی گئی ہے یا کم عقل ہو کہ جسکو تصرف کی اجازت
ہے اور اُسپر گواہون نے عمداً قتل کرنے یا زنا کی تہمت لگانے یا شراب پینے یا زنا کرنے کی گواہی دی تو سواے قتل کے
باقی مین گواہی مقبول نہوگی خواہ اجازت دینے والا سامنے موجود ہو یا حاضر نہو اور اگر خطا سے قتل کرنے کی گواہی دی پس اگر
اجازت دینے والا حاضر ہو تو گواہی مقبول ہوگی اور مددگار برادری پر دیت دینے کا حکم دیا جائیگا اور اگر اجازت دینے والا غائب
ہو تو یہ گواہی مقبول نہوگی اور بعضون نے کہا کہ اگر اُسکے گواہ قائم ہون کہ لڑکے یا کم عقل نے عمداً یا خطا سے کسی کو قتل کیا ہے
پس اگر اجازت دینے والا حاضر ہو تو گواہی قبول کیجاویگی اور مددگار برادری پر دیت کا حکم کیا جاویگا اور اگر غائب ہو تو قبول
نہوگی۔ اور اگر گواہون نے لڑکے یا کم عقل کے اقرار پر گواہی دی کہ ان چیزون مین سے کسی جرم کا اقرار کیا ہو تو گواہی
مقبول نہوگی خواہ اجازت دینے والا حاضر ہو یا غائب ہو۔ اور اگر کسی غلام پر کہ جسکو اجازت ہو گواہی دی کہ اُسنے دس درم
یا زیادہ چرائے ہین اور وہ انکار کرتا ہو پس اگر اُسکا مالک حاضر ہو تو گواہی مقبول ہو اور بالاجماع اُسکا ہاتھ کاٹا جائیگا اور
چوری کا مال اگر اُسنے تلف کر دیا ہو تو اُسکی ضمان مالک کو دینی ہوگی اور اگر موجود ہو تو واپس کیا جاوے۔ اگر مالک غائب ہو
تو امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک ہاتھ نہ کاٹا جائیگا اور مال مسروقہ کی ضمانت دیگا اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک ہاتھ
کاٹنے کا حکم دیا جاویگا۔ اور اگر گواہون نے دس درم سے کم چوری کرنے کی گواہی دی تو قاضی مال دلانے کا حکم دیگا اور ہاتھ

کاٹنے کا حکم نہ دیگا خواہ مالک حاضر ہو یا غائب ہو اور اگر ماذون کے دس درم چوری کرنیکے اقرار پر گواہی دی اور مولی غائب ہے تو امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک غلام پر مال کا حکم دیگا اور ہاتھ کاٹے جانے کا حکم نہ دیگا اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک قطع کا حکم دیدیگا اگرچہ مالک غائب ہو۔ اور اگر کسی ایسے غلام پر دس درم یا زیادہ کی چوری کی گواہی دی جسکو مولی نے تصرفات سے منع کیا تھا پس اگر اُسکا مالک غائب ہو تو قاضی کچھ حکم نہ دیگا نہ مال دینے کا نہ ہاتھ کاٹنے کا اور یہ امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک ہے اور اگر گواہوں نے گواہی دی کہ غلام مجور نے اقرار کیا ہے کہ اُسنے چوری کی پس اگر مالک اُسکا حاضر نہیں ہے تو قاضی اس گواہی کو بالکل قبول نکریگا اور اگر حاضر ہو تو گواہی کی سماعت مالک پر ہوگی یعنی غلام کا ہاتھ نہ کاٹا جائیگا اور چوری کے مال کے عوض مالک سے اُسکے فروخت کردینے کا مواخذہ نہ کیا جائیگا و لیکن غلام سے آزاد ہونے کے بعد مواخذہ کیا جاویگا کذا فی المحیط

تیسواں باب

قاضی کے وصی اور قیم مقرر کرنے اور قاضی کے پاس وصیت ثابت کرنیکے بیان مین۔ اگر ایک شخص مرگیا اور اُسی شہر مین مال چھوڑا جہان مرا ہے اور اُسکے وارث دوسرے شہر مین ہین پھر میت پر شہر کے لوگون نے حقوق بیع و اموال کا دعوی کیا تو قاضی کو اُسکی طرف سے وصی مقرر کرنیکے باب مین خصاف رح نے ذکر کیا ہے کہ اگر اُس شہر اور اس شہر مین انقطاع ہو یعنی اکثر قافلہ یہان سے وہان نہ جاتا ہو اور نہ وہان سے یہان آتا ہو تو قاضی میت کی طرف سے وصی مقرر کریگا کذا فی الذخیرہ اور اگر اسطرح کا انقطاع نہو تو نہ مقرر کریگا کذا فی البزازیہ۔ خصاف رح نے ذکر کیا ہے کہ اگر ایک شخص مرگیا اور اُسنے چھوٹی اور بڑی اولاد چھوڑی اور لوگون نے اُسپر قرضہ کا دعوی کیا تو قاضی اُسکے مال کیواسطے وصی مقرر کریگا اور شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ قاضی تین جگہ مال میت کیواسطے وصی مقرر کریگا یعنی میت پر قرضہ ہو یا وارث چھوٹے ہون یا میت نے کچھ وصیتین کی ہون تو وصیتون کے نافذ کرنیکے واسطے وصی مقرر کرے پس انھین جگہون مین قاضی وصی مقرر کرے اور اُنکے ماسوا مقرر نہ کرے اور ظاہراً یہ قول اُسکے مخالف ہے جو خصاف رح نے ادب القاضی مین لکھا ہے و لیکن مخالف نہین ہے اسلیئے کہ شمس الائمہ کی مراد یہ ہے کہ ادائے قرض کیواسطے وصی مقرر کرے اور خصاف رح کی مراد یہ ہے کہ اثبات قرض کیواسطے وصی مقرر کرے۔ اور اگر ایک شخص مرگیا اور اُسنے عروض و عقار چھوڑا اور اسپر چند قرضے ہین اور اُسکے وارث بالغ ہین اور وارثون نے ترکہ فروخت کرنے اور قرض ادا کرنے سے انکار کیا اور قرضخواہ سے کہا کہ ہمنے ترکہ تجھے سونپا اب تو جان اور تیرا کام پس آیا قاضی اُسکی طرف سے وصی مقرر کریگا یا نہین بعضون نے کہا کہ مقرر کریگا اور بعضون نے کہا کہ نہین اور وارثون کو حکم دیگا کہ ترکہ فروخت کرین پس اگر اُنھون نے انکار کیا تو قید کریگا تاکہ فروخت کرین اور اگر قید کرنے سے بھی فروخت نہ کیا تو خود فروخت کریگا یا وصی مقرر کریگا کہ قرضہ بقدر ممکن ادا ہو جاوے اور اگر قاضی نے یتیمون کے ترکہ مین وصی مقرر کیا اور یتیم اُس کی ولایت مین ہین اور ترکہ اُسکی ولایت مین نہین ہے یا ترکہ اُسکی ولایت مین ہے اور یتیم اُسکی ولایت مین نہین ہین یا بعض ترکہ اُسکی ولایت مین ہے اور بعض نہین ہے تو شمس الائمہ رح سے منقول ہے کہ اُنھون نے فرمایا کہ وصی مقرر کرنا ہر صورت مین درست ہے اور تمام ترکہ مین خواہ کہین ہووے وہ شخص وصی شمار ہوگا اور امام رکن الاسلام علی سغدی نے فرمایا کہ جو ترکہ اُسکی ولایت مین ہے اُسکا وصی ہوگا اور جو نہین ہے اُسکا نہوگا کذا فی المحیط۔ قاضی نے اگر وقف کے واسطے متولی مقرر کیا اور نہ مال وقف اور نہ وہ شخص جسپر وقف کیا ہے دونون اُسکی ولایت مین نہین ہین تو شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ اگر مطالبہ اس قاضی کی کچہری مین واقع ہوا تو صحیح ہے اور رکن الاسلام رح نے فرمایا کہ صحیح نہین ہے۔ جن لوگون پر وقف کیا گیا ہے اگر وہ لوگ قاضی کے ولایت مین ہون پس اگر وہ

لوگ طالب علم ہین یا گاؤن والے ہین کچھ معدود لوگ ہین یا خان یا رباط یا مسجد ہے اور زمین وقف اسکی ولایت مین نہین ہے اور اُسنے متولی مقرر کیا تو شمس الائمہ رح نے فرمایا کہ نالش اور مرافعہ سرائے معتبر ہی پس مقرر کرنا صحیح ہے اور امام رکن الاسلام نے فرمایا کہ جسپر حکم دیا جاوے اگر وہ حاضر ہو تو صحیح ہے اور اگر حاضر نہو تو صحیح نہین ہے یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ ایک شخص کسی قاضی کے پاس آیا اور کہا کہ میرا باپ فلان مرگیا اور اُسنے عروض وعقار چھوڑا ہی اور اُسپر قرض ہے اور کسی کو وصی نہین کیا اور مین اُسکو فروخت نہین کر سکتا تاکہ قرضہ ادا کرون کیونکہ مجھے اُسطرف کے لوگ نہین پہچانتے ہین تو قاضی کو روا ہی کہ اُس سے کہے کہ اگر تو سچا ہی تو مال فروخت کرکے ادا کردے پس اگر وہ سچا ہی تو کام ٹھیک ہیگا اور اگر جھوٹا ہی تو قاضی کا حکم کارآمد نہین ہے۔ اگر ایک شخص مرگیا اور اُسنے کسی کو وصی مقرر کر دیا تھا اور وصی نے اُسکی زندگی مین یا مرنے کے بعد وصی ہونا قبول کیا اور قاضی کے پاس اپنی وصایت ثابت کرنیکو آیا تو قاضی دیکھیگا کہ اگر وہ شخص لائق وصی ہونیکے ہی تو اُسکے دعوی کی سماعت کریگا بشرطیکہ اپنے ساتھ ایسے شخص کو لاوے جو خصم ہو سکتا ہی حتی کہ اگر مدعی غلام یا طفل ہی تو دعوی کی سماعت نہ کریگا اور غلام اور نابالغ کا تصرف نافذ ہونے مین مشائخ نے اختلاف کیا ہی اور اصح یہ ہی کہ نافذ نہو گا پس اگر غلام آزاد کیا گیا تو بعد اُسکے قاضی اس کے دعوی کی سماعت کریگا اور اُسکی وصایت کا حکم دے گا اور اگر لڑکا بالغ ہو گیا تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک سماعت کریگا اور امام اعظم رح کے نزدیک سماعت نہ کریگا اور ایسے معاملہ مین خصم یا وارث ہوتا ہی یا موصی لہ یا وہ شخص جسپر میت کا قرض ہی یا جسکا میت پر قرض ہی یہ سلب کتاب الاقضیہ مین ہی کہ منتقی مین بروایت ابراہیم مذکور ہی کہ ایک شخص مرگیا اور اُسپر قرض ہے اور اُسنے تہائی مال یا اسیقدر گنتی کے درم کی کسی کے واسطے وصیت کی اور موصی لہ نے یہ مال یعنی تہائی یا گنتی کے درم لے لیے پھر قرضخواہ آیا اور وارث خواہ حاضر تھے یا غائب تھے مگر اُسنے موصی لہ کو لیجا کر قاضی کے سامنے دعوی کیا تو موصی لہ اُسکا مدعا علیہ نہین قرار پا سکتا ہی اور اسمین اشارہ ہی کہ اگر وصیت ایک تہائی مین واقع ہو تو موصی لہ بمنزلہ وارث کے نہ قرار پاویگا اور اگر تہائی سے زائد مین وصیت ہوا ور وہ صحیح ہو جاوے اسطرح کہ وصیت کرنیوالے کا کوئی وارث ہی نہو تو ایسی صورت مین موصی لہ بمنزلہ وارث کے قرار پاکر قرضخواہ کا خصم مدعا علیہ ہو سکتا ہی کیونکہ تہائی سے زائد وارث کا حق ہوتا ہی اور وارث پر غریم یعنی قرضخواہ دعوی کر سکتا ہی تو ایسے موصی لہ پر بھی دعوی کر سکیگا اور کتاب الاقضیہ والے نے بدون تفصیل کے موصی لہ کو مدعا علیہ قرار دیا ہی اور ایسا معلوم ہوتا ہی کہ مراد یہ ہی کہ جو موصی لہ تہائی سے زائد مال کا ہو وے۔ پھر جب کسی خصم صالح کے سامنے وصی نے گواہ قائم کیے تو قاضی غور کریگا کہ اگر وصی مرد عادل اور نیک سیرت اور تجارت مین ہوشیار ہی تو قاضی اُسکو وصی بنا دیگا اور اگر فاسق اور خائن معلوم ہوا تو وصایت کا حکم نہ دیگا اور اگر بودی فکر کا آدمی اور کم ہوشیار ہی تو اُس کو وصی بنا دیگا مگر اُسکے ساتھ ایک امین ہوشیار تجارت کے کام مین ملا دیگا تاکہ کار تجارت مین مددگار رہون اور یتیم کا مال تلف نہ کرین اور اگر فسق ظاہر ہوا اور نہ معلوم ہوا لیکن قاضی کے نزدیک متہم ہی تو اپنا مشرف اُسکے ساتھ کرے گا یا دوسرا وصی ساتھ کریگا تاکہ ایک کا منفرد تصرف نہو سکے اور اسمین یتیم کی نگاہبانی ہو سکتی ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر گواہی پر وصیت ثابت ہو گئی اور وصیت نامہ مین میت نے چند لوگون کے واسطے قرضہ کا اقرار کیا ہی اور کچھ لوگون کو وصیت کی ہی اور کچھ خیرات کی وصیتین ہین پھر بعضے قرضخواہ حاضر ہوے اور اُنکے حق کا فیصلہ کیا گیا پھر دوسرا آیا تو اسی گواہی پر حکم دینے مین اختلاف ہی خیرات کی وصیت مین ایسی گواہی پر بالاجماع اکتفا کیا جاویگا اور قرض اور وصیتون مین امام اعظم رح کے نزدیک اُسی گواہی پر فیصلہ

نہوگا اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک ہوگا یہ خلاصہ مین لکھا ہی۔ کتاب الاقضیہ مین لکھا ہی کہ ایک شخص قاضی کے پاس آیا اور دعوی کیا کہ میرا بھائی فلان بن فلان مرگیا اور وارثون مین سے باپ فلان بن فلان کو اور مان ہندہ بنت فلان اور بیٹون مین فلان و فلان کو اور بیٹیون مین سے فلانی و فلانی کو اور فلانی اپنی جورو کو چھوڑا ہے اور اُنکے سوا اُسکا وارث نہین ہے اور اُسنے اپنی صحت عقل اور جواز تصرف کی حالت مین مجھے تمام ترکہ کا وصی ٹھہرایا ہی اور مین نے اُسکی وصیت قبول کی اور اُسکا متولی ہوا ہون اور میرے اس بھائی کا اس شخص پر جو میرے ساتھ آیا ہی اسقدر قرضہ ہی اور میرا بھائی سب قرضہ یا کچھ اُسمین سے وصول کرنے سے پہلے مرگیا اور اس شخص قرضدار پر واجب ہی کہ مجھے ادا کرے تاکہ مین میت کے حکم کے موافق اُسکے وارثون کے خرچ مین لاؤنگا تو قاضی اسکے دعوی کی سماعت کریگا اور پہلے مدعا علیہ سے اُس شخص کے مرنیکو دریافت کریگا اگر اُسنے اقرار کیا تو اب مطالبہ وصی کی طرف سے درست ہوا پھر قرضہ کو دریافت کریگا اگر اُسنے اقرار کیا تو پھر اُسکے وصی ہونے کو دریافت کریگا اگر اُسنے اقرار کرلیا تو مال دیدینے کا حکم نہ دیگا جبتک کہ اُسکا وصی ہونا گواہی سے ثابت نہو۔ خصاف رح نے ادب القاضی مین لکھا ہی کہ ایک شخص نے دعوی کیا کہ فلان شخص مرگیا اور اُسنے مجھے وصیت کی تھی کہ جو اُسکا قرضہ اس شخص پر ہے اور جو مال عین اُسکا اُسکے پاس ہی دونون وصول کرون اور مدعا علیہ نے ان سب کی تصدیق کی تو اُسکو حکم نہ دیا جائیگا کہ دین اور عین اسکے سپرد کردے اور جامع کبیر مین ہی کہ پہلا قول امام محمد رح کا یہ تھا کہ مدعا علیہ کو قرضہ ادا کر دینے کا حکم دیا جائیگا نہ مال معین کا پھر اُنھون نے رجوع کیا اور کہا کہ دونون کا حکم نہوگا پس کتاب الاقضیہ کا قول جامع کے دوسرے قول امام محمد رح کے موافق ہی اگر قرضدار نے اُسکی موت کا اقرار کیا ولیکن مال اور وصیت سے انکار کیا تو مدعی کو پہلے حکم کیا جائیگا کہ وصیت پر گواہ لاوے اور جب گواہی سے وصیت ثابت ہوجاوے تو پھر مال پر گواہ طلب ہونگے اور اسیطرح اگر مدعا علیہ نے سب کا انکار کیا تو پہلے مدعی سے موت اور وصی ہونے پر گواہ طلب ہونگے اور جب گواہ پیش ہوگئے اور ثبوت ہوگیا تب مال کے گواہ طلب ہونگے پس اگر اُسنے پہلے مال کے گواہ پیش کیے پھر وصیت کے گواہ لایا تو مال کے گواہ نامقبول اور دوبارہ قائم کرنے کا حکم دیا جاویگا اور اگر وصیت اور مال اور موت کے ایک ہی گواہ ہون اور ان سب پر ایکبارگی اُسنے یہی گواہ قائم کیے تو امام اعظم رح نے فرمایا کہ مال کی گواہی نامقبول اور دوبارہ پیش کرنیکا حکم دیا جائیگا اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ مقبول ہونگے ولیکن قاضی ترتیب وار حکم دیگا یعنی پہلے وصیت کا پھر مال کا یہ خصاف رح نے ذکر فرمایا ہی اور دوسرے مقام پر ذکر کیا ہے کہ امام اعظم رح کے نزدیک مال کے گواہ نامقبول اور امام محمد رح کے نزدیک مقبول ہونگے اور یہان لکھا کہ امام ابو یوسف رح کا قول مضطرب ہی۔ اگر مدعا علیہ نے وصیت اور موت کا اقرار کیا اور مال سے انکار کیا اور مدعی کے پاس گواہ نہین ہین اور اُسنے مدعا علیہ کو قسم دلانیکی درخواست کی تو قاضی منظور کریگا اور اگر مال اور موت کا اقرار کیا اور وصیت سے انکار کیا تو قاضی کو اختیار ہی کہ وصی مقرر کردے اور اگر اُسنے نہ مقرر کیا تو مدعی کو قسم لینے کا حق نہین پہونچتا ہی اور اگر وصیت اور مال کا اقرار کیا اور موت سے انکار کیا تو یہان قسم لینے کی وہی صورت ہی جو وارث کی نسبت گذر چکی ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ وصی یا قیم نے دعوی کیا کہ قاضی معزول نے ہمارا سالانہ یا ماہوار اسی مقرر کیا تھا اور اسقدر ہر ماہ مین مقرر کیا تھا تو قاضی جدید نافذ نہ کریگا اور اگر قاضی معزول نے تصدیق کی تو بھی نافذ نہ کریگا اور اگر اُسکے گواہ گذرے کہ جب قاضی معزول قاضی تھا تو اُس نے

ایسا کیا تھا تو یہ گواہی قبول ہوگی پھر قاضی غور کرے گا کہ یہ اجرت اگر کام کے برابر ہی یا کم ہی تو نافذ کرے گا اور اگر زیادہ ہی تو بقدر کام کے دے گا اور زیادتی باطل کرے گا اور اگر وصی یا قیم نے وصول کر لیا ہی تو زیادہ واپس کر دینے کا حکم کرے گا یہ خلاصہ مین لکھا ہے۔ اگر صغیر کا باپ مسرف ہی کہ صغیر کا مال تلف کرتا ہی تو اُسکی حفاظت کے واسطے وصی مقرر کریگا۔ اگر وارث نے اپنے مورث سے کوئی چیز خریدی اور اُسکے مرنے کے بعد مبیع مین عیب پایا تو قاضی میت کی طرف سے ایک وصی مقرر کریگا کہ اُسکو واپس کر دے اور اسی طرح اگر باپ نے اپنے نابالغ سے کوئی چیز خریدی اور اسمین عیب پایا تو قاضی نابالغ کی طرف سے وصی مقرر کرے کہ باپ اُسکو واپس کر دے یہ بزازیہ مین لکھا ہی

اکتیسوان باب[۱]

قضاء علی الغائب کے بیان مین اور ایسے حکم قضا کے بیان مین جو دوسرے[۲] پر بھی متعدی ہوتا ہی اور گواہ پیش کرنے مین اور بعض اہل حق کے دوسرون کی طرف سے قیام کرنے کے بیان مین۔ واضح ہو کہ جو شخص کچہری مین نہ موجود ہو اور نہ اُسکو دعوی مدعی کی اطلاع ہو اُسپر حکم دینا قضاء علی الغائب ہی قال فی الکتاب گواہون کی گواہی پر غائب شخص پر حکم دینا یا اُسکے[۳] لیے فیصلہ کرنا جائز نہین ہی لیکن اگر اُسکی طرف سے کوئی خصم حاضر ہو تو جائز ہی اور جو اُسکی طرف سے حاضر ہو یا تو وہ قصداً ہی مثلاً غائب نے کسی کو وکیل کر کے بھیجدیا یا حکماً ہو اور حکماً اس طور سے ہونا چاہیے کہ ایک حاضر شخص پر دعوی ہو اور جو دعوی غائب پر ہی وہ اس حاضر کے دعوے کا لامحالہ سبب ثبوت ہی یا شرط ہی اور یہ شیخ الاسلام بزدوی نے ذکر کیا ہی اور شمس الاسلام محمود اوزجندی اسی پر فتوی دیتے تھے اور عامہ مشائخ کے نزدیک یہ طور کہ غائب پر جو دعوی کیا گیا ہی وہ حاضر کے دعوے کا لامحالہ سبب ثبوت ہو اور اسی کی طرف امام محمد رح نے کتابون مین جابجا اشارہ کیا ہی یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی اور امام خواہر زادہ نے اس صورت کو کہ غائب اور حاضر پر ایک ہی چیز کا دعوی ہو اور اس صورت کو کہ دونون پر دو چیزون کا دعوی ہو یکسان رکھا ہی اور حاضر شخص کے غائب کی طرف سے خصم ہونے مین سبب ہونا دونون مین شرط ہی اور امام اوزجندی اور عامہ مشائخ نے ذکر کیا کہ سبب ہونا ایسی صورت مین شرط ہی کہ جب دعوی دو چیزون کا ہو اور یہی قول فقہ سے اشبہ معلوم ہوتا ہے۔ اگر دعوی دونون پر ایک ہی چیز کا ہو تو اس قاعدہ کا بیان و مثال یہ کہ ایک مکان جو عمرو کے ہاتھ مین ہی اُسپر زید نے دعوی کیا کہ مین نے اُسکو خالد سے خریدا ہی اور خالد غائب ہی اور وہ اُسکا مالک تھا اور مجھسے عمرو نے غصب کر لیا ہی اور عمرو نے کہا کہ یہ مکان میرا ہی پھر زید نے اپنے گواہ قائم کیے تو گواہی مقبول ہوگی اور یہ حکم عمرو اور خالد دونون پر جاری ہوگا اور حاضر غائب کی طرف سے خصم قرار پاویگا کذا فی الذخیرہ۔ اگر ایک شخص پر دعوی کیا کہ اُسنے فلان شخص کی طرف سے اس طور پر کفالت کی ہی کہ جو میرا اُسپر حق ثابت ہو اُسکا کفیل ہی پھر مدعا علیہ نے کفالت کا اقرار کیا اور حق سے انکار کیا اور مدعی نے گواہ پیش کیے کہ میرے فلان شخص پر ہزار درم ثابت ہوئے ہین تو کفیل اور مکفول عنہ دونون پر حکم قضا جاری ہوگا حتی کہ اگر فلان شخص غائب آیا اور اُسنے انکار کیا تو التفات نہ کیا جاویگا۔ اگر زید نے ایک گھر کے شفعہ کا جو عمرو کے قبضہ مین ہی دعوی کیا اور عمرو نے کہا کہ یہ گھر میرا ہی مین نے کسی سے خریدا نہین پھر زید نے گواہ قائم کیے کہ عمرو نے یہ گھر خالد سے ہزار درم مین خریدا جو اُسکا مالک تھا اور زید اُسکا شفیع ہی تو خرید کا حکم عمرو پر اور خالد غائب دونون پر ہوگا یہ فصول عمادیہ مین ہی۔ اگر دعوی دو چیزون کا ہو تو اس قاعدہ کا بیان مثال مین یہ ہے کہ اگر دو گواہون نے کسی شخص کے حق کے

[۱] جبکہ ڈگری ہو جاوے اسکے علاوہ دوسرے پر بھی متعدی ہے ۱۲ [۳] اسکے لیے یعنی اسکے واسطے ڈگری ہو جاوے ۱۲

واسطے دوسرے پر گواہی دی پس مدعا علیہ نے طعن کیا کہ یہ دونوں فلاں شخص کے جو غائب ہے غلام ہیں پھر مدعی نے گواہ سنائے کہ فلاں غائب ان دونوں کا مالک تھا مگر اسنے بحال ملک انکو آزاد کر دیا ہے تو یہ گواہی مقبول ہوگی اور حاضر اور غائب دونوں کے حق میں آزاد ہونا ثابت ہو جائیگا اور یہاں دعوی دو چیزوں میں ہے یعنی حاضر پر مال کا دعوی ہے اور غائب پر غلاموں کے آزاد کرنیکا مگر غائب پر دعوی ثابت ہونا یعنی غلام کا آزاد ہونا باعث ثبوت حاضر کے دعوی کا ہے کہ حاضر پر ان گواہوں آزاد غلاموں کی گواہی پر ثابت ہوگا کذا فی الذخیرہ اگر زید پر کسی جورو والے آدمی کو زنا کی تہمت لگانے سے حد واجب ہوئی پھر زید نے کہا کہ میں تو غلام ہوں مجھپر آدھی حد واجب ہے اس آدمی نے کہا کہ نہیں تجھے تیرے مالک نے آزاد کر دیا ہے اور تجھپر پوری حد آویگی اور آزادی پر گواہ قائم کیے تو گواہی مقبول ہوکر حاضر اور غائب دونوں کے حق میں حکم نافذ ہوگا حتی کہ اگر غائب آیا اور آزاد کرنے سے انکار کیا تو التفات نکیا جاویگا اگر ایک شخص قتل کیا گیا اور اسکے دو وارث ہیں کہ ایک غائب ہے پھر حاضر نے دعوی کیا کہ غائب نے قاتل کو معاف کیا اور میرے حق کا اسپر مال واجب ہوا اور قاتل نے اسکے معاف کرنے سے انکار کیا پھر مدعی نے گواہ قائم کیے تو مقبول ہوکر غائب اور حاضر پر حکم دیا جائیگا یہ فصول عمادیہ میں ہے اگر دعوے دو چیزوں میں واقع ہو مگر غائب پر جو دعوی ہے ضرور نہیں ہے کہ وہ حاضر کے دعوے کے ثبوت کا لا محالہ سبب پڑ جاوے بلکہ کبھی نہیں ہوتا ہے تو حاضر شخص غائب کیطرف سے خصم قرار نہ پاویگا اور اسکے بیان کی مثال یہ ہے کہ زید نے ایک شخص غائب کی عورت سے کہا کہ مجھے تیرے شوہر فلاں شخص نے وکیل کیا ہے کہ میں تجھے اسکے پاس پہونچا دوں پھر عورت نے کہا کہ وہ تو مجھے تین بار طلاق دے چکا ہے اور اسپر اسنے گواہ قائم کر دیے تو اسکی گواہی وکیل پر مقبول ہوگی نہ غائب پر تاکہ طلاق ثابت ہو جاوے حتی کہ اگر غائب آیا اور طلاق دینے سے انکار کیا تو عورت کو دوبارہ گواہ لانے کی ضرورت ہوگی کذا فی الذخیرہ ایک شخص زید کے غلام کے پاس آیا اور کہا کہ تیرے آقا زید نے مجھے وکیل کیا ہے کہ میں تجھے اسکے پاس پہونچا دوں پھر غلام نے گواہ سنائے کہ زید نے مجھے آزاد کر دیا ہے تو وکیل کے حق میں مقبول ہونگے اور آزادی ثابت نہوگی حتی کہ اگر زید آیا اور اسنے انکار کیا تو غلام کو دوبارہ گواہ سنانے کی ضرورت ہوگی کذا فی البزازیہ۔ اگر حاضر و غائب پر دو چیزوں کا دعوی ہو اور غائب کا دعوی سبب ثبوت حاضر کے دعوی کا بھی ہو لیکن اس طرح سبب ہو کہ اگر وہ مدعی باقی ہے تو سبب ہے اور اپنے نفس فی ذاتہ سبب ثبوت نہیں تو قاضی ایسی گواہی پر التفات نہ کرکے حاضر اور غائب کسی پر حکم نہ دیگا اس قاعدہ کا بیان یہ ہے کہ ایک شخص نے دوسرے سے ایک باندی خریدی پھر مشتری نے دعوی کیا کہ میرے خریدنے سے پہلے بائع نے اسکو فلاں غائب کے ساتھ بیاہ دیا ہے اور میں نے اسکو لاعلمی میں خریدا ہے اور بائع نے اس سے انکار کیا اور مشتری نے گواہ قائم کرکے باندی واپس کرنی چاہی تو قاضی یہ گواہی مقبول نہ کریگا نہ حاضر پر اور نہ غائب پر کیونکہ غائب کا نکاح اگر ابتک باقی ہے تو اسکو واپسی کا حق پہونچتا ہے اور اسنے نکاح باقی ہونیکے گواہ نہیں قائم کیے اور اگر نکاح باقی ہونیکے گواہ قائم کرے تو بھی مقبول نہونگے کیونکہ باقی رہنا نکاح کے بعد ہے اور جب ثبوت نکاح میں خصم قرار نہ پایا تو بقاء نکاح میں بھی قرار نہ پاویگا۔ اگر اسیطرح اگر کسی نے بطور بیع فاسد کے کوئی چیز خریدی پھر دعوی کیا کہ میں نے فلاں شخص کے ہاتھ فروخت کر دی ہے اور وہ شخص غائب ہے اور اس سے اسکی غرض یہ ہے کہ بائع کا حق واپسی جاتا رہے تو حاضر و غائب

دونون کے حق مین گواہی قبول نہو گی۔ اور اسیطرح اگر ایک شخص کے قبضہ مین ایک گھر ہو اسکے پہلو مین دوسرا گھر فروخت
کیا گیا اسکو مشتری نے خریدا پھر جسکے قبضہ مین گھر ہو اسنے فروخت کیے ہوے گھر کو شفعہ مین لینا چاہا پھر مشتری نے کہا کہ جو گھر تیرے
قبضہ مین ہو یہ تیرا نہین فلان شخص کا ہو اور شفیع نے گواہ قائم کیے کہ جو گھر میرے قبضہ مین ہو میرا ہو مین نے اسکو فلان غائب سے
خریدا ہو تو اسکے خریدنے کا حکم حاضر و غائب دونون کے حق مین دیا جاویگا۔ جامع صغیر مین مذکور ہو کہ زید نے اپنی عورت سے
کہا کہ اگر فلان شخص نے اپنی عورت کو طلاق دی ہو تو تو طلاق ہو پھر زید کی عورت نے زید پر دعوی کیا کہ فلان شخص نے اپنی
عورت کو طلاق دی ہو اور فلان شخص غائب ہے اور زید کی عورت نے گواہ پیش کیے تو گواہی مقبول نہو گی اور اسپر طلاق واقع
ہونے کا حکم نہ دیا جائیگا اور بعضے[۱] متاخرین نے طلاق واقع ہونے کا فتوی دیا ہو اور گواہی قبول کی ہو اور انھین بعض
متاخرین کی رائے پر ایک حیلہ سابق مین غائب شخص پر حق ثابت کرنے کا مذکور ہوا ہو کہ وکالت حاضر کی شرط غائب
کے کسی قول پر معلق کیجاوے اور اصح یہ کہ گواہی نامقبول اور غائب پر حکم نہ دیا جاویگا اور جہان کہین کسی نے اپنے حق کیواسطے
کسی غائب کے فعل پر گواہ قائم کیے اور اسمین غائب کا حق باطل ہوتا ہو تو غائب پر حکم نہ دیا جائیگا یہ تلخیص ما فی الذخیرہ۔ اگر ایک شخص نے
دوسرے کی طرف سے ہزار درم کی کفالت اختیار کی اور مکفول عنہ غائب ہو گیا اور کفیل نے قرضخواہ پر دعوی کیا کہ جن ہزار درم کی مین نے
کفالت کی تھی وہ شراب کا ثمن ہین اور طالب نے کہا نہین بلکہ غلام کا ثمن ہین پس قول معتبر طالب کی طرف سے ہو پھر اگر کفیل نے
اسکے گواہ قائم کرنے چاہے تو طالب اسکا خصم نہو گا اور گواہی نامقبول ہو گی بخلاف اسکے اگر مطلوب حاضر ہوتا اور طالب پر گواہ قائم ہو کر

[۱] قولہ بعضے متاخرین نے طلاق الی آخرا قول تمام عبارۃ الذخیرہ ہکذا پھر اگر کہا جاوے کہ کیا ٹھیک نہین کہ اگر کسی نے اپنی جورو سے کہا کہ اگر فلان شخص گھر مین داخل ہو
تو تو طالقہ ہو پھر عورت نے گواہ قائم کیے کہ فلان شخص گھر مین داخل ہوا ہو حالانکہ فلان شخص غائب ہے تو گواہ مقبول ہوتے ہین اور طلاق واقع ہونیکا حکم دیا جاتا ہو تو ہم کہینگے
کہ ہان بیشک ٹھیک ہے مگر یہ قضاء علی الغائب نہین ہو کیونکہ اسمین غائب کے حق کو باطل کرنا لازم نہین آتا ہو بخلاف مسئلہ جامع صغیر کہ وہ قضاء علی الغائب ہے اس سے کہ اسمین
غائب کا نکاح باطل ہوا جاتا ہو اور حاصل یہ ہو کہ جب آدمی نے اپنے شرط حق پر کسی غائب پر کوئی فعل ثابت کرنیکے گواہ قائم کیے تو دیکھا جاوے کہ اگر اسمین غائب کے کسی حق کا
ابطال نہو تو گواہ مقبول ہونگے اور وہ غائب کیطرف سے خصم قرار پاویگا اور اگر اسمین حق غائب باطل کرنا لازم آتا ہو تو بعضے متاخرین نے فتوی دیا ہو کہ اسکے گواہ قبول
ہونگے اور حاضر و غائب دونون پر حکم دیا جائیگا اور اصح یہ ہو کہ یہ گواہی قبول نہو گی اور جو حاضر ہو وہ غائب کیطرف سے خصم نہ ٹھہرایا جائیگا اور اسی پر امام ظہیر الدین
فتوی دیتے تھے اور جامع صغیر کا مسئلہ اس قول کی صحت پر دلیل ہو اور واضح ہو کہ آجکل وکیل لوگ جو کچھ قاضیون کی درگاہ مین کیا کرتے ہین کہ غائب کی بیع یا وقف یا طلاق کو اس طرح
ثابت کرتے ہین کہ حاضر کیطرف سے وکالت کی شرط غائب کا فعل قرار دیتے ہین تو یہی بعضے متاخرین کے فتوی پر مبنی ہو اور اسکی مثال یہ ہو کہ زید نے جعفر سے کہا کہ اگر عمرو نے
اپنا گھر فروخت کیا یا اپنی جورو کو طلاق دی یا اپنی زمین ایسی ایسی اخیر پر وقف کی ہو تو زید لوگون پر میرے حقوق ثابت کرانے اور انمین خصومت کرنے اور انکو وصول کرنیکا وکیل ہے
پھر جعفر نے ایک شخص کو حاضر کیا اور اسپر اپنا دعوی اور یہ دعوی کیا کہ زید نے مجھے اپنے حقوق لوگون سے وصول کرنے اور انکو ثابت کرانے اور انمین خصومت کرنیکا وکیل ایسی شرط کے ساتھ
کیا ہو یعنی اپنی زمین بیچنا یا جورو کو طلاق دینا وغیرہ اور وہ واقع ہو گئی تھی اسطرح کہ زید کے مجھے وکیل کرنے سے پہلے عمرو نے اپنی زمین فلان کے ہاتھ بیچی یا اپنی جورو کو طلاق دیدی تھی پس
زید کیطرف سے اسکے حقوق ثابت کرنے و وصول کرنیکا وکیل ہو چکا ہون اور زید کا تجھ پر اسقدر قرض ہو پس مدعا علیہ نے جعفر سے کہا کہ بیشک زید نے تجھے جس طرح تو کہتا ہو وکیل کیا ہو
ولیکن مین نہین جانتا ہون کہ شرط واقع ہوئی اور تو وکیل ہو گیا یا نہین پھر جعفر نے گواہ قائم کیے کہ عمرو نے اپنی زمین یا گھر فلان کے ہاتھ بیچا یا اپنی جورو کو طلاق دیدی تو انھین بعضے متاخرین
کے فتوی پر قاضی حکم دیوے کہ عمرو نے ایسا کیا اور جعفر وکیل ہو گیا مگر اصح یہ ہو کہ ایسی گواہی مقبول نہین ہو کیونکہ اسمین حق غیر کا ابطال لازم آتا ہو جیسا کہ جامع صغیر مین بیان فرمایا ہو کذا فی الذخیرہ

گواہی دیتے کہ جس ثمن کا یہ دعویٰ کرتا ہے وہ شراب کا ثمن ہے تو گواہی مقبول ہوتی یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے اگر دو شخصوں
پر ایک شخص کے ہزار درم ہیں اور دونوں میں سے ہر ایک دوسرے کا کفیل ہے پھر دونوں نے مال سے انکار کیا
پھر مدعی نے ایک پر گواہ قائم کیے اور اسپر مال اور کفالت دونوں کا حکم کیا گیا اور طالب نے اس سے کچھ وصول نہ کیا
یہانتک کہ وہ غائب ہو گیا پھر دوسرے کو لایا تو قاضی اس گواہی پر اُسپر پانچسو درم کا جو اسپر تھے حکم کرے گا
یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ نوادر ابن سماعہ میں امام محمدؒ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے دوسرے شخص پر ہزار
درم کا اپنے اور غائب کے لیے ہونیکا دعویٰ کیا کہ یہ غلام یا کسی کپڑے کا ثمن ہے کہ دونوں نے اسکے ہاتھ فروخت کیا
تھا اور مدعی نے گواہ قائم کیے تو امام اعظمؒ کے نزدیک حاضر کے حصے کی ڈگری کیجاویگی حتیٰ کہ اگر غائب آیا تو اسکو دوبارہ گواہ
قائم کرنیکی ضرورت ہو گی اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ حاضر و غائب دونوں کے حق کی ڈگری کیجاویگی صاحب شرح قضیہ نے فرمایا کہ
اسکے بعد جو مذکور ہوا ہے وہ دلالت کرتا ہے کہ امام ابو یوسفؒ نے امام اعظمؒ کے قول کی طرف رجوع کیا ہے اور امام محمدؒ
ظاہر میں اور بنا بر عامہ روایات کے امام اعظمؒ کے ساتھ ہیں اور منتقی میں امام محمدؒ کو امام ابو یوسفؒ کے ساتھ ذکر کیا
ہے اور منتقی میں لکھا ہے کہ اگر یہ ہزار درم جنکا دعویٰ ہے میراث کے ہوں تو بلا اختلاف غائب کو دوبارہ گواہی لانے کی
ضرورت نہو گی پھر روایات منتقی کے موافق امام محمدؒ و امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جب غائب حاضر ہو گیا
اور اسنے مدعی حاضر کی تصدیق کی تو اسکو اختیار ہو گا کہ اگر چاہے تو جسقدر حاضر نے وصول کیا ہے اسمیں شریک
ہو جاوے اور پھر دونوں باقی کے واسطے مطلوب کا پیچھا پکڑیں ورنہ مطلوب کے پیچھے پڑے اور اپنا حق
وصول کر لے اور اگر ہنوز غائب شخص نہ حاضر ہوا تھا کہ گواہوں نے گواہی سے رجوع کر لیا تو امام اعظمؒ کے
نزدیک غائب کا حق باطل ہو گیا مگر غائب حاضر کا شریک ہو گا یعنی جسقدر مدعی حاضر نے وصول کیا ہے اسمیں
غائب آدھے کا شریک ہو گا **قلت** وصاحبین کے نزدیک بعد ثبوت قضا باطل ہو گی **قال** پھر جب غائب
اگر حاضر کا شریک ہے تو حاضر اپنے مطلوب سے کچھ واپس نہ لے سکے گا۔ اگر کسی شخص نے دعویٰ کیا کہ میں نے و فلاں غائب نے یہ
اس شخص سے ہزار درم کو خریدا ہے اور ہم دونوں نے ثمن ادا کر دیا ہے اور اسپر گواہ پیش کر دیے تو امام اعظمؒ کے قیاس پر مدعی
کے واسطے آدھے گھر کا حکم دیا جاویگا پھر جب غائب آیا تو اس سے دوبارہ گواہ قائم کرائے جاوینگے اور امام ابو یوسفؒ
کے موافق تمام گھر حاضر و غائب کیواسطے لایا جاویگا اور نصف حاضر کو دیا جائیگا اور نصف کسی ثقہ کے پاس رکھا جاویگا اور امام
ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ جب تک غائب آجاوے تب تک تقسیم نہ کرونگا منتقی میں فرمایا کہ اگر غائب نے آکر خریدنے سے انکار کیا تو اسمیں سے
اسکا حصہ باطل ہو گیا اور حاضر کا باقی رہا اور کہا کہ یہ بلا اختلاف ہے اور اصل میں مسئلہ کو اختلاف کے ساتھ ذکر کیا اور مبسوط میں اس
مسئلہ کو ذکر کیا اور کہا کہ یہ گواہی حاضر کے حق میں مقبول ہو گی نہ غائب کے حق میں اور کچھ اختلاف کا ذکر نہ کیا اور خصافؒ نے
موافق منتقی کے اختلاف ذکر کیا جو ہم نے بیان کیا کہ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک غائب کا حصہ مدعا علیہ کے ہاتھ سے نکال لیا جاویگا
پس بعض مشائخ نے کہا کہ یہ اسوقت ہے کہ بائع کو ثمن پہنچ گیا ہو جیسا کہ مسئلہ میں مذکور ہے اور اگر نہ پہنچا ہو تو نہ نکالا جاوے گا اور
بعض مشائخ نے کہا کہ مشتری کے دینے کے واسطے ثمن ادا ہونیکی ضرورت ہے اور ہم مشتری کو نہیں دیتے ہیں بلکہ عادل

کے قبضہ مین رکھتے ہین اور اسکا[1] ہاتھ روک رکھنے مین بائع کے ہاتھ کی نظیر ہے کذا فی المحیط۔ مبسوط مین ہے کہ اگر ایک وارث نے کسی شخص پر قصاص کے دعوی کے گواہ پیش کیے تو تمام وارثون کے حق مین یہ ثبوت کافی ہے کہ انسے دوبارہ گواہی نہ طلب ہوگی اور یہ امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ کے نزدیک ہے اور امام اعظمؒ کے نزدیک حاضر کے واسطے حق ثابت ہوگا اور غائب کے حق ثابت ہونیکے واسطے دوبارہ گواہی قائم کرنیکی ضرورت ہے یہ ذخیرہ مین لکھا ہے۔ مبسوط مین ہے کہ ایک مکان ایک شخص کے قبضہ مین ہے اسپر ایک شخص نے گواہ قائم کیے کہ میرے باپ نے انتقال کیا اور یہ گھر میرے اور میرے بھائی کے واسطے جو غائب ہے میراث چھوڑا ہے اور ہم دونون کے سوا اسکا کوئی وارث نہین ہے تو امام اعظمؒ کے نزدیک قاضی حاضر کے حصہ کی ڈگری کرکے مدعا علیہ سے لیکر اسکے سپرد کر دیگا اور غائب کا حصہ قابض کے قبضہ مین چھوڑ دیگا اور امام ابو یوسف و امام محمدؒ کے نزدیک اگر قابض منکر ہو جیسا مسئلہ مین ہے کہ گواہ قائم کرنیکی ضرورت پڑی تو قاضی غائب کا حصہ اسکے ہاتھ سے نکال کر عادل کے پاس رکھیگا اور اگر مقر ہو تو اسی کے پاس چھوڑ دے پھر جب اسی کے پاس چھوڑا اور غائب آیا تو مشائخ نے امام اعظمؒ کے قول پر اختلاف کیا ہے بعضون نے کہا کہ اس سے دوبارہ گواہ طلب کریگا جیسا قصاص مین گذرا اور بعضون نے کہا کہ نہین اور اسی پر اتفاق بیان کیا اور یہی صحیح ہے اور بعضون نے کہا کہ میراثی قرضہ کا دعوی بھی محتمل ہے کہ مثل قصاص کے اختلافی ہو اور وہ کتاب الاقضیہ والے نے مطلقا بلا ذکر خلاف بیان کیا و لیکن صحیح نہین ہے۔ اسی جنس کے مسئلون سے مسئلہ ہبہ ہے اور اسکی صورت یہ ہے کہ ایک شخص نے دوسرے پر دعوی کیا کہ اسنے مجھے اور فلان شخص غائب کو یہ چیز ہبہ کرکے سپرد کر دی ہے پس اگر وہ چیز تقسیم[2] ہوسکتی ہو تو دعوی صحیح ہے اور امام اعظمؒ کے نزدیک اسکی گواہی حاضر کے حق مین مقبول ہوگی نہ غائب کے حق مین اور امام ابو یوسف کے نزدیک مانند مسئلہ خرید کے دونون کے حق مین قبول ہوگی اور اگر وہ چیز مثل گھر کے تقسیم ہوسکتی ہے تو امام اعظمؒ کے نزدیک دعوی صحیح نہین ہے کیونکہ انکے نزدیک گھر دو شخصون کو ہبہ کرنا درست نہین ہے اور صاحبین کے نزدیک درست ہے تو دعوی بھی صحیح ہے اور اسی جنس سے مسئلہ رہن ہے اور اسکی صورت یہ ہے کہ ایک شخص نے دوسرے پر دعوی کیا کہ مین نے اور فلان غائب نے اس شخص سے یہ گھر جو اسکے قبضہ مین ہے ہم دونون نے بعوض قرضہ کے جو ہمارا اسپر آتا ہے رہن رکھا ہے پھر یہ شخص اس گھر پر محیط ہو گیا اور اس دعوی پر گواہ قائم کیے تو امام اعظمؒ کے نزدیک یہ گواہی نامقبول ہے کیونکہ امام اعظمؒ کے نزدیک اگر مقبول ہو تو حاضر کے حصہ مین مقبول ہوگی اور مقبول ہونے سے رہن مشاع ہوا جاتا ہے اور وہ امام کے نزدیک ناجائز ہے اور جو چیز تقسیم ہوسکتی اور جو چیز نہین تقسیم ہوسکتی ہے یہان دونون کا ایک حکم ہے اور اسی جنس سے مسئلہ وصیت ہے اسکی صورت یہ ہے کہ ایک شخص مر گیا اور اسنے مختلف لوگون کے لیے مختلف وصیتین ایک وصیتنامہ مین لکھدین پھر جن لوگون کے لیے وصیت کی ہے انمین سے ایک آیا اور کسی وارث کو اپنے ساتھ لایا اور گواہ قائم کیے تو امام اعظمؒ کے نزدیک حاضر کے حق مین ڈگری ہوگی نہ غائب کے حق مین اور امام ابو یوسف کے نزدیک حاضر و غائب سب کے حق مین ڈگری ہوگی حتی کہ اگر غائب آیا تو دوبارہ گواہ لانے کی ضرورت نہین ہے۔ کتاب الاقضیہ مین امام ابو یوسف سے روایت ہے کہ اگر ایک شخص نے دو شخصون پر

[1] قولہ اسکا الخ یعنے ثقہ عادل کو بھی بائع کی طرح مکان روک رکھنے کا اختیار ہے جبتک ثمن نہ پہونچے ۱۲ [2] تقسیم ہوسکتی ہے اس سے یہ مراد ہے کہ قبل تقسیم کے جو نفع اس چیز سے حاصل ہوسکتا ہو وہ بعد بٹوارہ کے نہ رہے اور ایسے ہی قابل تقسیم وہ کہ جس سے وہی انتفاع باقی رہے ۱۲

ایک مال کا جو دستاویز میں تحریر ہے دعوی کیا اور دونوں مدعا علیہ میں سے ایک حاضر ہو انکار کرتا ہے اور دوسرا غائب ہے اور مدعی نے گواہ قائم کیے تو امام اعظم نے فرمایا کہ میں حاضر و غائب دونوں پر ڈگری کر دونگا اور امام ابوبکر رازی نے فرمایا کہ یہ حکم امام اعظم کے قاعدہ پر ٹھیک نہیں پڑتا ہے کیونکہ ایسے مسائل میں انکے نزدیک حاضر شخص غائب کیطرف سے خصم نہیں ہوتا ہے مصنف کہتا ہے کہ منتقی میں ایک روایت امام اعظم سے مذکور ہے کہ فرمایا کہ حاضر پر نصف مال کی ڈگری کرونگا اور امام ابویوسف نے فرمایا کہ تمام مال کی حاضر و غائب پر ڈگری کرونگا۔ واضح ہو کہ امام محمد نے یہ مسئلہ مبسوط میں لکھا ہے اور جواب دیا کہ امام اعظم کے نزدیک حکم صرف حاضر پر اور حاضر کے واسطے ہوگا اور صاحب اقضیہ نے لکھا کہ ان مسائل میں امام اعظم کے نزدیک حکم صرف حاضر پر ہوگا اور بعض مسائل میں ذکر کیا کہ حکم حاضر پر متعدی ہوگا اور بعض میں ذکر کیا کہ غائب پر متعدی ہوگا اور کبھی ذکر کیا قول ابویوسف کو موافق ابوحنیفہ کے اور کبھی برخلاف قول ابوحنیفہ کے اور کبھی قول امام محمد کا موافق قول ابوحنیفہ کے ذکر کیا اور کبھی موافق ابویوسف کے مخالف ابوحنیفہ کے ذکر کیا پس امام اعظم اور ابویوسف اور امام محمد سے ہر صورت میں دو دو روایتیں ہوئیں۔ ایک شخص نے ایک غلام دو شخصوں کے ہاتھ ہزار درم کو اس شرط پر فروخت کیا کہ ہر ایک دوسرے کا کفیل ہو پھر بائع ایک سے ملا اور اسپر گواہ پیش کیے کہ میرے اسپر اور فلاں غائب پر ایک ہزار درم قرض ہیں اور ہر ایک دوسرے کا اسکے حکم سے کفیل ہے تو حاضر پر ہزار درم کا حکم کیا جائیگا پھر اگر حاضر سے وصول کرنے سے پہلے غائب حاضر ہوا تو مدعی اس حاضر سے سوائے پانچسو درم کے جو اسپر اصلی ہیں نہیں لے سکتا ہے یہ محیط میں لکھا ہے ایک شخص کے دوسرے پر ہزار درم ہیں اور انکا ایک شخص قرضدار کے حکم سے کفیل ہے پھر قرضخواہ کفیل سے ملنے سے پہلے اصیل سے ملا اور دعوی کیا کہ تجھپر میرے ہزار درم ہیں اور تیرے حکم سے اسکا فلاں کفیل ہے اور گواہ قائم کیے تو ہزار درم کا حکم کیا جائیگا اور یہ حکم کفیل پر جاری نہوگا حتی کہ اگر کفیل سے ملا تو بدون دوبارہ گواہ قائم کرنیکے اس سے نہیں لے سکتا ہے کذا فی الملتقط اگر اصیل سے ملنے سے پہلے کفیل سے ملا اور اسپر دعوی کیا کہ میرے فلاں شخص پر ہزار درم ہیں اور تو اسکے حکم سے اسکا کفیل ہے اور گواہ قائم کیے تو کفیل غائب کیطرف سے خصم ہوگا اور ہزار درم کا حکم دونوں پر جاری ہوگا اور اصیل اپنے کفیل کیطرف سے خصم نہیں ہوتا ہے یہ فصول عمادیہ میں لکھا ہے اگر ایک شخص نے ایک شخص پر دعوی کیا کہ تو نے و فلاں شخص غائب نے فلاں شخص کیطرف سے ہزار درم کی کفالت کی ہے اور تم دونوں باہم ایک دوسرے کے کفیل ہو اور اسپر گواہ قائم کیے اور مدعا علیہ پر ہزار درم کی ڈگری کی گئی پھر غائب حاضر ہوا تو اسکو اختیار ہے کہ غائب سے ہزار درم لے لے کیونکہ جب حاضر پر حکم دیا گیا تو اسوجہ سے کہ وہ مطلوب کا اور اس کفیل غائب کیطرف سے کفیل ہے کیا تو نہیں دیکھتا ہے کہ اگر دونوں کی طرف سے کفیل نہ کیا جاوے تو وہ اصیل سے کیونکر لے سکے گا۔ نوادر بشر بن الولید میں امام ابویوسف سے روایت ہے کہ ایک شخص نے ایک گھر کے چند لوگوں سے خریدنے کا دعوی کیا اور وہ گھر انھیں لوگوں کے قبضہ میں ہے اور ان میں سے بعضے حاضر ہیں اور بعضے غائب ہیں اور حاضر لوگ غائبوں کے حصہ دار ہونے کے مقر اور بیع واقع ہونے کے منکر ہیں پھر مدعی نے اپنے دعوی کے گواہ قائم کیے تو قاضی صرف حاضروں کے حصہ میں ڈگری کریگا اور یہ امام اعظم و امام ابویوسف کے نزدیک ہے اور اگر حاضر لوگ غائبوں کے حصہ دار ہونے سے منکر ہوں تو قاضی تمام گھر کی ڈگری مدعی کے نام کریگا اور اگر وہ شخص ان کی

طرف سے ہبہ یا صدقہ یا رہن کا دعوی کیا اور ایک شخص غائب ہے اور دوسرا حاضر ہے اور گھر اسی کے قبضہ میں ہے اور
مدعی نے ہبہ بقبضہ یا صدقہ بقبضہ یا رہن بقبضہ کے دعوے کے گواہ پیش کیے تو امام اعظم کے نزدیک رہن کی صورت
میں یہ گواہی مقبول نہوگی کیونکہ انکے نزدیک حکم صرف حاضر کے حصہ پر دیا جائیگا اور وہ ممکن نہیں کیونکہ رہن
مشاع ہوا جاتا ہے اور وہ باطل ہے اور ہبہ کی صورت میں اگر مدعی بہ محتمل قسمت نہیں ہے تو گواہی حاضر کے حق پر قبول نہ ہوگی
نہ غائب کے حق پر اور یہ امام اعظم کا قول ہے اور امام ابو یوسف کے نزدیک رہن کی صورت میں گواہی بالکل نامقبول ہے اور
ہبہ و صدقہ کی صورت میں اگر وہ چیز جسمیں دعوی ہے قسمت کو محتمل نہیں ہے تو حاضر و غائب دونوں پر حکم ہوگا اور اگر وہ
چیز مدعی بہ تقسیم ہو سکتی ہو تو قاضی تمام چیز کے ہبہ کا حکم دیگا مگر آدھے میں فی الحال نافذ کریگا اور آدھے میں غائب کے
حاضر ہونے تک توقف ہوگا جب وہ حاضر ہوا تو نافذ کریگا۔ ابن سماعہ نے امام محمد سے روایت کیا کہ ایک شخص نے دوسرے
پر مال کا دعوی کیا اور مدعی کے گواہوں پر قاضی نے مدعا علیہ پر ڈگری کر دی پھر مدعا علیہ غائب ہو گیا یا مر گیا اور اُسنے
وارث چھوڑے اور مدعا علیہ کا لوگوں پر شہر میں مال ہے کہ وہ لوگ اقرار کرتے ہیں کہ مدعا علیہ کا ہے تو امام محمد نے فرمایا کہ
میں یہ مال مدعی کو نہ دلاؤنگا جبتک کہ مدعا علیہ خود حاضر نہو اگر وہ غائب ہو گیا یا اُسکے وارث حاضر نہوں اگر وہ مر گیا ہے
اس احتمال سے کہ شاید مدعا علیہ نے ادا کر دیا ہو یا وارثوں نے ادا کر دیا ہو کذا فی المحیط۔ نوادر ابن سماعہ میں امام محمد سے روایت
ہے کہ اگر مدعی کے گواہ قائم کرنیکے بعد مدعا علیہ غائب ہو گیا یا مر گیا اور گواہوں کا پوشیدہ و ظاہر عادل ہونا ثبوت ہو گیا تو
قاضی حکم نہ دیگا جبتک کہ غائب یا اسکا نائب حاضر نہو یا میت کے وارث حاضر نہوں اور جب انمیں سے کوئی حاضر ہوا تو قاضی اسی گواہی پر
فیصلہ کریگا دوبارہ گواہ لانیکی ضرورت نہیں ہے اور اگر مدعا علیہ نے دعوی مدعی کا اقرار کیا پھر غائب ہو گیا تو قاضی اسکی غیبت میں
اسکے اقرار پر حکم دیدیگا پھر جس چیز کا اسنے اقرار کیا ہے اگر مال معین ہے تو جسکے قبضہ میں ہے اگر وہ شخص اقرار کرتا ہے کہ یہ مدعا علیہ کا ہے
تو اسکو حکم دیگا کہ مدعی کے حوالہ کرے۔ اور اگر مال غیر معین درم و دینار ہے اور مدعی نے اسکے جنس حق میں سے قابو پایا تو حکم دیگا کہ
لے لے اور قرضہ کے عوض عروض و عقار کو فروخت نہ کریگا اور یہ امام اعظم اور امام محمد کا قول ہے اور امام محمد نے ذکر کیا کہ امام
ابو یوسف کہتے ہیں کہ گواہی اور اقرار دونوں صورتوں میں جبتک غائب حاضر نہو قاضی حکم نہ دیگا۔ امام محمدؒ نے تو امام ابو یوسفؒ کا
قول اسی طرح ذکر کیا ہے و لیکن عامہ کتب میں محفوظ روایت امام ابو یوسفؒ سے یہ ہے کہ گواہی کی صورت میں بدون مدعا علیہ کی
حاضری کے قاضی حکم نہ دیگا اور اقرار کی صورت میں حکم دیگا پھر جب عہدہ قضا انکے سپرد ہوا تو کہتے تھے کہ دونوں صورتوں میں
حکم دیگا اور یہ استحسان ہے تاکہ لوگوں کے مال و حقوق محفوظ و مصئون رہیں کذا فی الذخیرہ۔ امام محمد نے زیادات میں ذکر کیا ہے
کہ ایک باندی ایک شخص عبداللہ کے قبضہ میں تھی پھر ایک شخص ابراہیم نامے نے خالد نامے سے کہا کہ اے خالد یہ باندی
جو عبداللہ کے پاس ہے میری باندی تھی میں نے تیرے ہاتھ ہزار درم کو فروخت کر کے تیرے سپرد کی تھی لیکن عبداللہ نے تجھ سے
غصب کر لی اور خالد نے اس سب کی تصدیق کی اور عبداللہ اس سب کا انکار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ باندی میری ہے تو باندی کے
باب میں عبداللہ کا قول معتبر ہے و لیکن خالد پر حکم کیا جائیگا کہ ہزار درم ثمن ابراہیم کو دیوے کیونکہ دونوں نے بیع واقع
ہونے کی باہم تصدیق کی ہے اور سپرد کر دینے کا اقرار کیا ہے اور ایسا اقرار دونوں کا دونوں پر حجت ہوگا پھر

ابراہیم کے ثمن وصول کر لینے کے بعد اگر کسی نے عبداللہ کے ہاتھ مین سے استحقاق ثابت کر کے باندی لے لی اور خالد نے اپنا ثمن واپس کرنا چاہا کہ باندی مبیعہ پر استحقاق ثابت ہوا ہی تو التفات نہ کیا جاویگا کیونکہ حکم استحقاق صرف عبداللہ تک مقصور ہے اس سے تجاوز کر کے خالد تک نہ پہونچے گا اور اصل اس باب مین یہ ہی کہ قابض پر ملک مطلق کا حکم قضا قابض کے ساتھ اسپر بھی جسکی طرف سے قابض نے ملکیت پائی ہی دونون پر جاری ہوتا ہی اور تمام لوگون پر جاری نہین ہوتا ہی اور یہان قابض یعنے عبداللہ نے خالد کیطرف سے ملکیت حاصل کرنیکا دعویٰ نہین کیا ہی پس حکم قضا خالد پر جاری نہوا اور جب اسپر جاری نہوا تو وہ ثمن واپس نہین کریگا اور اسپر جاری نہونیکی دلیل یہ ہی کہ مثلاً اگر خالد اپنے گواہ مستحق پر قائم کرے کہ یہ باندی میری ہی باندی ہے مین نے ابراہیم سے خریدی ہی تو گواہی مقبول ہوگی اور اگر اسپر حکم قضا جاری ہوتا تو مقبول نہین ہوسکتی تھی اور اسیطرح اگر مستحق ملک مطلق کے دعویٰ سے نہ لیوے بلکہ یہ دعوے کرے کہ یہ باندی میری باندی سے میری ملکیت مین پیدا ہوئی ہی اور گواہی پر قاضی اسکے لیے دلانے کا حکم دے تو بھی خالد اپنا ثمن ابراہیم سے نہین لے سکتا ہی اگرچہ مستحق کی گواہی سے ثابت ہوا کہ ابراہیم نے غیر کی باندی فروخت کی تھی کیونکہ مستحق کا دعویٰ کہ میری ملکیت مین پیدا ہوئی ہی بلا ضرورت ہی کیا تو نہین دیکھتا ہی اگر ملک مطلق کا دعویٰ ہوتا تو گواہی مقبول تھی پس ملکیت مین پیدا ہونیکا دعویٰ بے اعتبار ہی صرف ملک مطلق کا دعویٰ معتبر رہگیا اور ملک مطلق کے دعویٰ مین خالد پر حکم قضا جاری نہوا تھا اسی طرح اس صورت مین بھی جاری نہوگا پس حکم قضا صرف عبداللہ تک رہا پھر امام محمد نے فرمایا اور اگر خالد گواہ لادے کہ یہ باندی میری ہے مین نے ابراہیم سے خریدی ہی تو مستحق پر قائم کرنے سے باندی اسکو دلا دیجاویگی پھر اگر مستحق نے خالد پر گواہ قائم کیے کہ یہ باندی میری ہی میری ملکیت مین پیدا ہوئی ہی تو یہ گواہی زیادہ ثبت ہے خالد کی گواہی پر اسکو ترجیح دیکر پھر باندی مستحق کو دلائی جاویگی پھر اس صورت مین خالد پر حکم قضا جاری ہوا پس وہ اپنا ثمن ابراہیم سے واپس لیگا اگر باندی کا کوئی مستحق نہوا بلکہ باندی نے عبداللہ پر گواہ قائم کیے کہ مین اصلی حرہ یعنی آزاد ہون اور قاضی نے اسکی آزادی کا حکم دیا تو آزادی کا حکم تمام لوگون پر جاری ہوتا ہی مثلاً ہر شخص پر آزاد شخص لائق گواہی دینے کے ہوتا ہے اسواسطے خالد پر بھی جاری ہوگا اور خالد اپنا ثمن ابراہیم سے واپس لیگا۔ اور اسیطرح اگر باندی نے گواہ قائم کیے کہ مین عبداللہ کی باندی تھی مگر اُسنے مجھے آزاد کر دیا ہی اور قاضی نے اسکی ڈگری کی تو خالد اپنا ثمن ابراہیم سے لیگا اور اصلی آزادی کا دعویٰ اور یہ دعویٰ یکسان ہی کذا فی المحیط۔ زمین وقف کا حکم قضا بالوقف اگر قابض پر جاری ہو تو شمس الائمہ حلوائی اور رکن الاسلام سے منقول ہی کہ دونون نے اسکو قضا حریت کے ساتھ لاحق کر کے تمام لوگون پر جاری کیا ہی اور فتاویٰ ابواللیث مین ہی کہ تمام لوگون پر جاری نہین ہی حتی کہ اگر کوئی شخص دعویٰ کرے کہ یہ زمین میری ملک ہے تو اُسکی سماعت ہوگی اور قضاء بملک مطلق کے مثل اسکا حکم رکھا ہی اور یہی کہ صدر الشہید نے اختیار کیا ہی یہ ملتقط مین لکھا ہی ایک شخص نے ایک گھر پر جو ایک شخص کے قبضہ مین ہی دعویٰ کیا کہ میرا باپ مر گیا اور یہ گھر میرے اور میرے فلان بھائی کیواسطے میراث چھوڑا ہی اور اسکا بھائی دعویٰ سے انکار کرتا ہی اور کہتا ہی کہ مین اپنا حق نہین جانتا ہی پھر مدعی نے گواہ قائم کیے اور اسکو آدھا گھر دلا دیا گیا پھر اسکے بھائی نے رجوع کر کے مدعی کی تصدیق کی تو اسکو کچھ نہ دلایا جائیگا پس اسکے بعد اگر میت کا کوئی قرضخواہ آیا اور وارث کے سامنے اسنے میت پر قرضہ ثابت کیا اور درخواست کی کہ قاضی تمام گھر کا میت کے نام فیصلہ کرے تو قاضی دوبارہ از سر تو تمام گھر میت کے نام پر پہلی

گواہی پر ثابت کرکے حکم کر دیگا اور اگر فروخت کرکے اسکے ثمن سے قرضہ ادا کیا جائیگا پھر جو بڑھا اسکا آدھا مدعی وارث کو ملیگا اور باقی آدھا مدعا علیہ کو واپس دیا جائیگا اور مدعی کے بھائی کو جو انکار کرتا ہے کچھ نہ ملیگا یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر کسی مال معین پر میت کے ترکہ میں سے کسی نے دعوی کیا تو وہ وارث اُسکا خصم قرار پا سکتا ہے جسکے قبضہ میں یہ مال معین ہو اور جسکے قبضہ میں نہیں ہے اگر اسکو مدعی نے حاضر کیا تو دعوی مسموع نہوگا اور قرضہ کے دعوی میں کوئی وارث ہو میت کیطرف سے خصم قرار پاویگا اگرچہ اسکو ترکہ میں سے کچھ وصول نہوا ہو۔ اگر ایک شخص نے دوسرے پر دعوی کیا کہ تو نے میرے واسطے فلاں کیطرف سے اسکے حکم سے ہزار درم کی کفالت کی تھی جو ہزار درم کہ میرے اُسپر آتے ہیں اور مدعا علیہ نے کفالت سے انکار کیا پھر مدعی نے اپنے دعوی کے گواہ سنائے تو قاضی کفیل پر مال کی ڈگری کر دیگا حتی کہ اگر اصیل آیا اور اسنے مدعی کے دعوی سے انکار کیا تو کفیل بدون دوبارہ گواہ سنانیکے اصیل سے وہ مال جو اسنے ادا کیا ہے لیگا پس اگر کفیل کے مال ادا کرنے سے پہلے اصیل آگیا تو مدعی مختار ہے چاہے اصیل سے مطالبہ کرے یا کفیل سے اور جسوقت کفیل نے ادا کر دیا اپنے اصیل سے لیگا اور گواہ دوبارہ سنانیکی ضرورت نہیں ہے اور اصیل کو اختیار نہوگا کہ کفیل کی کفالت اور اپنے حکم سے انکار کرے۔ اور اگر مدعی نے صرف کفیل کی کفالت کا دعوی کیا اور کفالت اصیل کے حکم سے ہونیکا دعوی نکیا اور قاضی نے کفیل پر حکم جاری کیا اور اصیل حاضر ہوا تو اصیل سے لینے کی راہ نہ مدعی کو ہے اور نہ کفیل کو تا وقتیکہ اسپر دوبارہ گواہ قائم نہوں۔ اور اگر طالب نے کفیل سے جھگڑا کیا اور بخلاف مذکورہ بالا کے کفالت مبہم رکھی مثلاً دعوی کیا کہ جو کچھ مال میرا فلاں شخص پر آتا ہے اسکی تو نے کفالت کی تھی اور مال کی تعیین اور تقدیر نہ بتلائی بلکہ مبہم چھوڑ دیا اور کفیل نے انکار کیا اور مدعی نے اپنے دعوی پر گواہ سنائے کہ میرے فلاں شخص پر ہزار درم کفالت سے پہلے کے ہیں تو گواہی مقبول اور کفیل پر ڈگری کر دیجائیگی اور یہ حکم غائب یعنی مکفول عنہ پر بھی جاری ہوگا حتی کہ اگر مکفول عنہ آیا تو اس سے مطالبہ کر سکتا ہے خواہ اسکے حکم سے کفالت کا دعوی کیا ہو یا بدون حکم کے صرف فرق یہ ہے کہ اگر مدعی نے بدون حکم مطلوب کے کفالت کا دعوی کیا ہے تو کفیل نے جو کچھ ادا کیا وہ اصیل سے نہیں[ف] لے سکتا ہے اور اگر مطلوب کے حکم سے کفالت کا دعوے کیا تو کفیل بھی اس سے لیگا اور جو حکم تفصیلی کفالت کے باب میں بیان ہوا وہی حوالہ میں ہے۔ اگر کفیل اور مکفول عنہ میں جھگڑا ہوا اور قرضخواہ غائب ہے مثلاً ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میں نے تیری طرف سے[اتراری ۱۲] ہزار درم کی کفالت تیرے حکم سے فلاں شخص کے واسطے کی اور میں نے اسے ادا کر دیا اب میں تجھ سے لونگا اور مدعا علیہ نے سب دعوی سے انکار کیا یا کفالت بحکم کا اقرار کیا اور مال ادا کر دینے سے انکار کیا اور مدعی نے اپنے دعوی پر گواہ قائم کیے تو قاضی بعد ثبوت کے مکفول عنہ پر کفیل کی ڈگری کر دیگا اور یہ حکم طالب پر بھی متعدی ہوگا حتی کہ اگر وہ حاضر ہوا اور اسنے وصول پانے سے انکار کیا تو التفات نکیا جاویگا۔ اور یہی حکم جو کفالہ میں مذکور ہے ایسا ہی حوالے میں بھی ہے یعنی اگر محیل علیہ غیر مدیون محیل کیطرف سے ادا کر دے تو بعد اثبات محیل سے لیگا و ہذا ظاہر۔ اگر کسی شخص نے دوسرے سے کہا کہ جو کچھ میرے ہاتھ فلاں شخص نے بیچا یا الیں دین کیا یا قرض دیا اسکی تو ضمانت میری طرف سے کر لے اور اُسنے کر لی پھر مکفول عنہ غائب ہو گیا پھر مکفول لہ نے گواہ قائم کیے کہ میں نے مکفول عنہ کے ہاتھ بعد کفالت کے فروخت کیا یا قرضہ دیا ہے اور کفیل اس سے انکار کرتا ہے تو قاضی کفیل پر مال کی ڈگری کریگا اور یہ مکفول عنہ پر بھی متعدی ہوگا حتی کہ اگر اسنے حاضر ہو کر دعوی سے انکار کیا تو مال اسکے ذمہ لازم ہوگا بدون اسکے کہ مکفول لہ کو دوبارہ گواہ قائم کرنیکی ضرورت ہو اگر مکفول لہ غائب ہو گیا اور کفیل نے مکفول عنہ پر دعوی کیا کہ میں نے مکفول لہ کو ہزار درم ادا کیے ہیں کیونکہ تجھکو اسنے ہزار درم

[ف] یعنی بدون اثبات اس امر کے کہ کفالت بحکم اصیل تھی ۱۲ منہ

قرض دیے تھے اور مین نے تیرے حکم سے تیری کفالت کر لی تھی اور اصیل نے اس سب سے انکار کیا یا مکفول لہ کے قرض دینے کا اقرار کیا و لیکن کفیل کے ادا کر دینے سے انکار کیا اور کفیل نے گواہ قائم کیے تو قاضی مکفول عنہ پر کفیل کے مال کی ڈگری کر یگا کیونکہ عادل گواہوں سے ثبوت ہوا کہ کفیل نے کفالت کا مال جو مکفول لہ نے مکفول عنہ کو قرض دیا تھا ادا کیا ہو اور یہ حکم مکفول لہ پر بھی متعدی ہوگا یعنی اگر اُسنے آکر وصول پانے سے انکار کیا تو سماعت نہوگی کذا فی الذخیرہ۔ فتاوی رشید الدین مین مذکور ہو کہ اگر قرضخواہ نے کفیل سے مطالبہ کیا اور کفیل نے کہا کہ قرضدار ادا کر چکا ہو اور قرضدار غائب ہے پھر کفیل نے قرضدار کے ادا کر دینے پر گواہ قائم کیے تو مقبول ہونگے اور کفیل غائب کیطرف سے خصم قرار پاویگا کیونکہ بدون اسکے قرضخواہ کا جھگڑا دور نہین ہو سکتا ہو یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہو ہشام نے امام محمد سے دریافت کیا کہ ایک کاریز[1] ایک قوم میں ہو کہ جنمین سے بعضے حاضر اور بعضے غائب ہین اور بعضے چھوٹے اور بعضے بڑے ہین پھر مدعی نے گواہ قائم کیے اور بعضون کو حاضر کر کے کہا کہ یہ لوگ بہت ہین مین سب کو جمع نہین کر سکتا ہوں اور گواہوں نے گواہی اسکے دعوی پر دی کہ ان لوگون نے یہ کاریز میری زمین مین غصب کی راہ سے کھود لی ہو تو امام محمد نے فرمایا کہ مین سب کیطرف سے ایک وکیل مقرر کر کے اسپر ڈگری کر دونگا یہ محیط مین لکھا ہو ایک شخص نے دوسرے کے ہاتھ ایک غلام کا آدھا سو دینار کو فروخت کیا اور آدھا اسکے پاس ودیعت رکھا پھر بائع غائب ہو گیا پھر ایک شخص آیا اور گواہ قائم کیے کہ اس غلام کا آدھا میرا ہو تو اسکے اور مشتری کے درمیان کچھ خصومت نہین ہو اسلیے کہ تمام جہان مین جتنے بائع ہین جب فروخت کرینگے تو بیع صرف انکی ملکیت سے متعلق ہوگی نہ انکے شریک کی ملکیت سے اور یہان ظاہر ہوا کہ مدعی شریک بائع کا ہو پس استحقاق اس نصف پر آیا جو بائع نے ودیعت رکھا ہو اور جسکے پاس ودیعت رکھا جاتا ہو وہ خصم نہین قرار پاتا ہے پس یہان بھی خصم قرار نہ پاویگا بشرطیکہ مشتری جو کچھ بائع کے ساتھ معاملہ ہوا ہو اسپر گواہ قائم کر دے کذا فی الفصول العمادیہ

فصل متفرقات اگر بالاخانہ ایک شخص کا ہو اور نیچے کا مکان دوسرے کا ہو تو نیچے کے مکان کے مالک کو میخ گاڑنے یا آئین[؟] روشندان بنانے کا بدون اوپر کے مالک کی رضامندی کے اختیار نہین ہو اور اوپر کے مکان کے مالک کو بالاخانہ پر عمارت بنانیکا اختیار نہین ہو نہ اسپر کسی شہتیر رکھنے کا جو پہلے نہ تھا نہ کسی اٹیچ[؟] نہ بنانیکا اختیار ہو جب تک کہ نیچے کے مالک کی رضامندی نہ حاصل کرے اور یہ امام اعظم کے نزدیک ہے اور صاحبین نے فرمایا کہ ہر ایک کو اختیار ہو کہ جو چاہے کرے لیکن ایسا نہین کہ دوسرے کا ضرر ہو اور بعضون نے کہا کہ یہ کلام قول امام اعظم کی تفسیر ہو یعنی امام اعظم نے اسیوجہ سے منع کیا ہو کہ ایسا نہین کہ دوسرے کا ضرر ہو پس جسمین ضرر نہو وہ فعل بالاجماع جائز قرار پاویگا اور بعضون نے کہا کہ یہ تفسیر نہین ہو بلکہ صاحبین کے نزدیک اصل اباحت ہے کیونکہ اسنے اپنی ملک مین تصرف کیا اور وہ مباح ہو تو منع نہوگا مگر بسبب دوسرے کے ضرر کے پس جب ضرر نہوا تو بالاتفاق منع نہوگا اور اس اختلاف کا نتیجہ اس صورت مین پیدا ہوگا کہ جس فعل مین عدم ضرر اور ضرر مشتبہ ہے اور شک ہو کہ مباح ہو یا نہین تو صاحبین کے نزدیک منع نہوگا کیونکہ جواز تصرف یقینی ہے پس شک سے زائل نہوگا اور امام اعظم کے نزدیک اصل خطر ہے کیونکہ ایسے محل مین ہو کہ جس سے حق غیر متعلق ہو اور غیر وہ بالاخانہ کا مالک ہو لہذا ڈھا دینے سے بالاتفاق منع کیا جائیگا اور حق غیر متعلق ہونے سے تصرف منع ہوتا ہو جیسے مرہون[2] و مستاجر[3] مین مالک کو تصرف منع ہو پس جب ضرر و عدم ضرر مشتبہ ہو

---

[1] کاریز وہ نہر جو زمین کے اندر ہی اندر بٹی ہوئی ہو ۱۲ [2] مرہون جو چیز رہن ہو [3] مستاجر جو اجارہ دی گئی ہو ۱۲

تو منع زائل نہوگا کیونکہ وہ یقینی ہو کذا فی النہایہ و فتوی کے واسطے یہی مختار ہو کہ جب ضرر و عدم ضرر مشتبہ ہو تو اسکو اختیار ہو اور جب ضرر یقینی ہو تو منع کیا جاویگا یہ بحر الرائق مین لکھا ہو اگر کوئی زائغہ[۱] مستطیلہ ہو کر غیر نافذہ ہو اور اس سے دوسری زائغہ مستطیلہ پھوٹی ہو اور وہ بھی غیر نافذہ ہو تو پہلے زائغہ والون کو دوسری مین دروازہ پھوڑنے کا اختیار نہین ہو کیونکہ دوسری اسی کے لوگون کے لیے خاص ہو اسی وجہ سے اہین اگر گھر فروخت ہو تو اورون کو شفعہ نہین پہونچتا ہو بخلاف زائغہ نافذہ کے کیونکہ اسمین عام کی گذرگاہ ہو بعضے مشائخ نے کہا کہ ممانعت صرف اسمین راستہ چلنے سے ہو نہ دروازہ بنانے سے کیونکہ دروازہ کھولنا اپنی دیوار توڑنا ہو وہ نہین منع ہو سکتا ہو اور اصح یہ ہو کہ دروازہ کھولنا منع ہو کیونکہ دروازہ کھولنے کے بعد ہر وقت گذرنے سے روک نہین ہو سکتی اور اگر زائغہ مستدیرہ ہو جسکے دونون کنارے ملگئے ہین تو وہ لوگ بھی اسمین دروازہ کھول سکتے ہین کیونکہ وہ ایک میدان اسی کا ہو ہر ایک کا اسمین گذارا ہو اسی واسطے اگر کوئی گھر اسکا فروخت ہو تو ان لوگون کا بھی شفعہ پہونچتا ہو۔ اگر ایک شخص نے ایک مکان پر دعوی کیا اور قابض مکان نے انکار کیا پھر صلح کر لی تو جائز ہو اور انکار پر صلح کر لینے کا یہی مسئلہ ہو اور جس چیز کا دعوی ہو اگرچہ وہ مجہول ہو تو بھی ہمارے نزدیک معلوم چیز پر مجہول سے صلح ہو سکتی ہو۔ اگر ایک گھر ایک شخص کے قبضہ مین ہو اسپر ایک شخص نے دعوی کیا کہ اسنے مجھے ہبہ کر دیا فلان وقت پھر جب اس سے گواہ طلب ہوے تو اسنے کہا کہ اسنے ہبہ سے انکار کر دیا پھر مین نے اس سے خریدا ہو اور مدعی نے ہبہ سے پہلے خریدنے کے گواہ قائم کیے تو گواہی مقبول نہوگی کیونکہ دونون قولون مین صریح تناقض ہو کیونکہ وہ ہبہ کے بعد خریدنے کا مدعی ہو اور گواہ ہبہ سے پہلے خریدنے کی گواہی دیتے ہین اور بعد کو خریدنے کی گواہی دیتے تو قبول کیجاتی۔ اور اگر ہبہ سے پہلے خریدنے کے گواہ سنائے مگر نہین کہا تھا کہ اسنے ہبہ سے انکار کر دیا پھر مین نے اس سے خرید لیا تو بھی گواہی مقبول نہوگی کیونکہ ہبہ کا دعوی کرنا ہمارے نزدیک ہبہ کرنے والے کی ملک قائم ہونیکا اقرار کرنا ہو اور جب ہبہ سے پہلے خریدنے کے گواہ قائم کیے تو اس سے رجوع کیا پس تناقض شمار کیا گیا۔ کسی نے دوسرے سے کہا کہ تونے مجھسے یہ باندی خریدی ہو اور اسنے انکار کیا پس اگر بائع نے جھگڑا انکے پر عزم کر لیا تو اسکو باندی سے وطی کرنا روا ہو جس شخص نے اقرار کیا کہ مین نے فلان شخص سے دس درم وصول پاے پھر دعوی کیا کہ زیوف[۲] ہین تو تصدیق کیجاویگی بخلاف اسکے کہ اگر جید وصول پانے یا اپنا حق یا ثمن وصول پانیکا اقرار کیا تو صریحًا کھرے درم یا دلالۃً کھرے درم پانیکا اقرار ہو پس تصدیق نہ کیجاویگی اور نبہرہ کا حکم زیوف کے مانند ہو اور ستوق مین تصدیق نہوگی کیونکہ وہ درم کی جنس سے نہین ہین واضح ہو کہ زیف وہ درم ہو جسکو بیت المال نے کھوٹا ٹھہرایا ہو اور نبہرہ وہ ہو جسکو تاجر پھیر دیتے ہین اور ستوق وہ ہو جسمین میل زائد ہوتا ہو کسی نے دوسرے سے کہا کہ مجھپر تیرے ہزار درم ہین اسنے کہا کہ میرا تجھپر کچھ نہین ہو پھر وہین اسنے کہا بلکہ تجھپر میرے ہزار درم ہین تو اس اقرار کرنے والے پر کچھ نہین ہو کیونکہ پہلا قول اسکا اقرار تھا اور جب دوسرے نے اسکو رد کیا تو رد ہوگیا اور دوسرا قول دعوی ہو بلا حجت یا تصدیق خصم کے ثابت نہوگا بخلاف ایجاب خرید کے کہ اسکے انکار کی تصدیق پھر ہو سکتی ہو۔ اگر ایک شخص نے دوسرے پر مال کا دعوی کیا اسکے کہا کہ تیرا ہر گز مجھپر کچھ نہین پھر مدعی نے ہزار درم

[۱] زائغہ کسی محلہ کے کوچے سے موڑ کھا کر جو قوس کی طرح آبادی ہو جاوے وہ مستدیرہ ہو اور اگر زاویہ قائمہ ہو تو طویل مستطیلہ ہو اور اس سے بھی زائغہ نکلسکتی ہے ۱۲

[۲] زیوف وہ جسکو بیت المال نہین لیتا اگرچہ اُس مین تھوڑا میل ہوتا ہے اور ستوق رانگ کے مانند درم کی شکل ہوتے ہین ۱۲

ہونے پر گواہ قائم کیے اور مدعا علیہ نے ادا کر دینے پر گواہ قائم کیے تو گواہ مقبول ہونگے اور ایسے ہی اگر معاف کر دینے کے گواہ قائم کیے تو بھی مقبول ہونگے اور اسیطرح اگر مدعا علیہ نے کہا تھا کہ تیرا مجھپر ہرگز کچھ نہین ہے تو بھی یہی حکم ہے اور اگر یون کہا کہ تیرا ہرگز مجھپر کچھ نہ تھا اور مین تجھے نہین پہچانتا ہون تو اسکے گواہ ادا کر دینے یا معاف کر دینے کے مقبول نہونگے اور قدوری نے کہا کہ مقبول ہونگے کیونکہ روپوش یا پردہ نشین اپنے دروازہ پر غل غپاڑے سے پریشان ہو کر اپنے وکیلون کو حکم دیتا ہے کہ راضی کر کے الدو اور اکثر نہین پہچانتا ہے پھر پہچانتا ہے لہذا توفیق دونون قولون مین ممکن ہے ی۔ ایک نے دوسرے پر دعوی کیا کہ تو نے یہ باندی میرے ہاتھ بیچی ہے اسنے کہا کہ مین نے ہرگز تیرے ہاتھ نہین بیچی ہے پھر مدعی نے گواہ قائم کر کے لے لی پھر اسکی ایک انگلی زائد پائی یعنی عیب نکالا اور بائع نے گواہ قائم کیے کہ مین نے عیبون سے برأت کر لی تھی تو بائع کے گواہ نامقبول ہونگے ایک دستاویز کے نیچے لکھا گیا کہ جو شخص اس کی دستاویز حق کے کام کیواسطے کھڑا ہو تو جو کچھ اسمین ہے وہ اسکا ولی ہے انشاء اللہ تعالی یا آخر مین لکھا کہ فلان شخص پر اسکا خلاص کرنا اور سپرد کر دینا واجب ہے انشاء اللہ تعالی تو امام اعظم کے نزدیک سب دستاویز باطل ہے اور صاحبین کے نزدیک انشاء اللہ تعالی قیام اور خلاص سے متعلق ہے اور یہ استحسان ہے اور اگر دونون عبارتون مین کچھ جگہ خالی ہے تو مشائخ نے کہا کہ عبارت سے ملحق نہوگا (انشاء اللہ تعالی سے ۱۲) کذا فی الہدایہ۔ کسی نے اپنے گھر مین ہمیشہ روٹی پکانے کا تنور لگا لیا جیسا دوکانون مین ہوا کرتا ہے یا پیسنے کی چکی یا کندی کرنے والون کی کوٹنی تو جائز نہین ہے اسلیے کہ اس سے ہمسایون کو کھلا ضرر پہنچے گا کہ اس سے بچاؤ نہین ممکن ہے اور حمام بنا دے تو جائز ہے کیونکہ اسکا ضرر دائمی ہے اور اس سے بچاؤ اس طرح ہو سکتا ہے کہ ہمسایہ کی دیوار اور حمام کے بیچ مین گچ کی دیوار بنا دے اور صدر الشہید نے فرمایا کہ ان صورتون مین قیاس جواب ہے کہ اپنی ملک مین تصرف ہے ولیکن قیاس چھوڑ کر استحسان اختیار کیا گیا کہ اسمین مصلحت ہے اور کہا کہ میرے والد نے فرمایا ہے کہ جس صورت مین کھلا ضرر ہو تو ممانعت کیجاویگی اور اسی پر فتوی ہے۔ امام ابو یوسف سے روایت ہے کہ کسی نے اپنے گھر مین حمام بنایا اور اسکے دھوئین سے پڑوسیون کو ایذا پہونچی تو وہ ممانعت کر سکتے ہین الا جبکہ اسکا دھوان انکے گھرون کے دھوئین کے برابر ہو تو نہین منع کر سکتے ہین۔ اگر کسی نے اپنے گھر مین بکریون کا خطیرہ بنایا اور مینگنیون کی بدبو سے پڑوسیون نے ایذا پاکر منع کرنا چاہا تو شرعاً ممانعت نہین ہو سکتی ہے۔ اگر اپنے گھر مین کنوان کھودا کہ جس سے پڑوسی کی دیوار نمناک ہوتی ہے تو منع نہین کر سکتا ہے اور بعضون نے کہا کہ اگر ایسا ہونا یقیناً جانتا ہے تو منع کر سکتا ہے اور یہ قول ہمارے اصحاب کے قول کے مخالف[1] ہے۔ دو گھرون کی بیچ کی دیوار گر گئی اور ایک کے یہان پردہ ہے اسنے دوسرے سے اسکے بنانے مین مدد چاہی تو ہمارے اصحاب نے فرمایا کہ اسپر جبر نہ کیا جاویگا اور فقیہ نے فرمایا کہ ہمارے زمانہ مین جبر کیا جاویگا اور بعض نے کہا کہ اگر چڑھنے سے پڑوسی کے اندر گھر مین نظر پڑتی ہے تو چڑھنے سے منع کیا جاوے یہانتک کہ پردہ بنا دے (دوسرا [illegible] مشروع ہے ۱۲) اور اگر پڑوسی کی چھت پر پڑتی ہے تو منع نہین ہے یہ نہایہ مین منقول ہے۔ شافعی مذہب کا آدمی اگر قاضی کے پاس آیا اور جوار کی راہ سے شفعہ کا دعوی کیا تو مسئلہ کسی کتاب مین مذکور نہین ہے اور مشائخ نے اسمین اختلاف کیا ہے بعضون نے کہا کہ قاضی حکم نہ دیگا اور بعضون نے کہا کہ حکم دیگا اور بعضون نے کہا کہ اگر قاضی کے پاس آیا تو قاضی اس سے دریافت کریگا کہ جوار کی وجہ سے شفعہ واجب جانتا

[1] مخالف ہے اقول ضرر عام اور ضرر خاص دفع کرنا شرعی اصول مین بلا خلاف مقرر ہے اور ہمارے اصحاب سے مصرح فافہم ۱۲

تیرا اعتقاد ہو اگر اسنے کہا کہ ہاں تو حکم دیگا اور اگر کہا کہ نہیں تو وہان سے اٹھا دیگا اور اسکا کلام نہ سنیگا اور شیخ شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ یہ اچھا قول ہے مفتی مین کو رہے کہ مثلاً بغداد مین تین قاضی ہین ہر ایک کی ایک حد مقرر ہے اور ایک شخص نے دوسرے پر دعوی کیا اور دونون مین اختلاف ہوا کہ کس قاضی کے پاس مقدمہ پیش کرین پس اگر دونون کا گھر ایک ہی جگہ ہے تو جو وہان کا قاضی ہے اسکے پاس پیش کرین اور اگر دونون کا گھر جدا جدا ہے ایک اس طرف رہتا ہے دوسرا اس طرف رہتا ہے تو امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ مدعی کو اختیار ہے جہان چاہے نالش کرے اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ مدعا علیہ کو اختیار ہے جسکے پاس چاہے جاوے اسی طرح اگر ایک خصم لشکر کی چھاؤنی مین رہتا ہے اسنے کہا کہ ہم چھاؤنی کے قاضی کے پاس چلینگے اور دوسرا شہر مین رہتا ہے اسنے کہا کہ شہر کے قاضی کے پاس چلینگے تو اسمین بھی اختلاف مذکور جاری ہے کذا فی المحیط۔ اگر قاضی نے کسی شخص سے کہا کہ میرے نزدیک بالضرور ثابت ہو گیا کہ اسنے چوری کی ہے تو اسکا ہاتھ کاٹ ڈال یا کہا کہ اسنے زنا کیا ہے اسکے حد مار دے یا کہا کہ اسپر قصاص واجب ہوا ہے اسکو قتل کر سکے تو شیخینؒ کے نزدیک اسکو روا ہے کہ حدود اور قصاص جاری کر دے اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ اسکو ایسا کرنا روا نہیں ہے جبتک کہ قاضی اسکے نزدیک عادل نہو اور قاضی کے ساتھ دوسرا شخص گواہی نہ دے اگر کسی حق کے مقدمہ مین ہے تو دونون کی گواہی قبول کرے اور اگر زنا کے مقدمہ مین ہے تو قاضی کے ساتھ تین شخص اور چاہیے ہین۔ اور ہمارے بعض اصحاب نے فرمایا کہ اسکی تین صورتین ہین یا تو قاضی عالم عادل ہوگا یا عالم ظالم ہوگا یا عادل جاہل ہوگا پس اگر عالم عادل ہے تو امام اعظمؒ و امام ابو یوسفؒ کے نزدیک بدون استفسار کے اسکا کہنا قبول کرے اور اگر عالم ظالم ہے تو اسکی فرمانبرداری نہ کرے خواہ استفسار کیا ہو یا نہ کیا ہو اور اگر عادل جاہل ہے تو بدون استفسار کے اسکے کہنے پر عمل نہ کرے کیونکہ وہ اکثر خطا کرتا ہے تو حجت دریافت کرے اور مسئلہ جو مذکور ہوا ہے وہ عالم عادل کو فرض کر کے ہے۔ اسی طرح اگر قاضی نے کہا کہ میرے سامنے اس شخص نے اس شخص کے ہزار درم قرض کا اقرار کیا ہے اور اقرار کرنے والا انکار کرتا ہے تو شیخین کے نزدیک مقبول ہے اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ اسکا قبول کرنا لازم نہیں ہے یہ شرح طحاوی مین لکھا ہے اگر اصل قاضی کے پاس حکم خلیفہ ثابت کرنا چاہا تو خلیفہ قاضی اصل کے سامنے کہے کہ فلان شخص نے فلان شخص کے واسطے اسقدر مال کا اقرار کیا اور مین نے فلان شخص پر فلان کے واسطے یہ حکم دیا پس فلان شخص کا اقرار اور خلیفہ کا حکم اور جو کچھ خلیفہ نے بیان کیا سب ثابت ہو گیا کیونکہ خلیفہ وہین قاضی ہے جہان قاضی اصل قاضی ہے اور قاضی کا قول اپنے مقام قضا مین مقبول ہوتا ہے کذا فی الذخیرہ اگر قاضی نے غائب کے وکیل یا میت کے وصی کے سامنے فیصلہ کیا تو غائب اور میت پر حکم ہوگا نہ وکیل اور وصی پر اور قاضی اپنی سجل مین تحریر کریگا کہ قاضی نے غائب اور میت پر حکم دیا لیکن اسکے وکیل یا وصی کے سامنے خصاف نے ادب القاضی مین ذکر کیا ہے کہ اگر قاضی نے کسی شخص کو مدعا علیہ کے پیچھے لگا یا کہ اسکا مال نکالے تو اسکی مزدوری مدعا علیہ پر ہوگی ایسا ہی قاضی صدر الاسلام نے ذکر کیا اور اسکو بعض قاضیون نے اختیار کیا ہے اور بعض مشائخ نے کہا کہ مدعی پر ہوگی اور یہی اصح ہے کیونکہ اسکا نفع مدعی کو پہونچتا ہے اگر ایک شخص دوسرے شخص کے واسطے مال کا اقرار کر کے مر گیا پھر اسکے مرنے کے بعد اسکے وارثون نے اس شخص سے جسکے

لہ اعتقاد ہے اقول یہ مسئلہ دلیل ہے کہ مقلدین اپنی تقلید معین حق سمجھکر تقلید کرین اور بعض مسائل مین ممکن ہے کہ دوسرے امام کے قول کی تصدیق کرتے ہون

واسطے اقرار کیا تھا کہا کہ ہمارے باپ نے جو کچھ اقرار کیا وہ جھوٹ طور پر اقرار کیا اور مجھے معلوم ہوا اور وارثون نے اس سے قسم لینا چاہی تو انکو قسم لینے کا حق نہین پہونچتا ہے۔ اگر قرضدار نے کہا کہ مین اپنا یہ غلام فروخت کر کے قرضہ ادا کیے دیتا ہون تو شارح مختصر العصام نے ذکر کیا کہ قاضی اسکو قید نہ کریگا بلکہ دو یا تین روز تک مہلت دیگا کسی نے دوسرے پر مال کا دعوی کیا اور مدعا علیہ نے اسکا انکار کیا پھر دوسری مجلس مین اسپر دعوی کیا کہ تونے مجھ سے مال ادا کرنیکی مہلت لی تھی اور مال کا اقرار کیا تھا تو قاضی اس مال پر یا مہلت لینے پر قسم لیگا اور بعضے مشائخ نے فرمایا کہ صرف مال پر قسم لیگا کیونکہ مہلت لینے پر قسم لینے سے اقرار مال ثابت ہوتا ہے اور اقرار مدعی کی حجت ہے اور مدعی کی حجت پر مدعا علیہ سے قسم نہین لیجاتی ہے۔ نوادر ابن رستم مین امام محمد سے روایت ہے کہ ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میرے تجھ پر ہزار درم ہین پھر اس مدعا علیہ نے کہا کہ اگر تو قسم کھائیگا کہ یہ تیرے مجھپر ہین تو مین تجھے ادا کر دونگا پھر مدعی نے قسم کھالی اور مدعا علیہ نے اسے ادا کر دیے پس اگر مدعا علیہ نے اسی شرط پر ادا کیے ہین جو شرط بیان کی ہے تو اسکو اختیار ہے کہ جو اسنے دیا ہے واپس لیوے ایک شخص نے دوسرے کے نام کا اقرارنامہ نکالا کہ اسنے اقرار کیا ہے اور تحریر کر دیا ہے پھر مقر نے کہا کہ مین نے تیرے لیے اس مال کا اقرار کیا تھا لیکن تو نے میرا اقرار رد کر دیا تو مقر لہ یعنی جسکے لیے اقرار کیا تھا اس سے قسم لیجائیگی جیسے اس صورت مین کہ ایک شخص نے دوسرے پر بیع کا دعوی کیا اور بائع نے کہا کہ مین نے تیرے ہاتھ فروخت کیا تھا مگر تو نے مجھسے اقالہ کر لیا ہے تو خریدکے دعوے کرنے والے سے قسم لیجاویگی۔ ایک شخص نے ایک عورت اور اسکی بیٹی سے دو عقدون مین نکاح کیا اور کہا کہ مجھے نہین معلوم کہ مین نے کس سے پہلے نکاح کیا ہے تو صاحبین کے نزدیک ہر ایک کیواسطے اس سے قسم لیجاویگی کہ مین نے اسکو دوسری عورت سے پہلے اپنے نکاح مین نہین لیا ہے اور قاضی کو اختیار ہے جس سے چاہے پہلے شروع کرے پس اگر ایک سے قسم دلائی اور اسنے قسم کھالی تو دوسری کا نکاح ثابت ہو گیا اور اگر انکار کیا تو اسکا نکاح ثابت ہوا اور دوسری کا باطل ہو گیا اور امام اعظم کے نزدیک نکاح کے معاملہ مین قسم کافی نہین ہے۔ اگر ایک شخص پر کسی گھر کا دعوی کیا گیا اور اسنے کہا کہ یہ گھر مین نے بنایا ہے اور مدعی اسکو جانتا ہے اور مدعی سے قسم طلب کی تو مدعی سے قسم نلیجاویگی کیونکہ جائز ہے کہ بنانے والا مدعا علیہ ہو ولیکن عمارت ملکیت مدعی کی ہو اسطرح کہ مدعی کے حکم سے مدعا علیہ نے تیار کی ہو حتے کہ اگر مدعا علیہ نے یون بیان کیا کہ مین نے یہ گھر اپنی ذات خاص کے واسطے بدون حکم مدعی کے بنایا ہے تو مدعی سے قسم لیجاویگی۔ اگر محکم یعنی حکم نے مدعا علیہ سے قسم لی اور اسنے قسم کھالی پھر قاضی کے سامنے مرافعہ ہوا تو قاضی اس سے دوبارہ قسم نہ لیگا کذا فی المحیط۔ اگرچہ حکم فاسق ہو یہ ہمارے نزدیک ہے کذا فی فتاوی قاضی خان۔ ایک گھر کسی کے قبضہ مین تھا اسپر کسی نے دعوی کیا کہ یہ میرا ہے اس نے مجھ سے غصب کر لیا ہے اور مدعا علیہ نے کہا کہ یہ گھر میرا تھا مین نے اسکو اس طرح وقف کر دیا ہے اور مدعی نے اسکو قسم دلانا چاہی تو امام محمدؒ کے نزدیک اسکو قسم دلائی جاویگی اور شیخین نے خلاف کیا ہے اور بناء خلاف یہ ہے کہ گھر کا غصب امام محمد کے نزدیک متحقق ہوتا ہے اور قسم دلانے مین یہ فائدہ ہے کہ اگر اسنے انکار کیا تو اسپر قیمت دینے کا حکم کیا جائیگا اور اگر مدعی نے اس غرض سے قسم دلائی کہ مین بعینہ وہ گھر لون تو بالاتفاق قسم نہ دلائی جاویگی کیونکہ وہ گھر وقف مین جاتا رہا ہے اور فتوے امام محمد کے قول پر ہے اور یہ مثل اسکے ہے کہ زید کے قبضہ

مین ایک غلام ہو اسنے کہا کہ یہ غلام عمرو کا ہو اُسنے خالد سے غصب کر لیا ہو تو زید کے اس اقرار کی کہ یہ عمرو کا ہو تصدیق کیجاویگی اور اسکی تصدیق نہ کیجاویگی کہ عمرو نے خالد سے غصب کر لیا ہو اور اسکا اقرار اُسپر حجت ہوگا حتی کہ اسکی قیمت عمرو کو دلائی جاویگی۔ ایک شخص کے قبضہ مین ایک زمین ہو اور اسکے زعم مین اسکے دادا نے یہ زمین اپنے بیٹون و بیٹیون کی اولاد پر خاصتہً وقف کی ہو پھر ایک شخص آیا کہ اس زمین کے وقف کرنے والے نے اسکو اپنی تمام اولاد پر وقف کیا ہو اور مین بھی اسکی اولاد مین سے ہون اور قابض سے اسنے قسم لینا چاہی تو اس سے قسم نہ لیجاویگی ولیکن اگر قابض کے پاس زمین کا کچھ حاصل ہو تو قسم لیجاویگی کیونکہ مدعی اس حاصل کو اپنی ملکیت خیال کرتا ہو اور قابض منکر ہو تو قسم دلایا جاویگا اور یہ حکم اس شخص کے قول پر ٹھیک ہو جو کہتا ہو کہ جسپر وقف کیا جاوے اسکو خصومت کا حق ہوتا ہو اور جس شخص کے نزدیک نہین ہوتا ہو اسکے نزدیک یہ حکم ٹھیک نہوگا اور چاہیے کہ دعوی متولی کیطرف سے ہو تاکہ مدعا علیہ سے قسم لیجاوے۔ چھاؤنی کے قاضی کو سوائے چھاؤنی کے ولایت حاصل نہین ہی اور سوائے اہل چھاؤنی کے اسکا حکم کسی پر نافذ نہوگا مگر جبکہ تقرری کے وقت اُسنے شرط کر لی ہو تو نافذ ہوگا۔ اگر کوئی شخص چھاؤنی کا ہو اور وہ بازار مین کام حرفہ کرتا ہو تو وہ چھاؤنی کا شمار ہوگا شمس الاسلام اوزجندی سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے کچھ زمین علماء خورقند پر وقف کی اور متولی کے سپرد کر دی پھر متولی پر فساد وقف کا بسبب شیوع کے دعوی کیا اور قاضی خورقند کے سامنے پیش کیا اور اسنے صحت وقف کا حکم دیا اور قاضی خورقند بھی علماء خورقند مین سے ہو تو انھون نے فرمایا کہ اسکی قضا نافذ ہی کیونکہ جب گواہ ہو سکتا ہو تو قاضی ہو سکتا ہو اور گواہ ہونیکی دلیل یہ ہو کہ ہلال نے ذکر کیا ہو کہ اگر کسی نے اپنے پڑوسی فقیرون پر کچھ وقف کیا اور بعض فقیرون نے انہین سے وقف پر گواہی دی تو مقبول ہوگی۔ قاضی بالغون کے نکاح کر دینے کا مختار نہین ہو مگر جبکہ اسکے منشور مین یہ لکھدیا گیا ہووے۔ اگر قاضی اپنا رزق بیت المال سے پورا پورا لینے سے پہلے مرگیا تو ساقط ہو جائیگا شمس الائمہ حلوائی نے ذکر کیا ہو فتاوی نسفی مین ہو کہ قاضی کرخ اور قاضی جیب سے ملاقات ہوئی پھر ایک نے دوسرے سے کہا کہ فلان شخص نے فلان کیواسطے یہ اقرار کیا ہو تو دوسرا اسپر فیصلہ نہ کریگا جبتک وہ اسکے پاس کتاب القاضی الی القاضی کے طریقہ پر خط نہ بھیجے اور مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم اسوقت ہو کہ خبر دینے کے وقت ہر ایک ایسی جگہ نہو جہان وہ قاضی ہو اور اگر ایسی جگہ ہو تو اس خبر پر اعتبار کرنا چاہیے کیونکہ زبانی خبر کا اعتبار خط سے زیادہ ہو یہ محیط مین لکھا ہو۔ قاضی نے یتیم کا مال خود کسی کے ہاتھ فروخت کیا یا وصیت کیا یا اسکے حکم سے اسکے امین نے فروخت کیا اور قاضی اسکو جانتا ہو پھر یہ قاضی مرگیا اور لوگون نے دوسرے قاضی کے پاس جو بجائے اُسکے مقرر ہوا ہو گواہی دی کہ ہم نے پہلے قاضی کو کہتے سنا تھا کہ مین نے اس یتیم کا مال فلان کے ہاتھ فروخت کیا تو یہ گواہی مقبول ہو اور مشتری سے مال کا مواخذہ کیا جاویگا اور یہی حکم ودیعت کا ہو ملتقط مین ہو کہ اگر کوئی شخص مرگیا اور اسکا کوئی وارث معلوم نہین ہوتا ہو اور قاضی نے اسکا گھر فروخت کر دیا تو جائز ہو اور اگر پھر اسکا کوئی وارث ظاہر ہوا تو بیع تمام ہو چکی یعنی بیع واپس نہوسکے گی یہ فتاوی خلاصہ مین ہو۔ ایک شخص نے دوسرے پر درہم و دینار و زمین وغیرہ کے متفرق دعوے کیے تو سب دعوے ملا کر کے مدعا علیہ سے سب پر ایک قسم لیجاویگی ایک شخص نے دوسرے پر دعوے کیا اور مدعا علیہ نے انکار کیا پھر مدعی نے ایک اقرار نامہ مدعا علیہ کا لکھا ہوا کہ اسقدر مال کا اسنے اقرار کیا اور تحریر کیا تھا نکالا اور کہا کہ یہ تحریر مدعا علیہ کی ہو اور مدعا علیہ نے اپنی تحریر ہونے سے انکار کیا پھر اس سے لکھوایا گیا تو دونون خطون مین صاف مشابہت تھی تو اسمین اختلاف ہے

ملہ شرط کرلی یعنی سلطان نے [illegible] ۱۲

بعضون نے کہا کہ قاضی مدعا علیہ پر اس مال کی ڈگری کرے اور بعضون نے کہا کہ نہ کرے اور یہی صحیح ہے اور اگر مدعا علیہ نے اپنی تحریر ہونیکا اقرار کیا ولیکن مال سے انکار کیا کہ مجھپر نہین ہے پس اگر وہ خط عنوان کے ساتھ مصدر ہو تو مدعا علیہ کے قول کی تصدیق نہوگی اور اسپر مال کی ڈگری کیجاویگی۔ اور صراف اور دلال کا خط عرفاً حجت ہے اور اگر یہ خط مصدر معنون نہو ولیکن بطور رسالے کے ہو پس اگر اپنے نفس پر اسکے مضمون کا اقرار کیا تو مال اسپر لازم ہوگا۔ اور اگر گواہون کے سامنے خط لکھکر انکو پڑھ سنایا تو گواہون کو گواہی دینا حلال ہے اگرچہ کاتب نے انکو گواہ نہ کر لیا ہو۔ اور اگر گواہون کے سامنے لکھا اور انکو پڑھکر نہ سنایا ولیکن کہا کہ جو کچھ اسمین ہے اسکی تم مجھپر گواہی دو تو گواہون کو روا ہے کہ گواہی دین بشرطیکہ اسکے مضمون سے آگاہ ہون اور اگر نہ آگاہ ہون تو انکو گواہی دینا حلال نہین ہے عیون مین لکھا ہے کہ ایک شخص مر گیا اور اسنے اپنے ایک غلام کو ہزار درم پر مکاتب کر دیا ہے اور میت پر کسی کے ہزار درم چاہیے ہین پھر مکاتب نے بدون حکم قاضی کے قرضخواہ کو میت کیطرف سے اُسکے قرضہ کے عوض ہزار درم دیدیے تو قیاساً باطل ہے اور مکاتب آزاد نہوگا جبتک قاضی اُسکو آزاد نہ کرے یہ خانیہ مین ہے۔ ایک شخص نے ایک غلام کا جو دوسرے کے قبضہ مین ہے دعوی کیا اور مدعا علیہ نے انکار کیا اور اس سے قسم طلب کی پس اسنے انکار کیا پھر قاضی نے بسبب اُسکے اقرار کے اسپر ڈگری کر دی پھر مدعا علیہ نے گواہ قائم کیے انھون نے گواہی دی کہ مدعا علیہ نے یہ غلام مدعی سے خریدا تھا تو گواہی مقبول ہوگی یہ تاتارخانیہ مین ہے اگر کسی نے کہا کہ میرا مال مسکینون پر صدقہ ہے تو ان لوگون پر صدقہ ہوگا جنمین زکوۃ تقسیم ہوتی ہے اور اگر تہائی مال کے صدقہ کی وصیت کی تو ہر شے کی تہائی لیجاویگی اور زمین عشری امام اعظم و امام ابو یوسف کے نزدیک اسمین شامل ہے اور امام محمد کے نزدیک شامل نہوگی اور بالاجماع زمین خراجی داخل نہین ہے اور اگر کہا کہ جسکا مین مالک ہون مسکینون پر صدقہ ہے تو بعض مشائخ نے فرمایا کہ ہر مال کو شامل ہے کیونکہ یہ لفظ اعم ہے لفظ مال سے اور مفید ایجاب شرعی ہے اور وہ مخصوص لفظ مال کے ساتھ ہے اور یہان کوئی مخصص نہوا تو عام باقی رہا اور صحیح یہ ہے کہ دونون لفظ یکسان ہین پھر اگر اسکے سوا اسکا کچھ مال دوسرا نہو تو اسمین بقدر روزینہ کے رکھ لے پھر جب کچھ اسکے پاس آجاوے تو پھر اسقدر صدقہ کردے اور کسقدر رکھ لے اسکی مقدار مقرر نہین ہے کیونکہ ہر شخص کی لیاقت پر ہے اور بعضون نے بیان کیا کہ حرفہ والا ایک روز کی روزی رکھ لے اور کرایہ والا ایک مہینہ کی اور زمیندار ایکسال کی اور اسیطرح تجارت والا اتنے دنون کی روزی رکھ لے کہ جب اسکا مال اسکے پاس آجاوے۔ اگر کسی کو وصیت کی گئی اور اسکو وصیت کا علم نہ ہوا یہان تک کہ اُسنے ترکہ مین سے کچھ فروخت کیا تو وہ وصی ہوگا اور بیع جائز ہے اور وکیل کی بیع جبتک اسکو وکالت معلوم نہو جائز نہین ہے اور امام ابو یوسف سے روایت ہے کہ وصیت کی صورت مین بھی جائز نہین ہے۔ اور اگر کسی نے لوگون مین سے اسکو آگاہ کر دیا تو روا ہے اور وکالت سے ممانعت نہوگی جبتک کہ اسکے پاس دو یا ایک عادل گواہی نہ دیوے اور یہ امام اعظم کے نزدیک ہے اور صاحبین نے فرمایا کہ تصرف کرنا اور تصرف سے ممانعت دونون کا ایک حکم ہے یعنی تصرف روا ہونے کیواسطے عدالت کی اور عدد کی شرط نہین ہے ایسے ہی تصرف سے ممانعت کیواسطے بھی شرط نہین ہے اگر قاضی نے یا اسکے امین نے کوئی غلام قرضخواہون کیواسطے فروخت کیا اور ثمن لے لیا اور وہ ضائع ہو گیا پھر غلام استحقاق ثابت کر کے مشتری سے لے لیا گیا تو قاضی یا امین ضامن نہوگا اور مشتری

اپنا ثمن قرضخواہون سے لیگا اور اگر قاضی نے وصی کو اس غلام کے بیچنے کا حکم کیا کہ قرضخواہون کیواسطے فروخت کرے پھر قبضہ سے پہلے مرگیا یا استحقاق ثابت ہوکر مشتری سے لے لیا گیا تو مشتری وصی سے ثمن واپس لیگا اور وصی قرضخواہون سے لے لیگا پھر اگر میت کا کچھ مال ظاہر ہوا تو قرضخواہ اپنے قرضہ کو اس سے لے لیگا اور مشائخ نے فرمایا کہ جائز ہے کہ یہ کہا جائے کہ وہ سو دینار بھی لے لیگا جو اسنے ڈانڈ دیے ہین کیونکہ یہ بھی اسکو میت کے کام مین دینے پڑے ہین۔ اگر وارث کے واسطے کوئی چیز میت کی فروخت کی گئی تو اس کا حکم بھی قرضخواہ کا حکم ہے واللہ اعلم بالصواب کذا فی الہدایہ

کتاب الشہادات

اور اسمین چند باب ہین

باب اول شہادت کی تعریف اور اسکے رکن و سبب ادا و حکم و شرائط و اقسام کے بیانمین شہادت یعنی گواہی کی تعریف یہ ہے کہ مجلس قضا مین گواہی کے لفظ کے ساتھ حق ثابت کرنیکے واسطے سچی خبر دینے کو شہادت کہتے ہین یہ فتح القدیر مین ہے اور رکن اسکا ایسا لفظ جو خبر کے معنی مین ہو نہ قسم کے معنی مین اسکا رکن ہے یہ تبیین مین لکھا ہے۔ گواہی ادا کرنیکا سبب یا تو مدعی کی درخواست ہو کہ گواہی ادا کرے یا مدعی کی حق تلفی کا خوف ہو جبکہ مدعی کو اسکی گواہی نہ معلوم[1] ہو اور اسکا یعنی گواہی کا اثر و حکم یہ ہے کہ حاکم کو اسکے موافق حکم دینا پڑے کذا فی العنایہ۔ گواہی کی شرطین دو طرح کی ہین ایک گواہی اٹھانے کی شرطین اور دوسرے اس گواہی کو ادا کر دینے کی شرطین۔ گواہی اٹھانیکی شرطون مین سے ایک یہ ہے کہ اسوقت عاقل ہو پس مجنون یا ایسے لڑکے کا جسے عقل ہے گواہی اُٹھانا صحیح نہین ہے۔ ایک یہ ہے کہ آنکھون والا ہو پس اندھے کا گواہ ہونا صحیح نہین اور ایک یہ کہ جس چیز کی گواہی برداشت کی ہے اسکو خود دیکھا ہو نہ یہ کہ دوسرے کے دیکھنے پر گواہی کا متحمل ہوا ہو مگر چند چیزون خاص مین لوگون سے سُن لینے سے گواہ ہو سکتا ہے یہ بدائع مین لکھا ہے اور گواہی برداشت کرنے کے واسطے بالغ اور آزاد اور مسلمان اور عادل ہونا شرط نہین ہے حتی کہ اگر گواہی برداشت کرنے کے وقت عاقل لڑکا یا کافر یا فاسق ہو پھر جب اس گواہی کے ادا کرنے کا وقت ہوا اسوقت لڑکا بالغ ہوگیا یا مسلمان پر گواہی دینے کے وقت کافر مسلمان ہوگیا یا فاسق نے توبہ کرلی اور قاضی کے سامنے گواہی ادا کی تو انکی گواہی مقبول ہوگی یہ بحر الرائق مین لکھا ہے اور گواہی ادا کرنیکی شرطین چند طرح کی ہین از انجملہ خود گواہ مین یہ شرط ہے کہ عاقل اور بالغ اور آزاد اور بینا اور ناطق ہو اور ہمارے نزدیک تہمت لگانے مین اسکو حد نہ ماری گئی ہو اور فقط خالص اللہ تعالے کے واسطے گواہی دے اور اسکو کچھ حصول منفعت یا دفع مضرت کی غرض نہو اور خود مخاصم نہو اور امام اعظم کے نزدیک جس چیز پر گواہی دیتا ہے اُسکو جانکر وقت ادا تک یاد رکھتا ہو اور صاحبین کے نزدیک شرط نہین ہے یہ بدائع مین لکھا ہے اور عدالت گواہ کی قاضی کے قبول کرنے کے واسطے شرط ہے ادا کرنیکے واسطے شرط نہین ہے یہ بحر الرائق مین لکھا ہے اور شرط ظاہری عدالت ہے نہ حقیقی کیونکہ تعدیل کرنیوالون سے

[1] نہ معلوم یعنی مثلاً مدعی کے باپنے چیز خریدی اور فلان و فلان کو گواہ کرلیا پھر وہ مرا اور کسی نے دعوی کیا اور فرزند کو گواہ معلوم نہین تو ان گواہون کو چاہیے کہ خود گواہی ادا کرین ۱۲

گواہون کا حال دریافت کرنے سے ہوتی ہے اور یہ امام اعظم کے نزدیک ہے اور امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ سے روایت ہے کہ
حقیقی شرط ہے کذا فی البدائع اور فتوی اس زمانہ مین صاحبین کے قول پر ہے یہ کافی مین لکھا ہے۔ اور عدل کی تفسیرون مین
عمدہ تفسیر وہ ہے جو امام ابو یوسفؒ سے منقول ہے کہ گواہی مین وہ شخص عادل ہے کہ جو کبیرہ گناہون سے دور رہے اور صغیرہ پر اصرار
نہ کرے اور اسکی صلاحیت فساد سے زائد ہو اور اسکے افعال صواب خطا سے زیادہ ہون یہ نہایہ مین ہے کبیرہ گناہ کی تفسیر مین
اختلاف ہے اور اصح وہ ہے جو شمس الائمہ حلوانی سے منقول ہے کہ جو فعل مسلمانون مین شنیع ہو اور اسکے کرنے مین ہتک حرمت
دین اللہ تعالی ہو وہ کبائر مین سے ہے اور اسیطرح جسمین مروت اور کرم کا دور کر دینا لازم آتا ہو وہ کبائر مین سے ہے
اور اسیطرح فسق و فجور پر اعانت کرنا اور ان گناہون پر برانگیختہ کرنا بھی کبائر مین سے ہے اور انکے ماسوا صغیرہ ہین
کذا فی المحیط اور از انجملہ نفس گواہی مین یہ شرط ہے کہ حقوق عباد پر جو گواہی قائم ہوئی ہے انمین مدعی یا اسکے نائب
کی طرف سے دعوی ہونا شرط ہے اور یہ کہ گواہی دعوی کے موافق ہو اور جن چیزون پر مرد مطلع ہو سکتے ہین عدد شرط
ہے اور دونون گواہون مین اتفاق شرط ہے اور حدود پر گواہی دینے مین ذکر ہونا شرط ہے اور جسپر گواہی قائم ہوئی ہے اگر وہ
مسلمان ہو تو گواہ کا مسلمان ہونا شرط ہے اور تمام حدود پر گواہی دینے مین سوائے حد قذف کے یہ شرط ہے کہ مدت
زیادہ نہ گذر گئی ہو ورنہ مقبول نہو گی بخلاف اقرار کے اور یہ کتاب الحدود مین مذکور ہوا ہے اور حدود و قصاص مین گواہ
اصالةً گواہی ادا کرے کذا فی البدائع اور گواہی پر گواہی ادا کرنیمین اصالةً حاضر ہونا متعذر ہے یہ بحر الرائق مین ہے از انجملہ جس چیز
کی گواہی دیتے ہین اسکا معلوم ہونا شرط ہے اگر مجہول ہو گی تو گواہی مقبول نہو گی اسواسطے کہ قاضی کے حکم قضا کے صحیح
ہونیکے واسطے جس چیز کی گواہی دیتے ہین قاضی کو اسکا علم ہونا ضرور ہے اور اسی سے نکلتا ہے کہ اگر دو شخصون نے قاضی کے پاس
گواہی دی کہ فلان شخص اس میت کا وارث ہے اسکے سوا کوئی اسکا وارث نہین ہے تو گواہی نامقبول ہونا اسوجہ سے ہے کہ انھون نے
مجہول کی گواہی دی کہ سبب وراثت مجہول ہے کذا فی البدائع۔ تمام شہادتیں پس زنا پر گواہی ہے اور اسمین چار مرد معتبر ہوتے
ہین اور باقی حدود و قصاص پر گواہی اور اسمین دو مردون کی گواہی مقبول ہوتی ہے اور ان دونون قسمون مین عورتون کی گواہی
مقبول نہین ہوتی ہے یہ ہدایہ مین لکھا ہے۔ از انجملہ ولادت اور بکارت اور عورتون کے ایسے عیبون پر گواہی کہ جسپر مرد مطلع نہین
ہوتے ہین اور اسمین ایک مسلمان آزاد عادلہ عورت کی گواہی مقبول ہے اور دو ہون تو زیادہ احتیاط ہے یہ فتح القدیر مین لکھا
ہے اور مشائخ بلخ اور مشائخ بخارا نے لفظ شہادت کو شرط کیا ہے اور مشائخ عراق نے کہا کہ لفظ شہادت شرط نہین ہے یہ محیط
مین لکھا ہے اور قدوری نے پہلے قول پر اعتماد کیا اور اسی پر فتوی ہے یہ خلاصہ مین ہے جنمین ایک عورت کی گواہی مقبول ہے
اگر ایک مرد نے گواہی دی مثلاً کہا کہ ناگہان میری نظر اس عورت پر پڑ گئی تو جواب یہ ہے کہ ایسے مواضع مین اسکی گواہی قبول
ہونا چاہیے کذا فی المبسوط اور صحیح یہ ہے کہ عدد شرط نہین کیونکہ جب ایک عورت کی گواہی مقبول ہے تو مرد کی گواہی اس سے
قوی ہے مقبول ہونی چاہیے یہ نہایہ مین ہے۔ از انجملہ گواہی سوائے حدود و قصاص کے اور سوائے ان چیزون کے جن پر مرد
مطلع نہین ہوتے ہین ایسی گواہی مین دو مرد یا ایک مرد و دو عورتین ہونا شرط ہے خواہ وہ مال ہو یا مال نہو مثل نکاح اور
طلاق اور عتاق اور وکالت اور وصیت وغیرہ یہ تبیین مین لکھا ہے۔ اور رمضان بھی اسی قسم سے ہے حتی کہ ہمارے

نزدیک ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی سے ثابت ہو جاتا ہے کذا فی المحیط

دوسرا باب گواہی کو برداشت کرنے اور ادا کرنے اور انکار کرنے کے بیان میں۔ کچھ ڈر نہیں ہے کہ انسان گواہی کے برداشت کرنے اور قبول کرنے سے انکار کرے۔ واقعات میں ہے کہ ایک شخص سے اپنی گواہی لکھنے کو یا گواہ ہونے کو کہا گیا اور اسنے انکار کیا پس اگر طالب کو دوسرا شخص ملتا ہے تو اسکا انکار جائز ہے ورنہ جائز[1] نہیں ہے کذا فی الذخیرہ اور ایسا ہی حال تعدیل کا ہے کہ اگر کسی سے حال گواہ دریافت کیا جاوے اور وہاں دوسرا معدل دستیاب ہو سکتا ہے تو اسکو نہ قبول کرنے کی گنجائش ہے ورنہ روا نہیں ہے کہ سچی بات نہ کہے تا کہ کسی کا حق باطل کرنیوالا نہ ٹھہرے یہ محیط میں لکھا ہے اگر مدعی نے گواہی طلب کی تو ادا کر دے ورنہ چھپانے سے گنہگار ہوگا اور جبھی گنہگار ہوگا کہ اسکو معلوم ہو کہ قاضی میری گواہی قبول کریگا اور اسی پر ادا کرنا ٹھہر جاوے اور اگر جانتا ہے کہ قاضی نہ قبول کریگا یا وہاں ایک جماعت ہے کہ بعضوں نے گواہی دی اور وہ قبول ہوئی تو گنہگار نہوگا اور بعضوں کی گواہی مقبول نہوئی اور دوسرے لوگ گواہ لائق قبولیت کے موجود ہیں تو جو نہ ادا کریگا گنہگار ہوگا یہ تبیین میں لکھا ہے۔ اور اگر یہ شخص ایسا ہو کہ بہ نسبت دوسروں کے اسکی گواہی جلد قبول ہووے تو اسکو گواہی ادا کرنے سے انکار کرنا روا نہیں ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اگر قاضی کی کچہری سے گواہ کا گھر دور ہو کہ وہ گواہی ادا کر کے اسی روز اپنے گھر نہیں پہونچ سکتا ہے تو مشائخ نے فرمایا کہ گنہگار نہوگا یہ تبیین میں لکھا ہے خلف[؟] سے دریافت کیا گیا کہ ایک غیر عادل قاضی کے پاس مقدمہ پیش ہوا اور ایک شخص کے پاس گواہی ہے تو کیا اسکو جائز ہے کہ یہاں نہ ادا کرے اور چھپاوے اور قاضی عادل کے پاس ادا کرے تو فرمایا کہ ہاں جائز ہے یہ ظہیریہ میں لکھا ہے۔ حدود کی گواہی میں گواہ کو چھپانے اور ظاہر کرنیکا اختیار ہے اور چھپانا افضل ہے لیکن مال کی گواہی چوری میں ظاہر کرنا واجب ہے پس یوں کہے کہ اسنے لیا ہے اور یہ نہ کہے کہ اسنے چورایا ہے کذا فی الہدایہ۔ گواہیاں کہ جنکو گواہ برداشت کرتا ہے دو طرح کی ہیں ایک وہ کہ بدون گواہ کرنیکے ثابت ہوتی ہیں جیسے بیع اور اقرار اور حکم حاکم اور غصب اور قتل پس جب گواہ نے بیع یا اقرار یا حکم حاکم کو سنا یا غصب یا قتل کو دیکھا تو اسکو گواہی دینا روا ہے اگرچہ گواہ نہ کیا گیا ہو اور یوں بیان کرے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اسنے فروخت کیا اور یہ نہ کہے مجھے اسنے بیع میں گواہ کیا تا کہ جھوٹا نہ ٹھہرے اور دوسری قسم وہ کہ بلا گواہ کرنیکے ثابت نہیں ہوتی ہیں جیسے گواہی پر گواہی پس اگر کسی نے کسی گواہ کو گواہی دیتے سنا تو اسکو روا نہیں ہے کہ اسکی گواہی پر گواہی دیوے لیکن جبکہ گواہ کیا جاوے تو جائز ہے یہ کافی میں لکھا ہے۔ اگر پردہ کے اندر سے اقرار سنا تو روا نہیں ہے کہ کسی شخص پر گواہی دے کیونکہ غیر کا احتمال ہے اسلیے کہ آواز مشابہ ہوا کرتی ہے مگر جبکہ اندر وہی شخص فقط ہو اور گواہ نے جاکر دیکھ لیا ہو کہ کوئی غیر نہیں ہے پھر رستہ پر آنکر بیٹھا ہو اور وہاں جانے کا دوسرا راستہ بھی نہو پھر اسنے اقرار کیا اور اسنے سنا تو روا ہے اور قاضی کو چاہیے کہ اگر وہ تفصیل وار بھی بیان کرے تو قبول کرے یہ تبیین میں لکھا ہے جو عورت نقاب ڈالے ہو اسکی طرف سے گواہی برداشت کرنے میں مشائخ نے اختلاف کیا ہے بعضوں نے کہا کہ بدون اسکا چہرہ دیکھے تحمل[2] شہادت صحیح نہیں ہے اور بعضوں نے کہا کہ پہچان تبلانے پر گواہی برداشت کرنا روا ہے اور پہچان تبلانے کے واسطے ایک کافی ہے اور دو شخصوں میں احتیاط ہے

---

[1] جائز نہیں اور یہی صحیح ہے اور جسنے انکار کو جائز کہا اسکی یہی مراد ہے کہ وہاں دوسرے لوگ ملتے ہوں ۱۲ [2] تحمل گواہی اٹھانا اور یہی مراد برداشت سے ہے ۱۲

اور اسی قول کیطرف شیخ الاسلام خواہر زادہ نے میل کیا ہو اور پہلے قول کیطرف شیخ الاسلام اوزجندی اور امام مرغینانی نے میل کیا ہو اور عقل بھی اسی کو چاہتی ہو کیونکہ ہمارا اجماع ہو کہ عورت کے چہرہ کیطرف گواہی کیواسطے دیکھ لینا روا ہو پھر امام ابو یوسف و امام محمد کے نزدیک اگر دو عادلون نے گواہ کو خبر دی کہ یہ فلان عورت ہو تو کافی ہو اور امام اعظم رح کے نزدیک نسب پر گواہی دینے کیواسطے اسقدر جماعت چاہیے کہ جسکے ہمہ جھوٹ بولنے کو عقل روا نہ رکھتی ہو کہ سب کے سب جھوٹ بولے یہ ظہیریہ مین لکھا ہو اور فقیہ ابو بکر اسکاف رح اس مسئلہ مین صاحبین کے قول پر فتوی دیتے تھے اور اسی کو نجم الدین نسفی رح نے اختیار کیا ہو اور اسی پر فتوی ہو پس اگر اس عورت کا نام و نسب دو عادلون نے پہچنوایا تو چاہیے کہ دونون گواہون کو اپنی گواہی پر گواہ کر لین تا گواہ قاضی کے پاس اسم و نسب کے بارہ مین ان دونون کی گواہی پر گواہی دین اور اصل حق پر اصالۃً گواہی دین تو یہ بلا خلاف جائز ہو کذا فی المحیط فقیہ ابو اللیث فرماتے تھے کہ اگر ایک عورت نے پردہ کی آڑ سے اقرار کیا اور دو شخصون نے اسکے پاس سے گواہی دی کہ یہ فلان عورت ہے تو جس سے اسکا اقرار سنا اسکو اسکے اقرار کی گواہی دینا جائز نہین مگر جبکہ حالت اقرار مین اسکی ہیئت شخصیہ کو دیکھ لے تو جائز ہو اور فقیہ نے اسکی ہیئت شخصی کا دیکھنا شرط کیا نہ اسکے چہرہ کا دیکھنا کذا فی الذخیرہ اگر کسی عورت نے اپنا چہرہ کھولدیا اور کہا کہ مین فلان عورت فلان شخص کی بیٹی ہون تو گواہون کو پہچنوانے والون کی ضرورت نہین ہو پس اگر مر جاوے تو دو گواہون کی ضرورت ہوگی کہ گواہی دین کہ یہ فلان فلان عورت فلان شخص کی بیٹی تھی۔ اور اگر اسنے اپنا چہرہ نہ دکھایا اور دو گواہون نے گواہی دی کہ یہ فلان عورت فلان شخص کی بیٹی ہو تو مقدمہ کے گواہون کو حلال نہین ہو کہ گواہی دین کہ فلانی عورت نے اقرار کیا صرف یہ جائز ہو کہ یون گواہی دین کہ ایک عورت نے یہ اقرار کیا اور ہمارے سامنے دو گواہون نے بیان کیا تھا کہ یہ فلانی عورت ہو یہ ملتقط مین لکھا ہو۔ اگر گواہون نے ایک عورت پر گواہی دی اور اسکا نام و نسب بیان کیا اور وہ عورت کچہری مین حاضر تھی پس قاضی نے گواہون سے کہا کہ تم اس عورت مدعا علیہا کو پہچانتے ہو انھون نے کہا کہ نہین تو یہ گواہی مقبول نہین ہو اور اگر گواہون نے کہا کہ ہم نے ایک عورت پر گواہی دینا برداشت کیا تھا کہ اسکا نام و نسب یہ ہو اور یہ ہم نہین جانتے ہین کہ وہ عورت یہی ہو یا نہین تو انکی گواہی اس نام کی عورت پر درست ہے اور مدعی پر لازم ہو کہ گواہ لاوے کہ یہ وہی عورت ہے کہ جسکا نسب گواہون نے بیان کیا ہو کذا فی المحیط۔ ایک عورت کا پہچنوانا ایسے شخص سے درست ہے جسکی گواہی اسکے حق مین نامقبول ہو جیسے باپ یا بیٹا مثلاً خواہ یہ گواہی جسمین پہچنوائی جاتی ہو اس عورت کے لیے ہو یا اس عورت کے اوپر گواہی ہو اور بعض مشائخ نے کہا کہ اگر گواہی اسکے لیے ہو تو درست نہین ہو اور نجم الدین نسفی نے پہلا قول اختیار کیا ہو یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہو۔ ابن احمد سے دریافت کیا گیا کہ ایک عورت نے دو شخصون کے سامنے اقرار کیا کہ مین نے یہ باندی آزاد کر دی اور دونون شخصون نے آزاد کرنے والی کا منہ نہین دیکھا تو شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ گواہی دینا نہین جائز ہو جبتک اسکا منہ نہ دیکھین۔ اگر دونون گواہ جب سے اس عورت نے باندی کو آزاد کیا ہو اس سے جدا نہین ہوے تو انکو جائز ہو کہ اسکے آزاد کرنے کی گواہی دین یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہو۔ اگر ایک شخص کا دوسرے پر قرضہ آتا ہو اور قرضدار خفیہ مین اس سے اقرار کرتا ہو اور علانیہ انکار کرتا ہو اور قرضدار اپنے حق وصول کرنے سے عاجز ہوا

اور اسنے حیلہ کیا کہ چند عادل لوگون کو اپنے گھر مین چھپا دیا پھر اسکو بلایا اور اپنا قرضہ اس سے طلب کیا اور اسنے اقرار کیا
اور چلا گیا اور گواہون نے سن لیا تو ہمارے علما کے نزدیک انکو گواہی دینا حلال ہی اور بعض نے کہا کہ حلال نہین
ہی کیونکہ اسمین لبس اور فریب ہی ولیکن صرف اس صورت مین جائز ہی کہ جب گواہ اسکا چہرہ دیکھتے ہون اور اگر اسکا چہرہ نہین دیکھتے
تھے لیکن کلام سنتے تھے تو گواہی دینا حلال نہین ہی اور اگر گواہی دی اور تفسیر کردی تو گواہی مقبول نہوگی مگر جبکہ انکو علم
آگیا ہو یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اگر ملک کو دیکھا مالک کو نہ دیکھا مثلاً ایک ملکیت محدودہ کو دیکھا کہ فلان بن فلان کے
نام سے منسوب ہی اور مالک کو نہ شکل سے پہچانا اور نہ نسب سے واقف ہوا تو صحیح مذہب ہی کہ گواہی دیوے اور قبول ہوگی
یہ خزانۃ المفتین مین لکھا ہی۔ اور اگر ملکیت اور مالک دونون کو نہ دیکھا مگر لوگون سے سنا کہ فلان شخص کی فلان گانون مین زمین
ہی کہ اسکی چوحدی یہ ہی اور یہ شخص نہ اس زمین کو پہچانتا ہی اور نہ اس شخص کا قبضہ اسپر جانتا ہی تو اسکو ملکیت کی گواہی
دینا حلال نہین ہی۔ اور اگر مالک کو دیکھا مثلاً ایک شخص کو اچھی طرح پہچانتا ہی اور ملک کو نہ دیکھا مگر لوگون سے سنا
کہ اسکی فلان گانون مین زمین ہی اور یہ شخص اس زمین کو خاص کر نہین پہچانتا ہی تو اسکو گواہی دینا نہین روا ہی یہ کافی مین
لکھا ہی۔ اگر گواہ نے مالک اور ملکیت دونون کو دیکھا مثلاً مالک کو شکل سے اور نام اور نسب سے پہچانتا ہی اور ملکیت
کو مع حدود و حقوق پہچانتا ہی اور اس ملکیت کو اسکے قبضہ مین دیکھا کہ مالکانہ تصرف کرتا ہی اور دعوی کرتا ہی کہ یہ میری ہی
اور گواہ کے دل مین یقین آگیا کہ اسی کی ہی تو اسکو حلال ہی کہ اس شخص کی ملکیت کی گواہی دے یہ محیط مین لکھا ہی منتقی
مین لکھا ہی کہ اگر تو نے کسی شخص کے ہاتھ مین کوئی اسباب یا گھر دیکھا اور تیرے دل مین سمایا کہ یہ اسی کا ہی پھر اسکے بعد
تو نے اسکو دوسرے کے ہاتھ مین دیکھا تو تجھے گنجائش ہی کہ تو گواہی دے کہ یہ چیز پہلے شخص کی ہی۔ اور جب تو نے پہلے
شخص کی ملکیت ہونیکی گواہی دینی چاہی اسوقت تجھسے دو عادلون نے کہا کہ یہ چیز اسی کی ہی جسکے ہاتھ مین آجکل ہی اسنے
پہلے شخص کے پاس ہمارے سامنے ودیعت رکھی تھی تب تجھے پہلے شخص کی ملکیت ہونیکی گواہی دینا حلال نہین ہی بخلاف
اسکے کہ ایک عادل نے گواہی دی ہو لیکن اگر تیرے دل کو یقین ہو جاوے کہ یہ ایک شخص سچا ہی تو بھی یہی حکم ہی۔ واضح ہو کہ
جامع صغیر مین اس مسئلہ مین یہ نہین مذکور ہی کہ اسکے دل مین یقین آگیا کہ یہ چیز اسی کی ہی اور نہ تصرف مع قبضہ مذکور ہی
اور صحیح یہی ہی جو منتقی مین ہی۔ اور ایسے ہی امور ظاہر مین کہ جسمین لوگون سے سنکر گواہی دینا جائز ہی جیسے موت و نکاح وغیرہ
جب تیرے دل مین سنکر یقین آجاوے کہ یہ خبر صادق ہی پھر تیرے پاس دو عادل اسکے برخلاف گواہی دین جو تیرے دل مین سمایا ہی
تو تجھے روا نہین ہی کہ جو تیرے دل مین یقین آگیا ہی اسکے موافق تو گواہی دے لیکن جبکہ تجھے یقین ہو کہ یہ دونون جھوٹے ہین تو جائز
ہی اور اگر ایک عادل نے اسکے برخلاف گواہی دی تو تجھکو روا ہی کہ وہی گواہی دے جو تیرے دل مین ہی یعنی پہلا امر لیکن جبکہ
تیرے دل کو یقین ہو جاوے کہ یہ شخص سچا ہی تو تو اسکی گواہی جو پہلے سے تیرے دل مین تھا نہین دے سکتا ہی یہ فتاوی قاضی خان
مین لکھا ہی۔ اور چاہیے کہ جس طور سے گواہ نے علم حاصل کیا ہی قبضہ کا دیکھنا مثلاً اسکو بیان نہ کرے اور اگر اسنے بیان کردیا تو گواہی
رد کردیجاویگی یہ کافی مین لکھا ہی۔ امام ابو یوسف نے فرمایا اگر کوئی شی کسی شخص کے قبضہ مین دیکھی کہ وہ اسمین تصرف کرتا ہی
اور لوگ بیان کرتے ہین کہ یہ اسی کی ملکیت ہی ولیکن دیکھنے والے کے دل مین آیا کہ یہ دوسرے کی ملکیت ہی اور یہ شخص

دوسرے کے حکم سے اسمین تصرف کرتا ہی تو دیکھنے والے کو حلال نہین ہی کہ ملکیت کی گواہی دیوے اور اسی پر بہت سے
مشائخ کا فتوی ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر ایک غلام یا باندی کو دیکھا کہ ایک شخص کے قبضہ مین اسکی خدمت کرتے
ہین پس اگر وہ شخص دیکھنے والا دونون کو مملوک جانتا ہی تو اسکو جائز ہی کہ گواہی دے کہ یہ دونون اس شخص کے مملوک
ہین خواہ دونون چھوٹے ہون یا بڑے ہون اور اگر یہ دیکھنے والا دونون کے مملوک ہونے کو نہین جانتا ہی پس اگر
وہ دونون ایسے چھوٹے ہون کہ اپنے آپ کو بیان نہین کر سکتے ہین تو بھی یہی حکم ہی اور اگر وہ دونون بڑے ہین کہ اپنے
آپکو بتلا سکتے ہین خواہ لڑکے عاقل ہون یا بالغ ہون تو اسکو روا نہین ہی کہ گواہی دیوے یہ فتح القدیر مین لکھا ہی۔ ثقات
مین لکھا ہی کہ اگر دونون گواہون کو معلوم ہی کہ یہ گھر مدعی کا ہی پھر دونون کے سامنے دو شخصون عادل نے گواہی دی کہ
مدعی نے یہ گھر اسی شخص کے ہاتھ کہ جسکے قبضہ مین ہی فروخت کر دیا ہی تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ موافق اپنے علم کے گواہی دین اور
بیع کے گواہون کے کہنے پر گواہی نہ دین یہ محیط مین لکھا ہی۔ ناطفی نے ذکر کیا ہی کہ دو شخصون نے نکاح یا بیع یا قتل واقع
ہونیکا مشاہدہ کیا پھر جب دونون نے گواہی دینا چاہی تو دو عادلون نے انکے سامنے گواہی دی کہ اس شخص نے عورت
کو تین طلاق دی ہی یا بائع نے بیع سے پہلے غلام کو آزاد کر دیا تھا یا ولی نے قاتل کو بعد قتل کے معاف کر دیا تو ان دونون کو
نکاح وغیرہ کسیکی گواہی دینا حلال نہین ہی اور اگر ایک ہی عادل نے یہ گواہی دی تو دونون مین کسیکو گواہی نہ دینا حلال نہین ہی
یہ وجیز کردری مین لکھا ہی۔ زید نے عمرو کے سامنے اقرار کیا کہ خالد کا مجھپر مال ہی پھر انکار کیا اور خالد نے عمرو کی گواہی طلب کی
اور دو عادلون نے گواہی دی کہ یہ مال جسکا زید نے اقرار کیا تھا وہ بیع یا ہبہ کی وجہ سے اسی کا ہو گیا تو گواہ اسکی گواہی
دے جو کچھ وہ جانتا ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی زید نے ایک قوم کے سامنے اقرار کیا کہ عمرو کے مجھپر ہزار درم ہین پھر دو عادل یا تین
عادل ان گواہون کے پاس آئے اور کہا کہ تم لوگ عمرو کیواسطے زید پر قرضہ کی گواہی نہ دینا کہ اسنے جو کچھ قرضا اسپر تھا
سب ادا کر دیا تو گواہون کو اختیار ہی چاہین گواہی نہ دین اور چاہین گواہی دین اور قصہ قاضی کے سامنے بیان کر دین تاکہ
قاضی جھوٹے دعوی پر حکم نہ کرے ایسا ہی امام محمد سے روایت ہی اور ایک روایت مین امام محمد سے آیا ہی کہ گواہ یہ گواہی دین
کہ اسپر قرضہ تھا اور یہ گواہی کہ اسپر قرضہ ہی نہ دین امام ابوبکر محمد بن الفضل نے فرمایا کہ اگر اقرار کے سنے ہوے گواہون کے سامنے
دو عادلون نے گواہی دی کہ قرضخواہ نے اپنا قرضہ پورا وصول کر لیا یا اسنے قرضدار کو معاف کر دیا تو دونون گواہون کو قرضہ
کے اقرار کرنے کی گواہی سے باز رہنا روا نہین ہی مگر جبکہ دونون قرضخواہ کا معاف کرنا یا وصول پانا کانون سے سن لین
تو گواہی نہ دین ایسا ہی امام ابو یوسفؒ سے روایت ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی اور ہمارے زمانہ کے بعض مشائخ
نے ان مسائل مین یہ اختیار کیا ہی کہ اگر گواہ کے سامنے دو گواہون نے گواہی دی اور اسکے دل مین یقین آیا کہ یہ دونون
سچے ہین تو اصل حق پر اسکو گواہی دینا نہین جائز ہی اور اگر اسکے سامنے ایک یا دو عادلون نے گواہی دی مگر اسکے
دل مین یقین نہ آیا تو اسکو جائز ہی کہ اصل مین جو حق اسکو معلوم ہی اسپر گواہی دے کذا فی الذخیرہ۔ اگر شوہر نے اپنی بی بی
کے طلاق دینے یا مالک نے اپنے غلام کے آزاد کرنیکا گواہ کے سامنے اقرار کیا پھر اسکو نکاح یا بیع کی گواہی کیواسطے
بلایا تو باز رہے اور اسکو گواہی دینا حلال نہین ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی ابن مقاتل سے دریافت کیا گیا کہ ایک جماعت کے

سامنے دو شخصون نے ٹھیکر حساب کیا اور دونون نے لوگون سے کہدیا کہ جو کچھ تم ہم سے سنتے ہو اسکی گواہی ہم پر نہ دینا
پھر ایک نے دوسرے کے حق کا اقرار کیا تو گواہ کو جائز ہی کہ جو اقرار سے سنا ہی اسکی گواہی دیدے اور یہ قول ابن سیرین کا ہی اور
فقیہ ابو اللیث نے فرمایا کہ یہی قول امام اعظمؒ سے مروی ہی اور ہم اسی کو لیتے ہین یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر ایک شخص نے دو
گواہون کے سامنے کسی قدر مہر معین پر ایک عورت سے نکاح کیا اور اسپر چند برس گذر گئے اور اسکی چند اولاد پیدا ہوئین
اور چند سال گذرے پھر شوہر مر گیا پھر اُس عورت نے گواہی طلب کی کہ اس مقدار معلوم مہر پر گواہی دین اور گواہون کو یاد
ہی تو انکو گواہی دینا روا ہی اور اسی پر فتوی ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ اگر ایک شخص نے دیکھا کہ جانور دوسرے کے پیچھے ہی اور اسکا
دودھ پیتا ہی تو اس دیکھنے والے کو حلال ہی کہ گواہی دیدے کہ دودھ پینے والا جانور اسی جانور کا بچہ اور جانور کے مالک کی
ملک ہے کذا فی المحیط اور بچہ ہونیکی گواہی کی یہ صورت ہی کہ کہے کہ یہ بچہ مثلاً اس ناقے کے پیچھے پیچھے چلتا تھا اور پیدا ہونیکی گواہی ادا
کرنا شرط نہین ہی یہ تاتارخانیہ مین منقول ہی۔ ایک عورت نے اپنے باپ یا بھائی کیواسطے مال کا اقرار کر لیا اور اسکی مراد یہ ہے کہ
باقی وارثون کو ضرر پہونچے اور گواہ اسکو جانتے ہین تو مشائخ نے فرمایا کہ گواہون کو روا ہی کہ اس اقرار کی گواہی کو برداشت
کرین اور گواہی ادا کرین ولیکن اس عورت کو ایسا کرنا مکروہ ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ اگر کسی نے بادشاہی نوکر
کے واسطے اقرار کیا پھر اقرار کرنے والے نے کہا کہ مین نے اسکے خوف سے اقرار کر دیا پس اگر گواہ اسکے خوف سے واقف ہو
تو گواہی نہ دے اور اگر خوف سے واقف نہ ہوا تو گواہی دے اور قاضی کو آگاہ کر دے کہ یہ ایک سلطانی سپاہی کے قبضہ
مین تھا یہ وجیز کردری مین لکھا ہی۔ ابو القاسم سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے نخاس کا بازار سلطان سے بطور ٹھیکہ کے
بالمقطع کچھ درم معلوم ہر مہینہ دینے کے اقرار پر لیا اور اسکو تحریر کر دیا تو کیا یہ جائز ہی اور گواہون کو اسکی گواہی دینا جائز
ہی تو انھون نے فرمایا کہ ٹھیکہ لینے والا اور دینے والا دونون راہ راست سے گمراہ ہین اور اگر گواہون نے اسپر گواہی دی تو انپر
لعنت برسے پھر انسے دریافت کیا گیا کہ اگر گواہون نے ٹھیکہ دار کے درمون کے اقرار پر گواہی دی اور سبب کو وہ پہچانتے
ہین تو گواہی آیا جائز ہی تو شیخ نے فرمایا کہ اگر سبب پہچاننے کے بعد انھون نے گواہی دی تو وہ ملعون ہین اور ایسے معاملات
مین گواہی جائز نہین ہی کذا فی النوازل اور ایسے ہی ہر اقرار پر گواہی دینا کہ جسکا سبب حرام و باطل ہو جائز نہین ہے
یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر گواہون نے ایک قاضی کو سنا کہ ایک شخص سے کہتا تھا کہ مین نے تجھپر اس شخص کی اتنے مال کی ڈگری کی
ولیکن قاضی نے انکو اپنے حکم پر گواہ نہین کر لیا اور دوسرے قاضی کے سامنے اُنھون نے اسی طرح بیان کر دیا تو اس سے انکی
گواہی مین خلل نہین آتا ہی اور اگر دونون نے یہ بیان کیا کہ ہم نے قاضی سے اس شہر کے سوا کہ جہان وہ قاضی ہی دوسری جگہ
ایسا سُنا تو انکی گواہی نامقبول ہی اور انکو گواہی نہ دینا چاہیے کذا فی الذخیرہ علی بن احمدؒ و ابو حامدؒ سے دریافت کیا گیا کہ
ایک قاضی نے اسپر گواہون کو گواہ کیا کہ مین نے فلان کے اسقدر مال کی ڈگری فلان شخص پر کر دی ہی اور یہ گواہ اسکی
مجلس حکم مین حکم دینے کے وقت حاضر نہ تھے پس اگر اُن گواہون نے دوسرے قاضی کے سامنے گواہی دی تو کیا ایسی گواہی
مقبول ہی پس علی بن احمدؒ نے فرمایا کہ یہ گواہی باطل ہی اسکا اعتبار نہین ہی اور ابو حامدؒ نے بھی فرمایا کہ یہی حکم ہے اور
فرمایا کہ گواہ کرنے کی شرط یہ ہی کہ اُسوقت ہو کہ جسوقت حکم دیتا ہی یہ تاتارخانیہ مین منقول ہی اگر گواہ نے اپنا خط دیکھا اور وقعہ

اسکو یاد نہین ہی یا گواہی لکھنا یاد ہی اور مال نہین یاد ہی تو امام اعظمؒ کے نزدیک اسکو گواہی دینا روا نہین ہی اور امام محمدؒ کے
نزدیک روا ہی شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ امام محمدؒ کے قول پر فتوی دیا جاتا ہی یہ وجیز کردری مین لکھا ہی نوازل مین ہی
کہ گواہ نے اپنا خط پہچانا اور تحریر اسکے نزدیک محفوظ ہی اور اسے گواہی لکھنا یاد نہین تو امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ کے
نزدیک گواہی دینا جائز ہی اور فقیہ ابو اللیثؒ نے فرمایا کہ ہم اسی کو لیتے ہین یہ خلاصہ مین ہی اور اگر تحریر مدعی کے
پاس ہو تو گواہ کو گواہی دینا جائز نہین ہی اور یہی مختار ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی اور ہمارے اصحاب متاخرین نے
فرمایا کہ اگر گواہ کو اپنے خط مین شبہہ نہو تو گواہی دینا جائز ہی اگرچہ اسکو حادثہ یاد نہو خواہ نوشتہ تحریر بیخ خصم کے پاس
ہو یا دوسرے کے پاس ہو اور اسی پر فتوی ہی یہ اختیار شرح مختار مین ہی پھر بنا بر قول مفتی بہ کے اگر گواہ نے
اپنے خط پر اعتماد کرکے گواہی دی تو چاہیے کہ قاضی دریافت کرے کہ تو اپنے علم پر گواہی دیتا ہی یا خط پر پس اگر
اسنے کہا کہ اپنے جاننے پر گواہی دیتا ہون تو قبول کرے اور اگر کہا کہ خط پر تو نہین یہ بحر الرائق مین لکھا ہی۔ گواہ اگر اپنا خط
پہچانتا ہو اور اقرار کرنیوالے کا اقرار بھی یاد ہو اور مقر لہ کو بھی پہچانتا ہو ولیکن وقت اور مکان اسے یاد نہین ہی تو اسکو
گواہی دینا حلال ہی یہ واقعات حسامیہ مین ہی۔ ایک شخص نے وصیت نامہ لکھا اور گواہون سے کہا کہ جو کچھ اسمین ہی اسپر
گواہ رہو اور وصیت نامہ انکو پڑھکر نہ سنایا تو ہمارے علما نے فرمایا کہ گواہون کو جو کچھ اسمین ہی اسکی گواہی دینا جائز نہین
ہی اور یہی صحیح ہی اور صرف اسوقت گواہی حلال ہی کہ جب تین باتون سے کوئی پائی جاوے یا تو اسنے وصیت نامہ اُن کو
پڑھکر سنایا ہو یا غیر نے لکھا ہو اور گواہون کے سامنے اُسکو سنایا اور اسنے گواہون سے کہا کہ تم اسکے مضمون کے گواہ
رہو یا خود اسنے گواہون کے سامنے لکھا اور گواہ جانتے ہین جو کچھ اسمین لکھا ہی پھر وہ کہے کہ تم گواہ رہو اور اگر اس نے
گواہون کے سامنے لکھا اور گواہ جانتے ہین جو کچھ اسمین لکھا ہی مگر اسنے نہ کہا کہ تم اسکے مضمون پر گواہ رہو تو گواہونکو گواہی
دینا روا نہین ہی۔ امام ابو علی نسفی نے فرمایا کہ یہ حکم اسوقت ہی کہ تحریر نقش کے ساتھ نہو اور اگر تحریر نقش کے ساتھ ہو یعنی جیسے
دوات کی روشنائی سے حروف نقش کرکے لکھے ہین اور گواہون کے سامنے لکھا اور گواہونکو اسکا مضمون معلوم ہی تو انکو
گواہی دینا روا ہی اگرچہ اُسنے نہ کہا ہو کہ تم اُسکے مضمون پر گواہ رہو اور یہ قول اچھا ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی شیخ
ہو کہ تحریر چند وجہ سے ہوتی ہی ایک یہ کہ نقوش ظاہر ہون اور وہ یہ ہی کہ ایک کاغذ پر معمول بعنوان جیسے غائب کو لکھتے ہین لکھے
پس اگر اسنے کہا کہ میری مراد اس سے مثلاً طلاق یا اقرار نہ تھی تو دیانۃ فیما بینہ وبین اللہ تعالی اسکی تصدیق ہوسکتی ہی ولیکن حکم قضا مین
اسکی تصدیق نہوگی حتی کہ گواہ کو جائز ہی کہ اسکے مضمون پر گواہی دے اگرچہ اسنے نہ کہا ہو کہ تو اسکے مضمون پر گواہ رہ یہ خزانۃ المفتین
مین لکھا ہی منتقی مین لکھا ہی کہ ایک شخص نے دوسرے کو ایک خط بھیجا اور لکھا کہ فلان بن فلان کیطرف سے فلان بن فلان کو سلام
علیک اما بعد تو نے مجھے لکھا تھا اور ہزار درم کا جو تیرے میری طرف آتے تھے تقاضا کیا تھا اور حال یہ ہی کہ تو نے پانچسو درم ان مین
سے وصول کر لیے تھے اور مجھپر تیرے پانچسو درم باقی رہے پس جو شخص اس سے آگاہ ہوا اسکو جائز ہی کہ گواہی ادا کرے اگرچہ اسنے
گواہ نہ کر لیا ہو یہ محیط مین لکھا ہی اور وہ تحریر کہ جو نقش دار نہین یعنی مثل روشنائی کے نقش کے نہین ہوتے ہین مثلاً زمین پر یا کپڑے پر
یا تختی پر یا بدون سیاہی کے کاغذ پر لکھا مگر وہ ظاہر ہوتے ہین اور گواہون سے کہا کہ تم گواہ رہو تو انکو گواہی دینا

جائز ہی ورنہ نہین جائز ہی۔ اگر ایک قوم نے ایک شخص کو دیکھا کہ اُسنے ایک حق کے اقرار کی یادداشت ایک شخص کے نام سے لکھی اور ان لوگون کو گواہ نہ کیا تو یہ لازمی نہین ہی اور ان لوگون کو گواہی دینا جائز ہی کیونکہ احتمال ہی کہ اُسنے مشق کے طور پر لکھی ہووے بخلاف اس خط کے جو مرسوم ہی اور بخلاف صراف اور دلال کی تحریر کے کہ وہ حجت ہی پس اگر اُسنے تحریر سے انکار کیا اور گواہ پیش ہوے کہ اسی نے لکھی ہی تو جائز ہی جیسا کہ اقرار کرے اگر کوئی شخص مکر جاوے تو گواہ قائم ہونگے اور ایسا ہی اور تصرفات کا حکم ہی بخلاف حدود و قصاص کے کہ اسمین خواہ تحریر مرسوم ہو یا غیر مرسوم سب برابر ہین اور اگر مرسوم و منقوش تحریر مین کسی نے چوری کا اقرار کیا تو مال دلایا جائیگا اور ہاتھ نہ کاٹا جائے گا اور اگر ایسی تحریر ہو کہ ظاہر نہین ہوتی جیسے پانی یا ہوا پر لکھا پھر لوگون سے کہا کہ مجھپر گواہ رہو تو انکو گواہی دینا روا نہین اگرچہ انکو معلوم ہو جاوے جو لکھا ہی کیونکہ جو تحریر ظاہر نہو وہ ایسی بات کے مثل ہی جو سمجھ مین نہ آوے۔ اور عورت و مرد اور مسلمان و ذمی اسمین یکسان ہین (خزانۃ المفتین) اگر دو امیّون کے سامنے ایک خط بھیجنے کو لکھا اور وہ دونون نہ پڑھے نہ لکھے اور خط انہین کو دیدیا اور دونون نے اسکی گواہی دی تو طرفین کے نزدیک جائز نہین ہی اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جائز ہی (وجیز کردری) ایک نے کوئی چیز خریدلی اور بائع پر عیب کا دعوی کیا اور ثابت نہوا پھر مشتری نے دوسرے کے ہاتھ فروخت کی اور دوسرے نے اسپر اسی عیب کا دعوی کیا اور اسنے انکار کیا تو جن لوگون نے اسکا پہلا دعوی سنا تھا انکو اب حلال ہی کہ فی الحال گواہی دین یہ خلاصہ مین لکھا ہی۔ اگر غیر شخص کا گھی یا زیتون کا تیل کسی نے گواہون کے سامنے زمین پر بہا دیا اور کہا اسمین چوہا مر گیا تھا تو پاک چیز کے تلف کر دینے سے انکار کرنے مین قسم لیکر اسکا قول معتبر ہوگا اور گواہون کو روا نہین ہی کہ یہ گواہی دین کہ اسنے پاک چیز تلف کر دی اور اگر کسی شخص نے عمداً گوشت کے حصے گواہون کے سامنے تلف کر دیے اور تمام گوشت تلف ہو گیا اور کہا کہ یہ مردار کا تھا تو اسکا قول معتبر نہوگا اور گواہون کو جائز ہی کہ گواہی دین کہ ذبح کیا ہوا تھا یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی شہرت پر اور لوگون سے سنکر گواہی دینا چار جگہ بالاجماع مقبول ہی یعنی نکاح اور نسب اور موت اور حکم قضا مین کذا فی محیط السرخسی پس اگر کسی نے لوگون سے سنا کہ یہ فلان بن فلان ہی یا کسی کو دیکھا کہ ایک عورت کے پاس آتا جاتا ہی اور لوگون سے سنا کہ یہ عورت فلان شخص کی جورو ہی یا ایک شخص کو دیکھا کہ اسنے ایک شخص کیواسطے فیصلہ کیا اور لوگون سے سنا کہ یہ اس شہر کا قاضی ہی یا لوگون سے سنا کہ فلان شخص مر گیا یا دیکھا کہ لوگ اُسکے ساتھ مُردون کا برتاؤ کرتے ہین تو اسکو گواہی دینا جائز ہی اگرچہ اسنے نہ دیکھا ہو کہ فلان شخص زید کی ہمبستری سے پیدا ہوا ہی یا عقد نکاح مین حاضر نہوا ہو یا امام وقت کو قاضی مقرر کرتے نہ دیکھا ہو یا مرتے وقت حاضر نہوا ہو یہ وجیز کردری مین لکھا ہی اسیطرح اگر ایک مرد و عورت کو دیکھا کہ ایک گھر مین رہتے ہین اور ہر ایک دوسرے سے کشادہ پیشانی و خوشدلی کے ساتھ جورو خصم کیطرح ملتا ہی تو اُسکو روا ہی کہ گواہی دے کہ یہ اس شخص کی عورت ہے کذا فی الہدایہ۔ اور وقف کے باب مین صحیح یہ ہی کہ لوگون سے سنکر اصل وقف پر گواہی جائز ہی نہ اسکی شرائط پر یہ کافی مین لکھا ہی اور جس چیز پر وقف کا صحیح ہونا موقوف ہی وہ اصل مین شمار ہی اور جسپر صحیح ہونا موقوف نہین ہی وہ شرطون مین سے ہی یہ بحر الرائق مین لکھا ہی امام ظہیر الدین مرغینانی نے فرمایا کہ وقف مین یہ بیان کرنا ضرور ہی کہ اسنے مسجد یا مقبرہ وغیرہ کس جہت وقف کیا حتی کہ اگر گواہی مین یہ بیان نہ کیا تو مقبول نہوگی یہ جوہرہ نیرہ مین لکھا ہی۔ اور لوگون سے سنکر جورو خصم کے دخول پر گواہی دینا جائز ہی یہ خصاف کی ادب القاضی

لہ یعنی جو لکھنا پڑھنا نہ جانتا ہو ۱۲ سلہ قولہ دوسرے اول اسوقت ہندوستان میں اس طرح گواہی دینا جائز نہیں ہے فافہم ۱۲

کی شرح مین اور ہدایہ اور کنز اور کافی مین ہے اسواسطے کہ یہ امر ایسا ہے کہ مشہور ہو جاتا ہے اور اس سے چند احکام مشہود
مثل نسب اور مہر اور عدت وغیرہ کے متعلق ہین یہ نہایہ مین لکھا ہے شہرت پر اور لوگون سے سُنکر مہر پر گواہی دینا منتقی مین
لکھا ہے کہ جائز ہے کذا فی المحیط اور یہی صحیح ہے یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے۔ اور شہرت پر اور لوگون سے سُنکر آزادی پر گواہی
دینا ہمارے نزدیک حلال نہین ہے کذا فی المحیط۔ اور ولاء آزادی پر لوگون سے سُنکر گواہی دینا امام ابوحنیفہ رح اور محمد رح کے نزدیک
مقبول نہین ہے اور یہی پہلا قول امام ابو یوسف رح کا تھا پھر رجوع کر کے فرمایا کہ مقبول ہے اور صحیح بحکم ظاہر الروایۃ کا ہے یہ بدائع مین
لکھا ہے اور چاہیے کہ ادائے شہادت کو مطلق چھوڑ دے اور تفسیر نہ کرے اور اگر قاضی کے سامنے تفسیر کر دی کہ مین سُنکر گواہی دیتا ہون
تو گواہی مقبول نہوگی یہ کافی مین لکھا ہے۔ اور اگر قاضی کے سامنے گواہی دی کہ ہم گواہی دیتے ہین کہ فلان شخص مر گیا اور ہمکو
ایسے شخص نے خبر دی ہے کہ جسکی ہم توثیق کرتے ہین تو گواہی جائز ہے اور یہی اصح ہے یہ خلاصہ مین لکھا ہے۔ اگر گواہون نے کسی
چیز کی گواہی دی کہ جس مین سُنکر گواہی دینا جائز ہے اور کہا کہ ہم نے آنکھون سے نہین دیکھا ہے ولیکن ہم مین مشہور ہے تو انکی
گواہی جائز ہے یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے۔ اور فتاوی رشید الدین مین ہے کہ وقف کے معاملہ مین سُنکر گواہی دی
تو مقبول ہوگی اگرچہ صاف بیان کر دیا ہو کہ ہم نے سُنکر گواہی دی ہے اور یہی کی طرف امام ظہیر الدین مرغینانی نے اشارہ کیا
ہے یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہے فتاوی صغری مین ہے کہ نسب وغیرہ مین شہرت پر گواہی دینا دو طرح پر ہے ایک حقیقی دوسرے حکمی
حقیقی یہ ہے کہ ایک جماعت کثیر سے سُنا کہ اُن سب کا جھوٹ پر متفق ہونا خیال مین نہین آتا ہے۔ اور ایسی گواہی مین نہ عدالت
شرط ہے اور نہ لفظ شہادت بلکہ تواتر ہونا چاہیے اور حکمی یہ ہے کہ اُسکے پاس دو شخص مرد یا ایک شخص مرد اور دو عورتین کہ سب
عادل ہون گواہی دین مگر لفظ شہادت کے ساتھ یہ خلاصہ مین لکھا ہے اور یہ حکم اُسوقت ہے کہ دونون نے بدون اُس شخص کی گواہی
طلب کرنیکے گواہی دی ہو اُسکو امام محمد رح نے ذکر کیا ہے اور فرمایا کہ اگر اُس شخص نے دو گواہ قائم کیے اور اُنھون نے اُسکے
پاس گواہی دی تو اُسکو گواہی دینا روا نہین ہے۔ اور اگر ایک شخص ایک قوم مین آکر اُترا اور وہ لوگ اُسکو نہین پہچانتے ہین اور
اُسنے کہا کہ مین فلان بن فلان ہون تو لوگونکو اُسکے نسب کی گواہی دینی جائز نہین ہے جبتک کہ اُسکے شہر کے دو آدمیون سے
ملاقات نہوا اور وہ دونون عادل اُس بات کی گواہی نہ دین کہ یہ فلان بن فلان ہے اور جصاص نے شرح مین لکھا کہ یہی صحیح ہے
اور بعض نے کہا کہ موت کی گواہی مین ایک مرد یا ایک عورت کی گواہی کافی ہے اور لفظ شہادت بالاتفاق شرط نہین ہے یہ
فتح القدیر مین لکھا ہے۔ اگر کسی نے کہا کہ مین فلان شخص کے دفن مین شریک تھا یا مین نے اُسکے جنازہ کی نماز پڑھی تو یہ معائنہ
ہے اور اگر قاضی کے سامنے تفسیر سے بیان کیا تو قبول کریگا یہ مضمرات مین لکھا ہے اگر ایک شخص کے مرنے کی خبر آئی پس اُن لوگون نے
وہ افعال کیے جو مرنے مین کرتے ہین تو کسی کو گواہی دینا مرنے کی جائز نہین ہے جبتک کہ ایک ثقہ آدمی گواہی نہ دے کہ ہم نے
اُسکا مرنا آنکھون دیکھا ہے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے۔ اگر کسی کے مرنے کو ایک شخص نے دیکھا اور تنہا وہ شخص گواہی دیتا ہے
تو فقط اُس کی گواہی پر قاضی حکم نہ دیگا پس وہ یہ کرے کہ ایک شخص ثقہ کو خبر دے پس جب اُسنے سن لیا تو دونون ملکر قاضی کے
سامنے گواہی دین کہ دونون کی گواہی پر قاضی فیصلہ کر دیگا کذا فی النہایہ۔

تیسرا باب۔ گواہی ادا کرنے اور اُسکی سماعت کی صورت کے بیان مین۔ حاضر پر گواہی دینے مین یہ ضرورت ہے کہ مدعا علیہ

اور مدعی کی طرف اشارہ کرے اور جس چیز پر گواہی دیتا ہی اگر وہ مال منقولہ ہو تو اُسکی طرف اشارہ کی ضرورت ہی اور اُس چیز کو مشہود بہ کہتے ہین اور میت یا غائب پر گواہی دیتے ہین درحالیکہ اُسکا وکیل یا وصی حاضر ہو گواہون کو چاہیے کہ میت یا غائب کا نام لیوین اور اُن دونون کے باپ اور دادا کا نام لیوین اور خصاف رح نے دادا کا نام لینا شرط کیا ہی اور ایسا ہی شروط مین مذکور ہی۔ اور بعضے مشائخ نے کہا کہ یہ امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک ہی اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک باپ کا نام ذکر کر دینا کافی ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی اور صحیح یہ ہی کہ دادا کی طرف نسبت کرنا ضرور ہی یہ بحر الرائق مین لکھا ہی اور اگر قاضی نے بدون دادا کے نام ذکر کرنے کے فیصلہ کر دیا تو نافذ ہو گا کیونکہ یہ صورت مجتہد فیہ ہی یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہی۔ اور اگر وہ شخص فقط نام سے مشہور ہو جیسے ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالی تو صرف اُسکا نام کافی ہی باپ دادا کی ضرورت نہین ہی یہ بحر الرائق مین لکھا ہے جس شخص نے دادا کا نام ذکر کرنے کی شرط لگائی ہی اُسکے نزدیک صناعت ذکر کر دینا دادا کے نام کے قائم مقام نہو گا مگر جبکہ وہ صناعت ایسی ہو کہ اُس سے لامحالہ پہچانا جاوے یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ اور اگر اُسکا نام اور اُسکے باپ کا نام اور اُسکا قبیلہ اور پیشہ ذکر کیا اور اُسکے محلہ مین کوئی اس نام اور پیشہ کا نہین ہی تو کافی ہی اور اگر اُسکے مثل دوسرا ہو وے تو کافی نہین ہے جبتک کہ اُسکے ساتھ کوئی اور شے ایسی ذکر نہ کرے کہ جس سے تمیز حاصل ہو جاوے یہ ادب القاضی مین مذکور ہی اور حاصل یہ ہی کہ پہچان ہو جانا معتبر ہی یہ فصول عمادیہ مین ہی اگر گواہون نے ایک شخص کے ایک محدود چیز خریدنے یا فروخت کرنیکے اقرار پر گواہی دی تو ضرور ہی کہ گواہی مین بیان کرین کہ اُسنے خود خریدنے یا فروخت کرنیکا اقرار کیا ہی کذا فی الذخیرہ۔ فتاوی ابو اللیث مین ہی کہ اگر کسی نے دعوی کیا کہ زید نے میرے اسقدر چوپایہ ہلاک کر ڈالے ہین اور گواہ قائم کیے تو گواہون کو چاہیے کہ نر و مادہ کی تفصیل بیان کرین اور اگر یہ بیان نہ کیا تو فقیہ ابو بکر فرماتے ہین کہ مجھے گواہی باطل ہونیکا خوف ہی اور مدعی کو شائد کچھ نہ دلایا جاوے اور اگر نر و مادہ بیان کر دیے تو رنگ بیان کرنیکی ضرورت نہین ہی اور گواہی جائز ہی اور شیخ کے نزدیک باوجود نر و مادہ کے قسم بیان کرنا کہ گھوڑا یا خچر ہی ضرور ہی صرف چوپایہ کہنا کافی نہو گا اور بعضے مشائخ نے اس سے انکار کیا اور اول اصح ہے کذا فی المحیط اگر قاضی نے گواہون سے رنگ دریافت کیا اور اُنھون نے بیان کر دیا پھر دعوی کے وقت گواہی دی اور اُسکے برخلاف صفت بیان کی تو گواہی مقبول ہو گی اور غیر محتاج[له] چیز مین اختلاف مضر نہین ہی کذا فی الخلاصہ۔ اگر بیان کیا کہ یہ فلانی عورت اس مدعا علیہ پر تین طلاقون سے حرام ہی اُسپر اُس سے الگ رہنا واجب ہی تو اس گواہی مین خلل ہی چاہیے کہ فعل طلاق مدعا علیہ کی طرف نسبت کر کے یون گواہی دین کہ اُسنے تین طلاق اسکو دی ہین۔ اسی طرح گواہ کا بیان کہ اسنے عورت کی طلاق کی قسم کھائی تھی اور اُسمین جھوٹا پڑا کافی نہین ہی جب تک کہ قسم اور اُس کے ٹوٹنے کی تفسیر بیان کرے یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی۔ افلاس کی گواہی اس طرح دینی چاہیے کہ ہم اسکا کچھ مال سوائے رات و دن کے پہننے کے کپڑون کے نہین جانتے ہین یہ سراجیہ مین ہی ایک شخص دوسرے کے پاس آیا اور اُس سے کپڑا چکایا اور بائع کو درم دیدیے اور کپڑا لیلیا اور بدون زبانی بیع کی گفتگو کرنیکے دونون جدا ہو گئے تو جائز ہی پھر اگر دونون مین جھگڑا ہوا اور گواہون کی ضرورت ہوئی تو گواہون کو یہ بیان کرنا چاہیے کہ اسنے درم دیکر کپڑا لے لیا اور بیع پر گواہی نہ دین مگر جبکہ دونون پہلے سے کچھ ایسی باتین پیش آئی ہون کہ جس سے گواہون کو یہ یقین ہو بطور بیع کے ثابت ہو اور قاضی بھی بیع بالتعاطی کو جائز جانتا ہو یہ فتاوی قاضیخان

له غیر محتاج یعنی جس چیز مین رنگ کی حاجت نہین ۱۲

مین لکھا ہی - اگر بیع بالتعاطی واقع ہو تو گواہون کی گواہی دینے کی یہ صورت ہی کہ لین دین پر گواہی دین اور بیع پر گواہی نہ دین اور بعضون نے کہا کہ اگر بیع پر گواہی دی تو جائز ہی یہ محیط مین لکھا ہی اگر گواہون نے گواہی دی کہ این مدعی[1] بہ ملک این مدعی ست اور یہ نہ کہا کہ در دست این مدعا علیہ بنا حق ست تو اسمین مشائخ کا اختلاف ہی اور صحیح یہ ہی کہ اگر مدعی نے قاضی سے ملکیت طلب کی ہی تو یہ گواہی مقبول ہوگی اور اگر سپرد کرنیکی درخواست کی ہی تو جبتک گواہ یہ نہ بیان کرین کہ اس مدعا علیہ کے قبضہ مین ناحق ہی تب تک صحیح نہین ہی یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہی اور یہی اشبہ و اقرب الی الصواب ہی اور یہی قائل کا قول ہی کہ اگر قاضی نے گواہون سے دریافت کیا کہ یہ چیز اس مدعا علیہ کے قبضہ مین ناحق ہی اور اُنھون نے کہا کہ ہم نہین جانتے ہین تو یہ گواہی ملکیت کے دعوی پر قبول ہوگی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی - اگر گواہون نے کہا کہ یہ مال معین اس مدعی کی ملکیت ہی اور اس مدعا علیہ کے پاس ناحق ہی اور یہ نہ کہا کہ مدعا علیہ پر واجب ہی کہ مدعی کے سپرد کرے تو ابو الحسن سعدی رح سے منقول ہی کہ اسمین مشائخ نے اختلاف کیا ہی بعضون نے کہا کہ سپرد کرنے کیواسطے یہ کہنا ضرور ہی اور بعضون نے کہا کہ اسکی ضرورت نہین ہی اور گواہی مقبول ہوگی اور مدعی کی درخواست پر مدعا علیہ سے جبراً اُسکے سپرد کرائی جاویگی اور اسی مذہب پر ہم نے بہت سے مشائخ کو پایا اور شیخ الاسلام نے کہا کہ یہ توسع ہی ولیکن مین فتوی دیتا ہون کہ گواہی مین قصور ہی کذا فی المحیط - فتاوے نسفی مین ہی کہ گواہ کو یون کہنا چاہیے کہ یہ مال معین اس مدعی کی ملک ہی اور اُسکا حق ہی تاکہ اسمین نہین ملانے کی گنجائش نہ رہی **اقول** لفظ نفی فارسی مین ملانے کی گنجائش ظاہر ہے اگر کہا جاوے کہ این عین ملک این مدعی ست و حق وے - کہ فارسی والے اکثر ربط کا حرف حذف کرتے ہین اور اردو مین اسکا محاورہ نادر ہی اور کم فافہم - اور امام فخر الاسلام علی بزدوی فرماتے تھے کہ اگر مدعی نے کہا کہ فلان چیز میری ملکیت ہی اور میرا حق ہی تو اسقدر پر اکتفا نہ کیا جاویگا اور یون کہنا چاہیے کہ میرا حق ہی اور کہتے تھے کہ فلان کے قبضہ مین ناحق - اسمین یون کہنا چاہیے کہ فلان کے قبضہ مین ناحق ہی تاکہ ایسے الفاظ مین کلمۂ نفی نہ ملایا جا سکے اور فرمایا کہ اسمین احتیاط ہی اور یہ احتیاط ہر کرنے کے دعوی مین ہی کذا فی الذخیرہ - شمس الاسلام اوزجندی سے دریافت کیا گیا کہ اگر گواہون نے فارسی مین کہا کہ ماگواہی دہیم کہ این عین مدعی بہ ملک این مدعی ست تو انکی گواہی مقبول ہوگی یا نہین فرمایا کہ ہان - اور بعض نے کہا کہ نامقبول ہونا چاہیے کیونکہ ماگواہی دہیم عرف مین استقبال یعنی آیندہ زمانہ کے واسطے آتا ہی اور حال کے واسطے ماگواہی می دہیم آتا ہے یہ محیط مین لکھا ہے - فتاوے نسفی مین ہی کہ شیخ امام رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ ہر ایک گواہ کی گواہی کے یہ الفاظ ہین ماگواہی میدہیم کہ فلان چیز آن فلان است پس کیا یہ کہنا بمنزلہ اس کہنے کے ہی کہ فلان چیز فلان شخص کی ملک ہی تو فرمایا کہ ہان اور امام ظہیر الدین مرغینانی فرمایا کرتے تھے کہ قاضی کو دریافت کرنا چاہیے کہ آن فلان است کہنے سے تم نے ملکیت مراد لی ہی یا کچھ اور مراد ہی پس جو کچھ وہ بیان کرین اُسی کو لینا چاہیے اور اگر کچھ بیان نہ کیا یہانتک کہ غائب ہو گئے یا مر گئے تو قاضی اُنکی ملکیت[2] کی گواہی پر فیصلہ کرے گا کذا فی الذخیرہ - شمس الاسلام اوزجندی کے فتاوے مین ہی کہ اگر گواہون نے گواہی دی کہ یہ مال معین اس مدعی کا حق ہی اور یہ نہ کہا کہ اُسکی ملک ہی تو انکی گواہی مقبول ہوگی اور بعض نے کہا کہ نہ مقبول ہوگی اور بعض نے کہا کہ قاضی کو دریافت کرنا چاہیے کہ حق سے تم نے ملکیت مراد لی ہی یا کچھ اور پس جو کچھ بیان کرین اُسپر

[1] یہ چیز کہ جسمین دعوے ہوا ہی اس مدعی کی ملکیت [2] یعنی ایسی حالت مین اس سے ملکیت کے معنی لیے جاوینگے کیونکہ عرف مین یہی ظاہر ہے ۱۲

عمل کرے اور اگر مدعی نے دعوی کیا کہ یہ گھر میرا حق ہے اور ملک ہے نہ کہا تو اس دعوی کی صحت مین بھی اختلاف ہے یہ محیط مین لکھا ہے۔ اگر ایک گواہ نے گواہی دی اور جیسا چاہیے گواہی ادا کردی پھر دوسرے نے گواہی ادا کرتے مین کہا کہ مین بھی اُسی گواہ کے مثل گواہی دیتا ہون تو قاضی قبول نہ کریگا جبتک کہ ہر ایک گواہ اپنی اپنی گواہی نہ دے اور شمس الائمہ حلوائی نے بیان کیا کہ یہ احتیاط ہے کہ گواہ سے اجمال گواہی مین قبول نہوا ور ہمارے نزدیک اگر ایک گواہ نے گواہی دی اور دوسرے نے کہا کہ مین بھی یہی گواہی دیتا ہون جو اُسنے ادا کی ہے تو کافی ہے۔ پھر شمس الائمہ رح نے بیان کیا کہ مختار یہ ہے کہ اگر گواہ فصیح ہے کہ گواہی کو خوب بیان کر سکتا ہے تو اس سے اجمالاً مقبول نہوگی اور اگر گنوار غیر فصیح ہے تو اجمال مقبول ہے بشرطیکہ ایسی حالت ہو کہ اگر قاضی کی کچہری کا رعب اُسپر نہو تو وہ خوب بیان کر سکے اور اگر ایسا نہو تو اُس سے بھی اجمال مقبول نہین ہے۔ اور امام ابو بکر محمد بن ابی سہل سرخسی نے فرمایا کہ مختار یہ ہے کہ اگر قاضی گواہ کی طرف سے کسی قسم کی جھوٹی گواہی دینے کی خیانت جانتا ہو تو ہر ایک گواہ کو علٰحدہ گواہی دینے کی تکلیف دے اور اگر ایسا نہو تو نہین یہ صدر الشہید کی شرح ادب القاضی مین ہے۔ شمس الاسلام اوزجندی نے فرمایا کہ گواہ کی طرف سے مجمل گواہی صرف اسطرح مقبول ہے کہ جب اُسنے گواہی دی کہ اس مدعی کا اس مدعا علیہ پر ایسا ہے کہ جیسا اُس گواہ نے بیان کیا اور اسی پر فتوی ہے یہ خلاصہ مین لکھا ہے پھر فرمایا کہ یہ قول اسی صورت مین ہے کہ جب گواہ نے کہا کہ جو پہلے گواہ نے گواہی دی مین بھی وہی گواہی دیتا ہون یا جو پہلے نے گواہی دی مین بھی اُسی کے مثل گواہی دیتا ہون ولیکن اگر گواہ نے کہا کہ مین پہلے گواہ کی گواہی پر گواہی دیتا ہون تو بالاجماع مقبول نہین ہے کیونکہ یہ گواہی پر گواہی ہے نفس دعوی اور حق پر گواہی نہین ہے اور اسیطرح اگر کہا کہ مین پہلے گواہ کے مثل گواہی پر گواہی دیتا ہون تب بھی یہی حکم ہے یہ صدر الشہید رح کی شرح ادب القاضی مین لکھا ہے اگر گواہ کی گواہی ایک کاغذ پر لکھی گئی پھر اُسکو یہ کاغذ پڑھکر سُنایا گیا اور اُسنے کہا کہ مین گواہی دیتا ہون کہ جو کچھ اس تحریر مین نام لیا گیا اور وصف کیا گیا ہے اس مدعی کا اس مدعا علیہ پر واجب ہے یا یون کہا کہ یہ مال دعوی جو پڑھا گیا یہ چیز اس مدعا علیہ کے قبضہ مین ناحق ہے پس اُسپر واجب ہے کہ اس مدعی کے سپرد کرے پس یہ گواہی صحیح ہے۔ اور شیخ الاسلام سرخسی رح سے منقول ہے کہ ایک شخص نے ایک گھر کا دعوی کیا جو ایک قبالہ مین تحریر ہے اور وہ پڑھا گیا پھر گواہون نے جو بے پڑھے ہین کہا کہ ہم بھی اس مدعی کیواسطے اس مدعا علیہ پر ایسی ہی گواہی دیتے ہین تو اُنکی گواہی صحیح ہے یہ محیط مین لکھا ہے۔ اگر ایک گواہ نے ایک تحریر کی گواہی دی جسکو اُسنے اپنی زبان سے پڑھا پھر دوسرے شخص نے پڑھا اور دوسرا گواہ اُسکے ساتھ ساتھ پڑھتا جاتا ہے تو یہ صحیح نہین ہے یہ ذخیرہ مین لکھا ہے۔ علی بن احمد رح سے دریافت کیا گیا کہ جس زمین یا گھر کا دعوی کیا گیا ہے اُسکے حدود کو جب مدعی قبالہ مین دیکھتا ہے تو بیان کرتا ہے اور بدون دیکھے جیسا چاہیے نہین بیان کر سکتا ہے تو اُنکی گواہی مقبول ہے یا نہین پس فرمایا کہ اگر دیکھکر اُسکو یاد کر لیتا ہے تو مقبول نہین ہے اور اگر اُس سے کسی قسم کی مدد لیتا ہے جیسے حافظ قرآن مصحف سے لیتا ہے تو مقبول ہے یہ تاتارخانیہ مین ہے اگر کسی نے دوسرے پر دس درم کا دعوی کیا اور گواہ نے کہا کہ مین گواہی دیتا ہون کہ اس مدعی کے اس مدعا علیہ پر مبلغ دس درم ہین تو گواہی مقبول ہے اور یہی اصح ہے یہ محیط مین لکھا ہے اگر فارسی مین دوازدہ درم کا دعوی کیا اور گواہ نے گواہی مین دہ دوازدہ درم کہا تو مقبول نہین ہے اور اسیطرح اگر دہ دوازدہ درم یعنی دس بارہ درم کا دعوی کیا تو دعوی صحیح نہین ہے اور اسیطرح اگر دعوی مین بیان کیا کہ یہ چیز دس بارہ برس سے میری ملکیت ہے تو دعوی کی سماعت نہوگی اور اسیطرح اگر گواہون

نے اسطرح گواہی دی تو مقبول نہین ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ اگر مدعی نے کسی شخص پر کسی چیز کے قبضہ کر لینے کا دعوے کیا
اور گواہ نے بیان کیا کہ اس مدعا علیہ نے یہ کہا کہ اس مدعی نے یہ چیز میرے پاس بھیجدی تو گواہی مقبول نہوگی یہ خلاصہ مین لکھا ہے
تین شخصون نے ایک معاملہ مین گواہی دی پھر حکم دینے سے پہلے ایک نے کہا کہ استغفر اللہ مین اپنی گواہی مین جھوٹ بولا اور
قاضی نے اسکو سُنا مگر یہ نہ معلوم ہوا کہ کس گواہ نے کہا پھر قاضی نے اُنسے دریافت کیا تو سب نے کہا کہ ہم اپنی گواہی پر قائم ہین
تو مشائخ نے فرمایا کہ قاضی اس گواہی پر فیصلہ نہ کریگا اور سب کو اپنے پاس سے اُٹھا دیگا پھر اگر مدعی دوسرے روز انہین مین سے دو شخصون
کو لایا اور اُنھون نے گواہی ادا کی تو جائز ہی یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی۔ اگر دعوی سے پہلے کسی معاملہ مین گواہی دی پھر
دعوی ہونیکے بعد گواہی دی تو اُسکی گواہی مقبول ہوگی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر کسی نے گواہی دی اور ہنوز اپنی جگہ سے نہین ہلا ہی کہ
اُسنے کہا کہ مین گواہی کی بعض باتون مین وہم مین پڑگیا یعنی جسکا ذکر کرنا واجب تھا وہ چھوڑ گیا اور جو نچاہیے تھا اُسے بیان کر گیا پس
اگر غیر عادل ہی تو قاضی اُسکی گواہی کو مطلقاً رد کر دیگا خواہ اُسنے مجلس مین بیان کیا ہو یا بعد مجلس کے خواہ شبہہ[1] کی بات مین کہتا ہو
یا غیر شبہہ کی بات مین کہتا ہو اور اگر عادل ہی تو سوائے شبہہ کی بات کے مقبول ہوگی مثلاً نام مدعی یا مدعا علیہ کا یا دونون کی طرف
اشارہ کرنا چھوڑ گیا تو مقبول ہی خواہ مجلس قضا مین واقع ہوا یا دوسری جگہ اور اگر ایسی بات مین کہتا ہی کہ جسمین لبس کا شبہہ ہے
پس اگر مجلس قضا مین کہا تو مقبول ہی اور بعض مشائخ کے نزدیک جو اُسنے پہلے بیان کیا تھا مثلاً پہلے ہزار درم بیان کیے تھے پھر کہا
کہ پانچسو درم ہین مین نے غلطی سے بیان کیا تو پہلے بیان پر قاضی حکم دیگا اور دوسرے مشائخ کے نزدیک جو اُسنے دوبارہ کمی یا زیادتی
بیان کی ہی اُسپر حکم دیگا اور اسی طرف شمس الائمہ سرخسی نے میل کیا ہی۔ اور اگر مجلس سے چلے جانے کے بعد گواہ عادل نے
ایسا بیان کیا تو مقبول نہین ہی اور اسی طرح اگر دعوی کی شے محدود کے حدود مین غلطی کی مثلاً شرقی حد کو غربی اور غربی
کو شرقی بیان کر گیا یا نسب مین غلطی کی مثلاً محمد بن علی بن عمر کی جگہ غلطی سے محمد بن احمد بن عمر بیان کر گیا پس اگر چلے جانے
سے پہلے مجلس قضا مین اُسکا تدارک کر لیا تو مقبول ہی ورنہ نہین۔ اور امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف رح سے روایت
کیا گیا ہی کہ غیر مجلس قضا مین بھی اُس سے یہ سب باتین قبول کیجائینگی اور ظاہر وہی ہی جو ہم نے پہلے بیان کیا یہ عنایہ اور کافی
اور بحر الرائق مین ہی۔ ابن سماعہ رح نے امام ابو یوسف رح سے روایت کی کہ اگر دو گواہون نے کسی شخص پر مال کی گواہی
دی پھر قاضی کے حکم دینے سے پہلے دو شخصون نے گواہون پر گواہی دی کہ دونون گواہون نے اپنی گواہی سے رجوع کر لیا پس اگر
رجوع کی خبر دینے والے کو قاضی پہچانتا ہی اور عادل جانتا ہی تو توقف کریگا اور اُنکی گواہی کو نافذ نہ کریگا یہ محیط مین لکھا ہے
ایک شخص نے ایک گھر کا دعوی کیا اور گواہ لایا اور قاضی نے اُسکے گواہ باطل قرار دیے پھر اُسنے بیس[2] برس کے بعد اس گھر کی
دوسرے شخص کی ملکیت ہونے کی گواہی دی تو مقبول نہوگی۔ اور اسی طرح اگر کہا کہ یہ گھر زید کا ہی میرا اسمین کچھ حق نہین ہے
پھر گواہی دی کہ یہ عمرو کا ہی مثلاً تو گواہی باطل ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی۔ اگر مدعی نے قاضی سے کہا کہ میرے پاس گواہ نہین
ہین اور اُسکی درخواست سے قاضی نے مدعا علیہ سے قسم لی پھر مدعی گواہ لایا تو حسن بن زیاد رح سے روایت ہی کہ گواہی مقبول
ہوگی اور امام محمد رح سے روایت ہی کہ مقبول نہوگی اسی طرح اگر مدعی نے کہا جو گواہ مین لاؤنگا سب جھوٹے ہین پھر گواہ لایا تو اسمین بھی

[1] قولہ شبہہ کی بات اقول اس سے یہ مراد ہی کہ جس معاملہ مین شبہہ مسقط ہی جیسے حدود کہ ادنیٰ شبہہ سے حد ساقط ہو جاتی ہی اور قولہ لبس یعنے التباس اور اشتباہ ہو کر ۱۲

وہی اختلاف ہی کہ حسن بن زیاد رح نے جو روایت کیا اُس کے موافق مقبول اور امام محمد رح سے جو روایت ہے اُس کے موافق نامقبول ہین اور یہی طرح اگر مدعی نے کہا کہ زید کے پاس مثلاً اسکی گواہی جو مین دعوی کرتا ہون نہین ہی پھر جب قاضی نے مدعا علیہ سے قسم لے لی تو مدعی زید کو لایا کہ وہ گواہی دیتا تھا تو اسمین بھی وہی اختلاف ہی اور اسی طرح اگر کہا کہ فلان و فلان کے پاس میرے مقدمہ کی گواہی نہین ہی بعد اسکے دونون کے گواہ ہونیکا مدعی ہوا تو اسمین بھی اختلاف ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر مدعی نے کہا کہ جس گواہی کو مین قائم کراونگا وہ باطل ہی پس اگر اُسنے گواہی قائم کرائی تو بالاجماع مسموع نہوگی اور شمس الائمہ حلوائی نے کہا کہ امام ابو حنیفہ رح سے اس باب مین مختلف روایات ہین اور مشہور وہی قول ہی جیسا حسن بن زیاد رح کی روایت ہے اور امام ابو علی نسفی کہتے تھے کہ آج کل ہمارا حکم امام محمد رح کی روایت پر ہی کہ مقبول ہوگی اور امام فخر الدین قاضی نے فرمایا کہ فتوی مقبول ہونے پر ہی یہ غیاثیہ مین لکھا ہی۔ دو شخصون نے کہا کہ فلان شخص کی گواہی ہمارے پاس نہین ہی پھر دونون نے اُسکی طرف سے گواہی دی تو منتقی مین مذکور ہی کہ اُنکی گواہی جائز ہی اور امام محمد رح سے نوادر مین ہی کہ اگر کسی نے کہا کہ کسی امر مین فلان شخص کی گواہی میرے پاس نہین ہی یا کہا کہ مجھے معلوم نہین ہی پھر اسکے بعد گواہی دی تو جائز ہی اسیطرح اگر دو شخصون نے کہا کہ ہم فلان کی طرف سے فلان شخص پر جو گواہی دیوین وہ جھوٹی ہی پھر آنکر گواہی دی اور کہا کہ اُسوقت ہمین یاد نہ تھی پھر یاد ہوئی تو گواہی جائز ہی یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی۔ ایک شخص کے قبضہ مین ایک غلام ہی اُسپر ایک شخص کا دعوی ہی اور اُسکے گواہ موجود ہین پھر ایک گواہ نے مدعا علیہ کے ایک غلام کی نسبت قاضی کے سامنے کہا کہ یہ وہ غلام نہین ہی جسمین مدعی نے دعوی کیا ہی پھر مدعی نے بعینہ اسی غلام مین دعوی کیا اور اُسی گواہ نے جسنے قاضی کے سامنے وہ بات کہی تھی گواہی دی تو بعض نے کہا کہ اُسکی گواہی نہ قبول کرنا واجب ہی اور بعض نے کہا کہ قبول کرنا واجب ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ ایک شخص نے دوسرے پر ایک غلام کا دعوی کیا جو اُسکے قبضہ مین ہے اور کہا کہ تو نے میرے ہاتھ اسکو ہزار درم کو فروخت کیا تھا اور مین نے ثمن ادا کر دیا ہی اور مدعا علیہ نے بیع واقع ہونے اور ثمن لینے سے انکار کیا اور دو گواہون نے مدعی کی طرف سے گواہی دی کہ بائع نے بیع کا اقرار کیا ہی اور ہم غلام کو نہین پہچانتے ہین و لیکن بائع نے ہم سے بیان کیا تھا کہ میرا غلام زید ہی اور دوسرے دو گواہون نے بیان کیا کہ اس غلام کا نام زید ہی یا بائع نے اقرار کیا کہ اسکا نام زید ہی تو اس گواہی سے بیع تمام نہوگی اور بائع سے قسم لیجائیگی پس اگر اُس نے قسم کھا لی تو ثمن واپس کریگا اور اگر انکار کیا تو انکار سے بیع لازم ہو جائیگی۔ اور اگر دو گواہون نے گواہی دی کہ بائع نے اقرار کیا کہ مین نے اپنا غلام جسکا نام زید ہی فروخت کیا اور گواہون نے زید کی طرف حلیہ یا عیب وغیرہ کوئی ایسی چیز کی نسبت کی جس سے اُسکی شناخت ہوتی ہی اور یہ سب اس غلام مین پورے ہین تو امام محمد رح نے فرمایا کہ پہلی صورت اور یہ صورت قیاس مین برابر ہین و لیکن مین استحساناً دوسری صورت مین بیع کی اجازت دیتا ہون اور یہی حکم باندی کا ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ منتقی مین ہی کہ دو گواہون نے گواہی دی کہ اس شخص کا حصہ اس گھر مین ہزار گز ہے پھر جو دیکھا گیا تو گھر فقط پانچسو گز ہی یا گواہی دی کہ اسکا حصہ اس قراح مین دس جریب ہی پھر دیکھا گیا تو قراح فقط پانچ جریب ہی پس گواہی باطل ہی اور اگر مدعا علیہ نے خود اُسکا اقرار کیا ہو تو مدعی کل گھر لے لیگا۔ اور اگر دونون گواہون نے یون گواہی دی کہ اس مدعی کا گھر اس مدعا علیہ کے گھر مین سے ہی اور اُسکی حد نہ بیان کی کہ کہان سے کہان تک ہی تو گواہی باطل ہی یہ محیط مین

ف قراح زمین زراعت جسمین کھیتی ہوتی ہے ۱۲

لکھا ہی۔ اگر گواہوں نے بیان کیا کہ یہ عورت اس مدعی کی جورو ہی اور اسپر حلال ہی اور نکاح کا ذکر نہ کیا تو مختار یہی کہ جائز ہے یہ خزانۃ المفتین مین لکھا ہی۔ اگر کسی نے دعوی کیا کہ مین نے اُسکے پاس ایک کپڑا رہن کیا ہی یا اُسنے مجھسے غصب کرلیا ہی اور گواہون نے اسکی گواہی دی اور کہا کہ ہم کپڑے کو نہین پہچانتے ہین تو اُنکی گواہی مقبول ہوگی اور کپڑے کا بیان کرنا غاصب اور مرتہن کے ذمہ ہی یہ مضمرات مین لکھا ہی۔ اگر کسی شخص پر گواہی دی کہ اُسنے اقرار کیا ہی کہ اس قرضہ مین میرا نام عاریۃ ہی اور دراصل یہ مال فلان مدعی کا ہی تو یہ جائز ہی کذا فی الملتقط

چوتھا باب اُن لوگون کے بیان مین جن کی گواہی مقبول ہے اور جن کی گواہی نہین مقبول ہے اور اسمین چند فصلین ہین

فصل اول اُن لوگون کے بیان مین جنکی گواہی اس سبب سے نہین مقبول ہے کہ وہ گواہی کے لائق نہین ہین

ہمارے علما کے نزدیک گونگے کی گواہی جائز نہین ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ اندھے کی گواہی نہین مقبول ہی خواہ وہ گواہی برداشت کرنے کے بعد اندھا ہوگیا ہو یا اُس سے پہلے خواہ گواہی ایسی چیز مین ہو جس مین سُنکر گواہی دینا جائز ہوتی ہی یا ایسی چیز مین نہو اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ ایسی چیزون مین جائز ہی کہ جن مین سُنکر گواہی دینا جائز ہی اور جن چیزون مین فقط سننا گواہی کے واسطے کافی نہین ہی اُنمین بھی اگر گواہی برداشت کرنے کے وقت آنکھون والا تھا اور گواہی ادا کرنے کے وقت اندھا ہوگیا تو جائز ہی بشرطیکہ اُسکے نام و نسب سے واقف ہو یہ فتح القدیر مین لکھا ہی اور یہ حکم اُسوقت ہی کہ جس چیز مین گواہی دیتا ہی اُسکی طرف اشارہ کرنے کی ضرورت نہو اور اگر ایسی چیز ہو جسکی طرف اشارہ کرنے کی ضرورت ہی تو بالاجماع ناجائز ہی یہ بدائع مین لکھا ہی۔ اور اگر ادا کرنے کے بعد حکم قضا جاری ہونے سے پہلے اندھا ہوگیا تو حکم دینا ممتنع ہوگا یہ امام اعظم رح اور امام محمد رح کے نزدیک ہی یہ کافی مین لکھا ہی۔ اندھے نے اگر گواہی دی اور گواہی رد کردی گئی پھر وہ بینا ہوگیا اور اسی حادثہ مین اُسنے پھر گواہی ادا کی تو قبول ہوگی یہ خلاصہ مین لکھا ہی۔ لڑکون اور مجنونون کی گواہی مقبول نہین ہے اور بیوقوف مثل مجنون کے ہی۔ اگر ایک شخص کبھی مجنون ہو جاتا ہی اور کبھی اچھا ہو جاتا ہی اور اُسنے افاقہ کی حالت مین گواہی دی تو مقبول ہوگی۔ اور شمس الائمہ حلوائی نے بیان کیا کہ اگر ایک شخص دو دن مجنون رہتا ہی یا اس سے کم پھر اسی قدر افاقہ رہتا ہی اور اُسنے افاقہ کی حالت مین گواہی دی تو مقبول ہوگی یہ محیط مین لکھا ہی فقط عورتون کی گواہی مقبول نہین ہوتی ہی مگر دائی کی گواہی پیدا ہونے مین نسب کے باب مین مقبول ہوگی نہ میراث کے باب مین یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی اور جو معاملہ کھیل مین باہم لڑکون مین واقع ہوتا ہی اُسکا بھی یہی حکم ہے۔ اور جو حمام مین واقع ہو اُسمین عورتون کی گواہی نامقبول ہی اگرچہ حاجت پڑے یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ اور ایسے ہی قیدیون مین جو باہم قیدخانہ مین واقع ہو ایک پر دوسرے کی گواہی نامقبول ہی۔ اور اکیلی عورتون کی گواہی بچہ کی مان کے پیٹ سے جدا ہونے کے وقت رونے مین یا اُسوقت اُسکے کسی عضو کی جنبش کرنے مین اُسپر نماز پڑھی جانے کیواسطے بالاجماع مقبول ہے اور میراث کیواسطے مقبول ہونے مین اختلاف ہے امام ابو حنیفہ رح نے فرمایا کہ قبول نہوگی اور دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتین ہونی چاہیے ہین اور صاحبین رح نے فرمایا کہ ایک عورت عادلہ ہو تو صرف اُسی کی گواہی مقبول ہی یہ محیط مین لکھا ہی اور یہی اصح ہی یہ فتح القدیر مین لکھا ہی اور عورتونکی

گواہی ماں کے پیٹ سے جدا ہونے سے پہلے جنبش کرنے پر صاحبین رح کے نزدیک اور ایک مرد دو عورتوں یا دو مرد کی گواہی جدا ہونے سے پہلے بچہ حرکت کرنے پر یا جدا ہونے کے وقت حرکت کرنے پر بالاجماع نہیں مقبول ہی یہ محیط میں لکھا ہی چوری کے معاملہ میں ہاتھ کاٹنے کے واسطے عورتوں کی گواہی مقبول نہیں ہی اور مال کی ضمانت کے واسطے مقبول ہے یہ تاتارخانیہ میں ہی ایک شخص نے کہا کہ اگر میں شراب پیوں تو یہ میرا غلام آزاد ہی پھر ایک مرد اور دو عورتوں نے اُسکے شراب پینے پر گواہی دی تو اُسکا غلام آزاد ہو جائیگا اور اس گواہی پر حد[1] نہ ماری جاویگی اور یہی طرح اگر چوری کرنے کی شرط لگائی تو بھی غلام آزاد ہوگا اور ہاتھ نہ کاٹا جاویگا یہ خلاصہ میں لکھا ہی۔ مملوک کی گواہی خواہ وہ محض غلام ہو یا مدبر ہو یا مکاتب یا ام ولد ہو مقبول نہیں ہی اور جس غلام یا باندی کا کچھ حصہ آزاد کیا گیا ہو اُسکا بھی امام اعظم رح کے نزدیک یہی حکم ہی یہ فتاوی قاضی خان میں لکھا ہی جس شخص کی گواہی بسبب مملوک ہونے یا کفر یا بچپن کے رد کردی گئی پھر یہ باتیں جاتی رہیں اور اُسنے ادا کی تو مقبول ہوگی اور اگر بسبب فسق کے یا میاں بی بی ہونے کے یا غلام کی گواہی اپنے مالک کے واسطے یا مالک کی گواہی اپنے غلام کیواسطے تھی اور رد کردی گئی پھر یہ سبب جاتا رہا تو گواہی ادا کرنے سے مقبول نہوگی اور اگر غلام نے اپنے مالک کیواسطے گواہی کو اُٹھایا یا میاں و بی بی میں سے ایک نے دوسرے کی گواہی برداشت کی پھر بعد آزاد ہونے یا جدائی ہو جانے کے ادا کی تو مقبول ہوگی اور اسی طرح اگر حالت مملوکیت یا کفر یا بچپن میں گواہی کا تحمل کیا پھر ان چیزوں کے زائل ہونے کے بعد گواہی ادا کی تو مقبول ہوگی سواسطے کہ ادا کرنے کی حالت کا اعتبار ہی اور اُسوقت کوئی مانع نہیں پایا جاتا ہی یہ خزانۃ المفتین میں لکھا ہی۔ اگر کسی نے اپنی جورو کے معاملہ میں اُسکی طرف سے گواہی دی اور ہنوز قبول نہوئی تھی اور نہ رد ہوئی تھی کہ دونوں میں جدائی واقع ہو گئی تو امام محمد رح نے یہ صورت ذکر نہیں کی ہی اور امام ابو یوسف رح سے روایت ہی کہ قاضی اس گواہی پر حکم نہ دیگا مگر جبکہ دوبارہ ادا کرے یہ محیط میں لکھا ہی

دوسری فصل

اُن لوگوں کے بیان میں جنکی گواہی بسبب فسق کے مقبول نہیں ہی۔ جو شخص اعلان کے ساتھ کبیرہ گناہ کرے اُسکی گواہی مقبول نہونے پر اتفاق ہی اور بھی اگر صغیرہ گناہ میں فسق کے طور پر اعلان کرے کہ اُسکی شناعت سے لوگ فاسق نام رکھتے ہیں تو اُسکی گواہی نامقبول ہی اور اگر ایسا نہو پس اُسکی صلاحیت فساد سے زیادہ اور خطا سے زیادہ صواب ہو اور سادہ دل نہو تو عادل ہی اُسکی گواہی مقبول ہی یہ فتاوی قاضی خان میں لکھا ہی اور امام ابو یوسف رح سے مروی ہی کہ اگر فاسق لوگوں کی نظر میں وجیہ ذی مروت ہو تو اُسکی گواہی مقبول ہی اور اصح یہ ہی کہ نہیں مقبول ہی یہ کافی میں ہی۔ سود کھانیوالے کی گواہی جو سود کھانے میں مشہور ہو اور اُسپر جما ہوا ہو مقبول نہیں ہی یہ مبسوط میں لکھا ہی۔ جو شخص حرام کھانے میں مشہور ہو اُسکی گواہی مقبول نہیں ہی یہ جوہرہ نیرہ میں ہی۔ یتیم کا مال کھانے والے کی گواہی ایک بار کھانے سے رد کردیجاویگی یہ فتح القدیر میں لکھا ہی۔ دائمی شراب خوار کی گواہی جائز نہیں ہی یعنی اگر اُسنے ایک مرتبہ شراب پی اور اُسکی نیت میں ہی کہ اگر پھر پاؤنگا تو پیونگا تو وہ دائمی شراب خوار ہی اُسکی گواہی جائز نہیں ہی اور شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا کہ اُسکے ساتھ یہ بھی شرط ہی کہ لوگوں پر ظاہر کرے یا نشہ میں باہر نکلے کہ اُس سے لڑکے مسخرہ پن کریں اور بدون اس شرط کے ایسا نہیں ہی حتی کہ پوشیدہ شراب پینا عدالت کو ساقط نہیں کرتا ہی اور اصل میں مذکور ہی کہ ہمیشہ نشہ میں رہنے والے کی گواہی ناجائز ہی اور اس سے مراد شراب

[1] حد زنا الخ حد شراب خواری نہوگی کیونکہ دو عورتیں ایک گواہ کے بجائے ہیں اور قولہ چوری یعنی اگر میں چوری کردن تو میرا غلام آزاد ہی پھر اسی طرح گواہی گذری ۱۲

کے سوا باقی نشہ میں یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر دوا کی غرض سے نشہ پیا تو عدالت کو ساقط نہیں کرتا ہے یہ بحرالرائق میں لکھا ہے
اور جو شخص بدکاروں اور ریاکاروں اور شراب خواروں کی مجلس میں بیٹھتا ہو اگرچہ شراب نہ پیتا ہو اسکی گواہی مقبول نہیں
ہے یہ محیط میں لکھا ہے جو شخص ایسے گناہ کبیرہ کا مرتکب ہو جسمیں حد ماری جاتی ہے تو اسکی گواہی بسبب فسق کے مقبول نہوگی
یہ ہدایہ میں لکھا ہے جس فرض چیز کا وقت معین ہے جیسے روزہ و نماز جب انمین بلا عذر تاخیر کریگا عدالت ساقط ہو جائیگی اور
جس فرض کا وقت معین نہیں ہے جیسے زکوۃ و حج تو ہشامؒ نے امام محمدؒ سے روایت کی کہ اسکی تاخیر سے عدالت ساقط نہیں
ہوتی ہے اور اسی کو محمد بن مقاتل نے لیا ہے اور بعضون نے کہا کہ بلا عذر تاخیر کرنے سے عدالت ساقط ہو جاتی ہے اور اسی کو فقیہ
ابو اللیث نے اختیار کیا ہے اور امام فخر الدین نے فرمایا کہ فتوی اسپر ہے کہ بلا عذر زکوۃ کی تاخیر سے عدالت ساقط ہوتی ہے اور اسی کو فقیہ
ابو اللیث نے لیا ہے اور حج کی تاخیر کرنے سے ساقط نہیں ہوتی ہے خصوصاً ہمارے زمانہ میں یہ مضمرات میں لکھا ہے اور صحیح یہ ہے کہ
زکوۃ کی تاخیر سے عدالت نہیں باطل ہوتی ہے اور اگر جمعہ کو تین دفعہ ترک کیا تو فاسق ہو گیا ایسا ہی بعض مواضع میں مذکور
ہے اور اسی کو شمس الائمہ سرخسی نے لیا ہے اور بعض مقام پر ہے کہ اس سے عدالت جاتی رہتی ہے اور تقدیر اور عدد کا ذکر نہیں ہے
اور شمس الائمہ حلوائی نے کہا کہ اسی پر فتوی ہے اور یہ حکم اسوقت ہے کہ جب جمعہ کو بیباکی و بے رغبتی سے ترک کیا ہو کہ اسمین کچھ عذر نہو
یہ فتاوی قاضی خان میں لکھا ہے اور اگر عذر سے ترک کیا مثلاً بیمار رہا یا شہر سے دور رہا یا اس تاویل سے کہ وہ امام جمعہ کو فاسق کہتا
ہے علی ہذا تو اسکی گواہی مردود نہوگی یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اگر کسی نے جماعت کی نماز اسوجہ سے ترک کی کہ عام لوگوں کے مانند جماعت
کی عظمت اسکے دل میں نہیں ہے یا بیباکی یا فسق کیوجہ سے ترک کی تو اسکی گواہی جائز نہیں ہے اور اگر اس تاویل سے ترک کی کہ
امام جماعت مرد فاسق ہے اسکی اقتدا مکروہ ہے اور اسکا بدلنا اسکے اختیار میں نہیں ہے اسلیے اسنے تنہا اپنے گھر میں پڑھ لی یا امام
کو گمراہ کہتا ہے اور اسکی اقتدا جائز نہ سمجھتا ہو تو اس سے عدالت ساقط نہوگی کذا فی المحیط دو شخصون نے ایک شخص پر گواہی دی
کہ اسنے اپنی عورت کو اپنی بیماری میں تین طلاق دی تھی اور ہم کو اس سے پہلے گواہ کر لیا تھا لیکن کہا تھا کہ تم پوشیدہ رکھو
پس ہم نے گواہی کو چھپایا تو دونوں کی گواہی مقبول نہیں ہے کیونکہ دونوں نے گواہی چھپانیکا خود اقرار کیا اور فاسق ہوئے اور
فاسق کی بات کا کچھ اعتبار نہیں ہے یہ واقعات حسامیہ میں ہے۔ ابو القاسم سے روایت ہے کہ ایک عورت کی طلاق یا باندی کی
آزادی پر دو شخصون نے گواہی دی اور کہا کہ یہ شروع سال میں واقع ہوا تو گواہی جائز ہے اور تاخیر سے انکی گواہی میں
خرابی نہیں ہوتی ہے اور مولانا رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ خرابی آنی چاہیے کیونکہ جب انکو معلوم ہوا کہ باوجود طلاق و عتاق کے یہ شخص
عورت کو بطور بی بی یا باندی کے رکھیگا تو گواہی ادا کرنی فی الفور چاہیے تھی کیونکہ ایسی گواہی کیواسطے دعوی شرط نہیں ہے اور
جب انھون نے تاخیر کی تو فاسق ٹھہرے یہ فتاوی قاضی خان میں لکھا ہے شیخ الاسلام خواہرزادہ نے فرمایا کہ حقوق العباد

---

۵۱ عدالخ اشارہ ہے کہ بقول مختار کبیرہ وہ گناہ ہے جسمین حد ماری جاتی ہے ۱۲ ۵۲ مدعیٰ تین مرتبہ ترک کیا پس مطلق ایک مرتبہ ترک کرنے کو بھی شامل ہے
اقول یار ہندوستان میں بالفعل شرائط جمعہ میں بنا بر اجتہادات کے اختلاف شدید ہے حتی کہ معراج الدرایہ میں ہے کہ جس ملک پر مشرکین حاکم ہوں اگر وہان مسلمان
باہم کسیکی بیعت بنظر اقامت جمعہ و عیدین کرین تو جائز ہو جاوے حتی کہ بدون اسکے جماعت کثیر نے اداء میں تامل کیا اور چار رکعت بہ نیت فرض الوقت لازم سمجھی پس ایسی صورت
مین تارک پر یہ حکم نہیں ہو سکتا واللہ تعالی اعلم اور اس وقت میں چونکہ کثرت سے ایسے احکام میں تفصیل ہے اور اس حاشیہ میں بیان کی گنجائش نہیں واللہ تعالی اعلم ۱۲

ہین اگر مدعی نے گواہ سے گواہی طلب کی اور اسنے بدون کسی ظاہری عذر کے تاخیر کی پھر اسکے بعد گواہی دی تو اسکی گواہی نامقبول ہوگی کیونکہ وہ بلا عذر تاخیر کرنے سے فاسق ہوگیا یہ ظہیریہ مین لکھا ہو۔ جواری کی گواہی خواہ اسنے شطرنج سے جوا کھیلا یا کسی اور چیز سے مقبول نہین ہو اور اگر شطرنج بدون جوے کے کھیلے پس اگر ایسی لت ڈالی کہ اسکی نماز بھی غفلت مین جاتی رہتی ہو یا شطرنج مین جھوٹی قسم کھاتا ہو تو اسکی گواہی مقبول نہین ہو یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہو قنیہ مین ہو کہ جو شخص برابر شطرنج کھیلتا ہو اسکی گواہی مقبول نہین ہو کذا فی العینی۔ اور جو شخص نرد یعنی چوسر کھیلتا ہو وہ ہر حال مین مردود الشہادۃ ہو اگر کوئی شخص کسی لہو مین مبتلا ہو تو دیکھنا چاہیے کہ اگر یہ کھیل اسکو فرائض و واجبات سے باز نہین رکھتا ہو پس اگر لوگ اسکو بد تر جانتے ہین جیسے بانسری اور طنبورہ وغیرہ تو اسکی گواہی ناجائز ہو اور اگر لوگ اُسکو بد تر نجانتے ہون جیسے خوش آوازی وغیرہ تو گواہی جائز ہو ولیکن اگر اسکے ساتھ فحش ہوتا ہو مثلاً لوگ ناچتے ہون تو کبیرہ گناہ مین داخل ہوگا اور عدالت ساقط ہو جائیگی یہ محیط مین لکھا ہو۔ امام ابو یوسف رحمہ نے فرمایا کہ جو شخص گیند بلا[1] کھیلتا ہو اسکی گواہی جائز ہو یہ ملتقط مین لکھا ہو ناچنے والے اور مشعوذ[2] کی گواہی مقبول نہین ہو عینی شرح ہدایہ مین لکھا ہو۔ جو شخص کبوتر اڑاتا ہو اسکی گواہی مقبول نہین ہو مگر جو شخص کبوتر ون کو انسیت کے اور رفع وحشت کیواسطے پالتا ہو اور اڑانے کی اسکی عادت نہین ہو تو وہ عادل اور مقبول الشہادۃ ہو یہ مبسوط اور کافی اور فتاوی قاضیخان مین لکھا ہو لیکن اگر یہ کبوتر دوسرے کے کبوترون کو اپنے ساتھ لگا لاتے ہون اور وہ اُنکے انکو نسلون مین بیچ دیتا اور یہ شخص انکو کھاوے اور فروخت کرے تو گواہی مقبول نہین ہو۔ اور جو شخص لوگون کیواسطے گاتا اور انکو سناتا ہو اسکی گواہی مقبول نہین ہو ولیکن اگر اپنے آپ کو سنانے کے لیے ہو تاکہ اس سے وحشت زائل ہو بدون اسکے کہ دوسرے کو سنا دے تو ڈر نہین ہو اور صحیح قول کے موافق اسکی عدالت ساقط نہوگی یہ تبیین مین لکھا ہو اور ایسی عورت کی گواہی جو دوسرون کو اپنا گانا سناوے اگرچہ انکے لیے نہ گاوے مقبول نہین ہو یہ شرح ابو المکارم مین لکھا ہو۔ اور ایسی عورت کی گواہی جو دوسرون کی مصیبت مین نوحہ سے روتی ہو اور اسنے اپنی کمائی مقرر کرلی ہو مقبول نہین ہو کذا فی المحیط۔ اور جو عورت اپنی مصیبت مین نوحہ کرتی ہو پس اسکی گواہی مقبول ہو یہ سراج الوہاج مین لکھا ہو۔ اور اس مخنث کی گواہی کہ جو برا کام کراتا ہو اور عمداً اپنی آواز کو نرم بناتا ہو مقبول نہین ہو اور اگر کسی کی آواز مین پیدائشی نرمی ہو اور پیدائشی اسکے اعضا مین تکسر ہو یعنی ڈھیلا پن ہو اور خود لٹک کر نہ چلے اور اس سے کسی قسم کے برے افعال مشہور نہوے ہون تو اسکی گواہی مقبول ہو یہ تبیین مین لکھا ہو۔ اور داعر کی گواہی مقبول نہین ہو اور داعر اسکو کہتے ہین جو فاسق ہو اور ہتک حرمت کرے اور اپنے افعال کی کچھ پروا نہ کرے یہ ذخیرہ مین لکھا ہو **قال المترجم** پہلے گذرا ہو کہ داعر وہ شخص ہو جس سے لوگون کے مال و جان کا خوف ہو اور یہان جو تعریف مذکور ہوئی دونون کا حاصل ایک ہو۔ جو شخص غافل شدید ہو اسکی گواہی نامقبول ہو یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہو۔ جو شخص جھوٹ بولنے مین مشہور ہو اسکی کچھ عدالت نہین ہو اور نہ اسکی گواہی مقبول ہو اور یہ ہمیشہ کے واسطے ہو اگرچہ اسنے توبہ کرلی ہو بخلاف ایسے شخص کے جو سہو سے جھوٹ بولا یا ایک بار اسمین مبتلا ہوا پھر توبہ کرلی

[1] گیند بلا مراد چوگان ہے جو سپہ گری کے واسطے عمدہ ہے اور اس سے کھیل مقصود نہین ہے ۱۲ [2] مشعوذ شعبدہ باز جو لوگونکو نظر بندی وغیرہ کے ہاتھون کے تماشے دکھلاتے ہین ۱۲

یہ بدائع میں لکھا ہے جو شخص عادل مشہور ہو اگر اسنے جھوٹی گواہی دی پھر توبہ کر لی تو بعد کو اسکی گواہی قبول ہوگی اور اسی قول پر اعتماد ہے یہ خزانۃ المفتین میں لکھا ہے۔ فاسق نے اگر توبہ کی تو اسکی گواہی فی الحال مقبول نہوگی جبتک کہ بقدر زمانہ گذر جاوے کہ توبہ کا اثر کھلے اور اس زمانہ کی مقدار میں صحیح قول یہ ہے کہ قاضی کی رائے پر ہے اور غیر عادل نے اگر جھوٹی گواہی دی پھر توبہ کر لی تو اسکی گواہی جائز ہے یہ فتاوی قاضی خان میں لکھا ہے جس شخص کو زنا یا چوری یا شراب خوری میں حد ماری گئی ہو پھر اسنے توبہ کر لی تو بالاجماع اسکی گواہی مقبول ہوگی یہ بدائع میں لکھا ہے۔ اور جس شخص کو زنا کی تہمت لگانے میں حد ماری گئی ہو اسکی گواہی نامقبول ہے اگرچہ اسنے توبہ کر لی ہو یہ بدائع میں لکھا ہے۔ اور صحیح مذہب ہمارے نزدیک یہ ہے کہ حد مارے جانے کے بعد اگر چار گواہوں نے اسکے سچ بولنے پر گواہی دی تو مقبول ہوگی اور وہ شخص مقبول الشہادۃ ہو جائیگا یہ مبسوط میں لکھا ہے۔ اگر کسی کو تھوڑی حد ماری گئی تھی کہ تمام ہونے سے پہلے وہ بھاگ گیا تو ظاہر الروایت کے موافق پوری حد مارے جانے سے پہلے اسکی گواہی مقبول ہے۔ اگر زنا کی تہمت لگانے میں کافر کو حد ماری گئی پھر وہ مسلمان ہو گیا تو اسکی گواہی مقبول ہوگی بخلاف غلام کے کہ اسکو حد ماری گئی پھر وہ آزاد ہو گیا تو اسکی گواہی مقبول نہیں ہے ولیکن اگر حالت کفر میں اسنے زنا کی تہمت لگائی اور حالت اسلام میں اسکو حد ماری گئی تو ہمیشہ کیواسطے اسکی گواہی مردود رہی اور اگر تھوڑی حد حالت کفر میں ماری گئی پھر باقی حد حالت اسلام میں تو ظاہر الروایت کے موافق ہمیشہ کیواسطے اسکی گواہی مردود نہوگی حتی کہ اگر اسنے توبہ کر لی تو گواہی مقبول ہوگی کذا فی جوہرۃ النیرہ اور یہی حکم ظاہر الروایت کا ٹھیک ہے یہ بدائع میں لکھا ہے۔ شاعر اگر ہجو کیا کرتا ہے تو اسکی گواہی مقبول نہیں ہے اور اگر مدح کرتا ہے اور اکثر مدح اسکی سچی ہوتی ہے تو مقبول ہوگی یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے۔ مرد صالح نے اگر ایسا شعر پڑھا کہ جسمین فحش ہے تو اسکی عدالت باطل نہوگی کیونکہ اسنے غیر کا کلام پڑھا اور جو شخص عرب کے شعروں کی تعلیم کرتا ہے اگر زبان عرب سکھلانے کی غرض سے پڑھاتا ہے تو اسکی عدالت باطل نہوگی اگرچہ اسکا مضمون فحش ہو یہ فتاوی قاضی خان میں لکھا ہے۔ ایک شخص اپنے اہل و عیال و مملوکوں کو گالی دیتا ہے پس اگر کبھی اس سے ایسا امر یعنی برا کہنا صادر ہوا تو اسکی عدالت ساقط نہوگی کیونکہ اکثر انسان اس سے خالی بچتا ہے اور اگر اسکی عادت ہے تو عدالت ساقط ہوگی یہ واقعات حسامیہ میں لکھا ہے اور یہی حکم اس شخص کا ہے جو اپنے جانور مثلاً گھوڑے کو گالیاں دیتا ہو یہ فتح القدیر میں لکھا ہے اور جو شخص سلف کو اور وہ صحابہ و تابعین اور ابو حنیفہ اور جو انکے اصحاب ہیں برا کہتا ہو اور ظاہر میں کہتا ہو اسکی گواہی مقبول نہوگی یہ نہایہ اور فتح القدیر میں لکھا ہے۔ فرمایا کہ اگر کسی شخص کا حال تعدیل کرنیوالوں سے دریافت کیا گیا اور انہوں نے کہا کہ ہم اسکو ایسا متہم[۱] جانتے ہیں کہ وہ اصحاب رسول اللہ صلعم کو برا کہتا ہے تو میں قبول نکرونگا اور اسکی گواہی کو جائز رکھونگا اور اگر انہوں نے کہا کہ ہم اسکو فسق و فجور میں متہم جانتے ہیں اور گمان غالب ہے مگر ہمنے اسکو کبھی نہیں دیکھا تو قبول نکرونگا اور اسکی گواہی کو جائز رکھونگا یہ محیط میں لکھا ہے مسلمانوں میں جو گمراہ یعنی فرقہ ہیں انمیں سے سوائے فرقہ خطابیہ[۲] کے باقی گمراہوں کی گواہی مقبول ہے یہ ہدایہ میں لکھا ہے اور شیخ الاسلام نے فرمایا کہ

---

[۱] متہم یعنی ایسی بدگمانی کافی نہیں ہے جبتک تحقیق نہو اور فسق و فجور میں خالی بدگمانی کافی ہے ۱۲ [۲] خطابیہ یعنی ذخیرہ نے لکھا کہ یہ خطاب کوفہ کے شخص کا تھا اسنے تابعین کو فسق سکھلایا اور کہا کہ اپنوں کے واسطے تقیہ سے جھوٹ گواہی دینا حلال ہے ۱۲

اہل ہوا کی جو دین مین بدعت کے پابند ہین انکی گواہی مقبول ہو بشرطیکہ اسکی بدعت کفر نہو اور وہ شخص بیباک نہو اور اپنے لین دین
مین عادل ہو اور یہی صحیح ہو کذا فی المحیط اور جو شخص ایسا کام کرتا ہو جیسے رستہ پر پیشاب کرنا یا کھانا تو اسکی گواہی مقبول
نہین ہو یہ ہدایہ مین لکھا ہو اور جو شخص بازار مین لوگون کے درمیان مین کھاتا ہو اسکا بھی یہی حکم ہو یہ سراج الوہاج مین لکھا ہو
جس شخص نے سیری سے زائد کھانا کھایا اکثرون کے نزدیک اسکی عدالت ساقط ہوئی یہ زاہدی مین ہو مناقب ابوحنیفہ مین لکھا ہو کہ
بخیل کی گواہی نامقبول ہو یہ محیط مین ہو کرخی نے ذکر کیا ہو کہ جو شخص فقط پائجامہ پہنے ہوے راہ مین چلتا ہو اسکی گواہی نامقبول
ہو کذا فی النہایہ جو شخص حمام مین ننگا بے لنگی باندھے جاتا ہو اگر اس حرکت سے اسکا باز آنا نہ معلوم ہو تو اسکی مقبول نہین ہو یہ فتاوی قاضیخان
مین ہو ابوالحسن سے منقول ہو کہ اگر کوئی بڈھا لوگون کے مجمع مین نوجوانون سے کشتی کرے تو اسکی گواہی نامقبول ہو یہ غایۃ البیان شرح
ہدایہ مین ہو جو بزرگ صلاحیت مین مشہور ہو اگر اسنے مکہ معظمہ کے رستے مین اپنے بیٹے سے نفقہ کا حساب کیا تو عدالت ساقط ہو
یہ زاہدی مین لکھا ہو طفیلی اور گزاف بکنے والے اور مسخرہ کی گواہی بلاخلاف نامقبول ہو یہ بحر الرائق مین لکھا ہو **قال المترجم**
طفیل ایک شخص کوفہ کا شاعر تھا کہ بے بلاے مہمانی مین جاتا تھا اور طفیلی اسی کیطرف منسوب ہے کفن بیچنے والے کی گواہی مقبول
نہین ہو شمس الائمہ نے فرمایا یعنی جبکہ وہ صبح کو اسی کام مین مشغول ہو اور خریدارون کا انتظار کرے اور اگر وہ کپڑے بیچتا
ہو اور اس سے کفن بھی خریدے جاوین تو گواہی جائز ہو یہ ذخیرہ مین لکھا ہو جو کوئی شخص تصویرون کے کپڑے فروخت کرتا
یا بنتا ہو اسکی گواہی نامقبول ہو یہ محیط مین قنیہ سے لایا ہو اگر کوئی امیر نواب وغیرہ کسی شہر مین داخل ہوا اور لوگ نکل کر
راہون پر اسکے دیکھنے کو بیٹھے خلف نے کہا کہ اگر بدون اعتبار[۱] حاصل کرنیکی غرض کے ایسا کیا تو عدالت جاتی رہیگی ورنہ نہین
اور فتوی اسپر ہو کہ اگر وہ اسواسطے نہین نکلے کہ جو تعظیم کے لائق ہو اسکی تعظیم کرین یا عبرت پیدا کرین تو انکی عدالت
باطل ہوگی یہ ظہیریہ اور فتاوی قاضیخان مین لکھا ہو جس شخص نے ختنہ کرانے کو حقیر جانکر نہ کرایا اسکی گواہی مقبول
نہین ورنہ مقبول ہو یہ ہدایہ مین ہو خصی کی گواہی مقبول ہو یہ محیط مین لکھا ہو۔ ولد الزنا کی گواہی زنا وغیرہ مین مقبول ہے
فتح القدیر مین لکھا ہو خنثی مشکل کی گواہی جائز ہو اور وہ عورتون کے حکم مین ہو یہ سراج الوہاج مین لکھا ہو اور خنثی مشکل
کی گواہی حدود و قصاص مین عورتون کے مانند مقبول نہونا چاہیے یہ غایۃ البیان مین ہو عامل لوگ اگر عادل ہون لوگون کا
مال ناحق نہ لیتے ہون تو انکی گواہی مقبول ہو اور اگر عادل نہون لوگون سے ناحق لیتے ہون تو نامقبول ہو اور یہی صحیح
ہو کذا فی المحیط۔ قبالہ نویسون کی گواہی مقبول ہو اور یہی صحیح ہو اگر غالبًا انکی حالت صلاحیت کی ہو یہ ذخیرہ اور غیاثیہ اور
فتح القدیر مین ہو ایسے رئیس اور جابی[۲] کی گواہی جو شہر یا محلہ مین سے جبایۃ وصول کرتا ہو نامقبول ہو جس صراف کے
پاس جمع کرتا ہو اور وہ خوشی سے لیتا ہو اسکی بھی گواہی نامقبول فرمائی الصدر حسام الدین یہ محیط مین لکھا ہو جو لوگ
ذلیل پیشہ کرتے ہین جیسے جولاہہ و حجام وغیرہ اصح یہ ہو کہ انکی گواہی مقبول ہو کیونکہ بعض صالحین نے اسکو کیا ہو پس
جبتک کوئی طعن کی وجہ ظاہر نہو تو صرف ظاہر پیشہ پر حکم نہوگا اور یہی حکم نخاسیون اور دلالون کا ہو کذا فی فتح القدیر

---

۱ اعتبار عبرت حاصل کرنا کہ دنیا مین فقط ان جانورون وغیرہ کے لیے آخرت سے غافل ہو گیا ۱۲
۲ جابی وہ شخص جو ٹکس سلطانی وصول کرنے پر مقرر ہو کیونکہ اکثر وہ ظلم کرتے ہین ۱۲

تیسری فصل ان لوگون کے بیان مین جنکی گواہی بسبب تہمت کے نامقبول ہو یا تناقض کلام یا حکم قضا کے نقض لازم آنے سے مقبول نہین ہوتی ہو والدین کی گواہی اپنے بیٹے یا پوتے پروتے وغیرہ کے واسطے مقبول نہین ہو اور نہ اولاد کی گواہی اپنے باپ اور مان یا دادا دادی وغیرہ کے واسطے جو والدین کیطرف سے ہون مقبول ہو **قال المترجم** والدین کیطرف سے یہ مراد ہو کہ باپ کیطرف سے دادا دادی یا پردادا وغیرہ اور مان کیطرف سے نانا نانی وغیرہ سب کو شامل ہو اور مرد کی گواہی اپنی جورو کے لیے نامقبول ہو اگرچہ وہ مملوکہ ہو اور جورو کی گواہی اپنے شوہر کے لیے اگرچہ مالک ہو نامقبول ہو یہ حاوی مین لکھا ہو مرد کی گواہی ایسی جورو کے حق مین جسکو اسنے طلاق بائن دی اور وہ عدت مین بیٹھی ہو نامقبول ہو یہ خلاصہ مین ہو اگر ایک شخص نے ایک عورت کے واسطے کسی حق مین گواہی دی پھر اس سے نکاح کر لیا تو گواہی باطل ہو گئی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہو اگر رضاعی یعنی دودھ پلائی کے رشتہ سے اولاد یا مان باپ ہون تو انکے حق مین گواہی دینا جائز ہو یہ حاوی مین ہو ربیب کی گواہی مقبول ہو یہ قنیہ مین لکھا ہو بھائی کی گواہی اپنی بہن کیواسطے مقبول ہو یہ محیط سرخسی مین ہو بھائی کی گواہی اپنے بھائی کیواسطے اور اسکی اولاد کیواسطے اور چچا اور اسکی اولاد کیواسطے اور ماموں کیواسطے اور خالہ اور پھوپھی کے واسطے جائز ہو یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہو اور اگر اپنی ساس یا خسر یا داماد یا سوتیلی مان یا اسکی سالی کے واسطے گواہی دی تو جائز ہو یہ خلاصہ مین لکھا ہو اگر کسی شخص نے اپنے پوتے کیطرف سے اپنے بیٹے پر گواہی دی تو جائز ہو یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہو اگر ایک شخص نے اپنی عورت سے تہمت لگا کر لعان کیا اور دونون مین جدائی ہو گئی اور اس سے لڑکا پیدا ہوا تو اس لڑکے کی گواہی یا اسکی ام ولد کا لڑکا جو اسکے فراش سے پیدا ہوا مگر اسنے اس سے انکار کیا اسکی گواہی اس شخص پر جائز نہین ہو کیونکہ اس لڑکے کا نسب شوہر یا مالک باندی سے لعان اور انکار سے پہلے ظاہر مین ثابت تھا اور لعان یا انکار سے اگرچہ میراث یا نفقہ کے احکام مین جاتا رہا لیکن دوسرے بعض احکام مین لحاظ کیا جائیگا مثلاً گواہی ناجائز ہو یا اس سے نکاح حرام ہو یا اسکو زکوۃ دینی ناجائز ہو یا اگر کوئی شخص اسکو اپنی طرف نسبت کر دے تو صحیح نہین ہو اگرچہ یہ اسکی تصدیق کرے اور اگر لعان کرنیوالا یا منکر اسکو اپنی طرف منسوب کرے تو نسب ثابت ہو جائیگا اور ان احکام مین ہم نے نسب کو امر حرمت کے احتیاط کیواسطے باقی رکھا ہو یہ محیط سرخسی مین لکھا ہو اور ملاعن کے لڑکے کی اولاد کی گواہی بھی اسکے حق مین جائز نہین یہ فتاوی قاضی خان مین ہو اور لعان² کرنیوالے کی گواہی اس لڑکے کے حق مین جس سے اسنے انکار کیا ہو نامقبول ہو کذا فی فتح القدیر ایک شخص نے دو جوڑیا لڑکون مین سے ایک کو فروخت کیا پھر اسکے مشتری نے اسکو آزاد کر دیا پھر اسنے بائع کیطرف سے گواہی دی تو مقبول ہوگی پھر اگر بائع نے دوسرے لڑکے جوڑیا کے نسب کا اپنی طرف دعوی کیا یعنی یہ میرا لڑکا ہو تو دونون کا نسب بائع سے ثابت ہوگا اور بیع اور آزاد کرنا اور حکم قضا سب باطل ہو جائیگی یہ کافی مین لکھا ہو کسی شخص کی گواہی اپنے مملوک اور مدبر اور مکاتب اور ام ولد کے واسطے جائز نہین ہو یہ حاوی مین لکھا ہو اجیر کی گواہی اپنے استاد کیطرف سے جائز نہین ہو اور اجیر سے وہ اجیر مراد ہو جو اسکے ساتھ کھاتا پیتا ہو اور اسکی پرورش مین ہو اور اسکی کوئی اجرت مقرر نہین ہے

---

¹ ربیب وہ لڑکا یا لڑکی جو زوجہ اپنے پہلے خاوند سے ساتھ لائی ہو ۱۲ ² لعان یعنی اپنی زوجہ کے پیٹ کو زنا سے تبلاتے کہ قاضی نے دونون مین لعان کرا کے دونون مین جدائی کرا دی اور بچہ کو مان کی طرف منسوب کیا بدون باپ کے ۱۲

ولیکن اگر اجیر مشترک ہو اور اسنے مستاجر کے لیے گواہی دی تو مقبول ہے اور جو اجیر ایسا ہو کہ اسکو روزانہ یا ماہواری یا سالانہ پر مقرر کیا ہے اور اجرت ٹھہری ہوئی ہے تو استحساناً اسکی گواہی مقبول نہین ہے یہ خلاصہ مین لکھا ہے استاد و مستاجر کی گواہی مقبول ہے یہ فتح القدیر مین ہے جو شے اجرت پر لی ہے اسکی گواہی مستاجر کو اجرت پر دینے والے کیطرف سے یا مانگے لینے والے کو مانگے دینے والے کیطرف سے دینا مقبول نہین ہے یہ بحر الرائق مین لکھا ہے منتقی مین مذکور ہے کہ اگر ایک شخص نے ایک گھر ایک مہینہ کی اجرت پر لیا اور پورا مہینہ نہین ہوا پھر ایک مدعی پیدا ہوا اور مستاجر نے اور اسکے ساتھ دوسرے شخص نے قاضی کے سامنے گواہی دی تو قاضی مدعی سے اجارہ کو دریافت کریگا کہ تیرے حکم سے تھا یا نہ تھا اگر اسنے کہا کہ میرے حکم سے تھا تو مستاجر کی گواہی مقبول نہو گی کیونکہ اسنے اجرت کی چیز کی گواہی اجرت پر دینے والے کیطرف سے ادا کی اور اگر اسنے کہا کہ میرے حکم سے نہ تھا تو مقبول ہو گی کیونکہ اسکے حق مین وہ مستاجر نہین ہے اور اگر پورا مہینہ نہین ہوا ہے تو اسکی گواہی نامقبول ہے اگرچہ مدعی نے اپنے حکم سے اجارہ کا دعویٰ کیا ہو اگر دو مستاجرون نے یون گواہی دی کہ اجرت کی چیز اسی کی ہے جسنے دونون کو اجرت پر دی ہے اور اس سے غرض اجارہ کا ثابت کرنا ہے یا دوسرے شخص کیطرف سے کہا کہ اسکی ہے اور اس سے غرض اجارہ کا فسخ کرنا ہے تو امام ابوحنیفہ نے فرمایا کہ گواہی جائز ہے خواہ کرایہ ہلکا ہو یا بھاری ہو اور امام ابو یوسف نے فرمایا کہ فسخ کی صورت مین گواہی نادرست ہے کیونکہ دونون گواہ اپنے اوپر سے کرایہ کو دفع کرنا چاہتے ہین اور اگر دونون بلاکرایہ گھر مین رہتے ہون تو جائز ہے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے اگر اجیر نے اپنے استاد کیطرف سے گواہی دی اور وہ ماہواری کا اجیر تھا پھر ہنوز نہ اسکی گواہی رد ہوئی تھی اور نہ قبول ہوئی تھی یہانتک کہ مہینہ گذر گیا پھر اسکی تعدیل ہوئی تو مقبول نہو گی چنانچہ اسی طرح اگر کسی مرد نے اپنی عورت کیطرف سے گواہی دی اور رد و تعدیل سے پہلے اسنے عورت کو طلاق دی تو گواہی مقبول نہو جائیگی اگر ایک شخص نے گواہی دی اور وہ اسوقت اجیر نہ تھا پھر حکم قضا سے پہلے وہ اجیر ہو گیا تو گواہی باطل ہو جائیگی اگر اجیر تھا اور اسنے گواہی دی اور گواہی رد نہوئی تھی کہ وہ اجیر ہو گیا پھر اجارہ کی مدت گذر گئی تو اس گواہی پر فیصلہ نہو گا اگرچہ گواہی یا قضا کے وقت وہ اجیر نہین ہے اور اگر قاضی نے اسکی گواہی ہنوز نہ رد کی اور نہ قبول کی کہ اسنے دوبارہ گواہی ادا کی یعنی اجارہ کی مدت گذر جانیکے بعد دوبارہ ادا کی تو گواہی جائز ہو گی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے شرکت کی چیز مین ایک شریک کی گواہی دوسرے شریک کیطرف سے مقبول نہین ہے کیونکہ یہ گواہی ایک طرح سے اپنے واسطے ہے اور اگر شرکت کی چیز نہو تو مقبول ہو گی کیونکہ اسمین تہمت نہین ہے یہ کافی مین لکھا ہے ایسے ہی اگر ایک شریک کے اجیر نے دوسرے کیطرف سے گواہی دی تو اسکا بھی یہی حکم ہے یہ مبسوط مین لکھا ہے امام محمد نے اصل مین فرمایا کہ اگر دو شخصون نے یہ گواہی دی کہ ہم دونون کا اور عمرو کا زید پر قرضہ ہزار درم ہین پس اسکی کئی صورتین ہین اول یہ ہے کہ شرکت کو صاف اس طور سے بیان کرین کہ ہمارے اور فلان شخص کے یعنی عمرو کے ہزار درم زید پر مشترک قرض ہین اور اس صورت مین گواہی مقبول نہو گی اور دوسری صورت یہ کہ شرکت نہونے کو صاف اس طرح بیان کرین کہ ہم گواہی دیتے ہین کہ عمرو کے اسپر پانچسو درم علیحدہ سبب سے قرض ہین اور ہمارے پانچسو درم اسپر علیحدہ سبب سے قرض ہین اور اس صورت مین اسکی گواہی عمرو کیطرف سے مقبول ہے اور تیسری صورت یہ کہ گواہی مطلق چھوڑ دین کچھ تصریح نہ کرین اور اس صورت مین انکی گواہی بالکل مقبول نہو گی نہ یہ کے

تین شخصون پر ہزار درم قرض ہین انمین سے دو شخصون نے گواہی دی کہ زید نے ہمکو اور تیسرے کو قرضہ معاف کر دیا پس اگر بعض بعض کا کفیل ہو تو گواہی بالکل مقبول نہین ہے۔ اور اگر بعض بعض کا کفیل نہو پس اگر انھون نے یہ گواہی دی کہ ہمکو اور تیسرے کو زید نے ایک ہی کلمہ سے معاف کر دیا تو گواہی نامقبول ہے اور اگر گواہی دی کہ ہمکو علیحدہ معاف کیا اور فلان شخص ثالث کو علیحدہ معاف کیا ہے تو ثالث کے حق مین گواہی مقبول ہوگی۔ اور اس مسئلہ کی نظیر وہ مسئلہ ہے جو کتاب الحدود مین گذرا ہے کہ اگر دو شخصون نے گواہی دی کہ زید نے ہم دونون کی مان کو اور ہندہ کو ایک ہی کلمہ سے زنا کی تہمت لگائی ہے تو گواہی مقبول نہوگی اور اگر کہا کہ ہماری مان کو علیحدہ تہمت لگائی اور اس عورت ہندہ کو علیحدہ تو ہندہ کیطرف سے انکی گواہی مقبول ہوگی محیط مین لکھا ہے تین شخصون کے ایک شخص پر ہزار درم قرض ہین پھر دو شخصون نے انمین سے تیسرے پر گواہی دی کہ اسنے قرضدار کو معاف کر دیا ہے پھر گواہی دی کہ اسنے اپنا حصہ معاف کر دیا ہے تو انکی گواہی مقبول نہین ہے اور اسیطرح اگر دونون نے کسیقدر قرضدار سے وصول کر کے پھر گواہی دی کہ اسنے اپنا حصہ معاف کر دیا ہے تو نامقبول ہے یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے وکیل کی گواہی بعد معزول ہونیکے موکل کیطرف سے اگر اسنے مخاصمہ کیا تو مقبول نہین ہے اور اگر اسنے نہ مخاصمہ کیا تو مقبول ہے اور یہ قول امام ابوحنیفہ کا ہے کذا فی الذخیرہ۔ اگر قاضی کے سامنے کسی نے ایک شخص کو اسواسطے وکیل کیا کہ جسقدر حق موکل کا فلان شخص کیطرف آتا ہے اسمین مخاصمہ کرے اور اسنے ہزار درم کی نالش اسپر دائر کی پھر معزول ہوگیا پھر اگر اسنے اسی ہزار درم کی بابت گواہی دی تو رد کر دیجاویگی اور اگر دوسرے قرضہ مین گواہی دی تو رد نہ کیجاویگی۔ اور اگر قاضی اسکی وکالت کو نہین جانتا ہے اور مدعا علیہ نے وکالت سے انکار کیا اور اسنے گواہی پیش کر کے وکالت ثابت کی پھر معزول ہوگیا اور گواہی دی تو جسقدر حقوق موکل کے وکیل کرنیکے وقت ثابت تھے انمین اسکی گواہی رد کر دیجاویگی اور جو حق کہ بعد تاریخ وکالت کے ثابت ہوا اسمین اسکی گواہی مقبول ہوگی یہ کافی مین لکھا ہے۔ ایک شخص نے قاضی کے سامنے دعوی کیا کہ مجھے فلان شخص نے اسواسطے وکیل کیا ہے کہ جو حق ہمکا اس مدعا علیہ پر اور فلان و فلان پر آتا ہے اسمین خصومت اور نالش دائر کرون اور موافق دعوی اسنے وکالت کے گواہ پیش کیے اور قاضی نے ہنوز حکم دیا یا نہ دیا تھا کہ موکل نے اسکو معزول کر دیا پھر اس معزول نے موکل کیطرف سے اس مدعا علیہ پر یا باقی دونون شخصون پر گواہی دی تو مقبول نہین ہے مگر جبکہ ایسے حق کی گواہی دی جو تاریخ وکالت کے بعد انپر ثابت ہوا ہے یا ان تینون کے سوا دوسرے پر گواہی دی تو مقبول ہوگی۔ اگر کسی نے اپنے ہر حق کے نالش کرنے اور وصول کرنے کے لیے وکیل کیا خواہ تمام لوگون سے یا کسی خاص شہر کے لوگون سے اور وکیل نے ایک شخص کو حاضر کر کے وکالت کے گواہ پیش کیے اور قاضی نے اسکو خصم ٹھہرایا پھر موکل نے اسکو معزول کر دیا تو اس وکیل کی گواہی موکل کیطرف سے نہ اس شخص پر جسکو حاضر لایا ہے اور نہ دوسرے کسی شخص پر جسپر موکل کا حق آتا ہے خواہ وہ حق وکالت کے روز کا ہو یا اسکے بعد پیدا ہوا ہو اسوقت تک کے حقوق مین کہ جس دن اسکو معزول کیا ہے مقبول نہین ہے یہ خلاصہ مین لکھا ہے۔ اور بعد معزول ہونیکے جو حق پیدا ہوا اسمین گواہی مقبول ہے یہ محیط مین ہے جو شخص قرضہ وصول کرنیکا وکیل ہے اسکی گواہی قرضہ کی بابت مقبول ہے یہ جینیر کردری مین لکھا ہے۔ ایک شخص نے تین شخصون کو ایک مقدمہ مین وکیل کیا اور کہا کہ جو شخص تم مین سے نالش کریگا وہی اس مقدمہ مین وکیل ہے پھر دو شخصون نے تیسرے کیواسطے گواہی دی تو انکی گواہی سے وہ شخص خصم نہ قرار پاویگا اور اگر ہر ایک کو نالش کرنے اور وصول کرنیکا علیحدہ

علیحدہ وکیل کیا پھر دو نے تیسرے کیطرف سے گواہی دی تو نالش اور وصول کرنے دونون کی بابت گواہی مقبول ہوگی
دو شخصون نے کسی شخص پر گواہی دی کہ اسنے ہم دونون سے اور زید سے کہا تھا کہ جو شخص تم سے میری جورو کو طلاق دیدے
جائز ہے یا یہ کہا کہ اسنے کہا تھا کہ اس عورت کا اختیار تمہارے ہاتھ مین ہے جو شخص تم سے طلاق دے جائز ہے اور شوہر اس سے
انکار کرتا ہے تو انکی گواہی جائز نہین ہے اور اگر شوہر نے ایسے کہنے کا اقرار کیا اور دو شخصون نے تیسرے کیطرف سے گواہی
دی تو اس باعث سے جائز نہین ہے کہ وہ سب وکالت مین شریک ہین اور شرکت مین انکا اسپر گواہی جائز ہے اور نہ اسکی طرف سے
جائز ہے یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے بیع کے دو وکیلون نے اور دو دلالون نے کہا کہ ہم نے یہ چیز فلان کے ہاتھ فروخت
کی تو گواہی مقبول نہوگی یہ ذخیرہ مین لکھا ہے۔ دو گواہون نے بیان کیا کہ فلان شخص نے ہمکو حکم کیا تھا کہ ہم فلان عورت سے
اسکا نکاح کردین یا اسکی فلان عورت سے خلع کرا دین یا اسکے لیے کوئی غلام خریدین اور ہم نے ایسا ہی کیا پس یا تو موکل حکم
دینے اور عقد واقع ہونے دونون سے منکر ہے یا حکم کا اقرار کرتا ہے نہ عقد واقع ہونیکا اقرار کرتا ہے اور ہر ایک کی دو صورتین
ہین یا تو خصم وکیلون کے ساتھ عقد واقع ہونیکا اقرار کرتا ہے یا انکار کرتا ہے پس اگر موکل منکر ہے تو گواہی سب صورتون مین نامقبول
ہے اور اگر موکل دونون کا اقرار کرتا ہے اور خصم عقد واقع ہونیکا اقرار کرتا ہے تو اسکے اقرار پر فیصلہ کیا جاویگا نہ گواہی پر اور اس مین
نکاح اور بیع اور خلع سب برابر ہین اور اگر خصم عقد سے انکار کرتا ہے تو نکاح اور بیع کا حکم نہ دیا جائیگا اور خلع کا حکم دیدیا جائیگا
یعنی طلاق بلا مال کا حکم دیا جائیگا کیونکہ زوج نے اقرار کیا اور انکی گواہی پر حکم نہوگا اور اگر موکل نے حکم کا اقرار کیا ولیکن عقد واقع
ہونے سے انکار کیا پس اگر خصم نے عقد کا اقرار کیا تو سب صورتون مین حکم وقوع دیا جائیگا مگر نکاح مین امام اعظمؒ کے نزدیک نہوگا
یہ جنیز کردری مین لکھا ہے یا امام ابو یوسفؒ سے نوادر مین روایت ہے کہ اگر دو شخصون نے گواہی دی کہ فلان شخص نے ہمکو
حکم دیا تھا کہ ہم زید کو خبر پہونچا دین کہ اسنے زید کو اپنے غلام فروخت کرنیکا وکیل کیا ہے اور ہم نے اسکو پہونچا دی یا ہمکو حکم
دیا تھا کہ ہم اسکی عورت کو یہ خبر پہونچا دین کہ اسنے تیرا کام تیرے ہاتھ سپرد کیا اور اسکو ہم نے پہونچا دی اور اسنے طلاق اختیار
کرلی تو دونون کی گواہی جائز ہے اور اگر دونون نے یہ گواہی دی کہ اسنے ہمسے یہ کہا تھا کہ تم میری جورو کو اختیار دیدو اور ہمنے اسکو
اختیار دیا اور اسنے طلاق لے لی تو گواہی مقبول نہوگی یہ محیط مین لکھا ہے۔ وکیل کے دو بیٹون کی گواہی وکالت پر مقبول نہوگی
اور ایسے ہی اسکے والدین یا دادا وغیرہ کی گواہی مقبول نہوگی یہ خلاصہ مین لکھا ہے اگر وکیل کے دو بیٹون نے وکیل کے عقد
کرنے پر گواہی دی پس اگر وکیل اور موکل دونون حکم دینے اور عقد کرنیکا اقرار کرتے ہین پس اگر خصم بھی دونون کا اقرار کرتا ہے
تو قاضی سب عقود کا حکم دیگا ولیکن یہ اقرار پر ہوا نہ گواہی پر اور اگر خصم انکار کرتا ہے تو امام اعظمؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک
انکی گواہی مقبول نہوگی اور کسی عقد کا نکاح اور بیع مین سے حکم نہ کیا جائیگا ہان خلع کی نسبت قرار پایا کہ شوہر یعنی موکل کے اقرار
پر بلا مال طلاق کا حکم دیا جائیگا نہ انکی گواہی پر اور اگر وکیل و موکل دونون اس سب سے انکار کرتے ہین پس اگر خصم بھی
منکر ہے تو اس گواہی کی طرف التفات نہ کیا جائے گا اور اگر خصم دعوی کرتا ہے تو دونون کی گواہی بالاجماع مقبول ہوگی
اور اگر وکیل حکم اور عقد دونون کا مقر ہے اور موکل اپنے حکم دینے کا اقرار کرتا ہے اور عقد واقع ہونے سے منکر ہے پس اگر خصم
ان سب کا مدعی ہے تو قاضی سب عقود کا حکم دیگا سوائے نکاح کے اور یہ امام اعظمؒ کے نزدیک ہے اور صاحبین کے

نزدیک سب کا حکم وہی ہوگا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اگر کسی شخص نے اپنی جورو کی طلاق یا عدم طلاق کو کسی اجنبی کے سپرد کر دیا اور اسنے طلاق دیدی پھر طلاق دینے والے کے دو بیٹون نے گواہی دی کہ اس عورت کے شوہر نے اپنی جورو کے امر میں ہمارے باپ کو اختیار دیا تھا اور اسنے طلاق دیدی اور باپ اسکا زندہ موجود ہے اور اسکا مقر ہے یا مر گیا ہے تو امام اعظمؒ کے نزدیک انکی گواہی مقبول نہیں ہے اور امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ اسکا غائب ہونا بمنزلہ مرجانے کے ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر موکل کے دو بیٹون نے گواہی دی کہ ہمارے باپ نے اپنا قرضہ وصول کرنیکے لیے اس شخص کو وکیل کیا ہے تو گواہی مقبول نہوگی جبکہ قرضدار وکالت سے انکار کرے یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ اگر کسی شخص نے کسی خاص گھر کی نالش اور اسپر قبضہ کرنیکے واسطے کسی کو وکیل کیا پھر وہ غائب ہو گیا پھر اُسکے دو بیٹون نے گواہی دی کہ ہمارے باپ نے اس شخص کو اس گھر کی نالش کرنے اور اسپر قبضہ کرنیکے واسطے وکیل کیا ہے تو گواہی مقبول نہوگی خواہ مدعا علیہ وکالت کا اقرار کرے یا انکار کرے یہ صورت تو طالب کے وکیل کرنیکی ہے اور اگر موکل خود مطلوب ہو اور طالب نے گھر کا دعوی کیا اور موکل مطلوب کے دو بیٹون نے گواہی دی کہ ہمارے باپ نے اس شخص کو خصومت کرنیکا وکیل کیا ہے پس اگر وکیل نے وکالت سے انکار کیا تو یہ گواہی مقبول نہوگی کیونکہ دعوی سے خالی ہے اور اگر وکیل نے وکالت کا دعوی کیا تو بھی یہ گواہی مقبول نہوگی خواہ طالب نے وکالت کا اقرار کیا ہو یا انکار کیا ہو کیونکہ یہ گواہی غیر خصم پر قائم ہوئی ہے یہ محیط میں ہے اگر دو شخصون نے ایک شخص سے کچھ کپڑا خریدا خواہ ثمن ادا کر دیا یا نہین ادا کیا پھر ایک شخص نے آکر کپڑے کا دعوے کیا اور دونون خریدارون نے گواہی دی کہ یہ کپڑا مدعی کا ہے یا یہ کہ بائع نے اقرار کیا ہے کہ یہ کپڑا مدعی کا ہے تو دونون کی گواہی مقبول نہین ہے کذا فی المحیط۔ اگر دو خریدارون نے جنھون نے بطور بیع فاسد کے چیز خریدی ہے بعد قبضہ کے یہ دعوی کیا کہ یہ مدعی کی ہے تو مقبول نہوگی اور ایسے ہی اگر قاضی نے عقد کو فسخ کر دیا یا دونون نے رضامندی سے فسخ کیا اور وہ چیز دونون کے قبضہ میں ہے تو بھی یہی حکم ہے اور اگر دونون نے بائع کو واپس کر دی پھر گواہی دی تو مقبول ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ ایک شخص نے دوسرے سے ایک باندی بطور بیع صحیح کے خریدی اور باہم قبضہ کر لیا پھر دونون نے بیع کا اقالہ کر لیا یا مشتری نے بسبب عیب کے بلا حکم قاضی واپس کر دی اور بائع نے اسکو قبول کر لیا پھر ایک شخص آیا اور دعوی کیا کہ باندی میری ہے اور مشتری نے دوسرے شخص سے ملکر مدعی کیطرف سے گواہی دی تو انکی گواہی باطل ہے خواہ باندی مشتری کے پاس ثمن وصول کرنیکی غرض سے رد کی گئی ہو یا اسنے بائع کو واپس کر دی ہو اور اگر عیب کیوجہ سے قبضہ کے بعد بحکم قاضی واپس کی یا قبضہ سے پہلے بلا حکم قاضی واپس کی یا خیار رویت یا خیار شرط کیوجہ سے واپس کی پھر مشتری نے مدعی کیواسطے گواہی دی تو گواہی جائز ہے اور اگر اسکو ثمن کے عوض روک لیا ہے تب بھی یہی حکم ہے و اگر ثمن کے عوض اسکو روکا پھر وہ مشتری کے پاس مر گئی پھر مدعی کیطرف سے گواہی دی تو گواہی باطل ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ ایک شخص نے ایک باندی بعوض غلام کے خریدی اور دونون نے باہم قبضہ کر لیا پھر باندی میں کچھ عیب پایا اور اسکو بحکم قاضی واپس کیا اور غلام کو قبضہ میں لانیکے واسطے روک لیا پھر ایک شخص آیا اور بائع کے سامنے باندی کا دعوی کیا اور مشتری نے اور ایک شخص نے گواہی دی کہ یہ باندی مدعی کی ہے تو مشتری کی گواہی نامقبول ہے اور اگر بائع کو دیدینے کے بعد گواہی دی تو جائز ہے اور اگر باندی بیچنے والے کے پاس غلام مر گیا پھر باندی کے خریدار نے اسمین کچھ عیب پایا اور قبضہ کے بعد بحکم قاضی وہ باندی بائع کو واپس کر دی تو واپس کرنا

صحیح ہے اور بائع سے غلام کی قیمت لے لیگا پس اگر ایک شخص آیا اور اس حالت مین باندی کا دعوی کیا اور مشتری نے اور دوسرے
شخص نے اسکی طرف سے گواہی دی تو جائز ہے یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے۔ اگر ایک شخص نے ایک غلام دوسرے کے ہاتھ
بیچا اور اسکے تمام عیبونکی براءت کر لی پھر مشتری نے اسکو دوسرے کے ہاتھ بیچا اور عیب کو چھپایا پھر دوسرے مشتری نے پہلے
سے اس عیب کی بابت جھگڑا کیا اور بائع اول اور ایک دوسرے شخص نے اسکی طرف سے گواہی دی کہ یہ عیب اسکے پاس کا ہے تو
امام محمدؒ نے فرمایا کہ مین پہلے مشتری کو واپس کرنیکے واسطے یہ گواہی قبول کرونگا اور اس بارہ مین قبول نہ کرونگا کہ بائع اول
نے براءت کر لی ہے یہ محیط مین لکھا ہے ایک شخص نے ایک غلام فروخت کیا اور مشتری کے سپرد کر دیا پھر ایک شخص نے دعوے
کیا کہ مین نے اسکو مشتری سے خریدا ہے اور مشتری نے انکار کیا پھر بائع نے مدعی کیواسطے خریدنے کی گواہی دی تو مقبول
نہوگی یہ ظہیریہ مین لکھا ہے۔ اور اگر مشتری نے دعوی کیا کہ مین نے زید کے ہاتھ اسے فروخت کیا ہے اور زید انکار کرتا ہے اور بائع نے
اسکی طرف سے گواہی دی تو مقبول نہوگی یہ محیط مین ہے۔ بائع نے اگر دوسرے کیطرف سے اس چیز کی گواہی دی جو فروخت کی ہے
تو مقبول نہین ہے اور یہی حکم مشتری کا ہے یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے۔ ایک باندی زید کے قبضہ مین ہے کہ اسکا عمرو نے
دعوی کیا کہ مین نے خالد سے سو دینار کو خریدی ہے اور خالد نے تجھسے اسکو ہزار درم کو خریدی تھی قبل اسکے کہ میرے ہاتھ فروخت
کرے اسپر قبضہ کر لیا تھا اور زید اور خالد نے اس سے انکار کیا۔ پھر زید کے دو بیٹون نے اسکی گواہی دی تو انکی گواہی انکے باپ و
مشتری اول پر مقبول ہوگی کہ بیع واقع ہوئی اور جب مقبول ہوئی تو زید کیواسطے خالد پر ہزار درم کا حکم دیا جائیگا اور خالد کے
لیے عمرو دوسرے مشتری پر سو دینار کا حکم دیا جاویگا اور اگر زید اسکا مدعی ہے اور خالد منکر ہو تو گواہی مقبول نہوگی اور باندی دوسرے
مشتری کی ہوگی اور زید کیواسطے خالد پر کچھ حکم نہ دیا جائیگا اور زید کو یہ اختیار نہوگا کہ عمرو کو باندی دینے سے روک لے تاکہ قیمت
وصول کرے خواہ عمرو نے خالد سے باندی وصول پانیکا دعوی کیا ہو اور زید نے اسکی تصدیق کی ہو یا نہ دعوی کیا ہو اور اگر عمرو نے
دعوی کیا کہ ایک ہزار پانچسو کو خریدی ہے تاکہ دونون ثمن ایک ہی جنس کے ٹھہرے اور خالد اس سے انکار کرتا ہے اور زید نے
عمرو کے قول کی تصدیق کی پس اگر عمرو نے خالد سے باجازت باندی لیکر قبضہ کر لینے کا دعوی کیا اور زید نے اسکی تصدیق کی
تو زید کو باندی روکنے کا اختیار نہوگا اور نہ مشتری ثمن مین سے اسکو کچھ دیگا و لیکن اگر عمرو نے خالد اور ثمن کے درمیان تخلیہ کیا تاکہ
خالد اسپر قابض ہو گیا تو زید عمرو کے باہمی تصادق سے زید کو اسکے لینے کا اختیار ہوگا اور اگر تخلیہ نہ کیا تو تخلیہ کا حکم نہ کیا جائیگا
اور اگر عمرو نے اقرار کیا کہ اسنے باندی پر قبضہ نہین کیا ہے تو استحسانًا زید کو روکنے کا حق حاصل ہے تاکہ ہزار درم وصول کرے
اگر دوسرے مشتری نے اسکو ہزار درم کو خریدا ہے یا ایک ہزار پانچسو کو خریدا ہے اور اگر پانچسو کو خریدا ہے تو اسکو پانچسو درم
وصول کرنے تک روکے اور اگر زید و خالد نے پہلے مشتری کے خریدنے اور اسکے سپرد کر دینے کا اقرار کیا لیکن دونون نے دوسرے
مشتری کے خریدنے سے انکار کیا اور اسنے زید کے دونون بیٹون کو گواہ کیا تو انکی گواہی مقبول ہوگی اور دوسری بیع ثابت
ہو جائیگی پھر اگر دوسرا مشتری قبضہ کا دعوی کرتا ہے تو باندی لے لیگا اور زید کو روکنے کا اختیار نہوگا اور اگر قبضہ کا دعوے
نہین کرتا ہے پس اگر دونون ثمن ایک جنس کے نہون تو بھی یہی حکم ہے اور اگر ایک ہی جنس کے ہون تو استحسانًا اسکو روکنے
کا حق حاصل ہوگا یہ محیط مین لکھا ہے۔ ایک شخص نے دو غلام خریدے اور انکو آزاد کر دیا پھر بائع و مشتری مین ثمن کی بابت خلاف

ہوا بائع نے ہزار درم کا دعویٰ کیا اور مشتری نے پانچسو درم کا دعویٰ کیا اور دونوں آزاد غلاموں نے گواہی دی کہ ہزار درم ثمن ہے تو نامقبول ہے یہ فتاویٰ قاضیخان میں ہے اسیطرح اگر بیع فاسد میں قبضہ کے روز کی قیمت میں اختلاف ہوا اور ان دونوں غلاموں نے بعد آزادی کے اپنی قیمت اس دن کی گواہی میں بتلائی تو گواہی نامقبول ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر بائع اور مشتری میں ثمن میں اختلاف نہوا لیکن مشتری نے ادا کر دینے کا دعویٰ کیا اور دونوں آزادوں نے مشتری کی گواہی دی یا یہ گواہی دی کہ بائع نے ثمن کو معاف کر دیا ہے تو جائز ہے یہ فتاویٰ قاضیخان میں لکھا ہے نوادر ابن سماعہ میں امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ اگر ایک شخص نے دو غلام خریدے اور قبضہ کر کے انکو آزاد کر دیا اور چاہا کہ ایسے عیب کا نقصان کہ جسکو بائع انکار کرتا ہے واپس لیوے اور دونوں غلاموں نے گواہی دی کہ یہ عیب ہم دونوں میں تھا تو گواہی مقبول نہیں ہے اور اسیطرح اگر دونوں نے گواہی دی کہ ہم دونوں میں سے آدھا فلاں شخص کا تھا تو بھی نامقبول ہے اور ایسے ہی اگر کہا کہ مشتری نے ہم دونوں کو آزاد کرنے سے پہلے نصف فلاں شخص کو ہبہ کیا تھا تو بھی نامقبول ہے اسیطرح اگر کسی کی ام ولد تھی وہ شخص اسکو چھوڑ کر مر گیا یا آزاد کر دیا پھر اسنے اور ایک عورت و ایک مرد نے گواہی دی کہ یہ ام ولد اس شخص میت اور دوسرے کے درمیان مشترک تھی تو گواہی مقبول نہوگی محیط میں لکھا ہے۔ ایک غلام فروخت کر کے مشتری کے سپرد کر دیا پھر غلام نے دعویٰ کیا کہ مشتری نے مجھے آزاد کر دیا ہے اور مشتری نے انکار کیا اور بائع نے غلام کی گواہی دی تو مقبول نہیں ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر دو شخصوں نے گواہی دی کہ ہمارے باپ نے یہ باندی اس شخص کے ہاتھ فروخت کر دی یا کہا کہ یہ غلام فروخت کر دیا اور مشتری نے اسکو آزاد کر دیا ہے پس اگر انکا باپ اسکا مدعی ہے تو گواہی مقبول نہوگی ولیکن غلام آزاد ہوگا اور حق ولا یعنی حق آزادی موقوف رہیگا اور اگر باپ نے انکار کیا اور مشتری نے بھی جو غائب ہے انکار کیا اور باندی نے دعویٰ کیا تو گواہی جائز ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر ایک شخص کے باندی کے دو آزاد لڑکوں نے جو مسلمان ہیں یہ گواہی دی کہ باندی کے مالک نے اسکو ہزار درم پر آزاد کر دیا ہے پس اگر مالک نے یہ اقرار کیا تو آزادی اسکے اقرار پر واقع ہوئی اور محض یہ گواہی مال کی نسبت ہوئی اور مقبول ہوئی اور اگر مالک نے انکار کیا اور باندی نے یہ دعویٰ کیا تو گواہی نامقبول ہے اور اگر باندی نے انکار کیا تو مقبول ہے اور اگر مالک کے دو بیٹوں نے یہ گواہی دی اور مولے نے اسکا اقرار کیا تو نامقبول ہے اور اگر انکار کیا تو گواہی مقبول ہوگی اور اگر بجائے باندی کے غلام فرض کیا جاوے اور مالک کے دو بیٹوں نے یہ گواہی دی اور مالک اور غلام نے اس سے انکار کیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک مقبول نہوگی اور صاحبینؒ کے نزدیک مقبول ہوگی یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ ابن سماعہ نے امام محمدؒ سے روایت کی ہے کہ زید نے ایک غلام عمرو نامے خریدا اور اسکو آزاد کیا پھر عمرو نے ایک خالد نامے غلام خریدا اور اسکو آزاد کیا پھر خالد نے ایک بکر نامے غلام خریدا اور اسکو آزاد کیا پھر خالد مر گیا اور زید و عمرو زندہ ہیں پھر ایک شخص نے گواہ قائم کیے کہ خالد میرا غلام ہے اور اسکا ترکہ لینا چاہا پھر زید کے دو بیٹوں نے گواہی دی کہ عمرو نے خالد کو فلاں شخص سے خریدا اور وہ اسکا مالک تھا پھر آزاد کر دیا ہے تو گواہی جائز ہے اور اگر عمرو بھی مر گیا اور اسنے سوائے زید کے کوئی وارث نہ چھوڑا پھر زید کے دونوں بیٹوں نے ایسی گواہی دی تو مقبول نہوگی اور اگر پہلے عمرو نے انتقال کیا پھر خالد بھی مر گیا اور سوائے ایک دختر اور زید کے کوئی وارث نہ چھوڑا اور ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ خالد میرا غلام تھا اور گواہ لایا اور اسکی دختر نے دعویٰ کیا کہ وہ آزاد تھا اور عمرو نے آزاد کیا ہے اور زید اس سے منکر تھا

پھر زید کے دو بیٹون نے گواہی دی کہ عمرو نے اُسکو فلان سے خرید کیا اور وہ اسکا مالک تھا پھر آزاد کیا تو امام محمد نے فرمایا کہ
مین گواہی قبول کر کے عمرو کیطرف سے اسکو آزاد قرار دونگا اور میراث اسکی بیٹی اور زید کے درمیان مین آدھی آدھی تقسیم
ہوگی یہ محیط مین لکھا ہے۔ نوادر ابن سماعہ مین امام محمد سے روایت ہے کہ ایک شخص کیطرف سے دو گواہون نے ایک شخص پر
یہ گواہی دی کہ اسنے یہ گھر اس شخص کے ہاتھ فروخت کیا شرط یہ ہے کہ ہم دونون مشتری کے لیے ضامن ہین یعنی ضمان
الدرک ہم پر ہے تو فرمایا کہ اگر ضمان اصل بیع مین ہے تو گواہی جائز نہین ہے اور اگر اصل بیع مین نہو تو گواہی جائز ہے کذا
فی الذخیرہ دو شخصون نے ایک شخص پر گواہی دی کہ اسنے اپنا یہ گھر اس مدعی کے ہاتھ ہزار درم کو اس شرط پر فروخت
کیا ہے کہ ہم دونون ثمن کے کفیل ہین تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر ضمانت اصل بیع مین ہو تو دونون کی گواہی مقبول نہین ہے
کیونکہ بیع دونون کی ضمانت کے ساتھ تمام ہوتی ہے پس گویا دونون نے فروخت کیا اور اگر ضمانت اصل بیع مین نہو
تو گواہی جائز ہے۔ ایک شخص نے ایک باندی خریدی اور دو شخص درک کے ضامن ہوے پھر دونون نے گواہی
دی کہ بائع نے ثمن لے لیا ہے تو گواہی نامقبول ہے اور اسیطرح اگر یہ گواہی دی کہ بائع نے مشتری کو ثمن معاف کر دیا تو بھی
یہی حکم ہے یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہے۔ ابن سماعہ نے امام محمد سے روایت کی کہ ایک شخص نے دوسرے کیواسطے ضمانت کی جو
کچھ تو فلان کے ہاتھ فروخت کرے اسکا ضامن ہوا پھر طالب نے کہا کہ مین نے فلان کے ہاتھ ہزار درم کو فروخت کیا اور ضامن
نے اس سے انکار کیا پھر اسپر اسکے دو بیٹون نے گواہی دی کہ اسنے ہزار درم کو بیع کی ہے تو دونون کی گواہی جائز ہے اور اسیطرح
اگر ضامن نے انکار کیا اور اسکے دو بیٹون نے گواہی دی کہ فلان شخص نے تجھے حکم کیا تھا کہ تو اسکی طرف سے ضمانت کر لے اور
تو نے ضمانت کر لی تھی اور اسنے ہزار درم کو اُسکے ہاتھ بیع کی ہے تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ گواہی جائز ہے اور ہزار درم اس سے
لے جائینگے اور وہ اس شخص سے لیگا جسنے اسکو ضمانت کرنیکا حکم دیا تھا یہ محیط مین لکھا ہے۔ دو شفیعون نے اگر مشتری کیطرف سے
بائع پر گواہی دی پس اگر دونون شفعہ کے طالب ہین تو بائع منکر ہے انکی گواہی جائز نہین ہے اور اگر دونون نے شفعہ کا حق دیدیا تو
مشتری کیواسطے انکی گواہی جائز ہے۔ اگر مشتری نے خرید سے انکار کیا اور بائع نے دعوی کیا تو بھی انکی گواہی جائز نہین ہے اگرچہ
وہ دونون شفعہ کے طالب ہین ہان وہ دونون بائع کے اقرار سے لے لینگے اور شفیع کے باپ یا بیٹے کی گواہی اس باب مین بمنزلہ شفیع
کی گواہی کے ہے۔ اور اگر شفیع کے دو بیٹون نے گواہی دی کہ اسنے شفعہ دیڈالا ہے تو جائز ہے۔ مالک کی یا اسکے بیٹے یا باپ کی گواہی
غلام اور مکاتب کیطرف سے بیع واقع ہونے پر جائز نہین ہے جبکہ غلام و مکاتب شفعہ کو طلب کرتے ہون اور شفعہ کا حق دیڈالنے
پر اگر یہ لوگ گواہی دین تو جائز ہے یہ حاوی مین لکھا ہے اور اصل مین مذکور ہے کہ اگر بائع کیواسطے اسکی اولاد نے گواہی دی کہ شفیع نے مشتری
سے شفعہ طلب کیا اور مشتری انکار کرتا ہے اور گھر مشتری کے قبضہ مین ہے تو انکی گواہی مقبول نہوگی یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہے
نوادر ابن سماعہ مین امام محمدؒ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے ایک گھر فروخت کیا اور ہنوز مشتری نے اسپر قبضہ نہ کیا تھا کہ شفیع آیا
اور شفعہ مین جھگڑا کیا پھر بائع کے دو بیٹون نے گواہی دی کہ مشتری نے گھر شفعہ سے شفیع کے سپرد کر دیا پھر اس سے دامون کو خرید لیا ہے
تو دونون کی گواہی مقبول نہوگی اور اسیطرح اگر یہ گواہی دی کہ شفیع نے شفعہ دیڈالا تو بھی نامقبول ہے اور یہ اس صورت مین ہے کہ ان
دونون کا باپ یعنی بائع اسکا اقرار کرتا ہو اور یہی دعوی کرتا ہو اور اگر انکار کرتا ہو تو گواہی مقبول ہے۔ اور اگر مشتری نے بائع سے گھر لیکر اپنے

قبضہ مین کرلیا پھر بائع کے دو لڑکون نے یہ گواہی دی کہ مشتری نے شفعہ کیوجہ سے وہ گھر شفیع کے سپرد کردیا تو دونون بیٹونکی گواہی
مقبول نہوگی خواہ بائع انکی گواہی کے موافق دعوی کرتا ہو یا انکار کرتا ہو یہ محیط مین لکھا ہے ابن سماعہ نے روایت کی ہے کہ
اگر بائع کے دو بیٹون نے گواہی دی کہ شفیع نے شفعہ چھوڑدیا تو جائز ہے اور اگر بائع نے یہ گواہی دی تو جائز نہین ہے یہ فتاوی قاضیخان
مین لکھا ہے۔ اگر ایک شخص نے ایک گھر فروخت کیا اور اسکا غلام ماذون کہ جسپر قرض ہے وہی اسکا شفیع ہے پھر مالک کے دو بیٹون نے
گواہی دی کہ غلام ماذون نے مشتری کو شفعہ چھوڑدیا تو دونونکی گواہی نامقبول ہے جبکہ وہ گھر بائع کے قبضہ مین ہے اسیطرح اگر غلام
ماذون قرضدار نے فروخت کیا اور اسکا مالک اسکا شفیع ہے پھر مالک کے دو بیٹون نے غلام پر گواہی دی کہ مشتری نے شفعہ کے گھر مالک
غلام کے سپرد کیا تو گواہی مقبول نہوگی یہ حاوی مین لکھا ہے۔ اگر گھر کی بیع مالک نے کی اور اسکا مکاتب شفیع ہے پھر اگر مالک کے دو بیٹون نے
گواہی دی کہ مکاتب نے شفعہ مشتری کو دیدیا تو دونونکی گواہی باطل ہوگی بعض نے کہا کہ اس مسئلہ کی تاویل یہ ہے کہ گھر بائع کے قبضہ مین ہے بعد اسکے
پہلے مشتری کے قبضہ مین تھا تو گواہی بسبب تہمت سے خالی ہونیکے مقبول ہے۔ اور اگر مکاتب فروخت کرنیوالا ہوا اور اسکا
مولی شفیع ہوا اور گھر مکاتب کے قبضہ مین ہے پس اگر مولی کے دو بیٹون نے گواہی دی کہ مولی نے شفعہ مشتری کو دیدیا تو گواہی جائز ہے
یہ مبسوط مین لکھا ہے اگر ایک گھر کے دو شفیع ہون پھر دو گواہ نے بیان کیا کہ ایک نے شفعہ دیدیا اور یہ نہین جانتے کہ وہ کون ہے تو
گواہی باطل ہے اگر تین شخص شفیع ہون پھر دو نے تیسرے پر گواہی دی کہ اسنے شفعہ دیدیا اور کہا کہ ہم نے بھی اسی کے ساتھ دیدیا
تو گواہی مقبول ہے اور اگر کہا کہ ہم دونون شفعہ کے طالب ہین تو باطل ہے اور اسیطرح اگر دونون نے یہ کہا کہ ہم نے شفعہ دیدیا و لیکن
انہین سے ایک شخص کا بیٹا یا باپ یا مکاتب یا اسکی جورو شفیع ہے تو دونون کی گواہی باطل ہے یہ حاوی مین لکھا ہے ایک وارث نے اگر
قرضہ کا اقرار کیا پھر اسنے اور ایک دوسرے شخص نے گواہی دی کہ قرضہ میت پر تھا تو گواہی مقبول ہوگی اور اس اقرار کرنیوالے
کی گواہی کی سماعت ہوگی یہ خزانۃ المفتین مین لکھا ہے۔ امام محمد نے فرمایا کہ میت کیطرف سے وصی کی گواہی قرضہ وغیرہ مین باطل ہے خواہ
وارث نابالغ ہون یا بالغ ہون کذا فی المحیط اور اگر اسنے میت پر قرضہ ہونے کی گواہی دی تو ہر حال مین گواہی جائز ہے کذا فی فتاوی
قاضی خان اور اگر بعض وارثون کیطرف سے میت پر گواہی دی پس جسکی طرف سے گواہی دی ہے اگر وہ نابالغ ہے تو بالاتفاق جائز
نہین ہے اور اگر بالغ ہے تو بھی امام اعظم کے نزدیک یہی حکم ہے اور صاحبین کے نزدیک جائز ہے اور اگر بڑے بالغ وارث
کیطرف سے کسی اجنبی پر گواہی دی تو ظاہر الروایت کے موافق مقبول ہے۔ اور اگر بالغ اور نابالغ دونون طرح کے وارثون
کیطرف سے میراث کے سوا دوسرے حق مین گواہی دی تو جائز نہین ہے۔ اگر دو وصیون نے ایک بالغ وارث کیطرف
گواہی دی کہ میت نے اقرار کیا کہ یہ خاص گھر اسکی ملک ہے تو مقبول ہوگی یہ خلاصہ مین لکھا ہے۔ وصی جب معزول ہوگیا اور اسنے یتیم
کیطرف سے یا میت کیطرف سے گواہی دی تو مقبول نہوگی اگرچہ خصومت نہ واقع ہوئی ہو یہ ادب القاضی کی شرح صدر الشہید مین ہے
اگر وصی نے بعد موت موصی کے وصی ہونا نہ قبول کیا اور نہ رد کیا یہانتک کہ قاضی کے سامنے گواہی ادا کی تو قاضی اس سے
دریافت کریگا کہ تو وصی ہونا قبول کرتا ہے یا رد کرتا ہے پس اگر اسنے قبول کیا تو گواہی باطل ہوگئی اور اگر رد کردی تو گواہی باقی رہیگی اور
اگر خاموش رہا اور کچھ جواب نہ دیا تو قاضی اسکی گواہی مین توقف کریگا یہ محیط مین لکھا ہے۔ دو قرضدارون نے جنپر میت کا قرضہ ہے اگر وصایت
یا وصیت یا وراثت کی گواہی دی پس اگر خصم منکر ہے تو گواہی مقبول نہوگی اور اگر خصم اسکا مدعی ہے تو گواہی قبول ہوگی خواہ موت

ظاہر ہو یا ظاہر نہو اور اگر ایسے دو قرضخواہون نے جنکا میت پر قرض ہو وراثت یا وصایت یا وصیت کی گواہی دی پس اگر موت ظاہر نہو تو مقبول نہوگی اور اگر موت ظاہر ہو پس جسکی طرف سے گواہی دی ہو اگر وہ اسکا مدعی نہو تو بھی گواہی مقبول نہوگی اگر وہ اسکا مدعی ہو تو استحساناً مقبول ہوگی اور اگر دو وارثون نے موصی الیہ کی گواہی دی اور موت ظاہر نہین ہو تو گواہی قبول نہوگی خواہ وہ شخص اسکا مدعی ہو یا منکر ہو اور اگر موت ظاہر ہو اور وہ شخص بھی اس امر کا مدعی ہو تو استحساناً مقبول ہوگی۔ اگر دو وصیون نے اپنے ساتھ تیسرے شخص کے وصی ہونیکے واسطے گواہی دی پس اگر موت ظاہر نہو تو گواہی مقبول نہوگی اور اگر موت ظاہر ہو اور تیسرا شخص اسکا مدعی ہو تو استحساناً مقبول ہوگی۔ ایسے دو شخصون نے جنکے لیے کسی چیز کی وصیت کیگئی ہو اگر کسی شخص کے وصی ہونیکی گواہی دی پس اگر موت ظاہر ہو اور وہ شخص اسکا دعوی کرتا ہو تو گواہی مقبول ہوگی۔ اور اگر موت ظاہر نہو تو گواہی مقبول نہوگی نوادر ابن سماعہ مین امام محمدؒ سے روایت ہو کہ دو شخصون نے گواہی دی کہ میت نے ہمارے باپ کو وصی بنایا ہو اور میت کے وارث اسکا اقرار کرتے ہین یا انکار کرتے ہین پس اگر دونون کا باپ وصی ہونیکا مدعی ہو تو گواہی نامقبول ہو اور اگر منکر ہو تو مقبول ہو یہ محیط مین لکھا ہو اگر قرضخواہون نے گواہی دی کہ میت نے اسکو وصی کیا ہو اور قاضی کے یہان سے اسکا حکم ہو گیا پھر دو قرضدارون یا دو وارثون یا دو ایسے شخصون نے جنکے لیے کچھ وصیت ہو دوسرے شخص کے وصی ہونیکی گواہی دی اور وہ اسکا مدعی ہو تو مقبول نہوگی۔ کذا فی الکافی اور اگر قاضی کے حکم دینے سے پہلے یہ گواہی دی کہ میت نے پہلے کے وصی کرنے سے رجوع کرکے اس دوسرے کو وصی کیا ہو اور وہ دوسرا شخص دعوی بھی کرتا ہو تو قاضی انکی گواہی قبول کریگا یہ محیط مین لکھا ہو۔ ایک شخص مرگیا اور اسنے تین غلام برابر برابر قیمت کے چھوڑے پھر دو گواہون نے گواہی دی کہ میت نے اس غلام کو اس شخص کو دیدینے کی وصیت کی تھی اور قاضی نے اسکے دیدینے کا حکم دیدیا پھر وارثون نے دوسرے غلام کو دوسرے شخص کو دیدینے کی وصیت کی گواہی دی تو مقبول نہوگی رد کردیجائیگی اسواسطے کہ وصیت تہائی سے زائد مین جاری نہین ہو اور اگر قاضی کے حکم دینے سے پہلے انھون نے گواہی دی اور بیان کیا کہ میت نے پہلی وصیت سے رجوع کرلیا تو غلام دوسرے کو دلایا جائیگا اور پہلے کو کچھ نہ ملیگا اور اگر میت کا رجوع کرلینا نہ بیان کیا تو ہر ایک کو آدھا آدھا غلام ملیگا اور یہ حکم اس صورت مین ہو کہ دونون نے دوسرے کے لیے دوسرے غلام کی وصیت کرنیکی گواہی دی اور اگر بعینہٖ اُسی غلام مین اس وصیت کی گواہی دی پس اگر پہلے کیواسطے قاضی کے حکم دینے کے بعد گواہی دی اور پہلے کیواسطے وصیت سے میت کا رجوع کرلینا بیان کیا تو رجوع کرلینے کے باب مین گواہی رد کردیجائیگی اور وصیت مقبول ہوگی اور اگر رجوع کرلینا نہ بیان کیا تو رد نہوگی اور دونون صورتون مین غلام آدھا آدھا دونون مدعیون کو ملیگا۔ اور یہ حکم اس صورت مین ہو کہ دونون نے دوسرے شخص کیواسطے وصیت کرنیکی گواہی ادا کی ہو اور اگر پہلے شخص کیواسطے غلام یا تہائی مال کی وصیت کا حکم ہو جانیکے بعد دونون نے آزاد کرنیکی گواہی دی تو رد کردیجائیگی خواہ اسی غلام کی آزادی کی گواہی دی یا دوسرے کی خواہ وصیت سے رجوع کرنا بیان کیا یا نہ بیان کیا کذا فی الکافی لیکن غلام آزاد ہو جائیگا اور اسپر واجب ہوگا کہ سعی کرکے مال (یعنی قیمت) ادا کرے یہ محیط مین لکھا ہو اگر دو گواہون نے زید کیواسطے تہائی مال کی وصیت ہونیکی گواہی دی پھر دو وارثون نے پہلے کیواسطے حکم ہو جانیکے بعد دوسرے شخص کے لیے تہائی مال کی وصیت ہونیکی گواہی دی اور پہلی وصیت سے رجوع کرنا نہ بیان کیا تو گواہی مقبول ہوگی اور اگر پہلی وصیت سے رجوع کرنا بیان کیا تو وصیت کے بارہ مین مقبول ہوگی اور رجوع کے بارہ مین رد کردیجائیگی

اور قاضی کا تقسیم کرکے دیدینا بمنزلہ حکم قاضی کے ہے حتی کہ اگر دونون گواہون وارثون نے پہلے وصیت سے رجوع کرنا بیان کیا
لیکن اسوقت گواہی دی کہ جب قاضی نے مال میت کے وارثون و موصی لہ کے درمیان تقسیم کر دیا ہے تو گواہی دکر دیجاویگی
کیونکہ قاضی کا تقسیم کرنا بمنزلہ حکم کے ہے پس گواہی کے قبول کرنے مین حکم کا توڑنا لازم آتا ہے اسیطرح اگر وارث نے اقرار کیا کہ
میت نے یہ غلام یا تہائی مال فلان شخص کو دیدینے کی وصیت کی تھی اور اسپر حکم ہو گیا پھر اس وارث نے دوسرے گواہ کے
ساتھ یہ گواہی دی کہ میت نے اسی غلام کو یا دوسرے کو یا تہائی مال کو فلان شخص کے دینے کی وصیت کی ہے تو مقبول نہوگی اسیطرح
اگر وارث نے میت پر کسی شخص کے قرض ہونیکا اقرار کیا اور اسپر حکم ہو گیا پھر دوسرے گواہ کے ساتھ دوسرے شخص کا میت پر قرض
ہونیکی گواہی دی اور دونون قرضون کا ترکہ مین پورا نہین پڑتا ہے تو مقبول نہوگی حتی کہ اگر پہلے کیواسطے گواہون کی گواہی پر حکم
ہوا ہے تو دوسرے کی قرضہ کی گواہی مقبول ہوگی اور باہم تقسیم کر لینگے اور اگر پہلے کیواسطے حکم ہونے سے پہلے دوسرے کے گواہ پیش
ہوے تو سب صورتون مین مقبول ہوگی مگر جبکہ وارث نے پہلے کیواسطے تہائی مال یا غلام یا قرضہ کا اقرار کیا اور اسقدر پہلے کے
سپرد کیا گیا پھر دوسرے کیواسطے یہی گواہی دی تو مقبول نہوگی اور ایسے ہی دوسرے کیواسطے گواہی اسوقت بھی مقبول نہوگی
کہ جب قاضی نے خود تقسیم و تسلیم کی ہو کذا فی الکافی۔ اگر وارث نے اجنبی کے ساتھ تہائی مال کی کسی کے واسطے وصیت
ہونیکا اقرار کیا پھر تہائی مال کی دوسرے کیواسطے وصیت ہونیکی گواہی دی تو قاضی دونون گواہیون کو قبول کریگا
خواہ پہلے کے واسطے قاضی کے حکم دینے کے بعد گواہی دی یا پہلے گواہی دی ہو۔ دو شخصون نے یہ گواہی دی کہ میت
نے اس شخص کیواسطے تہائی مال کی وصیت کی ہے پھر دو وارثون نے یہ گواہی دی کہ میت نے اس وصیت سے رجوع کر لیا اور
فلان وارث کیواسطے تہائی مال کی وصیت کی اور ہم نے اور سب وارثون نے بعد موت کے اسکی اجازت دیدی
ہے تو وارثون کی گواہی جائز ہے اور تہائی مال امام ابو یوسف رح کے پہلے قول کے موافق ایسے ہی دیا جائیگا اور دوسرے
قول کے موافق اور یہی قول امام محمد کا ہے کہ وارثون کی گواہی صرف وصیت سے رجوع کرنے مین قبول ہوگی یہ محیط مین لکھا ہے
امام محمد رح سے روایت ہے کہ ایک شخص مر گیا اور اسنے مال اور ایک بھائی چھوڑا اور ایک شخص نے دعوی کیا کہ مین میت کا
بیٹا ہون اور گواہ قائم کیے اور انہون نے گواہی دی کہ یہ میت کا بیٹا ہے کہ ہم اسکے سوا وارث نہین جانتے ہین اور اس مدعی
کیواسطے تمام مال ترکہ دیدینے کا حکم کیا گیا پھر بیٹے نے اقرار کیا کہ میرے باپ نے ان گواہون کو تہائی مال دینے کی وصیت کی تھی یا
انکے قرضہ کا اقرار کیا تھا تو امام محمد رح نے فرمایا کہ گواہی باطل نہوگی کیونکہ اسنے بعد حکم قاضی کے اقرار کیا ہے اور اگر گواہون کی گواہی
کے بعد قاضی کے حکم دینے سے پہلے یہ اقرار کرے تو گواہی باطل ہوگی یہ حاوی مین لکھا ہے۔ ایک شخص مر گیا اور اپنے پڑوسی
فقیرون کے واسطے کسیقدر مال کی وصیت کی اور وارثون نے وصیت سے انکار کیا پھر وصیت پر پڑوس کے ایسے دو آدمیون نے
گواہی دی کہ جنکی اولاد بھی فقیر ہے تو امام محمد رح نے فرمایا کہ انکی گواہی بالکل مقبول نہوگی جیسا کہ اس صورت مین کہ دو آدمیون نے
اس امر پر گواہی دی کہ فلان شخص نے ہماری ماں اور اس عورت کو زنا کی تہمت لگائی ہے مقبول نہین ہے اگر اپنے پڑوس
کے فقیرون پر وقف کیا پھر پڑوس کے دو فقیرون نے اسپر گواہی دی تو دونون کی گواہی جائز ہے یہ خزانۃ المفتین مین لکھا ہے
فخر الدین رحمہ اللہ نے فرمایا کہ فتوے اسپر ہے کہ وصیت مین ایسے پڑوسی کی گواہی جسکی اولاد بھی فقیر ہے اسوقت مقبول نہوگی

کہ جب بڑی بستی گنتی کے لوگ ہون اور وقف کے بارہ مین جو مذکور ہو اسکی تاویل یہ ہو کہ یہ حکم اسوقت ہو کہ جب وہ بستی فقیر گنتی کے لوگ نہون یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہو اگر دو شخصون نے گواہی دی کہ میت نے تہائی مال کی اپنے گھرانے کے فقیرون کے واسطے وصیت کی ہو اور دونون گواہ بھی اسی کے گھرانے کے فقیر آدمی ہین یا انکا کوئی بچہ گھرانے مین فقیر ہے تو گواہی ناجائز ہو اور اگر یہ دونون غنی ہون اور انکی کوئی اولاد بھی فقیر نہو تو گواہی مقبول ہو یہ محیط مین لکھا ہو ایک شخص نے کچھ مال ایک گانون کے مدرسہ اور وہان کے مدرس پر وقف کیا پھر ایک شخص نے یہ وقف غصب کر لیا پھر بعض گانون والون نے کہ جنکی اولاد اس مدرسہ مین نہین ہو گواہی دی کہ یہ زمین فلان بن فلان نے اس مدرسہ پر وقف کی ہے اور مصرف بیان کیا تو انکی گواہی مقبول ہوگی اور اگر انکے لڑکے بھی مکتب مین ہون تب بھی صحیح یہ ہو کہ مقبول ہوگی اسی طرح اگر بعض اہل محلہ نے مسجد کے وقف پر گواہی دی تو جائز ہو اسیطرح فقیہون کی گواہی کسی وقف کی نسبت کہ مدرسہ فلان پر اس طرح وقف ہو اور یہ گواہ بھی اسی مدرسہ کے ہین اور اسیطرح اگر گواہی دی کہ یہ مصحف مجید اس مسجد پر وقف ہو سب مقبول ہے کذا فی الخلاصہ۔ اگر اپنے مال مین سے کسی قدر اپنے محلہ کی مسجد کیواسطے دینے کی وصیت کی اور وارثون نے اس سے انکار کیا اور بعض اہل مسجد نے اسکی گواہی دی تو جائز ہو اور اسیطرح اگر مسجد جامع یا مسافرون کے لیے وقف کی گواہی دی اور دونون گواہ بھی مسافرون مین سے ہین تو بھی جائز ہو یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہو اگر گانون کے بعضے لوگون پر خراج زیادہ ہونے کی بعض نے گواہی دی تو مقبول نہوگی اور اگر ہر زمین کا خراج مقرر ہو یا گواہون کیواسطے کچھ خراج نہو تو گواہی مقبول ہوگی یہ خلاصہ مین لکھا ہو فتاوی نسفی مین ہو کہ اگر گانون والون نے یا کسی کوچہ غیر نافذہ کے رہنے والون نے کسی قدر زمین کی گواہی دی کہ یہ ہمارے گانون یا ہمارے کوچہ مین ہو تو گواہی مقبول نہوگی اور اگر کوچہ نافذہ ہو پس اگر اپنی ذات کیواسطے حق ثابت کرنا چاہتا ہو تو گواہی مقبول نہوگی اور اگر کہا کہ مین نہین لونگا تو مقبول ہوگی یہ جواہر کردری مین لکھا ہو امام محمدؒ نے فرمایا کہ دو شخصون کے پاس ایک شخص کا مال ودیعت ہے اور ایک شخص نے اسکا دعوی کیا اور دونون نے جنکے پاس ودیعت ہے اسکی طرف سے گواہی دی تو جائز ہو۔ اور اگر مدعی نے سوا ان دونون کے دو گواہ پیش کیے پھر ان دونون نے اس بات پر گواہی دی کہ مدعی نے اقرار کیا ہو کہ یہ مال ودیعت رکھنے والے کا ہو تو یہ گواہی مقبول نہوگی خواہ عین مال ودیعت تلف ہوگیا ہو یا باقی ہو اور اگر دونون نے پہلے اس مال ودیعت کو ودیعت رکھنے والے کو واپس کر دیا ہو اور پھر یہ گواہی دی ہو تو گواہی قبول ہوگی منتقی مین ہو کہ جسکے پاس ودیعت ہو اگر اسنے گواہی دی کہ ودیعت رکھنے والے نے اقرار کیا کہ یہ غلام ہو تو جائز ہو اور یہی حکم عاریت مین ہو اور اگر یہ گواہی دی کہ جسنے اس باندی کو ودیعت رکھا یا عاریت دیا ہو اسنے اس مدعی کے ہاتھ فروخت کر دیا ہو تو گواہی جائز نہین ہو اگر غلام دو شخصون کے پاس ودیعت ہو اور دونون نے گواہی دی کہ اسکے مالک نے اسکو مدبر یا مکاتب یا آزاد کر دیا ہو اور غلام بھی اسکا دعوی کرتا ہو تو گواہی جائز ہو یہ محیط مین لکھا ہو۔ دو شخصون کے پاس دو شخصون کی چیز کوئی رہن ہو پھر ایک شخص نے آکر اس چیز کا دعوی کیا اور دونون مرتہنون نے مدعی کی گواہی دی تو گواہی جائز ہو اور اگر دونون راہنون نے رہن کی چیز اپنے سوا دوسرے کی ملک ہونیکی گواہی دی اور دونون مرتہنون نے انکار کیا تو گواہی ناجائز ہو لیکن دونون راہن چیز مرہون کی قیمت مدعی کو دینگے۔ اگر کوئی باندی رہن ہو اور وہ دونون مرتہنون کے پاس ہلاک ہوگئی اور اسکی قیمت قرضہ کے برابر یا کم یا زیادہ ہو پھر دونون نے مدعی کی ملکیت ہونے کی

ف یعنی اسقدر بہون کہ شمار مین نہین آسکتے ہون ۱۲

گواہی دی تو رہن کرنے والون پر انکی گواہی مقبول نہوگی اور دونون مرتہن بسبب اپنے اقرار غصب کے باندی کی قیمت مدعی کو دینگے
یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی - اگر دونون مرتہنون نے یہ گواہی دی کہ مدعی نے اقرار کیا ہی کہ شے مرہون راہن کی ملک ہی تو
مقبول نہوگی خواہ شے مرہون تلف ہوگئی ہو یا باقی ہو ولیکن جبکہ مرہون چیز رہن کرنے والے کو واپس کرکے گواہی دین تو مقبول
ہوگی یہ وجیز کردری مین لکھا ہی - اگر دو غصب کرنے والون نے شے مغصوب کے مدعی کی ملکیت ہونیکی گواہی دی تو مقبول نہوگی اور اگر
غصب کی چیز جس سے غصب کی تھی اُسکو واپس کرکے یہ گواہی دی تو مقبول ہوگی یہ خلاصہ مین لکھا ہی - اور اگر شے مغصوب
غاصبون کے پاس ہلاک ہوگئی پھر دونون نے مدعی کی ملکیت ہونے کی گواہی دی تو مقبول نہوگی خواہ قاضی نے مغصوب منہ
کیواسطے غاصب پر قیمت ادا کرنے کی ڈگری کردی ہو یا نہ کی ہو اور خواہ دونون نے قیمت ادا کردی ہو یا نہ کی ہو یہ محیط مین لکھا ہی -
اگر دو قرض لینے والون نے مال قرض مدعی کی ملکیت ہونے کی گواہی دی تو مقبول نہین ہی قرضہ ادا کرنے سے پہلے ہو یا اسکے بعد اور
ایسے ہی اگر بعینہ قرضہ ادا کردیا جب بھی مقبول نہین ہی - اور اگر دو قرضدار دونون نے گواہی دی کہ جو قرض ہم پر ہی وہ مدعی کا ہی تو مقبول
نہین ہی اور اگر قرضہ ادا کردیا پھر گواہی دی تو بھی یہی حکم ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی - نوادر ابن سماعہ مین امام محمد رح سے روایت ہی کہ ایک غلام
جسکو تجارت کی اجازت دی گئی تھی اور اُسپر قرضہ تھا اُسکی نسبت دو گواہون نے جنکا اُسپر قرض ہی یہ گواہی دی کہ اُسکے مالک نے
اُسکو آزاد کردیا ہی اور مالک انکار کرتا ہی پس یا دونون گواہ اسکو اختیار کرینگے[1] کہ مالک سے اُسکی قیمت کی ضمان لین یا یہ اختیار کرینگے
کہ غلام کوشش کرکے کمائی سے قیمت ادا کرے پس اگر اُسنے ضمانت لینا اختیار کیا تو گواہی باطل ہوگئی اور اگر غلام کی قیمت سے
مالک کا پیچھا چھوڑا اور غلام سے قرضہ وصول کرنا چاہا تو دونون کی گواہی مقبول ہوگی یہ محیط مین لکھا ہی - قرضخواہ کی گواہی
قرضدار کیطرف سے اُس جنس مین جائز ہی جس جنس کا قرضہ ہی قال رح جب جنس قرض مین جائز ہی تو خلاف جنس مین بدرجہ
اولی جائز ہی - اگر قرضدار کے مرنے کے بعد اُسکی طرف سے مال کی گواہی دی تو جائز نہین ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی
دو شخص اگر تقسیم کرنے کیواسطے مقرر ہوے تو انکو اپنی تقسیم کرنے کی گواہی دینی جائز ہی یہ امام اعظم رح کا قول ہی اور یہی امام ابو یوسف رح
کا دوسرا قول ہی یہ محیط مین لکھا ہی - بانٹنے والے اگر قاضی کی طرف سے مقرر ہون یا دوسرے ہون دونون برابر ہین یہ ہدایہ
مین لکھا ہی - بانٹنے والون نے اگر زمین کی خبر دی اور تقسیم کی پھر اسکو قاضی کے روبرو پیش کیا پھر وارث لوگ حاضر ہوے اور
تحریر اور تقسیم کا اقرار کیا اور قاضی نے تعیین قرعہ ڈالا پھر دونون تقسیم کرنے والون نے تقسیم کی گواہی دی تو انکی گواہی بالاتفاق
مقبول ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی - اگر ایک شخص مر گیا اور اُسنے دو شخصون پر اپنا مال چھوڑا اور ایک بھائی چھوڑا پھر دو شخصون نے ایک
لڑکے کے واسطے جو میت کے بیٹے ہونے کا دعوی کرتا ہی گواہی دی کہ یہ میت کا بیٹا ہی ہم اسکے سوا میت کا وارث نہین جانتے تو امام
محمد رح نے فرمایا کہ مین دونون گواہون کی گواہی جائز رکھونگا یہ محیط مین لکھا ہی - ایک شخص مرا اور اُسکے دو شخصون پر ہزار درم
قرض ہین پھر دونون قرضدارون نے گواہی دی کہ یہ شخص میت کا بیٹا ہی ہم اسکے سوا کوئی وارث نہین جانتے ہین اور دوسرے
دو شخصون نے ایک دوسرے شخص کی یہ گواہی دی کہ یہ میت کا بھائی ہی اور وارث ہی اسکے سوا کوئی وارث ہم نہین جانتے ہین تو قرضدارون
کی گواہی پر ڈگری کیجائیگی اور اگر بھائی کے گواہون پر قاضی پہلے فیصلہ کرچکا ہے پھر قرضدارون نے ایک شخص کے بیٹے ہونے کی

[1] قولہ اختیار کرینگے یعنی قرضخواہون کو جو دونون طرح کا اختیار ہی تو دیکھا جاویگا کہ کیا بات اختیار کی اور اسی پر حکم ہوگا ۱۲

گواہی دی تو قرضداروں کی گواہی مقبول نہوگی اوراسی طرح اگر قرضداروں نے قاضی کے حکم سے یا بلا حکم بھائی کو قرضہ ادا کردیا پھر ایک شخص کے بیٹے ہونیکی گواہی دی تو مقبول نہوگی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ اوراسی طرح اگر قرضداروں نے بھائی کے ساتھ قرضہ کی بیع صرف کرلی یا بھائی نے وہ مال عوض لیکر ہبہ کیا یا دونون نے اُس بھائی سے کوئی باندی بیچ ترکہ مین سے خریدی تھی یا بھائی نے عوض لیکر اُنپر صدقہ کردیا پھر دونون نے کسی کے بیٹے ہونیکی گواہی دی تب بھی مقبول نہین ہی یہ محیط مین لکھاہے اور اگر بجائے قرضہ کے ان دونون کے پاس غلام تھا کہ اُسکو میت سے غصب کرلیا تھا اور بھائی کو دینے سے پہلے گواہی دی کہ یہ اس بیٹے کا ہی تو مقبول نہوگی اور اگر بھائی کو بحکم قاضی دیکر پھر یہ گواہی دی تو مقبول ہوگی اور اگر یہ غلام میت کی طرف سے دونون کے پاس ودیعت تھا اور بیٹے کیواسطے گواہی دی تو جائز ہی خواہ غلام انھون نے بھائی کو دیدیا ہو یا نہ دیا ہو یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ اگر ایک شخص مرگیا اور اُسنے ایک حقیقی بھائی ماں باپ دونون کی طرف سے چھوڑا اور اُسکا ایک شخص پر قرض ہی پھر بھائی نے قرضدار کو قرضہ سے بری کیا یا جو سپرد ہی یا کوئی مال معین ترکہ مین سے اُسکو ہبہ کردیا پھر اس قرضدار نے دوسرے شخص کے ساتھ ملکر ایک شخص کیطرف سے گواہی دی کہ یہ میت کا بیٹا ہی تو مقبول ہوگی یہ کافی مین لکھا ہی۔ نوادر ابن سماعہ مین امام محمد رح سے روایت ہی کہ کسی قدر مہر معلوم پر ایک شخص نے ایک عورت سے نکاح کیا پھر اس نکاح کرنے والے نے دوسرے شخص کے ساتھ گواہی دی کہ یہ عورت مثلاً اس شخص زید کی باندی ہی اور زید اُسکا دعوی بھی کرتا ہی تو قاضی شوہر کی گواہی قبول نہ کریگا خواہ مدعی یہ کہتا ہو کہ مین نے باندی کو نکاح کرلینے کی اجازت دی تھی یا کہتا ہو خواہ شوہر نے اُسکے ساتھ دخول کرلیا ہو یا نہ کیا ہو خواہ مہر اُسکو دیدیا ہو یا نہ دیا ہو اور اگر مدعی نے کہا کہ مین نے باندی کو نکاح کی اجازت دیدی تھی اور مہر لے لینے کے واسطے حکم دیدیا تھا پس اگر شوہر نے اُسکو مہر نہین دیا ہے تو گواہی مقبول نہوگی اور اگر دیدیا ہی تو مقبول ہوگی۔ اور مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم اُسوقت ہی کہ مہر مثل پر یا اس سے زیادہ پر نکاح ہوا ہو اور اگر کم پر اور اسقدر کم پر نکاح ہوا کہ جتنا خسارہ لوگ نہین اُٹھاتے ہین تو باندی نے مالک کی مخالفت کی پس نکاح صحیح نہوا تو چاہیے کہ گواہی مقبول نہو پھر واضح ہو کہ یہ جو مذکور ہوا احتمال ہی کہ امام محمد رح و ابو یوسف رح کا قول ہو کیونکہ امام اعظم رح کا کیونکہ امام اعظم رح کے نزدیک وکیل بالنکاح کو اختیار ہوتا ہی کہ جس مہر پر چاہے نکاح کردے اور صاحبین رح کے نزدیک مہر مثل کی قید ہوتی ہی اور اگر یہ قول سب کا ہووے تو امام اعظم رح کے نزدیک غیر کو وکیل کرنے اور اپنی باندی و غلام کو وکیل کرنے مین فرق بیان کرنیکی ضرورت ہی اور فرق یہ ہی کہ وکیل نے اگر کھلا ہوا خسارہ اُٹھایا تو موکل کی طرف سے اُسوقت جائز ہوگا کہ جب وکیل پر تہمت نہ آتی ہو اور وکیل بالنکاح مین تہمت نہین آتی ہی کیونکہ اُسکو کچھ نفع نہین ہی اور غلام و باندی مین تہمت ہی کہ شاید انھون نے اپنے کسی نفع کی غرض سے یہ کام کیا ہووے یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ ایک شخص نے ایک عورت سے نکاح کیا پھر دوسرے کے ساتھ گواہی دی کہ اس عورت نے اقرار کیا ہی کہ مین فلان مدعی کی باندی ہون تو مقبول نہوگی مگر اُسوقت مقبول ہوگی کہ جب اُسکو اُسکا مہر ادا کردیا ہو اور مدعی کہتا ہو کہ مین نے اسکو نکاح کرلینے کی اجازت دیدی تھی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ دو شخصون نے اپنی بہن کے مہر کی گواہی دی اور کہا کہ ہم دونون نے ہزار درم پر اسکا نکاح کردیا ہی اور شوہر نکاح سے انکار کرتا ہی یا کہتا ہی کہ مہر پانچسو درم تھے تو دونون کی گواہی مقبول نہوگی اور اگر زوج نے مہر اور نکاح کا اقرار

کیا اور معافی یا ادا کر دینے کا دعوی کیا اور دونون نے زوج کی طرف سے گواہی دی تو مقبول ہوگی یہ محیط مین لکھا ہے ایک شخص نے اپنے دو بیٹون کے سامنے اپنی لڑکی کا نکاح کر دیا اور دونون نے شوہر کے انکار نکاح اور باپ کے دعوی کے وقت گواہی دی تو رد کر دیجائیگی اور امام محمد رح کے نزدیک اگر لڑکی بالغ ہو تو قبول ہوگی یہ کافی مین لکھا ہے۔ ایک مرد اور دو عورتون نے دو عورتون کیطرف سے اُنکے شوہر پر گواہی دی کہ اس شخص نے اپنی عورتون کیواسطے کہا تھا کہ تم سب کو طلاق ہے تو گواہی نہ ان دونون عورتون کے حق مین جائز ہوگی اور نہ دوسری عورتون کیواسطے جائز ہوگی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے امام محمد رحمہ اللہ نے جامع مین فرمایا کہ دو شخصون نے گواہی دی کہ ہمارے باپ نے ہماری مان کو طلاق دی پس اگر انکا باپ طلاق کا مدعی ہے تو گواہی کی حاجت نہین ہے اور اگر منکر ہے پس اگر مان مدعی ہے تو گواہی مقبول نہوگی اور اگر وہ بھی منکر ہے تو مقبول ہوگی اور فتاوی مولانا شمس الدین مین ہے کہ اگر مان مدعی ہے تو گواہی مقبول ہوگی اور یہی اصح ہے اور مولانا علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ میرے نزدیک جو جامع مین مذکور ہے وہی اصح ہے یہ محیط مین لکھا ہے۔ اگر ایک شخص نے ایک عورت سے نکاح کیا اور قبل دخول کے اُسکو طلاق دیدی پھر دوبارہ اُس سے نکاح کیا پھر اُسکے دو بیٹون نے گواہی دی کہ اُسنے اس عورت کو پہلی مرتبہ تین طلاق دی تھی اور حلالہ کرانے سے پہلے اس سے نکاح کر لیا پس اگر دونون کا باپ اسکا مدعی ہے اور عورت تصدیق کرتی ہے تو دونون کے اقرار سے جدائی کرا دیجاویگی اور تمام مہر ساقط ہو جائیگا اور اگر عورت نے تکذیب کی تو گواہی قبول نہوگی اور اگر دونون کا باپ انکار کرتا ہے تو دونون کی گواہی قبول ہوگی خواہ عورت اقرار کرتی ہو یا انکار کرتی ہو یہ ذخیرہ مین لکھا ہے۔ اگر دو شخصون نے گواہی دی کہ ہمارے باپ کی جورو اسلام سے مرتد ہوگئی اور عورت اس سے انکار کرتی ہو پس اگر دونون کی مان زندہ ہو اور اُنکے باپ کے نکاح مین ہو تو گواہی مقبول نہوگی خواہ باپ اُسکے مرتد ہونے کا مدعی ہو یا منکر ہو اور اگر دونون کی مان مر گئی ہو اور باپ اُسکا دعوی کرتا ہو تو بھی مقبول نہوگی اور اگر باپ منکر ہو تو قبول ہوگی یہ محیط مین لکھا ہے اگر دو شخصون نے یہ گواہی دی کہ ہمارے باپ نے ہماری مان سے اسپر خلع کیا کہ تمام مہر باپ کو ملے پس اگر باپ کا یہی دعوی ہے تو گواہی غیر مقبول ہے اور اگر باپ منکر ہے اور مان اسکا دعوی کرتی ہے تو بھی گواہی نامقبول ہے اور اگر مان بھی انکار کرتی ہے تو گواہی مقبول ہوگی۔ اگر دونون نے یہ گواہی دی کہ ہمارے باپ نے اپنی جورو[1] سے خلع کیا ہے اور دونون کی مان مر چکی ہے۔ پس اگر باپ اُسکا مدعی ہے تو گواہی مقبول نہوگی اور اگر منکر ہے تو مقبول ہوگی یہ ذخیرہ مین لکھا ہے۔ نوادر ابن سماعہ مین امام اعظم رح سے بروایت امام ابو یوسف رح کے مذکور ہے کہ ایک شخص نے اپنے غلام سے کہا کہ اگر تو ان دو شخصون کے گھر مین داخل ہوا یا ان دونون کا تو نے کپڑا چھوا تو تو آزاد ہے اور غلام نے ایسا ہی کیا اور دونون نے آکر اسکی گواہی دی تو جائز ہے بخلاف اسکے کہ اگر اُن دونون سے کہا کہ اگر تم دونون نے میرے غلام سے کلام کیا یا اُسکا کپڑا چھوا تو وہ آزاد ہے پھر دونون نے آکر گواہی دی کہ ہم نے ایسا ہی کیا تو گواہی مقبول نہوگی یہ محیط مین لکھا ہے۔ اگر دو شخصون نے کہا کہ ایک شخص نے اپنی عورت سے کہا تھا کہ تجھکو طلاق ہے اگر تو نے فلان و فلان سے کلام کیا اور دونون نے گواہی دی کہ ہم دونون سے اسنے کلام کیا ہے تو دونون کی گواہی باطل ہے یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہے۔ زید نے اپنے غلام سے کہا کہ اگر تجھسے فلان

[1] اپنی جورو سے یعنی گواہون کی سوتیلی مان سے کیونکہ انکی مان مر چکی ہے اور قید دلیل ہے کہ اگر مان مراد ہو تو قبول ہوگی فتامل ۱۲

شخص نے کلام کیا تو تو آزاد ہی پھر فلان نے دعوی کیا کہ مین نے غلام سے کلام کیا ہے اور اسکے دو بیٹون نے گواہی دی تو گواہی مقبول نہوگی اور یہ امام اعظم رح اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ دو شخصون نے ایک شخص پر گواہی دی کہ اُسنے کہا تھا کہ اگر مین تم دونون کے باپ کے ساتھ کلام کرون تو میرا غلام آزاد ہی اور اُسنے ہمارے باپ سے کلام کیا ہی پس اگر دونون کا باپ خواہ غائب ہو یا حاضر اس امر کا اقرار کرتا ہو تو دونون کی گواہی باطل ہی اور اگر باپ منکر ہو تو گواہی جائز ہی اور اسیطرح اگر مارنے کی شرط لگائی تو بھی یہی حکم ہی یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی۔ دو شخصون سے کہا کہ اگر تم دونون اس گھر مین داخل ہو تو میرا غلام آزاد ہی پھر دونون مر گئے اور دونون کے دو بیٹون نے گواہی دی کہ ہمارے باپ اس گھر مین داخل ہوے تھے تو امام اعظم رح اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک گواہی نامقبول ہی اور اگر دونون کے باپ زندہ ہون اور داخل ہونے سے انکار کرتے ہون تو بلا خلاف لڑکون کی گواہی مقبول ہوگی۔ اور یہی حکم سب چیزون کی بابت گواہی دینے مین ہی کہ جس مین بیٹون کی گواہی سے کوئی فعل نکاح و طلاق و بیع وغیرہ کا ثابت ہو پس اگر باپ زندہ ہو اور مدعی ہو یا مر گیا ہو تو امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح کے نزدیک گواہی غیر مقبول ہی اور اگر زندہ اور منکر ہو تو بلا خلاف مقبول ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ عیون مین لکھا ہی کہ اگر کسی شخص نے قسم کھائی اسطرح کہ اگر مین ان دونون شخصون کو مارون تو میری عورت پر تین طلاق ہین پھر اُسنے مارا تو گواہون کو جائز ہی کہ اُسکی عورت پر تین طلاق کی گواہی دین اور کیفیت سے خبر کرین اور اگر انھون نے کیفیت سے خبر دی تو گواہی مقبول نہوگی یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی۔ کسی نے کہا کہ میرا غلام آزاد ہے۔ اگر مین تم دونون کو مارون پھر اُن دونون کے سوائے دو شخصون نے گواہی دی کہ اُسنے دونون کو مارا ہی تو گواہی ناجائز ہی اور اسیطرح اگر مشہود علیہ نے مارنے کا اقرار کیا اور قسم کھانے سے انکار کیا تو بھی یہی حکم ہی یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی۔ کسی نے کہا کہ اگر میرے اس گھر مین کوئی داخل ہوا تو میرا غلام آزاد ہی پھر تین یا چار آدمیون نے گواہی دی کہ ہم داخل ہوے ہین تو امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ اگر انھون نے گواہی مین بیان کیا کہ ہم داخل ہوے اور ہمارے ساتھ وہ بھی تھا تو گواہی مقبول ہوگی اور اگر دو ہون تو مطلقاً مقبول نہوگی۔ دو شخصون نے ایک شخص پر گواہی دی کہ اُسنے کہا تھا کہ اگر مین تم دونون کا بدن چھوؤن تو میری عورت کو طلاق ہی یا میرا غلام آزاد ہی اور اُسنے ہم دونون کو چھوا ہی تو گواہی مقبول نہوگی اور اگر یہ گواہی دی کہ اُسنے کہا تھا کہ اگر مین تم دونون کا کپڑا چھوؤن تو ایسا ہی اور اُسنے چھوا ہی تو مقبول ہوگی اور فتاوی مین لکھا ہی کہ ان مسائل مین اگر گواہ گواہی دینا چاہین تو بدون بیان سبب کے طلاق و عتاق کی گواہی دین یہ وجیز کردری مین لکھا ہی۔ اسیطرح اگر ایک شخص کی ایک میت کے وصیت نامہ پر گواہی ہے اور تحریر مین اُسکے لیے بھی وصیت ہی تو ابو بکر بلخی رحمہ اللہ تعالی نے فرمایا کہ یون بیان کیا چاہیے کہ مین اس تمام تحریر پر سوائے اس فقرہ کے یعنی جس مین اُسکے لیے وصیت ہی ہاتھ رکھکر اسکے سوائے گواہی دیتا ہون۔ اور امام ابو القاسم سے روایت ہے کہ ایک عورت نے شوہر کے وارثون پر مہر کا دعوی کیا اور وارثون نے نکاح سے انکار کیا اور گواہ خود متولی نکاح ہے تو فرمایا کہ نکاح کی گواہی دے اور اپنے متولی ہونے کی گواہی نہ دے یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ ایک شخص نے دو شخصون سے کہا کہ اگر تم دونون رمضان کا چاند دیکھو تو میرا غلام آزاد ہی پھر دونون نے چاند دیکھنے کی گواہی دی تو امام ابو یوسف رح نے

فرمایا کہ مین اُنکی گواہی آزادی کے باب مین قبول نکرونگا اور روزہ رکھنے کے واسطے قبول کرونگا یہ ذخیرہ مین لکھا ہی کسی نے کہا کہ اگر مجھے فلان و فلان نے اس گھر مین گھستے دیکھا تو میرا یہ غلام آزاد ہی پھر اُنھون نے گواہی دی کہ ہم نے اُسکو گھستے دیکھا تو مقبول نہوگی جبتک اُن دونون کے سوائے دو شخص گواہی نہ دین تین شخصون نے ایک شخص کو عمداً قتل کر ڈالا پھر کہا کہ ہمکو اُسنے معاف کر دیا ہی تو جائز نہین ہی اور اگر اُنہین سے دو شخصون نے گواہی دی کہ ہم اور اس تیسرے کو اُس نے عفو کر دیا ہی تو اس تیسرے کی بابت قبول ہوگی اور یہی قول امام ابو یوسف رح کا ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی حسن بن زیاد نے روایت کی کہ ایک شخص نے قسم کھائی کہ اگر مین کبھی قرض لون تو میرے مملوک سب آزاد ہین پھر دو شخصون نے گواہی دی کہ ہمنے اُسکو قرض دیا ہی تو گواہی قبول نہوگی اور اگر یہ گواہی دی کہ اُسنے مانگا تھا اور ہم نے قرض نہ دیا تو قبول ہوگی یہ محیط مین لکھا ہی ایک شخص نے قسم کھائی کہ اگر مین فلان شخص سے درم قرض لون تو میرا غلام آزاد ہی پھر فلان شخص نے اُسپر قرض کا دعوے کیا اور اسپر غلام کے باپ اور دوسرے شخص کی گواہی گذری تو نوازل مین لکھا ہی کہ مدعی کیواسطے مال کی ڈگری کیجائیگی اور آزادی کا حکم نہ دیا جائیگا یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ قسم کھائی کہ اگر ان دونون کو قرض دون تو میرا غلام آزاد ہی پھر دونون نے گواہی دی کہ ہم کو اسنے قرض دیا تو گواہی جائز ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی۔ یہ قسم کھائی کہ مین ان دونون کا گھر نہ گراؤنگا یا انکا ہاتھ نہ کاٹونگا پھر دونون نے گواہی دی کہ اُسنے ہمارے ساتھ ایسا کیا ہی تو گواہی جائز نہوگی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ اگر دو شخصون نے گواہی دی کہ اسنے اپنا یہ غلام آزاد کر دیا ہی اور اسنے ہمارے ایک کی آنکھ پھوڑی ہی اور مالک اُسکے آزاد کرنے سے انکار کرتا ہی تو گواہی نامقبول اور جسکی آنکھ پھوڑی ہی اُسکا کچھ حق نہین ہے یہ محیط مین لکھا ہی۔ ایک شخص نے ایک گھر پر جو دوسرے کے قبضہ مین ہی دعوی کیا اور دو آدمیون نے اُسکی طرف سے گواہی دی اور یہ بھی کہا کہ مدعی نے ہمکو اُسکی عمارت کیواسطے اُجرت پر مقرر کیا تھا تو گواہی جائز ہی اور اگر کہا کہ مدعی نے ہمکو اُسکے ڈھا دینے کے واسطے مزدور کیا تھا تو ملکیت کی گواہی نامقبول اور دونون گواہ مدعا علیہ کو عمارت کی قیمت کی ضمانت دین یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے۔ ایک شخص کے ہاتھ مین ایک بکری تھی کہ اُسطرف سے ایک شخص گذرا اور بکری والے نے اُس سے کہا کہ اِسکو ذبح کر دے اُسنے ذبح کر دی پھر ایک شخص نے آکر دعوی کیا کہ یہ میری بکری ہے اس قابض نے غصب کر لی ہی اور اُسپر دو گواہ قائم کیے کہ ایک وہی ذبح کرنے والا تھا تو مقبول نہوگی یہ محیط مین لکھا ہی اگر گواہ بڑھاپے کی وجہ سے چلکر حاضر نہو سکتا ہو اور اُسکے پاس نہ سواری ہو نہ سواری کا کرایہ ہو اور مشہود لہ نے اُسکو گواہی ادا کرنے کیواسطے سواری بھیجکر بلایا تو گواہی باطل نہوگی۔ اور اگر چل سکتا ہو یا سواری موجود ہو پھر مدعی نے سواری بھیجکر بلایا تو امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ گواہی مقبول نہوگی اور اگر مشہود لہ کا کھانا کھایا تو گواہی رد نہوگی اور فقیہ ابو اللیث نے فرمایا کہ اگر مدعی نے گواہون کے واسطے کھانا تیار نہ کرایا بلکہ موجود تھا جب وہ لوگ آئے تو اُسنے پیش کر دیا اور اُنھون نے کھا لیا تو گواہی رد نہوگی اور اگر اُنکے واسطے تیار کرایا تو مقبول نہوگی۔ یہ حکم اُسوقت ہی کہ گواہی ادا کرنیکے واسطے ایسا کیا ہو اور اگر گواہی کرانے کیواسطے لوگون کو جمع کیا اور اُنکے واسطے کھانا تیار کرایا یا سواری بھیجکر اُنکو شہر سے نکالا اور وہ سوار ہوئے یا کھانا کھایا تو اسمین اختلاف ہی امام ابو یوسف رح نے فرمایا ہی کہ سواری کے باب مین پھر اُنکی گواہی مقبول نہوگی اور

کھانے کی صورت مین مقبول ہوگی اور امام محمد رح نے فرمایا کہ دونون صورتون مین مقبول نہوگی اور فتوی امام ابو یوسف رح کے قول پر ہی کیونکہ لوگون مین ایسی عادت جاری ہی خصوصاً نکاح مین شربت وچھوارے وغیرہ مہیا کرتے ہین اور کھلاتے ہین پس اگر ایسا ہوتا کہ گواہی مین خرابی آتی تو نکاح وغیرہ مین ایسا نہ کرتے یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ اگر ایک شخص دعوی اور مقدمہ لڑانے کو خوب نہین جانتا ہی اور قاضی نے دو شخصون سے کہا کہ اسکو دعوی اور خصومت سکھلا دو پھر انھین دونون نے اس دعوی پر گواہی دی تو جائز ہی بشرطیکہ دونون عادل ہون اور قاضی کو اسطرح تعلیم کرانے مین کچھ ڈر نہین ہے خصوصاً امام ابو یوسف رح کے قول کے موافق یہ ظہیریہ مین لکھا ہی۔ خلاصہ مین صاف لکھا ہی کہ لشکریون کی گواہی میر کیواسطے مقبول نہین ہی بشرطیکہ وہ معدود ہون اور اگر غیر معدود ہون تو مقبول ہی اور صیرفی مین صاف لکھا ہی کہ سو لشکری یا اُس سے کم معدود کہلاتے ہین اور اگر اس سے زیادہ ہون تو غیر معدود ہین یہ جواہر اخلاطی مین لکھا ہی۔ امام محمد رح نے زیادات مین لکھا ہی کہ اگر کوئی سریہ قیدیونکو پکڑ کر دار الاسلام مین واپس آیا اور قیدیون نے کہا کہ ہم اہل اسلام مین سے ہین یا ذمی ہین کہ ہمکو ان لوگون نے دار الاسلام مین پکڑ لیا اور اہل سریہ کہتے ہین کہ ہم نے انکو دار الحرب مین سے گرفتار کیا ہی تو قیدیون کا قول معتبر ہی پس اگر سریہ کے سپاہیون نے گواہ قائم کیے اور گواہ تاجر لوگ ہین تو معتبر ہی اور اگر سریہ کے لوگون سے ہین تو معتبر نہین ہی اور اگر یہی مسئلہ سریہ مین نہین بلکہ لشکر مین واقع ہوا اور بعض لشکر نے گواہی دی تو جائز ہی کیونکہ سریہ کے لوگ معدود ہوتے ہین پس بعض کا گواہی دینا گویا اپنے واسطے گواہی دینا ہی بخلاف لشکر کے کہ وہ ایک جماعت عظیم ہی کہ جسمین یہ اعتبار گواہی کے باب مین نہین ہی یہ فتاوی قاضیخان مین ہی

پانچوان باب محدود چیز کی گواہی کے بیان مین

محدود چیز کی گواہی مین حدود کا ذکر کرنا ضرور ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی اور اگر عقار مشہور ہو تو حدود کے بیان کی حاجت نہین ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی اگر گواہون نے تین حدود بیان کردین تو گواہی مقبول ہی یہ محیط مین ہی۔ اگر عقار مشہور نہو اور گواہون نے تین حدون کی گواہی دی اور کہا کہ چوتھی ہم نہین جانتے ہین تو استحساناً گواہی جائز ہی اور مدعی کی ڈگری کیجاویگی اور تیسری حد پہلی حد کے محاذی گردانی جاویگی یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی۔ اگر ایک زمین مثلث کا دعوی کیا اور دعوی مین صرف دو حدین ذکر کین اور گواہون نے صرف دو حدین ذکر کین تو دعوی اور گواہی دونون جائز ہین یہ محیط مین لکھا ہی۔ اور اگر دعوی مین چارون حدین ذکر کین ولیکن ایک حد مجہول ہی تو مضر نہین ہی یہ امر[1] اور اُسکا ترک کردینا دونون برابر ہین اور اگر گواہ نے ایک حد مین غلطی کی تو مقبول نہین ہی ایسا ہی صدر الشہید مین مطلقاً ذکر کیا ہی اور شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ بعضون کے نزدیک مقبول اور بعضون کے نزدیک مقبول نہوگی اور فتوی صدر الشہید کے قول کے موافق عدم قبول پر ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی اور گواہ کی غلطی کا ثبوت اسطرح ہوتا ہی کہ مین نے غلطی کی یا اسکا اقرار کرے ولیکن اگر مدعا علیہ نے دعوی کیا کہ گواہ نے جملہ حدود یا بعض مین غلطی کی تو دعوی مسموع نہوگا اور اگر یہ گواہ قائم کیے تو گواہی کی سماعت نہوگی ایسا ہی شیخ سرخسی داو زجندی سے منقول ہی اسیطرح اگر مدعا علیہ دعوی کرے کہ مدعی نے اقرار کیا کہ گواہ نے غلطی کی تو سماعت نہوگی اور شمس الائمہ سرخسی سے منقول ہی کہ اگر گواہ نے غلطی کی پھر اُسی مجلس یا دوسری مجلس مین اُسکا تدارک کیا اور ٹھیک بیان کیا تو مقبول ہوگی بشرطیکہ توفیق ممکن ہو اور توفیق کی یہ صورت ہی کہ فلان شخص مثلاً چوتھی حد کا مالک تھا مگر اُسنے اپنا گھر فلان کے ہاتھ فروخت کیا اور ہمکو یہ معلوم نتھا یا یون صورت ہو کہ فلان شخص اسکا مالک

[1] یہ امر اگرچہ بعض اور بیان کرنا اور اُسکو بیان نکرنا برابر ہے ۱۲

تھا مگر یہ نام اُسکا پیچھے رکھا گیا اور ہمکو معلوم نہوا علی ہذا القیاس یہ محیط مین لکھا ہے گواہون نے کسی شے محدود کی بابت کسی
شخص پر گواہی دی اور حدود بیان کردین اور کہا کہ ہم حقیقۃً انکو پہچانتے ہین اور وہ شے محدود کسی گانون مین ہے پھر قاضی نے مدعا علیہ
سے درخواست کی کہ گواہون کو اُس گانون مین جانے کا حکم دے تاکہ اُسکے حدود و معائنہ کر کے بیان کرین تو قاضی گواہونکے ذمہ یہ امر
لازم نکریگا اور یہی صحیح ہے یہ ذخیرہ مین لکھا ہے - اگر گواہون نے کسی کیطرف سے ایک گھر کی گواہی دی اور کہا کہ ہم گھر کو اور اُسکے حدود
کو پہچانتے ہین جبکہ ہم اُسکے پاس جاوین واقف کردین لیکن ہم اُسکے حدود کے نام نہین جانتے ہین تو قاضی انکو قبول کریگا بشرطیکہ
گواہونکی تعدیل ہو گئی ہو اور گواہون کو مع مدعی و مدعا علیہ کے اور اپنے دو امینون کے بھیجیگا تاکہ امینون کے سامنے گواہ
اُسکے حدود پر واقف ہون پھر جب واقف ہوے اور کہا کہ یہ اُس گھر کی حدین ہین جسکی بابت ہم نے گواہی دی ہے کہ یہ مدعی کا ہے
تو قاضی کے پاس لوٹ آوینگے اور دونون امین گواہی دینگے کہ انھون نے گھر اور اُسکے حدود پر واقف کیا تو قاضی دونون کی
گواہی پر اُس گھر کی ڈگری مدعی کے واسطے کر دیگا اور یہی حکم گانون اور زمین کے باب مین ہے یہ فصول عمادیہ مین
لکھا ہے اور یہی اظہر ہے یہ محیط مین لکھا ہے - اگر دو گواہون نے بیان کیا کہ جو گھر فلان شہر کے فلان محلہ مین فلان بن فلان عثمانی
کے گھر سے ملحق ہے اور اس مدعا علیہ کے قبضہ مین ہے وہ اس مدعی کا ہے ولیکن ہم اُسکے حدود نہین پہچانتے ہین پس مدعی نے قاضی سے
کہا کہ مین دوسرے گواہ لاتا ہون کہ جو اُسکے حدود کو پہچانتے ہین اور دو گواہ لایا کہ جنھون نے گواہی دی کہ اُسکے حدود یہ ہین
تو اس مسئلہ کے حکم مین اختلاف ہے بعضے نسخون مین لکھا ہے کہ قاضی اُسکو قبول کر کے مدعی کی ڈگری کر دیگا اور بعض مین ذکر کیا کہ
قبول نہ کریگا اور نہ مدعی کی ڈگری کریگا اور یہی اختلاف گانون اور زمین اور دوکانون اور تمام عقارات مین ہے یہ ظہیریہ مین
لکھا ہے اور ظہیر الدین مرغینانی نے اس مسئلہ کو ذکر کر کے فرمایا کہ اس مسئلہ مین روایات مختلف ہین اور اظہر یہ ہے کہ قبول ہوگی کیونکہ
اکثر گواہی کو برداشت کرنا اسی صورت سے ہوا کرتا ہے کیونکہ شہر کے اندر بائع جب کسی زمین یا باغ کی بیع پر جو سواد شہر مین
واقع ہے گواہی کراتا ہے تو بیشتر گواہ اُسکے حدود پر حقیقۃً واقف نہین ہوتے اور نہ پہچانتے ہین ولیکن حدود کا ذکر سُنتے ہین پس
انھین حدود کی گواہی دیتے ہین اگرچہ درحقیقت انکو نہین پہچانتے ہین کذا فی الفصول العمادیہ اور یہی اصح ہے کذا فی القنیہ
اور یہی صحیح ہے یہ ذخیرہ مین لکھا ہے - اگر مدعی ایسے دو گواہون کو نہ لایا کہ جو اس گھر کے حدود کی گواہی ادا کرین اور قاضی سے
درخواست کی کہ میرے ساتھ اپنے دو امین بھیجدے کہ گواہ اُسکے حدود اور پڑوسیون کے نام سے واقف ہون تو قاضی اس
درخواست کو منظور کریگا پھر جب قاضی نے دونون امینون کو بھیجدیا اور انھون نے گھر کی حدین اور اُسکے پڑوسیون کے نام
پہچان لیے پس اگر امینون کے بیان اور ان حدون مین جو گواہون نے بیان کی ہین مطابقت ہے تو قاضی اس گھر کی
ڈگری اس گواہی پر مدعی کیواسطے کر دیگا یہ محیط مین لکھا ہے - یہ سب اُسوقت ہے کہ یہ گھر مشہور نہوا اور اگر کسی کے نام سے مشہور ہو جیسے
عمرو بن حریث کا مکان کوفہ مین اور زبیر بن العوام کا گھر بصرہ مین مشہور ہے اور گواہون نے ایسے گھر کی بابت کسی کی طرف سے
گواہی دی اور حدود کا ذکر نہ کیا تو امام اعظم رح کے نزدیک قبول نہوگی اور صاحبین رح کے نزدیک مقبول ہوگی اور زمین بھی اگر
مشہور ہو تو اُسمین بھی ایسا ہی اختلاف ہے یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے - اگر گواہون نے بیان کیا کہ فلان شہر کے فلان
محلہ مین فلان مسجد کے ملاصق جو مکان ہے وہ اس مدعی کی ملکیت ہے ولیکن ہم پڑوسیون کے نام نہین جانتے ہین پھر مدعی نے

کہا کہ مین دو گواہ لاتا ہون جو حدون کی گواہی اداکرین تو قاضی اسپر التفات نہ کریگا یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہی۔ گواہون نے اگر حدود کو نہ پہچانا اور ثقہ لوگون سے دریافت کر کے حاکم کے نزدیک تفسیر[1] کے ساتھ بیان کیا تو قبول ہوگی۔ گواہون نے مدعا علیہ کے[2] اقرار کرنے کی گواہی دی اور گھر کی حدین اپنی طرف سے بیان کر دین اور یہ نہ بیان کیا کہ مدعا علیہ نے حدود کا بھی اقرار کیا ہی تو بھی مقبول ہوگی یہ وجیز کردری مین لکھا ہی۔ اگر گواہ نے بیان کیا کہ ایک حد اسکی میان دیہی زمین سے ملاصق ہی تو اس سے شناخت نہ حاصل ہوگی کذا فی الخلاصہ کیونکہ میان دیہی مجہول ہی جن زمینون کے مالک غائب ہو جاتے ہین یا مرجاتے ہین اور کوئی وارث نہین ہوتا ہی اُنکو میان دیہی بولتے ہین اسیطرح جس زمین کو اُسکا مالک گانون والونکے پاس خراج کے عوض چھوڑتا ہی وہ بھی میان دیہی کہلاتی ہی اسیطرح جو اراضی چوپاؤن کے چرانے کیواسطے چھوٹی ہوئی ہو تقسیم مین نہ آئی ہو میان دیہی کہی جاتی ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اور مختار یہ ہی کہ قابض کا نام و نسب ذکر کر دینا کافی ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی۔ اگر گواہ نے کہا کہ ایک حد اس زمین کی فلان شخص کے وارث کی زمین سے ملاصق ہی حالانکہ ہنوز ترکہ مین تقسیم واقع نہین ہوئی ہی تو بعضون نے کہا کہ قبول ہوگی اور اصح یہ ہی کہ قبول نہوگی اور اگر بیان کیا کہ زمین وقف سے ملاصق ہی تو وقف کا مصرف بیان کرنا ضرور ہی یہ وجیز کردری مین لکھا ہی اور اگر بیان کیا کہ فلان حد اسکی زمین مملکت سے ملی ہوئی ہی پس اگر امیر مملکت دو شخص ہون تو جسکی مملکت ہی اُسکا نام و نسب بیان کرنا چاہیے یہ خلاصہ مین لکھا ہی دو شخصون نے ایک شخص پر گواہی دی کہ اُسنے فلان شخص کے باغ کی دیوار توڑ ڈالی ہی پس اگر دیوار کی حدین اور طول و عرض بیان کیا تو گواہی جائز ہوگی اگرچہ قیمت کا ذکر نہ کیا ہو شیخ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرے نزدیک یہ بیان کرنا ضرور ہی کہ مٹی کی بھتی یا لکڑی کی تو اُسکی جگہ بیان کرنا بھی ضرور ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ اگر ایک شخص کے احاطہ مین دوسرے کا دروازہ ہی اُسنے چاہا کہ اس دروازہ سے اپنے احاطہ مین جاوے اور دوسرے مالک نے منع کیا۔ تو دروازہ کا مالک اس بات کا مدعی قرار دیا جائیگا کہ دوسرے کے احاطہ مین دروازہ سے راستہ کا دعوی کرتا ہی پس چاہیے کہ دلیل سے یعنے گواہی سے ثابت کرے اور احاطہ کا مالک منکر ہی پس قسم سے اسی کا قول معتبر ہوگا اور دروازہ کشادہ ہونے سے اُسکو کچھ استحقاق حاصل نہوگا پس اگر مدعی نے یہ گواہ پیش کیے کہ یہ اپنے احاطہ مین اس دروازہ سے جایا کرتا تھا تو اس گواہی سے کچھ استحقاق حاصل نہوگا مگر جبکہ گواہی مین یہ بیان ہو کہ مدعی کیواسطے ادھر کو راستہ حاصل ہی یعنے ثبوت بمنزلہ مدعا علیہ کے اقرار کے ہوگا اور اگر یہ بیان کیا کہ اس مدعی کے واسطے اس دروازہ سے احاطہ تک کامل راستہ ہی تو گواہی قبول ہوگی اگرچہ راستہ کی حدین اور طول و عرض نہ بیان کیا ہو۔ اور ہمارے اصحاب مین سے بعضون نے بیان کیا کہ اس سے مراد یہ ہی کہ اگر گواہون نے مدعا علیہ کے اقرار پر گواہی دی اور حدود و طول و عرض مجہول ہے تو اقرار صحیح ہی ولیکن اگر قطعی طور پر گواہی دی تو گواہی مقبول نہوگی اور اصح یہ ہی کہ مقبول ہوگی اور راستہ کا چوڑان بقدر چوڑائی دروازہ کے اور طول احاطہ تک مقرر کیا جاویگا کذا فی المبسوط۔ اور یہی حکم ہی اگر ایک کوچہ کی دیوار مین اُسکے احاطہ کا دروازہ ہو اور اہل کوچہ ممانعت کرتے ہون تو بھی یہی صورت ہی اور اگر ایک شخص کا پرنالہ دوسرے کے احاطہ مین گرتا ہو تو بھی یہی صورت ہی اسیطرح اگر کسی دوسرے کی زمین مین نہر ہو اور دونون نے اختلاف کیا تو بھی یہی صورت ہی ولیکن اگر اختلاف کے وقت

[1] قولہ تفسیر یعنی گواہی مین بیان کر دیا کہ ہم نے ثقہ لوگون سے اسکے حدود معلوم کر کے گواہی دی ہی ۱۲
[2] یعنی مدعا علیہ نے اقرار کیا کہ یہ محدود اس مدعی کا ہی ۱۲

اُسمین پانی جاری ہو تو پانی والے کا قول معتبر ہوگا اور ایسے ہی اگر اُسوقت جاری نہو ولیکن معلوم ہوتا ہو کہ اس سے پہلے اس شخص کی زمین کی طرف اسمین سے پانی بہکر جاتا تھا تو بھی پانی والے کا قول معتبر ہوگا اور اسی طرح اگر پرنالہ مین اختلاف کے وقت پانی جاری ہو تو اختلاف کے وقت اُسی کا قول معتبر ہوگا جسکا پانی جانی جاری ہو یہ ظہیریہ مین لکھا ہے۔
اگر گواہون نے گواہی دی کہ اس مدعی کے لیے پرنالہ سے پانی احاطہ مین بہنے کا راستہ ہے تو گواہی قبول ہے پس اگر کہا کہ مینھہ کے پانی کا راستہ ہے تو مینھہ کے پانی کا ہوگا۔ اور اگر کہا کہ نشست و شو کے پانی کا راستہ ہے تو اُسکا ہوگا اور اگر کچھ نہ بیان کیا اور مطلق چھوڑ دیا تو قسم لیکر گھر کے مالک کا قول معتبر ہوگا یہ مبسوط مین لکھا ہے۔ اور فقیہ ابو اللیث نے متاخرین سے نقل کیا ہے کہ انھون نے استحساناً یہ حکم دیا کہ اگر پرنالہ والے کی چھت اسطرف ڈھال ہو اور قدیمی ایسی ہی بنی ہوئی ہے تو اُسکے واسطے پانی بہنے کا حق ثابت ہوگا یہ ظہیریہ مین لکھا ہے۔ اگر دعوی یا گواہی مین یون ذکر کیا کہ اس دعوی کی زمین کی ایک حد فلان شخص کی زمین سے ملاصق ہے حالانکہ اس شخص کی گانون مین جابجا متفرق زمین ہے تو دعوی اور گواہی صحیح ہے اگرچہ اسمین ایکطرح کی جہالت ہے ولیکن ضرورت کی وجہ سے برداشت کی گئی یہ محیط مین ہے۔ اگر کسی زمین کی ملکیت کی گواہی دی اور اُسکے حدود بیان کر دیے اور کہا کہ اسمین پانچ من بیج مثلاً پڑتے ہین اور مدعی اسکا دعوی کرتا ہے مگر گواہون نے حدود ٹھیک بیان کیے اور بیج کی مقدار بیان کرنے مین خطا کی مثلاً اسمین تین ہی من بیج پڑتے تھے تو شمس الاسلام ابو الحسن سغدی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ دعوی اور گواہی باطل نہوگی اور اُنکے زمانہ مین بعض مشائخ نے دعوی و گواہی کے باطل ہونیکا حکم دیا ہے اور بعضون نے کہا کہ اسکے حکم مین تفصیل ہونا چاہیے کہ اگر زمین کے سامنے موجود ہونیکی صورت مین گواہی دی اور اُسکی طرف اشارہ کیا تو مقبول ہے اور سامنے نہتھی تو گواہی سے وہ زمین ملکیت مین ثابت نہوگی جسمین پانچ من بیج مثلاً پڑتے ہین اور بعضون نے کہا کہ گواہی ہر حال مین مقبول نہوگی اور یہی اظہر ہے یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہے۔

چھٹا باب میراثون مین گواہی ادا کرنے کے بیان مین۔ ایک شخص نے دعوی کیا کہ مین فلان میت کا وارث ہون اور دو گواہ لایا جنھون نے گواہی دی کہ یہ فلان میت کا وارث ہے کہ اسکے سوا اُسکا وارث نہین ہے تو قاضی وارث ہونیکے سبب کو دریافت کریگا اور قبل دریافت کے حکم نہ دیگا کیونکہ اسباب میراث مختلف ہونے سے معلوم نہونگے پس حکم دینا متعذر ہوگا پس اگر دریافت کرنے سے پہلے گواہ مر گئے یا غائب ہو گئے تو کچھ حکم نہ دیا جاویگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔
اگر گواہون نے بیان کیا کہ یہ اسکے بیٹے کا بیٹا ہے یعنی پوتا ہے یا اُس میت کا بھائی ہے یا دادا یا دادی ہے یا اسکا مولی ہے تو بدون بیان کے رد کر دیجائیگی اور بیان اس طور سے کرنا چاہیے کہ پوتا وارث ہے یا بھائی اُسکا حقیقی ماں باپ کیطرف سے ہے یا صرف باپ کی طرف سے یا صرف ماں کی طرف سے ہے اور دادا اُسکے باپکا باپ ہے یا نانا اُسکی ماں کا باپ ہے یا نانی اُسکی ماں کی ماں ہے یا دادی اُسکے باپ کی ماں ہے اور مولی اُسکا آزاد کرنے والا یا آزاد کرنے والی یا آزاد کیا ہوا اور وارث ہے کہ اُسکے سوا ہم میت کا کوئی وارث نہین جانتے ہین یہ کافی مین لکھا ہے اسیطرح اگر کہا کہ اُسکا چچا ہے یا چچا کا بیٹا ہے تو بھی جائز نہین ہے یہان تک میت وارث کا نسب نہ بیان کرین اور بیان کرین کہ چچا یا اُسکا بیٹا ماں باپ دونون رشتون سے یا فقط باپ یا ماں کے رشتہ سے چچا ہے کہ اسکے سوا اُسکا کوئی وارث نہین ہے یہ خزانۃ المفتاوی مین لکھا ہے اور بیٹا یا بیٹی یا ماں یا باپ کی گواہی مین وارث ہونے کی گواہی

دینے کی ضرورت نہین ہی کذا فی الکافی اوراسی پر فتوے ہی یہ خلاصہ مین لکھاہی میت کا نام ذکر کرنا الفاظ مین ضرورت نہین ہی حتے کہ اگر گواہی دی کہ یہ میت کا دادا باپ کا باپ ہی اور وارث ہی اور میت کا نام نہ لیا تو مقبول ہو گی یہ وجیز کردری مین لکھاہی - اگر دوگواہون نے گواہی دی کہ فلان شخص نے اس میت کو آزاد کیا تھا اور یہ شخص مدعی اُس آزاد کرنے والے کا عصبہ ہی تو گواہی نامقبول ہوگی جب تک کہ سبب عصبہ ہونیکا کہ بیٹا ہی یا باپ یا بھائی ہی وغیرہ نہ بیان کرین یہ محیط مین لکھاہی - اگر گواہون نے ایک شخص کے وارث ہونے کی گواہی دی اور سبب وارث ہونیکا بیان کردیا اور کچھ زیادہ نہ کہا تو گواہی مقبول ہوگی مگر قاضی فی الحال اُسکو مال نہ دیگا بلکہ چندروز اسکا انتظار کریگا کہ شائد کوئی دوسرا وارث ایسا پیدا ہو کہ جو اس وارث کا مزاحم یا اس سے مقدم ہو یہ ذخیرہ مین لکھاہے - اور اگر گواہون نے کسی کے وارث ہونے کی گواہی دی اور سبب بیان کردیا اور یون کہا کہ ہم اسکے سوائے دوسرا وارث اسکا نہین جانتے ہین تو یہ گواہی مقبول ہی اور قاضی بلا انتظار کے مال اُسکے حوالہ کردیگا اور یہ کہنا کہ ہم اُسکے سوائے دوسرا وارث میت کا نہین جانتے ہین عین گواہی مین سے نہین ہی بلکہ یہ انتظار کے ساقط کرنے کے واسطے ہی یہ محیط مین لکھاہی اور اگر یہ کہا کہ اسکے سوائے دوسرا وارث میت کا نہین ہی تو استحساناً مقبول ہی اور اسکے معنی یہی لیے جائینگے کہ ہم نہین جانتے ہین یہ حاوی مین لکھاہی اور اگر گواہون نے کہا کہ اس زمین مین اُسکا کوئی وارث نہین ہی تو امام اعظم رح کے نزدیک مقبول ہے اور صاحبین رح نے نہین اختلاف کیا ہی یہ وجیز کردری مین لکھاہی اگر گواہون نے ایک شخص کے وارث ہونے کی گواہی دی اور اُس کا سبب بیان کیا اور یہ شخص ایسا ہی کہ تمام مال کا مستحق ہی اور کسی دوسرے کی وجہ سے مجوب نہین ہوسکتا ہی جیسے بیٹا وغیرہ پس اگر گواہون نے بیان کیا کہ اسکے سوا دوسرا وارث نہین جانتے ہین تو بلا توقف قاضی تمام مال اُسکو دیگا یہ محیط مین لکھاہی اور اگر یہ گواہی دی کہ یہ شخص میت کا بیٹا ہی اور اس سے زیادہ نہ بیان کیا تو قاضی اُسکو تمام مال نہ دیگا اور یہانتک توقف کریگا[ف] کہ قاضی کی رائے مین یہ آجاوے کہ اگر اس کا کوئی وارث ہوتا تو اتنی مدت مین ظاہر ہوتا یہ ذخیرہ مین لکھاہی - اگر گواہون نے بیان کیا کہ یہ شخص اس عورت میت کا شوہر ہی یا یہ عورت اس مرد میت کی جورو ہی اور اسکے سوا کوئی وارث ہم نہین جانتے ہین تو قاضی نصف مال مرد کو اور چوتھائی عورت کو دیگا اور اگر یہ نہ بیان کیا کہ کوئی دوسرا وارث ہم نہین جانتے ہین تو بالاجماع بڑا حصہ مدعی کو دیگا جبتک کہ تھوڑا انتظار نہ کرلے اور جب اسقدر انتظار کیا کہ دوسرے وارث پیدا ہونیکا غالب گمان جاتا رہا تو امام محمد رحمہ اللہ تعالی کے نزدیک بڑا حصہ اُسکو دیگا یعنی اگر مرد مدعی ہی تو آدھا حصہ اُسکی جورو کے مال سے یا جورو ہی تو چوتھائی مال ترکہ شوہر سے دلائیگا اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ چھوٹا حصہ دلائیگا اگر مرد ہی تو چوتھائی اور اگر عورت ہی تو آٹھوان حصہ اور طحاوی رح نے اپنی مختصر مین امام ابو حنیفہ رح کا قول امام ابو یوسف رح کے ساتھ لکھاہی اور خصاف رح نے امام محمد رح کے ساتھ ذکر کیاہی یہ محیط مین لکھاہی دوشخصون نے ایک شخص کی بابت یہ گواہی دی کہ میت کا مان وباپ کی طرف سے بھائی وارث ہی اسکے سوائے کوئی وارث ہم نہین جانتے ہین اور قاضی نے اُسکے لیے میراث کا حکم دیدیا پھر انھین دونون نے دوسرے کیواسطے یہ گواہی دی کہ یہ میت کا بیٹا ہی تو مقبول نہوگی اور جو کچھ مال بھائی نے لیا ہو وہ دونون گواہ بیٹے کو ضمان دینگے اور اگر دوسرے کیواسطے یہ گواہی دی کہ میت کا مان وباپ کی طرف سے بھائی ہی پہلے شخص اور اسکے سوائے ہم وارث نہین جانتے ہین تو مقبول ہوگی اور پہلے

ف اور اگر ظاہر ہو جائے بعد اسکے سب ترکہ دیدیگا ۱۲

بھائی کے ساتھ شریک کیا جائیگا اور گواہون پر نہ پہلے شخص کیواسطے اور نہ دوسرے کے واسطے ڈانڈ آویگی۔ دو گواہون نے
ایک شخص کے مان و باپ کی طرف سے بھائی ہونے کی گواہی دی اور کہا کہ اسکے سواے ہم وارث نہین جانتے ہین اور
اُسکے لیے میراث کا حکم ہو گیا پھر دوسرے دو شخصون نے دوسرے کیواسطے گواہی دی کہ یہ میت کا بیٹا ہے تو پہلے شخص کیواسطے
وراثت کا حکم ٹوٹ جائیگا پس اگر مال بھائی کے پاس موجود ہو تو بیٹے کو واپس دے اور اگر تلف ہو گیا ہو تو بیٹے کو اختیار ہے چاہے بھائی
سے ضمان لے یا گواہون سے پس اگر بھائی سے ضمان لی تو وہ کسی سے نہین لے سکتا ہے اور اگر گواہون سے لی تو وہ بھائی سے
واپس لینگے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے۔ دو شخصون نے ایک کی طرف سے یہ گواہی دی کہ یہ میت کا دادا ہے اور قاضی نے حکم دیدیا
اور پھر ایک شخص آیا اور گواہ لایا کہ مین میت کا باپ ہون تو اُسکی ڈگری کیجائیگی اور وہی میراث کا مستحق ہے یہ خلاصہ مین
لکھا ہے اور وہ دادا اس شخص مدعی کا جو باپ ہونے کا دعوی کرتا ہے باپ قرار دیا جائیگا۔ پس اگر باپ نے کہا کہ یہ شخص جو دادا ہونیکا
دعوی کرتا ہے میرا باپ نہین ہے اُسکو دوبارہ گواہ لانے کا حکم ہو تو قاضی اُسکو منظور نہ کریگا یہ محیط مین لکھا ہے اگر دو گواہون نے
قاضی کے سامنے بیان کیا کہ اس شخص کو فلان قاضی نے فلان شہر مین فلان میت کا وارث قرار دیا ہے کہ اسکے سواے
دوسرا وارث نہین ہے تو قاضی اُسکی وراثت کا حکم دیگا نہ نسب کا خواہ نسب بیان کیا ہو یا نہ بیان کیا ہو پس اگر کسی دوسرے
نے گواہ قائم کیے اور ایسا نسب قائم کیا جس سے کہ وہ شخص پہلا محجوب ہوتا ہے یا مدعی اُسکا شریک ہوتا ہے تو گواہی مقبول
ہوئی اور محجوب یا شریک کیا جائیگا حتی کہ اگر پہلے نے بیٹے ہونیکے گواہ سُنائے تھے اور دوسرے نے بھی بیٹے ہونے کے گواہ
دیے تو دونون شریک ہونگے اور اگر دوسرے نے باپ ہونے پر برہان پیش کی تو اُسکو چھٹا حصہ میراث کا ملیگا اور پہلے
کو باقی میراث ملیگی اور اگر پہلے نے اپنے تئین دادا ہونا بیان کیا اور دوسرے نے باپ ہونا ثابت کیا تو تمام میراث دوسرے
کو ملیگی اور اگر پہلے نے باپ ہونا بیان کیا اور دوسرے نے بیٹا ہونا ثابت کیا تو پہلے کو چھٹا حصہ اور دوسرے کو پانچ چھٹے
حصہ میراث ملیگی اور اگر دوسرے نے بھی اپنے تئین باپ ہونا ثابت کیا تو تمام میراث دوسرے کو ملیگی اور آزاد کرنیکا
ثابت کرنا مثل باپ کے مسئلے کے ہے اور دوسرے شخص کے واسطے جب حکم ہو چکا تو پھر پہلے نے اگر گواہ سُنائے تو رد کر دیے
جاوینگے ولیکن اگر اول نے اسکے گواہ سُنائے کہ پہلے قاضی نے اُسکے باپ ہونیکا حکم دیدیا تھا تو وہ مقدم ہے اور دوسرے کا
نسب باطل ہوگا اور اگر دوسرے کے واسطے حکم نہوا ہو کہ پہلے نے گواہ سُنائے تو دونون میراث مین شریک ہونگے حتی کہ
اگر ایک مر گیا تو دوسرا شخص باپ ہونیکے واسطے متعین ہوگا اور ولاء کا مسئلہ بھی اسی تفصیل سے ہے اور اگر پہلا شخص معتوہ یا
نابالغ ہو کہ بیان پر قادر نہین ہے تو قاضی اُسکو بیٹا قرار دیگا اگر مذکر ہے پس اگر دوسرے نے باپ ہونا ثابت کیا تو اُسکو چھٹا حصہ
میراث دیا جائیگا اور اگر بھائی ہونا ثابت کیا تو پہلے کے ساتھ محجوب کیا جائیگا اور اگر پہلا مذکر نہو بلکہ مونث ہو تو قاضی اُسکو
بیٹی قرار دیگا اور بطریق حصہ فرضی اور باقی رد کر کے تمام مال اُسی کو دلا دیگا پھر اگر دوسرے نے آکر بھائی ہونا ثابت کیا
تو نصف اُسکو دلا دیگا اور اگر دوسرے نے بیٹا ہونا ثابت کیا تو دو تہائی مال دلا دیگا یہ کافی مین لکھا ہے۔ ایک شخص نے گواہ سنائے
کہ یہ شخص میت کا چچا ہے اور وارث ہے کہ اسکے سوائے ہم دوسرا وارث نہین جانتے ہین پھر دوسرے نے گواہ سنائے کہ یہ
شخص میت کا بھائی وارث ہے کہ اسکے سواے دوسرا وارث ہم نہین جانتے ہین پھر تیسرے نے گواہ سُنائے کہ یہ شخص

میت کا بیٹا ہے اور ہم اسکے سوائے وارث نہین جانتے ہین اور سبھون نے ایکبارگی گواہ سنائے تو میراث بیٹے کو دلادی جاویگی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے۔ ایک شخص مرگیا اور دوسرے نے گواہ سنائے کہ مین فلان بن فلان بن فلان مخزومی مثلاً ہون اور یہ میت فلان بن فلان مخزومی ہے اور دونون ایک قبیلہ سے ایک دادا کی اولاد ہین اور مین میت کا عصبہ اور اسکا وارث ہون کہ گواہ اسکے سوائے دوسرا وارث نہین جانتے ہین تو میراث کا حکم اسکے واسطے دیا جائیگا پھر اگر دوسرا شخص آیا اور گواہ لایا کہ یہ میت کا عصبہ ہے پس اگر دوسرے نے بھی مثل اول کے ثابت کردیا کہ مین فلان بن فلان بن فلان مخزومی ہون اور میت فلان بن فلان مخزومی کہ دونون ایک قبیلہ سے ایک دادا کی اولاد ہین تو اسکی گواہی قبول ہوگی اور اگر دونون دو قبیلون سے ہون مثلاً پہلے نے دعوی کیا کہ مین عرب سے ہون اور دوسرے نے دعوی کیا کہ مین عجم مین سے ہون تو دوسرے کی گواہی قبول نہوگی اور اگر دوسرے نے پہلے سے دور کا رشتہ ثابت کیا مثلاً دوسرے نے ثابت کیا کہ وہ میت کے چچا کے بیٹے کا بیٹا ہے تو قاضی اُسپر التفات نہ کریگا اگرچہ دونون کسی دادا مین شریک ہین اور ایک قبیلہ سے ہین اور اگر دوسرے نے پہلے سے بڑھکر نسب ثابت کیا مثلاً دوسرے نے دعوی کیا کہ میت میرا بیٹا ہے میرے فراش پر پیدا ہوا ہے اور مین اسکا باپ ہون کہ میرے سوا کوئی وارث نہین ہے تو اسکی دو صورتین ہین کہ اگر باپ نے اسی قبیلہ سے جسکا ابن عم دعوی کرتا ہے رشتہ ملایا تو اسکی گواہی مقبول ہوگی اور پہلا حکم ٹوٹ جاویگا یعنی میراث نہ ملیگی اور نسب باقی رہیگا حتی کہ اگر یہ باپ مرجاوے تو یہ ابن عم وارث ہوگا بشرطیکہ اس سے زیادہ قریب کا رشتہ دار کوئی دوسرا نہوا اور اگر دوسرے نے دوسرے قبیلہ سے اپنا نسب باپ ہونیکا ثابت کیا تو بھی اسکی گواہی قبول ہوگی اور پہلے کیواسطے جو حکم ہوا تھا وہ میراث اور نسب دونون کے حق مین ٹوٹ جاویگا یہ محیط مین لکھا ہے اگر ایک دار کا جو دوسرے کے قبضہ مین ہے دعوی کیا کہ میرا ہے مین نے اپنے باپ کی میراث سے پایا ہے اور گواہ لایا کہ جنھون نے گواہی دی کہ یہ گھر مرتے دم تک اسکے باپ کا تھا اور بعد مرنے کے اسکے واسطے میراث چھوڑ گیا کہ ہم اسکے سوا دوسرا وارث اُسکا نہین جانتے ہین یا یہ گواہی دی کہ مرتے دم تک اسکے باپ کا رہا ہے تو قاضی یہ گواہی قبول کریگا اور مدعی کی ڈگری کردیگا اگرچہ گواہون نے یہ نہ بیان کیا کہ اسکے واسطے میراث چھوڑ گیا ہے اور اسیطرح اگر یہ گواہی دی کہ یہ گھر مرتے دم تک اسکے باپ کے قبضہ مین تھا یا اسکے باپ کے قبضہ مین تھا جسدن مرا ہے تو قاضی ایسی گواہی قبول کریگا اور مدعی کی ڈگری کریگا اور یہی ظاہر الروایت اور اصح ہے یہ ذخیرہ مین لکھا ہے اگر یہ گواہی دی کہ اسکا باپ مرا درحالیکہ اسی گھر مین رہتا تھا تو مقبول ہے یہ محیط مین ہے اور اگر یہ گواہی دی کہ اسکا باپ اس گھر مین مرا یا اسکا باپ اس گھر مین تھا یہانتک کہ اسمین مرگیا تو قبول نہوگی اور اسیطرح اگر کہا کہ اسکا باپ اس مین داخل ہوا اور مرگیا تو قبول نہوگی یہ فتاوی قاضیخان مین ہے اگر گواہون نے گواہی دی کہ اُسکا باپ مرگیا حالانکہ وہ اس قمیص کو پہنے تھا یا اس انگوٹھی کو پہنے تھا تو یہ گواہی قبول ہوگی یہ محیط مین لکھا ہے امام محمدؒ نے انگوٹھی کی صورت مین مطلقاً حکم دیا ہے اور قاضی ابو الہیثم نے بعض قاضیون سے روایت کی ہے کہ وہ لوگ اس صورت مین تفصیل کرتے تھے کہ گواہون نے اگر خنصر یا بنصر مین موت کے دن انگوٹھی پہنے ہونیکا ذکر کیا تو گواہی قبول ہوگی اور اگر سبابہ مین ہونیکا بیان کیا تو نامقبول ہوگی اور درمیان کی انگلی یا انگوٹھے مین بیان کی تو بھی قبول نہوگی لیکن صحیح یہ ہے کہ حکم مطلقاً جاری کیا جاوے جیسا کہ امام محمدؒ نے ذکر فرمایا ہے یہ ذخیرہ مین لکھا ہے اگر بیان کیا کہ اسکا باپ مرگیا حالانکہ وہ اس کپڑے کو اپنے بدن پر لادے ہوئے تھا تو مقبول ہے یہ

لہ یعنی گواہون نے اس مدعی کے واسطے اس طرح گواہی دی ۱۲

یہ ذخیرہ مین لکھا ہے اگر بیان کیا کہ اسکا باپ مرگیا حالانکہ وہ اس کپڑے کو اپنے بدن پر لادے ہوے تھا تو مقبول ہے یہ محیط مین لکھا ہے۔ اگر گواہی دی کہ اسکا باپ مرا اور وہ اس گھوڑے کا سوار تھا تو وارث کو دلا یا جائیگا اور اگر گواہی دی کہ اسکا باپ مرا حالانکہ وہ اس بستر پر بیٹھا تھا یا سویا تھا تو قبول نہوگی اور اگر گواہی دی کہ اسکا باپ مرا اور یہ کپڑا اسکے سر پر تھا اور یہ نہ کہا کہ وہ حامل تھا تو گواہی مقبول نہوگی اور وارث کو نہ دلا یا جائیگا یہ ذخیرہ مین لکھا ہے اور اگر بیان کیا کہ مرنیکے دن اسکا باپ کپڑا اپنے سر پر ڈالے ہوے تھا تو گواہی مقبول ہوگی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے۔ اور اگر گواہی دی کہ یہ گھر اسکے باپ کی ملکیت تھا یا وہ اسمین رہا کرتا تھا یا اسکا مالک تھا پس اگر اسکے ساتھ یہ بھی کہا کہ اسنے اس مدعی کیلیے میراث چھوڑا ہے تو گواہی قبول ہوگی اور بالاتفاق مدعی کو دلا یا جائیگا اور اگر میراث چھوڑنیکا ذکر نہ کیا تو امام اعظم و امام محمد کے نزدیک قبول نہوگی اور امام ابو یوسف کے دوسرے قول مین مقبول ہوگی اور اگر مدعا علیہ نے انمین سے کسی بات کا اقرار کیا تو وہ مدعی کی ملکیت کا اقرار ہوگا اور اگر قاضی اسکو حکم دیگا کہ مدعی کے سپرد کرے یہ فتاوی قاضیخان و محیط مین لکھا ہے اور اگر یہ گواہی دی کہ یہ گھر اسکے باپ کا تھا وہ اسمین مرا ہے تو بھی اختلاف ہے یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہے۔ اور اگر یہ گواہی دی کہ یہ اسکے باپ کا تھا اور یہ نہ کہا کہ وہ مرگیا اور اسکے واسطے میراث چھوڑا پس بعضون نے کہا کہ اسمین بھی ایسا ہی اختلاف ہے اور بعضون نے کہا کہ ایسی صورت مین بالاجماع مقبول نہین ہے اور اسی کو امام فضلی نے اختیار کیا ہے اور یہی صحیح ہے یہ خلاصہ مین لکھا ہے۔ ایک شخص مرگیا اور اسکے وارث نے گواہ سنائے کہ یہ گھر میرے باپ کا تھا اسنے اس قابض کو مانگے یا اجرت پر یا ودیعت دیا تھا تو وہ مدعی کو دلا یا جائیگا اور اسکی تکلیف نہ دیجائیگی کہ اسکے گواہ سنائے کہ وہ مرگیا اور میرے واسطے میراث چھوڑا یہ کافی مین لکھا ہے۔ اگر دو گواہون نے گواہی دی کہ فلان شخص مرگیا اور یہ گھر اپنے فلان بیٹے کیواسطے میراث چھوڑا ہے اور ہم اسکے سوا دوسرا وارث نہین جانتے ہین حالانکہ گواہون نے فلان میت کے زمانہ میں اس سے ملاقات نہین پائی تو انکی گواہی باطل ہے یہ محیط مین لکھا ہے اور یہ حکم اس صورت مین ہے کہ مدعی کا نسب میت سے مشہور ہوا اور اگر مشہور نہوا اور اُنھون نے ایسی گواہی دی اور میت سے ملاقات نہین پائی تھی تو یہ صورت منتقی مین اسطرح مذکور ہے کہ نسب کے بارہ مین گواہی جائز اور میراث کے حق مین باطل ہے یہ محیط مین لکھا ہے۔ اگر ایک گھر کے بارہ مین جو ایک شخص کے قبضہ مین ہے یہ گواہی دی کہ یہ فلان شخص اس مدعی کے دادا کا تھا اور اسی کی ملک تھا اور گواہون نے اُسکے دادا کی ملاقات پائی تھی اور مدعی یہ دعوی کرتا تھا کہ یہ میرے باپ کا تھا پس اگر گواہون نے میراث کا ذکر کیا کہ یہ گھر اس مدعی کے دادا کا تھا اور وہ مرگیا اور اس مدعی کے باپ کیواسطے میراث چھوڑا اور باپ پھر مرگیا اور اس مدعی کیواسطے میراث چھوڑا تو گواہی مقبول ہوگی اور گھر مدعی کو دلا یا جائیگا اور اگر میراث کا ذکر نہ بیان کیا پس اگر باپ سے پہلے دادا کا مرنا معلوم ہو تو بالاجماع گھر مدعی کو نہ دلا یا جائیگا اور اگر معلوم ہو تو بھی امام اعظم رح و امام محمد رح و اول قول امام ابو یوسف رح کے موافق یہی جواب ہے اور بعضے مشائخ نے کہا کہ بلا خلاف اس صورت مین گواہی نامقبول ہوگی اور اگر گواہون نے مدعا علیہ کے اقرار کرنیکی گواہی دی کہ اُسنے اقرار کیا کہ یہ گھر مدعی کے دادا کا تھا اور میراث کا بیان نہ کیا تو قاضی وہ گھر مدعی کو دلائیگا بشرطیکہ اُسکا کوئی دوسرا وارث نہو یہ ذخیرہ مین لکھا ہے۔ اگر یون گواہی دی کہ یہ گھر اس مدعی کے دادا کا ہے اور یہ نہ کہا کہ اس مدعی کے دادا کی ملکیت تھا پس اگر میراث کا تذکرہ کیا تو گواہی مقبول ہوگی اور گھر مدعی کو دلا یا جائیگا اور اگر نہ ذکر کیا تو امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک گواہی مقبول نہوگی ولیکن امام ابو یوسف رح

کے دوسرے قول کے موافق مشائخ مین اختلاف ہی بعضون نے کہا مقبول ہوگی اور بعضون نے کہا کہ مقبول نہوگی یہ محیط مین ہی کتاب الاقضیہ مین ہی کہ ایک شخص کے قبضہ مین ایک گھر ہی اور ایک شخص نے گواہ سنائے کہ میرے باپ نے اس سے ہزار درم کو خریدا ہی اور میرا باپ مرگیا اور بائع اس سے انکار کرتا ہی تو مین اسکو اسکی تکلیف نہ دونگا کہ اس بات پر گواہ سنائے کہ میرا باپ مرگیا اور میرے واسطے میراث چھوڑا ہی ولیکن اسکے گواہ طلب کرونگا کہ جو اسکے سواے دوسرا وارث نہ جانتے ہون پس اگر ایسے گواہ قائم کیے تو مدعا علیہ کو حکم دونگا کہ یہ گھر اسکے حوالہ کرے یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ اور اگر وہ گھر سواے بائع کے دوسرے کے قبضہ مین ہو تو دونون باتون کے گواہون کے واسطے تکلیف دیا جاویگا یعنی باپ کی موت اور میراث چھوڑنے کے اور سوائے اسکے دوسرا وارث نہین جانتے ہین یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی کتاب الاصل مین ہی کہ ایک گھر ایک شخص کے قبضہ مین ہی پس اسکا بھتیجا آیا اور گواہ سنائے کہ یہ گھر میرے دادا کا تھا وہ مرگیا اور اسنے میرے باپ اور اس چچا قابض کے درمیان آدھون آدھ میراث چھوڑا ہی اور پھر میرا باپ مرگیا اور اسنے اپنا حصہ میرے واسطے میراث چھوڑا تو قاضی یہ گواہی قبول کریگا اور گھر اسکے اور اسکے چچا کے درمیان نصف نصف مشترک کردیگا پس اگر ہنوز قابض کے بھتیجے کے گواہون پر قاضی نے حکم نہ دیا تھا کہ قابض نے گواہ سنائے کہ میرا بھائی یعنی اس مدعی کا باپ میرے والد کے انتقال سے پہلے انتقال کر گیا اور میرے باپ نے اُس سے چھٹا حصہ میراث پایا پھر میرا باپ مرا اور مین نے تمام گھر اسکی میراث مین پایا تو اسکی دو صورتین ہین اول یہ ہی کہ بھتیجے کے قبضہ مین اپنے باپ کے میراث مین سے کچھ نہو اور اس صورت مین بھتیجے کی گواہی اولے ہی اور دوسری صورت یہ ہی کہ اسکے قبضہ مین باپ کی میراث مین سے کچھ ہو اور باقی مسئلہ اپنے حال پر ہی تو اس صورت مین دادا کی تمام میراث مدعی کے چچا کو ملیگی اور مدعی کے باپ کی تمام میراث مدعی کو ملیگی اور ان دونون کی موت گویا ایک ساتھ قرار دیجائیگی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر ایک گھر ایک شخص اور اسکے بھتیجے کے قبضہ مین ہی اور ہر ایک نے دعوی کیا کہ میرا باپ مرگیا اور اسکو میرے واسطے میراث چھوڑا ہی کہ میرے سواے وارث نہین ہی تو دونون کو آدھا آدھا دلایا جائے گا پس اگر چچا نے کہا کہ میرے باپ اور بھائی کے درمیان آدھا آدھا تھا اور بھتیجے نے اسکی تصدیق کی ولیکن چچا نے کہا کہ میرا بھائی میرے باپ کے انتقال سے پہلے مرگیا تھا پس اسکا حصہ تیرے اور تیرے دادا کے درمیان چھ حصوں مین تقسیم ہوگیا تھا پھر تیرا دادا مرگیا اور اسکا چھٹا حصہ بھی مجھے ملا ہی پھر بھتیجے نے کہا کہ دادا نے پہلے انتقال کیا اور دادا کا حصہ میرے باپ اور تیرے درمیان نصف نصف تقسیم ہوگیا پھر میرے باپ نے انتقال کیا اور وہ حصہ بھی مجھے ملا پس اگر دونون نے یا ایک نے گواہ نہ قائم کیے تو ہر ایک سے دوسرے کے دعوی پر قسم لیجائیگی پس اگر دونون نے قسم کھالی تو دونون چھوٹ گئے اور جیسا پہلے حال تھا وہی بعد قسم کے رہیگا اور قبل قسم کے گھر دونون مین نصف نصف تھا اور اگر ایک نے قسم سے انکار کیا تو قسم کھالینے والے کیواسطے ڈگری کردیجائیگی اور اگر ایک نے گواہ قائم کیے تو اسکے موافق اسکی ڈگری کردیجائیگی اور اگر دونون نے گواہ قائم کیے تو آدھا آدھا تقسیم ہوگا یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ دو شخصون نے گواہ علیحدہ علیحدہ قائم کیے کہ یہ گھر جو زید کے قبضہ مین ہی وہ ان دونون مدعی مین سے ہر ایک کے باپ کا تھا کہ اسنے مرنیکے بعد اسکے واسطے میراث چھوڑا ہی اور ہم اسکے سوا کوئی وارث نہین جانتے ہین اور ان دونون مدعیون مین سے ایک مدعی اُس قابض

کا بھتیجا ہی اور وارث ہی کہ اسکے سواے اُسکا کوئی وارث نہین ہی پھر ہنوز گواہون کی تعدیل نہوئی تھی کہ زید مرگیا اور وہ گھر اس مدعی کے قبضہ مین آگیا جو اُسکا بھتیجا تھا اور قابض نے کسی کو وصیت بھی نہین کی تھی یعنی وصی نہین بنایا تھا پس اگر فریقین گواہون کی تعدیل ہوگئی تو دونون مین نصف نصف تقسیم ہوگا اگرچہ بھتیجا قابض ہوگیا ہی پس اگر دوسرے مدعی اجنبی نے گواہ قائم کیے کہ یہ گھر میرا ہی مین نے اپنے باپ سے میراث مین پایا ہی تو سماعت نہوگی اور اگر زید کی موت کے بعد ایک کے گواہون کی تعدیل ہوئی اور دوسرے کی نہوئی اور قاضی نے سب گھر کی ڈگری اُسکی کردی پھر دوسرے کے گواہون کی تعدیل ہوئی تو اُسکے لیے کچھ حکم نہ دیا جائیگا مگر جبکہ وہ اُن گواہون کو دوبارہ سناوے یا دوسرے گواہ لاوے اور اُنکی تعدیل ہو اور وہ گواہی دین کہ یہ گھر بسبب میراث کے اُسی کا ہی تو تمام گھر اُسکو دلایا جائیگا پھر اگر اُس شخص نے جسکے واسطے پہلی ڈگری ہوئی تھی یہ کہا کہ مین دوبارہ گواہ لاتا ہون کہ یہ گھر میرا ہی تو اُسکی سماعت نہوگی۔ اگر اجنبی نے زید کی زندگی مین گواہ قائم کیے اور اسکے بھتیجے نے اُسکے مرنے کے بعد گواہ سُنائے اور دونون فریق گواہون کی تعدیل ہوئی تو وہ گھر دونون مین آدھا آدھا تقسیم ہوگا اور اگر بھتیجے نے گواہ قائم کیے یہانتک کہ اجنبی کے واسطے ڈگری کردی گئی پھر بھتیجے نے اجنبی پر گواہ قائم کیے تو بھتیجے کو دلا دیا جائیگا اور اگر بھتیجے نے چچا کی زندگی مین گواہ قائم کیے اور اجنبی نے مرنے کے بعد قائم کیے اور دونون گواہون کی تعدیل ہوگئی تو اجنبی کی ڈگری کیجائیگی اور اگر ہر ایک نے زید کی زندگی مین ایک ایک گواہ قائم کیا پھر زید مرگیا اور بھتیجا اُسکا جو مدعی ہی وارث ہوا پھر ہر ایک نے دوسرا گواہ قائم کیا اور گواہون کی تعدیل ہوگئی تو دونون مین آدھا آدھا تقسیم ہوگا اور بعد آدھا آدھا حکم ہونے کے اگر کسی نے دونون مین سے کہا کہ مین دوسرے پر گواہ قائم کرتا ہون تو التفات نہ کیا جاویگا اگر ہر ایک نے زید پر ایک ایک گواہ قائم کیا پھر جبکہ زید مرگیا تو مدعی اجنبی نے دوسرا گواہ قائم کیا اور اُنکی تعدیل ہوگئی اور قاضی نے اجنبی کی ڈگری تمام گھر پر کردی پھر بھتیجا دوسرا گواہ لایا تو اُسکی طرف التفات نہ کیا جاویگا اور اگر بھتیجے نے دونون گواہ دوبارہ اجنبی پر قائم کیے تو بھتیجے کی ڈگری کردیجائیگی یہ محیط مین لکھا ہی۔ ایک شخص مرگیا اور دو شخصون نے اُسکی میراث کا دعوی کیا کہ ہر ایک دعوی کرتا ہی کہ میت میرا آزاد کیا ہوا غلام ہے اور میرے سوائے اُسکا کوئی وارث نہین ہے اور دونون نے گواہ قائم کیے اور آزاد کرنیکا کوئی وقت مقرر نہ کیا[1] تو میراث دونون مین آدھی آدھی تقسیم ہوگی اور اگر آزاد کرنیکا وقت مقرر کیا تو جسکا وقت مقدم ہی وہی اولے ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی نوادر بشر مین امام ابو یوسف رح سے روایت ہے کہ دو شخص باپ کی طرف سے بھائی ہین اور دونون کے ہاتھ مین ایک گھر ہی کہ ایک نے گواہ قائم کیے کہ یہ گھر میری ماں کا تھا اُسنے انتقال کیا اور میرے اور میرے باپ کے درمیان چار حصون پر تقسیم ہوکر مجھے میراث مین ملا یعنی تین چوتھائی مجھے ملا اور ایک چوتھائی میرے باپ کو پھر میرے باپ نے انتقال کیا اور یہ حصہ چہارم میرے اور تیرے درمیان رہا اور دوسرے نے دعوی کیا کہ یہ گھر میرے باپ کا ہی اُسنے بعد مرنے کے میرے اور تیرے درمیان میراث چھوڑا ہی تو امام ثانی رح نے فرمایا کہ مین اُسکی گواہی قبول کرونگا جو تین چوتھائی کا دعوی کرتا ہی اور دوسرے کے گواہ قبول نہ کرونگا یہ محیط مین لکھا ہے

ساتوان باب

دعوی اور گواہی مین اختلاف و تناقض واقع ہونیکے بیان مین اور کن صورتون مین اپنے گواہون کو

[1] قولہ وقت مقرر نہ کیا یعنی کسی فریق گواہ نے اپنے مدعی کے واسطے یہ نہ بیان کیا کہ اپنے کس وقت و زمانہ مین آزاد کیا ہے ۱۲

جھٹلانا ہوتا ہے اور کن صورتون مین نہین ہوتا ہے واضح ہو کہ مشہود لہ وہ شخص جسکی طرف سے گواہی ہی مشہود علیہ وہ شخص جسپر گواہی دی مشہود بہ وہ چیز جسکی بابت گواہی دی گواہی اگر دعوی کے موافق ہو تو مقبول ہوگی ورنہ نہین یہ کنز مین لکھا ہے اور موافق ہونا لفظ مین معتبر نہین ہے صرف معنی مین موافق ہونا چاہیے حتی کہ اگر غصب کا دعوی کیا اور گواہون نے مدعا علیہ کے غصب کا اقرار کرنیکی گواہی دی تو مقبول ہوگی یہ غایۃ البیان مین لکھا ہے۔ اور موافق ہونے مین یا تو ٹھیک مطابق دعوے کے ہو یا اس سے کم ہو اور اگر دعوی سے زیادہ ہو تو موافقت نہوگی یہ فتح القدیر مین ہے اور اس باب مین چند فصلین ہین

فصل اول دین یعنی مال غیر معین درم و دینار و قرض کے دعوی کے بیان مین۔ اگر مدعی نے ڈیڑھ ہزار کا دعوی کیا اور گواہون نے پانچسو کی گواہی دی تو بدون اسکے مدعی دونون قولون مین توفیق کا دعوی کرے یا گواہ کے بیان سے توفیق ثابت ہووے پانچسو کی ڈگری کر دیجاویگی اسی طرح اگر ایک ہزار کا دعوی کیا اور پانچسو کی گواہی دی تو بھی یہی حکم ہے یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے۔ اگر مدعی نے پانچسو درم کا دعوی کیا اور گواہون نے ہزار درم کی گواہی دی تو گواہی قبول نہوگی مگر جبکہ دونون قولون مین اسطرح توفیق دے کہ واقعی میرے ہزار درم اسپر قرض تھے ولیکن اسنے پانچسو درم مجھے ادا کر دیے یا مین نے اسکو معاف کر دیے تھے اور گواہون کو یہ بات معلوم نتھی تو گواہی قبول ہوگی اور پانچسو درم کی ڈگری کیجائیگی اور جسطرح توفیق دی ہے اسپر گواہ لانے کی ضرورت نہین ہے یہ محیط مین لکھا ہے۔ اگر پانچسو درم کا دعوی کیا اور گواہون نے ایک ہزار کی گواہی دی پس مدعی نے کہا کہ صرف میرے پانچسو درم اسپر ہین اور ہزار درم پہلے میرے اسپر تھے لیکن مین نے پانچسو درم وصول کر لیے اور اس کلام کو ملا کر بیان کیا یا جدا کیے تو گواہی جائز ہے اور پانچسو درم دلائے جاوینگے اور اگر یہ بیان کیا کہ میرے صرف پانچسو درم ہی تھے تو گواہی باطل ہوگی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے۔ اگر قرضدار نے دعوے کیا کہ قرضخواہ نے یعنی مالک مال نے مجھے بری کر دیا ہے یا مجھے حلال کر دیا ہے اور چند گواہ لایا کہ انھون نے گواہی دی کہ مالک مال نے بھر پانیکا اقرار کیا تو قاضی قرضدار سے دریافت کریگا کہ بری کرنا یا تحلیل کس طور سے تھی کیا اسنے ساقط کر دیا تھا یا قرضہ بھر پایا تھا پس اگر اسنے کہا کہ بھر پایا تھا تو گواہی قبول ہوگی اور اگر کہا کہ اسنے ساقط کر دیا تھا تو قبول نہوگی اور اگر خاموش رہا تو امام محمد نے اصل مین لکھا ہے کہ قاضی اسپر جبر نہ کریگا ولیکن گواہی قبول نکریگا جبتک کہ بیان کرکے توفیق نہ دیوے یعنی بیان کرنے پر ۱۲ یہ ذخیرہ مین لکھا ہے۔ قرضدار نے ادا کر دینے کا دعوی کیا اور گواہون نے گواہی دی کہ مالک مال نے بری کیا ہے تو جائز ہے اور قاضی بدون دریافت کرنیکے براءت کا حکم دیدیگا اور قاضی کے حکم سے قرضدار کی براءت معاف کر دینے کی ثابت ہوگی نہ یہ براءت کہ اسنے تمام مال ادا کر دیا ہے اسوجہ سے بری ہو گیا یہانتک کہ اگر یہ قرضدار کسی کی طرف سے اسکے حکم سے کفیل تھا اسوجہ سے قرضدار تھا اور اسنے ادا کر دینے کے گواہ سنائے اور گواہون نے بری کر دینے کی گواہی دی تو صاحب مال کو اختیار باقی رہیگا کہ اپنا تمام مال اصیل سے لیوے اور کفیل کو اختیار نہوگا کہ اصیل سے کچھ مال وصول کرے یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہے۔ اگر قرضدار نے ادا کر دینے کا دعوی کیا اور گواہون نے یہ گواہی دی کہ طالب نے اسکو ہبہ یا صدقہ کر دیا یا یہ حلال ہو گیا یا حلال کر دیا یا مدعی

سلہ توفیق یعنی اپنے دعوی مین اور گواہون کی اختلافی شہادت مین موافقت بیان کرے مثلاً اسنے سو درم کا دعوے کیا اور گواہون نے ڈیڑھ سو درم کی گواہی دی پھر اسنے کہا کہ ہان اصل مین ڈیڑھ سو درم تھے مگر مین نے پچاس معاف کر دیے جس سے گواہون کو خبر نہوئی ۱۲

نے ہبہ یا صدقہ وغیرہ کا دعوی کیا اور گواہون نے بھر پانیکی گواہی دی تو مقبول نہوگی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے منتقی مین لکھا ہے کہ گواہون نے یہ گواہی دی کہ زید کے عمرو پر ہزار درم ہین کہ آمین سے اسنے سو درم وصول پائے ہین اور طالب نے کہا کہ مین نے کچھ وصول نہین پایا ہے تو امام اعظم وامام ابو یوسف نے فرمایا ہے کہ ہزار درم قرضہ کا حکم دیا جائیگا اور سو درم وصول پانیکا فیصلہ کیا جائیگا کہ اسنے سو درم وصول پائے ہین یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہے عیون مین لکھا ہے کہ اگر دو شخصون نے گواہی دی کہ اسکے زید پر ہزار درم قرض ہین اور اسنے پانچسو درم وصول لیے ہین اور اسنے ادا کر دیے ہین اور طالب نے بیان کیا کہ میرے اسپر ہزار درم ہین اور مین نے کچھ وصول نہین پایا ہے اور گواہون نے ہزار درم قرض ہونا درست بیان کیا اور پانچسو درم وصول پانے مین انکو وہم ہوا ہے تو گواہون کی گواہی اگر عادل ہین قبول ہوگی اور اگر طالب نے یون بیان کیا کہ گواہون کی گواہی قرضہ کی بابت صحیح ہے اور پانچسو درم ادا کر دینے کی بابت دروغ اور جھوٹ ہے تو گواہی قبول نہوگی کیونکہ اسنے اپنے گواہون کو خود فاسق ٹھہرایا یہ محیط مین لکھا ہے۔ اگر گواہون نے گواہی دی کہ اسکے زید پر ہزار درم تھے ولیکن اسنے اسکو بری کر دیا ہے اور مدعی نے کہا کہ مین نے بری نہین کیا ہے اور مشہود علیہ نے کہا کہ مجھپر کچھ نہین تھا اور نہ اسنے مجھے بری کیا ہے تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر گواہی براءت متروک کرتا تو مین ہزار درم کا حکم مدعا علیہ پر جاری کرتا یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہے۔ اگر کسی شخص پر ہزار درم ہونیکی گواہی دی اور مدعی اسکا دعوی کرتا ہے اور یہ بھی گواہی دی کہ مدعا علیہ کے مدعی پر سو دینار ہین اور مدعی اس سے انکار کرتا ہے تو گواہی مقبول نہوگی یہ ذخیرہ مین لکھا ہے۔ ایک شخص نے دوسرے پر یہ دعوی کیا کہ اسنے اپنا گھر مجھے کرایہ پر دیا تھا اور مال کرایہ لے لیا تھا اور پھر مر گیا تو اجارہ ٹوٹ گیا اب مجھے اپنا مال ملنا چاہیے پھر گواہون نے گواہی دی کہ اجارہ دینے والے نے مال اجارہ وصول پانیکا اقرار کیا ہے تو گواہی قبول ہوگی اگرچہ عقد اجارہ واقع ہونیکی گواہی نہ دی یہ خلاصہ مین لکھا ہے گواہون نے ایک شخص کیطرف سے گواہی دی کہ اسکے ہزار درم باندی کے مول کے زید پر آتے ہین اور مشہود لہ نے بیان کیا کہ مدعا علیہ نے ان گواہون کو اسی بات پر گواہ کیا تھا اور درحقیقت میرے ہزار درم اسپر ایک اسباب کی قیمت کے آتے ہین تو گواہی جائز ہے اور مشائخ نے فرمایا کہ مراد یہ ہے کہ جب گواہون نے یہ گواہی دی کہ مدعا علیہ نے ہزار درم باندی کے دام اپنے اوپر قرض ہونیکا اقرار کیا ہووے کیونکہ یہ مسئلہ جو بیان کیا جاتا ہے اسطرح محفوظ ہے کہ اگر ایک شخص نے دوسرے پر ہزار درم ایک اسباب کے درم قرض ہونیکا دعوی کیا اور گواہون نے بیان کیا کہ وہ ایک باندی کی قیمت ہے جو اسنے اس مدعی سے غصب کر لی تھی اور ہلاک ہو گئی تو گواہی مقبول نہوگی اور اگر صورت مسئلہ یہی رہی اور اقرار مدعا علیہ پر گواہی دین تو مقبول ہوگی یہ محیط اور خلاصہ اور ذخیرہ مین لکھا ہے اور اگر مدعی نے بیان کیا کہ اسنے انکو گواہ نہین کیا تھا تو قبول نہوگی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے۔ ایک شخص نے دوسرے پر سو قفیز گیہون بسبب بیع سلم ہونیکے دعوی کیا کہ سب شرطین سلم صحیح ہونیکی موجود تھین اور گواہون نے بیان کیا کہ مدعا علیہ نے اپنے اوپر سو قفیز قرض ہونیکا اقرار کیا ہے اور اس سے زیادہ نہ بیان کیا تو بعضون نے کہا کہ گواہی قبول نہوگی اور بعضون نے

ل۵ متروک یعنے مدعی اپنے گواہون کی تکذیب نہ کرتا تو مین مدعی کے واسطے حکم دیتا کیونکہ مدعا علیہ سرے سے مال ہی سے منکر ہے اور گواہون کا اسکے لیے براءت کا حکم دینا بغیر دعوے کے قبول نہین ہے تو مدعی کا دعوے ثابت ہے اسی طرح یہ مقام سمجھا جاتا ہے واللہ اعلم ۱۲ منہ

کہا قبول ہونی چاہیے اور اول اصح ہے یہ ذخیرہ مین لکھا ہے ایک شخص نے دوسرے پر قرضہ کا دعوی کیا اور گواہی گذری کہ مدعی
نے اسکو دس درم دیے ہین اور یہ نہ کہا کہ مدعا علیہ نے قبضہ کیا تو قبضہ مدعا علیہ کا ثابت ہوگا اور اگر وہ کہے کہ مین نے بطور
امانت کے قبضہ کیا ہے تو قول اسی کا لیا جاویگا پھر اگر مدعی نے یہ دعوی کیا کہ بطور قرض کے اسنے قبضہ کیا ہے تو اسکے گواہ لانیکی ضرورت
ہوگی یہ خزانۃ المفتین مین لکھا ہے۔ دیناروں کا دعوی کیا اور گواہون نے کہا کہ مدعی نے مدعا علیہ کو دینار دیے ہین تو گواہی
نامقبول ہے یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہے قرض کا دعوی کیا اور گواہون نے مدعا علیہ کے مال کا اقرار کرنیکی گواہی دی تو بدون سبب
بیان کرنیکے مقبول ہوگی اور اگر دس دینار قرض کا دعوی کیا اور گواہون نے کہا کہ (اور را دادنی ست) یعنی مدعا علیہ کو
دینا چاہیے ہین تو اس سے قرضہ ثابت نہوگا اور اگر کہا کہ دادنی است بسبب قرض یعنی بسبب قرض کے دینا چاہیے ہین
تو مقبول ہوگی یہ خزانۃ المفتین مین لکھا ہے۔ اگر ایک شخص نے دوسرے پر قرض کا دعوی کیا اور سبب بیان کیا اور گواہون
نے سبب بیان کیا تو گواہی جائز ہے یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہے محیط مین لکھا ہے کہ اگر قرض کے مانند سبب کا دعوی کیا
اور گواہون نے مطلق درم و دینار کی اسکے ذمہ ہونیکی گواہی دی تو شمس الاسلام اوزجندی فرماتے تھے کہ ایسی گواہی مقبول
نہوگی اور فتاوی قاضیخان مین لکھا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ قبول ہوگی اور اگر ہزار درم کا دعوی کیا اور کہا کہ پانچسو درم ایک غلام
کے دام ہین جو اسنے مجھسے خرید کر قبضہ کیا تھا اور پانچسو درم کسی اسباب کے دام ہین جو اسنے مجھسے خرید کر قبضہ کیا تھا اور گواہون
نے صرف پانچسو درم کی مطلق گواہی دی کوئی سبب نہ بیان کیا تو گواہی پانچسو کی مقبول ہوگی اور سبب کا بیان
کرنا ضرور نہین ہے اور یہ مسئلہ صریح اس بات کی دلیل ہے کہ دین کے دعوے مین اگر سبب بیان ہوا اور گواہون نے
مطلقًا گواہی دی تو مقبول ہوتی ہے اور سبب بیان کرنا شرط نہین ہے اور امام ظہیر الدین مرغینانی اسی پر فتوے
دیتے تھے یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہے

دوسری فصل

املاک کے دعوی کے بیان مین اگر مدعی نے لفظ دار کے ساتھ دعوی کیا اور گواہون نے لفظ بیت کے
ساتھ اسکی طرف سے گواہی دی تو بعضون نے کہا کہ ہمارے محاورہ[1] عرف کے موافق قبول ہونا چاہیے اور یہی اظہر ہے یہ ذخیرہ مین
لکھا ہے اگر مدعی نے تمام گھر کا دعوی کیا اور گواہون نے آدھے گھر کی گواہی دی تو جائز ہے اور آدھے گھر کی ڈگری مدعی
کو دیجائیگی اور کچھ توفیق کی ضرورت نہین ہے یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے۔ اگر کسی ملک کا مطلقًا دعوی کیا اور گواہون
نے کسی سبب معین کے ساتھ گواہی دی تو مقبول ہوگی یہ تبیین مین لکھا ہے مگر قاضی کو چاہیے کہ مدعی سے دریافت کرے
کہ کیا تو اسی سبب سے ملک کا دعوی کرتا ہے جسکی گواہون نے گواہی دی ہے یا کسی اور سبب سے دعوی کرتا ہے پس اگر گواہون
کے بیان کیے ہوے سبب سے دعوی کرنا ظاہر کیا تو اسکے لیے ملکیت کا حکم دیدیگا اور اگر کسی دوسرے سبب سے
دعوی کرنا بیان کیا یا کہا اس سبب سے دعوی نہین کرتا ہون تو اسکے گواہون کی گواہی قبول نہ کریگا یہ محیط مین لکھا ہے۔ اگر کسی نے

---

[1] قولہ محاورہ عرف مترجم کہتا ہے کہ یہ اس بنا پر ہے کہ دار بمعنی گھر و بیت بمعنی کوٹھری و رات گذارنے کی جگہ سب
زبان فارسی و تورانی مین خانہ کے لفظ سے معروف ہین اور مترجم کہتا ہے بنا بر مذکور کے ہماری زبان مین گھر کے دعوے
مین کوٹھری وغیرہ کی گواہی پورے دعوے پر قبول نہونی چاہیے فافہم واللہ اعلم ۱۲ منہ

مطلقاً ملک کا دعوی کیا اور گواہوں نے کسی سبب سے ملکیت کی گواہی دی پھر مطلقاً ملکیت کی گواہی دی تو گواہی مقبول نہوگی اور اگر پہلے مطلقاً ملکیت کی گواہی دی پھر کسی سبب سے ملکیت کی گواہی دی تو مقبول ہوگی یہ فصول عمادیہ میں لکھا ہے اگر کسی نے دعوی کیا کہ یہ چیز میری ملکیت کی چیز سے میری ملک میں پیدا ہوئی ہے اس سبب سے میں اسکا مالک ہوں اور گواہوں نے ملک مطلق کی گواہی دی تو مقبول ہوگی اور اگر مطلقاً ملک کا دعوی کیا اور گواہوں نے ملکیت میں ملک سے پیدا ہونیکے سبب سے ملک کی گواہی دی تو مقبول نہوگی یہ خزانۃ المفتین میں لکھا ہے اگر مدعی نے کسی شخص کے پاس ایک گھوڑے پر دعوی کیا اور کہا کہ میری ملکیت میں ملک سے پیدا ہونیکے سبب سے اور گواہوں نے بیان کیا کہ اسنے قابض سے خرید کیا ہے و اسطے اسکا ہے تو مقبول نہوگی لیکن اگر یوں توفیق دی کہ واقعی میری ملکیت میں پیدا ہوا تھا پھر میں نے اسکو مدعا علیہ کے ہاتھ فروخت کیا پھر اس سے خرید لیا ہے پس جب تک اس طرح توفیق کا دعوی نکرے تب تک گواہی قبول نہوگی یہ ظہیریہ میں لکھا ہے۔ اگر ملک مطلق کا دعوی کیا اور گواہوں نے بیان کیا کہ اسنے اسکو اپنے باپ کی میراث میں پایا ہے یا فلاں شخص سے خریدا ہے اور وہ اسکا مالک تھا اور یہ نہ کہا کہ وہ اسکا فی الحال مالک ہے تو یہ گواہی مقبول ہوگی اور وہ شے معین مدعی کو دلائی جاویگی لیکن قاضی کو روا ہے کہ گواہوں سے دریافت کرے کہ تم جانتے ہو کہ اسکی ملک سے نکل گئی یہ فصول عمادیہ میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے دعوی کیا کہ یہ چیز مجھے اپنے باپ کی میراث میں ملی ہے اور اُسکے گواہوں نے بیان کیا کہ یہ چیز اسکو اور اسکے بھائی کو اسکے باپ کی میراث سے ملی ہے تو گواہی جائز ہے یہ فتاوی قاضیخان میں لکھا ہے منتقی میں لکھا ہے کہ ایک شے پر کسی شخص نے مطلقاً ملک کا دعوی کیا اور اسکی تاریخ بیان کی اور کہا کہ مدعا علیہ نے مجھ سے ایک مہینہ ہوا کہ لیکر قبضہ کر لیا ہے اور گواہوں نے ملک مطلق کا بلا تحریر تاریخ گواہی دی تو تمام مقبول ہوگی اور اگر اسکا عکس ہو تو مقبول ہوگی اور یہی مختار ہے اور میراث کے سبب سے ملک کا دعوی بمنزلہ ملک مطلق کے دعوی کے ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اگر ایک گھر پر جو ایک شخص کے قبضہ میں ہے یہ دعوی کیا کہ ایک سال سے یہ میرا ہے اور گواہوں نے گواہی دی کہ بیس برس سے اسکا ہے تو گواہی باطل ہے اور اگر مدعی نے بیس برس سے ملکیت کا دعوی کیا اور گواہوں نے کہا کہ ایک سال سے اسکا ہے تو گواہی مقبول ہوگی یہ فتاوی قاضیخان میں لکھا ہے کسی مال معین پر اپنی ملکیت کا دعوی کیا اور کہا کہ اس شخص قابض نے مجھسے ایک مہینہ سے لیکر قبضہ کر لیا ہے اور ناحق لیکر قبضہ کر لیا ہے اور گواہوں نے اسکی ملکیت کی گواہی دی اور قبضہ کی مدت نہ بیان کی کہ کب سے لیکر اسنے قبضہ کیا ہے تو گواہی قبول نہوگی[۱] اسیطرح اگر مدعی نے بلا میعاد مدعا علیہ کے قبضہ کر لینے کا دعوی کیا یعنی دعوی میں اُسنے کچھ مدت نہ بیان کی اور گواہوں نے گواہی دی کہ مدعا علیہ نے ایک مہینہ سے قبضہ کر لیا ہے تو بھی مقبول نہوگی لیکن اگر مدعی نے اسطرح توفیق دی کہ میری یہی مراد تھی کہ ایک مہینہ سے اسنے قبضہ کر لیا ہے تو مقبول ہوگی اور بعضوں نے کہا کہ بدون توفیق دینے کے ایسی گواہی مقبول ہوگی یہ فصول عمادیہ میں لکھا ہے مدعی نے دعوی کیا کہ اسنے اسقدر میرا مال ایسی وجہ سے اپنے قبضہ میں کیا ہے کہ اسپر واپس کرنا ضرور ہے اور گواہوں نے مطلقاً قبضہ کر لینے کی گواہی دی اور یہ نہ کہا کہ مدعا علیہ نے ایسی وجہ سے قبضہ کیا ہے

[۱] قبول نہ ہوگی یعنی ملک مدعی کے بارہ میں نہیں قبول ہے کیونکہ اسوقت گواہ اپنا معائنہ بیان کرتے ہیں اگرچہ بلا تاریخ اور اصح یہ کہ قبول ہونی چاہیے کیونکہ مقصود صرف اسی قدر کہ اسنے ناحق قبضہ کیا اور اسی وقت وہ گواہ ہوئے تو مدت یاد رکھنا انپر لازم نہیں ہے فافہم ۱۲ منہ

کہ اسکو واپس کر دینا واجب ہے تو اصل قبضہ کے باب مین گواہی مقبول ہوگی پس واپس دینا واجب ہوگا کذا فی البحر الرائق اور اسیطرح اگر یہ گواہی دی کہ مدعا علیہ نے قبضہ کر لینے کا اقرار کیا ہے تو بھی مقبول ہوگی یہ خزانۃ المفتین مین لکھا ہے۔ اگر دعویٰ کیا کہ اسنے میرے اسقدر مال پر قبضہ کیا اور ناحق قبضہ کیا ہے اور اسکے گواہون نے بیان کیا کہ مدعا علیہ نے بطریق سوم لینے کے قبضہ کیا ہے تو گواہی قبول ہوگی یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہے اور اگر مدعی نے غصب کی راہ سے قبضہ کر لینے کا دعویٰ کیا اور گواہون نے سود کی وجہ پر قبضہ کر لینے کی گواہی دی تو مقبول نہوگی ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ تو نے میرے مال سے ایک اونٹ ناحق اپنے قبضہ مین کر لیا ہے اور اُسکی قیمت اور رنگ وصف کر دیا اور گواہون نے گواہی دی کہ اس قابض نے فلان شخص کا اونٹ اپنے قبضہ مین کر لیا ہے یعنی مدعی کے سوا دوسرے کا نام لیا تو یہ گواہی مقبول ہوگی یہانتک کہ جبراً حاضر لانیکا حکم کیا جائیگا یہ خزانۃ المفتین مین لکھا ہے اگر گواہون نے بیان کیا کہ اس شخص نے فلان شخص کا غلام غصب کر لیا تھا مگر پھر اسے واپس دیا اور وہ اپنے مالک کے پاس مر گیا اور مغصوب منہ نے کہا کہ مجھے اسنے واپس نہین دیا اور اُسی کے پاس مر گیا ہے اور مشہود علیہ نے کہا کہ نہ مین نے غصب کیا اور نہ میرے پاس مر گیا اور نہ ہمین کوئی چیز واقع ہوئی تو فرمایا کہ مین اسکی قیمت مدعی کو دلاؤنگا یہ ظہیریہ مین لکھا ہے اور اسیطرح اگر گواہون نے بیان کیا کہ مدعا علیہ نے غصب کیا اور اسکے مالک نے اس غلام کو غاصب کے پاس مار ڈالا ہے اور مغصوب منہ بیان کیا کہ میرے پاس سے اسنے غصب کر لیا ہے مگر مین نے اسکے پاس غلام کو قتل نہین کیا اور وہ اسی کے پاس مر گیا ہے اور مشہود علیہ نے بیان کیا کہ مین نے کوئی غصب نہین کیا اور نہ مدعی نے کوئی اپنا غلام میرے پاس مار ڈالا ہے تو اس صورت مین بھی مدعا علیہ پر غلام کی قیمت واجب ہے یہ فتاویٰ قاضیخان مین لکھا ہے۔ اگر مدعی نے دعویٰ کیا کہ مدعا علیہ نے ہلاک کر ڈالا ہے اور گواہون نے مدعا علیہ کے قبضہ کر لینے کی گواہی دی تو قبول ہوگی۔ مدعی نے دعویٰ کیا کہ اسنے میرے مال مین سے اسقدر اسباب تلف کیا اور اسپر اسکی قیمت واجب ہے اور گواہون نے بیان کیا کہ مدعا علیہ نے اسکو فلان شخص کے ہاتھ فروخت کر کے سپرد کر دیا ہے تو گواہی مقبول ہے اور اگر فقط بیع کر دینا ذکر کیا اور سپرد کرنا نہ ذکر کیا تو یہ گواہی تلف کر دینے پر درست نہوگی یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہے۔ اگر دعویٰ کیا کہ اسنے میرا گدھا غصب کر لیا ہے اور گواہون نے گواہی دی کہ گدھا مدعی کی ملک ہے اور اس شخص کے قبضہ مین ناحق ہے تو یہ گواہی مقبول ہوگی یہ خزانۃ المفتین مین لکھا ہے۔ اگر دس من آٹا مع بھوسی ملے ہوئے کا دعوے کیا اور گواہون نے آٹے کی بدون بھوسی کے گواہی دی تو مقبول نہوگی اور اسی طرح اگر چھنے ہوئے آٹے کا دعویٰ کیا اور گواہون نے بے چھنے ہوئے کی گواہی دی تو مقبول نہوگی اور اگر مدعی نے کھری چاندی کا دعوے کیا اور وزن بیان کر دیا اور گواہون نے چاندی اور وزن کی گواہی دی اور کھری وغیرہ صفت کا بیان نہ کیا تو یہ گواہی مقبول ہوگی اور ردی چاندی دلوائی جاویگی یہ خلاصہ مین لکھا ہے منتقی مین مذکور ہے کہ ایک گھر ایک شخص کے قبضہ مین ہے اسپر ایک شخص نے دعوے کیا کہ یہ گھر میرے اور قابض کے درمیان نصف نصف ہے کہ مجھے باپ کی میراث مین ملا ہے اور قابض نے اسکا انکار کیا اور کہا کہ سب میرا ہے پھر مدعی گواہ لایا کہ جنہوں نے گواہی دی کہ یہ گھر اس مدعی کے باپ کا ہے اور وہ مر گیا اور اسنے اس مدعی کیواسطے میراث چھوڑا ہے اور اسکے سوا اسکا کوئی وارث نہین ہے پس امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر پہلے مدعی نے یہ دعویٰ نہین کیا کہ آدھا میرے سے آدھا قابض کو میری طرف سے نکل گیا ہے تو اسکے گواہون کی یہ گواہی باطل ہوگی اور اگر مدعی نے کہا کہ مین نے

اسکا آدھا مدعا علیہ کے ہاتھ ہزار درم کو فروخت کیا تھا تو قاضی اسکو بیع کر دینے کے دعوی مین صادق نہ جانے گا اور نہ اسکو اپنے گواہون کو جھٹلانے والا گردانے گا اور آدھے گھر کی ڈگری اسکے نام میراث کی وجہ سے کر دیگا۔ اور اگر وہ اسکے گواہ لایا کہ مین نے آدھا گھر مدعا علیہ کے ہاتھ ہزار درم کو فروخت کر دیا ہے یا اسنے اس شرط پر مدعا علیہ سے صلح کر لی ہے کہ آدھا گھر اسکے سپرد کر دے تو گواہی قبول ہوگی اور تمام گھر کی ڈگری اسکے نام کر دیگا اور آدھا گھر مدعا علیہ کے ہاتھ فروخت ہونیکا حکم دیگا بشرطیکہ مدعی نے بیع کا دعوی کیا ہو اور مدعا علیہ ثمن دیدیگا اور اگر صلح کر لینے پر اسنے گواہ قائم کیے تھے تو صلح باطل کر کے تمام گھر مدعی کے حوالہ کیا جاویگا یہ محیط مین لکھا ہے منتقی مین لکھا ہے کہ کسی نے یہ دعوی کیا کہ اس گھر مین سے آدھا ملکے باپ ہوا میرا ہے اور وہ گھر دو شخصون کے قبضہ مین تھا کہ دونون نے اسکو تقسیم کر لیا تھا اور ایک غائب ہو گیا تھا اور مدعی نے حاضر سے جھگڑا کیا اور گواہون نے گواہی دی کہ مدعی کا یہی آدھا ہے جو اس حاضر کے قبضہ مین ہے تو گواہی مقبول نہوگی یہ وجیز کردری مین لکھا ہے اگر ایک مال معین کسی شخص کے قبضہ مین تھا اسپر ایک شخص نے دعوی کیا کہ میرا ہے اور اسپر گواہ قائم کیے پھر مدعی نے کہا کہ یہ مال ہرگز کبھی میرا نہ تھا تو گواہی باطل اور نامقبول ہوگی اور اگر حکم قاضی ہو چکا تھا تو باطل ہو جائیگا اور اسیطرح اگر ہرگز کا لفظ نہ کہا تو بھی یہی حکم ہے یہ محیط مین لکھا ہے اگر کسی نے ایک غلام پر جو ایک شخص کے قبضہ مین ہے دعوی کیا اور گواہ پیش کیے کہ جنھون نے یہ گواہی دی کہ مدعا علیہ نے اقرار کیا ہے کہ یہ غلام مدعی کی ملک ہے تو گواہی قبول ہوگی اور اگر گواہون نے کہا کہ مدعا علیہ نے اقرار کیا ہے کہ مین نے مدعی سے خریدا ہے اور مدعی نے کہا کہ اسنے یہ اقرار کیا ولیکن مین نے اسکے ہاتھ نہین فروخت کیا ہے تو مدعی غلام کو لے لیگا اسیطرح اگر قبضہ بطور چکانے کے واقع ہونیکا اقرار کیا اور گواہون نے گواہی دی کہ اسنے اقرار کیا ہے کہ مدعی نے مجھے کرایہ پر دیا ہے تو بھی یہی حکم ہے اسیطرح اگر گواہی دی کہ مدعا علیہ نے کہا کہ تو نے میرے ہاتھ اتنے دامون کو فروخت کیا ہے یا یہ گواہی دی کہ اسنے اقرار کیا ہے کہ مدعی نے میرے پاس ودیعت رکھا ہے تب بھی یہی حکم ہے اور اگر گواہون نے یہ گواہی دی کہ مدعا علیہ نے اقرار کیا کہ مدعی نے مجھے دیا ہے تو قبول نہوگی اور اگر یہ گواہی دی کہ مدعا علیہ نے غصب کر لینے کا اقرار کیا یا یہ اقرار کیا کہ مدعی نے میرے پاس رہن کیا ہے تو مقبول ہوگی اور غلام مدعی کو دلایا جائیگا یہ خلاصہ مین لکھا ہے ایک شخص نے ایک باندی پر جو ایک شخص کے قبضہ مین ہے دعوی کیا اور کہا کہ یہ باندی میری تھی اور گواہون نے گواہی دی کہ یہ باندی اسکی ہے تو یہ مسئلہ کسی کتاب مین مذکور نہین اور مشائخ نے ایسی گواہی مین اختلاف کیا بعضون نے کہا کہ قبول ہوگی اور بعض نے کہا کہ مقبول نہوگی اور یہی اصح ہے یہ محیط و ذخیرہ مین لکھا ہے۔ اگر دعوی کیا کہ یہ باندی میری تھی اور گواہون نے گواہی دی کہ یہ اسکی تھی تو مقبول نہوگی یہ خزانۃ المفتین مین لکھا ہے۔ اگر مدعی نے دعوی کیا کہ یہ میری ہے اور گواہون نے گواہی دی کہ یہ اسکی تھی تو مقبول ہوگی۔ اگر ایک شخص نے ایک گھر پر جو ایک شخص کے قبضہ مین ہے دعوی کیا اور گواہون نے یہ گواہی دی کہ یہ گھر اس مدعی کے قبضہ مین تھا تو ظاہر الروایت کے موافق گواہی نامقبول اور ڈگری نہوگی یہ محیط مین ہے۔ اگر ایک گھر کا دعوی کیا اور اسمین سے ایک کوٹھری اور اسکے جانے کا راستہ اور تمام حقوق و مرافق کو نکال دیا پھر گواہون نے اسکے واسطے گھر کی گواہی دی اور جو کچھ مدعی نے نکال ڈالا تھا اُسکا استثنا نہ کیا تو مقبول نہوگی ولیکن اگر مدعی نے توفیق اسطرح دی کہ سب گھر میرا تھا ولیکن جو کچھ مین نے نکالا ہے وہ اسکے ہاتھ بیچ ڈالا تھا تو مقبول ہوگی یہ وجیز کردری مین لکھا ہے۔ اگر گواہون نے

ایک دار کی کسی کی ملکیت ہونے کی گواہی دی پس مشہود لہ نے کہا کہ اسمین سے فلان بیت سوائے مدعا علیہ کے فلان شخص کا ہے میرا نہین ہے تو اسنے اپنے گواہون کی تکذیب کی پس اگر اسنے قاضی کے حکم دینے سے پہلے یہ بیان کیا تو اسکے لیے اور دوسرے مقر لہ کے لیے کسی چیز کی ڈگری نہوگی اور اگر حکم دینے کے بعد بیان کیا تو امام ابو یوسف نے فرمایا کہ فلان شخص کے واسطے جو اقرار کیا ہے وہ جائز رکھون گا اور فلان شخص کو دلا دون گا اور باقی دار مدعا علیہ کو واپس دلاؤن گا اور مدعی اس بیت کی قیمت جو اسنے دوسرے فلان شخص کے واسطے اقرار کیا ہے مشہود علیہ کو ڈانڈ دیگا یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے۔ ایک شخص نے ایک دار کا دعوی کیا اور گواہ لایا اور عمارت کا حکم تبعاً دیدیا گیا پھر مدعی نے کہا کہ عمارت مدعا علیہ کی ہے یا مدعا علیہ نے اسپر گواہ پیش کیے تو عمارت اسکو دلا دیجاویگی اور زمین کی بابت جو حکم ہوا ہے وہ باطل نہوگا اور اگر گواہون نے اپنی گواہی مین عمارت کو بھی صاف ذکر کیا تھا اور حکم قضا اسکے ساتھ بھی متعلق ہوا تھا پھر مدعی نے اقرار کیا کہ عمارت مدعا علیہ کی ہے تو حکم قضا باطل ہوگا پھر اگر مدعا علیہ نے گواہ پیش کیے کہ عمارت اسکی ہے تو کچھ حکم نہ دیا جائیگا یہ ذخیرہ مین لکھا ہے منتقی مین ہے کہ اگر گواہون نے کسی شخص کیطرف سے ایک دار کی گواہی دی پھر جب انکی تعدیل ثابت ہو گئی تو مدعا علیہ نے کہا کہ عمارت میری ہے مین نے بنوائی ہے اور اسپر گواہ پیش کرنے چاہے پس اگر مدعی کے گواہ حاضر ہون تو قاضی ان سے دریافت کریگا کہ عمارت کس کی ہے پس اگر انھون نے کہا کہ مدعی کی ہے تو مدعا علیہ کے قول کیطرف التفات نہ کریگا اور اگر انھون نے کہا کہ ہم نہین جانتے کہ عمارت کسکی ہے ہان اسکی ہم گواہی دیتے ہین کہ زمین مدعی کی ہے تو عمارت مدعا علیہ کو دلائی جائیگی بشرطیکہ گواہ قائم کرے اور حکم دیا جائے گا کہ عمارت گرا کر زمین مدعی کے سپرد کرے اور اگر مدعا علیہ گواہ نہ لایا تو قاضی مدعی کی گواہی پر اسکے واسطے زمین کی ڈگری کر دیگا اور عمارت زمین کے تابع ہوگی بعد ازان اگر مدعا علیہ گواہ لایا کہ عمارت میری ہے تو لے لے گا یہ فصول عمادیہ مین ہے منتقی مین ہے کہ اگر گواہ مدعی دار کی گواہی دیکر مر گئے یا غائب ہو گئے اور مدعی کو یہ قدرت نہ ہی کہ پھر انکو حاضر کرے پھر ایک شخص آیا اور اسنے دعوی کیا کہ اس دار کی عمارت میری ہے اور اسکے دو گواہون نے اسپر گواہی دی تو قاضی دار کے مدعی کیواسطے زمین کی ڈگری کر دیگا اور عمارت دونون مدعیون مین نصف نصف تقسیم ہوگی پھر اگر مدعا علیہ نے حکم قاضی سے پہلے یا بعد اسکے گواہ پیش کئے کہ عمارت میری ہے تو مقبول نہین ہے اور اگر مدعی کے گواہون نے بیان کیا کہ زمین مدعی کی ہے اور ہم نہین جانتے ہین کہ عمارت کسکی ہے تو مدعی کے واسطے زمین کی ڈگری کیجائیگی اور عمارت کی ڈگری خاص اسکے مدعی کے لیے ہوگی یہ محیط مین لکھا ہے اور جس زمین مین خرما وغیرہ کے درخت ہون اور گواہ درختون اور زمین کی تفصیل نہ بیان کرین تو اسکا حکم مثل دار کے ہے اور قاضی زمین کی ڈگری مدعی کیواسطے کریگا اور درخت اسکے تابع ہونگے نہ یہ کہ گواہی درختون پر معتبر ہوگی۔ اور اسی طرح اگر گواہون نے کہا کہ یہ انگوٹھی یا یہ تلوار فلان مدعی کی ہے اور نگینہ اور حلیہ کا ذکر نہ کیا تو قاضی مدعی کے واسطے انگوٹھی مع نگینہ اور تلوار مع حلیہ کے ڈگری کر دیگا بدون اسکے کہ نگینہ اور حلیہ کی نسبت گواہی کی وجہ سے حکم دینا معتبر ہو اور اسی وجہ سے اگر مدعا علیہ نے نگینہ یا حلیہ اپنی ملکیت ہونے کے گواہ پیش کیے تو اسکے لیے حکم ہو جائیگا خواہ قاضی نے اسکے لیے مدعی کیواسطے پہلے حکم دیدیا ہو یا نہ دیا ہو یہ فصول عمادیہ مین

لکھا ہی۔ ایک باندی ایک شخص کے قبضہ مین ہی اور اسکی لڑکی دوسرے کے قبضہ مین ہی پھر ایک مدعی نے باندی کے قابض پر
نالش کی کہ یہ میری ہی اور قاضی نے اسکی ڈگری کر دی تو اسکو باندی کی لڑکی لینے کا اختیار اسی حکم سے حاصل نہوگا
اسی طرح اگر ایک شخص کے قبضہ مین ایک درخت ہی اور اُسکے پھل دوسرے کے پاس ہین پھر ایک مدعی نے درخت کے قابض پر
گواہ پیش کر کے قاضی کے حکم سے درخت لے لیا تو اس حکم سے اسکو پھل لے لینے کا اختیار نہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین
منقول ہی اگر گواہون نے ایک باندی کی نسبت جو ایک شخص کے قبضہ ہی یہ گواہی دی کہ یہ باندی اس مدعی کی ہی اور
اُسکی ڈگری ہو گئی پھر گواہ غائب ہو گئے یا مر گئے اور معلوم ہوا کہ اس باندی کی کوئی اولاد مشہود علیہ کے پاس ہے کہ
جسکو گواہون نے نہین دیکھا تھا تو مدعی اسکو لے لیگا اور اسیطرح اگر مدعا علیہ کے پاس باندی کی اولاد ہونا معلوم ہو مگر گواہون
نے صرف باندی کی گواہی دی تو بھی مدعی باندی مع اولاد حکم قاضی سے لے لیگا اور اگر قابض نے کہا کہ مین اسکے
گواہ پیش کرتا ہون کہ یہ اولاد میری ہی تو قاضی التفات نہ کریگا اور باندی مع اولاد مدعی کو دلا دیگا پھر جب قاضی نے
ایسا حکم دیدیا پھر گواہ حاضر ہوے اور کہا کہ اولاد مدعی کی نہین ہی مدعا علیہ کی ہی تو قاضی اسکو نہ دلا دیگا اگرچہ گواہ لا دے
اور اگر حکم دینے سے پہلے گواہ حاضر تھے اور قاضی نے اُن سے دریافت کیا کہ اولاد کس کی ملک ہے انھون نے کہا کہ
مدعا علیہ کی ہی یا کہا کہ ہم نہین جانتے ہین تو قاضی اولاد کی نسبت کچھ حکم نہ دیگا اور باندی مدعی کو دلا دیگا یہ ذخیرہ مین لکھا ہی ایک
شخص نے ایک گھر کی نسبت جو ایک شخص کے قبضہ مین ہی دعوی کیا اور گواہ سُنائے اور قاضی نے ڈگری کر دی پھر مدعی نے
اقرار کیا کہ یہ گھر سوائے مدعا علیہ کے فلان شخص کا ہی میرا حق اسمین نہین ہی اور فلان شخص نے خواہ اسکی تصدیق کی یا تکذیب
کی تو اس سے حکم قضا باطل نہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی اور اگر مدعی نے کہا کہ یہ گھر میرا نہین ہی یہ تو فلان شخص کا
ہی اور فلان شخص نے اسکی تصدیق کی تو گھر اسکا ہی اور مدعی اپنے مدعا علیہ کو کچھ ضمان نہ دیگا یہ محیط مین لکھا ہی اگر مدعی نے
بعد حکم قضا کے یہ بیان کیا کہ یہ گھر فلان شخص کا ہی میرا ہرگز کبھی نہین تھا پس یا تو اسنے پہلے دوسرے کے واسطے اقرار کیا
پھر اپنی ملک سے نفی کی یا پہلے اپنی مالک ہونے سے نفی کی پھر دوسرے کے واسطے اقرار کیا پس اگر فلان شخص نے اسکی
تمام باتون مین تصدیق کی تو حکم قاضی باطل ہوا اور وہ گھر پھر مدعا علیہ کو واپس دیا جائیگا اور اس فلان شخص کو کچھ نہ ملیگا
اور اگر فلان شخص نے مدعی کے اس قول کی کہ میرا کبھی نہ تھا تکذیب کی اور اقرار کی تصدیق کی اور کہا کہ یہ گھر اس مدعی کا
تھا پھر اسنے بعد حکم قضا کے کسی سبب سے مجھے اسکا مالک کر دیا اور اب فی الحال میری ملکیت ہے تو گھر فلان شخص کو دلا یا جائیگا اور
مدعی اسکی قیمت کی ڈانڈ مدعا علیہ کو بھریگا خواہ اسنے پہلے اقرار کیا پھر نفی کی ہو یا اسکا عکس ہو کذا فی الجامع اور مشائخ نے اس
مسئلہ مین فرمایا کہ یہ حکم اسوقت ہی کہ جب اولا نفی کی ہو اور پھر اقرار کیا ہو مگر کلام متصل ہو تو اقرار صحیح ہوگا اور اگر بات کو توڑ کر
دوبارہ اقرار کیا یعنی نفی اور اقرار مین جدائی کر دی تو اقرار صحیح نہوگا یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی۔ اگر قاضی نے ہنوز مدعی
کیواسطے دار کی ڈگری نہین کی تھی اور اسنے بیان کیا کہ یہ گھر فلان شخص کا ہی اسمین میرا کچھ حق نہین ہی یا کہا کہ یہ گھر میرا نہین
ہی فلان شخص کا ہی تو قاضی اسکے واسطے گھر کی ڈگری نہین کریگا و لیکن اگر مدعی نے اس صورت مین کہ یہ فلان شخص کا گھر ہی
یہ بیان کیا کہ مین نے گواہون کی گواہی کے بعد فلان شخص کے ہاتھ اسکو بیچ ڈالا ہی یا اسکو ہبہ کر دیا ہی اور مجلس قضا سے

غائب ہونیکے بعد اسنے قبضہ کر لیا ہی اور یہ کلام اسنے اپنے کلام سے ملا کر بیان کیا تو قاضی گھر کی ڈگری اسکے واسطے کر دیگا یہ محیط مین لکھا ہی۔ ایک شخص نے دوسرے پر ایک گھر کا دعوی کیا اور مدعا علیہ نے کہا میرے قبضہ مین نہین ہی پھر مدعی کے گواہون نے بیان کیا کہ یہ گھر مدعا علیہ کے پاس اور اسکی ملکیت ہی تو قاضی مدعی سے دریافت کریگا اگر اسنے بیان کیا کہ ہان ایسا ہی ہی جیسا گواہون نے بیان کیا کہ گھر مدعا علیہ کے قبضہ و ملکیت مین ہی تو مدعی نے گھر مدعا علیہ کی ملکیت ہونے کا اقرار کیا اور اگر اسنے بیان کیا کہ گواہ سچے ہین کہ گھر اسکے قبضہ مین ہی اور مین اسکی تصدیق نہین کرتا ہون کہ اسکی ملکیت ہی تو ہو سکتا ہی اور مدعا علیہ اسکا مخاصم قرار دیا جائیگا کذا فی فتاوی قاضی خان

تیسری فصل ان صورتون کے دعوی کے بیان مین جنمین کسی عقد کا دعوی ہی یا کسی ایسے سبب کا دعوی ہی جو ملک کا سبب ہوتا ہی۔ اگر میراث یا خرید کے سبب سے کسی گھر کا دعوی کیا اور گواہون نے ملک مطلق کی گواہی دی تو مقبول نہوگی تبیین اور ذخیرہ اور محیط مین ہی اور مشہور یہ ہی کہ میراث کا دعوی مثل ملک مطلق کے دعوی کے ہی یہ فتح القدیر مین لکھا ہی اور اقضیہ مین ہی کہ اگر خرید کے سبب ملک کا دعوی کیا اور گواہون نے ملک مطلق کی گواہی دی تو نامقبول ہوگی بشرطیکہ دعوی مین کسی شخص معروف سے خریدنے کو ذکر کیا اور اسکے نام و شناخت ذکر کر دی ہو اور اگر کسی غیر معروف سے خریدنے کو ذکر فرمایا اور گواہون نے ملک مطلق کی گواہی دی تو مقبول ہوگی یہ خلاصہ مین لکھا ہی۔ ایک شخص مشہور سے خریدنے کا دعوی کیا اور اسکو اسکے باپ دادا کیطرف نسبت کر دیا مگر خریدنا مع قبضہ کے ذکر کیا اور گواہون نے ملک مطلق کی گواہی دی تو مقبول ہوگی یہ وجیز کردری مین لکھا ہی۔ ایک شخص نے ایک گھر کی نسبت جو ایک شخص کے قبضہ مین ہی دعوی کیا کہ مین نے سوائے قابض کے فلان شخص سے خریدا ہی اور دو گواہ لایا کہ جنھون نے یہ گواہی دی کہ فلان شخص نے اسکو ہبہ کیا ہی اور اسنے اس سے قبضہ کیا ہی اور وہ اسکا مالک تھا تو ایسی گواہی قبول نہوگی لیکن اگر یون توفیق دی کہ مین نے اس سے خریدا تھا مگر اس نے انکار کیا پھر مجھے ہبہ کر دیا اور اسپر گواہ پیش کر دیے تو مقبول ہوگی یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی ایک شخص نے ایک گھر کی نسبت جو ایک شخص کے قبضہ مین ہی یہ دعوی کیا کہ اسنے مجھے ہبہ کیا ہی اور مجھپر صدقہ نہین کیا ہی اور صدقہ کے دو گواہ سنائے اور کہا کہ مجھے کبھی ہبہ نہین کیا ہی حالانکہ قاضی کے سامنے ہبہ کا دعوی کیا تھا تو یہ اپنے گواہون کو جھٹلانا اور اپنے کلام مین تناقض ہی پس نہ دعوی مسموع ہوگا اور نہ گواہی مقبول ہوگی اور اگر اسنے ہبہ کا دعوی کیا اور یہ نہ کہا کہ مجھے کبھی صدقہ مین نہین دیا ہی پھر بعد اسکے صدقہ کے گواہ لایا اور بیان کیا کہ اسنے مجھے ہبہ کر کے دینے سے انکار کیا تو مین نے اس سے صدقہ مین مانگا پس اسنے صدقہ دیدیا تو مین اس گواہی کو جائز رکھونگا یہ مبسوط مین لکھا ہی۔ اگر کسی کے پاس ودیعت رکھنے کا دعوی کیا اور گواہون نے کہا کہ مدعا علیہ نے مدعی کی ودیعت رکھنے کا اقرار کیا ہی تو قبول ہوگی جیسے غصب کی صورت مین مقبول ہوتی ہی اور یہی حکم عاریت کا ہی یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہی اور اگر شروع ایک سال سے خرید لینے کا دعوی کیا اور گواہون نے خرید کی گواہی دی اور تاریخ کا ذکر نہ کیا تو مقبول ہوگی اور اگر اسکا الٹا ہو تو نہین مقبول ہوگی اگر مدعی نے تاریخ خرید ایک ماہ ذکر کی اور گواہون نے اسکا آدھا ذکر کیا تو مقبول ہی اور اگر اسکا الٹا ہو تو غیر مقبول ہی یہ خلاصہ مین ہی۔ ایک غلام ایک شخص کے قبضہ مین ہی اسپر ایک شخص نے

ف اس وقت سے گواہ از جانب مدعی ہونگے ۱۲

ف و ز مشہور [illegible] یعنی [illegible] کیا ہی کذا فی البحر الرائق ۱۲ م

دعوی کیا کہ قابض نے مجھے ایک سال ہوا کہ صدقہ مین دیا ہی اور مین نے قبضہ کیا ہی اور قابض نے انکار کیا پھر مدعی گواہ لایا کہ انھون نے یہ گواہی دی کہ مدعی نے دو سال سے خریدا ہی تو مقبول نہوگی ولیکن اگر اس طرح توفیق دی کہ پہلے مین نے اس سے خریدا پھر اسی کے ہاتھ فروخت کیا پھر اسنے ایک سال ہوا کہ مجھے صدقہ مین دیدیا اور اس توفیق پر گواہون نے بیع کی گواہی دی اور پھر صدقہ کی گواہی دی تو مقبول ہوگی اور اگر پہلے ہی قابض سے خریدنے کا ابتداے ایک سال سے دعوی کیا اور گواہون نے دو سال کی تاریخ سے صدقہ مین دیدینے کی گواہی دی تو مقبول نہوگی لیکن اگر یہ بیان کیا کہ ابتداے دو سال سے اُسنے مجھے صدقہ مین دیا پھر مین نے اسکے ہاتھ فروخت کیا پھر ایک سال ہوا کہ مین نے خرید لیا اور اُسپر گواہ بھی پیش کیے تو مقبول ہونگے اور اگر ایک سال سے صدقہ کا دعوی کیا اور گواہون نے کہا کہ ایک مہینہ ہوا کہ اسنے خریدا ہی تو مقبول نہوگی لیکن اگر بیان کیا کہ سال بھر ہوا کہ اسنے صدقہ مین دیا تھا پھر کسی سبب سے اسکے پاس پہنچ گیا اور اُسنے صدقہ سے انکار کر دیا پھر ایک مہینہ ہوا کہ مین نے خرید لیا ہی اور اسکو گواہی سے ثابت کر دیا تو مقبول ہوگی یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی۔ اگر مدت ایک سال سے خریدنیکا دعوی کیا اور گواہون نے کہا کہ ایک مہینہ ہوا کہ اسنے صدقہ مین دیا ہی تو گواہی مقبول نہوگی ولیکن جبکہ دونون قولون مین موافقت[1] ثابت کرے یہ ذخیرہ مین لکھا ہی اگر دعوی کیا کہ مین نے ایک سال سے اپنے باپ کی میراث مین پایا ہی اور گواہون نے کہا کہ قاضی کے پاس سے اُٹھ جانیکے بعد اسنے قابض سے خریدا ہی تو قبول نہوگی لیکن اگر اس طرح توفیق دی کہ اسنے میری میراث سے مجھے روکدیا پھر اب مین نے اس سے خرید لیا ہی تو گواہی مقبول ہوگی بشرطیکہ دوبارہ گواہی کا اعادہ کرے۔ اگر ایک باندی پر جو ایک شخص کے ہاتھ مین ہے یہ دعوی کیا کہ مین نے اسکو اپنے اس غلام کے عوض خریدا ہی اور اسکو ایک مہینہ ہوا اور بائع نے اس سے انکار کیا اور مدعی کے گواہون نے یہ گواہی دی کہ مدعی نے اس باندی کو اس مدعا علیہ سے ایک ہزار درم کو قاضی کے پاس سے اُٹھ جانیکے بعد خریدا ہی تو گواہی مقبول نہوگی لیکن اگر توفیق اس طرح بیان کی کہ پہلے مین نے ایک مہینہ ہوا کہ جب بعوض غلام کے خریدی تھی پھر جب اسنے انکار کیا تو مین نے اب ایک ہزار درم کے عوض خریدی ہی پس اگر اسپر گواہ پیش کیے تو گواہی خرید کی مقبول ہوگی۔ اور اگر پہلے دعوی کیا کہ مین نے ایک مہینہ ہوا کہ غلام کے عوض یہ باندی خریدی پھر اسنے جو گواہ سنائے اُنھون نے بیان کیا کہ اسنے ایک سال ہوا یا اس سے زیادہ کہ اسنے خرید کیا ہی تو مقبول نہوگی لیکن اگر بیان کیا کہ موافق گواہون کے بیان کے پہلے ایک سال ہوا کہ مین نے خریدی تھی پھر اسکے ہاتھ بیچڈالی پھر ایک مہینہ ہوا کہ اس سے خریدی ہی اور بعد اس بیان کے گواہون نے خرید فروخت کی گواہی دی تو توفیق درست ہوگی اور اسکی ڈگری کر دیجائیگی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ ایک شخص نے ایک غلام پر جو ایک شخص کے قبضہ مین ہی دعوی کیا کہ مین نے اسکو قابض سے خریدا ہی اور قابض منکر ہی پھر مدعی کے گواہون نے بیان کیا کہ اس قابض نے مدعی کے ہاتھ یہ غلام فروخت کیا مگر ہم نہین جانتے ہین کہ یہ بائع کا ہی یا نہین ہی تو گواہی جائز ہی اور اگر مدعی ایسے دو گواہ لایا کہ جنھون نے یہ گواہی دی کہ غلام ہمارا ہی مگر اس مدعا علیہ نے اس مدعی کے ہاتھ فروخت کر دیا ہے تو

---

[1] موافقت مثلاً اسطرح کہ مدعا علیہ نے فروخت سے انکار کر دیا تھا پھر مین نے صدقہ مانگا تو ایک مہینہ ہوا جب اُسنے صدقہ دیا ۱۲ منہ

قاضی انکی گواہی پر مدعی کو دلادیگا یہ ظہیریہ مین لکھا ہی۔ ایک شخص نے دوسرے سے ایک گھر خریدنے کا دعوے کیا اور
گواہون نے اسکے وکیل سے خریدنے کی گواہی دی یا یہ گواہی دی کہ فلان درمیانی نے فروخت کیا اور اس مدعاعلیہ
نے بیع کی اجازت دیدی تو گواہی مقبول نہوگی یہ خزانۃ المفتین مین لکھا ہی اگر مدعی نے کہا کہ یہ عورت اس سبب سے میری جورو
ہو کہ مین نے بمقدار مہر پر اس سے نکاح کر لیا ہی اور گواہون نے یہ گواہی دی کہ یہ عورت مدعی کی منکوحہ ہی اور نکاح کرنیکا ذکر
نہ کیا تو مقبول ہی اور مہر مثل دلوایا جائیگا بشرطیکہ مہر مثل اس مقدار کے برابر ہو جو مدعی نے بیان کیا یا کم ہو اور اگر زائد ہو تو
زیادتی کا حکم نہوگا یہ وجیز کردری مین لکھا ہی۔ ایک شخص نے ایک عورت پر یہ دعوی کیا کہ اسنے اپنے تئین میرے ساتھ
پچاس دینار پر بیاہ دیا ہی اور گواہون نے نکاح کی گواہی دی اور مہر کا ذکر نہ کیا تو گواہی مقبول ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی اگر کسی نے
کہا کہ یہ میری عورت ہی یا یہ میری منکوحہ ہی اور گواہون نے کہا کہ اسنے اس عورت سے نکاح کیا تھا اور فی الحال جورو ہونیکا کچھ
ذکر نہ کیا کہ اب اسکی منکوحہ ہی تو ایسی گواہی مقبول ہوگی یہ خزانۃ المفتین مین لکھا ہی اگر ایک مدعی نے ایک عورت پر نکاح کا
دعوی کیا اور گواہون نے کہا کہ اسنے کبری سے نکاح کیا ہی ولیکن ہم کبری کو نہین پہچانتے ہین تو قاضی مدعی سے گواہ طلب کریگا
کہ جسپر تو دعوی کرتا ہی یہی کبری ہی۔ دو گواہون نے گواہی دی کہ اس عورت نے اس مرد کے ساتھ نکاح کیا تھا مگر ہم نہین
جانتے ہین کہ اب یہ اسکی عورت ہی یا نہین یا گواہون نے گواہی دی کہ اسنے یہ شے معین اسکے ہاتھ فروخت کردی تھی
مگر ہم نہین جانتے ہین کہ اب اسکی ملکیت مین ہی یا نہین ہی تو بدلیل استصحاب[۱] فی الحال نکاح اور ملکیت کا حکم دیا جائیگا
اور نکاح کا گواہ فی الحال کا گواہ ہی یہ وجیز کردری مین ہی۔ ایک شخص نے دعوی کیا کہ میرے مالک نے مجھے آزاد کردیا اور
گواہون نے گواہی دی کہ وہ حر ہی تو مقبول نہوگی اور بعض نے کہا کہ مقبول ہی اور اگر باندی نے دعوی کیا کہ فلان
شخص نے مجھے آزاد کیا اور گواہون نے گواہی دی کہ یہ حرہ (آزاد ۱۲) ہی تو مقبول ہی اور اگر غلام نے اصلی آزادی کا دعوے
کیا اور گواہون نے اسکی طرف سے گواہی دی کہ فلان شخص نے اسے آزاد کیا ہی تو بعض نے کہا مقبول نہین ہی اور
بعض نے کہا مقبول ہی یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہے

آٹھوان باب گواہون کے اختلاف کے بیان مین۔ امام اعظم کے نزدیک گواہون مین لفظاً و معنیً اتفاق ہونا معتبر ہی
اور صاحبین نے فرمایا کہ صرف معنی مین اتفاق ہونا معتبر ہی اور لفظ مین متفق ہونے سے یہ مراد ہی کہ بطریق وضع[۲] کے
نہ بطریق تضمن کے دونون کے الفاظ سے ایک معنی پیدا ہون یہ تبیین مین لکھا ہی حتی کہ اگر غصب کا دعوی کیا اور
ایک گواہ نے غصب کی گواہی دی اور دوسرے نے اقرار غصب کی گواہی دی تو مقبول نہوگی اور اگر ودیعت کا دعوے
کیا اور ایک نے ودیعت رکھنے کی گواہی دی اور دوسرے نے اقرار ایداع کی گواہی دی تو مسئلہ غصب کے قیاس پر مقبول
نہونا چاہیے اور مسئلہ قرض کے قیاس پر مقبول ہونا چاہیے کذا فی الفصول العمادیہ اور گواہون کے الفاظ ایک معنی
کو بطور وضع کے مفید ہون خواہ بعینہ الفاظ ہون یا مرادف الفاظ ہون حتی کہ اگر ایک نے ہبہ کی اور دوسرے نے

[۱] استصحاب یعنی جو حالت فی الحال موجود ہی اسی کو حاکم ٹھہرا کر حکم لگادین لیکن مشائخ نے کہا کہ یہ حکم نہین بلکہ اپنے حال پر چھوڑنا کہلاتا ہی اور
یہی صحیح ہی ۱۲ منہ [۲] قولہ وضع یعنی لغت کی راہ سے مطابقی معنی خواہ بعینہ الفاظ ہون یا مترادف ہون یا وہ معنی تضمنی نہون جو ضمناً نکلتے ہین ۱۲ منہ

عطیہ کی گواہی دی تو مقبول ہوگی یہ فتح القدیر مین لکھا ہی۔ اگر ایک نے نکاح کی گواہی دی اور دوسرے نے تزویج کی گواہی
دی تو مقبول ہی اسکو محیط مین ذکر کر کے کچھ اختلاف نہین بیان کیا یہ تبیین مین لکھا ہی اور طلاق کی کنایات مین اگر ایک نے
گواہی دی کہ اسنے کہا تھا کہ تو خلیہ[1] ہی اور دوسرے نے کہا کہ تو بریہ ہی تو سب کے نزدیک مقبول نہین ہی اسی طرح اگر
ایک نے گواہی دی کہ اسنے کہا تھا کہ تجھکو مین نے طلاق دی اگر تو اس گھر مین داخل ہو اور یہ عورت داخل ہوگئی اور دوسرے
نے گواہی دی کہ تجھکو طلاق ہی اگر تو فلان شخص سے کلام کرے اور اسنے کلام کیا تو سب کے نزدیک مقبول نہوگی اور
اسیطرح اگر ایک نے یہ گواہی دی کہ اسنے تین طلاق دی ہین اور دوسرے نے گواہی دی کہ اسنے کہا تھا کہ تو مجھپر حرام
ہی اور تین طلاق کی نیت کی تھی تو سب کے نزدیک غیر مقبول ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ ایک گواہ نے ایک
ہزار قرضہ کی گواہی دی اور دوسرے نے دو ہزار کی تو امام اعظم کے نزدیک کسی قدر کیواسطے مقبول نہین ہے اور
صاحبین کے نزدیک ایک ہزار درم پر گواہی مقبول ہوگی بشرطیکہ مدعی دو ہزار کا دعوی کرتا ہووے اور علی ہذا
سو درم اور دو سو درم یا ایک طلاق اور دو طلاق یا تین طلاق مین اگر یہ صورت واقع ہوئی تو بھی ایسا ہی اختلاف
ہی یہ ہدایہ مین لکھا ہی اور امام اعظم کا قول اس مسئلہ مین صحیح ہی یہ مضمرات مین لکھا ہی۔ اور اگر پندرہ کا دعوے کیا اور ایک
گواہ نے پندرہ کی اور دوسرے نے دس کی گواہی دی تو امام اعظم کے نزدیک کسی قدر کی ڈگری نہ کیجاویگی یہ
فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ اگر ایک نے ہزار کی اور دوسرے نے ڈیڑھ ہزار کی گواہی دی اور مدعی ڈیڑھ ہزار کا
دعوی کرتا ہی تو گواہی ایک ہزار پر مقبول ہوگی اور اسکی نظیر ایک طلاق اور ڈیڑھ طلاق ہی اور سو اور ڈیڑھ سو
یہ ہدایہ مین ہی اور اگر مدعی نے کہا کہ فقط ایک ہزار تھے اس سے زیادہ نہ تھے تو جسنے ڈیڑھ ہزار کی گواہی دی اسکی
گواہی باطل ہی اور اسیطرح اگر سوائے ہزار کے دعوے کے ساکت رہا تب بھی یہی حکم ہی اور اگر مدعی نے اسطرح توفیق دی
کہ اصل حق میرا ڈیڑھ ہزار درم تھے جیسا کہ گواہ نے گواہی دی لیکن پانچسو درم مین نے وصول کر لیے یا اسکو معاف
کر دیے اور گواہ کو معلوم نہوا تو گواہی مقبول ہوگی یہ کافی مین لکھا ہی۔ اگر ایک نے بیس پر اور دوسرے نے پچیس[2] پر
گواہی دی تو بالاجماع بیس کی گواہی مقبول ہوگی اور یہ حکم اسوقت ہی کہ مدعی پچیس کا دعوی کرتا ہو اور اگر بیس کا دعوے
کرتا ہو تو بالاجماع غیر مقبول ہی اور اگر مدعی نے اس مسئلہ مین یا ایک ہزار اور دو ہزار کے مسئلہ مین اسطرح توفیق
دینی چاہی کہ واقعی اسپر میرے دو ہزار درم آتے تھے مگر مین نے اسکو ایک ہزار درم معاف کر دیے تو مقبول ہوگی خلاصہ
مین لکھا ہی۔ اگر دو گواہون نے ایک شخص پر ہزار درم قرض ہونیکی گواہی دی مگر ایک گواہ نے دودھیا درم بیان کیے اور دوسرے
نے کالی چاندی کے بیان کیے حالانکہ دودھیا درم کی چاندی اس سے کھری ہوتی ہی پس اگر مدعی سیاہ چاندی کے درم کا
دعوی کرتا ہی تو گواہی بالکل مقبول نہوگی لیکن اگر اس طرح توفیق دی کہ واقعی دودھیا درم تھے جیسا کہ اس گواہ

[1] خلیہ گردن بند سے رہا۔ کنایہ طلاق ہی۔ بریہ آزاد۔ کنایہ طلاق ہی ۱۲ [2] قولہ پچیس اقول اسمین اصل یہ کہ بیان مین بیس اور
پانچ سے کہے تو زائد بطور عطف ہی اور اسیطرح عرف مین محاورہ بھی ہی جیسے عربی مین خمسۃ وعشرون کہتے ہین یہ اصول ہے اس سے
معلوم ہوا کہ اردو زبان مین ہرگز مقبول نہین ہے کیونکہ بست و پنج نہین بلکہ پچیس کہتے ہین فافہم ۱۲

نے بیان کیا مگر مین نے اسکو اس جید درم ہونکی صفت سے معاف کر دیا تھا اور اس گواہ کو معلوم نہوا دوسرے گواہ کو معلوم ہوا تو یہ گواہی سیاہ درم پر مقبول ہوگی اور اگر دو دھیا درم کا دعوی کرتا ہو تو سیاہ درم پر گواہی مقبول ہوگی کیونکہ اقل پر دونون گواہ لفظاً و معنیً متفق ہین یہ محیط مین لکھا ہے۔ اسی طرح یہ حکم تمام جگہون مین جاری ہے کہ جب ایک جنس کے قدر یا وصف پر دونون گواہ متفق ہوے اور اس سے زیادہ مین اختلاف ہوا تو گواہی بقدر اتفاق کے مقبول ہوگی بشرطیکہ مدعی افضل کا دعوی کرتا ہو اور اگر قدر یا وصف مین اتفاق سے کمتر کا دعوی کرتا ہو تو گواہی بالکل مقبول نہوگی اور اگر جنس مین اختلاف کیا مثلاً ایک نے ایک کر گیہون کی اور دوسرے نے ایک کر جَو کی گواہی دی تو خواہ کسی کیفیت سے اختلاف واقع ہو گواہی مقبول نہوگی یہ ذخیرہ مین لکھا ہے۔ اگر دونون نے ہزار درم کی گواہی دی اور ایک نے کہا کہ اسمین سے مدعا علیہ نے پانچسو درم ادا کر دیے ہین تو ہزار درم کا حکم دیا جائیگا اور گواہ کی پانچسو درم ادا کرنے کی گواہی قبول نہوگی مگر جبکہ اسکے ساتھ دوسرا گواہ بھی اسکی گواہی دے تو مقبول ہوگی اور جب اسکو معلوم ہوگیا کہ مدعا علیہ نے پانچسو درم ادا کر دیے ہین تو جب تک مدعی یہ اقرار نہ کرے کہ اسنے پانچسو درم ادا کر دیے ہین تب تک اسپر واجب ہے کہ ہزار درم کی گواہی مدعی کیطرف سے نہ دے تاکہ ظلم پر اعانت کرنے والا نہ شمار ہو یہ تبیین اور کافی مین لکھا ہے ایک شخص نے دوسرے پر ہزار درم قرض کا دعوی کیا اور دونون گواہون مین سے ایک گواہ نے قرض پر اور دوسرے نے قرض ہونے اور قرضدار کے ادا کر دینے پر گواہی دی تو دونون کی گواہی قرض ہونے پر قبول ہوگی اور ادا کر دینے پر ظاہر روایت کے موافق گواہی قبول نہوگی اور امام ابو یوسف سے روایت ہے کہ قرض ہونے پر بھی یہ گواہی مقبول نہوگی اور ظاہر روایت مین جو حکم مذکور ہوا وہ صحیح ہے یہ بدائع مین لکھا ہے۔ اگر قرضدار نے ادا کر دینے کا دعوی کیا پھر ایک گواہ نے یہ گواہی دی کہ قرضخواہ نے اقرار کیا ہے کہ مین نے بھر پایا اور دوسرے نے بری کر دینے کی گواہی دی تو مقبول نہوگی اور اگر بری کر دینے کے گواہ نے یہ بیان کیا کہ قرضخواہ نے یون اقرار کیا ہے کہ قرضدار نے میری جانب سے مال کی برات کر لی تو دونون کی گواہی مقبول ہوگی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے۔ ایک شخص پر دوسرے کے ہزار درم ہین اسنے دعوے کیا کہ مین نے اسکا قرضہ ادا کر دیا اور دو گواہون مین سے ایک نے ادا کر دینے کی گواہی دی اور دوسرے نے قرضخواہ کے بھر پانے کے اقرار کی گواہی دی تو قبول نہوگی اگر قرضدار نے ادا کر دینے کا دعوی کیا اور ایک گواہ نے قرضخواہ کے بھر پانے کے اقرار کی گواہی دی اور دوسرے نے ہبہ کر دینے یا صدقے کر دینے و تحلیل[51] کی گواہی دی تو مقبول نہوگی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے قرضدار نے برات کا دعوی کیا اور ایک گواہ نے یہی گواہی دی اور دوسرے نے کہا کہ قرضخواہ نے اسکو ہبہ کر دیا یا صدقہ مین دیدیا یا عطیہ دیا یا اسکو حلال کر دیا تو گواہی قبول ہوگی یہ محیط مین لکھا ہے قرضدار نے برات کا دعوی کیا اور ایک گواہ نے ہبہ[52] کی اور دوسرے نے صدقہ کی گواہی دی تو مقبول نہوگی اور اگر قرضدار نے ہبہ کا دعوی کیا اور ایک گواہ نے ہبہ کی اور دوسرے نے صدقہ کی گواہی دی تو قبول نہوگی اور اگر ایک نے برات کی اور دوسرے نے عطیہ یا تحلیل و احلال کی گواہی دی تو مقبول ہے محیط

---

[51] تحلیل احلال تحلیت یہ سب حلال و معاف کرنے کے معنی ہین ۱۲ [52] قولہ ہبہ یعنی قرضخواہ نے ا ۔ ۔ ۔

نرخسی مین لکھا ہی۔ اگر قرضدار نے وفا کر دینے کا دعوے کیا اور ایک گواہ نے یہ گواہی دی کہ قرضخواہ نے اسکو فلان شہر
مین بری کر دیا اور دوسرے نے دوسرے شہر مین بری کرنیکی گواہی دی تو گواہی جائز ہی اگر کفیل نے ہبہ کا دعوے کیا
اور ایک گواہ نے ہبہ کی اور دوسرے نے براءت کی گواہی دی تو جائز ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ فتاوی
رشید الدین مین ہی کہ ایک عورت نے طلاق کے بعد مہر کا دعوی کیا اور شوہر نے دعوی کیا کہ اسنے مہر ہبہ کر دیا ہے
اور دو گواہ لایا کہ ایک نے ہبہ کی گواہی دی اور دوسرے نے بری کر دینے کی تو مقبول ہوگی یہ فصول عمادیہ مین لکھا
ہی شرح جامع صغیر مین ہی کہ ہبہ جب ہے کہ عقد کا دعوی نہ کیا پس اگر یہ دعوی عقد مین ہو تو یہ آٹھ مسئلہ ہین بیع اور اجارہ اور
کتابت اور رہن اور مال کے عوض آزادی اور خلع اور عمدا خون کرنے کی صلح اور نکاح یہ خلاصہ مین لکھا ہی ایک
شخص نے دوسرے کیطرف سے یہ گواہی دی کہ اسنے فلان شخص کا غلام ہزار درم کو خریدا ہی اور دوسرے نے
ڈیڑھ ہزار کے خریدنے کی گواہی دی تو باطل ہی اور اسیطرح اگر مدعی بائع ہو تو بھی یہی حکم ہی اور کچھ فرق نہین ہی خواہ مدعی
دونون گواہون کے بیان سے کمتر مال کا دعوی کرتا ہو یا زیادہ کا اور اسیطرح کتابت مین اگر غلام خود مدعی ہو تو ظاہر ہی
اور اگر مالک غلام مدعی ہو تو بھی ایسا ہی ہی کیونکہ ادا کر دینے سے پہلے عتق ثابت نہوگا پس مقصود سبب کا ثابت کرنا ٹھہریگا
یہ ہدایہ مین لکھا ہی۔ اگر شفیع نے شفع طلب کیا اور ایک گواہ نے ایک ہزار درم کو خریدنے کی گواہی دی اور دوسرے نے دو ہزار
کے خریدنے کی گواہی دی اور مشتری کہتا ہی کہ مین نے تین ہزار کو خریدا ہی تو گواہی قبول نہوگی اور اسیطرح اگر ایک گواہ نے
ہزار درم کو خریدنے کی گواہی دی اور دوسرے نے سو دینار کو خریدنے کی گواہی دی تو بھی نامقبول ہی اور اسیطرح اگر
ایک نے ایک شخص سے خریدنے کی گواہی دی اور دوسرے نے دوسرے سے خریدنے کی گواہی دی تو بھی غیر مقبول ہی یہ محیط مین لکھا ہی
اور اجارہ مین اگر اول[1] مدت مین دعوی ہو تو مثل بیع کے ہی خواہ اجرت پر دینے والا مدعی ہو یا لینے والا اور اگر مدت گذرنے کے بعد
دعوی ہو اور تسلیم کے خواہ منفعت بھر پائی ہو یا نہ پائی ہو پس اگر اجرت پر دینے والا مدعی ہو تو یہ مال کا دعوی ہی اور اگر لینے والا
مدعی ہو تو بالاجماع یہ عقد اجارہ کا دعوی ہی اور رہن مین اگر راہن مدعی ہو تو غیر مقبول ہی اور اگر مرتہن ہو تو مثل قرض کے دعوے
کے ہی یہ کافی مین لکھا ہی اور اگر خلع یا طلاق بمال یا مال کے عوض آزادی یا عمدا خون کرنے کے عوض مال پر صلح کا دعوے
ہو پس اگر شوہر یا مالک یا ولی قصاص مدعی ہو تو یہ مال کا دعوی ہی اور اگر مدعی غلام ہو یا عورت یا قاتل ہو تو یہ عقد
کا دعوی ہی پس بالاجماع مقبول نہوگا یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی اور نکاح کے باب مین امام اعظم کے نزدیک کمتر مال
مین مقبول ہی خواہ شوہر مدعی ہو یا جورو مدعیہ ہو اور امام ابو یوسف و امام محمد نے فرمایا کہ گواہی باطل ہی اور بعض مشائخ
نے کہا کہ یہ اختلاف صرف اسی صورت مین ہی کہ عورت مدعی ہو اور اگر شوہر مدعی ہو تو اسکے گواہون کی گواہی بالاجماع
مقبول نہوگی اور پہلا قول صحیح ہی اور وہ استحسانا ہی یہ تبیین اور ہدایہ اور کافی مین ہی اگر ایک شخص نے دوسرے پر یہ دعوی کیا کہ اسنے
اپنا غلام اجارہ پر دیا ہی اور مالک غلام انکار کرتا ہی پھر مدعی نے دو گواہ قائم کیے ایک نے گواہی دی کہ اسنے پانچ درم کو اجرت
پر لیا اور مدعی چار درم یا پانچ درم کی اجرت کا دعوی کرتا ہی اور دوسرے نے چھ درم کی اجرت کی گواہی دی تو گواہی باطل ہے

[1] اول مدت یعنے اجارہ کی شروع مدت مین جبتک نفع کی مدت پوری نہین ہوئی بلکہ شروع ہی ۱۲

مستاجر نے یہ دعوی کیا کہ مین نے ایک ٹٹو بغداد تک دس درم پر سوار ہونے اور اسباب لادنے کیواسطے کرایہ کیا تھا اور دو گواہ قائم کیے کہ ایک نے یہ گواہی دی کہ اسنے سواری کیواسطے دس درم پر کرایہ کیا اور دوسرے نے یہ گواہی دی کہ اسنے دس درم پر سواری کیواسطے اور یہ اسباب لادنے کیواسطے کرایہ کیا تو گواہی باطل ہے اور اگر ایک نے گواہی دی کہ اسنے یہ ٹٹو اجرت معلومہ پر بغداد تک کرایہ کیا اور دوسرے نے یہ گواہی دی کہ اسنے یہ اسباب لادنے کیواسطے بغداد تک دس درم پر کرایہ کیا تو یہ گواہی مقبول نہوگی خواہ مستاجر مدعی ہو یا ٹٹو والا مدعی ہو اور اسیطرح اگر ایک نے گواہی دی کہ اسنے سواری کیواسطے کرایہ کیا اور دوسرے نے گواہی دی کہ اسنے لادنے کیواسطے کرایہ کیا تو بھی مقبول نہوگی یہ محیط مین لکھا ہے۔ اگر دعوی کیا کہ مین نے رنگریز کو کپڑا دیا ہے اور رنگریز نے انکار کیا پھر ایک گواہ نے گواہی دی کہ اسنے اسکو سرخ رنگنے کیواسطے دیا ہے اور دوسرے نے گواہی دی کہ اسنے زرد یا سیاہ رنگنے کیواسطے دیا ہے تو یہ گواہی مقبول نہوگی اور اسیطرح اگر رنگریز مدعی ہو اور کپڑے کا مالک منکر ہو تو بھی ایسی گواہی نامقبول ہے یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہے۔ اگر ایک نے یہ گواہی دی کہ اسنے مع عیب خریدا ہے اور دوسرے نے بائع کے مبیع عیب دار ہونیکے اقرار کی گواہی دی تو مقبول نہوگی یہ خلاصہ مین لکھا ہے اگر دو گواہون نے ایک شخص پر یہ گواہی دی کہ اسنے فلان کیواسطے فلان شخص کیطرف سے ہزار درم کی کفالت کی ہے مگر ایک گواہ نے ایک مہینہ کی میعاد ذکر کی اور دوسرے نے فی الحال دینے کی کفالت بیان کی اور طالب نے فی الحال کی کفالت کا دعوی کیا اور کفیل مشہود علیہ نے اس سب سے انکار کیا یا کفالت کا اقرار کیا اور میعاد کا دعوی کیا تو دونون صورتون مین فی الحال اسپر مال دینا واجب ہے اگر ایک گواہ اس دعوے پر قائم کیا کہ فلان شخص نے مجکو اس شخص پر ہزار درم اُترا دیے ہین اور دوسرے گواہ نے یہ گواہی دی کہ اسنے اسپر سو دینار اُترائے ہین تو دونون کی گواہی نامقبول ہوگی اور اگر ایک نے ہزار درم کی اور دوسرے نے ہزار درم اور سو دینار کی گواہی دی تو دونون کی گواہی ہزار درم پر مقبول ہوگی بشرطیکہ مدعی درم اور دینار دونون کا دعوی کرتا ہو اور اگر صرف درمون کا مدعی ہو تو گواہی قبول نہوگی یہ محیط مین لکھا ہے اگر کفالت کا دعوی کیا اور ایک گواہ نے کفالت کی اور دوسرے نے حوالہ کی گواہی دی تو کفالت کے ثابت ہونے مین گواہی مقبول ہوگی اور کفالت کا حکم دیدیا جاویگا یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہے ایک گواہ نے یون کفالت کی گواہی دی کہ اگر فلان[1] ششماہ را این مال فلان ندہد من ضمان کردم من این مال را بہم اور دوسرے نے کہا کہ گواہی میدہم کہ فلان چنین گفت کہ این مال را ضمان کردم این فلان بن فلان را تا ششماہ تو ایسی گواہی مقبول نہوگی یہ ذخیرہ مین لکھا ہے اصل مین ہے کہ اگر وکالت کے دو گواہون مین سے ایک نے یہ گواہی دی کہ موکل نے اسکو فلان شخص کے ساتھ خصومت کرنیکے واسطے اس گھر کی بابت وکیل کیا ہے اور دوسرے نے کہا کہ اسنے اس گھر کی بابت اور دوسری چیز کی بابت فلان شخص کے ساتھ خصومت کرنے کیواسطے وکیل کیا ہے تو دونون کی گواہی اس گھر کی بابت خصومت کرنے مین جائز ہے اور اگر دونون مین سے ایک نے بیان کیا کہ موکل نے اسکو فقط زینب کی طلاق کیواسطے وکیل کیا ہے اور دوسرے نے کہا کہ موکل نے اسکو زینب کی طلاق اور ہندہ کی طلاق کیواسطے وکیل کیا ہے تو زینب کی طلاق مین یہ گواہی مقبول ہوگی اور اسیطرح

---

[1] قولہ اگر فلان الخ یعنے اگر چھ مہینہ تک یہ مال فلان نہ دے تو مین ضامن ہوا کہ یہ مال دون قولہ این مال الخ مین اس مال کا ضامن ہوا فلان بن فلان کے لیے چھ مہینہ تک ۱۲

کے مسئلہ مین فتوی طلب کیا گیا تھا کہ دونون مین سے ایک نے ایک شخص کیطرف سے گواہی دی کہ فلان شخص نے اسکو فلان چیز
معین کی بابت وکیل کیا یا اسمین خصومت کرنیکا فلان شخص کے مقابلہ مین وکیل کیا اور دوسرے نے گواہی دی کہ مؤکل
نے اسکو مطلقاً تمام تصرفات کیواسطے وکیل کیا ہے تو جواب دیا گیا کہ وکالت معینہ ثابت ہونی چاہیے یہ فصول عمادیہ مین
لکھا ہے۔ اگر مدعی وکالت نے دو گواہ قائم کیے کہ ایک نے یہ گواہی دی کہ طالب نے اسکو فلان شخص سے اپنا قرضہ وصول کرنیکے
واسطے وکیل کیا ہے اور دوسرے نے بیان کیا کہ طالب نے اسکو اس معاملہ مین روان کیا ہے یا اس شخص سے قرضہ
وصول کرنے کے واسطے مسلط کیا ہے یا اسکو اپنی زندگی مین وصی بنایا ہے تو دونون کی گواہی جائز ہے اور امام اعظمؒ
کے نزدیک وصول کرنے اور خصومت کرنے کا وکیل ہو جائیگا اور صاحبینؒ کے نزدیک صرف قرضہ وصول کرنے کا
وکیل ہوگا[1] اگر ایک شخص نے یہ گواہی دی کہ اسنے اس مدعی کو اپنا قرضہ وصول کرنے کا وکیل کیا ہے اور دوسرے نے
گواہی دی کہ اپنا قرضہ لینے کیواسطے ارسال کیا ہے یا فلان سے قرضہ لینے کا اسکو حکم دیا ہے یا قرضہ وصول کرنے مین اپنے
قائم مقام یا اپنا نائب بنایا ہے تو گواہی جائز ہے اور یہ وکیل وکیل خصومت سب کے نزدیک نہوگا۔ اگر ایک نے یہ گواہی دی
کہ اُسنے وکیل کیا ہے اور دوسرے نے گواہی دی کہ اسنے وصی بنایا ہے اور زندگی[2] کا لفظ نہ کہا یا ایک نے کہا کہ اسنے اپنی زندگی
مین وصی بنایا ہے اور دوسرے نے کہا کہ اسکو وصی بنایا ہے اور زندگی کا لفظ نہ کہا تو ایسی گواہی مقبول نہوگی یہ فتاوی
قاضیخان مین لکھا ہے۔ نوادر ابن سماعہ مین امام محمدؒ سے روایت ہے کہ دو شخصون نے ایک شخص کے وصیت کرنے پر یون گواہی
دی کہ ایک گواہ نے بیان کیا کہ اسنے کہا کہ میرے مرنیکے بعد تمام میرا مال فلان شخص کیواسطے ہے اور دوسرے نے بیان
کیا کہ اسنے کہا کہ میرے مرنیکے بعد میرا تمام مال فلان شخص کے لیے صدقہ ہے اور یہ ایک جلسہ یا دو جلسون مین واقع ہوا تو گواہی
جائز ہے یہ ذخیرہ مین لکھا ہے اگر دو گواہون نے وکالت کی گواہی دی اور ایک نے اسقدر بڑھا کر بیان کیا کہ موکل نے اسکو معزول
بھی کر دیا تو وکالت کی گواہی مقبول ہوگی اور معزول کرنیکی مقبول نہوگی یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہے۔ ایک شخص نے ایک
غلام کے مالک پر یہ دعوی کیا کہ اسنے اپنے غلام کو تجارت کی اجازت دی تھی اور دو گواہ لایا کہ ایک نے بیان کیا کہ مالک نے اجازت
دی اور دوسرے نے بیان کیا کہ مولی نے غلام کو خرید و فروخت کرتے دیکھا اور منع نہ کیا تو گواہی مقبول نہوگی یہ فتاوی قاضیخان
مین لکھا ہے۔ امام محمدؒ نے ماذون کبیر مین لکھا ہے کہ اگر غلام پر قرضہ ہو گیا پس اسکے مالک نے کہا کہ میرا غلام محجور علیہ یعنی تصرفات
سے منع کر دیا گیا ہے اور قرضخواہ نے کہا کہ ماذون ہے یعنی تجارت کی اجازت ہے تو مالک کا قول لیا جائیگا پس اگر اسنے دو گواہ
سُنائے کہ ایک نے بیان کیا کہ مالک نے اسکو کپڑے خریدنے کی اجازت دی ہے اور دوسرے نے کہا کہ اناج خریدنے کی اجازت
دی ہے تو گواہی جائز ہے اور اسیطرح اگر ایک نے بیان کیا کہ مالک نے اس سے کہا کہ کپڑے خرید کر کے فروخت کر اور دوسرے نے
بیان کیا کہ اناج خرید کر کے فروخت کر تو گواہی مقبول ہے یہ محیط مین لکھا ہے دو گواہون نے ایک چیز کی گواہی دی اور
وقت مین یا مکان مین یا انشا و اقرار مین اختلاف کیا پس اگر مشہود بہ محض قول ہے جیسے بیع و اجارہ و طلاق و عتاق و صلح و ابرا
وغیرہ مثلاً ہزار درم کے خرید کا دعوی کیا اور دونون گواہون نے ہزار درم کے عوض خریدنے کی گواہی دی مگر دونون نے شہر
یا ایام مین اختلاف کیا یا ایک نے بیع کی گواہی دی اور دوسرے نے اقرار بیع کی گواہی دی تو گواہی جائز ہے اور ایسی طلاق

[1] ہوگا بلکہ فقط وکیل وصول ہے ۱۲ [2] یعنی نہ کہا کہ زندگی مین وصی کیا ہے ۱۲

کے باب میں اگر ایک نے گواہی دی کہ آج ایک طلاق دی ہے اور دوسرے نے کہا کہ کل دی تھی یا ایک نے یہ گواہی دی کہ اسنے آج ایک ہزار درم کا اقرار کیا اور دوسرے نے کہا کہ کل اقرار کیا تھا تو گواہی جائز ہے لیکن اگر گواہ یہ بیان کریں کہ ہم طالب کے ساتھ ایک جگہ ایک ہی روز تھے پھر دن اور جگہ اور شہر میں باہم اختلاف کریں تو امام ابو حنیفہ نے فرمایا کہ میں گواہی جائز رکھونگا اور گواہوں پر گواہی کی یادداشت واجب ہے نہ وقت کی اور امام ابو یوسف نے فرمایا کہ بات تو یہی ہے جو امام اعظم نے فرمائی از روے قیاس کے ولیکن میں استحساناً اس گواہی کو تہمت کیوجہ سے باطل کرتا ہوں لیکن اگر ایک ہی دن کے اندر ساعتوں میں کسی قدر اختلاف ہو تو روا ہے یہ فتاوی قاضی خان میں لکھا ہے فتاوی رشید الدین میں ہے کہ مدعی نے دعوی کیا کہ اسنے بشرط وفا بیچا پس قابض نے انکار کیا پھر ایک گواہ نے گواہی دی کہ اسنے بشرط وفا بیچا اور دوسرے نے گواہی دی کہ مشتری نے اقرار کیا کہ میں نے بشرط وفا خریدا ہے تو گواہی مقبول ہوگی یہ فصول عمادیہ میں لکھا ہے دو گواہوں نے گواہی دی کہ فلاں شخص نے اپنی عورت کو طلاق دی پس ایک نے کہا کہ اسنے جمعہ کے دن بصرہ میں طلاق دی اور دوسرے نے کہا کہ اسنے خاص اسی روز کوفہ میں طلاق دی تو گواہی باطل ہے کیونکہ ہمکو یقین ہے کہ ایک ہی آدمی ایک ہی روز کوفہ میں اور بصرہ میں نہیں موجود ہو سکتا ہے قلت خلاصہ یہ ہے کہ جو چیز عادۃً محال ہو اسمیں اختلاف مبطل شہادت ہے بخلاف اسکے کہ اگر ایک نے کوفہ میں اور دوسرے نے بصرہ میں طلاق دینے کی گواہی دی اور وقت مقرر نہ کیا تو گواہی مقبول[1] ہو سکتی ہے یہ مبسوط میں لکھا ہے۔ اگر کوفہ اور مکہ میں طلاق دینا دونوں نے دو دن متفرق میں بیان کیا کہ جن دونوں میں اتنا زمانہ ہے کہ آدمی کوفہ سے مکہ میں جا سکتا ہے تو گواہی مقبول ہوگی یہ بحر الرائق میں لکھا ہے صلح کے دو گواہ پیش کیے اور قاضی نے انسے خواہ مخواہ[2] تاریخ دریافت کی پس ایک نے کہا کہ سات مہینے ہوے اور دوسرے نے کہا کہ میرے گمان میں تین برس یا کچھ زائد ہوے ہیں تو بسبب اسقدر فاحش اختلاف کے گواہی مقبول نہوگی اگرچہ دونوں پر تاریخ کا بیان کرنا ضروری نہ تھا یہ قنیہ میں لکھا ہے۔ اگر مشہود بہ ایسا قول ہو کہ اسمیں انشا اور اقرار کے صیغے مثل قذف کے مختلف ہوتے ہوں تو امام محمد نے کتاب الحدود میں ذکر فرمایا ہے کہ اگر ایک گواہ نے زنا کی تہمت لگانیکی گواہی دی اور دوسرے نے تہمت لگانے کے اقرار کی گواہی دی تو بلا اختلاف ائمہ گواہی مقبول نہوگی اور اگر تہمت لگانیکی گواہی میں اتفاق ہو ولیکن زمانہ یا مکان میں اختلاف ہو تو امام اعظم نے فرمایا کہ ایسی گواہی مقبول ہوگی اور امام ابو یوسف و امام محمد نے فرمایا کہ مقبول نہوگی یہ محیط میں ہے اور اگر اختلاف ایسے فعل میں ہو جو قول سے ملحق ہے جیسے قرض تو اسکا حکم مثل طلاق کے ہے یہ خلاصہ میں ہے اگر مشہود بہ حقیقۃً یا حکماً فعل ہو جیسے غصب وغیرہ اور گواہوں نے زمان و مکان یا انشا و اقرار میں اختلاف کیا یعنی ایک نے اس فعل کے کرنیکی گواہی دی اور دوسرے نے اُس فعل کے کرنیکے اقرار کی گواہی دی تو مقبول نہوگی یہ فتاوی قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر غصب کی ہوئی چیز تلف ہو گئی پس ایک گواہ نے اسکی قیمت ایک ہزار بیان

[1] مقبول کیونکہ شاید اسنے ایک وقت بصرہ میں طلاق دی اور دوسرے زمانہ میں کوفہ میں طلاق دی ہو الا اس صورت میں کہ جب درمیان میں وقت حقیقت بیان کریں کہ بصرہ سے کوفہ تک پہونچنا غیر ممکن ہے ۱۲ [2] خواہ مخواہ اقول یہ مسئلہ دلیل ہے کہ گواہوں سے جرح کے سوالات کرنے میں اگر فاحش اختلاف ہو جاوے جیسے آجکل ہوتا ہے تو گواہی رد ہو جائے گی ۱۲ منہ

کی اور دوسرے نے بیان کیا کہ غاصب نے اقرار کیا کہ اُسکی قیمت ایک ہزار درم تھی تو گواہی مقبول نہوگی یہ ظہیریہ مین لکھا ہے
اگر ایک نے قتل کی گواہی دی اور دوسرے نے قاتل کے قتل کرنے کے اقرار کی گواہی دی تو مقبول نہوگی یہ فصول عمادیہ
مین لکھا ہے۔ اگر دونون نے قاتل کے اقرار کی دو وقتون یا دو مکانون مختلف مین گواہی دی تو جائز ہے یہ سراجیہ مین لکھا ہے
اگر ایک نے گواہی دی کہ اسنے لاٹھی سے قتل کیا اور دوسرے نے تلوار سے قتل کرنے کی گواہی دی تو گواہی مقبول نہوگی یہ
محیط مین لکھا ہے۔ اگر ایک نے گواہی دی کہ اُسنے عمداً قتل کیا اور دوسرے نے کہا کہ خطا سے قتل کیا ہے تو مقبول نہوگی
اور اگر ایک نے کہا کہ تلوار سے قتل کیا اور دوسرے نے کہا کہ مجھے یاد نہین کہ کس چیز سے قتل کیا ہے تو گواہی مقبول نہوگی
یہ ذخیرہ مین لکھا ہے۔ اگر مشہود بہ ایسا قول ہو کہ بدون فعل کے تمام نہین ہوسکتا ہے جیسے نکاح اور گواہون نے مکان و زمان
یا انشا و اقرار مین اختلاف کیا تو گواہی مقبول نہوگی اور اگر ایسے عقد مین اختلاف کیا کہ جسکا حکم بدون قبضہ کے ثابت
نہین ہوتا ہے جیسے ہبہ یا صدقہ یا رہن پس اگر اُنھون نے قبضہ واقع ہونے کا معائنہ بیان کیا اور دن اور شہر مین اختلاف
کیا تو امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح کے نزدیک گواہی جائز ہوگی اور اگر رہن یا ہبہ یا صدقہ کرنے والے کے قبضہ
واقع ہونے کے اقرار[1] کی گواہی دی تو بالاتفاق جائز ہے یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے۔ اگر رہن کے دعوی مین
ایک نے قبضہ مین معائنہ کی گواہی دی اور دوسرے نے راہن کے اقرار کی کہ قبضہ ہوگیا ہے گواہی دی تو مقبول نہوگی
اور اس صورت مین رہن مثل غصب کے ہے یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہے۔ اگر طالب و مطلوب کے کپڑون اور سواری مین اختلاف
کیا یا ایک نے کہا کہ ہمارے ساتھ فلان شخص تھا اور دوسرے نے کہا کہ وہ نہ تھا تو کتاب الاصل مین مذکور ہے کہ یہ گواہی جائز ہے
باطل نہوگی یہ ظہیریہ مین لکھا ہے۔ اگر غصب کی گواہی دی اور گائے کے رنگ مین اختلاف کیا تو مقبول ہوگی اور ملک حادث
کا حکم دیا جائیگا یہ محیط مین لکھا ہے۔ اور اگر دو گواہون نے ایک شخص پر چوری کی گواہی دی کہ اُسنے گائے چرائی ہے اور
اُسکے رنگ مین اختلاف کیا تو امام اعظم رح کے نزدیک اُسکا ہاتھ کاٹا جاویگا اور صاحبین رح نے اختلاف کیا ہے یعنی نہین کاٹا جائیگا ۱۲ منہ اور بعض
مشائخ نے کہا کہ یہ اختلاف اُس صورت مین ہے کہ جب دونون رنگ متشابہ ہون جیسے سیاہی و سرخی یا سرخی و زردی نہ ایسی صورت
مین کہ دونون متشابہ نہون جیسے سیاہی و سپیدی کہ اسمین اجماعاً ہاتھ نہ کاٹا جاویگا اور صحیح بات یہ ہے کہ اختلاف سب رنگون مین ہے
یہ کافی مین لکھا ہے جسکا مال چرایا گیا ہے اگر اُسنے سُرخ رنگ معین کر دیا پھر ایک گواہ نے سیاہ رنگ تبلایا تو بالاجماع ہاتھ نہ کاٹا
جاویگا یہ فتح القدیر مین لکھا ہے اور ایسا ہی کپڑے مین بھی اگر یون اختلاف کیا کہ ایک نے ہروی بیان کیا اور دوسرے نے مروی تو امام کے
نزدیک قبول اور صاحبین رح کے نزدیک غیر مقبول ہے پس اگر زمانہ یا مکان مین اختلاف کیا تو گواہی غیر مقبول ہوگی یہ تبیین مین لکھا ہے
اگر ایک نے گواہی دی کہ اُسنے گائے چرائی ہے اور دوسرے نے کہا بیل چرایا ہے یا ایک نے کہا کہ گائے چرائی اور دوسرے نے کہا کہ گدھا
چرایا ہے تو مقبول نہوگی یہ محیط مین لکھا ہے۔ اگر ملک مطلق کا دعوی کیا اور ایک گواہ نے ملک کسی سبب سے بیان کی اور دوسرے نے
ملک مطلق کی گواہی دی تو مقبول ہوگی اور اگر مدعی نے کسی سبب کے ساتھ ملک کا دعوی کیا اور ایک گواہ نے ملک بسبب[2] کی

---

[1] اقرار یعنے صدقہ کرنے والے نے اقرار کیا کہ فقیر نے قبضہ کر لیا تھا ۱۲ [2] قولہ بسبب یعنے ملکیت اس سبب سے حاصل ہے
واضح ہو کہ ملک مطلق مین یہ دعوے ہے کہ مجھے ملک حاصل ہے اس سبب کی نفی نہین ہے ۱۲ ع یعنی جس آلہ سے قتل ہوا اُس آلہ مین اختلاف کیا ۱۲ منہ

گواہی دی اور دوسرے نے ملک مطلق کی گواہی دی تو مقبول نہوگی یہ رشید الدین نے ذکر کیا ہو اگر ایک گواہ نے ملک کی
تاریخ بیان کی اور دوسرے نے بلا تاریخ گواہی دی پس اگر دعوی مین ملک کی تاریخ بیان ہوئی ہو تو گواہی مقبول نہوگی اور
اگر دعوی مین ملک بلا تاریخ مذکور ہو تو مقبول ہوگی اور ملک تاریخی کی ڈگری دیجائیگی یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہو۔ اگر کسی
ملک کا دعوی کیا پس ایک گواہ نے ملک کی گواہی دی اور دوسرے نے کہا کہ مدعا علیہ نے یہ اقرار کیا ہو کہ یہ شے مدعی کی
ملک ہو تو مقبول نہوگی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہو بخلاف قرض کے کہ اگر ایک نے قرض کی گواہی دی اور دوسرے نے
اقرار قرض کی گواہی دی تو قبول نہوگی یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہو۔ اگر ایک گواہ نے بیان کیا کہ قابض غلام نے اقرار کیا ہے
کہ یہ غلام مدعی کا ہو اور دوسرے گواہ نے بیان کیا کہ مدعا علیہ نے اقرار کیا ہو کہ مدعی نے یہ غلام میرے پاس ودیعت رکھا ہو
تو گواہی مقبول ہوگی اگر ایک نے قابض غلام کے اقرار کی کہ یہ غلام مدعی کا ہو اور دوسرے نے قابض کے اقرار کی کہ یہ غلام
مدعی کا ہو اور اُسنے اس قابض پاس ودیعت رکھا ہے گواہی دی تو مدعی کیواسطے حکم دیا جاویگا یہ محیط مین لکھا ہو اور اگر ایک نے
یہ گواہی دی کہ قابض نے اقرار کیا کہ یہ غلام مدعی کا ہو اور دوسرے نے کہا کہ قابض نے اقرار کیا کہ یہ غلام مدعی نے مجھے دیا ہے
تو مقبول نہین ہو اور غلام پر مدعی کی ملکیت ہونیکا حکم نہوگا ولیکن قابض کو حکم دیا جائیگا کہ مدعی کے سپرد کردے یہ ذخیرہ
مین لکھا ہو ایک شخص نے ایک باندی پر جو دوسرے کے ہاتھ مین ہو دعوی کیا اور اُسکے ایک گواہ نے بیان کیا کہ یہ باندی اس
مدعی کی ہو اس سے قابض نے غصب کر لی ہو اور دوسرے نے صرف یہ گواہی دی کہ یہ باندی اس مدعی کی ہو تو گواہی قبول ہوگی
اور اگر ایک نے یہ گواہی دی کہ یہ اُسکی باندی ہو اور دوسرے نے گواہی دی کہ یہ اُسکی باندی تھی تو بھی گواہی مقبول ہوگی بخلاف
اسکے کہ اگر ایک نے کہا کہ یہ باندی اسکے قبضہ مین تھی اور دوسرے نے کہا کہ اسکے قبضہ مین ہو تو امام اعظم رح کے نزدیک ایسی گواہی نامقبول
ہو یہ محیط مین لکھا ہو۔ ایک گواہ نے قابض کے اقرار کی کہ یہ غلام مدعی کا ہو گواہی دی اور دوسرے نے کہا کہ اسنے مدعی سے خرید کا اقرار
کیا ہو اور مدعی نے کہا کہ قابض نے گواہ سے ایسا اقرار کیا ہو ولیکن مین نے اُسکے ہاتھ کچھ فروخت نہین کیا تو گواہی مقبول ہوگی اور
غلام مدعی کو دلایا جاویگا اور اگر مدعی نے کہا کہ قابض نے دونون اقرارون مین سے جو گواہون نے بیان کیے ایک اقرار کیا ہو تو گواہی
مقبول نہوگی یہ خزانۃ المفتین مین لکھا ہو۔ امام ابو یوسف رح سے منقول ہو کہ ایک شخص نے دوسرے پر ہزار درم کا دعوی کیا پس
ایک گواہ نے کہا کہ مدعا علیہ نے اقرار کیا ہو کہ مجھپر مدعی کے ہزار درم قرض ہین اور دوسرے نے گواہی دی کہ مدعا علیہ نے اقرار کیا ہو کہ مجھپر مدعی کے
ہزار درم ایک اسباب کی قیمت کے آتے ہین جو مین نے اُس سے خرید کر کے قبضہ مین کیا ہو اور طالب نے کہا کہ صرف میرا مال اُسپر قرضہ کا ہو اور
اُسنے فقط قرضہ ہونے پر گواہ کر دیے تھے پس اُسنے اپنے اُس گواہ کو جھٹلایا جس نے اسباب کے درم ہونیکی گواہی دی تھی۔ اور اگر مدعی نے یہ
کہا کہ اُس شخص نے ان دونون مختلف گواہیون پر گواہ کرا دیے تھے ولیکن اصل مال میرا اُسپر قرض ہو تو مدعا علیہ پر ہزار درم کا
حکم دیدیا جاویگا اور اگر یہ کہا کہ اصل مال میرا اُسپر ایک اسباب کے دام ہین کہ مین نے اُسکے ہاتھ فروخت کیا تھا اور اُسنے قبضہ کر لیا تھا
اور جو کچھ گواہون نے بیان کیا ان دونون طور پر اُسنے گواہ کر دیے تھے تو اُسپر کچھ ڈگری نہ کیجائیگی تا وقتیکہ مدعی ایک دوسرا گواہ
نہ لاوے کہ جو مثل اُس گواہ کے گواہی دے جس نے اسباب کے دام ہونیکی گواہی دی ہو اور جب مدعی نے اقرار کیا کہ اصل مال میرا
ایک اسباب کے دام ہین تو دو گواہ چاہیے ہین کہ قبضہ ہو جانیکی گواہی ادا کرین یہ محیط مین لکھا ہو۔ اگر ایک گواہ نے بیان کیا کہ

مدعا علیہ نے اقرار کیا ہے کہ مجھپر مدعی کے ہزار درم قرض ہیں اور دوسرے نے کہا کہ مدعا علیہ نے اقرار کیا کہ مجھپر ہزار درم ایک ضمانت کے سبب سے قرض ہیں جو مین نے اسکے لیے ایک شخص کی طرف سے اُسکے حکم سے ضمانت کر لی تھی پس اگر طالب نے بیان کیا کہ مدعا علیہ نے ان دونون باتون پر گواہ کر دیا تھا ولیکن میرا اصل مال اسپر قرض ہے تو مال کی ڈگری کر دیجائیگی اور اگر کہا کہ اصل مال میرا ضمانت کا ہے تو کچھ ڈگری نہ ہوگی جب تک کہ دوسرا ضمانت کا گواہ نہ لاوے اور ضمانت اور بیع آپس میں یکسان ہین ولیکن امام اعظم رہ کے قول کے قیاس پر دونون صورتون مین مال مدعا علیہ پر لازم ہوگا یہ ذخیرہ مین لکھا ہے ایک شخص نے ایک غلام پر جو دوسرے کے ہاتھ مین ہے دعوی کیا اور گواہ لایا اور ایک نے گواہی دی کہ مدعا علیہ نے اقرار کیا ہے کہ مین نے یہ غلام مدعی کو ہبہ کر دیا اور دوسرے نے گواہی دی کہ مدعا علیہ نے اقرار کیا ہے کہ مدعی نے مجھسے غلام سو دنیار کو خریدا ہے تو مدعی وہ غلام لے لیگا اور اسی طرح اگر ایک نے گواہی دی کہ مدعا علیہ نے اقرار کیا کہ اسنے مجھسے سو دنیار کو خریدا ہے اور دوسرے نے یہ گواہی دی کہ اسنے اقرار کیا کہ مدعی نے مجھسے یہ غلام ہزار درم کو خریدا ہے تو بھی مدعی لے لیگا یہ خلاصہ مین لکھا ہے۔ اگر ایک گواہ نے گواہی دی کہ قابض نے اقرار کیا کہ مدعی نے یہ غلام مجھے ہبہ کیا اور دوسرے نے گواہی دی کہ مدعا علیہ نے اقرار کیا کہ مدعی نے مجھے صدقہ مین دیدیا ہے اور مدعی نے بیان کیا کہ قابض نے ان دونون باتون کا اقرار کیا ہے ولیکن مین نے نہ اُسکو ہبہ کیا اور نہ صدقہ مین دیا ہے تو غلام مدعی کو دلایا جائیگا اور اسی طرح اگر ایک نے مدعا علیہ کا اقرار بیان کیا کہ مین نے مدعی سے دس درم کی اُجرت پر لیا ہے اور دوسرے نے اُسکا اقرار بیان کیا کہ ہزار درم کو اُس سے مول لیا ہے یا ایک گواہ نے بیان کیا کہ مین نے سُنا کہ مدعا علیہ کہتا تھا مدعی سے کہ یہ غلام مجھے ہبہ کر دے اور دوسرے نے کہا کہ مین نے سُنا کہ مدعی سے کہتا تھا کہ مجھے صدقہ مین دیدے یا ایک نے بیان کیا کہ مدعا علیہ کو مین نے سُنا کہ مدعی سے کہتا تھا کہ ہزار درم کو میرے ہاتھ فروخت کر دے اور دوسرے نے کہا کہ مین نے کہتے سُنا تھا کہ سو دینار کو میرے ہاتھ فروخت کر دے اور مدعی نے کہا کہ قابض نے یہ سب اقرار کیا ہے ولیکن نہ مین نے بیع کیا اور نہ اُجرت پر دیا ہے تو قاضی ان سب صورتون مین غلام مدعی کو دلاوے گا یہ ذخیرہ مین لکھا ہے۔ اگر ایک گواہ نے گواہی دی کہ قابض نے اقرار کیا کہ غلام مدعی کا ہے اور دوسرے نے گواہی دی کہ اُسنے اقرار کیا کہ مین نے مدعی سے اجرت پر لیا یا رہن لیا یا غصب کر لیا تو غلام مدعی کو دلایا جاویگا اور یہ حکم اُسوقت ہے کہ جب مدعی نے بیان کیا کہ مدعا علیہ نے ان سب باتون کا اقرار کیا ہے مگر مین نے بیع و رہن وغیرہ کچھ نہین کیا اور نہ غصب واقع ہوا ہے تاکہ کسی گواہ کا جھٹلانا لازم نہ آوے یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہے۔ اگر قابض نے بیان کیا کہ غلام مدعی کا ہے اور دعوی کیا کہ مدعی نے مجھے صدقہ مین دیا ہے اور دو گواہ لایا ایک نے گواہی دی کہ مدعی نے اقرار کیا ہے کہ مین نے مدعا علیہ کو صدقہ مین دیا اور دوسرے نے کہا کہ مدعی نے کہا تھا کہ مین نے مدعا علیہ کو یہ غلام ہبہ کیا تو قاضی یہ گواہی قبول کریگا مگر جبکہ دونو گواہ اس مضمون کا روے کہ مدعی نے ہبہ یا صدقہ کا اقرار کیا ہے اور یہ حکم برخلاف اسکے ہے کہ اگر ایک گواہ نے یہ گواہی دی کہ مدعی نے ہبہ و قبضہ کا اقرار کیا اور دوسرے نے کہا کہ مدعی نے اقرار کیا کہ مین نے قابض کو عطیہ دیا اور اُسنے قبضہ کیا یہ محیط مین لکھا ہے۔ اگر ایک گواہ نے بیان کیا کہ مدعا علیہ نے اقرار کیا کہ مین نے یہ غلام مدعی سے لیا ہے اور دوسرے نے گواہی دی کہ یہ غلام مدعی کا ہے تو مقبول نہ ہوگی یہ خلاصہ مین لکھا ہے۔ اگر ایک گواہ نے یہ گواہی دی کہ اس شخص نے اقرار کیا کہ مین

نے یہ غلام فلان شخص سے لیا ہی اور دوسرے نے گواہی دی کہ اسنے اقرار کیا کہ یہ غلام فلان شخص کا ہی تو مشہود لہ کے
واسطے کچھ ڈگری نہ کیجائیگی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر ایک نے گواہی دی کہ مدعا علیہ نے اقرار کیا کہ مین نے اُسکو فلان
شخص سے لیا ہی اور دوسرے نے گواہی دی کہ اُسنے اقرار کیا کہ مجکو فلان شخص نے ودیعت رکھنے کو دیا ہی تو گواہی اس
باب مین جائز ہوگی کہ مدعا علیہ کو حکم دیا جائیگا کہ غلام مدعی کے سپرد کردے ولیکن مدعی کی ملکیت کا حکم نہ دیا جائیگا اور
اسی طرح اگر ودیعت کے گواہ نے ودیعت کا نام نہ لیا بلکہ صرف یہ کہا کہ اُسنے اقرار کیا کہ مدعی نے مجھے دیا تھا تو بھی حکم ہوگا کہ مدعی
کو واپس کرے یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ اگر ایک گواہ نے بیان کیا کہ قابض نے اقرار کیا ہی کہ مین نے مدعی سے اسکو غصب کر لیا
ہی اور دوسرے نے گواہی دی کہ اسنے اقرار کیا کہ اس مدعی نے اسکو میرے پاس ودیعت رکھا ہی یا یہ اقرار کیا کہ مین نے اسکو اس
مدعی سے لیا ہی تو گواہی مقبول ہوگی اور مدعا علیہ کو حکم دیا جائیگا کہ مدعی کے سپرد کردے ولیکن مدعی کے مالک ہونے کا
حکم نہ دیا جائیگا اور مدعا علیہ کو ملک مین جھگڑا کرنے کی گنجائش باقی رہیگی حتے کہ اگر اسکے بعد مدعا علیہ نے اس امر کے گواہ
پیش کیے کہ یہ غلام میری ملکیت ہی تو قاضی اُسکی ملکیت کا حکم دیدیگا۔ اور منتقی مین بھی غلام کا مسئلہ مذکور ہی اور بجائے غلام
کے کپڑا فرض کرکے یون بیان کیا ہی کہ اگر ایک گواہ نے یون گواہی دی کہ قابض نے اقرار کیا کہ مین نے یہ کپڑا مدعی سے غصب
کر لیا ہی اور دوسرے نے یہ گواہی دی کہ اسنے اقرار کیا کہ مدعی نے میرے پاس ودیعت رکھا ہی بعد اسکے منتقی مین مذکور ہی کہ مدعی
نے کہا کہ قابض نے جو کچھ گواہون سے بیان کیا اُسکا اقرار کیا ہی ولیکن اُسنے واقع مین مجھسے غصب کر لیا ہی تو گواہی قبول کرونگا
اور قابض کو مدعی کے مالک ہونیکا اقرار کرنے والا قرار دونگا اور قابض سے اُسکے بعد کپڑے کی ملکیت پر گواہی نہ قبول کرونگا پھر منتقی
مین فرمایا کہ اگر ایک نے یہ گواہی دی کہ مین نے اسکو مدعی سے غصب کر لیا ہی اُسکا مدعا علیہ نے اقرار کیا ہی اور دوسرے نے
گواہی دی کہ مدعا علیہ نے یہ اقرار کیا کہ مین نے مدعی سے اسکو لیا ہی تو مین مدعی کو دلا دونگا ولیکن مدعا علیہ اپنی حجت پر باقی رہیگا
پھر منتقی مین فرمایا کہ اگر ایک گواہ نے کہا کہ اُسنے اقرار کیا ہی کہ مین نے اُسکو مدعی سے لے لیا ہی اور دوسرے نے کہا کہ یہ اقرار کیا ہی کہ
میرے پاس اسنے ودیعت رکھا ہی اور مدعی نے کہا کہ مدعا علیہ نے دونون باتون کا اقرار کیا ولیکن مین نے اُس کے پاس ودیعت
رکھا ہی تو یہ گواہی مقبول نہوگی اور اگر ایک گواہ نے بیان کیا کہ قابض نے اقرار کیا کہ یہ مدعی کا ہی اور دوسرے نے گواہی
دی کہ اس نے اقرار کیا ہی کہ مدعی نے میرے پاس ودیعت رکھا ہی تو یہ گواہی مقبول ہوگی اور غلام مدعی کو دلایا جائیگا یہ محیط
اور ذخیرہ مین لکھا ہی۔ اگر ایک نے گواہی دی کہ مدعا علیہ نے اقرار کیا کہ مجھپر مدعی کے ہزار درم قرض ہین اور دوسرے نے گواہی
دی کہ اسنے اقرار کیا کہ مدعی نے میرے پاس ہزار درم ودیعت رکھے ہین تو گواہی مقبول ہوگی اور یہ حکم اُس وقت ہی کہ جب
مدعی نے مطلقاً ہزار درم کا دعوی کیا ہو اور اگر اُسنے دعوی مین قرض یا ودیعت مین سے کوئی سبب ذکر کیا ہو تو اُسنے ایک
گواہ کو جھٹلایا پس گواہی مقبول نہوگی اور یہ حکم اُس وقت ہی کہ جب اقرار پر گواہی دونون نے دی اور صرف سبب مین اختلاف
کیا اور اگر یون گواہی دی کہ ایک نے کہا کہ اس مدعی کے مدعا علیہ پر ہزار درم قرض ہین اور دوسرے نے کہا کہ مدعی کے
مدعا علیہ کے پاس ہزار درم ودیعت ہین تو گواہی قبول نہوگی یہ خزانۃ المفتین مین لکھا ہی۔ اگر مدعی نے خرید کا دعوی کیا
اور ایک گواہ نے اسقدر ثمن پر بیع ہونے کی گواہی دی اور دوسرے نے گواہی دی کہ (بائع ازین مشتری بہائے این

بندہ طلب میکرد وہ دینار یعنی بائع اس مشتری سے دس دینار اس غلام کے دام مانگتا تھا تو ایسی گواہی قبول ہوگی ایک عورت نے ایک زمین کا دعوی کیا اور ایک گواہ نے بیان کیا کہ یہ زمین اس عورت کی ملک ہی کیونکہ اسکے فلان شوہر نے مہر کے عوض اسکو یہ زمین دیدی ہی اور دوسرے نے کہا کہ یہ زمین اسکی ملک ہی اسلیے کہ اسکے شوہر نے اقرار کیا کہ یہ زمین اسکی ملکیت ہی تو گواہی مقبول ہوگی اور بعض نے کہا کہ مقبول نہوگی اور اگر ایک گواہ نے بیان کیا کہ اسکے شوہر نے یہ زمین اسکو بجہت مہر کے دیدی ہی اور دوسرے نے گواہی دی کہ اسکے شوہر نے اقرار کیا ہے کہ مین نے یہ زمین اسکو بجہت مہر کے دیدی ہی تو گواہی مقبول ہوگی یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہی۔ ایک عقار پر اپنے باپ سے میراث پانے کا دعوی کیا پس ایک گواہ نے گواہی دی کہ یہ عقار اسکی ملک ہی اور دوسرے نے کہا کہ یہ زمین اُسکی ملک ہی تو گواہی مقبول نہوگی کیونکہ عقار ایسی زمین کو کہتے ہین جسپر عمارت بھی ہو اور زمین مطلق میدان کو بولتے ہین اسی طرح اگر عقار کے دعوی مین بستان کی گواہی دی تو مقبول نہوگی یہ خزانۃ المفتین مین لکھا ہی۔

نوان باب نفی[1] پر گواہی کے بیان مین اور بعضی گواہیان بعض کو دفع کرتی ہین۔ دو گواہون نے کسی شخص پر ایسے فعل یا قول کی گواہی دی کہ جس سے کوئی اجارہ یا کتابت یا بیع یا قصاص یا مال یا طلاق یا عتاق کسی مقام یا روز مین جسکو گواہون نے بیان کیا ہی مشہود علیہ پر لازم آتا ہی پس مشہود علیہ نے اس کے گواہ قائم کیے کہ مین اس مقام پر موجود نہ تھا یا اس روز اس مقام پر موجود نہ تھا تو یہ گواہی مقبول نہوگی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اور اسی طرح اگر مشہود علیہ کے گواہون نے یہ بیان کیا کہ مشہود علیہ اُس دن فلان مقام پر تھا اُس مقام کے جسکو مدعی کے گواہون نے بیان کیا ہے موجود نہ تھا تو بھی یہ گواہی مقبول نہوگی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ اسی طرح ہر گواہی جو اس امر کی مثبت ہو کہ فلان شخص نے یہ نہین کہا یا نہین کیا یا نہین اقرار کیا مقبول نہین ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اسی طرح اگر گواہون نے بیان کیا کہ یہ شئے اُسکی نہتی یا یہ بیان کیا کہ فلان شخص کا زید پر قرض نہتھا یا کسی مدعی کی ڈگری اُسکی گواہون کی گواہی پر کسی شخص پر کر دیگئی پھر مدعا علیہ نے کہا کہ مین گواہ لاتا ہون کہ یہ شئے میری ہی تو یہ گواہی مقبول ہوگی یہ مبسوط مین لکھا ہی۔ ایسی دو گواہیان کہ اگر ایک حال مین جمع ہون تو بسبب ایک مین کذب لازم آنے کے دونون ساقط ہو جاوین اگر ایک گواہی پر حاکم نے حکم دیدیا تو دوسری گواہی جھوٹ ہونے کے واسطے متعین ہو جائیگی اور اسکی مثال یہ ہی کہ اگر دونون نے یہ گواہی دی کہ زید نے اپنی جورو کو عید کے دن کوفہ مین طلاق دی اور دو کبر اور گواہون نے بیان کیا کہ اُسنے اپنی دوسری عورت کو اُسی روز مکہ مین طلاق دی تو گواہی باطل ہی اور اگر حاکم نے ایک گواہی پر حکم دیدیا پھر دوسری گواہی قائم ہوئی تو دوسری گواہی مقبول نہوگی اور اگر دونون مقدمہ کے گواہون نے دن طلاق کا جدا جدا بیان کیا اور دونون دنون مین اسقدر فرق ہی کہ آدمی کوفہ سے مکہ مین جا سکتا ہے تو دونون مقبول ہونگی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اگر دو گواہون نے یہ گواہی دی کہ زید نے اپنی عورت کو عید قربان کے دن منی مین طلاق دی اور دوسرے دو گواہون نے گواہی دی کہ زید نے اسکے بعد اپنے غلام کو کوفہ مین آزاد کیا ہی۔ تو قاضی پہلی گواہی پر حکم دیدیگا پھر اسکے

[1] نفی سے یہ مراد ہی کہ گواہ صریح یہ کہتا ہی کہ ایسا نہین ہوا یا وہ ایسی بات کہتا ہی کہ جس سے نفی ثابت ہو ولیکن بہرحال یہ ضرور ہی کہ دلیل سے اسکا ثبوت نہوتا ہو کیونکہ نفی اصلی خود سے وجود ہی بخلاف ایسی نفی کے جو مدلل ہی کہ وہ مقبول ہی چنانچہ عینی وغیرہ نے مسئلہ خیار معتقہ مین بیان کیا ہی ۱۲ منہ

بعد دیکھا جاوے کہ کم سے کم مدت جسمین وہ مکہ سے آکر کوفہ مین موجود ہوسکتا ہی اسقدر مدت یہان ہی جو گواہون نے تاریخ بیان کی ہی تو یہ گواہی بھی مقبول ہوگی ورنہ دوسری گواہی باطل ہوگی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر ایک عورت نے یہ گواہی قائم کی کہ میت نے مجھے عید قربان کے دن مکہ مین اپنے نکاح مین لیا ہی اور قاضی نے اُسکی ڈگری کردی اور دوسری عورت نے گواہی قائم کی کہ میت نے مجھسے اُسی روز خراسان مین نکاح کیا ہی تو اُسکی گواہی مقبول نہوگی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ اگر دو گواہون نے بیان کیا کہ زید نے عمرو کو عید قربان کے دن مکہ مین قتل کیا اور دوسرے گواہون نے بیان کیا کہ زید نے اُسکو اُسی روز کوفہ مین قتل کیا اور دونون گواہیان حاکم کے پاس یکجا جمع ہوکر گذرین تو کوئی قبول نہوگی اور اگر ایک گواہی سابق گذری اور اسپر حکم ہوا تو دوسری مقبول نہوگی یہ ہدایہ مین لکھا ہی۔ ایک شخص نے دوسرے پر یہ گواہ قائم کیے کہ اسنے مجھے عید قربان کے روز مکہ مین زخمی کیا اور یہ زخم ہی اور اسپر حکم دیدیا گیا پھر مدعا علیہ نے کسی گواہ پر یہ گواہی قائم کی کہ اسنے مجھے اُسی روز کوفہ مین زخمی کیا اور گواہ پیش کیے تو اُسکی گواہی مقبول نہوگی اور اگر پہلی گواہی پر حکم نہوا ہو حتی کہ دونون دعوی اور دونون گواہیان جمع ہوگئین تو دونون باطل ہین یہ محیط مین لکھا ہی۔ نوادر مین یہ روایت ہے کہ ایک شخص نے دوسرے پر یہ گواہ قائم کیے کہ اسنے میرے باپ کو عید قربان کے روز مکہ مین قتل کیا اور دوسرے بیٹے نے یہ گواہ قائم کیے کہ اس دوسرے نے میرے باپ کو عید قربان کے روز کوفہ مین قتل کیا تو دونون گواہیان مقبول ہونگی اور دونون کے واسطے آدھی دیت کا حکم دیدیا جائیگا اور اگر مقتول دو ہون اور قاتل ایک ہو تو گواہی باطل ہوگی اور اس مسئلہ کی نظیر جامع مین مذکور ہی کہ اگر بڑے بیٹے نے یہ گواہ قائم کیے کہ منجھلے نے میرے باپ کو قتل کیا ہی اور منجھلے نے یہ گواہ قائم کیے کہ چھوٹے نے میرے باپ کو قتل کیا ہی اور چھوٹے نے یہ گواہ قائم کیے کہ بڑے نے میرے باپ کو قتل کیا ہی تو یہ گواہیان مقبول ہین اور ہر ایک کو دوسرے پر تہائی دیت کا حق حاصل ہوگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اگر ایک گھر کی نسبت جو ایک شخص کے قبضہ مین ہے یہ گواہ قائم کیے کہ یہ گھر میرے باپ کا ہی اور وہ فلان روز مر گیا اور مین اُسکا وارث ہون اور گواہون نے بیان کیا کہ اسکے سوائے اُسکا کوئی وارث نہین ہی اور ایک عورت نے اس امر کے گواہ پیش کیے کہ اس مدعی کے باپ نے مجھسے فلان روز نکاح کیا یعنی اُس روز کے بعد جسدن مدعی نے اپنے باپ کا مرنا بیان کیا اور یہ ولد اس سے پیدا ہوئی پھر اُسکے بعد وہ مر گیا اور مجھے میراث اور مہر چاہیے ہی تو قاضی میراث اور مہر کی ڈگری کریگا خواہ بیٹے مدعی کی ڈگری کر چکا ہو یا نہ کی ہو پھر ایک دوسری عورت نے پہلی عورت کی گواہی پر حکم ہونے کے بعد یہ گواہ قائم کیے کہ میت نے مجھسے اُسوقت کے بعد نکاح کیا ہی تو اُسکی گواہی بھی قبول ہوگی۔ اور اگر وارث نے کسی شخص پر گواہ قائم کیے کہ اسنے میرے باپ کو فلان روز قتل کیا ہی اور قاضی نے حکم دیدیا پھر ایک عورت نے گواہ قائم کیے کہ اسکے باپ نے میرے ساتھ اس روز کے بعد نکاح کیا ہی تو گواہی قبول نہوگی اسلیے کہ قتل کا دن قاضی کے حکم مین مقرر ہو چکا ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ اگر کسی کے لڑکے نے یہ گواہ قائم کیے کہ اس شخص نے میرے باپ کو بیس برس ہوے کہ عمداً تلوار سے قتل کر ڈالا ہی اور میرے سواے کوئی وارث نہین ہی اور ایک عورت نے گواہ سنائے کہ اسکے باپ نے پندرہ برس ہوے کہ میرے ساتھ نکاح کیا ہی کہ یہ بچے اُسکی اولاد مجھسے ہین اور اس کے وارث ہین پس امام اعظم رحمہ اللہ تعالی نے فرمایا کہ عورت کے گواہون کی گواہی استحساناً مقبول ہوگی اور نسب ثابت ہوگا اور بیٹے کے

گواہون کی گواہی قبول نہوگی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اور عورت نے اگر نکاح کے گواہ سُنائے اور کوئی اولاد ساتھ نہ لائی
تو بیٹے کے گواہ مقبول ہونگے اور میراث فقط اُسی کو ملیگی اور قاتل قتل کیا جائیگا اور استحسان صرف نسب مین ہی
اور یہی قول امام ابو یوسف رح اور امام محمد رح کا ہی یہ محیط مین ہی۔ اصل مین لکھا ہی کہ اگر ایک شخص نے یہ گواہ قائم کیے کہ اس
شخص نے میرے باپ کو عمداً ربیع الاول مین قتل کیا اور مدعا علیہ نے گواہ سُنائے کہ ہم نے اسکے باپ کو اسکے بعد زندہ
دیکھا یا یہ کہا کہ اسکا باپ زندہ تھا اور گواہ کو اُسنے ہزار درم قرض دیے اور وہ قرض گواہ پر موجود ہی یا یہ صورت واقع ہوئی کہ
مدعی نے یہ گواہ پیش کیے کہ مین نے مدعا علیہ کے باپ کو کل ہزار درم دیے ہین اور وہ اُسپر قرض ہین اور مدعا علیہ نے گواہ قائم
کیے کہ میرا باپ اس سے پہلے مرگیا یا ایک عورت نے دو گواہ سُنائے کہ فلان شخص نے اپنی عورت کو عید قربان کے
دن کوفہ مین طلاق دی اور فلان شخص نے گواہ سُنائے کہ مین اس دن منٰی مین حاجیون مین شریک تھا تو مدعی کے
گواہ معتبر ہونگے مدعا علیہ کے گواہون پر التفات نہ کیا جائیگا ولیکن اگر عام لوگ اگر گواہی دین تو ان سب کی گواہی
لیجائیگی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ اگر ایک شخص نے دوسرے پر یہ گواہ قائم کیے کہ اسنے میرے باپ کو سال گذشتہ مین عمداً قتل
کر ڈالا ہی اور مدعا علیہ نے گواہ سُنائے کہ اسکے باپ نے کل کے روز ایک غلام ہزار درم کو فروخت کیا ہی تو امام ابو یوسف رح
نے امام اعظم رح سے روایت کی ہی کہ قصاص کا حکم دیا جائیگا نہ بیع کا اور یہی قول امام ابو یوسف رح کا ہی یہ محیط سرخسی مین
لکھا ہی۔ اگر چار آدمیون نے ایک مرد و عورت پر زنا کی گواہی دی پھر دوسرے چار آدمیون نے گواہون پر گواہی دی
کہ یہ لوگ زانی ہین تو امام اعظم رح کے نزدیک یہ باطل ہی اور صاحبین رح کے نزدیک پہلا فریق دوسرے فریق کی گواہی
سے حد مارا جائیگا اور پہلا مشہود علیہ بالاتفاق حد سے رہا ہوگا یہ محیط مین لکھا ہی اگر ایک شخص نے اپنی دو عورتون سے کہا
کہ جو تم مین سے یہ گردہ روٹی کا کھا گئی وہ طالق ہی پس دو گواہون نے گواہی دی کہ اس عورت نے یہ گردہ کھایا اور دوسرے
دو گواہون نے بیان کیا کہ دوسری عورت نے کھایا تو دونون[1] کی گواہی غیر مقبول ہوگی اور اگر ایک فریق کی گواہی پر
حکم ہو چکا ہو تو دوسرے فریق کی گواہی قبول نہوگی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اور اگر قاضی نے گواہون کو رد کر دیا پھر ایک
فریق مر گیا اور دوسرے فریق نے پھر وہی گواہی دی جو پہلے ادا کی تھی اور گواہی کا اعادہ کیا تو گواہی مقبول نہوگی پس
اگر دوسری عورت دوسرے دو گواہ لائی تو اُنکی گواہی قبول ہوگی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر دو گواہون نے گواہی دی کہ اس شخص
نے اپنے غلام سے کہا کہ اگر مین اپنے اس مرض مین مر گیا تو تو آزاد ہی اور ہم یہ نہین جانتے کہ اسی مرض مین مرا یا نہین مرا اور
غلام نے کہا کہ اسی مرض مین مرا ہی اور وارثون نے کہا کہ اس مرض مین نہین مرا ہی تو قسم لیکر وارثون کا قول معتبر ہوگا اور
اگر دونون نے گواہ قائم کیے تو غلام کے گواہ معتبر ہونگے یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ اگر ایک شخص نے کہا کہ اگر مین اس مرض مین
مرا تو فلان غلام آزاد ہی اور اگر اچھا ہو گیا تو دوسرا فلان آزاد ہی پھر پہلے غلام نے کہا کہ اسی مرض مین مر گیا اور وارثون
نے کہا کہ اچھا ہو گیا تو قسم لیکر وارثون کا قول لیا جائیگا اور تمام مال سے دوسرا غلام آزاد ہو جائیگا پھر اگر غلام اول نے

---

[1] دونون یعنے گواہون کے دونون فریق کی گواہی قبول نہین ہے مگر انکہ بعض روٹی کی نسبت گواہی دین ورنہ ایک فریق ضرور
جھوٹا ہے اور ترجیح غیر ممکن ہے پس دونون ساقط ہین ۱۲ منہ

اس شرط کے گواہ قائم کیے کہ وہ اُسی مرض مین مرگیا تو گواہی مقبول ہوگی اور دو تہائی اُسکا آزاد ہوگا اور ایک ثلث کے واسطے وہ سعی کر کے قیمت ادا کریگا جبکہ میت کا کچھ مال سوائے ان دو غلامون کے نہو اور دونون کی قیمت برابر ہو۔ اور اگر دونون نے اپنے اپنے گواہ سُنائے تو مین پہلے غلام کے گواہ جو اس مرض سے انتقال کرنیکا مدعی ہی قبول کرونگا اور دوسرے کے رد کر دونگا پھر اگر وارثون نے کہا کہ اچھے ہونے سے پہلے اسی مرض مین مرگیا تو تہائی مال سے غلام مقرلہ دوسرے کی آزادی کے بعد آزاد ہو جائیگا پس ایک تہائی مفت آزاد ہوگا اور دو تہائی کے واسطے وہ سعی کر کے قیمت ادا کریگا بشرطیکہ سوائے دونون غلامون کے میت کا کچھ مال نہو یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر دو گواہون نے گواہی دی کہ فلان شخص نے اقرار کیا تھا کہ مین نے اپنا فلان غلام مدبر کیا اگر مین قتل کیا جاؤن اور وہ قتل کیا گیا اور دوسرے دو گواہون نے گواہی دی کہ وہ اپنی موت سے مرگیا تو مین تہائی مال سے عتق جائز رکھونگا۔ اور اسی طرح اگر یون گواہی دی کہ اسنے کہا تھا کہ مین نے فلان غلام آزاد کیا اگر مجھے اس سفر یا مرض مین کوئی حادثہ پیش آوے اور حال یہ گذرا کہ وہ اس سفر یا مرض مین مرگیا اور دوسرے دو گواہون نے گواہی دی کہ وہ اس سفر سے واپس آکر اپنے اہل وعیال مین مرا ہی تو مین آزادی کے گواہون کی گواہی قبول کرونگا اور اگر دوسرے دو گواہون نے یہ بیان کیا کہ اسنے کہا تھا کہ اگر مین اپنے سفر سے واپس ہوکر اپنے اہل وعیال مین مرون تو فلان غلام میرا آزاد ہی اور وہ سفر سے آکر اپنے اہل وعیال مین مرا ہی تو مین پہلے گواہون کی گواہی جائز رکھونگا اور واپس آنے کی گواہی قبول نہ کرونگا یہ مبسوط مین لکھا ہی۔ اگر ایک عورت نے یہ گواہ سُنائے کہ میرے شوہر نے مجھے عید قربان کے دن قریب بصرہ کے بالقصد مین طلاق دی ہی اور اُسکے غلام نے گواہ سُنائے کہ اُسنے مجھے اُسی روز منی مین آزاد کر دیا ہی اور وہ شخص مشہود علیہ دونون سے انکار کرتا ہی اور دونون گواہیان ایک ساتھ پیش ہوئین تو دونون باطل ہین اور اگر مشہود علیہ نے کسی گواہی کی تصدیق کی اور دوسرے سے انکار کیا تو اُسپر طلاق دینے اور آزاد کرنے دونون کا حکم دیا جائیگا یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر مدعا علیہ نے اس امر کے گواہ سُنائے کہ مدعی کے گواہ محدود القذف ہین یعنی جھوٹی تہمت زنا کی لگانے سے اُنکو فلان شہر کے فلان قاضی نے فلان وقت مین حد ماری ہی اور ایسا وقت بیان کیا کہ جب وہ قاضی تھا اور جسپر حد قذف واقع ہونے کی گواہی دی اُسنے کہا کہ مین گواہ لاتا ہون کہ اُس قاضی نے اقرار کیا کہ مین نے حد قذف جاری نہین کی ہی پس قاضی محدود القذف ہونیکا حکم دیگا اور بسبب گواہی اقرار کے محدود القذف ہونیکا حکم دینے سے باز نہ رہیگا پس اگر حد قذف کے گواہون نے کوئی خاص وقت مقرر کیا اور کہا کہ فلان قاضی نے اسکو ۴۵۷؁ھ ہجری مین حد قذف ماری ہی اور مشہود علیہ نے گواہ سُنائے کہ یہ قاضی ۴۵۵؁ھ مین مرگیا یا وہ ۴۵۷؁ھ مین اُس شہر کے سوائے فلان شہر مین تھا تو بھی قاضی اُسکے محدود القذف ہونیکا حکم دیگا اور اسکی گواہی پر التفات نہ کریگا لیکن اگر قاضی کا مرنا ایسا مشہور ہو کہ اُسکو ہر کس وناکس جانتا ہو تو البتہ محدود القذف ہونے کا حکم نہ دیگا اور مشہود علیہ پر مال کی ڈگری کر دیگا۔ اور یہی مسئلہ سے نکالکر ایک مسئلہ کے جواب مین حکم دیا جائیگا اور فتوی یہ تھا کہ ایک نے دوسرے پر دعوی کیا کہ میرے باپ کے سو دینار تجھپر آتے ہین اور اُسنے کچھ وصول نہ کیا یہانتک کہ مرگیا اور میرے سوائے کوئی اُسکا وارث نہین ہی مجھے ادا کر دے اور مدعا علیہ نے کہا کہ واقعی سو دینار تیرے باپ کے آتے تھے انھین سے اُسنے اپنی زندگی مین اسّی دینار وصول کر لیے اور میرے مکان

پر سمرقند مین مجھسے یہ اقرار کیا کہ جو سو دینار میرے تجھپر آتے تھے اُنمین سے اتنی دینار مین نے وصول پائے اور میرے تجھپر سوائے پچاس دینار کے کچھ باقی نہین ہین اور اسکے گواہ پیش کردیے اور مدعی نے کہا کہ جس دن کا تو اقرار بیان کرتا ہے اُس دن میرا باپ سمرقند مین نہ تھا وہان سے دوسرے شہر مین چلا گیا تھا اور اسکے گواہ پیش کردیے تو بعض مشائخ نے جواب دیا کہ مدعی کی گواہی مقبول نہوگی ولیکن اگر اسکے باپ کا سمرقند سے چلا جانا ایسا مشہور ہو کہ اسکو ہر کس و ناکس جانتا ہو تو البتہ اُسکے گواہون کی گواہی مقبول ہوگی[۱] یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ اگر کسی نے کہا کہ اگر مین امسال حج نہ کرون تو میرا غلام آزاد ہی اور کہا کہ مین نے حج کرلیا پھر دو گواہون نے گواہی دی کہ یہ عید قربان کے روز کوفہ مین موجود تھا تو غلام آزاد نہوگا اور امام محمد رح نے فرمایا کہ آزاد ہو جائیگا یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہی۔ اور امام محمد رح کا قول اوجہ ہی یہ فتح القدیر مین لکھا اگر اپنے غلام سے کہا کہ اگر مین آج گھر مین نہ داخل ہون تو تو آزاد ہی اور غلام نے گواہ سنائے کہ وہ آج گھر مین نہین داخل ہوا تو گواہی مقبول ہوگی بعض نے کہا کہ علیٰ ہذا اگر اپنی عورت کے ہاتھ مین اُسکا کام سپرد کردیا بشرطیکہ اُسکو بے جرم مارے پھر اُسکو مارا اور کہا کہ جرم پر مین نے مارا ہی اور عورت نے گواہ سُنائے کہ اسنے بے جرم مارا ہی تو عورت کی گواہی قبول ہونی چاہیے اگرچہ اُسنے نفی پر قائم کی کیونکہ شرط پر گواہ قائم کیے ہین کسی نے قسم کھائی کہ اگر میری ساس آج رات مین نہ آئی یا مین نے اُس سے فلان معاملہ مین کلام نہ کیا تو میری جورو پر تین طلاق ہین پھر دو گواہون نے گواہی دی کہ اسنے یہ قسم کھائی تھی اور اُسکی ساس آج رات نہین آئی یا اس معاملہ مین اُس سے کلام نہین کیا اور اس قسم کی وجہ سے اُسکی عورت پر طلاق ہوگئی تو یہ گواہی مقبول ہوگی یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہی۔ اگر دو گواہون نے گواہی دی کہ یہ اسلام لایا اور اسلام مین انشاء اللہ تعالیٰ کہا اور دوسرون نے یہ گواہی دی کہ اُس نے انشاء اللہ تعالیٰ نہین کہا تو دوسرون کی گواہی قبول ہوگی مشائخ بخارا سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص نے دعوی کیا کہ میری زمین خراجی نہین ہی اور اسپر گواہ سنائے اور گواہون نے کہا کہ اسکی زمین آزاد ہی تو اکثرون نے اسکے قبول کرنے کا حکم دیا اور بعضون نے کہا کہ قبول نہ ہوگی کیونکہ اسکا قصد خراج کی نفی کرنا ہی پھر سب مفتیون نے اسی قول کی طرف رجوع کیا اور سب نے اتفاق کیا کہ گواہی غیر مقبول ہے یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ کسی نے دعوے کیا کہ یہ میری عورت ہی اُس نے کہا کہ مین اسپر بسبب تین طلاق کے حرام ہون کہ اسنے کہا تھا کہ اگر فلان روز گذر جاوے اور وہ اسباب مین تیرے پاس نہ لاؤن تو تجھپر تین طلاق ہین اور وہ روز گذر گیا اور یہ شخص وہ اسباب میرے پاس نہ لایا اور اسپر اُس نے گواہ قائم کردیے تو اُس سے شوہر کی خصومت دور کردیجائیگی رب السلم نے دعوی کیا کہ بیع سلم صحیح قرار پائی اور مسلم الیہ نے کہا کہ بسبب مدت نہ ذکر کرنے کے فاسد قرار پائی ہی اور گواہ سُنائے تو گواہی قبول ہوگی یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہی۔ اگر ملکیت مین پیدا ہونے کا دعوی کیا اور کہا کہ میرا حق اور میری ملک ہی اور میری ملک مین پیدا ہوا ہی اور برابر میری ملک مین رہا اور کسی سبب سے میری ملک سے نہین نکلا تو بعض نے کہا کہ غیر مقبول اور بعض نے کہا کہ مقبول ہی اور اسی کو ہم اختیار کرتے ہین یہ جواہر الفتاوی مین ہی۔ اگر دودھ پلائی سے شرط کی کہ تو خود دودھ پلاوے پس اُس نے بکری کا دودھ پلایا تو اُسکو کچھ اُجرت نہ ملیگی پس اگر اُسنے انکار کیا کہ مین

---

[۱] ہوگی کیونکہ سمرقند سے نہ ہونا اگرچہ نفی ہی مگر ایسا امر ہے کہ گویا ہوا[illegible] ثبوت ہو سکتا ہے ۱۲

نے کسی چوپایہ کا دودھ نہین پلایا بلکہ اپنا دودھ دیا ہے تو استحساناً قسم لیکر اسی کا قول معتبر ہوگا اور اگر لڑکے والون نے اپنے دعوے پر گواہ سنائے تو دودھ پلائی کو اجرت نہ ملیگی شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ تاویل اس مسئلہ کی یہ ہے کہ گواہون نے یہ گواہی دی کہ اس دودھ پلائی نے بکری کا دودھ پلایا اور اپنا دودھ نہین پلایا اور اگر صرف اسقدر کہا کہ اسنے اپنا دودھ نہین پلایا تو گواہی مقبول نہوگی اور اگر دونون نے گواہ سنائے تو دودھ پلائی کے گواہ معتبر ہونگے یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہے اگر دو گواہون نے ایک شخص پر گواہی دی کہ ہم نے سنا کہ یہ کہتا تھا المسیح بن اللہ اور یہ نہین کہا کہ یہ قول نصاریٰ کا ہے پس اسکی عورت بائن ہو گئی اور وہ شخص کہتا ہے کہ مین نے یہ لفظ بھی ملایا کہ نصاریٰ کا قول ہے تو گواہی قبول ہوگی اور سچا نہین ورنہ اسکی جورو مین جدائی کرائی جاویگی اور اگر گواہون نے کہا کہ ہم نے سنا کہ یہ شخص کہتا تھا المسیح بن اللہ اور اسکے سوائے ہم نے نہین سُنا تو یہ گواہی غیر مقبول ہوگی یہ خزانۃ الفتاویٰ مین لکھا ہے۔ ایک شخص نے دعوے کیا کہ اس شخص نے ایک لڑکے کو حکم دیا کہ میرے گدھے کو مار کر اپنے باغ سے نکال دے پھر لڑکے نے اسکو یہانتک مارا کہ وہ مر گیا اور اسپر گواہ قائم کیے اور مدعا علیہ نے گواہ سُنائے کہ یہ گدھا زندہ ہے تو گواہی مقبول نہوگی کیونکہ بنظر مقصود وہ نفی پر قائم ہے یہ قنیہ مین لکھا ہے

دسوان باب

اہل کفر کی گواہی کے بیان مین۔ کافر کی گواہی مسلمان پر مقبول نہوگی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے۔ اہل ذمہ مین سے بعض کی گواہی بعض پر مقبول ہے بشرطیکہ عادل ہون۔ اگرچہ ملتین مختلف ہون یہ بدائع مین لکھا ہے۔ جو حربی کافر امن لیکر آئے ہین اگر ذمی انپر گواہی دین تو جائز ہے بخلاف اسکے کہ اہل حرب جو امان لیکر آئے ہین اگر ذمیون پر گواہی دین تو ناجائز ہے بعض حربی امان والے اگر بعض پر گواہی دین پس اگر ایک ہی ملک کے ہین تو مقبول ہے اور اگر جدا جدا ملک کے ہین تو مقبول نہوگی یہ ظہیریہ مین لکھا ہے۔ مرتد مرد یا عورت کی گواہی مین مشائخ نے اختلاف کیا ہے بعضون نے کہا کہ کافرون پر مقبول ہے اور بعض نے کہا کہ مرتد پر مقبول ہے اور اصح یہ ہے کہ ہر صورت مین غیر مقبول ہے یہ محیط مین لکھا ہے اگر دو کافرون نے دو مسلمانون کی گواہی پر گواہی دی اور دو مسلمانون کی گواہی ایک کافر کیطرف سے دوسرے کافر پر کسی حق مین تھی یا کسی قاضی مسلمین کے حکم پر جو کسی مسلمان یا کافر کے حق مین تھا گواہی تھی تو دونون کی گواہی ناجائز ہے۔ اور اگر دو مسلمانون نے دو کافرون کی گواہی پر گواہی دی تو جائز ہے یہ مبسوط مین ہے ایک کافر کے قبضہ مین ایک باندی تھی کہ اسکو اسنے مسلمان سے خریدا ہے پھر اسپر دو کافرون نے یہ گواہی دی کہ یہ باندی مسلمان یا کافر کی ہے تو گواہی جائز نہوگی اسیطرح اگر وہ باندی اسکے پاس کسی مسلمان کیطرف سے ہبہ یا صدقہ مین ہو تو بھی یہی حکم ہے اور یہ قول امام اعظم و امام محمد کا اور پہلا قول امام ابو یوسف کا ہے پھر امام ابو یوسف نے رجوع کیا کہ مین اس گواہی پر خاصکر کافر پر حکم کرون گا نہ غیر پر یہ حاوی اور مبسوط مین ہے۔ اگر دو ذمی ایک ذمی پر یہ گواہی دین کہ یہ اسلام لایا ہے تو قبول نہوگی کیونکہ انکے زعم مین وہ مرتد ہو گیا اور اہل ذمہ کی گواہی مرتد پر باطل ہے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے۔ اگر ایک مرد اور دو عورتون نے اہل اسلام مین سے کسی شخص پر یہ گواہی دی کہ یہ اسلام لایا ہے اور وہ انکار کرتا ہے تو امام وقت اسکو اسلام کیواسطے جبر کریگا اور قید کریگا اور قتل نہ کریگا یہ ظہیریہ مین لکھا ہے۔ ایک ذمی مر گیا اور اسپر

دو نصرانیون نے گواہی دی کہ وہ اسلام لایا تھا تو انکی گواہی سے اسپر نماز نہ پڑھی جاویگی اور اسی طرح اگر فاسق مسلمانون نے یہ گواہی دی تو بھی یہی حکم ہے۔ اور اگر اس میت کافر کا کوئی ولی مسلمان ہو اور باقی اولیا کافر اسکے دین کے ہون پھر مسلمان ولی نے دعوی کیا کہ وہ مسلمان ہو گیا تھا اور مجھے وصیت کی ہے اور میراث لینا چاہی اور اہل کفر مین سے دو آدمیون نے اسکی گواہی دی تو انکی گواہی سے مسلمان ولی اسکی میراث لے لیگا اور ولی مسلم اسپر نماز پڑھیگا اگر وہ عادل ہے اور اگر سوائے ولی مسلم کے اسکے اسلام کی کسی نے گواہی نہ دی تو ولی مسلم کے کہنے سے اسپر نماز پڑھی جاویگی اور میراث اسکو نہ ملیگی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے۔ اگر ایک شخص نے دوسرے کے ساتھ ملکر یہ گواہی دی کہ میری عورت نعوذ باللہ مرتد ہو گئی ہے اور وہ عورت انکار کرتی ہے اور اسلام کا اقرار کرتی ہے تو دونون مین جدائی کرائی جاویگی اور آدھا مہر اسکو دلایا جاویگا اگر مرد نے اسکے ساتھ دخول نہین کیا ہے اور عورت کا انکار مرتد ہونا اور اقرار اسلام توبہ کرنا شمار ہوگا۔ اور اگر دو نون نے گواہی دی کہ وہ مسلمان ہو گئی اور وہ منکر ہے اور اصل دین اسکا نصرانیہ تھا تو گواہی مقبول ہوگی اور اسکا انکار مرتد ہونے مین شمار ہوگا۔ اور اسکا شوہر آدھے مہر سے بری نہوگا یہ محیط مین لکھا ہے عمرو بن ابی عمرو نے امام محمد سے روایت کی ہے کہ ایک ذمی مر گیا پھر ایک مسلمان مرد یا عورت نے جو عادل ہے یہ گواہی دی کہ موت سے پہلے وہ مسلمان ہو گیا اور اسکے اولیا نے انکار کیا تو تمام میراث اسکے ولیون کو اہل ذمہ مین سے ملیگی اور مسلمانون کو چاہیے کہ اسکو غسل دیکر کفن دین اور اسپر نماز پڑھین اسی طرح اگر محدود القذف مسلمان نے گواہی دی اور اب وہ عادل ہے تو بھی یہی حکم ہے یہ ذخیرہ مین لکھا ہے۔ ایک نصرانی مر گیا اور اسکے دو لڑکے ہین ایک نصرانی اور ایک مسلمان پھر مسلمان نے دو نصرانی گواہ پیش کیے کہ وہ مسلمان مرا ہے اور نصرانی نے دو مسلمان گواہ دیے کہ وہ نصرانی مرا ہے تو مسلمان کے لیے میراث[1] کا حکم دیا جائیگا کذا فی محیط السرخسی اسی طرح اگر اسنے دو نصرانی پیش کیے تو بھی یہی حکم رہیگا یہ ذخیرہ مین لکھا ہے۔ اور میت پر نماز پڑھنا اسکے مسلمان بیٹے کے کہنے سے ہے نہ نصرانیون کی گواہی سے اور اگر مسلمان بیٹے نے کہا کہ میرا باپ موت سے پہلے اسلام لایا ہے اور مین اسکا وارث ہون اور نصرانی نے کہا کہ میرا باپ مسلمان نہین ہوا تو میراث کے باب مین نصرانی کا قول معتبر ہوگا اور اسکے مسلمان بیٹے کے کہنے سے اسپر نماز پڑھی جاویگی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے منتقی مین ہے کہ اگر مسلمان بیٹے نے ہنوز اسکے مسلمان مرنے پر گواہ نہ قائم کیے تھے کہ ایک شخص نے اسپر قرض کا دعوی کیا اور نصرانی گواہ پیش کیے تو مال کا حکم اسپر دیدیا جائیگا پھر مسلمان بیٹے نے اسکے مسلمان ہونیکے گواہ نصرانی سُنائے تو امام محمد نے فرمایا کہ اگر قرضخواہ مسلمان تھا تو مین اسکے قرض کی بابت جو حکم ہو چکا ہے باطل نہ کرونگا اور اگر قرضخواہ ذمی ہے تو حکم قضا باطل کر کے تمام میراث اسکے مسلمان بیٹے کو دلاؤنگا اور اگر میت نے کچھ مال نہ چھوڑا اور اسکے بیٹے مسلمان نے نصرانی گواہ اسکے مسلمان مرنے پر قائم کیے اور چھوٹے بھائیون کو لینا چاہا تو گواہی اسلیے مقبول نہوگی اور یہ حکم اسی مقام پر مخصوص نہین ہے بلکہ جہان کہین میت کے

[1] قولہ میراث اسواسطے کہ مسلمان گواہون سے جب نصرانی ثبوت ہوا تو بھی نصرانی گواہون سے اسپر مال کا دعوی لازم ہے کیونکہ مسلمان کو مال ہی مقصود ہے لیکن اسلام مین مسلمان بیٹے کا قول بہ نسبت نصرانیون کے راجح ہے پس اسلام و میراث دونون مین ثبوت ہو گیا ۱۲

کچھ مال نہ چھوڑا ہو کہ جسکے لیے اسکے اسلام کی گواہی قائم کیجائے تو اسکے اسلام کی گواہی مقبول نہوگی اور نہ اسکے اسلام کا حکم دیا جاویگا یہ ذخیرہ و محیط مین لکھا ہے۔ ابن سماعہ نے فرمایا کہ مین نے امام محمد سے پوچھا کہ اگر مسلمان قرضخواہ کے گواہ مسلمان ہون اور نصرانی بیٹے کے سامنے انکی گواہی پر ڈگری کی گئی پھر مسلمان بیٹا ذمی گواہ لایا کہ میرا باپ مسلمان مرا ہے تو امام محمد نے فرمایا کہ جو کچھ نصرانی میت کا مال تھا اسکا وارث اسکا مسلمان بیٹا ہے اور قرضخواہ پر واپسی وغیرہ کا حکم نہوگا۔ پھر ابن سماعہ نے کہا کہ مین نے امام محمد سے کہا کہ اگر قرضخواہ نے اور مسلمان بیٹے دونون نے ذمی گواہ پیش کیے تو امام محمد نے فرمایا کہ اگر دونون گواہ مقابل ہون تو مدعا علیہ مسلمان وارث قرار پاویگا کیونکہ اسکے گواہون سے اسکا وارث ہونا ثابت ہوا اور جب وہ وارث قرار پایا تو قرضخواہ کے ذمی گواہون کی گواہی اسپر مقبول نہوگی پس قرضخواہ کو ایسی گواہی پیش کرنے سے کچھ استحقاق حاصل نہوگا یہ محیط مین لکھا ہے۔ اگر ایک لڑکے نے کہا کہ میرا باپ مسلمان تھا اور مین بھی اور دوسرے نے کہا بلکہ مین بھی اسکے مرنے سے پہلے اسلام لایا ہون اور دوسرے نے اسکی تکذیب کی تو میراث اسکو ملیگی جسکے مسلمان ہونے پر باپ کی زندگی مین اتفاق ہے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے۔ اگر مسلمان بیٹے نے کہا کہ ہمیشہ میرا باپ مسلمان تھا اور نصرانی نے کہا کہ ہمیشہ میرا باپ نصرانی تھا تو مسلمان کا قول معتبر ہوگا اور اگر دونون نے گواہ قائم کیے تو مسلمان کے گواہ بھی معتبر ہونگے۔ اور اگر مسلمان بیٹے نے مسلمانون مین سے دو گواہ باپ کے مسلمان ہونے پر کہ اپنے مرنے سے پہلے مسلمان تھا قائم کیے تو مین قبول نہ کرونگا جبتک کہ اسلام کی تفصیل نہ بیان کرین کہ کیا ہے اور امام رکن الاسلام علی سغدی نے بیان کیا کہ اگر گواہ فقیہ ہو تو اسکی گواہی بدون اسلام کی تفصیل بیان کرنے کے مقبول ہوگی اور اگر جاہل ہو تو جبتک اسلام کی تفصیل اور اسکا وصف نہ بیان کرے مقبول نہوگی یہ ذخیرہ مین لکھا ہے۔ ایک مسلمان عورت نے بیان کیا کہ میرا شوہر مسلمان تھا اور اس شخص کی اولاد کافر نے بیان کیا کہ نہین بلکہ کافر تھا اور اس شوہر مسلمان کا ایک بھائی مسلمان تھا کہ وہ اس عورت کی تصدیق کرتا تھا تو میراث اس بھائی اور عورت کے درمیان تقسیم ہوگی۔ اور اگر ایک بیٹا کافر اور ایک بیٹی مسلمان چھوڑی پھر بیٹی نے کہا کہ میرا باپ مسلمان مرا ہے اور بھائی مسلمان نے اسکی تصدیق کی اور بیٹا کافر کہتا ہے کہ کافر مرا ہے تو لڑکی کا قول معتبر ہوگا اور اگر جورو نہو اور بیٹا اور بھائی ہو اور بھائی اسکے مسلمان ہونیکا دعوی کرتا ہے اور بیٹا منکر ہے تو بیٹے کا قول لیا جائیگا اور میراث اُسی کو ملیگی۔ ایک بیٹی اور ایک بھائی ہے اور دونون نے اختلاف کیا تو مدعی اسلام کا قول لیا جائے گا اور یہی حکم بیٹا اور باپ موجود ہونے مین ہے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے۔ اگر ایک شخص مرگیا اور اسنے ایک گھر چھوڑا اس میت کے لڑکے نے جو مسلمان تھا کہا کہ میرا باپ مسلمان مرا ہے اور یہ گھر میرے واسطے میراث چھوڑا ہے اور میت کا بھائی جو ذمی تھا آیا اور کہا کہ میرا بھائی میرے دین پر کافر مرا ہے تو بیٹے کا قول لیا جائے گا اور اسی کو میراث ملیگی اور اگر دونون نے اپنے دعوے پر گواہ قائم کیے تو بیٹے کے گواہ لیے جاوینگے اور اگر بھائی نے ذمی لوگ گواہ قائم کیے اور مسلمان بیٹے کے گواہ نہین ہین تو بھائی کے گواہ ناجائز ہونگے ولیکن اگر بھائی نے اپنے دعوے پر مسلمان گواہ قائم کیے تو مقبول ہونگے اور میراث بھائی کو ملیگی یہ محیط اور ذخیرہ مین لکھا ہے۔ امام ابو یوسف نے فرمایا کہ ایک نصرانی

مرگیا اور دو بیٹے چھوڑے پھر ایک اسکے مرنے کے بعد مسلمان ہوگیا پھر ایک نصرانی نے اس امر کے نصرانی گواہ قائم کیے کہ مین بھی میت کا بیٹا ہون تو نسب کی گواہی قبول ہوگی اور میراث مین نصرانی بیٹے کا شریک کیا جائیگا[1] اور مسلمان بیٹے کی میراث کے حصہ مین شریک نہوگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے اسیطرح اگر ایک نصرانی بیٹا چھوڑا اور وہ باپ کے مرنے کے بعد مسلمان ہوگیا۔ پھر ایک نصرانی آیا اور نصرانی گواہ اس امر کے لایا کہ مین نصرانی میت کا بیٹا ہون تو نسب کی گواہی مقبول ہوگی اور جو کچھ مال میراث کا مسلمان بیٹے کے ہاتھ مین ہے اس مین سے کچھ نہ دلایا جائیگا پس اگر میت کا کچھ مال برآمد ہوا تو سب مسلمان بیٹے کو ملیگا پس اگر مسلمان بیٹا ذمی[2] باپ کی زندگی مین مرگیا تو اسکی میراث اسکے ذمی بیٹے کو ملے گی اور ابن سماعہ نے فرمایا کہ اس صورت مین ذمی بیٹے کو مسلمان بیٹے کی مزاحمت کا حق اسوقت نہین حاصل ہوتا ہے کہ جب ذمی بیٹے کے نسب ثابت ہونے سے پہلے وہ مسلمان ہوگیا ہو اور اگر مسلمان ہونے سے پہلے اسکا نسب ثابت ہوگیا تو ذمی اس مسلمان کا مزاحم و شریک ہوگا یہ محیط مین لکھا ہے ایک نصرانی مرگیا اور اسکی مسلمان عورت نے بیان کیا کہ مین اسکے مرنے کے بعد مسلمان ہوئی ہون مجھے میراث چاہیے ہے اور وارثون نے کہا کہ بلکہ تو پہلے مسلمان ہوئی ہے اور تجھے میراث نہ ملیگی تو وارثون کا قول لیا جائیگا اسی طرح اگر کوئی مسلمان نصرانی عورت کو چھوڑ کر مرگیا اور جھگڑے و نالش کے دن وہ مسلمان تھی پس کہا کہ اسکے مرنے سے پہلے مین مسلمان ہوئی ہون اور وارثون نے کہا کہ بعد مرنے کے مسلمان ہوئی ہے تو وارثون کا قول معتبر ہوگا یہ تمرتاشی مین ہے۔ اگر ایک گھر کی نسبت جو ایک ذمی کے قبضہ مین ہے ایک مسلمان اور ذمی نے دعوی کیا اور دونون نے میراث کا دعوی کیا اور دلیل پیش کی تو دونون مین آدھا آدھا تقسیم ہوگا بشرطیکہ ذمی کے گواہ مسلمان ہون ورنہ مسلمان کیواسطے ڈگری کردیجائیگی اگرچہ اسکے گواہ کافر ہون یہ محیطین مین لکھا ہے۔ ہر گواہی جو ایک ذمی نے دوسرے ذمی پر دی ہے اور ہنوز حاکم نے اسکی گواہی پر حکم نہین دیا ہے یہانتک کہ مشہود علیہ مسلمان ہوگیا تو گواہی باطل ہوجائیگی پس اگر مشہود علیہ حکم کے بعد مسلمان ہوا تو حکم سابق باقی رہیگا اور تمام حقوق مین سوائے حدود کے مواخذہ کیا جائیگا اور قصاص نفس یا ما دون النفس مین قیاس چاہتا ہے کہ قاضی نافذ کرے اور استحساناً نافذ نہ کریگا۔ اور چوری مین اگرچہ حکم قضا کے بعد ہاتھ کاٹنے سے پہلے مسلمان ہوگیا تو قاضی اس سے مال دلوادیگا اور ہاتھ کاٹنا دفع کردیگا اور اگر مشہود علیہ پہلے مسلمان ہوا پھر دونون گواہ مسلمان ہوگئے یا پہلے گواہ مسلمان ہوئے پھر مشہود علیہ مسلمان ہوا پس اگر انہون نے ازسرنو گواہی نہ ادا کی تو تمام حقوق مین ڈگری نہوگی اور اگر پہلی صورت مین بعد دونون کے مسلمان ہونیکے اور دوسری صورت مین بعد مشہود علیہ کے مسلمان ہونے کے دونون نے ازسرنو گواہی دی تو اموال اور قصاص اور حد القذف کے دعوی مین ڈگری کردیجاویگی اور جو حدود خالص اللہ تعالی کے واسطے ہین نہین کیجائیگی یہ شرح ادب القاضی مین لکھا ہے اگر ایک نصرانی پر چار نصرانیون نے گواہی دی کہ اسنے مسلمان باندی کے ساتھ زنا کیا ہے پس اگر انھون نے یہ گواہی دی کہ اسنے زبردستی زنا کیا ہے

---

[1] قولہ کیا جائیگا یعنی یہ بیٹا جسنے گواہون سے نسب ثابت کیا ہے وہ معروف پسر نصرانی کا ساجھی ہوگا ۱۲

[2] قولہ ذمی باپ مثلاً نصرانی یا یہودی یا ہندو ہے ۱۲

تو فقط مرد کو حد ماری جائیگی اور اگر انھون نے یہ گواہی دی کہ اس مسلمان باندی نے اس سے رضامندی سے زنا کرایا
تو دونون سے حد دفع کیجائیگی اور باندی مسلمان کے حق کے عوض گواہون کو سزا[1] دیجائیگی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا
ہی ابن سماعہ نے امام محمد سے روایت کی ہی کہ دو نصرانیون نے ایک مسلمان و نصرانی پر یہ گواہی دی کہ ان دونون
نے ایک مسلمان کو عمداً قتل کر ڈالا ہی تو فرمایا کہ مسلمان پر گواہی انکی قبول نہ کرونگا اور نصرانی سے قصاص لونگا
مگر اسپر اسی کے مال سے دیت دینا لازم کرونگا یہ محیط مین لکھا ہی۔ ابن سماعہ نے فرمایا کہ مین نے امام محمد سے سنا
کہ فرماتے تھے کہ ایک مسلمان نے عمداً ایک نصرانی کا ہاتھ کاٹ ڈالا اور کہا کہ مین ایک نصرانی کا غلام ہون
اور ہاتھ کٹے ہوے نے دعوی کیا کہ یہ آزاد ہی اور ایک مرد اور دو عورت مسلمانون کو گواہ لایا کہ اسکے مالک نے ایک
سال سے اسکو آزاد کر دیا ہی تو امام محمد نے فرمایا کہ مین اسکو آزاد قرار دیکر ہاتھ کا قصاص لونگا اور اگر ہاتھ کٹے ہوے نے
دو نصرانی گواہ پیش کیے کہ ایک سال سے اسکے مالک نے اسکو آزاد کیا ہی تو مین اسکی آزادی کے بارہ مین یہ گواہی قبول
کرونگا اور قصاص لونگا اور مشائخ نے فرمایا کہ آزادی کی گواہی مسموع ہونا صاحبین کے نزدیک ہونا چاہیے نہ امام اعظم
کے نزدیک کیونکہ امام اعظم کے نزدیک بدون غلام کے دعوے کے آزادی کی گواہی مقبول نہین ہوتی ہے اور
اس مقام پر وہ منکر ہی نہ مدعی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ امام محمد نے فرمایا کہ ایک مسلمان نے اگر کہا کہ اگر فلان نصرانی
نے اپنی عورت کو طلاق دی تو میرا غلام آزاد ہی پھر دو نصرانیون نے گواہی دی کہ فلان نصرانی نے اس قول کے
بعد اپنی عورت کو طلاق دی تو مین نصرانی کی عورت کے طلاق ہونے کے بارہ مین گواہی قبول کرونگا اور مسلمان
کا غلام آزاد نہ کرونگا یہ محیط مین ہی ایک مسلمان نے کہا کہ اگر میرا غلام اس دار مین داخل ہوا تو وہ آزاد ہی اور ایک
نصرانی نے کہا کہ میری جورو کو تین طلاق ہین اگر یہ غلام اس دار مین داخل ہو پھر دو نصرانیون نے گواہی دی کہ غلام
اس گھر مین داخل ہوا ہی پس اگر غلام مسلمان ہو تو دونون کی گواہی باطل ہی اور اگر نصرانی ہو تو نصرانی کی عورت
پر طلاق ہونے مین گواہی جائز ہی اور آزادی[2] غلام کے بارے مین ناجائز ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ ایک نصرانی
کے ہاتھ مین ایک چادر تھی پھر ایک مسلمان و ایک نصرانی نے ہر ایک نے اسکے گواہ نصرانی پیش کیے کہ نصرانی
نے اقرار کیا ہی کہ یہ چادر مدعی کی ہی تو فرمایا کہ مین مسلمان کی ڈگری کرونگا یہ محیط مین لکھا ہی۔ ایک نصرانی مرد
نے ایک نصرانی عورت پر اس امر کے گواہ سنائے کہ مین نے اس عورت سے فلان وقت نکاح کیا ہی تو فرمایا
کہ مین نصرانی عورت کے مدعی کی جورو ہونے کی ڈگری کرونگا پھر ایک مسلمان نے گواہ سنائے کہ مین نے اس
وقت کے بعد اس سے نکاح کیا ہی تو امام ابو یوسف کے نزدیک اسکی ڈگری نہو گی اور امام اعظم کے نزدیک ہوگی
اور اگر دونون نے معاً گواہ سنائے تو امام اعظم کے نزدیک مسلم کی ڈگری ہوگی اور امام ابو یوسف کے نزدیک نصرانی
کی ڈگری ہو گی۔ ایک نصرانی مرگیا اور اسپر ایک مسلمان کا قرضہ نصرانی کی گواہی سے ہی اور اسپر ایک نصرانی کا

---

[1] کیونکہ انھون نے مسلمہ کا قذف کیا اور انکی گواہی اس مسلمہ پر جائز نہین تو زنا ثابت نہ ہوا اور خالی تہمت رہگئی پس انکو تعزیر دیجائیگی ۱۲

[2] قولہ آزادی الخ اسواسطے کہ یہ گواہی تو مسلمان پر وارد ہوئی پس قبول نہو گی تو غلام بھی آزاد نہ ہوگا ۱۲ منہ

قرضہ نصرانی کی گواہی سے ہو تو امام ابوحنیفہ وامام محمد وزفر نے فرمایا کہ مسلمان کے قرضہ سے شروع کیا جائے گا یعنی پہلے مسلمان کا قرضہ ادا کرنا شروع ہوگا کذا فی محیط السرخسی پس اگر کچھ بچ رہا تو وہ نصرانی کے قرضہ مین دیا جائیگا یہ محیط مین لکھا ہے۔ اگر ایک نصرانی کے قبضہ مین ایک غلام ہے کہ اسپر ایک مسلمان اور ایک نصرانی نے ہر ایک نے دعوی کیا کہ ورہر ایک نے دو نصرانی گواہ پیش کیے تو بالاجماع مسلمان کی ڈگری ہوگی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے۔ ایک ذمی سو درم چھوڑ کر مر گیا پھر ایک مسلمان نے دو گواہ ذمی اپنے سو درم قرضہ کے پیش کیے اور ایک دوسرے مسلمان اور ایک ذمی نے اپنے دو گواہ ذمی سو درم قرضہ کے پیش کیے تو سو کی دو تہائی اکیلے مدعی مسلمان کو ملیگی اور ایک تہائی دونون شریکون کو ملیگی اور اگر کسی ذمی قرضخواہ نے دو ذمی گواہ اور ایک مسلمان اور ایک ذمی نے دو ذمی گواہ سنائے تو سو درم ترکہ مین سے ہر ایک کو ایک تہائی ملیگا اسی طرح اگر اس صورت مین دونون شریکون نے دو مسلمان گواہ سنائے تو بھی ذمی قرضخواہ کو تہائی اور دونون شریکون کو دو تہائی ملیگا اور اگر ذمی قرضخواہ نے دو گواہ مسلمان سنائے اور دونون شریکون نے خواہ مسلمان یا ذمی گواہ سنائے تو سو درم کا نصف ذمی کو اور باقی آدھا دونون شریکون کو ملیگا یہ کافی مین لکھا ہے۔ ایک نصرانی مر گیا اور دو سو درم چھوڑے اور دو بیٹے نصرانی چھوڑے پھر ایک مسلمان ہوگیا پھر ایک شخص آیا اور اسنے میت پر سو درم کا دعوی کیا اور دو گواہ نصرانی قائم کیے تو قاضی اس قرضہ کا حکم وارث نصرانی کے حصہ مین سے دیگا اور نصرانی مسلمان کا شریک نہوگا یہ محیط مین لکھا ہے۔ امام محمد نے فرمایا کہ ایک نصرانی مر گیا اور ایک مملوک چھوڑا پھر وہ مملوک اسکے مرنیکے بعد مسلمان ہوگیا پھر اسکی طرف سے دو نصرانیون نے یہ گواہی دی کہ اسکے مالک نے اسکو آزاد کر دیا ہے اور مالک کا سوا اس غلام کے کچھ مال نہ تھا اور ایک مسلمان نے دو نصرانی گواہ اس امر پر قائم کیے کہ میرے ہزار درم اس میت پر قرض ہین تو امام محمد نے فرمایا کہ مین دونون کی گواہی قبول کرونگا پس غلام کو آزاد کرونگا اور وہ قرضخواہ کیواسطے سعی کرکے مال ادا کریگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے۔ امام محمد نے کتاب الرہن مین فرمایا کہ ایک ذمی مر گیا اور دوسرے ذمی نے اسکے بعض اسباب کے رہن کا دعوی کیا اور اہل ذمہ مین سے گواہ قائم کیے اور ایک مسلمان نے اسپر قرض کا دعوی کیا اور ذمی یا مسلمانون مین سے گواہ قائم کیے تو امام محمد نے فرمایا کہ مین مسلمان کی گواہی قبول کرکے اسکا قرضہ لوانا شروع کرونگا پھر بعد پورا ہوجانے کے اگر کچھ مال باقی رہا تو وہ ذمی کو ملیگا پھر فرمایا رہن جائز نہوگا جبتک کہ مسلمان اپنا قرضہ پورا نہ لے لیوے پس اگر ذمی کے گواہ مسلمان ہون اور مسلم کے گواہ ذمی یا مسلمان ہون تو ذمی کو اپنے رہن سے لینے کا زیادہ استحقاق ہوگا یہ محیط مین لکھا ہے۔ اگر ایک مسلمان نے کافر پر مال کا دعوی کیا اور دعوی کیا کہ ایک مسلمان فلان شخص اسکا کفیل ہے اور کفارون مین سے گواہ قائم کیے تو اس گواہی سے اصیل پر مال ثابت ہوگا نہ کفیل پر اسیطرح اگر اصل مال کافر پر ہو پھر دو کافرون نے ایک کافر و مسلم پر یہ گواہی دی کہ ان دونون نے اسکی طرف سے اس مال کی کفالت کی تھی اور ایک دوسرے کا بھی کفیل ہے تو یہ گواہی اصیل پر اور کفیل کافر پر جائز ہے اور مسلمان کفیل پر جائز نہین اگر ایک مسلمان نے دوسرے مسلمان پر مال کا دعوے کیا اور مطلوب نے انکار کیا اور طالب نے دعوی کیا کہ اس ذمی نے مطلوب کے حکم سے اسکی طرف سے اس مال کی کفالت کی ہے اور کفیل نے انکار کیا پھر دو

ذمیون نے مدعی کی طرف سے گواہی دی تو گواہی کفیل پر جائز ہوگی نہ اصیل مسلم پر یہانتک کہ اگر کفیل نے ادا کیا تو اُسکو مسلمان سے لینے کا اختیار نہوگا۔ اور اسی طرح اگر دونون پر مال دستاویز مین ہو اور مسلمان کے نام دستاویز ہے اور ذمی اُسکے نیچے کفیل ہے یا دستاویز دونون کے نام ہے اور ہر ایک دوسرے کا کفیل ہے تو بھی یہ گواہی کافر حجت ہوگی نہ مسلم پر یہ مبسوط مین ہے۔ اگر کسی مسلمان نے کافر کے لیے ہزار درم کی ضمانت کرلی اور کافر اصیل نے کہا کہ مین نے اپنی طرف سے ضمانت کرنے کا حکم اُسکو نہین دیا تھا پھر مسلمان دو گواہ کافر لایا کہ اُنھون نے گواہی دی کہ اس مسلمان نے اس کافر کے حکم سے اسکی طرف سے ضمانت کرلی تھی اور طالب نے اقرار کیا کہ مین نے اس کفیل سے مال بھر پایا ہے تو کفیل کو اختیار ہوگا اصیل سے مال وصول کرلے۔ اور اگر کسی مسلمان نے کسی ذمی کے جان کی یا مال کی جو اُسپر کسی مسلمان یا کافر کا ہے کفالت کی اور اہل ذمہ اُسپر گواہ ہوے پس اگر مسلمان نے اس سے انکار کیا تو اُنکی گواہی اس پر جائز نہوگی اور اگر اقرار کیا تو اُسکے اقرار کی وجہ سے جائز ہوگی نہ گواہی کی وجہ سے پس اگر اُس نے مال ادا کردیا اور ذمیون نے گواہی دی کہ اس نے ذمی کے حکم سے کفالت کی تھی تو وہ ذمی سے وصول کرلیگا یہ محیط مین لکھا ہے کافرون کی گواہی مکاتب کافر یا غلام ماذون کافر پر روا ہے اگرچہ اُسکا مولی مسلمان ہو یہ مبسوط مین ہے۔ اگر ایک غلام ماذون نصرانی پر جو مسلمان کا مملوک ہے دو نصرانیون نے گواہی دی کہ اُس نے اس شخص کو یا اُس کے گھوڑے کو قتل کر ڈالا ہے تو امام اعظم رح کے نزدیک قتل کرنے کی گواہی جائز نہین ہے اور گھوڑے مار ڈالنے کی گواہی جائز ہے اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک قصاص کے واسطے مقبول ہوگی اور خطا مین مال لینے کے واسطے مقبول نہین ہے یہ محیط مین لکھا ہے۔ اگر غلام ماذون مسلمان ہو اور اُسکا مالک کافر ہو تو کافرون کی گواہی غلام پر مقبول نہوگی یہ مبسوط مین لکھا ہے۔ اگر کسی کافر نے کسی مسلمان کو خرید و فروخت کا وکیل کیا تو کافرون کی گواہی وکیل پر جائز نہوگی اور اگر مسلمان نے کسی کافر کو وکیل کیا تو کافرون کی گواہی وکیل پر جائز ہوگی یہ محیط مین لکھا ہے۔ اگر ایک کافر مر گیا اور اُس نے مسلمان کو وصی بنایا پھر ایک شخص نے میت پر قرضہ کا دعوی کیا اور کافر گواہ قائم کیے تو استحسانًا جائز ہے اگرچہ وصی مسلمان ہے یہ ظہیریہ مین لکھا ہے امام محمد رح نے جامع مین فرمایا کہ ایک مسلمان نے دعوی کیا کہ فلان نصرانی مر گیا اور اُسنے مجھے وصی بنایا ہے اور نصرانی گواہ سنائے پس اگر کسی نصرانی قرضدار کو حاضر کیا تو قیاسًا و استحسانًا گواہی اُسپر قبول ہوگی اور غیر کی طرف متعدی[1] بھی ہوگی اور اگر کسی مسلمان قرضدار کو لایا تو قیاسًا اُسپر گواہی مقبول نہوگی اور یہی پہلا قول امام محمد رح کا ہے اور استحسانًا مقبول ہوگی اور اسی طرح اگر نصرانی نے نصرانی گواہ قائم کیے کہ فلان شخص مر گیا اور مین اُسکا بیٹا ہون اور وارث ہون اور گواہ سوائے اُسکے کوئی وارث نہین جانتے ہین اور میت کا کوئی کافر قرضدار حاضر کیا تو قیاسًا و استحسانًا گواہی مقبول ہوگی اور اگر کوئی مسلمان قرضدار حاضر کیا تو قیاسًا مقبول نہوگی اور استحسانًا مقبول ہوگی یہ ذخیرہ مین لکھا ہے۔ اگر ایک مسلمان نے کسی نصرانی کی طرف سے وکالت کا دعوی کیا کہ جو کچھ اسکا حق کوفہ مین ہے اُس کے لیے اُس نے مجھے وکیل کیا ہے اور ایک مسلمان قرضدار کو حاضر کیا اور اُسپر دو نصرانی گواہ قائم کیے تو قبول نہوگی اور اگر نصرانی کو حاضر کیا تو گواہی قبول ہوگی اور جب

[1] قولہ متعدی یعنی جب اس نصرانی قرضدار پر ثبوت ہوا تو اُسکے ثبوت سے جس مسلمان پر لازم آوے وہ بھی شامل ہو جائیگا اگرچہ ابتداءً مسلمان پر گواہی قبول نہ ہو ۱۲

قاضی نے یہ گواہی قبول کی اور اسکی وکالت کا حکم دیدیا تو یہ حکم سب قرضداروں پر خواہ کافر ہوں یا مسلمان ہوں جاری ہوگا
حتے کہ اگر اسکے بعد کوئی مسلمان قرضدار کو لایا اور اسنے اسکی وکالت سے انکار کیا تو قاضی اسکو دوبارہ وکالت کے گواہ لانے
کے واسطے تکلیف نہ دیگا یہ محیط میں لکھا ہے۔ ایک مسلمان نے اپنا غلام نصرانی کے ہاتھ فروخت کیا پھر کسی نصرانی نے
اسکے پاس سے دو نصرانی گواہ قائم کر کے لینا چاہا تو ڈگری نہ کیجائیگی یہ وجیز کردری میں لکھا ہے۔ ابن سماعہ نے امام محمد
سے روایت کی ہے کہ ایک نصرانی نے مسلمان سے ایک غلام خریدا اور اسکو کسی نصرانی کے ہاتھ قبضہ کرنے کے بعد
فروخت کر دیا پھر دوسرے مشتری نے قبضہ کے بعد اس میں عیب پایا اور دو گواہ نصرانی اس امر کے لایا کہ یہ عیب
بائع مسلمان کے پاس تھا قبل اسکے کہ اسکو نصرانی مشتری کے ہاتھ فروخت کرے تو اسکو اختیار حاصل ہوگا کہ اپنے
بائع نصرانی کو واپس کر دے اگرچہ اسکے بائع کو یہ اختیار نہوگا کہ اس گواہی پر اپنے بائع مسلمان کو واپس کرے یہ ذخیرہ
میں ہے۔ منتقی میں ہے کہ ایک نصرانی نے دوسرے نصرانی کے ہاتھ ایک غلام فروخت کیا پھر دوسرے مشتری نے
اسکو تیسرے مشتری کے ہاتھ اور تیسرے نے چوتھے کے ہاتھ اسیطرح دست بدست دس نصرانیوں کے ہاتھ
فروخت ہوا پھر ایک انمیں سے مسلمان ہوگیا پھر غلام نے دعویٰ[1] کیا کہ میں اصلی آزاد ہوں اور اسپر نصرانی گواہ سنائے تو امام
زفرؒ نے فرمایا کہ اسکے گواہ مقبول نہ ہونگے خواہ اول بائع مسلمان ہوا یا درمیانی یا آخر کا جب تک کہ مسلمان گواہ نہ سنائے
اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ اگر آخر کا مسلمان ہوا ہے تو گواہی مسموع نہوگی اور اگر درمیانی مسلمان ہوا ہے تو مقبول
ہوگی باہم اپنا اپنا ثمن واپس لیتے جاوینگے یہانتک کہ مسلمان بائع تک نوبت پہونچے پس اس سے ثمن نہ لے سکینگے
اور نہ اسکے پہلے والے فروخت کرنیوالوں سے واپس کر سکینگے اور اگر غلام نے آزاد ہونے کا دعوے کیا پس اگر
یہ دعوے کیا کہ پہلے بائع نے مجھے آزاد کیا ہے اور وہی مسلمان ہوگیا ہے اور گواہ نصرانی ہیں تو گواہی مقبول نہوگی اور
اگر درمیانی مسلمان ہوا ہے تو گواہی اسکے آزاد کر دینے پر مقبول نہوگی اور نہ اس کے بعد کے کسی بائع پر آزاد کر دینے کی
گواہی مقبول ہوگی اور اسکے پہلے کسی بائع کے آزاد کر دینے پر گواہی قبول ہوگی اور یہ امام اعظمؒ و زفرؒ کا قول ہے اور امام
ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ مسلمان بائع کے پہلے یا بعد جس بائع سے آزاد کر دینے کے یہ گواہ قائم ہونگے مقبول ہونگے ہاں
اگر خود مسلمان بائع پر قائم ہوں تو مقبول نہ ہونگے اور جب غیر مسلمان پر یہ گواہی قائم ہوئی تو باہم ایک دوسرے سے
ثمن واپس کرتے چلے جائینگے یہانتک کہ مسلمان بائع تک نوبت پہونچے پس نہ اس سے اور نہ اسکے پہلے والوں سے
ثمن واپس لے سکتے ہیں مگر اس صورت میں کہ مسلمان بائع خود اقرار کرے تو واپس کرینگے یہانتک کہ آزاد کرنیوالے
تک پہونچکر ختم کرینگے کذا فی المحیط

گیارھواں باب۔ گواہی پر گواہی دینے کے بیان میں۔

گواہی پر گواہی دینا ایسے ہر حق میں جائز ہے جو شبہہ سے ساقط نہیں ہوتا ہے اور یہ حکم استحسانا ہے پس ایسے حقوق میں جو شبہہ سے ساقط ہوتے ہیں مثل حدود و قصاص کے مقبول

---

[1] اور وہ اپنا ثمن اپنے مسلمان بائع سے واپس لیوے بہ سبب اسی گواہی کے ۱۲ [2] دعویٰ کیا اور اس سے پہلے کبھی غلام نے کوئی ایسا قول و فعل نہیں کیا جس سے ثابت ہو کہ وہ اپنے آپ کو غلام جانتا ہے ۱۲

نہوگی یہ ہدایہ مین ہے۔ کتاب الاصل مین ہے کہ اگر دو گواہون نے دو گواہون کی گواہی پر گواہی دی کہ فلان شہر کے قاضی نے فلان شخص کو حد قذف ماری ہے تو جائز ہے ولیکن اصل کی کتاب الدیۃ مین لکھا ہے کہ یہ جائز نہین ہے یہ محیط مین لکھا ہے نوادر ابن رستم مین امام محمد سے روایت ہے کہ گواہی پر گواہی دینا تعزیر مین جائز ہے یہ فتح القدیر مین ہے جیسے ایک درجہ[1] مین جائز ہے ویسا ہی چند درجون تک جائز ہے یہانتک کہ فروع کے گواہون پر گواہیان ایک بعد دوسرے کے جائز ہین تاکہ حقوق تلف ہونے سے محفوظ رہین یہ کافی مین لکھا ہے۔ اور ایک شخص کی گواہی پر کم دو شخصون یا ایک مرد اور دو عورتون سے گواہ ہونا چاہیئے اور ایسا ہی ایک عورت کی گواہی کا حکم ہے اور یہ ہمارے نزدیک ہے یہ خلاصہ مین لکھا ہے اگر دو شخصون نے دو مرد گواہون کی گواہی یا ایک قسم کی گواہی پر گواہی دی تو ہمارے نزدیک جائز ہے یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے۔ اگر ایک شخص نے اپنی گواہی خود ادا کی اور دوسرے گواہ کی گواہی پر دو آدمیون نے گواہی دی تو مقبول ہوگی یہ خلاصہ مین لکھا ہے۔ اگر دو شخصون نے ایک شخص کی گواہی جو خود ادا کرتا ہے وہی گواہی دی تو جائز نہین ہے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے۔ اور گواہ کر لینے کا طریقہ یہ ہے کہ اصل گواہ فرع سے یون کہے کہ مین گواہی دیتا ہون کہ زید کا بکر پر اسقدر قرض ہے تو میری اس گواہی پر گواہی دے یا یون کہے کہ تو میری اس گواہی پر گواہی دے کہ مین گواہی دیتا ہون کہ فلان بن فلان نے میرے پاس ایسا اقرار کیا یا یون کہے کہ مین گواہی دیتا ہون کہ مین نے سنا کہ فلان شخص زید کے اسقدر حق کا اقرار کرتا تھا پس تو میری اس گواہی پر گواہی دے اور یہ نہ کہے کہ تو اسکی گواہی دے اور یہ بھی نہ کہے کہ تم دونون میری گواہی کی گواہی دو اور یون گواہی ادا کرے جیسے مجلس قاضی مین گواہی دیتا ہے تاکہ بجنسہ مجلس قضا مین نقل کیجاوے اور اصل کو یہ بیان کرنا ضرور نہین ہے کہ فلان شخص نے مجھے اپنے اوپر گواہ کر لیا ہے یہ کافی مین لکھا ہے۔ اور اگر دو اصل گواہون نے دو شخصون سے کہا کہ گواہی دو کہ ہم نے سنا ہے کہ فلان شخص اپنے اوپر زید کے واسطے ہزار درم کا اقرار کرتا تھا پس دونون ہم پر اسکی گواہی دو پس دونون فرع نے اسکی گواہی دی تو مقبول نہوگی اور اسی طرح اگر دو اصل گواہون نے کہا کہ ہم گواہی دیتے ہین کہ فلان شخص نے اقرار کیا کہ زید کے اسپر ہزار درم قرض ہین پس تم گواہی دو کہ ہم ایسی گواہی دیتے ہین یا کہا تم اُسپر گواہی دو کہ ہم اُسپر اسکی گواہی دیتے ہین یا کہا کہ ہم پر گواہی دو جو ہم نے گواہی دی یا یون کہا کہ فلان کے فلان شخص پر ہزار درم ہین پس گواہی دو کہ ہم نے اسپر یہ گواہی دی ہے یا یون کہا کہ گواہی دو اسپر کہ ہم نے گواہی دی یا اصل گواہ نے فرع سے کہا کہ تو گواہی دے کہ مین گواہی دیتا ہون کہ فلان شخص نے فلان شخص کیواسطے اسقدر درم کا اقرار کیا تو ان سب صورتون مین گواہ کر لینا درست نہین ہے یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہے اگر غیر کو اپنی گواہی پر گواہ کرنا چاہا تو چاہیے کہ طالب و مطلوب کو حاضر کرکے دونون کیطرف اشارہ کرے اور اگر دونون کی غیبت مین گواہ کرنا چاہا تو اسکا نام و نسب بیان کرے ولیکن اگر مشہود علیہ غائب ہو تو گواہ کر لینے کے واسطے نام و نسب کر دینا کافی ہے اور حکم قضا کیواسطے اسقدر کافی نہین ہے یہ محیط مین لکھا ہے اور جب فرع اصل گواہ کی گواہی ادا کرنا چاہے تو یون بیان کرے کہ مین گواہی دیتا ہون کہ فلان شخص نے مجکو اپنی گواہی پر گواہ کیا کہ فلان شخص نے اسکے نزدیک اس

[1] قولہ ایک درجہ یعنی اصل فریق کے شاہد ہوئے پھر شاہد کے شاہد ہوئے پھر شاہد کے شاہد کے شاہد ہوئے علی ہذا القیاس ۱۲

حق کا اقرار کیا ہے اور اسنے مجھسے کہا کہ تو میری اس گواہی پر گواہی دے کیونکہ ضرور ہے کہ وہ اپنی گواہی ذکر کرے اور اصل
گواہ کی گواہی اور اسکی طرف سے برداشت کرنا ذکر کرے یہ ہدایہ مین لکھا ہے اور یہی صحیح ہے یہ زاہدی مین ہے اور اگر
فروع نے گواہی دی اور یہ نہ کہا کہ ہم اسکی گواہی پر گواہی دیتے ہین تو انکی گواہی مقبول نہوگی یہ خزانۃ المفتین مین ہے اور فروع
کو چاہیے کہ اصل گواہ کے نام کو اور اسکے باپ و دادا کے نام کو ذکر کرے اور اگر اسنے ترک کیا تو قاضی فروع کی گواہی
قبول نہ کریگا یہ ذخیرہ مین لکھا ہے۔ اور فروع کی گواہی قبول نہ ہوگی مگر جبکہ اصلی گواہ مرجاوین یا اسقدر بیمار ہو جاوین
کہ مجلس قاضی مین حاضر نہو سکین یا تین رات و دن کے قدر یا زیادہ دور چلے جاوین تو مقبول ہوگی کذا فی الکافی
اور یہی ظاہر الروایت ہے اور اسی پر فتوی ہے یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہے۔ اور امام ابو یوسف سے روایت ہے کہ اگر
اصل گواہ اتنی دور ہو کہ اگر صبح کو گواہی ادا کرنے کے واسطے آوے تو اسکو اپنے اہل و عیال مین رات گذارنا نہو سکے
تو گواہ کر لینا درست ہے اور اسی کو فقیہ ابو اللیث نے لیا ہے یہ زاہدی و ہدایہ مین لکھا ہے۔ اور بہت سے مشائخ نے اس
روایت کو لیا ہے یہ محیط مین لکھا ہے اور اسی پر فتوی ہے یہ فتاوی سراجیہ مین لکھا ہے۔ نوادر ہشام مین ہے کہ مین نے امام
محمد سے دریافت کیا کہ ایک شخص ایک قوم کی معیت مین نکلا اور اسکا ارادہ مکہ جانے کا یا کسی دوسرے سفر کا
تھا کہ اسکو اسنے بیان کر دیا پھر قوم نے اسکو چھوڑ دیا اور پلٹ آئے پھر ایک قوم نے اسکی گواہی پر گواہی دی
اور مشہود علیہ نے دعوی کیا کہ وہ حاضر ہے اور گواہون نے موافق بیان کے گواہی دی اور کچھ زیادہ نہ بیان
کیا تو کیا یہ گواہی پر گواہی دینا اس شخص کے نزدیک جو حاضر کے باب مین ایسا قبول نہین کرتا ہے قبول ہے یا نہین
ہے تو امام محمد نے فرمایا کہ ہان مقبول ہے کیونکہ غیبت ایسی ہی ہوتی ہے پس اگر اسنے قوم کو وداع کر دیا اور اپنے گھر ہی مین
رہا اور اسکو نکلتے نہین دیکھا تو گواہی قبول نہ کرونگا یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہے۔ صدر الشہید حسام الدین نے فرمایا کہ امیر
یا سلطان کیطرف سے اگر دونون شہر مین موجود ہون تو گواہی پر گواہی دینا درست نہین ہے یہ قنیہ مین لکھا ہے بیٹے
کو باپ کی گواہی پر گواہی دینا درست ہے اسکی قضا پر نہین درست ہے اور صحیح یہ ہے کہ دونون پر بیٹے کی گواہی
درست ہے یہ فتح القدیر مین لکھا ہے۔ اگر اصل گواہ شہر مین قید ہو اور اسنے اپنی گواہی پر گواہ کر لیے تو فروع کو اسکی گواہی پر
گواہی دینا جائز ہے یا نہین اور قاضی اسپر عمل کریگا یا نہین اور اس مسئلہ کا ذکر کسی کتاب مین نہین ہے اور مشائخ زمانہ
نے اختلاف کیا بعضون نے کہا کہ اگر یہی قاضی کے قید خانہ مین قید ہو تو جائز نہین ہے اور اگر والی ملک کے قید خانہ
مین ہو اور نکالنا ممکن نہو تو جائز ہے اور بعض نے کہا کہ جائز ہونا چاہیے یہ ذخیرہ مین لکھا ہے اگر کوئی عورت پردہ دار
ہو تو اسکو اپنی گواہی پر گواہ کر لینا درست ہے اور جو عورت اپنے گھر سے مانند قضائے حاجت حمام وغیرہ کے
واسطے نکلتی ہے وہ پردہ دار ہے بشرطیکہ مردون سے مخالطت نہ کرتی ہو یہ قنیہ مین لکھا ہے۔ اگر اصل گواہ نے اعتکاف
کیا ہو تو فروع کی گواہی جائز نہین ہے خواہ اعتکاف نذر ہو یا نذر نہو یہ قاضی بدیع الدین نے فرمایا ہے کذا فی التاتارخانیہ اپنی گواہی
پر گواہ کر لینا درست ہے اگرچہ اصل گواہون کو کچھ عذر نہو حتی کہ اگر انکو کچھ عذر در پیش آیا مثلاً سفر یا مرض یا موت تو فروع
گواہی ادا کرینگے یہ خلاصہ مین لکھا ہے۔ اگر فروع نے گواہی ادا کی پھر حکم قضا سے پہلے اصول حاضر ہوے تو فروع

انکی گواہی پر حکم نہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے۔ اصل گواہ نے دوسرے کو اپنی گواہی پر گواہ کیا اور اس نے گواہی کو برداشت نہ کیا اور کہا کہ مین نہین قبول کرتا ہون تو چاہیے کہ وہ گواہ نہ قرار پائے یہ قنیہ مین لکھا ہے ایک شخص نے دوسرے کو اپنی گواہی پر گواہ کیا پھر اسکو منع کر دیا کہ میری گواہی پر گواہی نہ دیوے تو امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح کے نزدیک منع کرنا صحیح نہین ہے حتی کہ اگر بعد ممانعت کے اُسنے گواہی پر گواہی دی تو جائز ہے یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہے۔ اگر دو گواہون کی گواہی پر دو گواہون نے گواہی دی کہ فلان نے اپنا غلام آزاد کر دیا ہے پھر انکی گواہی پر ہنوز حکم نہوا تھا کہ اصل گواہ حاضر ہوے اور فرع کو گواہی دینے سے منع کیا تو عامہ مشائخ کے نزدیک صحیح ہے اور بعضون نے کہا کہ منع صحیح نہین ہے اور پہلا قول اظہر ہے یہ خلاصہ مین لکھا ہے۔ اور اگر اصلی گواہون نے گواہی سے انکار کیا تو فرع کی گواہی مقبول نہوگی یہ ہدایہ مین لکھا ہے۔ اگر دو فرع نے ایک اصل کی گواہی پر گواہی دی پھر اصل گونگا یا اندھا ہو گیا یا مرتد یا فاسق ہو گیا یا اُسکی عقل جاتی رہی اور ایسی حالت مین ہو گیا کہ اسکی گواہی روا نہین ہے تو فرع کی گواہی بھی جاتی رہیگی اگر کسی فرع نے اصل کی گواہی پر گواہی دی اور اسکی گواہی بسبب اصل کے فاسق ہونے کے رد کر دی گئی تو اسکے بعد دونون مین سے کسی کی گواہی مقبول نہوگی یہ فتاوی قاضیخان و مبسوط و خلاصہ مین ہے۔ اگر ایک مرد نے دوسرے کو اپنی گواہی پر گواہ کر لیا پھر اصل گواہ کی ایسی حالت ہو گئی کہ اس کی گواہی جائز نہین ہے پھر بدلکر اسکی ایسی حالت ہو گئی کہ اسکی گواہی جائز ہے مثلاً فاسق ہو کر اسنے توبہ کر لی پھر فرع نے اسکی گواہی پر گواہی دی تو سب کی گواہی جائز ہے اگر دو شخصون نے دو شخصون کو اپنی گواہی پر گواہ کیا اور دونون فرع عادل شخص ہین پھر فاسق ہو گئے پھر دونون عادل ہو گئے اور گواہی دی یا اپنی گواہی پر دوسرون کو گواہ کر لیا تو جائز ہے یہ محیط مین لکھا ہے۔ اگر دو فرع گواہون نے قاضی کے پاس گواہی دی اور قاضی نے دونون پہلون مین کچھ تہمت پاکر گواہی رد کر دی تو پھر یہ گواہی اسکے بعد نہ فرع سے قبول ہوگی اور نہ اصول سے اور اگر دونون فرع مین کچھ تہمت پاکر گواہی رد کر دی تو اصول کی گواہی اگر عادل ہین تو جائز رہیگی اور اگر اصول نے دوسرے دو عادل فرع کو گواہ کر لیا تو انکی گواہی بھی جائز رہیگی یہ ذخیرہ مین لکھا ہے۔ اگر دو گواہون نے دو غلامون یا دو مکاتبون یا دو کافرون کی گواہی پر ایک مسلمان پر گواہی دی اور انھین فرعون سے قاضی نے گواہی رد کر دی پھر دونون غلام آزاد ہو گئے یا دونون مکاتب آزاد ہو گئے یا دونون کافر مسلمان ہو گئے اور گواہی ادا کی یا اپنی گواہی پر پہلے دونون آدمیون کو یا دوسرون کو گواہ کر دیا تو جائز ہے یہ محیط مین لکھا ہے۔ اگر گواہ اصل گواہ کر لینے کے وقت فاسق ہو پھر توبہ کرے تو فرع گواہی نہ دے لیکن اگر دوبارہ اسی گواہی پر گواہ کر لے تو پھر ادا کرنا جائز ہے یہ فتاوی عتابیہ مین لکھا ہے۔ اگر دونون اصل گواہ مرتد ہو گئے پھر دونون مسلمان ہو گئے تو فرع کو انکی گواہی پر گواہی دینا جائز نہین ہے اور اگر دونون اصل گواہون نے بعد مسلمان ہونیکے خود گواہی ادا کی تو انکی گواہی مقبول ہوگی یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہے۔ اگر فرع نے بیان کیا کہ ہمکو اصول نے اپنی گواہی پر جو فلان بن فلان کیطرف سے فلان شخص پر اسقدر مال کی بابت تھی گواہ کر لیا تھا لیکن ہم فلان مدعا علیہ کو نہین پہچانتے ہین تو قاضی انکی گواہی قبول کریگا اور مدعی کو حکم

له قوله دونون یعنی اصول گواہ ہون ۱۲

دیگا کہ اس امر پر گواہ لاوے کہ جس شخص کو اسنے حاضر کیا ہے یہ وہی فلان بن فلان مدعا علیہ ہے یہ محیط مین لکھا ہے اگر دو فرع نے دو اصل گواہون کی گواہی پر گواہی دی پس اگر قاضی فرع و اصول دونون فریق کو عادل جانتا ہے تو انکی گواہی پر حکم دیدیگا اور اگر اصول کو عادل جانتا ہے اور فرع کو نہین پہچانتا ہے تو انکا حال دریافت کریگا اور اگر فرع کو عادل جانتا ہے اور اصول کو نہین پہچانتا ہے تو خصاف نے ذکر کیا کہ فروع سے انکے اصول کا حال دریافت کریگا اور قبل دریافت کے حکم نہ دیگا پس اگر انھون نے اصول کی تعدیل کی تو ظاہر روایت مین انکی تعدیل ثابت ہوجائیگی اور امام محمد سے روایت ہے کہ فروع کی تعدیل کرنے سے اصول کی صداقت ثابت نہوگی اور ظاہر روایت صحیح ہے اور اگر فروع نے وقت دریافت کے کہا کہ ہم اصول کے حال سے آگاہ نہین کرتے ہین تو قاضی انکی گواہی قبول نہ کریگا پس اگر مدعی نے کہا کہ مین ایسے لوگ لاتا ہون جو اصول کی تعدیل کرین گے تو امام محمد کے قول کے موافق قاضی التفات نہ کریگا اور اس گواہی پر فیصلہ نہ کریگا کذا فی فتاوی قاضی خان اور اگر مدعی نے قاضی سے کہا کہ اصول کا حال دریافت کرلے کہ وہ لوگ عادل ہین تو قاضی اسکو قبول کریگا اور یہ ظاہر روایت ہے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے اور اگر فروع نے کہا کہ ہم اصول کو نہین پہچانتے ہین کہ آیا وہ عادل ہین یا نہین تو شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ قاضی انکی گواہی رد نہ کرے اور اصل گواہون کا حال دوسرون سے دریافت کرے اور یہی صحیح ہے یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے اور ایسا ہی امام ابو یوسف سے روایت ہے اور یہی صحیح ہے یہ محیط اور ذخیرہ مین لکھا ہے۔ اگر فرع نے قاضی سے کہا کہ مین اصل گواہ کو گواہی مین متہم جانتا ہون تو قاضی فرع سے انکی گواہی پر گواہی قبول نہ کریگا یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہے اگر فرع نے تعدیل اصول سے سکوت کیا تو صحیح ہے اور قاضی اصول کی تعدیل دوسرے لوگون سے جو تعدیل کرنے کے لائق ہین دریافت کریگا اور یہ امام ابو یوسف رح کے نزدیک ہے اور امام محمد رح کے نزدیک گواہی قبول نہ کریگا یہ کافی مین لکھا ہے ہشام نے امام محمد رح سے روایت کی ہے کہ ایک عادل نے اپنی گواہی پر دو گواہ کرلیے پھر خود غائب ہوگیا کہ پتا نہ ملا مثلاً بیس برس تک غائب رہا اور یہ نہ معلوم ہوا کہ وہ اپنی عدالت پر قائم ہے یا نہین اور فروع نے یہ گواہی ادا کی اور حاکم نے کسی ایسے شخص کو نہ پایا کہ جس سے اسکی عدالت دریافت کرے پس اگر اصل گواہ ایسا مشہور ہو جیسے امام ابو حنیفہ و سفیان ثوری تو انکی گواہی پر حکم دیدیگا اور اگر غیر مشہور ہو تو فروع کی گواہی پر حکم نہ دیگا یہ فتح القدیر مین لکھا ہے۔ جامع مین مذکور ہے کہ اگر دو گواہون نے دو گواہون کے قتل خطا کی گواہی پر گواہی دی اور قاضی نے مددگار برادری پر دیت کا حکم دیدیا پھر جسکے مقتول ہونے کی گواہی دی ہے وہ زندہ نکلا تو گواہون فروع پر ضمان لازم نہ آویگی ولیکن ولی مدعی نے جو کچھ لیا ہے وہ واپس کردے اور اگر اصل گواہ آئے اور انھون نے گواہی سے انکار کیا تو انکا اقرار فروع کے حق مین صحیح نہ ہوگا اور نہ انپر ضمان واجب ہوگی اور اصلی گواہون پر بھی ضمان نہ آویگی اور اگر اصلی گواہون نے کہا کہ ہمنے ان دونون کو ایک باطل چیز کی گواہی پر گواہ کرلیا تھا اور ہم جانتے ہین کہ ہم اسوقت جھوٹ بولتے تھے تو بھی امام اعظم و امام ابو یوسف رح کے نزدیک ضامن نہ ہونگے اور امام محمد رح کے نزدیک مددگار برادری کو اختیار ہوگا کہ چاہے اصلی گواہون

قاتل کی مددگار برادری ۱۲

سے ضمان لے یا ولی سے ضمان لے پس اگر اصلی گواہون سے ضمان لی تو یہ گواہ ولی سے اس قدر مال لے لینگے اور اگر ولی سے ضمان لی تو وہ کسی سے نہین لے سکتا ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہے

بارھوان باب جرح وتعدیل کے بیان مین۔ قاضی کو ضرور چاہیے کہ تمام حقوق مین پوشیدہ وظاہر گواہون کا حال دریافت کرے خواہ خصم نے انمین طعن کیا ہو یا نہ کیا ہو اور یہ امام ابویوسفؒ وامام محمدؒ کے نزدیک ہی اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مسلمان مین ظاہری عدالت پر اکتفا کریگا لیکن اگر خصم نے طعن کیا تو دریافت کریگا ہان حدود وقصاص مین بالاجماع خفیہ دریافت کرے اور ظاہر مین انکا تزکیہ کرے خواہ خصم نے طعن کیا ہو یا نہ کیا ہو اور اس زمانہ مین صاحبین کے قول پر فتویٰ ہی یہ کافی مین لکھا ہی۔ اور اگر خصم نے گواہون مین طعن نہ کیا بلکہ تعدیل کی مثلاً یون کہا کہ یہ لوگ عادل ہین جو کچھ انھون نے مجھپر گواہی دی وہ سچ کہا یا کہا کہ یہ لوگ عادل ہین انکی گواہی میرے واسطے یا میرے اوپر جائز ہی تو قاضی اسکے اقرار حق پر حق مدعی کی ڈگری کر دیگا گواہون کا حال دریافت کرنیکی ضرورت نہین ہی اور اگر مدعا علیہ نے صرف اسقدر کہا کہ یہ عادل ہین یا کہا کہ عادل ہین مگر گواہی مین انھون نے خطا کی پس اگر مدعا علیہ عادل ہو کہ جسکی تعدیل معتبر ہو سکتی ہی تو دیکھا جائیگا کہ جواب دعوے کے وقت اگر اسنے مدعی کے دعوی سے انکار نہین کیا بلکہ سکوت کیا یہانتک کہ گواہون نے اسپر گواہی دی پھر اسنے کہا کہ گواہ عادل ہین تو امام اعظمؒ وامام ابویوسفؒ نے فرمایا کہ قاضی انکی گواہی پر مدعی کی ڈگری کر دیگا اور انکا حال دریافت نہ کریگا خواہ دعوی ایسے حق مین ہو کہ باوجود شبہہ کے ثابت ہوتا ہی یا شبہہ کے ساتھ ثابت نہوتا ہو اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ قاضی بدون انکے حال دریافت کرنے کے حکم نہ دیگا اور اگر مدعا علیہ نے دعوی مدعی سے انکار کیا پھر جب گواہون نے اسپر گواہی دی تو اسنے گواہون کی نسبت کہا کہ یہ عدول ہین تو بعض روایات مین ہے کہ اسمین بھی ایسا ہی اختلاف ہی جیسا مذکور ہوا یعنی امام محمدؒ کے نزدیک بدون دریافت حال کے حکم نہ دے اور انکے نزدیک حکم دے اور بعض روایات مین امام محمدؒ سے مروی ہی کہ قاضی مدعا علیہ سے انکی اس گواہی مین صدق وکذب کو دریافت کرے اگر اسنے کہا کہ انھون نے سچ کہا تو اسنے دعوے کا اقرار کر لیا پس اقرار پر حکم دیدے اور اگر اسنے کہا کہ انھون نے جھوٹ کہا تو بدون دریافت کے حکم نہ دے اور جامع صغیر مین مذکور ہی کہ اس صورت مین مدعا علیہ کی تعدیل امام محمدؒ وامام ابویوسفؒ کے نزدیک صحیح نہین ہی اور اسکی تعدیل بمنزلہ عدم کے ہی اور اگر مدعا علیہ فاسق یا مستور الحال ہو تو اسکی تعدیل صحیح نہین ہی اور نہ اسپر قاضی فیصلہ کریگا اور نہ اسکا یہ کہنا کہ گواہ عادل ہین اسکے اوپر حق کے اقرار کرنے مین شمار ہوگا اور اگر قاضی نے اس سے دریافت کیا کہ گواہون نے سچ کہا یا جھوٹ اور اسنے کہا کہ سچ کہا تو یہ دعوی کا اقرار ہی پس اقرار پر حکم دیدیگا اور اگر اسنے کہا کہ گواہون نے جھوٹ کہا تو قاضی حکم نہ دیگا یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی اگر مدعا علیہ نے گواہی دینے سے پہلے اسنے گواہون کی تعدیل کی پھر گواہون نے گواہی دی اور اسنے مشہود بہ سے انکار کیا تو قاضی اسکی تعدیل کرنے پر اکتفا نہ کریگا یہ محیط مین لکھا ہی۔ ایک شخص پر دو گواہون نے گواہی دی اور اسنے

ایک کی تعدیل کی اور کہا کہ یہ عادل ہین ولیکن اُسنے غلطی کی یا اسکو وہم ہوا تو قاضی اس سے دوسرے گواہ کا
حال دریافت کریگا پس اگر اسنے دوسرے کی تعدیل کی تو دونون کی گواہی پر قاضی ڈگری کر دیگا یہ فتاوے
قاضی خان مین لکھا ہی۔ گواہون نے مدعا علیہ پر گواہی دی اسکے بعد اُسنے کہا کہ فلان شخص نے جو کچھ مجھپر گواہی دی ہی
حق ہی تو قاضی بدون دوسرے گواہ کے حال دریافت کرنے کے مدعی کا دعوی جو کچھ گواہ نے بیان کیا ہی قاضی اسپر لازم
کریگا اور اگر گواہی ادا کرنے سے پہلے اسنے کہا کہ فلان گواہ جو کچھ مجھپر گواہی دیگا وہ حق ہی یا وہی سچ ہی پھر جب گواہی
ادا کی تو اسنے قاضی سے کہا کہ انکا حال دریافت کیا جاوے اور مجھے یہ گمان نہ تھا کہ ایسی جھوٹی گواہی دینگے
تو قاضی انکا حال دریافت کریگا اگر عادل ہوے تو فیصلہ کریگا ورنہ گواہی مقبول نہوگی یہ شرح ادب القاضی مین
ہی فتاوی ابو اللیث مین مذکور ہی کہ کسی قاضی کے پاس دو گواہون نے گواہی دی اور ایک کو قاضی عادل جانتا
ہی اور دوسرے کو نہین پہچانتا ہی کہ عادل ہی یا نہین پھر جسکی عدالت کو قاضی جانتا ہی اسنے دوسرے کی تعدیل
کی تو نصیر نے فرمایا کہ اسکی تعدیل کرنا مقبول نہین ہی اور ابو سلمہ سے دو روایتین ہین اور فقیہ ابو بکر سے روایت ہی
کہ ایک قاضی کے پاس تین آدمیون نے گواہی دی اور اسکو تیسرے گواہ کا حال معلوم نہین ہی پس دونون
گواہون عادلون نے جنکو وہ پہچانتا ہی اس تیسرے کی تعدیل کی تو دوسرے مقدمہ اور گواہی مین یہ تعدیل
مقبول ہوگی اور اسی گواہی مین مقبول نہوگی اور یہ قول نصیرؒ کے قول کے موافق ہی اور اسی پر فتوی ہی
یہ محیط مین لکھا ہی۔ ایک شخص تعدیل کر سکتا ہی اور تعدیل کرنے والے کے پاس قاضی کیطرف سے ایلچی ہو سکتا ہی
اور گواہ کے قول کا مترجم ہو سکتا ہی اور یہ امام اعظم اور ابو یوسفؒ کے نزدیک ہی اور دو شخصون کا ہونا افضل
ہی اور یہ حکم خفیہ تعدیل کرنے مین ہی اور ظاہری کے واسطے بالاجماع عدد شرط ہی یہ کافی مین لکھا ہی۔ اور اجماع
ہی کہ عدالت اور بلوغ اور آزادی اور بینائی جو گواہ مین شرط ہی وہی ظاہری تعدیل کرنے والے مین
بھی شرط ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی اور پوشیدہ تعدیل کرنا امام اعظم اور امام ابو یوسف کے نزدیک
غلام اور اندھے اور نابالغ اور محدود القذف سے مقبول ہوتی ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اور ترجمان اگر
اندھا ہو تو امام اعظم سے روایت ہی کہ جائز نہین ہی اور امام ابو یوسف سے روایت ہی کہ جائز ہی یہ خلاصہ مین
لکھا ہی۔ ایک عورت اگر آزاد ہو اور ثقہ ہو تو اس کا مترجم ہونا امام اعظم و امام ابو یوسف کے نزدیک مثل
مرد کے جائز ہی اور یہ حکم ان صورتون مین ہی جنمین عورت کی گواہی مثل مال وغیرہ کے دعوے کے جائز ہی
اور جس صورت مین عورت کی گواہی جائز نہین ہی اس مین اس کا مترجم ہونا بھی جائز نہین ہی یہ محیط مین ہی
پوشیدہ تعدیل باپ و فرزند فاسق سے امام اعظمؒ و امام ابو یوسفؒ کے نزدیک صحیح ہوتی ہی کذا فی فتاوی قاضیخان
اسی طرح ہر اس شخص سے جسکی گواہی اسکے حق مین مقبول نہین ہی اگر پوشیدہ تعدیل کرے تو مقبول ہی یہ خلاصہ مین
ہی اگر عورت اپنے شوہر وغیرہ کی تعدیل کرے تو مقبول ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی۔ اگر عورت اپنے شوہر وغیرہ کی
تعدیل کرے تو مقبول ہی بشرطیکہ وہ بے پردہ ہو اور لوگون سے خلط ملط اور معاملہ کرتی ہو یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے

اور اسپر اجماع ہے کہ اگر مشہود علیہ مسلمان ہو تو اسکے تعدیل کرنے والے کا مسلمان ہونا شرط ہے یہ خلاصہ مین لکھا ہے اور علانیہ تعدیل کے واسطے بالاجماع لفظ شہادت شرط نہین ہے یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے اور قاضی کو چاہیے کہ گواہون کا حال دریافت کرنے کے واسطے ایسے شخص کو اختیار کرے جو عادل اور لوگون کے حال سے خبردار ہو اور طامع نہو اور فقیہ ہو کہ جرح و تعدیل کے اسباب سے واقف ہو اور غنی ہو اور اگر ایک عالم فقیر اور دوسرا غیر عالم غنی اور ثقہ پایا یا ایک عالم ثقہ کہ لوگون سے نہ ملتا ہو اور دوسرا ثقہ غیر عالم کہ لوگون سے خلط ملط رکھتا ہو پایا تو تعدیل کے واسطے عالم کا اختیار کرنا اولی ہے اور اولی یہ ہے کہ تعدیل کرنیوالا مغفل نہو اور نہ گوشہ نشین کہ لوگون سے نہ ملتا ہو یہ محیط مین لکھا ہے۔ اور جو معدل پوشیدہ ہے وہی علانیہ کیواسطے ہونا چاہیے اور یہی ہمارے اصحاب کا قول ہے یہ ذخیرہ مین لکھا ہے اور علانیہ تعدیل کرانے کی یہ صورت ہے کہ قاضی تعدیل کرنیوالے اور گواہ کو جمع کرے اور کہے کہ اسی کی تو نے تعدیل کی ہے یا کہے کہ یہی لوگ عادل مقبول الشہادۃ ہین یہ کفایہ مین لکھا ہے اور خفیہ تعدیل کرانے کی یہ صورت ہے کہ قاضی تعدیل کرنے والے کے پاس کسی ایلچی کو بھیجے یا ایک خط لکھے کہ اسمین گواہون کے نام اور نسب اور حلیہ اور محلہ اور بازار تحریر کرے تاکہ معدل اسکو پہچان لے پھر اسکے پڑوسیون اور دوستون آشناؤن سے اسکا حال دریافت کریگا یہ نہایہ مین لکھا ہے اور اپنے امین کے ہاتھ اس خط کو روانہ کریگا اور اسپر اپنی مہر لگا دیگا اور کسی کو مطلع نہ کریگا تاکہ حال معلوم ہو جانے سے دھوکا نہ دیوین یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے پھر قاضی کو اختیار ہے چاہے تعدیل ظاہری و باطنی دونون دریافت کرے یا صرف تعدیل پوشیدہ پر کفایت کرلے اور ہمارے زمانہ مین ظاہری کرلنے کو ترک کیا گیا ہے کذا فی فتاوی قاضی خان اور پہلے زمانہ مین صرف تعدیل ظاہری تھی اور اس زمانہ مین فتنہ سے بچنے کے واسطے پوشیدہ تعدیل پر کفایت کی گئی اور امام محمدؒ سے مروی ہے کہ ظاہری تعدیل بلا اور فتنہ ہے یہ ہدایہ مین ہے اور تعدیل کرنے والے کو بھی چاہیے کہ خود دریافت کرنیکے واسطے ایسے شخص کو اختیار کرے جس مین وہ اوصاف موجود ہون جو تعدیل کرنے والے مین بیان کیے گئے ہین یہ نہایہ مین ہے اور شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ اسکے پڑوسیون سے اسکا حال جبھی دریافت کرے کہ اس سے اور ان سے ظاہری عداوت نہو اور نہ وہ انپر احسان کرنیوالا ہو کہ مثلاً انکی طرف سے چوکیداری وغیرہ ادا کرتا ہو اور اسی کو ابو علی نسفی نے اختیار کیا ہے اور اسکو امام محمد سے روایت کیا ہے یہ ذخیرہ مین لکھا ہے اور اگر پڑوسیون یا بازار والون مین ایسا شخص نہ ملا جو تعدیل کی لیاقت رکھتا ہو تو اسکے اہل محلہ سے دریافت کرے اور اگر سب غیر ثقہ ہین تو تواتر اخبار پر اعتماد کرے اور اسیطرح اگر اسکے پڑوسیون اور اہل محلہ سے دریافت کیا حالانکہ سب غیر ثقہ ہین اور انھون نے اسکی جرح یا تعدیل پر اتفاق کیا اور اسکے دل مین آیا کہ سچ کہتے ہین تو یہ بھی بمنزلہ خبر متواتر کے ہے یہ محیط مین لکھا ہے اگر معدل گواہ کو نہین پہچانتا ہے اور اسکے سامنے دو معدلون نے اسکی تعدیل کی اور وہ دونون ثقہ ہین تو اسکو روا ہے کہ گواہ کی تعدیل کرے یہ فتاوی قاضی خان مین ہے پھر جس گواہ کو اسنے عادل معلوم کیا تو چاہیے کہ قاضی کے خط مین اس گواہ کے نام کے نیچے لکھدے کہ عادل ہے اس کی گواہی جائز ہے

کذا فی النہایہ اور یہ تعدیل ہی اور اسی قول پر اعتماد کیا گیا ہی کذا فی فتاوی قاضی خان اور امام محمد رح سے روایت ہے
کہ قاضی کے خط مین اُسکے نام کے نیچے یون لکھنا چاہیے کہ یہ گواہ میرے نزدیک عادل و پسندیدہ اور اُنکی گواہی جائز ہے
اور یہی کو ہمارے علما نے لیا ہی اور بعض نے کہا کہ یہ تعدیل ہی نہین اسلئے کہ میرے نزدیک کہنے سے وہم پیدا ہوتا ہی کیا تو
نہین دیکھتا ہی کہ اگر گواہ نے کہا کہ میرے نزدیک اس مدعی کا حق ہی تو گواہی باطل ہوتی ہی کذا فی الظہیریہ اور فقیہ ابو اللیث
نے اس[1] قول کو ضعیف کیا ہی اور کہا کہ میرے نزدیک یہ قول ہیچ ہی اسلیے کہ حقیقت کا جاننے والا صرف اللہ تعالی ہے اور
دوسرے لوگون سے صرف یہ معلوم کرنا ہوتا ہی کہ تجھکو کیا معلوم ہوا اور تیری کوشش سے کیا معلوم ہوا یہ محیط مین لکھا ہی اور
جن گواہ کا فاسق ہونا اُسکے نزدیک ثابت ہو تو اُسکے نام کے نیچے کچھ نہ لکھے کہ ہتک حرمت ہی یا لکھدے کہ واللہ اعلم لیکن
اگر دوسرون نے اُسکی تعدیل کی ہو اور یہ جانتا ہو کہ اگر مین نے صریح بیان نہ کیا تو قاضی اُسکی گواہی پر حکم کر دیگا اور حق تلفی
ہوگی تو بیان کر دیوے یہ عنایہ مین لکھا ہی۔ اور جس گواہ کی عدالت یا جرح کچھ نہ معلوم ہوئی تو اُسکے نام کے نیچے لکھدے کہ
اُسکا حال نہین کھلا پھر اُس خفیہ خط کو قاضی کے امین کے ساتھ پوشیدہ قاضی کو بھیجدے تاکہ ظاہر نہو جاوے اور تعدیل کرنے
والے کو اذیت پہونچے یہ فتح القدیر مین لکھا ہی اور تعدیل یقینی طور سے کرنی چاہیے اور یہ نہ کہے کہ وہ میرے نزدیک عادل ہین
اس لیے کہ ثقات نے مجھے اُنکے عادل ہونے کی خبر دی ہی۔ اور اگر یہ بیان کیا کہ سوائے بہتری کے مجھے اُن سے کچھ ثابت نہین
ہوا تو اصح یہ ہی کہ یہ تعدیل ہی۔ اور اگر یہ کہا کہ جس امر مین مین نے معلوم کیا اُس مین عادل ہین تو اصح یہ ہی کہ یہ تعدیل
نہین ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی۔ ادب القاضی مین ہی کہ اگر معدل نے کہا کہ وہ عدول ہین تو یہ تعدیل نہ ہوئی اور اگر کہا
کہ یہ ثقات ہین تو بھی قاضی اُس پر اکتفا نہ کرے گا اور اگر کہا کہ اُس کی تعدیل کی گئی تو کافی ہی اور اگر کہا کہ مین اس سے
سوائے ایک نیک خصلت کے کچھ نہین جانتا ہون تو یہ تعدیل نہین ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اور بعض نے کہا کہ اس کہنے
پر کہ وہ عادل ہی اکتفا کرنا چاہیے اور یہی اصح ہی یہ فتح القدیر مین لکھا ہے۔ اور اگر کہا کہ اگر شراب نہ پیتا ہو تو عادل
ہے تو یہ تعدیل نہین ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ اگر معدل کو معلوم ہوا کہ گواہ عادل ہین مگر اُس کو معلوم ہوا کہ مدعی
کا دعوی باطل ہی یا کچھ گواہی مین گواہون کو وہم ہوا تو اُس کو چاہیے کہ سب[2] معاملہ قاضی کے سامنے بیان
کر دے پھر قاضی معدل کے بیان کی نہایت تفتیش کرے گا اور بعد بہت تفتیش کے اگر یہی ثابت ہوا جو معدل
نے بیان کیا ہی تو گواہون کی گواہی رد کر دے گا ورنہ قبول کر لے گا یہ محیط مین لکھا ہی۔ ایک مسافر نے قاضی کے
سامنے گواہی دی تو قاضی دریافت کرے گا کہ تیری جان پہچان کے یہان کون لوگ ہین پس اگر اُسنے ایسے لوگون
کو بیان کیا کہ جو تعدیل کرنے کی لیاقت رکھتے ہین تو اُن سے خفیہ دریافت کریگا پس اگر تعدیل کی تو علانیہ دریافت کریگا
پس اگر علانیہ تعدیل کی تو اُسکی گواہی قبول کریگا بشرطیکہ قاضی کو تعدیل خفیہ و علانیہ دونون جمع کرنا منظور ہو یہ فتاوی
قاضی خان مین لکھا ہی۔ اور اگر یہ لوگ تعدیل کرنے کی لیاقت نہین رکھتے ہین تو جو اُس کے شہر کا معدل موجود ہی اور قاضی کی

---

[1] قولہ اس قول یعنی جو بعض علما کہتے ہین کہ اس طرح کہنا کہ میرے نزدیک یہ گواہ عادل و پسندیدہ ہے۔ تعدیل نہین ہے ۱۲ منہ
[2] یعنے گواہون کی عدالت اور بعض گواہی مین اُنکا وہم اور بطلان دعوی مدعی ۱۲

تحت ولایت مین ہو اُس سے دریافت کرے گا اور اگر نہ ہو تو مسافر کے شہر کے قاضی کو لکھیگا اور اُسکا حال دریافت کرے گا یہ محیط مین لکھا ہو۔ ایک شخص نے قاضی کے سامنے گواہی دی اور وہ قاضی کے شہر سے پچاس فرسخ کا رہنے والا ہے پس قاضی نے ایک امین اُس کے دریافت حال کے واسطے اُجرت پر بھیجا تو اُجرت مدعی کے ذمہ ہوگی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہو۔ اگر گواہوں نے کسی حد یا قصاص مین گواہی دی تو قاضی اُس کے دوستون اور آشناؤن سے دریافت کرے گا اور خوب چھان پھٹک کرے گا کیونکہ خوب دریافت کرنے مین کبھی کوئی ایسی بات دریافت ہوتی ہو جس سے حد کا ساقط کرنا لازم آتا ہے یہ شرح ادب القاضی مین ہو۔ اگر وہ خط جو اُس نے معدل کے پاس بھیجا تھا تعدیل ہو کر واپس آیا اور احتیاطاً قاضی کو دوسرے سے دریافت کرنا منظور ہوا تو دوسرے کو بھی گواہون کے نام وغیرہ لکھ بھیجے اور یہ نہ لکھے کہ مین نے دوسرے سے انکا حال دریافت کر لیا ہو پس اگر دوسرے نے بھی ایسا ہی لکھا جیسا پہلے نے لکھا ہو تو تعدیل و جرح کو نافذ کرے کذا فی محیط السرخسی اور اگر ایک نے تعدیل کی اور دوسرے نے جرح کی تو امام ابو حنیفہ رح و امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ جرح مقدم رکھے چنانچہ بالاتفاق اگر دو شخصون نے تعدیل کی اور دو نے جرح کی تو جرح مقدم ہو اور اگر ایک نے جرح کی اور دو شخصون نے تعدیل کی تو بالاتفاق عدالت ثابت ہو جائیگی اور اگر دو شخصون نے جرح کی اور دس نے تعدیل کی تو جرح مقدم ہو یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہو۔ اگر قاضی نے گواہون کی کیفیت دریافت کی اور اُنکی جرح کی گئی تو قاضی کو یہ نہ چاہیے کہ مدعی سے صاف کہدے کہ تیرے گواہون کی جرح کی گئی ہو بلکہ یون بیان کرے کہ تیرے گواہون کی مدح نہ بیان کی گئی یہ محیط مین لکھا ہے پس اگر مدعی نے کہا کہ مین ایسے ثقہ لوگ لاتا ہون کہ جو انکی تعدیل کرین یا ایسے لوگ تبلاتا ہون جنسے استفسار کیا جاوے اور ایسے لوگون کا نام لیا جو ثقہ اور تعدیل کرنے کی صلاحیت رکھتے ہین تو قاضی اسکی سماعت کرے گا پھر اگر خود وہ لایا یا قاضی نے موافق اُسکے تبلانے کے دریافت کیا اور اُن لوگون نے گواہون کی تعدیل کی تو قاضی طعن کرنے والون سے دریافت کرے گا کہ تم نے کس وجہ سے اُنکو مجروح کہا ہو کیونکہ جائز ہو کہ ایسی وجہ سے اُنھون نے جرح نکالی ہو کہ جو قاضی اور تعدیل کرنے والون کے نزدیک جرح نہین ہو پھر اگر اُنھون نے ایسی وجہ بیان کی کہ جو اُنھین کے نزدیک فقط جرح ہو اور قاضی وغیرہ کے نزدیک نہین ہو تو قاضی اُسپر التفات نہ کرے گا اور اگر ایسی وجہ بیان کی کہ جو سب کے نزدیک جرح ہو تو جرح مقدم رہیگی یہ شرح ادب القاضی مین لکھا ہو۔ وکذا فی فتاوے قاضی خان والظہیریہ والواقعات والمحیط نقلاً عن العیون۔ اسی طرح اگر معدل نے گواہون کی تعدیل کی اور مشہود علیہ نے اُنپر طعن کیا اور کہا کہ انکا حال فلان و فلان شخص کچھ صالح لوگون کا نام لیا کہ اُن سے دریافت کیا جاوے تو قاضی انسے دریافت کریگا پس اگر انھون نے جرح معقول مبین بیان کی تو جرح مقدم ہوگی کذا فی فتاوی قاضی خان۔ نوادر ابن سماعہ مین امام محمد سے روایت ہو کہ قاضی مشہود لہ کو یہ حکم نہ کرے گا کہ ایسے لوگون کو لاوے کہ جو اسکے گواہون کی تعدیل کرین یہ ذخیرہ مین لکھا ہو۔ اگر چند گواہون نے قاضی کے سامنے گواہی دی اور انکی عدالت ثابت ہو کر حکم ہو گیا پھر دوسرے مقدمہ مین انھون نے گواہی دی پس اگر تھوڑے ہی

دن بعد دوسرے مقدمہ مین گواہی دی ہو تو اُنکی تعدیل کرانے کی ضرورت نہین ہی اور اگر دیر گذری تو تعدیل کی ضرورت ہی اور نزدیک اور دیر زمانہ مین اختلاف ہی اور صحیح اس مین دو قول ہین ایک یہ کہ چھ مہینہ ہون اور دوسرا یہ کہ یہ قاضی کی رائے پر ہی کذا فی محیط السرخسی اور صحیح یہ ہی کہ یہ قاضی کی رائے پر ہے یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہی۔ گواہون نے گواہی دی اور مر گئے پھر اُنکی تعدیل ہوئی یا غائب ہو گئے پھر اُنکی تعدیل ہوئی تو قاضی اس گواہی پر فیصلہ کر دے گا اور اگر گونگے یا اندھے ہو جانے کے بعد اُنکی تعدیل ہوئی تو فیصلہ نہ کرے گا یہ خزانۃ المفتین مین لکھا ہی۔ اگر ایک شخص عادل جو عادل متقی مشہور تھا غائب ہو گیا پھر آیا اور گواہی دی اور معدل سے اُس کا حال دریافت کیا گیا پس اگر تھوڑے دن غائب رہا ہی تو معدل کو اُس کی تعدیل کرنی چاہیے اور اگر چھ سات مہینے کی راہ غائب رہا پس اگر وہ شخص مثل ابو حنیفہ رح و ابن ابی لیلیٰ کے مشہور ہو تو اُس کی تعدیل کرے اور اگر ایسا نہو تو فی الفور اُسکی تعدیل نہ کریگا یہ محیط مین لکھا ہے۔ ایک شخص ایک قوم مین آکر اُترا اور وہ لوگ اُسکو پہچانتے نہ تھے پھر وہ وہان رہا اور لوگون کو سوائے خوبی اور نیکو کاری کے کوئی بُری حرکت اُسکی معلوم ہوئی تو امام محمد رح نے فرمایا کہ مین اُسکی تعدیل کے واسطے کوئی وقت مقرر نہین کرتا ہون جبتک کہ اُنکے دلون مین اسکا عادل ہونا سما جاوے وہی وقت ہی اور اسی پر فتوی ہی یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہی اور اگر کسی لڑکے نے بعد بالغ ہونے کے گواہی ادا کی تو اُسکا حکم بھی یہی مسافر کا ہی جو کسی قوم مین آکر اُترا ہو اور اگر ایک نصرانی مسلمان ہوا اور گواہی ادا کی پس اگر نصرانی ہونے کی حالت مین قاضی اُسکو عادل جانتا تھا تو بلا توقف اُسکی گواہی قبول کرے اور اگر عادل نہین جانتا تھا تو ایسے شخص سے دریافت کرے جو اُس کو نصرانیت مین عادل جانتا تھا اور اُسکو جائز ہے کہ بلا درنگ اُسکی تعدیل کرے یہ ذخیرہ مین لکھا ہے امام محمد رح سے روایت ہی کہ دو نصرانیون نے ایک نصرانی پر گواہی دی اور نصرانیت مین اُن دونون کی تعدیل کی گئی تھی پھر مشہود علیہ مسلمان ہو گیا پھر دونون گواہ مسلمان ہو گئے تو قاضی اِس گواہی پر فیصلہ نہ کریگا پھر اگر دونون نے بعد اسلام کے دوبارہ گواہی ادا کی تو قاضی مسلمان معدل سے اُنکا حال دریافت کریگا اور اگر پہلے تعدیل مسلمان معدلون نے کی ہو تو قاضی اُسکی گواہی پر فیصلہ کر دے گا کیونکہ تعدیل معتبر ہوئی یہ محیط مین لکھا ہے۔ اگر کسی گواہ کا فاسق ہونا ثابت ہوا پھر وہ سال دو سال کے واسطے غائب ہو گیا کہ اسکا پتہ نہ لگا پھر آیا اور اُس سے سوائے نیکوکاری اور خوبی کے کوئی جرم ثابت نہین ہوتا ہی تو معدل کو وہی جرح اُسپر نہ کرنی چاہیے یہ خلاصہ مین لکھا ہے اور یہ بھی نہ چاہیے کہ اُسکی تعدیل کرے یہانتک کہ اُسکا عادل ہونا کھلجاوے اسی طرح اگر ایک ذمی مسلمان ہوا اور مسلمان ہونے سے پہلے اُسکا مجروح ہونا معلوم ہوا تھا تو معدل کو اُسکی جرح کرنی نہ چاہیے اور نہ اُسکی تعدیل کرنی چاہیے جب تک کہ بعد اسلام کے اُسکی عدالت یا جرح ثابت نہ ہو یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ امام محمد رح نے فرمایا کہ ایک شخص نے کوئی کبیرہ گناہ کیا کہ جس سے اُس کی عدالت ساقط ہوتی ہے اور اُسکو کوئی زمانہ نہ گذرا کہ اُسنے توبہ کے بعد کسی مقدمہ مین گواہی دی تو معدل کو اُس کی تعدیل نہ کرنی چاہیے یہانتک کہ اُسپر اسقدر زمانہ گذر جاوے کہ دل مین اُسکی توبہ صحیح ہونے کا یقین ہو جاوے یہ

محیط مین لکھا ہی۔ اگر کوئی گواہی کسی گواہ کے جرح پر حق شرع یا حق عباد سے خالی ہو تو قاضی اُسکی سماعت نہ
کرے گا مثلاً یون گواہی دی کہ شہود فاسق ہین یا زانی ہین یا سود خوار ہین یا شراب خوار ہین یا گواہون کے اقرار کی
گواہی دی کہ انھون نے اقرار کیا کہ ہم نے جھوٹ گواہی دی یا ہم نے گواہی سے رجوع کیا یا رشوت لی یا مدعی کا
دعوی باطل یا ہماری گواہی مدعا علیہ پر اس معاملہ مین نہین ہے یہ فتح القدیر مین لکھا ہی۔ اور اگر مدعا علیہ نے گواہ کے
مجروح ہونے مین گواہی ایسی جرح پر قائم کی جس سے کوئی حق حقوق عباد سے یا حق شرع متعلق ہی مثلاً اسکے گواہ قائم
کیے کہ گواہون نے زنا کیا ہی اور زنا کا حال بیان کر دیا یا شراب پی یا میرا مال چرایا ہی اور عرصہ نہین گذرا یا یہ سب غلام
ہین یا ایک غلام ہی یا مدعی کا شریک ہی حالانکہ مال مین دعوی واقع ہوا ہی یا اُسنے کسی کو زنا کی تہمت لگائی ہی حالانکہ
وہ شخص قذف کا دعوی بھی کرتا ہی یا ان لوگون کو حد قذف کی سزا دی گئی ہی یا مدعی نے اقرار کیا ہی کہ مین نے انکو
اُجرت پر گواہ مقرر کیا ہی تو یہ گواہی مقبول ہوگی یہ کافی مین لکھا ہی اگر مدعا علیہ نے اس امر کے گواہ قائم کیے کہ
مدعی کے گواہ محدود القذف ہین تو قاضی ان گواہون سے حد کا حال دریافت کرے گا کذا فی الاصل اسواسطے
کہ اگر سلطان یا اُسکے نائب نے حد جاری کی تو گواہی باطل ہوگی اور اگر کسی رعایا نے حد ماری ہی تو گواہی
باطل نہوگی اسلیے دریافت کرنا ضرور ہی پھر اگر گواہون نے بیان کیا کہ فلان شہر کے قاضی نے اسکو حد قذف کی سزا
دی ہی تو امام نے یہ ذکر نہ کیا کہ قاضی وقت کو دریافت کرے گا یا نہین اور کتاب الاقضیہ مین لکھا ہی کہ دریافت کرے گا
تاکہ معلوم ہو کہ وہ قاضی اس وقت مین وہان کا قاضی تھا یا نہ تھا یہ محیط مین لکھا ہی پس اگر مدعی نے کہا کہ مین اس امر کے
گواہ لاتا ہون کہ اُس قاضی نے اقرار کیا کہ مین نے اُسکو حد قذف کی سزا نہین دی ہی یا وہ قاضی اس وقت سے
پہلے مر گیا ہی یا اُس قاضی نے اقرار کیا کہ مین اُس وقت مین اُس شہر مین موجود نہ تھا تو یہ سب مقبول نہوگا یہ خلاصہ
مین لکھا ہی۔ اور اگر مدعا علیہ کے گواہون نے یہ گواہی دی کہ مدعی نے انکو دس درم کی اُجرت پر گواہ مقرر کیا تھا اور
جو میرا مال اُسپر تھا اُسی مین سے اُس کو دیا ہی یا مین نے گواہون سے اس قدر مال پر صلح کی تھی کہ تم لوگ مجھپر جھوٹ
گواہی نہ دو اور انھون نے گواہی دی پس میرا مال صلح دلوا دیا جاوے یا ان گواہون نے اقرار کیا ہی کہ ہم لوگ
اُس مجلس مین جس مین یہ معاملہ واقع ہوا حاضر نہ تھے یا مدعی نے مانند[1] اُسکے اقرار کیا کہ یہ لوگ فاسق ہین تو یہ گواہی
مقبول ہوگی یہ فتح القدیر مین لکھا ہی۔ نوادر ابن سماعہ مین امام محمد رحمہ اللہ تعالی سے روایت کی ہی کہ ایک شخص
نے ایک گھر کی نسبت جو ایک شخص کے قبضہ مین ہی دعوی کیا اور اسپر گواہ قائم کیے اور مشہود علیہ نے اس
کے گواہ سنائے کہ مدعی کا یہ گواہ بھی اس گھر کا دعوی کرتا تھا اور کہتا تھا کہ میرا ہی پس اگر اُس کے گواہون
کی تعدیل کیجاوے تو یہ گواہی مدعی کے گواہ مین جرح ہوگی اور اسی طرح اگر اس امر کے گواہ قائم کیے کہ یہ گواہ
شرکت کا دعوی کرتا تھا تو بھی جرح ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اور اگر مشہود علیہ نے اس امر کے گواہ عادل قائم کیے
کہ مدعی نے اپنے اس گواہ کو گواہی دینے سے پہلے اس مقدمہ کی خصومت کے واسطے وکیل کیا تھا اور اُس نے
مخاصمت کی ہی تو گواہی مقبول ہوگی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ اگر مشہود علیہ نے کہا کہ یہ دونون گواہ غلام

[1] قولہ مانند اسکے یعنی ایسا اقرار جس سے اُنکی گواہی باطل ہو جاتی ہے ۱۲

ہین اور اُن دونون گواہون نے کہا کہ ہم آزاد ہین کبھی مملوک نہین ہوے پس اگر اُن دونون کو قاضی پہچانتا ہو اور اُنکی آزادی کو جانتا ہو تو مشہود علیہ کی بات پر التفات نہ کرے گا اور اگر نہین پہچانتا ہے تو مشہود علیہ کا قول قبول کر کے گواہی نامقبول رکھے گا جب تک کہ مدعی یا خود دونون گواہ اپنی آزادی پر گواہ نہ قائم کرین اور اگر اُنھون نے درخواست کی کہ ہمارا حال دریافت کیا جاوے تو قاضی منظور نہ کرے گا اور اگر منظور کر کے دریافت کیا اور معلوم ہوا کہ آزاد ہین اور گواہی قبول کی تو یہ بہتر ہے یہ خزانۃ المفتین مین ہے- اور اگر اس امر پر گواہ طلب کیے تو زیادہ بہتر ہے پھر اس کے بعد اگر ایک شخص نے اگر اُس گواہ کے مملوک ہونے کا دعوے کیا کہ میرا مملوک ہے تو اس مسئلہ کا ذکر کسی کتاب مین نہین ہے اور فخر الاسلام علی بزدوی نے فرمایا کہ اگر آزادی کے گواہ نہین قائم ہوے ہین تو اس دعوی کی سماعت کرے ورنہ نہین یہ محیط مین لکھا ہے- اور اگر گواہون نے کہا کہ ہم غلام تھے ولیکن آزاد ہو گئے تو قاضی اُسکو بھی بدون گواہی کے قبول نہ کرے گا یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے- اور اگر گواہون نے کہا کہ ہم اصلی آزاد ہین اور تعدیل کرنے والون نے کہا کہ مملوک تھے مگر آزاد ہو گئے ہین تو اسکو بھی بدون آزاد ہونے کے گواہون کے قبول نہ کرے گا اور اگر مشہود لہ نے مشہود علیہ پر اس امر کے گواہ قائم کیے کہ یہ غلام فلان کے مملوک تھے اُسنے آزاد کر دیا ہے اور قاضی نے آزادی کا حکم دیدیا ہو تو یہ حکم آزادی[1] پر نافذ ہو گا اور مشہود علیہ غلامون کے مالک کی طرف سے خصم قرار پاوے گا یہ محیط مین ہے متصلات صاحب اقضیہ نے فرمایا کہ جھوٹا گواہ ہمارے نزدیک وہ ہے کہ جو اقرار کرے کہ مین نے یہ عمداً جھوٹی گواہی دی یا کسی شخص کے مقتول ہونے کی یا مر جانے کی گواہی دی پھر وہ شخص زندہ موجود ہوا یہ محیط مین لکھا ہے اور گواہی اگر دعوی کے مخالف ہو یا دوسرے گواہ کے مخالف ہو یا مدعی خود اُسکی تکذیب کرے تو اس سے گواہ جھوٹا نہ ٹھہرایا جائیگا کذا فی فتح القدیر اور اگر اُسنے کہا کہ مین نے غلط کیا یا خطا کی یا تہمت کی وجہ سے اُسکی گواہی رد کر دی گئی تو بھی جھوٹا گواہ نہ قرار پاویگا یہ نہایہ مین ہے- جھوٹے گواہ کو اجماعاً سزا دی جائیگی خواہ اُسکی گواہی پر فیصلہ ہو ہو یا نہوا ہو اور امام اعظم رحمہ اللہ تعالی نے فرمایا کہ سزا اُسکی فقط اُسکا مشہور کر دینا ہے یہ کافی مین لکھا ہے پس شہرت کی صورت یہ ہے کہ اگر وہ بازاری آدمی ہے تو جس وقت بازار مین ہجوم اور لوگون کے جماؤ کا وقت ہو اُسکو وہان بھیجے اور اگر بازاری نہو تو اہل محلہ کے پاس بھیجدے اور وہاں قاضی اُنکو جمع کر کے یہ بیان کرے کہ قاضی تم لوگون کو سلام کہتا ہے اور کہتا ہے کہ ہم نے اسکو جھوٹا گواہ پایا ہے پس تم لوگ اس سے بچتے رہو اور لوگون کو اس سے بچاؤ یہ محیط مین لکھا ہے- اور امام اعظم رح کے نزدیک اُسکو سزا ے ضرب نہ دیوے اور اسی پر فتوی ہے اور صاحبین رح نے کہا کہ اسکو سزاے ضرب دیجاوے اور ادب کے واسطے قید کیا جاوے یہ سراجیہ مین ہے اور شمس الائمہ سرخسی نے کہا کہ صاحبین رح کے نزدیک بھی مشہور کیا جائیگا یہ ہدایہ مین لکھا ہے- اور حاکم امام ابو محمد رح

---

[1] یعنے اُنکے آزاد ہونے کا حکم دیدیا جاویگا حتے کہ اگر غائب نے آکر آزاد کرنے سے انکار کیا تو دوبارہ گواہی کی احتیاج نہین ہے ۱۲ منہ

نے فرمایا کہ اگر بطور توبہ اور ندامت کے اُس نے رجوع کیا تو بلا خلاف اُسکو سزا نہ دیجاویگی اور اگر بطور ضرر رسانی کے رجوع کیا تو بلا خلاف اُسکو سزا ے ضرب دیجائیگی اور اگر کچھ معلوم نہوا تو اسمین اختلاف ہی یہ نہایہ مین لکھا ہی عورتین اور مرد اور ذمی لوگ جھوٹی گواہی مین برابر ہین کذا فے التبیین

کتاب الرجوع عن الشهادة

گواہی دیکر اُس سے رجوع کرنے کے بیان مین

اس مین چند ابواب ہین

باب اول اُسکی تفسیر اور رکن اور حکم اور شرط کے بیان مین- گواہی سے رجوع کرنا اُسکو کہتے ہین کہ جو ثابت کیا ہی اس کی نفی کرے یہ محیط سرخسی مین ہی اور اُسکا رکن یہ ہی کہ گواہ یہ کہے کہ مین نے جس امر کی گواہی دی اُس سے رجوع کیا یا مین نے جھوٹی گواہی دی یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی اور شرط یہ ہی کہ قاضی کے سامنے رجوع کرے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی خواہ وہی قاضی ہو جس کے پاس گواہی ادا کی تھی یا دوسرا ہو یہ فتح القدیر مین لکھا ہی- اور قاضی کے سامنے رجوع کرنے کی شرط کا یہ نتیجہ نکلتا ہی کہ اگر قاضی کے سامنے مشہود علیہ نے یہ دعوی کیا کہ قاضی کی کچہری کے علاوہ دوسری جگہ گواہ نے رجوع کیا ہی اور گواہ نے انکار کیا اور مشہود علیہ نے اُسپر اُسکے گواہ کرنا چاہے یا گواہ سے قسم لینا چاہی تو اُسکو یہ اختیار نہین ہی یہ نہایہ مین لکھا ہی- اسی طرح اگر مشہود علیہ نے دعوی کیا کہ گواہ نے رجوع کیا ہی اور مطلقاً دعوی کیا تو بھی گواہی کی سماعت نہوگی اور نہ گواہ سے قسم لیجائیگی یہ ذخیرہ مین ہی اور اگر اُس امر کے گواہ لایا کہ اسنے فلان قاضی کے سامنے رجوع کیا اور مجھے مال دیدیا ہی تو گواہی مقبول ہوگی یہ ہدایہ اور کافی مین لکھا ہی- اگر دونون گواہون نے دوسرے قاضی کے سامنے رجوع کیا تو وہ اُنسے ضمان لیگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی- اگر گواہ نے قاضی کے سامنے اپنے رجوع کرنے کا اقرار کیا کہ مین نے دوسرے قاضی کے سامنے رجوع کیا ہی تو اُسکا اقرار صحیح ہی اور از سر نو رجوع کرنے کا حکم دیا جائیگا یہ محیط مین لکھا ہی- اور اگر دوسرے قاضی کے سامنے رجوع کیا اور مال کی ضمانت کی اور اپنے نام کا ایک تمسک لکھدیا اور اُس تحریر مین مال اسی وجہ سے لکھا کہ جس وجہ سے وہ واجب الادا تھا پھر قاضی کے پاس رجوع سے انکار کیا تو قاضی کے اس مال کی ڈگری اُسپر نہ کرے گا اور اسی طرح اگر رجوع کا اقرار کسی عامل یا ایسے شخص کے سامنے کیا کہ جسکے لیے قضا کی اجازت نہین ہی تو بھی یہی حکم ہی یہ مبسوط مین لکھا ہی- اور اگر دونون نے سچے طور سے قاضی کے پاس اقرار کیا کہ اقرار اسی سبب سے ہی تو بھی قاضی دونون پر ضمان مال لازم نہ کرے گا یہ خزانۃ المفتین مین لکھا ہی- اور حکم گواہی سے رجوع کرنے کا یہ ہی کہ ہر حال مین اُسکو سزا دیجائے گی اور اگر اُس کی گواہی پر مال کی مثلاً ڈگری ہوگئی ہی تو سزا کے ساتھ اس مال کی ضمان بھی اُسپر لازم ہوگی اگر اُس کا ازالہ بلا عوض ہو یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی- اور اگر مشہود بہ مال نہ ہو مثلاً نکاح یا قصاص تو ہمارے

له یعنی دونون اختلاف جو اوپر مذکور ہوا صرف اُسی صورت مین ہی ۱۲

علما کے نزدیک اُسپر ضمان نہ ہوگی اگرچہ اُس کی گواہی پر تلف کرنا لازم آیا ہو اور اسی طرح اگر اُس کی گواہی سے تلف مال ایسے عوض کے ساتھ لازم آیا ہو کہ جو عوض اُس کے برابر ہے تو بھی ضمان نہین ہے اور اگر عوض اُس کے برابر نہو تو بقدر عوض کے ضمان نہ ہوگی اور بقدر زیادتی کے ضمان لازم آوے گی یہ محیط مین لکھا ہے اور ضمان اُسوقت ادا کرنی واجب ہوگی کہ جب مدعی نے وہ مال خواہ شئے معین ہو یا قرض ہووے وصول کر لیا ہو یہ کافی مین لکھا ہے۔ اور ذخیرہ اور مبسوط مین لکھا ہے کہ اگر مشہود بہ مال معین ہو تو مشہود علیہ کو اختیار ہے کہ گواہ سے بعد رجوع کرنے کے اُس کی ضمان لیوے خواہ مشہود لہ نے وصول کیا ہو یا نہ کیا ہو بخلاف مال دین کے کہ اُس مین قبضہ سے پہلے ضمان نہین ہے کذا فی الکافی اور بزازی رح نے کہا کہ فتوی اس امر پر ہے کہ اگر اُنکی گواہی پر حکم دیدیا گیا تو ضمان لازم آوے گی خواہ مشہود لہ نے وصول کیا ہو یا نہ کیا ہو اسی طرح عقار مین بھی بعد ڈگری ہو جانے کے اگر رجوع کرے تو ضمان واجب ہے کذا فی فتح القدیر اور دیکھا جائے گا کہ حکم قضا کے دن مشہود بہ کی کیا قیمت تھی یہ محیط مین لکھا ہے۔ اور اگر گواہون نے حکم قضا جاری ہونے سے پہلے رجوع کیا تو قاضی اُن کی گواہی پر حکم نہ دیگا اور اُنپر ضمان واجب ہوگی اور اگر اُنکی گواہی پر حکم ہو گیا پھر دونون نے رجوع کر لیا تو حکم نہ ٹوٹیگا یہ کافی مین لکھا ہے جس قاضی کے سامنے گواہی دی تھی اگر اُس کے سوائے دوسرے کے سامنے رجوع کیا اور اس امر کے گواہ قائم ہوے کہ اس نے رجوع کیا اور اس قاضی نے اسپر ضمان کا حکم دیا ہے تو یہ قاضی اُسپر یہ حکم نافذ کرے گا اور حکم دیگا کہ ضمان ادا کرے اور اگر قاضی کے سامنے دو گواہون نے یہ گواہی دی کہ اُس نے کسی قاضی کے سامنے رجوع کرنے کا اقرار کیا ہے اور اُسنے اُسپر ضمان لازم کی ہے تو پہلا قاضی بھی اس گواہی کو مقبول کرکے اُسپر ضمان لازم کریگا کذا فی المحیط

دوسرا باب بعض گواہون کے رجوع کرنے کے بیان مین۔ اگر دو گواہون مین سے ایک نے رجوع کیا تو اُسپر آدھی ضمان واجب ہوگی اور ضمان کی تقسیم مین اعتبار باقی گواہون کا ہے نہ اُنکا جنھون نے رجوع کیا ہے پس اگر تین گواہون نے گواہی دی اور ایک نے رجوع کیا تو ضامن نہو گا اور اگر دوسرے نے رجوع کیا تو دونون آدھے کے ضامن ہونگے کذا فی الکنز۔ اگر دو مرد اور ایک عورت نے گواہی دی پھر سب نے رجوع کیا تو عورت پر ضمان نہ ہوگی یہ ذخیرہ مین لکھا ہے۔ اور اگر دو مردون اور دو عورتون نے گواہی دی اور پھر دونون عورتون نے رجوع کیا تو عورتون پر ضمان نہوگی اور اگر دونون مردون نے رجوع کیا تو آدھے مال کے ضامن ہونگے اور اگر ایک مرد نے رجوع کیا تو اُسپر کچھ نہین ہے اور اگر ایک مرد اور ایک عورت نے رجوع کیا تو دونون پر چوتھائی مال لازم ہوگا اور اس چوتھائی کے تین حصہ کرکے دو حصہ مرد کو اور ایک حصہ عورت کو دینا پڑیگا اور اگر سب نے رجوع کیا تو تمام ضمانت کے تین حصہ کرکے دو حصہ مردون کو اور ایک حصہ دونون عورتون کو دینا پڑیگا یہ بدائع مین لکھا ہے۔ اور اگر ایک مرد اور دو عورتون نے گواہی دی پھر ایک عورت نے رجوع کیا تو اُسپر چوتھائی مال واجب ہوگا اور اگر دونون عورتون نے رجوع کیا تو نصف مال دونون

پر لازم ہی اور اگر فقط مرد نے رجوع کیا تو اُسپر آدھا مال واجب ہوگا اور اگر ایک مرد اور ایک عورت نے رجوع کیا تو تین چوتھائی مال لازم ہوگا آدھا مرد پر اور ایک چوتھائی عورت پر اور اگر سب نے رجوع کر لیا تو آدھا مال مرد پر اور باقی آدھا دونون عورتون پر لازم ہوگا یہ مبسوط مین ہی اگر ایک مرد اور تین عورتون نے گواہی دی اور پھر سب نے رجوع کیا تو مرد پر آدھا اور باقی آدھا تین عورتون پر لازم ہوگا اور یہ صاحبین رح کے نزدیک ہی اور امام اعظم رح کے نزدیک دو پانچوین حصہ مرد پر اور تین پانچوین حصہ تین عورتون پر لازم ہین اور اگر ایک مرد اور ایک عورت نے رجوع کیا تو صرف مرد پر آدھا مال صاحبین رح کے نزدیک واجب ہوگا اور عورت پر کچھ نہین لازم ہوگا اور امام کے نزدیک مرد اور عورت پر مال تین تہائی واجب ہی کذا فی التبیین اور اگر ایک مرد اور دس عورتون نے گواہی دی پھر آٹھ عورتون نے رجوع کر لیا تو اُنپر کچھ ضمان نہین ہی پھر اگر ایک اور نے رجوع کیا تو سب پر چوتھائی حق کی ضمانت لازم ہی اور اگر مرد و عورتون نے رجوع کیا تو امام اعظم رح کے نزدیک مرد پر چھٹا حصہ اور عورتون پر پانچ چھٹے حصے لازم ہونگے اور صاحبین رح کے نزدیک مرد پر آدھا اور سب عورتون پر آدھا لازم ہوگا اور اگر تمام عورتون نے رجوع کیا تو بالاتفاق اُنپر آدھا حق لازم ہوگا یہ ہدایہ مین ہی اور اگر مرد کے ساتھ آٹھ عورتون نے رجوع کیا تو مرد پر آدھا حق لازم ہوگا اور عورتون پر کچھ نہین ضمان ہی یہ محیط سرخسی مین ہی اور اگر مرد کے رجوع کیا تو اُسپر آدھا مال بالاجماع لازم ہی اور اگر ایک مرد اور ایک عورت نے رجوع کیا تو دونون پر نصف مال کے تین حصہ کر کے دو حصہ مرد پر اور ایک حصہ عورت پر لازم کیا جائیگا یہ شرح طحاوی مین لکھا ہی

تیسرا باب مال کے حق مین گواہی دیکر اُس سے رجوع کرنے کے بیان مین۔ جامع مین مذکور ہی کہ چار شخصون نے ایک شخص پر چار سو درم مال کی گواہی دی اور ڈگری ہوگئی پھر ایک نے سو درم سے رجوع کیا اور دوسرے نے ان سو درم اور دوسرے سو درم سے یعنی دو سو درم سے رجوع کیا اور تیسرے نے ان دو سو درم اور تیسرے سو درم سے یعنی تین سو درم سے رجوع کیا تو سب رجوع کرنیوالون پر پچاس درم تین حصہ کر کے تقسیم ہوگا پس اگر چوتھے نے سب سے رجوع کیا تو سو درم کے چار حصہ کر کے تقسیم ہوگا اور سوائے پہلے شخص کے پچاس درم کے تین حصہ کر کے باقیونکو دینا چاہیے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی منتقی مین لکھا ہی کہ ایک شخص مر گیا اور ہزار درم چھوڑے پھر دو شخصون نے ہر ایک نے میت پر سو درم کا دعوی کیا اور دو گواہ وارث کی حاضری مین قائم کیے اور قاضی نے دونون مین سے ہر ایک کی ڈگری کر دی اور سو درم کا ترکہ دونون مین آدھا آدھا تقسیم ہوگیا پھر ایک کے دونون گواہ نے پچاس درم سے رجوع کیا اور کہا کہ صرف میت پر پچاس درم کا قرضہ تھا تو دوسرے قرضخواہ کو پچاس کی تہائی یعنی سولہ درم اور دو تہائی درم ڈانڈ بھرینگے۔ اور یہی منتقی مین لکھا ہی کہ ایک شخص

سلہ چوتھائی اس لیے کہ یہ نو عورتین بمنزلہ عورت واحدہ ہین جسکے مقابلہ مین چہارم ہوا کیونکہ نصف بمقابلہ دو نون عورتون کے ہے اور ایک ابھی باقی ہے ۱۲

مر گیا اور ہزار درم ترکہ چھوڑا پھر دو شخصون نے ہر ایک نے میت پر ہزار درم کا دعوی کیا اور ہر ایک نے گواہ قائم کیے اور قاضی نے ہزار درم ترکہ دونون مین نصف نصف تقسیم کرا دیا پھر سب گواہون نے رجوع کیا تو ہر دو گواہ پانچ سو درم ڈانڈ بھرین اور اگر دونون مدعیون مین سے ایک کے دونون گواہ نے رجوع کیا تو وارثون کو کچھ ڈانڈ نہ دینگے اور کتاب مین یہ مذکور نہین ہے کہ دوسرے قرضخواہ کو کچھ بھرینگے یا نہین پس مسئلہ مذکورۂ بالا کے قیاس پر ڈانڈ بھرنا چاہیے پھر اگر اسکے بعد دوسرے کے گواہون نے بھی رجوع کیا تو ایک بارگی رجوع کرنے کی صورت اور یہ صورت یکسان ہے یہ محیط مین لکھا ہے۔ ایک مرد اور دو عورتون نے ہزار درم پر گواہی دی اور ایک مرد اور دو عورتون نے ان ہزار درم کی اور سو دینار کی گواہی دی اور قاضی نے ڈگری کر دی پھر ایک مرد اور دو عورتون نے سو دینار کے سواے ہزار درم سے رجوع کیا تو کچھ ضامن نہونگے اور اگر سب نے درم اور دینار سب سے رجوع کیا تو دینارون کی ضمانت بالخصوص انھین کی گواہی دینے والون پر ہوگی اور درمون کی ضمانت امام اعظمؒ کے نزدیک سب پر چار حصون مین تقسیم ہوکر ہر دو عورت پر چوتھائی اور ہر مرد پر چوتھائی ہوگی اور صاحبین کے نزدیک تین حصون مین تقسیم ہوکر ہر مرد پر تہائی اور سب عورتون پر ایک تہائی ہوگی یہ مبسوط مین لکھا ہے۔ اگر چار گواہون مین سے دو گواہون نے پانچسو درم کی اور دوسرے دو گواہون نے ہزار درم کی گواہی دی اور قاضی نے سب کی گواہی پر حکم دیدیا پھر ہزار کے گواہون مین سے ایک نے رجوع کیا تو اسپر ہزار کی چوتھائی ڈانڈ پڑیگی اور اگر اسکے ساتھ پانچسو کے دونون گواہون نے رجوع کیا تو اکیلے اسپر ہزار کی چوتھائی اور اسپر اور پانچسو درم کے دونون گواہون پر ہزار کی چوتھائی تین تہائی کرکے تقسیم ہوکر ڈانڈ پڑیگی اور اگر پانچسو والے دونون گواہون مین سے ایک یا دونون نے رجوع کیا تو انپر کچھ ضمان نہوگی اور اگر سب گواہون نے رجوع کیا تو ہزار کے گواہون پر بالخصوص پانچسو درم کی ضمانت لازم ہوگی اور باقی پانچسو درم کی ضمانت دونون فریق پر چار حصہ کرکے تقسیم ہوگی اور اگر پانچسو درم والا ایک گواہ اور ہزار والے دونون گواہون نے رجوع کیا تو ہزار والون پر پانچسو کی ضمان اور ہزار کی چوتھائی کی ان دونون پر اور پانچسو درم والون پر تین حصہ کرکے تقسیم ہوگی اور اگر پانچسو والے ایک گواہ اور ہزار والے ایک گواہ نے رجوع کیا تو ہزار والے ایک گواہ پر ہزار کا چہارم لازم ہوگا اور پانچسو والے پر کچھ ضمان نہوگی یہ محیط مین لکھا ہے۔ اگر ایک شخص کا دوسرے پر کچھ قرض ہے پس دو گواہون نے گواہی دی کہ اسنے اسکو ہبہ یا صدقہ کر دیا یا بری کر دیا ہے پھر حکم قاضی کے بعد دونون نے رجوع کیا تو ضامن ہونگے یہ خلاصہ مین لکھا ہے۔ اسی طرح اگر گواہی دی کہ اسنے ادا کر دیا ہے پھر بعد حکم کے دونون نے رجوع کیا تو ضامن ہونگے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے۔ اگر ایک شخص نے دوسرے پر ہزار درم کا دعوی کیا اور دو گواہ قائم کیے اور مشہود علیہ نے اس امر کے دو گواہ قائم کیے کہ مدعی نے اسکو اس سے بری کیا ہے یا ہر قلیل و کثیر سے جسکا دعوی کرتا ہے بری کیا ہے پھر سب گواہون کی تعدیل ہوئی اور دونون فریقون کے گواہ قاضی کے پاس مجتمع ہوے تو جن گواہون نے

مال کی گواہی دی ہو انکی سماعت نہ کرنا چاہیے پس اگر براءت کے گواہون کی گواہی مقبول کر کے حکم دیدیا پھر انھون نے رجوع کیا پس اگر انکو ضامن کرنا چاہے تو مدعی اپنے گواہ دوبارہ سُنادے اور گذشتہ کا اعتبار نہوگا پس اگر اسنے دوبارہ گواہ سُنائے تو اسوقت مین اسکا خصم یعنی مدعا علیہ ہی براءت کے گواہ جنھون نے رجوع کیا ہے قرار پاوینگے پس اگر انکو قرضہ کے گواہون نے بیان کیا کہ ہزار درم اصل مین مدعا علیہ پر ہین تو حکم ادا کا براءت کے گواہون پر کیا جائیگا اور یہ گواہ براءت اسکو اس شخص سے جسکے واسطے براءت کی گواہی دے چکے تھے واپس نہ لینگے اور واضح ہو کہ جب براءت کے گواہون نے رجوع کیا تو قاضی مال کے گواہ سنانے کا حکم مدعی مال کو اس طرح دیگا کہ دونون رجوع کرنیوالے گواہون کے سامنے اپنے گواہ سنادے کیونکہ پہلے مال کی گواہی ایسی حالت مین واہوئی تھی کہ اسوقت ان گواہون پر مال واجب نتھا اور اب رجوع کرنیکے بعد وجب ہوا ہی کذا فی المبسوط اور اگر دو گواہون نے یہ گواہی دی کہ مدعی نے اسکو ایکسال کی مدت ادا کرنے مین دی ہی پھر میعاد آنے سے پہلے یا بعد اس سے رجوع کر لیا تو طالب کو وہ مال دینا پڑیگا اور میعاد پر وہ مال مطلوب سے واپس لے سکتے ہین یہ خلاصہ مین ہی پھر یہ حکم ایسی صورت مین کہ گواہون نے میعاد آنے سے پہلے رجوع کیا ہو تو متضح ہی اور اگر میعاد آنیکے بعد انھون نے رجوع کیا تو بھی یہی حکم ہی کیونکہ گواہون پر ضمان اسی سبب سے واجب ہوئی کہ انھون نے اپنی گواہی سے طالب کا حق قبضہ فوت کر دیا اور میعاد آنے سے یہ ظاہر نہوا کہ یہ اتلاف نہ تھا لہذا اسکو گواہون پر رجوع کا حق حاصل ہوا پھر اسکو اختیار ہی چاہے مطلوب کو پکڑے اور چاہے گواہون کا دامنگیر ہو کذا فی المبسوط پس اگر مطلوب کے حکمی مفلس مر جانیکی وجہ سے وہ مال ڈوب گیا تو دونون گواہ طالب سے واپس نہین لے سکتے ہین یہ خلاصہ مین ہی اور اگر مدیون نے میعاد کو ساقط کر دیا تو دونون ضامن نہونگے یہ بحر الرائق مین لکھا ہی اگر گواہون نے اپنے مرض مین رجوع کیا اور قاضی نے انپر ڈانڈ دینے کا حکم کیا تو یہ بمنزلہ اقرار قرضہ بمرض الموت ہی حتی کہ اگر اسی مرض مین مر گئے اور ان دونون پر حالت صحت کے بہت قرضے ہین تو انھین قرضون کا ادا کرنا شروع کیا جائیگا یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ اگر ایک غلام پر جو ایک شخص کے قبضہ مین ہی یہ گواہی دی کہ یہ اس مدعی کا ہی اور قاضی نے ڈگری کر دی اور اس غلام کی آنکھ مین سفیدی تھی پھر وہ سفیدی جاتی رہی یا مدعی کے پاس مر گیا پھر دونون گواہون نے رجوع کر لیا تو جس روز ڈگری ہوئی ہی اسدن جو کچھ غلام کی قیمت تھی وہی[لہ] وہ ڈانڈ دینگے اور قیمت کے باب مین دونون کا قول معتبر ہوگا کذا فی الحاوی

چوتھا باب

بیع اور ہبہ اور رہن و عاریت و ودیعت و بضاعت و مضاربت و شرکت و اجارہ کی گواہی سے رجوع کرنیکے بیان مین۔ اگر کسی چیز کے مثل قیمت یا زیادہ پر بیع ہونیکی گواہی دی پھر رجوع کیا تو ضامن نہ ہونگے اور اگر قیمت سے کم پر بیع ہونیکی گواہی دی تو بقدر نقصان کے ضامن ہونگے خواہ بیع قطعی ہو یا اسمین بائع کا خیار ہو یہ ہدایہ مین لکھا ہی۔ اگر گواہون نے یہ گواہی دی کہ اسنے اپنا غلام اسکے ہاتھ ہزار درم کو بیع کیا ہی اور بائع کیواسطے تین روز کی شرط خیار ہی اور غلام کی قیمت دو ہزار درم ہین اور بائع نے انکار کیا اور قاضی نے گواہی پر بیع کا حکم دیدیا پھر دونون گواہون نے رجوع کر لیا پس اگر بائع نے تین روز کے اندر بیع کو فسخ کر دیا یا اجازت دیدی تھی تو گواہون پر ضمان نہین ہے

[لہ] قولہ وہی یعنی بعد ڈگری کے جو زیادتی یا نقصان ہو وہ معتبر نہیں ۱۲ م

اور اگر تین روز گذرنے کی وجہ سے بیع لازم ہو گئی تھی تو دونوں پوری قیمت تک یعنی ہر گواہ ایک ہزار کا ضامن ہوگا یہ مضمرات میں ہے۔ اگر کسی شخص پر کسی چیز کے خرید کی گواہی دی اور قاضی نے حکم دیدیا پھر دونوں نے رجوع کیا پس اگر مثل قیمت یا کم پر خریدنے کی گواہی دی تھی تو مشتری کو کچھ ضمان نہ دینگے اور اگر زائد پر خریدنے کی گواہی دی تھی تو بقدر زیادتی کے مشتری کو ڈانڈ دینگے۔ اور اسی طرح اگر مشتری کے واسطے شرط خیار کے ساتھ خریدنے کی گواہی دی اور بسبب تین روز گذر جانے کے خرید لازم ہو گئی ہو تو بھی یہی حکم ہے اور اگر مشتری نے خود اس عرصہ میں اجازت دی تو ضامن نہ ہونگے یہ تبیین میں لکھا ہے۔ اگر کسی شخص کی ایک باندی ہے کہ اسکی قیمت سو درم ہیں اور گواہوں نے یہ گواہی دی کہ اسنے اسکو فلان شخص کے ہاتھ پانچسو درم کو فروخت کر کے درم لے لیے ہیں اور بائع انکار کرتا ہے اور مشتری مدعی ہے اور قاضی نے حکم دیدیا پھر دونوں نے رجوع کیا تو بائع کو سو درم اسکی قیمت ادا کرینگے اور اگر پہلے بیع کی گواہی دی تھی اور اسکا حکم ہو گیا پھر ثمن پر قبضہ کرنے کی گواہی دی اور اسکا حکم ہو گیا پھر دونوں گواہوں نے رجوع کیا تو پانچسو درم ثمن ادا کرینگے یہ کافی میں لکھا ہے۔ ایک شخص نے دعوے کیا کہ میں نے اس کا غلام دو ہزار درم کو ایک سال کے وعدہ پر خریدا ہے اور قیمت اسکی ہزار درم ہیں اور گواہوں نے اسکی گواہی دی پھر دونوں نے رجوع کیا تو بائع کو اختیار ہے چاہے مشتری سے دو ہزار درم سال بھر کے وعدہ سے وصول کرے یا گواہوں سے فی الحال ہزار درم لے لے اور جن سے ضمانت لینا اختیار کریگا اسکے سوائے دوسرا بری ہو جائے گا پس اگر اس نے گواہوں سے ہزار درم لیے تو میعاد آنے پر وہ لوگ مشتری سے دو ہزار درم لے لینگے مگر ایک ہزار انکو حلال ہیں اور باقی صدقہ کر دیں یہ مضمرات میں لکھا ہے۔ پس اگر مشتری نے غلام میں کچھ عیب پا کر بغیر حکم قاضی کے واپس کر دیا تو یہ بمنزلہ از سر نو بیع ہونے کے ہے پس بائع سے دو ہزار درم لے لیگا اور گواہوں سے لینے کی اسکو کوئی راہ نہیں ہے اور اگر قاضی کے حکم سے واپس کیا تو بائع سے گواہ ایک ہزار درم لینگے اور گواہوں سے مشتری دو ہزار درم لیگا یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے۔ اگر کسی ایسے غلام کی بیع کا جسکی قیمت پانچسو درم ہیں بعوض ایک ہزار درم فی الحال ادا کرنے کے بیع کی گواہی دی اور قاضی نے بیع کا حکم دیدیا پھر یہ گواہی دی کہ بائع نے مشتری کو ایک سال کی یعنی بلا میعاد مہلت دی ہے اور قاضی نے اس کا حکم بھی دیدیا پھر دونوں گواہوں نے دونوں گواہیوں سے رجوع کیا تو بائع کو ہزار درم ڈانڈ دینگے اور اگر مدت کی گواہی اور عقد بیع کی گواہی ایک ہی دفعہ ہو اور قاضی نے حکم دیدیا ہو تو بائع کو اختیار ہے چاہے گواہوں سے پانچسو درم فی الحال لے لے کہ جو غلام کی قیمت ہے یا مشتری سے ہزار درم ایک سال کے وعدہ پر سال گذرنے کے وقت لے لے یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر پانچسو درم پر بیع ہونے کی گواہی دی اور حکم ہو گیا پھر گواہی دی کہ بائع نے دام لینے میں ایک سال کی مہلت دی ہے اور قاضی نے حکم دیدیا پھر دونوں گواہوں سے رجوع کیا تو امام اعظم کے نزدیک پانچسو درم ثمن کے ڈانڈ دینگے اور یہی امام ابو یوسف کا پہلا قول ہے یہ وجیز کردری میں لکھا ہے۔ اور اگر یہ گواہی دی کہ بائع نے ہر قلیل و کثیر سے جو اسکا مشتری کی طرف آتا تھا اسکو بری کر دیا ہے اور حکم ہو گیا پھر گواہی دی کہ اس سے پہلے اسنے

غلام اسکے ہاتھ فروخت کیا تھا اور قبضہ ہو گیا تھا پس اگر بیع کی گواہی سے رجوع کیا تو غلام کی قیمت کے ضامن ہونگے اور اگر براءت کی گواہی سے رجوع کیا تو ثمن کے ضامن ہونگے یہ عتابیہ مین لکھا ہے۔ اور اگر یہ گواہی دی کہ بائع نے ہر قلیل و کثیر سے جو اسکا مشتری کیطرف آتا تھا اُسکو بری کر دیا ہے پھر گواہی دی کہ اس سے پہلے اسنے یہ غلام اسکے ہاتھ فروخت کیا تھا اور قبضہ ہو گیا تھا پس اگر بیع کی گواہی سے رجوع کیا تو غلام کی قیمت کے ضامن ہونگے اور اگر براءت کی گواہی سے رجوع کیا تو ثمن کے ضامن ہونگے یہ عتابیہ مین لکھا ہے۔ اگر گواہون نے بائع کیطرف سے یہ گواہی دی کہ اسنے اپنا غلام فلان کے ہاتھ دو ہزار درم کو فروخت کیا اور مشتری اس سے انکار کرتا ہے اور قاضی نے اسکا حکم دیدیا مگر غلام کے قبضہ وغیرہ کا حال معلوم نہوا پھر دوسرے دو گواہون نے گواہی دی کہ مشتری نے غلام پر قبضہ کر لیا پس مشتری پر دو ہزار درم ادا کرنیکا حکم دیا گیا پھر سب گواہون نے رجوع کیا تو مشتری کو اختیار ہے کہ چاہے قبضہ کے گواہون سے ثمن کی ضمان لے اور بیع کے گواہ بری ہو جائینگے یا بیع کے گواہون سے ایک ہزار درم غلام کی قیمت لیکر قبضہ کے گواہون سے دو ہزار درم لے اور ہزار اسکو دیے جاوین اور ایک ہزار بیع کے گواہون کو واپس کیے جاوین اور اگر دونون گواہیون پر ایکبارگی حکم ہو جاوے یا پہلے بیع کی گواہی پر حکم دیا جاوے تو بھی یہی حکم ہے یہ شرح جامع کبیر مین لکھا ہے پس اگر خصومت کے وقت مبیع مر گیا تو بیع کے گواہون پر کچھ ضمان نہین ہے ولیکن اگر انکی گواہی پر پیچھے حکم ہوا تو زیادتی کے ضامن ہونگے یہ کافی مین لکھا ہے۔ ایک شخص نے دعوی کیا کہ مین نے اپنی یہ باندی اسکے ہاتھ ہزار درم کو فروخت کی اور مشتری اس سے انکار کرتا ہے پھر مدعی کے دونون گواہون پر قاضی نے بیع لازم کر دی اور مشتری جانتا ہے کہ مین نے اسکو نہین خریدا ہے پھر دونون نے گواہی سے رجوع کیا تو بیع ٹوٹ جانیکے واسطے انکی تصدیق نہ کیجاویگی اور امام اعظم کے نزدیک مشتری کو اس سے وطی کرنا حلال ہے اور امام ابو یوسفؒ کے دوسرے قول اور امام محمدؒ کے قول کے موافق اس سے وطی حلال نہین ہے یہ مبسوط مین لکھا ہے۔ دو گواہون نے گواہی دی کہ زید نے اپنا غلام عمرو کو ہبہ کیا اور اُسنے قبضہ کر لیا پھر بعد حکم قاضی کے دونون نے رجوع کیا تو غلام کی قیمت کے ضامن ہونگے پس اگر مدعا علیہ نے ضمان لے لی تو ہبہ سے رجوع نہین کر سکتا ہے اور اگر حکم کے روز اسکی آنکھ مین سفیدی تھی پھر زائل ہو گئی پھر گواہون نے رجوع کیا تو وہ قیمت ادا کرینگے جو آنکھ کی سفیدی کے ساتھ تھی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے۔ اور اگر مدعا علیہ نے گواہون سے قیمت نہ لی تو قاضی کے حکم سے اسکو اختیار ہے کہ ہبہ سے رجوع کر لے یہ مبسوط مین ہے۔ اور صدقہ کا حکم بھی یہی ہے ولیکن صدقہ کی صورت مین مثل ہبہ کے رجوع نہین کر سکتا ہے یہ محیط مین لکھا ہے۔ ایک شخص نے ایک غلام پر جو زید کے ہاتھ مین ہے یہ دعوی کیا کہ اسنے مجھے ہبہ کر کے سپرد کر دیا ہے اور گواہ پیش کر دیے اور دوسرے نے بھی یہی دعوی کیا ہے اور اسکی طرف سے بھی دو گواہون نے گواہی دی اور تاریخ معلوم نہین ہوتی ہے کہ کسکو پہلے ہبہ کیا اور کس کے گواہ پیچھے کی گواہی دیتے ہین تو دونون مین نصف نصف تقسیم ہوگا پھر اگر دونون فریقون نے رجوع کیا تو ہر فریق ہبہ کرنے والے کو آدھی قیمت دیگا اور دوسرے کو کچھ نہ دیگا یہ کافی مین لکھا ہے۔ اور اگر ایسی صورت مین ایک

فرق گواہ نے رجوع کیا تو آدھی قیمت ہبہ کرنیوالے کو اور آدھی موہوب لہ کو دینگے یہ عتابیہ مین ہی ایک شخص کے دوسرے پر ہزار درم قرض ہین اس نے دعوے کیا کہ قرضدار نے اپنا غلام کہ اسکی قیمت بھی ایک ہزار درم تھی میرے پاس رہن کیا ہی اور قرضدار قرض کا اقرار کرتا ہی پھر دو گواہون نے رہن کی گواہی دی پھر دونون نے رجوع کیا تو ضامن نہونگے اور اگر قرض سے اس مین زیادتی ہو تو بھی جبتک غلام زندہ ہی ضامن نہونگے اور اگر مرتہن کے پاس مرگیا تو بقدر زیادتی کے ضامن ہونگے اور اگر راہن نے رہن کا دعوی کیا اور مرتہن نے انکار کیا تو زیادتی کے ضامن نہونگے اور بقدر قرضہ کے مرتہن کو ڈانڈ بھرینگے اور اگر انھون نے اس طرح رجوع کیا کہ اسنے غلام سپرد کر دیا تھا اور رہن نہین کیا تھا تو ضامن نہونگے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ ایک شخص کے دوسرے پر ہزار درم قرض ہین اور وہ اقرار کرتا تھا اور قرضخواہ کے قبضہ مین ایک کپڑا ہی جو سو درم کے برابر قیمت کا ہی اور وہ کہتا ہی کہ یہ میرا ہی اور قرضدار نے دو گواہ اس مضمون کے قائم کیے کہ مین نے یہ کپڑا اسکے مال کے عوض اسکو رہن دیا ہی اور قاضی نے اسکا حکم دیدیا پھر وہ کپڑا تلف ہوگیا اور سو درم قرضہ مین سے کم ہوگئے پھر دونون گواہون نے رجوع کیا تو سو درم قرضخواہ کو دینگے اور اگر قرضخواہ اقرار کرتا ہو کہ یہ کپڑا قرضدار کا ہی مگر اسنے مجھے ودیعت رکھنے کو دیا ہی اور قرضدار نے کہا کہ نہین تیرے پاس رہن ہی اور دو گواہون کی گواہی پر قاضی نے رہن کا حکم دیدیا پھر وہ تلف ہوگیا پھر گواہون نے رجوع کیا تو اُنپر ضمان نہین ہی یہ مبسوط مین لکھا ہی۔ اگر دو گواہون نے ایک شخص کے پاس ودیعت ہونے کی گواہی دی اور وہ شخص مدعا علیہ انکار کرتا ہی پھر قاضی نے اُسپر قیمت دینے کا حکم دیا پھر دونون گواہون نے رجوع کیا تو وہ ضامن ہونگے اور بضاعت[1] و عاریت کا بھی یہی حکم ہی یہ محیط مین لکھا ہی مضارب[2] نے آدھے نفع کا دعوی کیا اور دو گواہون نے اسکی گواہی دی اور رب المال تہائی نفع کا اقرار کرتا ہی پھر گواہون نے رجوع کیا اور ہنوز نفع پر قبضہ نہین کیا گیا تو گواہ ضامن نہونگے اور اگر مضارب و رب المال نے نفع موافق گواہی اور حکم قاضی کے آدھا آدھا بانٹ لیا پھر دونون گواہون نے رجوع کیا تو چھٹے[3] حصے نفع کے ضامن ہونگے اور بعض مشائخ نے کہا کہ یہ حکم اس نفع پر ہی جو رجوع کرنیسے پہلے حاصل ہوا اور اگر رجوع کے بعد حاصل ہوا اور راس المال عروض مین ہی تو بھی یہی حکم ہی اور اگر نقد ہی تو رب المال کو فسخ کا اختیار تھا اور جب اسنے فسخ نہ کیا تو گویا وہ نفع پر راضی ہوا یہ محیط سرخسی مین ہی اور اگر یہ گواہی دی کہ رب المال نے اسکو تہائی پر دیا ہی تو اس صورت مین اُنپر ضمان نہوگی اور اگر راس المال تلف ہوگیا تو دونون صورتون مین ضمان نہین ہی یہ مبسوط مین لکھا ہی۔ ایک شخص کے قبضہ مین کچھ مال ہی پس ایک شخص کی طرف سے دو گواہون نے یہ گواہی دی کہ یہ بطور شرکت مفاوضہ کے اسکا شریک ہی پس آدھے کی ڈگری اسکے لیے کیگئی پھر دونون نے گواہی سے رجوع کیا تو یہ آدھا مال مشہود علیہ کو دینگے یہ بحر الرائق مین لکھا ہی اور اگر یہ گواہی دی کہ یہ دونون باہم شریک ہین اور راس المال ہر ایک کا ہزار درم ہی اور شرط یہ ہی کہ نفع دونون مین تہائی مشترک ہوا اور

---

[1] قولہ بضاعت یعنی جبکہ انکار کرنے کی وجہ سے یہ دونون مثل ودیعت کے امانت سے نکلکر مضمون ہوجاتی ہین ۱۲ [2] یعنی مضارب نے وصول نہین پایا ۱۲ [3] یعنی رب المال کے واسطے ضامن ہونگے ۱۲

تہائی والا نصف نفع کا دعوی کرتا ہے اور گواہی سے پہلے دونون نے نفع اُٹھایا ہے پس قاضی نے بنا بر گواہی کے تین تہائی کا حکم دیا پھر دونون نے گواہی سے رجوع کیا تو تہائی والے کو وہ زیادتی جو تہائی اور آدھے مین ہے دینا پڑیگی اور بعد گواہی کے جو کچھ نفع اُٹھایا ہے اسکی ضمان ان گواہون پر نہوگی یہ حاوی مین لکھا ہے۔ ایک شخص نے دوسرے پر یہ دعوی کیا کہ مین نے اپنا گھر دس درم ماہواری پر اسکو کرایہ دیا ہے اور مستاجر نے انکار کیا پس دو گواہون نے اسکی گواہی دی پھر دونون نے گواہی سے رجوع کیا پس اگر شروع میعاد مین یہ جھگڑا واقع ہوا تو دیکھا جاویگا کہ ایسے گھر کی جسقدر اجرت ہوتی ہے اگر اسی قدر کی گواہی دی تو دونون ضامن نہونگے اور اگر اجرت کم ہو تو بقدر زیادتی کے ضامن ہونگے اگر مدت گذر جانے کے بعد دعوی ہوا ہو تو تمام کرایہ کے ضامن ہونگے یہ شرح طحاوی مین ہے اگر ایک شخص نے دعوی کیا کہ مین نے یہ ٹٹو فلان شخص سے دس درم پر کرایہ لیا ہے اور ایسے ٹٹو کی اجر المثل سو درم ہے اور فلان شخص مذکور اس سے انکار کرتا ہے پھر دو گواہون کی گواہی پر قاضی نے کرایہ کا حکم دیدیا پھر دونون نے رجوع کیا تو اجرت پر دینے والے کے واسطے کچھ ضامن نہونگے یہ بدائع مین لکھا ہے۔ اگر ایک شخص ایک اونٹ پر سوار ہوکر مکہ کو گیا اور وہ اونٹ راستہ مین تھک کر مر گیا پس اونٹ والے نے کہا کہ تو نے مجھسے غصب کر لیا تھا اور سوار ہونیوالے نے کہا کہ مین نے تجھسے کرایہ پر لیا تھا اور اسکے دو گواہ قائم کردیے اور قاضی نے اسکو ضمانت سے بری کرکے کرایہ دلا دیا پھر دونون گواہون نے رجوع کیا تو اونٹ کی قیمت دونون کو دینی پڑیگی سوائے اسقدر دامون کے جو اجرت مین دلائے گئے ہین اور اگر پہلے دن سواری کے اونٹ کی قیمت دو سو درم تھی اور جسدن تھک کر مرا ہے اسدن تین سو درم تھی اور کرایہ پچاس درم تھا تو ہلاک ہونے کے دن کے حساب سے ڈھائی سو درم دینے پڑینگے اور بعض مشائخ نے کہا کہ یہ صاحبین کے نزدیک ہے اور امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک پہلے دن کی قیمت کے حساب سے دینا پڑیگی اور اصح یہ ہے کہ یہ بالاجماع سب کا قول ہے یہ مبسوط مین لکھا ہے

پانچوان باب نکاح اور طلاق اور دخول اور خلع کی گواہی سے رجوع کرنے کے بیان مین۔ اگر ایک عورت نے ایک شخص پر نکاح کا دعوی کیا اور گواہ سُنائے اور نکاح کا حکم ہوگیا پھر گواہون نے رجوع کیا پس اگر مہر المثل اسی قدر ہے جتنا بیان ہوا یا اس سے زیادہ تو کچھ ضامن نہونگے اور اگر مہر مثل اس سے کم ہو تو بقدر زیادتی کے شوہر کو ضمان دینگے یہ کافی مین لکھا ہے اور اگر ایک مرد نے کسی عورت پر نکاح کا دعوی کیا کہ مہر مسمی سے ۱۲ گواہ سُنائے اور قاضی نے نکاح کا حکم دیدیا اور عورت منکر ہے پھر دونون نے گواہی سے رجوع کیا تو عورت کو کچھ ضمان نہ دینگے خواہ مہر مثل بقدر مسمی ہو یا کم ہو یا زیادہ ہو یہ ذخیرہ مین لکھا ہے۔ اگر ایک مرد نے ایک عورت پر سو درم پر نکاح کا دعوی کیا اور عورت نے کہا کہ نہین بلکہ ہزار درم پر نکاح کیا ہے اور اُس عورت کا مہر مثل بھی ہزار درم ہے پھر دو گواہون نے یہ گواہی دی کہ سو درم مہر پر نکاح کیا ہے اور قاضی نے یہی حکم دیدیا پھر دونون نے رجوع کیا پس اگر نکاح باقی ہونیکی حالت مین یا بعد دخول کے طلاق ہونے کی صورت مین رجوع کیا تو امام اعظم و امام محمد کے نزدیک نو سو درم عورت کو ڈانڈ دینگے اور اگر قبل دخول کے طلاق ہوجانے کی صورت مین رجوع کیا تو بالاجماع کچھ ضمان نہ دینگے

پھر دونون اماموں کے نزدیک متعہ کے باب مین حکم مقرر کرنا واجب ہے پس اگر زیادہ قرار پایا تو پچاس سے
زیادتی کی ضمانت دینگے یہ محیط مین لکھا ہے۔ اگر گواہون نے گواہی دی کہ اسنے عورت کو ہزار درم پر نکاح
کیا ہے اور مہر مثل اسکا پانچسو درم ہے اور یہ گواہی دی کہ اسنے ہزار درم وصول کر لیے ہین اور وہ عورت
انکار کرتی ہے اور قاضی نے گواہی پر حکم دیدیا پھر دونون نے رجوع کیا تو عورت کو مہر مثل ڈانڈ دینگے نہ وہ جو مقرر
ہوا ہے یہ تبیین مین لکھا ہے۔ اور اگر پہلے ہزار درم پر نکاح کی گواہی دی اور قبضۂ مہر کی گواہی نہ دی حتے کہ
نکاح کا حکم ہوا پھر ہزار درم وصول کر لینے کی گواہی دی اور حکم ہو گیا پھر دونون گواہون سے رجوع کیا
تو مہر مسمی یعنے ہزار درم دینا پڑینگے یہ کافی مین لکھا ہے۔ امام محمد نے جامع مین فرمایا اگر دو گواہون نے ایک
عورت کیطرف سے مرد پر یہ گواہی دی کہ اسنے اس عورت سے دو ہزار درم پر نکاح کیا ہے اور اسکا
مہر مثل ہزار درم ہے اور قاضی نے حکم دے دیا اور عورت نے دو ہزار درم وصول کر لیے پھر دوسرے دو
گواہون نے گواہی دی کہ مرد نے عورت کے ساتھ وطی کی اور اسکو تین طلاق دے دی ہین اور مرد
منکر ہے پس قاضی نے دونون مین تفریق کر دی پھر سب گواہون نے رجوع کر لیا تو مرد کو اختیار ہے چاہے
نکاح کے گواہون سے ہزار درم لے یا دخول وطلاق والون سے دو ہزار درم وصول کر لے پس اگر اسنے طلاق
و دخول کے گواہون سے دو ہزار درم ڈانڈ لیے تو نکاح کے گواہون سے ضمان نہین لے سکتا ہے اور نہ طلاق و
دخول کے گواہ نکاح کے گواہون سے کچھ لے سکتے ہین اور اگر اسنے نکاح کے گواہون سے ہزار درم ڈانڈ لیے تو
طلاق و دخول کے گواہون سے ایک ہزار درم اور ڈانڈ لیگا اور نکاح کے گواہون کو اختیار ہے کہ طلاق و دخول
کے گواہون سے واپس لیوین اور ان ہزار درم کے قبضہ کی صورت مین روایات مختلف ہین مبسوط مین ہے کہ
نکاح کے گواہ خود وصول کر لینگے اور جامع مین مذکور ہے کہ شوہر وصول کر کے نکاح کے گواہون کو دیدیگا۔ اور اگر
نکاح اور طلاق کے دونون فریق گواہون نے اگر ایکبارگی قاضی کے سامنے گواہی دی تو حکم قضا کے ترتیب کا لحاظ
ہوگا پس اگر پہلے نکاح کے گواہون کی تعدیل ہوئی تو یہ صورت اور پہلی صورت مذکورہ برابر ہے اور اگر طلاق والون
کی پہلے تعدیل ہوئی مثلاً انھون نے یہ گواہی دی کہ اس شخص نے اس عورت سے کل کے روز بحکم نکاح وطی کی
اور طلاق دیدی اور دوسرے دو گواہون نے گواہی دی کہ اس شخص نے اسی عورت سے اس سے پہلے ہزار درم
پر نکاح کیا تھا پھر پہلے دونون گواہون کی تعدیل ہو گئی اور قاضی نے مہر مثل یعنے ہزار درم دینے کا حکم دیدیا
پھر نکاح والون کی تعدیل ہوئی اور قاضی نے ہزار درم دیگر کی ڈگری کر دی پھر سب گواہون نے رجوع کیا
تو طلاق و دخول کے گواہ فقط ہزار کے ضامن ہونگے اور گواہ نکاح کے بھی اور ہزار درم کے ضامن ہونگے
اور ہر فریق دوسرے سے کچھ نہین لے سکتا ہے اور اگر دونون فریق کی ایک ساتھ تعدیل ہوئی اور قاضی نے
دونون کی گواہی پر حکم دیدیا تو یہ صورت اور پہلے نکاح والون کی گواہی پر حکم ہونے کی صورت یکسان ہے
اسی طرح اگر دو گواہون نے یہ گواہی دی کہ اس شخص نے اقرار کیا ہے کہ مین نے اس عورت سے نکاح کیا

[illegible]

اور اس سے وطی کی اور تین طلاق دیدین اور قاضی نے مہر المثل کا حکم دیا پھر اسکے بعد عورت دوسرے دو گواہ لائی کہ شوہر نے اقرار کیا ہی کہ مین نے دو ہزار درم پر اس سے نکاح کیا ہی اور قاضی نے عورت کے لیے زیادتی کی ڈگری کر دی پھر سب گواہون نے گواہی سے رجوع کیا تو یہ اقرار کی صورت اور معائنہ نکاح وطلاق کی صورت یکسان ہی پس اگر نکاح اور دخول وطلاق کے گواہون کی ایک ساتھ تعدیل و معاً حکم ہوا پھر نکاح کے گواہون نے رجوع کیا تو انسے ہزار درم کی ضمان لیجاویگی اور یہ ہزار درم وہ ہین جو مہر مثل سے زائد ہین پھر اگر اسکے بعد دخول کے گواہون نے رجوع کیا تو انسے دو ہزار درم ڈانڈ لیے جاوینگے ایک ہزار اس مین سے شوہر کو لین گے اور ایک ہزار شوہر نکاح والے گواہون کو دیدیگا اور اگر دخول کے گواہون نے پہلے رجوع کیا تو انسے دو ہزار درم کی ضمان لیگا پس اگر ہنوز شوہر نے اسپر قبضہ نہ کیا تھا کہ نکاح کے گواہون نے رجوع کیا تو نکاح والے گواہ شوہر کو کچھ ڈانڈ نہ دینگے ایک مرتد عورت نے کسی شخص پر یہ دعویٰ کیا کہ اسنے مجھ سے مسلمان ہونے کی حالت مین ہزار درم پر نکاح کیا ہی اور وطی کی ہی پھر طلاق دیدی ہی پھر عورت مدعیہ مرتد ہوئی ہی اور شوہر نے ان سب باتون سے انکار کیا اور اس عورت کا مہر مثل ہزار درم ہی پھر اسکی طرف سے دو گواہون نے دو ہزار درم پر نکاح ہونے کی گواہی دی اور قاضی نے فیصلہ کر دیا اور دوسرے دو گواہون نے یہ گواہی دی کہ اسنے کل کے روز اس سے وطی کی اور طلاق دی اور آج کے روز یہ مرتد ہو گئی اور قاضی نے اسپر حکم دیدیا پھر سب گواہون نے اپنی گواہی سے رجوع کر لیا تو نکاح کے گواہ شوہر کو کچھ ڈانڈ نہ دینگے اور طلاق کے گواہ دو ہزار درم ضمان دینگے اور اگر دونون فریق گواہون کی گواہی پر ایک ساتھ فیصلہ کیا گیا تو یہ صورت اور پہلی صورت یعنے جب نکاح کے گواہون پر پہلے حکم ہوا ہووے یکسان ہی اور اگر قاضی نے پہلے دخول وطلاق کے گواہون پر حکم دیا پھر نکاح کے گواہون پر حکم دیا پھر سبھون نے گواہی سے رجوع کیا تو دخول کے گواہ مہر مثل کے ضامن ہونگے اور نکاح کے گواہ اور ایک ہزار کے ضامن ہونگے کہ جو مہر مثل سے زائد ہین اور ایک فریق دوسرے فریق سے کچھ نہین لے سکتا ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر دو گواہون نے ایک شخص پر یہ گواہی دی کہ اسنے اپنی عورت کو طلاق دیدی اور شوہر اس سے انکار کرتا ہی پھر قاضی کے حکم دینے کے بعد دونون نے رجوع کیا پس اگر طلاق بعد دخول کے ہو اور شوہر دخول کا اقرار کرتا ہو تو گواہون پر کچھ ڈانڈ نہین ہی اور اگر دخول سے پہلے طلاق واقع ہونیکا حکم ہوا اور نصف مہر یا متعہ کا حکم قاضی نے دیا ہی تو بعد رجوع کے گواہ یہی مقدار شوہر کو ڈانڈ دینگے یہ شرح طحاوی مین لکھا ہی۔ امام محمد نے جامع مین فرمایا کہ ایک شخص نے ایک عورت سے نکاح کیا اور اس سے وطی نہین کی تھی کہ دو گواہون نے یہ گواہی دی کہ اسنے اس عورت کو طلاق دیدی ہی اور قاضی نے دونون مین جدائی کر دی اور آدھے مہر کا حکم دیا پھر شوہر مر گیا اور گواہون نے گواہی سے رجوع کر لیا تو دونون گواہ شوہر کے وارثون کو آدھا مہر ڈانڈ دینگے اور عورت کے منافع بضع کی کچھ ضمان نہین دینی پڑیگی اور نصف مہر سے زیادہ کی ضمان عورت کو نہ دینگے اور عورت کو میراث نہ ملیگی اور مرد خواہ صحیح ہو یا مریض یہ حکم برابر اسیطرح رہیگا یہ محیط مین لکھا ہی۔ اور اگر شوہر پر

مرنے کے بعد یہ گواہی دی کہ اُسنے اس عورت کو اپنی زندگی مین وطی کرنے سے پہلے طلاق دی تھی پھر دونون نے
رجوع کر لیا تو وارثون کے واسطے کسی چیز کے ضامن نہونگے اور عورت کو نصف مہر اور میراث کی ڈانڈ دینگے
یہ کافی مین لکھا ہے اگر ایک مرد اور دو عورتون نے ایک عورت کی طلاق پر گواہی دی اور دوسرے ایک مرد اور دو
عورتون نے یہ گواہی دی کہ اس مرد نے اس سے وطی کی تھی پس قاضی نے مہر اور طلاق دونون کی ڈگری کر دی پھر
گواہون نے رجوع کیا تو وطی واقع ہونیکے گواہون پر تین چوتھائی مہر ڈانڈ پڑیگا اور طلاق کے گواہون پر چوتھائی
مہر ڈانڈ پڑیگا اور اگر اکیلے ایک مرد گواہ دخول نے رجوع کیا تو چوتھائی مہر کا ضامن ہوگا اور اگر اکیلے مرد طلاق
کے گواہ نے رجوع کیا تو کچھ ضامن نہوگا اور اگر دخول کے سب گواہون نے رجوع کیا تو آدھے مہر کے ضامن ہونگے
اور اگر طلاق ہی کے گواہون نے رجوع کیا تو کچھ ضمان نہ دینگے اور اگر طلاق کے گواہون کی ایک عورت اور
دخول کے گواہون کی ایک عورت نے رجوع کیا تو دخول کے گواہون کی عورت پر آٹھوان حصہ مہر ڈانڈ پڑیگا
اور طلاق کی گواہ عورت پر کچھ ضمان نہ ہوگی یہ مبسوط مین لکھا ہے۔ اور اگر دو مردون نے طلاق پر اور دو مردون
نے دخول پر گواہی دی اور حکم ہوگیا پھر دخول کے ایک گواہ نے رجوع کیا تو چوتھائی مہر کا ضامن ہوگا
پھر اگر اسکے بعد طلاق کے ایک گواہ نے رجوع کیا تو کچھ ضمان نہ دیگا اور اگر طلاق کے دونون گواہون نے اور
دخول کے ایک گواہ نے رجوع کیا تو سب آدھے مہر کے ضامن ہونگے آدھا اس مین سے دخول کے دونون
گواہون پر اور باقی تینون گواہون پر تین حصہ ہوکر تقسیم ہوگا یہ حاوی مین لکھا ہے۔ اگر دو گواہون نے گواہی دی کہ اسنے
اپنی عورت کو ایک طلاق دی ہے اور دوسرون نے یہ گواہی دی کہ تین طلاق دی ہین اور اس سے وطی نہین کی تھی
پس قاضی نے دونون کے جدا کر دینے اور نصف مہر دلانے کا حکم کیا پھر سب گواہون نے رجوع کیا تو آدھے مہر کی
ضمان تین طلاق والے گواہون پر ہوگی اور ایک طلاق والون پر کچھ ضمان نہوگی یہ ظہیریہ مین لکھا ہے۔ اگر
دو شخصون نے کسی شخص پر یہ گواہی دی کہ اسنے سال گذشتہ مین رمضان کے مہینہ مین اپنی عورت کو طلاق دی
اور اُس سے وطی نہین کی تھی پس قاضی نے بنا بر اس گواہی کے نصف مہر اسپر لازم کیا پھر دونون گواہون نے رجوع
کیا اور قاضی نے ہنوز اُنسے نصف مہر کی ضمان دلائی تھی یا نہ دلائی تھی کہ دوسرے دو گواہون نے یہ گواہی دی کہ
اسنے اپنی عورت کو قبل وطی کے سال گذشتہ کے ماہ شوال مین طلاق دی ہے تو دوسرے فریق کی گواہی مقبول
نہوگی یہ محیط مین لکھا ہے۔ اور اگر شوہر نے اس امر کا اقرار کر لیا تو جو ڈانڈ گواہون سے لیا ہے انکو واپس دیگا اور بعض نے
کہا کہ یہ امام رحمۃ کے نزدیک نہین ہے بلکہ صاحبینؒ کے نزدیک ہے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے۔ اور اگر فریق ثانی نے پہلے
فریق کے وقت سے طلاق کا وقت مقدم بیان کیا تو گواہی مقبول ہوگی اور پہلے فریق سے ضمان ساقط ہوجائیگی
یہ مبسوط مین لکھا ہے۔ اگر دو گواہون نے طلاق پر اور دو گواہون نے دخول پر گواہی دی اور عورت کا مہر مقرر نہین
ہوا تھا اور اسپر حکم ہوگیا پھر سب گواہون نے رجوع کیا تو طلاق کے دونون گواہ نصف متعہ کے ضامن ہونگے
اور دخول کے گواہ باقی مہر کے ضامن ہونگے یہ حاوی مین لکھا ہے۔ دو گواہون نے گواہی دی کہ اس نے اس عورت سے ہزار درم

پر نکاح کیا ہے اور اسکا مہر مثل بھی ہزار درم ہے اور شوہر نے کہا کہ بدون مہر مقرر ہونے کے نکاح کیا ہے اور قاضی نے گواہی پر حکم دیدیا پھر شوہر نے اسکو طلاق دیدیا پھر دونون نے رجوع کیا تو اُنپر متعہ اور پانچسو درم کے درمیان مین جو زیادتی ہے اسقدر ضمان نہین ہوگی اور اگر دوسرے دو گواہون نے دخول واقع ہونے پر گواہی دیکر رجوع کیا تو دخول کے گواہون پر بالخصوص پانچسو درم کی ضمان لازم ہوگی اور باقی متعہ اور پانچسو درم کے درمیان کی زیادتی دونون فریقون آدھی آدھی واجب ہوگی اور اگر دوسرے دو گواہون نے طلاق کی گواہی دی اور حکم ہوگیا پھر سبھون نے رجوع کیا تو دخول کے گواہون پر بالخصوص پانچسو درم کی ضمان لازم ہوگی اور متعہ اور نصف مہر کے درمیان کی زیادتی دخول اور نکاح دونون فریق گواہون پر نصف نصف لازم ہوگی اور تینون فریقون پر مقدار متعہ کے تین حصہ کرکے واجب ہوگی یہ محیط سرخسی مین ہے اگر دو گواہون نے یہ گواہی دی کہ اسنے ہزار درم پر اس عورت سے نکاح کیا ہے اور شوہر انکار کرتا ہے اور عورت کا مہر مثل پانچسو درم ہے اور دوسرے دو گواہون نے گواہی دی کہ قبل دخول کے اسنے اسکو طلاق دیدی ہے اور قاضی نے حکم دیدیا پھر سبھون نے رجوع کیا تو نکاح اور طلاق کے دونون فریقون پر ڈھائی ڈھائی سو درم واجب ہونگے اور اگر ان دونون فریق کے رجوع کرنے سے پہلے دو گواہون نے دخول کی گواہی دی اور قاضی نے شوہر پر ہزار درم واجب کیے پھر سبھون نے رجوع کیا تو نکاح کے گواہون پر پانچسو درم جو مہر مثل سے زائد ہین واجب ہونگے اور باقی پانچسو درم کی تین چوتھائی دخول کے گواہون پر اور ایک چوتھائی طلاق کے گواہون پر واجب ہوگی یہ حاوی مین لکھا ہے۔ اگر دو گواہون نے یہ گواہی دی کہ اُسنے قسم کھائی تھی کہ مین اس سے عید قربان کے روز وطی نہ کرونگا اور دوسرون نے گواہی دی کہ اسنے عید قربان کے روز اسکو طلاق دیدی پس قاضی نے اسکو جدا کردیا اور اسکے ساتھ وطی نہین کی تھی پس قاضی نے اُسپر آدھا مہر لازم کیا پھر سبھون نے رجوع کیا تو ضمان مہر طلاق کے گواہون پر لازم ہوگی نہ ایلاء کے گواہون پر یہ مبسوط مین لکھا ہے ایسی عورت کی نسبت جس سے اسکے شوہر نے وطی نہین کی تھی یہ گواہی دی کہ اسنے اپنے شوہر سے خلع کرالیا ہے اس شرط پر کہ اپنا مہر اسکو معاف کردیا ہے اور عورت انکار کرتی ہے اور مرد مدعی ہے اور قاضی نے دونون کی گواہی پر حکم دیدیا پھر دونون نے رجوع کیا تو آدھا مہر عورت کو ڈانڈ دیوین اور اگر اس مسئلہ مین اُس عورت سے شوہر نے وطی کی ہو تو تمام مہر کے ضامن ہونگے یہ ذخیرہ مین لکھا ہے اگر مرد کے دعوی پر دو گواہون نے یہ گواہی دی کہ اس عورت نے اس سے ہزار درم پر خلع کرالیا ہے اور عورت منکر ہے پھر گواہون نے رجوع کیا تو عورت کو ہزار درم کی ضمان دین اور اگر خود عورت ہی مدعی ہو تو کچھ ضمان نہ دینگے یہ مضمرات مین لکھا ہے۔

چھٹا باب آزاد کرنے اور مدبر کرنے اور مکاتب کرنے کی گواہی سے رجوع کرنے کے بیان مین۔ اگر دو گواہون نے یہ گواہی دی کہ اسنے اپنے غلام کو آزاد کردیا ہے اور قاضی نے حکم دیدیا پھر دونون نے رجوع کیا تو غلام کی قیمت ڈانڈ دین خواہ خوش حال ہون یا تنگدست ہون اور غلام کی ولاء اسکے آزاد کرنے والے کو ملیگی یہ فتح القدیر مین ہے۔ اگر دو گواہون نے کسی شخص پر یہ گواہی دی کہ اسنے اپنی باندی آزاد کردی ہے اور قاضی نے گواہی پر حکم دیدیا اور باندی نے اپنا نکاح کیا پھر دونون نے گواہی سے رجوع کیا تو مالک کو اسکی قیمت کی ڈانڈ دینگے اور مالک کو

اس سے وطی کرنا حلال نہین ہے یہ حاوی مین لکھا ہے۔ اگر دو گواہون نے شوال مین کسی شخص پر یہ گواہی دی کہ اس نے رمضان مین اپنا غلام آزاد کر دیا ہے اور گواہی کے روز غلام کی قیمت دو ہزار درم تھی اور رمضان مین اسکی قیمت ہزار درم تھی پھر گواہون کی تعدیل ہونے تک غلام کی قیمت تین ہزار درم ہو گئی پھر تعدیل ہو گئی اور قاضی نے حکم دیدیا پھر دونون نے رجوع کیا تو غلام کی اس قیمت کے ضامن ہونگے جو قاضی کی آزادی کا حکم دینے کے روز ہے یعنی تین ہزار درم کذافی المحیط اور اس غلام پر حدود و جزاء جرم کا حکم رمضان سے آزاد کرنے کے وقت تک آزادون کے مانند ہوگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے۔ اگر دو گواہون نے گواہی دی کہ اسنے رمضان مین اپنا غلام آزاد کر دیا اور قاضی نے گواہی پر یہ حکم دیدیا پھر دونون نے رجوع کیا تو دونون پر ضمان واجب ہوگی پھر اگر دونون نے اس امر کے گواہ قائم کیے کہ اسنے شعبان مین آزاد کیا ہے تو امام کے نزدیک ضمان ساقط نہوگی اور صاحبین کے نزدیک ساقط ہوگی اور اگر اس امر کے گواہ سنائے کہ اسنے شوال مین آزاد کیا ہے تو بالاتفاق ضمان ساقط نہوگی یہ شرح طحاوی مین لکھا ہے۔ اگر گواہی دی کہ اسنے اپنا غلام مدبر کر دیا ہے اور قاضی نے حکم دیدیا ہے پھر رجوع کیا تو جسقدر مدبر کرنے سے نقصان آیا اسکے ضامن ہونگے پس اگر مولی مر گیا اور یہ غلام اسکے تہائی مال سے نکلتا ہے تو آزاد ہو جائیگا اور دونون گواہ اسکے مدبر ہونے کی حالت کی قیمت ادا کرین اور اگر مولی کے پاس سوائے اسکے کچھ مال نہ تھا تو تہائی آزاد ہوگا اور اپنی دو تہائی مدبر ہونیکی قیمت کے لیے سعی کرے اور دونون گواہ تہائی قیمت کی ضمان دین بشرطیکہ غلام دو تہائی قیمت فی الحال ادا کرے اور یہ تہائی قیمت غلام سے نہین لے سکتے ہین اور اگر غلام نے دو تہائی قیمت معجل نہ ادا کی اور عاجز ہوا تو وارثون کو اختیار ہے کہ گواہون سے لے لین اور گواہ غلام سے وصول کرین یہ مبسوط مین لکھا ہے۔ اگر دو گواہون نے یہ گواہی دی کہ اسنے البتہ اپنا غلام آزاد کر دیا ہے اور دوسرے دو گواہون نے یہ گواہی دی کہ اسنے مدبر کر دیا ہے اور قاضی نے انکی گواہی پر حکم دیدیا پھر سب نے رجوع کر لیا تو آزادی کے گواہون پر ضمان لازم ہوگی نہ مدبر کرنیکے گواہون پر اور اگر مدبر کرنیکے گواہون نے پہلے گواہی دی اور قاضی نے انکی گواہی پر حکم دیدیا پھر دو گواہون نے آزاد کرنے کی گواہی دی اور قاضی نے حکم دیدیا پھر سب نے رجوع کیا تو مدبر کرنے کے گواہ وہ نقصان ادا کرین جو مدبر کرنے سے غلام مین پیدا ہوا ہے پھر آزادی کے گواہ اس غلام کی قیمت مدبر ہونیکی حالت کی ادا کرین یعنی مدبر ہونے کی حالت مین جو اسکی قیمت ہے وہ ادا کرین اور اگر آزادی کے گواہون نے یہ گواہی دی کہ اسنے مدبر کرنے سے پہلے اسکو آزاد کر دیا ہے اور قاضی نے یہ گواہی مقبول کر لی پھر رجوع کیا تو مدبر کرنے کے گواہ بری ہو جائینگے اور آزادی کے گواہون پر قیمت لازم ہوگی اور مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم صاحبین کے قول کے موافق ہونا چاہیے ورنہ امام اعظم کے نزدیک آزادی کی گواہی مقبول نہونا چاہیے یہ محیط مین لکھا ہے۔ اگر کسی شخص پر یہ گواہی دی کہ اسنے اپنے غلام کو ایک ہزار درم پر ایک سال کی میعاد پر مکاتب کیا ہے اور اسکا حکم ہو گیا پھر دونون نے گواہی سے رجوع کیا اور وہ غلام یا ایک ہزار درم کا یا دو ہزار درم قیمت کا ہے تو گواہ اسکی قیمت ادا کرین اور قسط وار غلام سے وصول کرین اور بدون ادا کرنے کے وہ غلام آزاد نہوگا اور ولاء اسکی اسی کو ملیگی جسپر کتابت کی گواہی دی تھی اور اگر غلام نے مال ادا کر نے سے

عاجز ہوا اور پھر غلام کر دیا گیا تو اسکے مالک کو ملیگا اور مالک نے جو کچھ گواہوں سے لیا ہی انکو واپس کر دیگا یہ حاوی مین لکھا ہی۔ اور اگر دو گواہوں نے ایک شخص پر یہ گواہی دی کہ اسنے اپنے غلام کو ایک ہزار درم پر مکاتب کیا ہی اور ایکسال میعاد ہی اور غلام کی قیمت پانچسو درم ہین اور قاضی نے کتابت کا حکم دیدیا پھر سب نے گواہی سے رجوع کیا تو قاضی اسکے مالک کو اختیار دیگا پس اگر اسنے گواہوں سے ڈانڈ لینا چاہا تو مکاتب سے پھر کبھی نہین لے سکتا ہی اور جب گواہون سے اس سے ہزار درم وصول کیے تو انکو انمین سے پانچسو درم حلال ہین اور باقی حلال نہین ہین اور یہ امام اعظم و امام محمد کے نزدیک ہی اور اگر اسنے بدون قاضی کے اختیار دینے کے مکاتب سے تقاضا کیا یا لینا اختیار کیا تو پھر گواہون سے کبھی نہین لے سکتا ہی خواہ اسکو گواہون کے رجوع کرنیکا علم ہوا ہو یا نہوا ہو ولیکن اگر مال کتابت اسکی قیمت سے کم ہو تو بقدر کمی کے انسے مطالبہ کر سکتا ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر کسی شخص پر یہ گواہی دی کہ اسنے اپنا غلام پانچسو درم پر آزاد کر دیا ہی اور قیمت غلام کی ہزار درم ہین پس قاضی نے گواہی پر اسکو آزاد کر دیا پھر دونون نے رجوع کیا تو مشہود علیہ کو اختیار ہی چاہے گواہون سے ہزار درم وصول کر لے اور گواہ غلام سے پانچسو درم وصول کر سکتے ہین یا غلام سے پانچسو درم لے لے اور جس سے اسنے ضمان لینا اختیار کیا اسکے بعد پھر دوسرے سے کچھ کبھی نہین لے سکتا ہی یہ مبسوط مین لکھا ہی۔ اگر ایک غلام نے یہ دعوی کیا کہ میرے مالک نے مجھے ہزار درم پر مکاتب کیا ہی اور یہی اسکی قیمت ہی اور مالک نے دعوے کیا کہ مین نے اسکو دو ہزار درم پر مکاتب کیا ہی اور اسپر گواہ پیش کیے پس قاضی نے غلام پر دو ہزار درم دینے کی ڈگری کر دی اور غلام نے ادا کر دیے پھر گواہون نے رجوع کیا تو مکاتب کو ہزار درم دینے پڑینگے[1] اور اگر مولی نے کہا کہ مین نے دو ہزار درم پر تجکو مکاتب کیا ہی اور مکاتب نے انکار کیا اور مولی نے اسپر گواہ قائم کیے تو قاضی اس گواہی پر حکم دیگا اور قاضی غلام سے کہیگا کہ چاہے تو کتابت پوری کر یا غلام ہو جا اور اگر مکاتب نے دعوی کیا کہ مین آزاد ہون پھر مولی دو گواہ لایا کہ اسنے دو ہزار درم پر غلام کو مکاتب کیا ہی اور قاضی نے ڈگری کر دی اور غلام نے مال ادا کر دیا پھر گواہون نے رجوع کیا تو مکاتب کو دو ہزار درم ڈانڈ دیوین اگرچہ اسکی قیمت اس سے کم ہو یہ محیط مین لکھا ہی

ساتوان باب ولاء اور نسب اور ولادت اور اولاد اور میراث کی گواہی سے رجوع کرنے کے بیان مین

اگر ایک شخص نے دوسرے پر دعوی کیا کہ مین تیرا بیٹا ہون اور وہ انکار کرتا ہی پھر بیٹے نے گواہ سنائے اور قاضی نے اسکے بیٹے ہونیکا حکم دیدیا پھر گواہون نے رجوع کیا تو باپ کو کچھ ضمان نہ دینگے خواہ باپ کی زندگی مین رجوع کیا ہو یا بعد مرنے کے اور اگر بعد مرنے کے اس بیٹے نے ورثہ پایا تو بعد رجوع کرنے کے تمام وارثون کو اس میراث کی ضمان بھی نہ دینگے اسیطرح اگر ایک شخص نے دوسرے شخص کی ولا کا دعوی کیا اور کہا کہ مین نے تجھے آزاد کیا ہی اور وہ منکر ہی پھر مدعی نے گواہ سنائے پھر گواہون نے رجوع کیا تو گواہ مدعا علیہ کو کچھ ضمان نہ دینگے خواہ اسکی زندگی مین رجوع کیا ہو یا بعد مرنے کے یہ محیط مین لکھا ہی۔ اور اگر یہ گواہی دی کہ یہ شخص اس مقتول کا بیٹا ہی کہ اسکے سوائے کوئی اسکا وارث نہین ہی اور قاتل عمداً قتل

[1] قولہ دینے پڑینگے قال المترجم ثم قال فی الاصل ولو کانت المکاتبۃ لم یدع المکاتب ولو قال المولی الخ پس حرف عطف غلط ہے والمعنے بشرطیکہ کاتب نے عقد مکاتب کو چھوڑا نہو یا عبارت اصل سے ساقط ہے تو مقدمہ دیکھو ۱۲ منہ

کرنے کا اقرار کرتا ہی پس قاضی نے قصاص کا حکم دیدیا اور بیٹے نے اسکو قتل کر ڈالا پھر گواہون نے رجوع کر لیا تو قصاص کی ضمان انپر نہوگی اور جو کچھ اس وارث بیٹے نے مقتول کے ترکہ مین سے لیا ہی وہ اسکے معروف وارثون کو ڈانڈ دینگے اور گواہون کو تعزیر دیجائیگی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اگر آزاد کیے ہوے کی ولاء کی گواہی اسکے مرنے کے بعد ادا کی پھر گواہی سے رجوع کیا تو جو کچھ آزاد کرنے والے مدعی نے ولاء کے حق مین لیا ہی وہ اُس آزاد کیے ہوے کے معروف وارثون کو ڈانڈ دینگے اگر ایک عورت کے نکاح کی گواہی دی اور قاضی کے حکم دینے کے بعد اسکا شوہر مر گیا پھر گواہون نے رجوع کیا یا شوہر کی زندگی مین گواہون نے رجوع کیا تو انپر کچھ ضمان نہین ہی اور اگر شوہر کے مرنے کے بعد نکاح کی گواہی دی پھر رجوع کیا تو جو کچھ عورت نے میراث کا حصہ لیا ہی وہ باقی وارثون کو ڈانڈ دینگے یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر ایسے مسلمان کی طرف سے جسکا باپ کافر تھا یہ گواہی دی کہ اسکا باپ مسلمان مرا ہی اور میت کا ایک بیٹا کافر ہی پس قاضی نے میت کا مال اسکے بیٹے مسلمان کو دلایا پھر گواہون نے گواہی سے رجوع کیا تو کافر بیٹے کو تمام مال میراث ڈانڈ دینگے یہ مبسوط مین لکھا ہی۔ اگر ایک کافر مسلمان ہوگیا پھر مر گیا اور اسکے دو بیٹے مسلمان ہین کہ ہر ایک ان مین سے دعوی کرتا ہی کہ مین اپنے باپ کے مرنے سے پہلے مسلمان ہوا ہون اور اسپر گواہ سنائے پس قاضی نے دونون کو وارث کر دیا پھر ایک کے گواہون نے رجوع کیا تو جو کچھ اس بیٹے نے میراث مین پایا ہی سب دوسرے کو ڈانڈ دینگے اسی طرح اگر ایک شخص مر گیا اور اسکا ایک بھائی معروف ہی پس ایک شخص نے دعوی کیا کہ مین میت کا بیٹا ہون اور دو گواہون نے اسکی طرف سے گواہی دی اور قاضی نے اسکو میراث دلادی پھر گواہون نے رجوع کیا تو تمام میراث کی ضمان اسکے بھائی کو دینگے۔ اور اگر ایک شخص کے پاس ایک لڑکا ہی کہ یہ نہین معلوم ہوتا کہ آزاد ہی یا غلام ہی پھر دو گواہون نے یہ گواہی دی کہ اس شخص نے یہ اقرار کیا ہی کہ یہ میرا بیٹا ہی پس قاضی نے اسکا نسب ثابت کر دیا پھر وہ شخص مر گیا اور اسکی میراث اس لڑکے کو بحکم قاضی دلائی گئی پھر گواہون نے رجوع کیا تو کچھ ضامن نہونگے یہ حاوی مین لکھا ہی۔ اور اگر ایک لڑکی اور ایک لڑکا قید کر کے دار الحرب سے لائے گئے اور بڑے ہو کر آزاد ہوے اور باہم دونون نے نکاح کیا پھر ایک حربی مسلمان ہو کر آیا اور گواہ لایا کہ یہ دونون میری اولاد ہین اور قاضی نے گواہی کے موافق اسکی اولاد قرار دی اور دونون مین جدائی کر دی پھر گواہون نے رجوع کیا تو رجوع کرنا مقبول نہوگا اور شوہر سے منع کیا جاویگا کہ اس سے وطی نہ کرے اگرچہ یہ بھی معلوم ہوگیا کہ انھون نے جھوٹی گواہی دی تھی اور ہمارے نزدیک گواہون پر ضمان نہین ہی اور اگر ایک شخص کے پاس ایک لڑکی تھی کہ وہ اسکو اپنی باندی گمان کرتا تھا پھر دو گواہون نے گواہی دی کہ اسنے اقرار کیا ہے کہ یہ میری لڑکی ہی اور قاضی نے اسکی بیٹی ہونیکا حکم دیدیا تو مالک کو اس باندی سے وطی کرنا حلال نہین ہی اگرچہ معلوم ہوجاوے کہ انھون نے جھوٹی گواہی دی ہی پس اگر گواہون نے رجوع کیا تو اسکی قیمت کی ضمان دینگے اگر وہ عورت مر گئی اور اسنے میراث چھوڑی تو اس شخص کو اسکی میراث کھانی جائز ہی اور اسی طرح اگر وہ شخص مر گیا تو اس عورت کو اسکی میراث کھانی جائز ہی یہ مبسوط مین لکھا ہی۔ ایک شخص مر گیا اور اسنے دو غلام اور ایک باندی اور اموال چھوڑے پھر دو گواہون

یہ گواہی دی کہ یہ شخص اس میت کا ماں باپ کیطرف سے حقیقی بھائی ہے اور وارث ہے ہم اسکے سوا وارث نہین جانتے ہین اور قاضی نے اسکو دونون غلام اور باندی اور مال دینے کا حکم کیا پھر دو گواہون نے خاص ایک غلام کیطرف سے یہ گواہی دی کہ میت کا بیٹا ہے اور قاضی نے اسکی گواہی جائز رکھکر تمام میراث اسکو دلادی اور بھائی کو محروم کر دیا پھر دوسرے دو گواہون نے دوسرے غلام کیطرف سے یہ گواہی دی کہ یہ میت کا بیٹا ہے اور قاضی نے اسکو جائز رکھا اور پہلے کے ساتھ اسکو وارث بنایا اور مال دونون کو آدھا آدھا تقسیم کر دیا پھر گواہون نے یہ گواہی دی کہ میت نے اس باندی کو آزاد کر کے اپنی زندگی مین اس سے نکاح کیا تھا پس قاضی نے نکاح اور مہر کا حکم دیدیا اور آٹھوان حصہ میراث اسکو دلادیا اور ان وارثون مین سے ہر ایک دوسرے کے وارث ہونے سے انکار کرتا ہے پھر پہلے بیٹے کے دونون گواہون نے رجوع کیا تو تمام قیمت پہلے پسر کے آٹھ حصہ کر کے سات حصہ دوسرے بیٹے کو اور ایک حصہ عورت کو ڈانڈ دینگے اور جو کچھ اسنے میراث مین پایا ہے وہ سب دوسرے بیٹے کو دینگے نہ عورت کو اور بھائی کو بھی کچھ نہ دینگے اور اسیطرح اگر دوسرے بیٹے کے دونون گواہون نے رجوع کیا تو بھی یہی صورت ہے اور اگر عورت کے گواہون نے رجوع کیا تو عورت کی قیمت اور مہر اور میراث دونون بیٹون کو آدھی آدھی ڈانڈ دینگے اور یہ حکم اس صورت مین ہے کہ ہر ایک دوسرے کے وارث ہونیکی تکذیب کرتا ہو اور صرف اپنے آپکو وارث جانتا ہو اور اگر ہر ایک دوسرے کے وارث ہونیکی تصدیق کرتا ہو تو گواہون پر کسی صورت مین ضمان نہین ہے اسیطرح اگر سب وارثون کی وراثت دو گواہون کی گواہی پر ثابت ہوئی ہو خواہ ایک ہی وقت مین دونون نے سب کی وراثت کی گواہی دی ہو یا اوقات مختلف مین شہادت ادا کی ہو لیکن ہر ایک بیٹے کے نسب کی علیحدہ دعوی کی گواہی ہو اسطرح کہ میت نے اسکو اپنا بیٹا کہا اور پھر اسکو اپنا بیٹا کہا اور قاضی نے حکم دیدیا اور پھر دونون گواہون نے رجوع کیا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر گواہ ایک فریق ہو یا چند فریق ہون تو بیٹون اور عورت کو ضمان دینے مین کچھ فرق نہین ہے اور فرق صرف بھائی کے ضمان دینے مین ہے پس اگر سب گواہ چند فرقے ہون تو بھائی کو کچھ ضمان نہ دینگے اگرچہ اسکے وارث ہونیکا اقرار کرین اور اگر ایک ہی فرقہ ہو تو بھائی کے لیے ضامن ہونگے اگر اسکے وارث ہونیکا اقرار کرتے ہون یہ محیط مین لکھا ہے اگر ایک شخص کے پاس ایک نابالغ غلام اور ایک باندی ہو پھر دو گواہون نے گواہی دی کہ اسنے اقرار کیا ہے کہ یہ میرا بیٹا ہے اور دوسرے دو گواہون نے یہ گواہی دی کہ اسنے اس باندی کو آزاد کیا اور ہزار درم پر اس سے نکاح کیا ہے اور وہ شخص منکر ہے پھر ان سب باتون کا قاضی نے حکم دیدیا پھر وہ شخص دو بیٹے سوائے اس لڑکے کے چھوڑ کر مر گیا پس عورت کیواسطے مہر کا حکم ہوا اور میراث کے طور پر سب مال انہین تقسیم کیا گیا پھر گواہون نے رجوع کیا تو بیٹے ہونے کے گواہ اسکی قیمت کے سوائے اسکے حصہ کے ضامن ہونگے اور ایسے ہی باندی کے گواہ اسکی قیمت کے سوائے میراث کے ضامن ہونگے لیکن اگر مہر اسکے مہر مثل سے زائد ہو تو بقدر زیادتی[1] کے ضامن ہونگے مگر حصہ میراث انمین سے کم کر دیا جائیگا یہ مبسوط مین لکھا ہے ایک شخص کی دو باندیان ہین کہ ہر ایک اسکی ملک مین ایک بچہ جنی ہے پھر دو گواہون نے ایک بچہ کی نسبت گواہی دی کہ اس شخص نے اسکو اپنا بیٹا کہا ہے اور وہ شخص انکار کرتا ہے اور دوسرے دو گواہون نے دوسرے بچہ کی نسبت یہی گواہی دی

[1] بقدر زیادتی کے اسوجہ سے کہ وطی سے مہر مثل اسکا حق ہو گیا تو صرف زیادتی بذریعہ ان گواہون کے [illegible]

پس قاضی نے دونون بچون کی نسبت اسکے بیٹے ہونے اور باندی کی نسبت ام ولد ہونیکا حکم دیا پھر سبھون نے رجوع کیا
پس اگر گواہی اور رجوع کرنا اس شخص کی حیات مین واقع ہوا تو ہر فریق گواہ اس بیٹے کی قیمت جسکی گواہی دی تھی اور
ام ولد کا نقصان قیمت اس شخص کو ادا کرین پس جب ڈانڈ دیدیا اور اس شخص نے تلف کر دیا پھر مر گیا اور سوائے ان دونون
لڑکون کے اسکا کوئی وارث نہین ہے اور ہر ایک دوسرے سے انکار کرتا ہے تو ہر فریق گواہ اس لڑکے کی ماں کی آدھی
قیمت جسکی نسبت بیٹے ہونیکی گواہی دی تھی دوسرے لڑکے کو ادا کرین کذافی محیط السرخسی اور ہر فریق اس لڑکے کی قیمت
جسکی نسبت گواہی دی تھی دوسرے کو نہ دینگے کذافی المحیط اور ہر فریق نے جو کچھ اس شخص کو حالت زندگی مین لڑکے کی
گواہی مین ڈانڈ دیا ہے اس لڑکے کی میراث کے حصے سے جو اسنے باپ کی میراث سے پایا ہے لینگے کذافی محیط السرخسی اور
ہر فریق اس لڑکے سے بقدر مال جو دوسرے لڑکے کو اسکی ماں کی قیمت مین بعد نقصان کے دیا ہے نہین لے سکتا ہے اور نہ اس
مال کی ضمان جو مشہود لہ[۱] لڑکے نے میراث مین حاصل کیا ہے دوسرے کو دینگے اور اگر دونون لڑکے وارث ہونے مین ایک
دوسرے کی تصدیق کرین تو گواہون پر کچھ ضمان ان لڑکون کے لیے نہ دینا پڑیگی اور ہر فریق اپنے مشہود لہ لڑکے سے اس
مال مین سے جو اسنے اپنے باپ کی میراث سے حاصل کیا ہے اسقدر مال واپس لیگا جو اسنے اسکے باپ کو اسکی قیمت اور
اسکی ماں کے نقصان قیمت کے عوض دیا ہے کذافی المحیط اور اگر اس شخص کی زندگی مین گواہی واقع ہوئی اور رجوع
کرنا بعد وفات کے واقع ہوا تو ہر فریق گواہ دوسرے لڑکے کو مشہود لہ لڑکے کی آدھی قیمت اور اسکی ماں کی
آدھی قیمت ادا کریگا اور ہر فریق مشہود لہ سے وہ مال نہین لے سکتا ہے جو اسنے دوسرے کو ادا کیا ہے اور یہ حکم اس وقت
ہے کہ ہر لڑکا دوسرے کے وارث ہونے سے انکار کرتا ہو اور اگر ایک دوسرے کی تصدیق کرتا ہو تو گواہ کسی کے
واسطے ضامن نہونگے کذافی المحیط اور اگر گواہی اور رجوع دونون بعد موت کے واقع ہوئی ہون اور میت کا
ایک بھائی ماں و باپ کیطرف سے موجود ہو تو ہر فریق گواہ دوسرے کو مشہود لہ کی قیمت ڈانڈ دیگا اور اسکی ماں کی
قیمت بھی جو باندی ہونے کی حالت مین تھی وہ ضمان دیگا اور جو کچھ دونون کو میراث مین ملا ہے وہ بھی دیگا اور بھائی کو
ڈانڈ مین کچھ نہ دیگا کذافی محیط السرخسی اور جو کچھ ضمان مین ادا کیا ہے وہ مشہود لہ کے حصہ میراث سے نہ لیگا اور اگر دونون
گواہیان ایک ہی فریق نے ادا کی ہون مثلاً یون کہا کہ مولی نے بکلمہ واحد کہا تھا کہ یہ دونون میرے بیٹے ان دونون
باندیون سے ہین اور دونون لڑکے بڑے ہین کہ باندیون کے ساتھ اسکے مدعی ہین اور قاضی نے حکم دیدیا پھر
سبھون نے رجوع کیا پس اگر مالک کی حیات مین رجوع و گواہی واقع ہوئی تو گواہ دونون بیٹون کی قیمت اور
نقصان ام ولد ہونے کا ادا کرین اور جب مالک نے اسکو لیکر تلف کر دیا پھر مر گیا تو جو کچھ بیٹون کو میراث ملی ہے اس مین سے
بقدر ڈانڈ کے گواہ دونون لڑکون سے وصول کر لین گے اور اگر میت کا کوئی بھائی ہو تو اسکو کچھ ضمان میراث نہ دینگے
اور اگر گواہی مالک کی زندگی مین اور رجوع اسکے مرنے کے بعد واقع ہوا تو گواہ بیٹون یا بھائی کو کچھ ڈانڈ نہ دینگے
اور اگر گواہی و رجوع دونون بعد وفات مالک کے واقع ہوئین تو بیٹون کو کچھ ضمان نہ دینگے مگر بھائی کو

[۱] مشہود لہ وہ شخص جسکے واسطے گواہون نے اپنی گواہی سے کوئی امر ثابت کیا ۱۲

یا ندیون اور بیٹون کی قیمت اور بیٹون کی میراث ڈانڈ دینگے اور اگر گواہ ایک ہی فریق ہون اور لڑکے گواہی کے وقت چھوٹے ہون تو انکے بالغ ہونے کا انتظار کیا جاویگا پس اگر بالغ ہوکر انھون نے گواہون کی گواہی مین تصدیق کی تو یہ صورت اور وہ صورت کہ حالت بالغ ہونے مین گواہی کے وقت گواہون کی تصدیق یکسان ہی اور اگر بعد بالغ ہونیکے ہر ایک نے اسقدر کی تصدیق کی جو اسکے واسطے گواہی دی ہی اور جسقدر دوسرے کیواسطے گواہی دی اسکی تکذیب کی تو یہ صورت اور وہ صورت کہ ہر ایک کے واسطے ایک فریق گواہ نے علٰحدہ گواہی دی اور ہر ایک نے دوسرے کی تکذیب کی ہو یکسان ہی اور یہ صورت امام محمدؒ نے ذکر نہین فرمائی کہ گواہ فریق واحد ہین اور ہر ایک پسر نے گواہون کی اسقدر گواہی مین جتنی اسکے واسطے ہو تصدیق کی اور دوسرے کی تکذیب کی تو یہ گواہی مقبول ہوگی یا نہین پس امام ابو علی النسفی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مقبول نہوگی اور عامۂ مشائخ نے فرمایا کہ مقبول ہوگی اور چھوٹے اور بڑون کا ایک حکم ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ ایک شخص پر دو گواہون نے یہ گواہی دی کہ اسنے اقرار کیا ہی کہ یہ میرا بیٹا اس باندی سے ہی اور وہ شخص انکار کرتا ہی اور قاضی نے یہ حکم دیدیا پھر مشہود علیہ[ل] مرگیا پھر اسکے مرنیکے بعد دو گواہون نے ایک لڑکے کی نسبت جو اسکی باندی سے اسکے قبضہ مین تھا یہ گواہی دی کہ میت نے اس لڑکے کی نسبت اپنی حین حیات مین ہمارے سامنے اقرار کیا کہ یہ لڑکا اس باندی سے میرا بیٹا ہی تو قاضی پہلے بیٹے کے سامنے اس گواہی کو قبول کریگا اور نسب ثابت ہوگا اور اسکی مان تمام مال سے آزاد ہو جائیگی اور جو کچھ پہلے بیٹے کے قبضہ مین ہی اسمین سے آدھا اسکو دلادیگا پھر اگر دونون فریق گواہون نے رجوع کیا تو دوسرے کے گواہ دوسرے کی تمام قیمت اور اسکی مان کی تمام قیمت اور تمام میراث پہلے بیٹے کو ڈانڈ دینگے اور پہلے بیٹے کے گواہ اسکی اور اسکی مان کی نصف قیمت دوسرے بیٹے کو دینگے اور میراث کی کچھ ضمان نہ دینگے یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ بدائع مین ہی کہ دو گواہون نے یہ گواہی دی کہ مولی نے یہ اقرار کیا ہی کہ یہ باندی مجھ سے یہ بچہ جنی ہی اور وہ شخص منکر ہی پس قاضی نے یہ حکم دیدیا پھر دونون نے رجوع کیا پس اگر اسکے ساتھ بچہ نہو اور مالک کی زندگی مین رجوع کیا تو نقصان قیمت کی ضمان دینگے یعنی باندی کی قیمت سے ام ولد ہو جانے مین جسقدر نقصان ہوا وہ ادا کرین پس اگر مالک مرگیا تو آزاد ہوگئی اور باقی قیمت وارثون کو ڈانڈ بھرینگے اور اگر اسکے ساتھ بچہ بھی ہو اور مالک کی زندگی مین رجوع کیا تو نقصان قیمت کے ساتھ بچہ کی قیمت بھی ادا کرینگے پس اگر اسکے بعد مالک مرگیا اور بچہ کا میراث مین کوئی شریک نہین ہے تو اسکو کچھ ضمان نہ دینگے اور جو کچھ باپ نے تاوان لے لیا ہی وہ اس سے واپس لینگے بشرطیکہ ترکہ موجود ہو ورنہ لڑکے پر ضمان نہوگی اور اگر لڑکے کے ساتھ میت کا بھائی ہو تو باقی قیمت کا نصف اسکو ڈانڈ دینگے اور بیٹے سے اسی قدر لینگے جو باپ نے وصول کیا ہی نہ وہ جو بھائی کو ڈانڈ دیا ہی اور لڑکے نے جو میراث لے لی وہ بھائی کو ڈانڈ نہ بھرینگے پس اگر بعد وفات مالک کے رجوع کیا پس اگر لڑکے کا کوئی شریک نہو تو گواہون پر ضمان نہین ہی ورنہ بھائی کو باندی کی باقی نصف قیمت اور لڑکے کی نصف قیمت کی ضمان دینگے اور میراث

[ل] مشہود علیہ وہ شخص جسپر گواہون نے اپنی گواہی سے کوئی امر ثابت و لازم کیا ۱۲

کی ضمان نہ دینگے اور اس صورت مین لڑکے سے واپس نہ لینگے۔ اور اگر یہ صورت ہوئی کہ مولی نے انتقال کیا اور ایک لڑکا
اور ایک غلام اور ایک باندی چھوڑی اور ترکہ چھوڑا پھر دو گواہون نے گواہی دی کہ یہ غلام اس باندی سے
اسکے مالک سے پیدا ہوا ہی اور غلام اور باندی نے اسکی تصدیق کی نہ اسکے بیٹے نے اور قاضی نے حکم دیدیا پھر دونون
نے رجوع کیا تو غلام اور باندی کی قیمت اور نصف میراث کے ضامن ہونگے یہ بحر الرائق (یعنی چھوٹے حصہ کے ۱۲) مین لکھا ہی علیسی بن ابان
نے اپنی نوادر مین ذکر کیا ہی کہ ایک شخص مرگیا اور باپ کیطرف سے ایک بھائی چھوڑا کہ اسکے سوائے کوئی وارث نہین
معلوم ہوتا ہی پھر ایک شخص نے اگر دعوی کیا کہ مین ماں باپ کیطرف سے میت کا بھائی ہون اور دو گواہون نے اسکی طرف
سے یہ گواہی دی کہ یہ باپ کیطرف سے میت کا بھائی ہی اور دو گواہون نے یہ گواہی دی کہ یہ ماں کیطرف سے اسکا بھائی
ہی تو قاضی یہ حکم دیگا کہ یہ مدعی ماں باپ کیطرف سے اسکا بھائی ہی پس اگر سب گواہون نے رجوع کیا تو جنھون نے باپ
کیطرف سے بھائی ہونیکی گواہی دی تھی وہ دو تہائی میراث کے اور جنھون نے ماں کیطرف سے بھائی ہونے کی گواہی دی ہی
ایک تہائی میراث کے ضامن ہونگے یہ ظہیریہ و محیطین مین لکھا ہی اور اگر باپ کیطرف سے بھائی ہونے کے ایک گواہ
نے رجوع کیا اور ماں کیطرف سے بھائی ہونے کے ایک گواہ نے رجوع کیا تو آدھے کے ضامن ہونگے اور تین تہائی
دونون پر تقسیم ہوگا یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر دو گواہون نے گواہی دی کہ یہ باپ کیطرف سے بھائی ہی پس قاضی نے
حکم دیکر آدھی میراث (یعنی آدھا مال ترکہ ۱۲) اسکو دلوائی پھر دو گواہون نے گواہی دی کہ ماں کیطرف سے بھائی ہی پس قاضی نے حکم دیکر
باقی آدھی بھی اسکو دلوائی پھر سب نے رجوع کیا تو ہر فریق نصف مال کا ضامن ہوگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اگر دو
گواہون نے ماں کیطرف سے بھائی ہونے کی گواہی دی اور قاضی نے چھٹا حصہ میراث اسکو دلوادیا پھر دوسرے
دو گواہون نے باپ کیطرف سے بھائی ہونے کی گواہی دی اور قاضی نے باقی میراث اسکو دلوائی پھر سب نے رجوع کیا
تو پہلے فریق پر چھٹے حصہ کی اور دوسرے پر پانچ چھٹے حصہ کی ضمان لازم ہوگی۔ اسی طرح اگر معًا دونون نے گواہی دی
مگر ایک فریق کی تعدیل ہوئی اور اسپر حکم ہوگیا پھر دوسرے فریق کی تعدیل ہوئی اور اسپر حکم ہوا پھر رجوع کیا تو
ترتیب حکم کے موافق ہر فریق اسقدر کا ضامن ہوگا جسقدر اسکی گواہی پر دلایا گیا ہی اگر ایک نے دعوی کیا کہ مین ماں و باپ
کی طرف سے بھائی ہون پس اگر ایک گواہ نے گواہی دی کہ یہ ماں و باپ کیطرف سے بھائی ہی اور دوسرے نے ماں
کیطرف سے بھائی ہونے کی گواہی دی اور تیسرے نے گواہی دی کہ باپ کیطرف سے بھائی ہی اور قاضی نے میراث
اسکو دلادی پھر پہلے نے رجوع کیا تو اسپر نصف میراث کی ضمان ہی اور اگر فقط تیسرے نے رجوع کیا تو اسپر تہائی مال کی ضمان
ہی اور اگر دوسرے نے رجوع کیا تو اسپر چھٹا حصہ ضمان ہی اور اگر سبھون نے یکبارگی رجوع کیا تو سب پر اسی طرح ضمانت
لازم آویگی یہ محیط مین لکھا ہی۔ نوادر علیسی بن ابان مین ہی کہ ایک شخص مرگیا اور اسنے بھائی معروف اور دو غلام اور ایک
باندی چھوڑی پھر دو گواہون نے ایک غلام کی نسبت یہ گواہی دی کہ یہ میت کا بیٹا ہی اور دوسرون نے دوسرے
کے واسطے یہ گواہی دی کہ یہ میت کا بیٹا ہی اور دوسرون نے باندی کے واسطے یہ گواہی دی کہ یہ میت کی بیٹی ہی اور
قاضی نے یہ گواہی قبول کی اور میراث سبھون مین تقسیم کردی پھر گواہون نے رجوع کیا تو بھائی کے واسطے ضامن ہونگے

اور پھر فریق گواہ اپنے مشہود لہ کی قیمت اور میراث دوسرون کو ڈانڈ دینگے۔ اور اگر میت نے ایک بھائی معروف اور ایک غلام اور ایک باندی چھوڑی پھر غلام کی نسبت دو گواہون نے بیٹے ہونے کی اور دوسرون نے باندی کی نسبت بیٹی ہونے کی گواہی دی اور قاضی نے گواہی پر بیٹے و بیٹی کے درمیان میراث تقسیم کردی پھر گواہون نے رجوع کیا تو بیٹے کے گواہ بھائی کو نصف میراث اور نصف قیمت غلام کی اور بیٹی کو چھٹا حصہ اور نصف قیمت غلام کی ڈانڈ دینگے اور بیٹی کے گواہ باندی کی قیمت اور میراث خاصۃً بیٹے کو ڈانڈ دینگے یہ ذخیرہ مین لکھا ہے۔ اور بھی نوادر بن سماعہ مین ہے کہ ایک شخص مر گیا اور ایک بیٹی اور ایک بھائی باپ کیطرف سے چھوڑا پس قاضی نے بھائی کو آدھا اور بیٹی کو آدھا دلادیا پھر ایک شخص نے آکر دعوی کیا کہ مین میت کا مان و باپ کیطرف سے بھائی ہون پھر ایک گواہ نے اسکے مان و باپ کیطرف سے بھائی ہونے کی گواہی دی اور دوسرے نے باپ کیطرف سے بھائی ہونے کی اور تیسرے نے مان کیطرف سے بھائی ہونے کی گواہی دی اور قاضی نے آدھی میراث اسکو دلادی پس اگر اس گواہ نے رجوع کیا جس نے مان و باپ کیطرف سے بھائی ہونے کی گواہی دی تھی تو جسقدر میراث اسکو پہونچی ہے اسکے آدھے کا ضامن ہوگا اور اگر باپ کیطرف سے بھائی ہونے کے گواہ نے رجوع کیا تو اسکی میراث کے تین آٹھوین حصہ کا ضامن ہے اور اگر مان کی طرف سے بھائی ہونے کے گواہ نے رجوع کیا تو آٹھوین حصہ میراث کا ضامن ہوگا یہ محیط مین لکھا ہے۔ نوادر ابن سماعہ مین امام ابو یوسف سے روایت ہے کہ ایک شخص مر گیا اور اسنے ایک چچازاد بھائی چھوڑا اور اسکے قبضہ مین اپنے ہزار درم چھوڑے پھر ایک شخص نے گواہ سنائے کہ مین میت کا بھائی ہون اور قاضی نے اسکو ہزار درم دلادیے پھر ایک شخص نے گواہ سنائے کہ مین میت کا بیٹا ہون اور قاضی نے اسکو وہ ہزار درم دلادیے پھر بھائی کے گواہون نے رجوع کیا تو چچازاد بھائی کو اس سے ضمان لینے کا اختیار نہین ہے پھر اگر اسکے بعد بیٹے کے گواہون نے رجوع کیا تو بھائی انسے ہزار درم کی ضمان لے سکتا ہے اور جب لے لیے تو چچازاد بھائی بھی بھائی کے گواہون سے ہزار درم لے سکتا ہے یہ ذخیرہ مین لکھا ہے۔ ایک شخص مر گیا اور اسنے ایک بیٹا چھوڑا اور اسنے میراث لے لی پھر دوسرے نے اگر میت کے بیٹے ہونے کا دعوی کیا اور بیٹے معروف النسب نے اسکے نسب سے انکار کیا اور اس سے بھی انکار کیا کہ مجھے میراث سے کچھ وصول ہوا ہے پھر مدعی دو گواہ لایا کہ یہ میت کا بیٹا ہے اور قاضی نے حکم دیدیا پھر دو گواہ لایا کہ اس معروف النسب بیٹے کو میراث میت سے اس اسقدر ملا ہے پس قاضی نے اسمین سے نصف مال مدعی کو دلایا پھر نسب کے گواہون نے رجوع کیا تو جسقدر مال مدعی کو پہونچا ہے اسکی ضمان دینگے پس اگر ضمان ادا کرنیکے بعد دوسرے گواہون نے بھی رجوع کیا تو نسب کے گواہ انسے واپس لینگے اور اگر سبھون نے یکبارگی رجوع کیا تو معروف بیٹے کو اختیار ہے چاہے نسب کے گواہون سے ضمان لے اور وہ مال کے گواہون سے لے لین گے یا مال کے گواہون سے وصول کرلے یہ محیط مین لکھا ہے جامع مین روایت ہے کہ ایک شخص کے ہزار درم کی ودیعت ایک شخص کے پاس ہے اور وہ اقرار کرتا ہے پس وہ شخص مر گیا پھر ایک شخص نے دو گواہ سنائے کہ مین میت کا مان و باپ کے رشتہ سے چچا ہون اور گواہون نے بیان کیا کہ ہم سوا اسکے اور کوئی وارث نہین جانتے ہین پس قاضی نے حکم دیدیا پھر دوسرا آیا

اور اسنے گواہ سنائے کہ مین ماں و باپ کیطرف سے میت کا بھائی ہون پس قاضی نے حکم دیدیا اور چچا سے مال واپس کر کے اسکو دلادیا پھر اگر دوسرے نے یہ گواہ سنائے کہ مین میت کا بیٹا ہون کہ گواہ میرے سوائے وارث نہین جانتے ہین تو بھائی سے واپس کر کے مال اسکو دلادیا جائیگا پس اگر سب نے رجوع کیا تو بیٹے کے گواہ بھائی کو ضمان دینگے اور بھائی کے گواہ چچا کو ضمان نہ دینگے اور چچا کے گواہ اس شخص کو جسکے پاس ودیعت تھی ضمان نہ دینگے اسی طرح اگر سب نے یکبارگی گواہی دی اور رجوع کیا تو بھی یہی حکم ہے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے۔ ایک شخص مر گیا اور اسنے ایک لڑکی اور ایک ماں و باپ کیطرف سے بھائی چھوڑا پس بیٹی نے آدھا مال لے لیا اور آدھا مال بھائی نے لے لیا پھر ایک شخص نے گواہ سنائے کہ وہ میت کا ماں و باپ کیطرف سے بھائی ہے اور قاضی نے اسکو بھائی معروف کیساتھ نصف نصف کا شریک کردیا پھر دونون گواہون نے باپ کیطرف سے بھائی ہونے یا ماں کیطرف سے بھائی ہونے ایک سے انکار کیا اور دوسرے پر ثابت رہے تو جسقدر میراث اسکو ملی ہے اسکے نصف کے ضامن ہون گے اسی طرح اگر ایک گواہ نے اسکے باپ کیطرف سے بھائی ہونے اور دوسرے نے ماں کیطرف سے بھائی ہونے کی گواہی سے انکار کیا تو ہر ایک گواہ چوتھائی میراث کا ضامن ہوگا یہ محیط مین لکھا ہے ایک شخص مر گیا اور اسنے دو بھائی ماں کیطرف سے اور ایک بھائی باپ کیطرف سے چھوڑا پھر ایک شخص نے دعوی کیا کہ مین ماں و باپ کیطرف سے اسکا بھائی ہون اور دو گواہون نے گواہی دی کہ باپ کیطرف سے اور دو گواہون نے گواہی دی کہ ماں کیطرف سے اس کا بھائی ہے اور قاضی نے حکم دیا پس اسنے باپ کیطرف سے بھائی کے پاس جو مال تھا اسکی دو تہائی لے لی پھر گواہون نے رجوع کیا تو جنھون نے باپ کیطرف سے بھائی ہونے کی گواہی دی تین چوتھائی اس مال کا اور جنھون نے ماں کیطرف سے بھائی ہونے کی گواہی دی ہے ایک چوتھائی ڈانڈ بھرین اور اگر ماں کیطرف سے دو بھائی کے بجائے ایک ہی بھائی اسنے چھوڑا ہو اور پھر ایک شخص نے ماں و باپ کیطرف سے بھائی ہونے کا دعوی کیا اور دو گواہون نے باپ کی طرف سے بھائی ہونے کی اور دو نے ماں کیطرف سے بھائی ہونے کی گواہی دی اور اسنے پانچ چھٹے حصے میراث کو لیا پھر گواہون نے رجوع کیا تو باپ کیطرف سے بھائی ہونے کے گواہون پر تین چھٹے حصہ کی اور چوتھائی حصہ ششم کی ضمان اور دوسرون پر چھٹا حصہ اور ایک چھٹے کی تین چوتھائی کی ضمان واجب ہوگی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے۔ ایک شخص مر گیا اور اسنے دو بھائی ماں کیطرف سے چھوڑے اور ایک بھائی باپ کی طرف سے چھوڑا پس قاضی نے ان دونون بھائیون کو تہائی دیا اور علاتی بھائی کو دو تہائی دیا پھر ایک شخص نے دعوی کیا کہ مین ماں باپ کیطرف سے میت کا بھائی ہون پس دو گواہون نے ماں کیطرف سے بھائی ہونے کی گواہی دی اور مدعی نے کہا کہ باپ کیطرف سے بھائی ہونے کے میرے دونون گواہ غائب ہین تو قاضی ماں کیطرف سے بھائی ہونے کا حکم دیدیگا اور اسکو ان دونون اخیافی بھائیون کے ساتھ شامل کرسکتا ہے پس اگر اسنے شامل کردیا پھر دونون غائب گواہ حاضر ہوئے تو قاضی انکی گواہی پر اسکو ماں باپ کیطرف سے بھائی قرار دیگا اور اخیافی بھائیون سے جو اسنے لیا ہے وہ علاتی بھائی سے وصول کر کے تہائی پوری کرینگے اور باقی دو تہائی مال اسکو دلایا جائیگا پس اگر اسکے بعد

گواہون نے رجوع کیا تو جنھون نے مان کیطرف سے بھائی ہونے کی گواہی دی ہے ضامن نہونگے اور جنھون نے باپ کیطرف سے بھائی ہونے کی گواہی دی ہے وہ دو تہائی مال اس بھائی کو جو باپ کیطرف سے معروف ہے ضمان دینگے اور اگر اسنے پہلے باپ کیطرف سے بھائی ہونے کے گواہ سنائے اور قاضی کے حکم سے اسنے باپ کیطرف سے بھائی کے حصہ سے آدھا لے لیا پھر مان کیطرف سے بھائی والے گواہ حاضر ہوے اور انکی گواہی پر اُسنے باقی آدھا بھی لے لیا پھر سب گواہون نے رجوع کیا تو ہر فریق پر نصف ضمان لازم ہوگی کذا فی المحیط

آٹھوان باب

وصیت کی گواہی سے رجوع کرنے کے بیان مین۔ ایک شخص نے دعوی کیا کہ میت نے مجھے تہائی ہر مال کی وصیت کی ہے پس گواہون کی گواہی پر قاضی کے حکم سے اسکو تہائی مال ہر چیز سے ملگیا پھر اگر گواہون نے رجوع کیا تو سب تہائی مال کے ضامن ہونگے اسیطرح اگر گواہون نے زندگی مین تہائی مال کی وصیت کی گواہی دی اور بعد موت کے مخاصم ہوا تو بھی یہی صورت ہوسکتی ہے اور یہی حکم ہے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے۔ اگر بعد موت کے گواہون نے گواہی دی کہ میت نے اس مدعی کے واسطے اس باندی کی وصیت کی تھی اور وہ باندی تہائی مال ہے اور حکم ہوگیا اور مدعی نے اسکو ام ولد بنایا پھر گواہون نے گواہی سے رجوع کیا تو جس روز قاضی نے حکم دیا ہے اسدن جو قیمت اس باندی کی ہو وہ ادا کرین اور عقر اور بچہ کی قیمت کے ضامن نہونگے اور اسی طرح اگر اس شخص کے سوائے دوسرے سے بچہ جنی تب بھی وارثون کے لیے عقر اور بچہ کی قیمت کے ضامن نہونگے یہ مبسوط مین ہے۔ پس اگر حکم قاضی کے روز کی قیمت مین کہ باندی کی اس روز کیا قیمت تھی گواہون اور وارثون مین اختلاف ہوا اور گواہون نے کہا کہ اسدن اسکی قیمت ہزار درم تھی اور وارثون نے کہا نہین بلکہ دو ہزار درم تھی پس اگر باندی مرگئی ہو تو گواہون کا قول لیا جائے گا اور اگر زندہ موجود ہو تو زمانہ حال کے موافق اگر اسکی قیمت دو ہزار ہو تو وارثون کا قول اور اگر ایک ہزار ہو تو گواہون کا قول لیا جائے گا اور اگر فی الحال اسکی قیمت دو ہزار ہو اور گواہون کے گواہون نے گواہی دی کہ حکم قضا کے روز اسکی قیمت ہزار درم تھی تو گواہی مقبول ہوگی اسی طرح اگر فی الحال اسکی قیمت ہزار درم ہو اور وارثون کے گواہون نے حکم قضا کے روز دو ہزار درم ہونا بیان کیا تو انکی گواہی مقبول ہوگی پس اگر دونون فریق نے اپنے اپنے دعوی پر گواہ قائم کیے تو وارثون کے گواہ مقبول ہونگے یہ محیط مین لکھا ہے۔ ایک شخص تین ہزار درم اور ایک بیٹا چھوڑ کر مرگیا پھر دو شخصون نے یہ گواہی دی کہ میت نے اس شخص کے واسطے تہائی مال کی وصیت کی ہے اور دوسرے دو گواہون نے دوسرے شخص کے واسطے ایسی ہی گواہی دی اور تیسرے دو گواہون نے تیسرے شخص کے واسطے ایسی ہی گواہی دی اور میت کا بیٹا اس سے انکار کرتا ہے اور تینون موصی لہم مین بھی ایک دوسرے کا انکار کرتا ہے پس قاضی نے تہائی مال تینون کو تقسیم کر دیا پھر سب گواہون نے رجوع کیا تو بیٹے کو کچھ ضمان نہ دینگے کذا فی محیط السرخسی اور ہر فریق گواہ دوسرے دونون موصی لہما کے واسطے سوائے اسکے جسکی طرف سے گواہی دی تھی تہائی کی تہائی مال کے ضامن ہونگے اور اسیطرح اگر ایک کے گواہون کی پہلے تعدیل ہوئی اور اسکے لیے تہائی مال کا حکم ہوگیا پھر دوسرے کے گواہون کی تعدیل ہوئی اور اسکے لیے اسمین سے آدھے مال کا حکم ہوا پھر تیسرے کے گواہون کی تعدیل ہوئی اور اسکے لیے بھی دونون کے حصہ سے تہائی دلایا گیا پھر سب گواہون نے

رجوع کیا تو بھی یہی حکم ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر ایک کے واسطے وصیت کا گواہی پر حکم ہوا پھر دوسرے گواہوں نے گواہی دی
میت نے اسکی وصیت سے رجوع کر کے اس زید کیواسطے وصیت کی ہے پس قاضی نے پہلے سے مال واپس کر کے
زید کو دلا دیا پھر دو گواہوں نے گواہی دی کہ زید کی وصیت سے رجوع کر کے میت نے عمرو کیواسطے وصیت کی ہے اور قاضی نے
دوسرے سے لیکر تیسرے کو دلا دیا پھر سب گواہوں نے رجوع کیا تو عمرو کے گواہ زید کو کامل تہائی دینگے اور زید کے گواہ
پہلے کو تہائی کا نصف دینگے اور پہلے کے گواہ کچھ ضمان نہ دینگے اور نہ وارثوں کے لیے ضامن ہونگے یہ محیط سرخسی میں لکھا
ہے۔ اور اگر گواہوں نے رجوع نہ کیا ولیکن دوسرے کا گواہ ایک غلام نکلا تو تہائی مال پہلے اور تیسرے کے درمیان آدھا
آدھا تقسیم ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے ایک شخص مر گیا اور تین ہزار درم چھوڑے اور تہائی مال کی ایک شخص کیواسطے وصیت
کی اور اسکو دیدیا گیا پھر دو شخصوں نے یہ گواہی دی کہ میت نے اس وصیت سے رجوع کر لیا تھا پس وہ مال وارثوں کو دلایا
گیا پھر انھیں دونوں گواہوں نے گواہی دی کہ میت نے دوسرے شخص کیواسطے یہ وصیت کی تھی پس اسکو دلا دیا گیا پھر دونوں گواہوں نے
سے رجوع کیا تو تہائی مال کے دو مرتبہ ضامن ہونگے ایک بار وارثوں کو ڈانڈ دینگے اور ایک مرتبہ پہلے موصی لہ کو ڈانڈ
بھر دینگے اور اگر وصیت اول سے رجوع کرنے کی اور دوسرے کیواسطے وصیت کرنیکی گواہی دی اور بعد حکم قاضی کے رجوع کیا
یا فقط پہلی وصیت سے رجوع کرنیکی گواہی دی اور ہنوز اسکا حکم نہوا تھا کہ دوسرے کیواسطے تہائی کی وصیت کی گواہی دی
اور یہ صورت مسئلہ واقع ہوئی تو صرف پہلے موصی لہ کو ڈانڈ دینگے نہ وارثوں کو اور اگر معًا رجوع و وصیت کی گواہی دی
اور حکم ہوگیا پھر دوسری وصیت کی گواہی سے رجوع کیا اور پہلے کی وصیت سے رجوع کرنے کی گواہی سے رجوع نہ کیا تو
انسے دریافت کیا جائیگا کہ رجوع وصیت کی گواہی سے رجوع کرتے ہو یا نہیں پس اگر سکوت کیا یا گواہی رجوع پر ثابت
رہے تو ایک تہائی وارث کو دینگے پھر اگر پہلے وصیت کی گواہی سے رجوع کرنے کی گواہی سے بھی رجوع کیا تو دوبارہ ایک
تہائی پہلے موصی لہ کو ڈانڈ دینگے اور اگر وقت دریافت کرنے کے انھوں نے بیان کیا کہ پہلے رجوع کی گواہی سے بھی
ہم نے رجوع کیا تو صرف ایک تہائی مال موصی لہ کو دینگے نہ وارث کو اور اگر پہلے فقط وصیت سے رجوع کرنے کی گواہی سے
رجوع کیا اور دوسرے کے واسطے وصیت کرنیکی گواہی سے رجوع نہ کیا تو پہلے موصی لہ کو تہائی مال کے آدھے کی ضمان دینگے
پھر اگر دوسرے کے واسطے وصیت کرنیکی گواہی سے بھی رجوع کیا تو باقی مال بھی پہلے موصی لہ کو دینگے یہ کافی میں لکھا ہے
ایک شخص تین غلام مساوی قیمت کے چھوڑ کر مر گیا پس دو گواہوں نے یہ گواہی دی کہ اسنے اس غلام کی قیمت
زید کے واسطے وصیت کی ہے اور حکم ہوگیا پھر دوسرے دو گواہوں نے اس وصیت سے رجوع کرنے اور دوسرے غلام کی
عمرو کے واسطے وصیت کرنیکی گواہی دی اور حکم ہوگیا اور پہلا غلام وارثوں کو واپس دلایا گیا۔ پھر دو گواہوں نے وصیت
ثانی سے رجوع کرنے کی اور تیسرے غلام کی بکر کے واسطے وصیت کرنیکی گواہی دی اور یہ حکم ہوگیا پھر سبھوں نے رجوع
کیا تو پہلے کے گواہوں پر کسی کو ضمان دینا لازم نہیں ہے اور دوسرے کے گواہ آدھی قیمت پہلے کو دینگے اور دوسرے کو
تیسرے کے گواہ غلام کی قیمت ڈانڈ دینگے اور وارث کسی سے ضمان نہیں لے سکتا ہے اور اگر سبھوں نے ایکبارگی
گواہی دی اور ایکبارگی تعدیل ہوئی اور تیسرے کے واسطے حکم دیا گیا پھر سبھوں نے رجوع کیا تو تیسرے کے

گواہ وارثون کو ضمان دیوین اور پہلے اور دوسرے کے گواہون پر کچھ ڈانڈ نہین ہے پس اگر دوسرے نے تیسرے کے
گواہون سے ضمان لینی چاہی تو وصیت کے گواہ اُسپر قائم کرکے لے سکتا ہے پھر گواہ وارثون سے واپس لینگے پھر اگر
پہلے نے دوسرے کے گواہون سے ضمان لینا چاہی تو دوسرے کے گواہون پر گواہ وصیت قائم کرکے لے سکتا ہے
اور غلام کی نصف قیمت کا حکم انپر کیا جائیگا کہ اول کو ادا کرین یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے۔ اگر اسنے دو غلام چھوڑے کہ
ہر ایک کی قیمت ایک ہزار درم ہے اور اسکا تہائی مال ایک ہزار درم ہے پس ہر فریق گواہ نے ایک غلام کی ایک شخص
کیواسطے وصیت کرنے کی گواہی دی اور ہر ایک کے واسطے آدھے غلام کا حکم ہو گیا اور دونون فریق گواہون نے
رجوع کیا تو وارث کیواسطے انپر ڈانڈ نہوگی اور ہر فریق دوسرے موصی لہ کو غلام کی نصف قیمت ادا کریگا اور اگر
دونون غلام میت کے تہائی مال سے نکلتے ہون تو ہر فریق وارث کو اس غلام کی قیمت دیگا جسکی نسبت اسنے گواہی دی
کی ہے اور اگر اسکا تہائی مال ڈیڑھ ہزار ہووے اور ہر ایک کے واسطے تین چوتھائی غلام کا حکم دیا گیا پس اگر رجوع
کیا تو ہر فریق پانچسو درم وارثون کو ضمان دینگے اور ہر فریق دوسرے موصی لہ کو ڈھائی سو درم چوتھائی قیمت
غلام کی ڈانڈ دینگے اور اگر تہائی مال دو ہزار درم ہو اور قیمت ایک غلام کی دو ہزار درم ہو اور دوسرے کی ایک
ہزار درم ہو تو ہر ایک کے واسطے اسکے غلام کی دو تہائی کا حکم دیا جائیگا پس اگر رجوع کیا تو دو ہزار والا فریق
ایک ہزار وارثون کو اور تہائی ہزار دوسرے موصی لہ کو ڈانڈ دیگا اور ہزار والا فریق دو تہائی ہزار کی دو ہزار والے
موصی لہ کو دیگا اور وارثون کی ضمانت اسپر نہین ہے اور اگر ہر ایک غلام ہزار کی قیمت کا ہے اور تہائی مال
ہزار درم ہے اور دوسرے فریق نے یہ گواہی دی کہ میت نے پہلی وصیت سے رجوع کرکے دوسرے کو وصیت
کی ہے تو بعد رجوع کے پہلے موصی لہ کو اسکے غلام کی قیمت کی ضمان دینگے اور وارثون کا کچھ حق پہلے یا دوسرے
فریق پر نہین ہے اور اگر دونون غلام تہائی مال سے نکلے اور تہائی مال دو ہزار درم ہے تو دوسرے کے گواہ پہلے
کو اسکے غلام کی قیمت اور وارثون کو دوسرے کی قیمت ڈانڈ دینگے اور اگر تہائی مال ڈیڑھ ہزار ہو تو دوسرے
کے گواہ پہلے کو اسکے غلام کی قیمت اور وارثون کو دوسرے کی آدھی قیمت کی ڈانڈ دینگے یہ کافی مین لکھا ہے
اگر یہ گواہی دی کہ میت نے اپنے ترکہ مین سے اس شخص کے واسطے وصیت کی تھی اور قاضی نے حکم دیدیا
پھر دونون نے رجوع کیا پس اگر وصی نے اس مین سے کچھ تلف کیا تو دونون گواہون پر کچھ ضمان نہین ہے
صرف ضمان وصی پر ہوگی کذا فی الحاوی

نوان باب حدود اور جرمون کی گواہی سے رجوع کرنے کے بیان مین۔ اگر دو گواہون نے ایک شخص پر ہزار درم
معین کی چوری کی گواہی دی اور اسکا ہاتھ کاٹا گیا پھر دونون نے رجوع کیا تو اسکے ہاتھ کی دیت اپنے مال سے
دیوین اور دونون پر قصاص ہمارے نزدیک نہین ہوگا اور ہزار کی ضمان بھی دین کیونکہ مشہود علیہ کا مال ضائع
کیا ہے اسیطرح نفس یا مادون النفس مین ہر جگہ یہی حکم ہے یہ مبسوط مین لکھا ہے۔ اور اگر اسپر دو چوریون کی گواہی دی
اور اسکا ہاتھ کاٹا گیا پھر ایک گواہی سے رجوع کیا تو اسپر ضمان نہین آتی ہے یہ عتابیہ مین لکھا ہے چار آدمیون

نے ایک شخص پر زنا کی گواہی دی اور دو گواہوں نے اسکے محصن ہونے کی گواہی دی اور قاضی نے گواہیاں قبول کرکے اسکے رجم کرنیکا حکم دیا پھر سبھوں نے رجوع کیا تو زنا کے گواہ دیت کی ضمان دینگے اور ہمارے علمائے ثلثہ کے نزدیک انکو حد قذف ماری جائیگی اور محصن ہونے کے گواہوں پر ضمان نہیں ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر چار گواہوں نے ایک شخص پر زنا کی گواہی دی اور وہ محصن نہیں ہے پس امام نے اسکو درے مارے اور وہ زخمی ہوا پھر گواہوں نے رجوع کیا تو امام اعظم کے نزدیک انپر زخموں کی ضمانت نہوگی اور صاحبین کے نزدیک اس میں خلاف ہے اور اگر دروں سے وہ زخمی نہیں ہوا تو بالاتفاق انپر ضمان نہوگی اور ایسا ہی اختلاف حد قذف اور حد شراب خواری اور تعزیر میں ہے یہ مبسوط میں لکھا ہے اگر حکم سے پہلے ایک گواہ نے رجوع کیا تو سب[۱] کو حد ماری جاویگی اور اگر بعد حکم ہونے کے قبل اسکے کہ حد ماری جاوے ایک گواہ نے رجوع کیا تو امام محمد کے نزدیک اسی کو حد ماری جاویگی اور امام اعظم و امام ابو یوسف کے نزدیک سب کو حد ماری جاویگی اور اگر بعد حد مارے جانے کے ایک گواہ نے رجوع کیا تو خاص اسی کو حد ماری جائیگی یہ حاوی میں لکھا ہے۔ اگر چار آدمیوں نے ایک شخص پر زنا کرنے و محصن ہونیکی گواہی دی پس قاضی نے اسکے رجم کرنیکا حکم کیا پھر گواہوں نے رجوع کیا اور وہ شخص زندہ تھا مگر پتھروں نے اسکو زخمی کردیا تھا تو قاضی اس سے حد دفع کریگا اور گواہ اسکے زخموں کی دیت کے ضامن ہونگے یہ مبسوط میں لکھا ہے۔ اگر دو گواہوں نے ایک شخص پر یہ گواہی دی کہ اسنے اپنا غلام آزاد کیا ہے اور اس غلام پر چار آدمیوں نے زنا کرنے اور محصن ہونیکی گواہی دی اور قاضی نے گواہیاں قبول کرکے اسکو آزاد کرکے رجم کیا پھر گواہوں نے رجوع کیا تو آزادی کے گواہوں پر مالک کو اسکی قیمت دینی پڑیگی اور زنا کے گواہوں پر دیت لازم ہوگی پس اگر غلام کا کوئی وارث عصبات میں سے نہو تو یہ دیت مالک کو ملیگی یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر چاروں گواہوں میں سے ایک گواہ[۲] آزادی کا ہو تو دیت کے حصہ کے ساتھ قیمت کا حصہ بھی دینا اسکو پڑیگا یہ حاوی میں لکھا ہے۔ اگر چار شخصوں نے آزادی اور زنا و محصن ہونیکی گواہی دی اور قاضی نے حکم دیدیا پھر آزادی سے رجوع کیا تو قیمت کے ضامن ہونگے اور اگر دو گواہوں نے آزادی سے اور دو گواہوں نے زنا سے رجوع کیا تو آزادی سے رجوع کرنیوالوں پر کچھ نہیں اور زنا سے رجوع کرنیوالوں پر آدھی دیت اور حد قذف لازم آویگی یہ مبسوط میں لکھا ہے۔ اگر گواہوں نے اپنے مورث یعنی باپ یا بھائی یا چچا وغیرہ پر زنا کی گواہی دی اور وہ محصن ہے تو وہ رجم کیا جاویگا اور اس تہمت کیوجہ سے اسنے جلدی سے میراث لینے کیواسطے یہ گواہی دی ہے معتبر نہوگی پس اگر وہ رجم کیا گیا اور یہ لوگ اسکے مقتل میں نہ پہونچے پھر ایک نے رجوع کیا تو چوتھائی دیت ادا کرے اور وارث ہوگا اور اگر مقتل میں پہونچے اور ایک نے رجوع کیا اور رجوع میں دوسروں نے اسکی تکذیب کی تو ڈانڈ نہ دیگا اور وارث ہوگا اور اگر یہ کہا کہ تو نے جھوٹی گواہی دی کیونکہ تو نے اسکے زنا کرنے کو نہیں دیکھا تھا اور ہمنے دیکھا تھا تو اسکی چوتھائی دیت ڈانڈ دیگا اور وارث نہوگا اور اگر سب نے

---

۱ تو سب کو یعنی زنا کے ثبوت میں چار گواہ ضرور ہیں پس جب ایک نے رجوع کیا تو باقی تہمت رکھنے والے ہوئے پس سب کو تہمت کی حد ماری جائے گی ۱۲ ۲ ایک گواہ آزادی کا یعنے آزادی پر جن دو گواہوں نے گواہی دی انھیں میں سے ایک ان چار گواہوں میں ہے جنھوں نے زنا کی گواہی دی ۱۲

اسکی گواہی کی تکذیب کی اور رجوع کرنے مین اسکی تصدیق کی تو مقتول مرحوم کی دیت سب ادا کرین اور یہ سب حد قذف مارے جائینگے اور میراث سے محروم رہینگے اور رجوع کو بی اسکا قریب تر رشتہ دار ہوگا اسکو میراث دلائی جائیگی یہ کافی مین لکھا ہی اگر قصاص کی گواہی دی پھر بعد قتل کر دینے کے رجوع کیا تو دیت کے ضامن ہونگے اور انسے قصاص نہ لیا جائیگا یہ مضمرات مین لکھا ہی اور اگر یہ گواہی دی کہ اسنے فلان کو خطا سے قتل کیا ہی پھر رجوع کیا تو اپنے مال سے دیت ادا کرین اسی طرح اگر یہ گواہی دی کہ اسنے خطا سے فلان کا ہاتھ کاٹ ڈالا ہی اور قاضی نے حکم دیا پھر رجوع کیا تو ہاتھ کی دیت کے ضامن ہونگے یہ بدائع مین لکھا ہی تین آدمیون نے عمداً قتل کرنیکی گواہی دی اور قاضی نے ولی کو قصاص لینے کا حکم دیا اور اسنے ضرب سے اسکا ہاتھ کاٹا پھر ایک نے رجوع کیا تو قصاص کا حکم بحالہ باقی رہیگا پھر اگر ولی نے قتل کیا اور دوسرے نے رجوع کیا تو ولی پر ضمان نہ آویگی اور پہلا رجوع کرنیوالا ہاتھ کی چہارم دیت اپنے مال سے اسطرح ادا کرے کہ دو تہائی پہلے سال مین اور ایک تہائی دوسرے سال مین اور دوسرا رجوع کرنیوالا جان کی آدھی دیت اپنے مال سے تین سال مین ادا کرے ہر سال مین تہائی دیت دیوے پھر اگر اسکے ساتھ تیسرے نے بھی رجوع کیا تو وہ باقی نصف دیت تین سال مین ہر سال ایک تہائی دیت ادا کرے اور پہلا راجع چوتھائی دیت دست تہائی تک کی زیادتی ادا کرے پس اگر تیسرا گواہ غلام نکلا تو کامل دیت ہاتھ کی پہلے اور دوسرے پر لازم ہوگی اور جان کی دیت ولی کی مددگار برادری پر تین سال مین واجب ہوگی تین آدمیون نے عمداً قتل کرنیکی گواہی دی اور حکم کے بعد ولی نے قاتل کا ایک ہاتھ قطع کیا پھر ایک گواہ نے رجوع کیا اور ولی نے اسکا پانون کاٹ دیا پھر دوسرے گواہ نے رجوع کیا تو عامہ روایات کے موافق قصاص باطل ہوگیا پس اگر دونون زخمون سے اچھا ہوگیا تو پہلے پر چوتھائی دیت اور دوسرے پر چوتھائی دیت اور آدھا جرمانہ پانون کا واجب ہوگا پس اگر تیسرا گواہ غلام ہو تو پانون کی دیت ولی پر ہوگی۔ اور اگر دونون زخمون سے مرگیا اور تیسرا گواہ غلام ہے تو دونون پر آدھی دیت اور آدھی ولی کی مددگار برادری پر ہوگی پس اگر تیسرے نے رجوع کیا اور اسکا غلام ہونا معلوم نہوا پس اگر دونون زخمون سے اچھا ہوگیا تو ہاتھ کی دیت سب پر تین حصہ ہوکر برابر تقسیم ہوگی اور پانون کی دیت دوسرے اور تیسرے پر دو حصہ کر کے تقسیم ہوگی اور اگر مرگیا تو دیت سب پر تین حصہ ہوکر تقسیم ہوگی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی ایک شخص نے دوسرے پر دعوی کیا کہ اسنے میرے ولی کا ہاتھ خطا سے کاٹ ڈالا ہی اور وہ اس زخم سے مرگیا اور گواہ لایا جنھون نے گواہی دی کہ اسنے اسکے ولی کا ہاتھ خطا سے کاٹ ڈالا ہی اور اس زخم سے مرجانے کی گواہی نہین دی اور وہ دوسرے دو گواہ لایا کہ انھون نے ہاتھ کے زخم سے مرجانے کی گواہی دی اور ہاتھ کاٹنے کی گواہی نہین دی پس قاضی نے اسکی مددگار برادری پر دیت دینے کا حکم کیا پھر ہاتھ کاٹنے کے گواہون نے ہی خاصکر رجوع کیا تو پوری دیت کے ضامن ہونگے پھر اگر موت کے گواہون نے رجوع کیا تو ہاتھ کاٹنے کے گواہ انسے واپس لینگے اسی طرح اگر ایک شخص نے دعوی کیا کہ اسنے جوڑ پر سے میری انگلی کاٹ دی خطا سے اور میرا ہاتھ شل ہوگیا اور مدعا علیہ نے اس سے انکار کیا پس مدعی دو گواہ اس امر کے لایا کہ اسنے انگلی کاٹی مگر شل ہوجانیکی گواہی نہ دی پھر دو گواہ لایا کہ انھون نے انگلی کٹنے سے شل ہونیکی گواہی دی پس قاضی نے انگلی کاٹنے والے کی مددگار برادری پر ہاتھ

ف قولہ اپنے مال سے یعنی مددگار برادری پر واجب نہ ہوگی ۱۲

کی دیت دینے کا حکم کیا پھر اُنگلی کاٹنے کے گواہون نے رجوع کیا تو وہ تمام جرمانہ کف کے ضامن ہونگے پھر اگر قتل کے گواہون نے رجوع کیا تو پہلے گواہ ان گواہون سے تمام جرمانہ واپس لینگے سوائے ایک انگلی کے جرمانہ کے کہ وہ خاصۃً انھین پر رہیگا یہ ذخیرہ مین لکھا ہی گواہون نے یہ گواہی دی کہ اس شخص کے غلام نے خطا سے ایک شخص کو قتل کیا ہی اور دوسرے دو گواہون نے اس غلام کے آزاد کردینے کی گواہی دی خواہ دونون گواہیان معاً گذرین یا قتل کی پہلے گذری اور حکم معاً ہوا یا قتل کا پہلے ہوا پھر گواہون نے رجوع کیا تو قتل کے گواہ اسکی ہزار درم قیمت کے ضامن ہونگے اور آزادی کے گواہ دس ہزار درم قیمت کے اور نو ہزار دیت کی ضمان دینگے پس اگر پہلے آزادی کے گواہ گذرے اور حکم ہوگیا پھر دوسرے گواہون نے یہ گواہی دی کہ اسنے آزاد ہونے سے پہلے قتل کیا ہی اور مالک اسکو جانتا ہی پھر گواہون نے رجوع کیا تو آزادی کے گواہ اُسکی قیمت کے ضامن ہونگے اور قتل کے گواہ دس ہزار کے ضامن ہونگے کذا فی الکافی اگر عتق معلق کی گواہی دی مثلاً یون کہا کہ اسکے غلام نے زید کے ولی کو کل سے پہلے قتل کیا ہی اور وہ جانتا ہی اور غلام کی قیمت ہزار درم ہی اور دوسرون نے گواہی دی کہ اس شخص نے کل کہا تھا کہ اگر میرا غلام گھر مین داخل ہوا تو وہ آزاد ہی اور تیسرے فریق نے گواہی دی کہ اسکا غلام آج گھر مین داخل ہوا پس قاضی نے حکم دیدیا پھر گواہون نے رجوع کیا تو قسم کے گواہ جرمانہ کے ضامن ہونگے اور جرم کے گواہ ہزار درم دینگے اور گھر مین داخل ہونے کے گواہون پر کچھ ضمان نہین ہے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ امام محمد رحمہ اللہ تعالی سے املاء روایت ہی کہ دو گواہون نے مثلاً زید کے اوپر یہ گواہی دی کہ اسنے اس شخص بکر کے بیٹے کو عمداً قتل کر ڈالا ہی اور انھین دونون گواہون نے اسی زید پر یہ گواہی دی کہ اسنے عمرو کے بیٹے کو بھی عمداً قتل کیا ہی اور دونون مقتولون کے باپ مدعی ہین اور سوائے باپون کے کوئی وارث بھی نہین ہی پس قاضی نے قصاص کا حکم کیا اور اُس شخص کو دونون کے باپون نے قتل کیا پھر گواہون نے ایک بیٹے کے قتل سے رجوع کیا کہ اسکے بیٹے کو اُسنے قتل نہین کیا ہی تو آدھی دیت کے ضامن ہونگے اور اگر انھون نے گواہی سے رجوع نہ کیا بلکہ ایک بیٹا زندہ موجود ہوا تو مقتول کے ولی کو اختیار ہی کہ چاہے گواہون سے نصف دیت لیوے اور چاہے اس لڑکے کے باپ سے لیوے جو زندہ نظر آیا ہے اور اگر دونون لڑکے ایک ہی شخص کے ہون اور قاضی نے قصاص کا حکم کیا اور باپ نے دونون بیٹون کے عوض زید کو قتل کیا پھر گواہون نے ایک بیٹے کے قتل کرنے سے رجوع کیا تو دونون پر کچھ ضمان نہوگی کذا فی المحیط

دسوان باب

گواہی پر گواہی دیکر رجوع کرنے کے بیان مین۔ امام محمد رح نے اصل مین ذکر فرمایا ہی کہ اگر دو گواہون نے دو گواہون کی گواہی پر گواہی دی پھر اصول و فروع دونون گواہون نے رجوع کیا تو امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ اصول پر ضمان نہین ہی صرف فروع پر ضمان ہی اور امام محمد رح نے فرمایا کہ مشہود علیہ کو اختیار ہی چاہے اصول سے ضمان لے یا فروع سے کذا فی الذخیرہ پس اگر اُسنے فروع سے ضمان لی تو فروع اپنے اصول سے نہین لے سکتے ہین اور اگر اصول سے لی تو فروع سے نہین لے سکتے ہین یہ محیط مین لکھا ہی اور اگر فقط فروع نے رجوع کیا تو بالاتفاق اُنھین پر ضمان لازم ہوگی یہ ذخیرہ مین ہی اور اگر فروع گواہون نے کہا کہ اصل گواہون نے جھوٹ کہا یا گواہی مین غلط کیا تو اسطرف التفات نہ کیا جائیگا اور اگر فروع گواہون نے کہا کہ ہم نے اپنی گواہی سے رجوع کیا اور اصل گواہون نے

کہا کہ ہم نے اپنی گواہی مین غلط کیا تو فروع گواہون پر ضمان لازم ہوگی یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ اگر فروع گواہون نے قاضی سے کہا کہ اصل گواہون نے ہمکو اپنی اس گواہی پر گواہ کیا تھا ولیکن اُن دونون نے اس گواہی سے رجوع کیا ہے یا یون بیان کیا کہ ان دونون نے ہمکو اس امر کی خبر دی تھی کہ ہم نے اپنی اس گواہی سے رجوع کیا تو فروع پر کچھ ضمان نہوگی یہ شرح ادب القاضی مین ہے۔ اور اگر اصول نے رجوع کیا اور کہا کہ ہم نے فروع کو اپنی گواہی پر گواہ نہین کیا تھا تو بالاجماع اصول پر ضمان نہوگی اور اگر یہ کہا کہ ہم نے اُنکو غلطی سے گواہ کیا تھا یا ہم نے اس سے رجوع کیا تو بھی امام اعظم رحمہ اللہ تعالی و امام ابویوسف رح کے نزدیک یہی جواب ہے اور امام محمد رح نے فرمایا کہ اس صورت مین ضامن ہونگے یہ عنایہ مین لکھا ہے۔ اگر چار شخصون کی گواہی پر دو شخصون نے گواہی دی اور دو گواہون نے دو گواہون کی گواہی پر گواہی دی اور حق ایک ہی ہے اور حکم ہوگیا پھر سب نے رجوع کیا تو چار کے گواہون پر دو تہائی اور دو کے گواہون پر ایک تہائی امام اعظم رح و امام ابویوسف رح کے قول پر واجب ہوگی اور امام محمد رح نے فرمایا کہ دونون فریق آدھے آدھے کے ضامن ہونگے یہ مبسوط مین ہے اور اگر یہ صورت ہو کہ دو گواہون نے دو شخصون کی گواہی پر اور چار گواہون نے دو گواہون کی گواہی پر گواہی دی اور قاضی نے حکم دیدیا تو بالاجماع بعد رجوع کرنے کے دونون فریق پر نصف نصف ضمان ہوگی یہ محیط مین لکھا ہے۔ اور اگر دو گواہون نے دو گواہون کی گواہی پر ایک شخص پر ہزار درم کی گواہی دی اور دوسرے دو گواہون نے ایک گواہ کی گواہی پر بعینہ انہین ہزار کی گواہی دی اور قاضی نے دونون گواہیون پر حکم دیدیا پھر پہلے فریق کے ایک گواہ نے اور دوسرے فریق کے ایک گواہ نے رجوع کیا تو پہلے والے پر ایک چوتھائی اور دوسرے والے پر ایک آٹھوان حصہ ضمان لازم ہوگی اور اگر فقط پہلے والے ایک نے رجوع کیا تو اُس پر ایک چوتھائی ضمان ہوگی اور اگر ایک پہلے والے کے ساتھ دونون دوسرون نے رجوع کیا تو چوتھائی مال پہلے والے پر اور ایک چوتھائی دوسرے دونون پر لازم ہوگا یہ ذخیرہ مین لکھا ہے اور اگر ہر فریق نے دو دو گواہون کی گواہی پر گواہی دی پھر ایک نے پہلے فریق سے اور ایک نے دوسرے فریق سے رجوع کیا تو جامع مین لکھا ہے کہ ایک چوتھائی اور نصف کے ضامن ہونگے اور مبسوط مین صرف نصف لکھا ہے اور اصح یہ ہے کہ مبسوط مین حکم قیاسی مذکور ہے اور جامع مین حکم استحسانی ہے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اگر تعدیل کرنے والون نے تعدیل سے رجوع کیا تو امام اعظم رح کے نزدیک ضامن ہونگے اور صاحبین رح نے کہا کہ اُنپر ضمان نہین ہے اور امام اعظم رحمہ اللہ کا قول صحیح ہے کذا فی المضمرات

گیارھوان باب متفرقات کے بیان مین۔ اگر ایک عورت نے اپنے شوہر پر یہ دعوی کیا کہ اسنے میرے نفقہ کے عوض دس درم ماہواری پر صلح کی ہے اور شوہر نے کہا کہ مین نے پانچ درم پر صلح کی ہے پس دو گواہون نے دس درم صلح کی گواہی دی اور قاضی نے حکم کر دیا پھر دونون نے رجوع کیا پس اگر ایسی عورت کا نفقہ المثل دس درم یا اس سے زیادہ ہوا کرتا ہے تو اُنپر ضمان نہوگی اور اگر کم ہوتا ہے تو گذشتہ مہینون سے بقدر زیادتی کے شوہر کو ضمان دینگے یہ مبسوط مین لکھا ہے۔ اور اگر قاضی نے شوہر پر عورت کا نفقہ کسی قدر ماہواری مقرر کیا اور اسپر ایک سال گذر گیا پھر دو گواہون نے گواہی دی کہ مرد نے اس کو نفقہ سب ادا کر دیا ہے اور قاضی نے اس گواہی کو جائز رکھا پھر دونون نے رجوع کیا تو

عورت کو اس نفقہ کی ضمان دینگے اور ایسا ہی حکم والد اور ہر ذی رحم محرم کا ہی جسکے لیے قاضی نے کچھ نفقہ مقرر کر دیا ہو وے یہ ذخیرہ مین لکھا ہی اگر کسی نے اپنی عورت کو قبل وطی کے طلاق دی اور اُسکا مہر نہین ٹھہرا تھا پھر دو گواہون نے گواہی دی کہ شوہر نے متعہ کے عوض اپنے غلام دینے پر صلح کر کے غلام عورت کو دیدیا اور اُسنے قبضہ کر لیا ہی اور عورت اس سے انکار کرتی ہی پس قاضی نے اسپر حکم دیدیا پھر گواہون نے رجوع کیا تو عورت کو مال متعہ کی قیمت دینگے نہ غلام کی قیمت بخلاف اسکے اگر غلام دینے پر صلح کرنے کی گواہی دی اور قبضہ کی گواہی نہ دی اور قاضی نے عورت کو غلام پر قبضہ کر لینے کا حکم دیا پھر دونون نے گواہی سے رجوع کیا تو عورت کو غلام کی قیمت ڈانڈ دینگے یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر یہ گواہی دی کہ اسنے عمداً خون کرنے سے ہزار درم پر صلح کر لی ہی پھر رجوع کیا تو ضامن نہونگے خواہ مدعی و مدعا علیہ مین سے کوئی منکر ہوا اور اگر بیس ہزار درم پر صلح کرنے کی گواہی دی اور قاتل انکار کرتا ہی پھر گواہون نے رجوع کیا تو دیت سے زیادہ کے ضامن ہونگے (یعنی صلح سے منکر ہو ۱۲) اور ہر جگہ ما دون النفس مین بھی یہی حکم ہی یہ مبسوط مین ہی اگر دو گواہون نے کسی شخص پر یہ گواہی دی کہ اسنے خطا کے خون سے یا خطائً یا عمداً زخم سے کہ جسمین جرمانہ واجب ہوتا ہی قاتل کو یا جارح کو معاف کیا ہی اور قاضی نے گواہی مقبول کر لی پھر اُنھون نے رجوع کیا تو دیت کے یا زخم کے جرمانہ کے ضامن ہونگے اور دیت تین برس مین ادا کرنی واجب ہوگی اور زخم کا جرمانہ اگر پانچسو درم سے تہائی دیت تک ہو تو ایک سال مین اور اس سے زیادہ دو تہائی تک دوسرے سال مین واجب الادا ہی اور اگر جرمانہ پانچسو درم سے کم ہو تو فی الحال ادا کرینگے اور اگر دیت ایسی ہو کہ فی الحال واجب ہوئی اور اُسنے نہ وصول کی یہانتک کہ دو گواہون نے یہ گواہی دی کہ اُسنے معاف کر دیا ہی اور بری کر دینے کا حکم ہو گیا پھر دونون نے رجوع کیا تو فی الحال ضامن ہونگے یہ حاوی مین لکھا ہی دو گواہون نے مال کی گواہی دی پس قاضی نے مدعی و مدعا علیہ کو صلح کیواسطے طلب کیا اور فہمائش کی کہ صلح کر لین پس کسی قدر مال پر صلح کر لی پھر ایک گواہ نے رجوع کیا تو کچھ ضمان نہ دیگا یہ قنیہ مین لکھا ہی۔ اور اگر دو گواہون نے ایک شخص پر یہ گواہی دی کہ یہ اس مدعی کا غلام ہی اور قاضی نے حکم دیدیا پھر مدعی نے کسی قدر مال پر اُسکو آزاد کر دیا پھر دونون نے گواہی سے رجوع کیا تو مشہود علیہ کے واسطے کچھ ضمان نہ دینگے یہ مبسوط مین لکھا ہی۔ نوادر ابن سماعہ مین امام ابو یوسف رحمہ سے روایت ہی کہ دو گواہون نے کسی غلام کی نسبت جو ایک شخص کے قبضہ مین ہی یہ گواہی دی کہ یہ غلام اس مدعی کا ہی اور قاضی نے حکم دیدیا پھر مشہود علیہ نے وہ غلام مشہود لہ سے سو دینار کو خرید ا پھر گواہون نے رجوع کیا پس اگر مشہود علیہ نے یہ تصدیق نہین کی تھی کہ اُنکی گواہی حق ہی تو گواہون سے سو دینار وصول کر لیگا یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ اگر دو گواہون نے ایک غلام کی نسبت جو ایک شخص کے قبضہ مین ہی یہ گواہی دی کہ یہ اس مدعی کا ہی اور قاضی نے ڈگری کر دی اور قابض اس سے انکار کرتا ہی پھر دونون نے گواہی سے رجوع کیا اور قاضی نے اُنپر قیمت کی ضمان واجب کی پس ہنوز اُنھون نے قیمت ادا کر دی تھی یا نہین ادا کی تھی کہ مشہود لہ نے وہ غلام مشہود علیہ کو ہبہ کر دیا اور اُسنے قبضہ کر لیا تو گواہ ضمانت سے بری ہو جائینگے اور اگر اُنھون نے قیمت ادا کر دی ہی تو واپس لینگے پھر اگر ہبہ کرنے والے نے ہبہ پھیر لیا اور غلام پر قبضہ کر لیا تو مشہود علیہ ڈانڈ کا مال گواہون سے واپس لیگا۔ اور اگر مشہود لہ مر گیا اور مشہود علیہ نے وہ غلام وراثت مین پایا تو گواہ اُس

سے وہ مال قیمت جو اُنھون نے ڈانڈ دیا ہی واپس لینگے کذا فی الحاوی اسی طرح اگر کسی دین یا عین کی گواہی دی اور مشہود لہ کے واسطے حکم ہو گیا پھر گواہون نے رجوع کیا پھر مشہود لہ مرگیا اور مشہود علیہ نے وراثت مین وہ چیز حاصل کی تو گواہ ضمانت سے بری ہو گئے کذا فی المحیط اسی طرح اگر غلام قتل کیا گیا اور مشہود لہ نے اُسکی قیمت وصول کی اور مشہود علیہ نے اُس سے میراث مین یہ قیمت یا اُسکے مثل حاصل کی تو بھی یہی حکم ہی اسی طرح اگر مشہود علیہ کے ساتھ دوسرا وارث ہو مگر جسقدر مشہود علیہ کو میراث ملی ہی اُس مین قیمت غلام کی وفا ہو[1] تو بھی ضمان ساقط ہو گی یہ حاوی مین لکھا ہی نوادر عیسی بن ابان مین ہی کہ ایک شخص نے ایک باندی کا جو ایک شخص کے قبضہ مین ہی اور ایک اُس باندی کی لڑکی کا دعوی کیا کہ یہ دونون میری باندیان ہین اور قابض نے اس سے انکار کیا کہ یہ باندی مدعی کی ہی یا یہ لڑکی اس باندی کی ہی پھر مدعی دو گواہ لایا کہ یہ باندی مدعی کی ہی اور دوسرے دو گواہ لایا کہ یہ لڑکی اسی باندی کی ہی پس قاضی نے وہ باندی اور اُسکی لڑکی مدعی کو دلا دی پھر باندی کے گواہون نے رجوع کیا تو قاضی اُنسے باندی اور اُسکی لڑکی کی قیمت ڈانڈ دلوئیگا[2] جیسا کہ ایک شخص کے قبضہ مین ایک غلام تاجر کثیر المال ہی وہ غلام مرگیا اور مال کثیر چھوڑا پھر ایک شخص نے دعوی کیا کہ یہ غلام میرا تھا اور تمام مال لینے کا قصد کیا اور قابض نے انکار کیا کہ یہ غلام مدعی کا نہین ہی اور نہ یہ مال غلام کا ہی پس مدعی نے دو گواہ سنائے کہ یہ غلام مدعی کا ہی اُسنے قابض کے پاس ودیعت رکھا تھا اور دوسرے گواہ اس امر کے لایا کہ یہ مال اُسی غلام کا ہی پس قاضی نے غلام اور مال کا حکم مدعی کے واسطے دیدیا پھر غلام کے گواہون نے یعنی جنھون نے غلام مدعی کی ملک ہونے کی گواہی دی تھی رجوع کیا تو وہ لوگ اُس مال کے بھی جو غلام کا تھا ضامن ہونگے۔ پھر اگر اُن گواہون نے جنھون نے لڑکی کو باندی کی بیٹی ہونے کی گواہی دی تھی رجوع کیا تو باندی کے گواہ اُنسے بچہ کی قیمت ڈانڈ لینگے۔ منتقی مین لکھا ہی کہ ایک شخص نے ایک باندی کی نسبت جو ایک شخص کے قبضہ مین ہی اپنی ملک ہونیکا دعوی کیا اور قاضی نے وہ باندی اُسکو دلا دی اور باندی کی ایک لڑکی مدعا علیہ کے پاس تھی کہ اُسکا حال قاضی کو معلوم نہ تھا پھر مدعی نے اس امر کے گواہ سنائے کہ یہ باندی کی بیٹی ہی تو قاضی اُسکو بھی دلا دیگا پھر اگر اسکے بعد باندی کے گواہون نے رجوع کیا تو وہ لوگ باندی اور اُسکی بیٹی کی قیمت کے ضامن ہونگے یہ محیط[3] مین ہی۔ ایک شخص کے قبضہ مین ایک غلام ہی پھر دو گواہون نے گواہی دی کہ یہ زید کا ہی اور قاضی نے حکم دیدیا پھر دو گواہون نے زید پر گواہی دی کہ یہ عمرو کا ہی اور قاضی نے اُسکی ڈگری کر دی پھر دو گواہون نے عمرو پر گواہی دی کہ یہ غلام بکر کا ہی اور قاضی نے حکم دیدیا پھر سب گواہون نے رجوع کیا تو ہر فریق مشہود علیہ کو غلام کی پوری قیمت ادا کریگا یہ کافی مین لکھا ہی۔ ایک شخص نے ہزار درم کو ایک گھر خریدا اور یہی اُسکی قیمت ہی اور ثمن ادا کر دیا پھر دو گواہون نے

---

[1] یعنی اسقدر قیمت اس میراث سے پوری حاصل ہوتی ہے ۱۲ [2] قولہ دلوائیگا کیونکہ قاضی نے دختر کا حکم اسی گواہی کے وجہ سے دیا کہ یہ باندی اس مدعی کی ہے بوجہ اسکے کہ استحقاق مذکور از اصل ہے پس جو کچھ مال یا اولاد اس اصل یعنے باندی کے ساتھ ہو وہ باندی کا تابع ہوگا گویا گواہون نے جیسی باندی کی گواہی دی ویسے ہی مال و اولاد کی گواہی دی اور بمانند اسکے مسئلہ غلام تاجر ہے یعنی قولہ جیسا کہ اگر ایک شخص الخ تا فہم ۱۲ م [3] قولہ یہ محیط مین الخ وقال فی المنتقی ایضاً اور اسمین کچھ فرق نہین کہ قاضی نے باندی و اولاد کا معاً حکم کیا ہو یا پہلے باندی پھر اولاد کا کیونکہ معنے مین کوئی تغیر نہین ہوتا ہے ۱۲ م۔

زید کی طرف سے یہ گواہی دی کہ چونکہ اسکا گھر اس گھر سے ملا ہوا ہے اس واسطے زید اُس کا شفیع ہے اور قاضی نے شفعہ کا حکم دیدیا پھر دونون نے رجوع کیا تو اُنپر ضمان نہوگی اور اگر مشتری نے اُس مین کچھ عمارت بنائی تھی اور قاضی نے اُس کے توڑ دینے کا حکم کیا تو وقت رجوع کرنے کے گواہ اُس عمارت کی قیمت کے ضامن ہونگے اور وہ عمارت شکستہ گواہون کی ہوگی یہ حاوی مین لکھا ہے۔ منتقی مین ہے کہ دو گواہون نے ایک شخص پر یہ گواہی دی کہ اس نے اس مدعی کے واسطے ہزار درم قرض کا کل کے روز اقرار کیا ہے اور قاضی کے حکم سے مدعی نے اُسکو وصول کر لیا پھر دونون نے رجوع کیا پھر جب قاضی نے اُنسے ضمان لینے کا ارادہ کیا تو اُنھون نے کہا کہ ہم گواہ لاتے ہین کہ مدعا علیہ نے ایک سال سے اس قرضہ کا اقرار کیا ہے تو قبول نہوگی اور گواہ ان درمون کی ضمان دینگے اور اگر ایک گواہ نے یہ گواہی دی کہ اس شخص نے ایک مہینہ سے اپنا غلام آزاد کرنے کا اقرار کیا ہے اور دوسرے نے ایک سال سے آزاد کر دینے کے اقرار کی گواہی دی اور قاضی نے غلام کی آزادی کا حکم دیدیا پھر دونون نے رجوع کیا پھر جب اُنسے غلام کی قیمت ضمان لینا چاہی تو اُنھون نے کہا کہ ہم اس امر کے گواہ لاتے ہین کہ اُسنے اقرار کیا ہے کہ مین نے یہ غلام دس برس سے آزاد کر دیا ہے تو امام محمد رح نے فرمایا کہ استحسانًا مقبول ہوگی یہ محیط مین لکھا ہے۔ اگر دو گواہون نے کسی شخص پر یہ گواہی دی کہ اُسنے اس شخص کو اسواسطے اپنا وکیل کیا ہے کہ زید سے میرا قرضہ وصول کرے اور زید اُسکے قرضدار ہونے کا اقرار کرتا ہے پس قاضی نے وکیل کی ڈگری کر دی اور اُسنے وصول کر کے تلف کیا پھر موکل حاضر ہوا اور اُسنے وکالت سے انکار کیا پھر گواہون نے رجوع کیا تو اُنپر ضمان نہوگی اور وکیل اُس مال کا ضامن ہوگا اسی طرح اگر ودیعت وصول کرنے یا کرایہ یا میراث وغیرہ وصول کرنے کے وکیل کرنے کی گواہی دی اور یہ صورت واقع ہوئی تب بھی یہی حکم ہے یہ حاوی مین لکھا ہے۔ اگر ایک ذمی کی طرف سے دوسرے ذمی پر دو ذمیون نے مال یا شراب یا سور کی گواہی دی اور حکم ہو گیا پھر گواہی سے رجوع کیا تو مال کے مثل کے اور سور کی قیمت کے ضامن اور شراب کی مثل کے ضامن ہونگے اور اگر دونون گواہ مسلمان ہو گئے پھر رجوع کیا تو سور کی قیمت کے ضامن ہونگے اور شراب مین اختلاف ہے امام محمد رح کے نزدیک اُسکی قیمت دینگے اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک کچھ نہ دینگے اور اگر گواہ مسلمان نہ ہوے بلکہ مشہود علیہ مسلمان ہوا تو بعد رجوع کرنے کے سور کی قیمت دینگے اور شراب کے ضامن نہ ہونگے یہ مبسوط مین لکھا ہے۔ دو گواہون نے یہ گواہی دی کہ اُسنے اپنے غلام کو یہ کہا تھا کہ اگر تو گھر مین گھُسا تو تو آزاد ہے یا اپنی عورت سے کہا کہ اگر تو گھر مین گھُسی تو تجھپر طلاق ہے اور وہ عورت ایسی ہے کہ ہنوز اس سے وطی نہین کی اور دوسرے دو گواہون نے شرط پائی جانے کی گواہی دی پھر حکم ہونے کے بعد گواہون نے رجوع کیا تو پہلے فریق پر ضمان لازم ہوگی یعنی غلام کی قیمت یا آدھا مہر اور وجود شرط کے گواہون پر ضمان نہ ہوگی اور اگر فقط شرط پائی جانیکے بعد گواہون نے رجوع کیا تو صحیح یہ ہے کہ کسی حال مین اُنسے ضمان نہ لیجائیگی اور اگر دونون گواہون نے یہ گواہی دی کہ مرد نے اپنی عورت کے ہاتھ مین طلاق دینا تفویض کیا یا غلام کے ہاتھ مین آزاد کر لینا سپرد کیا پھر دوسرے دو گواہون نے عورت کے اپنے تئین طلاق دے دینے یا غلام کے آزاد کر لینے کی گواہی دی تو یہ تفویض بھی بمنزلہ شرط کے ہے یعنی اُس کے وجود کے گواہون

کا بھی یہی حکم ہے یہ کافی مین لکھا ہے۔ اور اگر غلام کے تئین یہ حکم دیا کہ تو اپنا آزاد کرنا کسی شرط پر معلق کرلے اسکی گواہی دی اور دوسرون نے یہ گواہی دی کہ اُسنے معلق کرلیا اور تیسرے فریق نے شرط پائی جانے کی گواہی دی تو تعلیق کے گواہون پر ضمان لازم ہوگی یہ بحر الرائق مین ہے اور اگر دو گواہون نے کسی شخص کے محصن ہونے کی گواہی دیکر پھر رجوع کیا تو ضامن نہ ہونگے یہ ہمارے نزدیک ہے کذا فی الکافی

کتاب الوکالت

اس مین چند ابواب مین

پہلا باب وکالت کے شرعی معنی اور اُسکے رکن اور شرط و الفاظ و حکم وصفت کے بیان مین۔ وکالت شرعی یہ ہے کہ کوئی آدمی کسی کو کسی تصرف معلومہ کے واسطے بجائے اپنے قائم کرے اور اگر تصرف معلوم نہ ہو تو وکیل کو ادنی تصرف یعنی حفاظت ثابت ہو جائے گی اور مبسوط مین لکھا ہے کہ ہمارے علما نے فرمایا کہ اگر کسی نے دوسرے کو اس طرح کہکر وکیل کیا کہ مین نے تجھے اپنے مال کا وکیل کیا تو اس لفظ سے وکیل کو صرف حفاظت کا اختیار حاصل ہوگا یہ کفایہ مین لکھا ہے۔ اور رکن وکالت کے وہ الفاظ ہین کہ جنسے وکالت ثابت ہوتی ہے مثلاً مین نے تجھے اس غلام کے فروخت کرنے یا خریدنے کا وکیل کیا یہ سراج الوہاج مین لکھا ہے۔ وکیل کا وکالت قبول کرنا استحساناً وکالت کی صحت کے واسطے شرط نہین ہے ولیکن اگر وکیل نے رد کردی تو وکالت رد ہو جائیگی ایسا ہی امام محمد رح نے اصل مین لکھا ہے۔ اور اگر کہا کہ چاہے تو اس طرح فروخت کردے اور وہ خاموش رہا اور اُسنے فروخت کیا تو جائز ہوگی اور اگر کہا کہ مین نہین قبول کرتا ہون تو باطل ہوئی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے۔ اگر کسی نے دوسرے کو اپنی عورت کے طلاق کے واسطے وکیل کیا اور اُس نے قبول وکالت سے انکار کیا پھر طلاق دیدی تو صحیح نہین ہے اور اگر انکار نہ کیا اور نہ صراحۃً قبول کیا ولیکن طلاق دیدی تو استحساناً صحیح ہے کیونکہ دلالۃً اُسنے قبول کیا یہ محیط مین ہے اور اگر کسی شخص غائب کو وکیل کیا اور اُسکو کسی نے وکالت کی خبر دی تو وہ وکیل ہو جائیگا خواہ خبر دینے والا عادل ہو یا فاسق ہو خواہ اپنی طرف سے خبر دی ہو یا بطور ایلچی کے خبر کی ہو خواہ وکیل نے اُسکی تصدیق کی ہو یا تکذیب کی ہو یہ ذخیرہ مین لکھا ہے۔ وکالت کی شرطین چند قسم کی ہین بعضی موکل سے متعلق ہین یعنی اُسکی ذات کی طرف راجع ہین پس یہ شرط ہے کہ موکل جس فعل کے واسطے وکیل کرتا ہے اُسکے کرنے کا خود مالک ہو پس مجنون یا محض لایعقل لڑکے کی طرف سے وکیل مقرر کرنا درست نہین ہے اور عاقل لڑکے سے ان کامون مین جنمین خود تصرف نہین کرسکتا ہے وکیل کرنا بھی درست نہین ہے جیسے طلاق و عتاق و ہبہ و صدقہ وغیرہ جنمین محض ضرر ہے اور جن تصرفات مین نفع ہے جیسے ہبہ و صدقہ وغیرہ قبول کرلینا تو بلا اجازت ولی کے درست ہے اور جن چیزون مین نفع و ضرر دونون ہوسکتے ہین جیسے خرید و فروخت وغیرہ پس اگر اُسکو تجارت

کی اجازت ہو تو وکیل کرنا درست ہو اور اگر اجازت نہین ہو تو ولی کی اجازت پر موقوف ہو یا ولی کے تجارت کی اجازت دینے پر موقوف ہو یہ بدائع مین ہو۔ یتیم نے وکیل کیا اور وصی نے اجازت دی تو جائز ہو یہ محیط سرخسی مین لکھا ہو۔ جو مجنون کبھی جنون مین رہتا ہو اور کبھی افاقہ ہو جاتا ہو اگر اُس نے حالت جنون مین وکیل کیا تو صحیح نہین ہو اور اگر اُسنے افاقہ کی حالت مین وکیل کیا تو جائز ہو اور مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم اُسوقت ہو کہ اُسکے افاقہ کا کوئی وقت معلوم ہو تا کہ اُسکا جنون اور افاقہ وقت سے ہی یقیناً پہچانا جاوے اور اگر ایسا نہو تو جائز نہین ہو اور مرد معتوہ مغلوب العقل نے اگر کسی کو خرید و فروخت کے واسطے وکیل کیا تو جائز نہین ہو یہ محیط مین لکھا ہو۔ جس غلام کو تجارت سے ممانعت ہو اسکو وکیل کرنا درست نہین ہو یہ بدائع مین ہو اور جو امر ماذون و مکاتب کو خود کرنا جائز ہو اُسکے کرنے کیواسطے وکیل کرنا بھی جائز ہو اور غلام ماذون کو نکاح کرنے یا اپنے غلام کو مکاتب کرنیکا اختیار نہین ہو یہ مبسوط مین لکھا ہو اگر ماذون غلام نے اپنے مولی کو خرید و فروخت وغیرہ کیواسطے وکیل کیا تو جائز ہو اور ولی کو دوسرے کا وکیل کرنا اس امر مین جائز نہین ہو اور اگر وکیل کیا اور وکیل نے اسکو نافذ کیا تو جائز ہو بشرطیکہ غلام پر قرضہ نہو اور اگر ہو تو جائز نہین ہو کذا فی الحاوی۔ اور غلام کو یہ اختیار نہین ہو کہ ایسے شخص کے ساتھ خصومت کرنے کے لیے وکیل کرے جو اُسکی ذات کی ملکیت کا دعوی کرتا ہو یا کسی زخم کا دعوی کرتا ہو جو غلام کی طرف سے اُسکو پہونچا ہو یا اُسنے غلام کو پہونچایا ہو اور ان صورتون مین صلح کیواسطے وکیل کرنا درست ہو کیونکہ ان صورتون مین مخاصم اُسکا مالک ہو اور جو چیزین ایسی ہون کہ خود غلام نے حاصل کی ہین اُنمین مخاصمت وغیرہ کے واسطے وکیل کر سکتا ہو کذا فی المبسوط ایک غلام دو شخصون مین مشترک تھا کہ ایک نے اپنا حصہ بغیر شریک کی اجازت کے مکاتب کر دیا پھر مکاتب نے خرید و فروخت و خصومت مین کسی کے وکیل کیا گیا تو مکاتب کنندہ کے حصہ مین جائز ہو پھر اگر دوسرے نے بھی اُسکو مکاتب کر دیا تو استحساناً دونون حصون مین جائز ہو اور اگر دونون کا مکاتب ہو اور کسی معاملہ مین وکیل کیا گیا پھر ایک حصہ سے عاجز ہوا اور اس کام کو کیا تو دونون حصون مین جائز ہے کذا فی الکافی اگر دو شخصون کا مکاتب ہو اور اسکو ایک نے دوسرے سے اپنا قرضہ وصول کر لینے کے واسطے وکیل کیا یا کسی غیر سے قرضہ وصول کرنے یا دوسرے کے ہاتھ خرید و فروخت یا غیر کے ہاتھ خرید و فروخت کرنے کا وکیل کیا تو جائز ہے اسی طرح اگر اُس مکاتب کو ایک نے اپنا غلام دوسرے کے ہاتھ فروخت کرنے یا غیر کے ہاتھ فروخت کرنے یا دوسرے شخص یا غیر کے اوپر نالش کرنے کا وکیل کیا تو جائز ہے اسی طرح اگر مکاتب اور اُسکے دونون مولی کے درمیان خصومت ہو اور اُس نے دونون مین سے ایک کے بیٹے یا غلام یا مکاتب کو اس معاملہ مین یا خرید و فروخت مین وکیل کیا تو مثل اجنبیون کے جائز ہے کذا فی المبسوط مرتد کا وکیل کرنا موقوف رہتا ہے اگر پھر مسلمان ہو گیا تو نافذ ہوگا ورنہ اگر قتل ہوا یا مر گیا یا دار الحرب مین جا ملا تو امام اعظم رح کے نزدیک باطل ہو جاتا ہو یہ بحر الرائق مین لکھا ہے اگر مرتد دار الحرب مین جا ملا پھر مسلمان ہو کر پھر آیا پس اگر قاضی نے اُسکے دار الحرب مین جا ملنے کا حکم جاری کر دیا تھا تو اُسکا وکیل وکالت سے نکل گیا اور اگر قاضی کے حکم دینے سے پہلے وہ آگیا تو وکیل اپنی وکالت پر باقی رہیگا یہ حاوی مین ہے۔ اگر دار الحرب مین ایک مرتد نے کسی کو اپنا مال کہ جو دار الاسلام

(حاشیہ: یعنی اجنبیون کے ساتھ ۱۲)

مین ہی فروخت کرنے کا وکیل کیا تو جائز نہین ہی[1] کذا فی المبسوط ولیکن مرتدہ عورت کا اس طرح وکیل کرنا بالاجماع جائز ہی یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی۔ اسی طرح اگر اُس عورت نے مرتد ہونے سے پہلے وکیل کیا تو بعد مرتد ہونے کے وکالت باقی رہیگی ولیکن اگر اُس نے مرتد ہونے کی حالت مین اپنے کو نکاح کر دینے کے واسطے کسی کو وکیل کیا تو باطل ہی حتی کہ اگر وکیل نے مرتد ہونے کی حالت مین اُس کا نکاح کر دیا تو جائز نہ ہوگا اور اگر نکاح نہ کیا یہانتک کہ وہ مسلمان ہوئی پھر اُسکا نکاح کیا تو جائز ہی یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر عورت نے حالت اسلام مین کسی کو نکاح کرا دینے کے واسطے وکیل کیا پھر مرتد ہوگئی پھر مسلمان ہوئی پھر اُسنے نکاح کرا دیا تو جائز نہین ہی[2] یہ حاوی مین لکھا ہی۔ اور ذمی کی طرف سے وکیل کرنا مثل مسلمان کے جائز ہی[3] کذا فی البدائع۔ اگر کسی ذمی نے مسلمان کو اسواسطے وکیل کیا کہ جو شراب اُسکی فلان ذمی پر قرض ہی اُسکو وصول کرے تو مسلمان کو وصول کر لینا مکروہ ہی و با این ہمہ اگر اُسنے وصول کر لی تو قرضدار بری ہو جائیگا کذا فی الحاوی۔ اگر کسی ذمی نے مسلمان کو اسواسطے وکیل کیا کہ کوئی چیز بعوض شراب کے ذمی پاس رہن کر دے یا شراب کو بعوض درمون کے رہن کر دے پس اگر وکیل نے بطور ایلچی کے مرتہن کو خبر دی اور عقد رہن موکل کی طرف سے ہوا تو صحیح ہے اور اگر اپنی طرف منسوب کیا اور کہا کہ مجھے قرض دے تو جائز نہین اور رہن نہوگا یہ مبسوط مین لکھا ہی۔ اگر باپ نے کسی کو اپنے نابالغ لڑکے کی کوئی چیز خریدیا فروخت کرنے کے واسطے وکیل کیا یا خصومت مین وکیل کیا تو جائز ہی اور باپ کا وصی اس معاملہ مین بمنزلہ باپ کے ہی یہ محیط مین ہی۔ یتیم کا وصی یتیم کے معاملات مین جو کام خود کر سکتا ہی اُس مین اُسکو دوسرے کا وکیل کرنا درست ہی[4] کذا فی السراجیہ پس اگر یتیم کے دو وصی تھے اور ہر ایک نے کسی معاملہ مین علیحدہ وکیل کیا تو امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک ہر وکیل بجائے اپنے موکل کے قائم ہوگا سوائے گنتی کی چند چیزون کے کہ اُنمین ایسا نہین ہی یہ مبسوط مین لکھا ہی۔ منجملہ شرطون کے بعضی وکیل کی طرف راجع ہوتی ہین پس وکیل کا عاقل ہونا شرط ہی اور اسی وجہ سے مجنون یا لڑکے ناسمجھ کا وکیل ہونا صحیح نہین ہی اور بالغ اور آزاد ہونا وکالت کے صحیح ہونے کے واسطے شرط نہین ہی پس عاقل لڑکے اور غلام کا وکیل ہونا خواہ دونون ماذون ہون یا محجور ہون صحیح ہی یہ ہدایہ مین لکھا ہی۔ اگر کسی لڑکے یا غلام کو اپنا غلام مال کے عوض یا بلا مال آزاد کرنے یا مکاتب کرنے کے واسطے وکیل کیا تو جائز ہی یہ مبسوط مین لکھا ہی۔ اگر وکیل کی عقل شراب نبیذ کی وجہ سے مختلط ہوگئی مگر وہ خریدنا اور قبضہ کرنا پہچانتا رہا تو وکیل باقی رہیگا اور اگر بھنگ پینے کی وجہ سے اختلاط عقل ہوگیا تو اُسکی وکالت بمنزلہ معتوہ کے جائز ہوگی یہ خزانۃ المفتین مین لکھا ہی۔ توکیل کا فی المجلس علم ہونا بلا خلاف شرط ہی خواہ وکیل کو ہو یا اُس شخص کو ہو جس سے معاملہ کرتا ہی یہانتک کہ اگر ایک شخص کو اپنا غلام فروخت کرنے کے واسطے وکیل کیا اور اُسنے وہ غلام کسی کے ہاتھ اپنے جاننے یا اُس شخص کے توکیل کے

---

[1] قولہ جائز نہین کیونکہ جب وہ دار الحرب مین ملگیا تو اُسکے مال سے اُسکی ملکیت زائل ہوگئی بخلاف مرتد عورت کے کہ عورت کا مرتد ہونا اُسکی مالی ملکیت زائل ہونے مین معتبر نہین ہوتا بلکہ ایسی گویا وہ مسلمہ باقی ہے ۱۲ م [2] قولہ نکاح کر دیا الخ کیونکہ عورت کا مرتد ہونا وکیل کو وکالت سے نکالنا شمار ہی ۱۲ م [3] قولہ مثل مسلمان کے یعنے جیسے مسلمانون کی طرف سے جائز ہی انکی طرف سے بھی جائز ہے کیونکہ مسلمانون کے مثل ذمیون کے اموال وحقوق کی بھی نگہداشت وحفاظت واجب ہے ۱۲ م۔

علم ہونے سے پہلے فروخت کیا تو بیع جائز نہوگی تاوقتیکہ موکل اس بیع کی اجازت نہ دے یا وکیل بعد علم کے اجازت نہ دے
لیکن علی الخصوص وکیل کو توکیل کا علم ہونا پس زیادات مین لکھا ہی کہ شرط ہی اور وکالت مین ہی کہ شرط نہین ہی یہ بدائع
مین ہی اگر کسی شخص نے کہا کہ میرا یہ کپڑا فلان شخص کے پاس لیجا تاکہ وہ فروخت کردے یا فلان شخص کے پاس جا تاکہ تیرے
ہاتھ وہ شخص میرا کپڑا بیچ ڈالے پس وہ فروخت کرے تو یہ جائز ہی پس اگر مخاطب نے اُس شخص کو مالک کے اس کہنے سے آگاہ کیا
تو بیع جائز ہی یہ ایک ہی روایت ہی اور اگر آگاہ نہ کیا تو اسمین دو روایتین آئی ہین اور اگر کہا کہ یہ کپڑا کندی کرنیوالے کے
پاس لیجا تاکہ وہ کندی کردے یا درزی کے پاس لیجا تاکہ وہ قمیص سی دے تو یہ قول اسکا کندی کرنیوالے اور درزی
کو اجازت ہی پس ہر ایک اپنا کام کرنیکے بعد ضامن نہوگا یہ مبسوط مین لکھا ہی اگر اپنے غلام سے کہا کہ فلان شخص کے پاس
جا تاکہ تجکو آزاد کردے یا تجکو مکاتب کردے پس اس شخص نے اسکو آزاد کیا تو جائز ہی اور فلان شخص آزاد کرنیکا وکیل
ہوجائیگا خواہ اُسکو علم ہوا ہو یا نہوا ہو یہ ذخیرہ و محیط مین ہی اسیطرح اگر اپنی عورت سے کہا کہ فلان شخص کے پاس جا
کہ وہ تجکو طلاق دیدے پس فلان نے اسکو طلاق دیدی اور جانتا نہ تھا تو طلاق واقع ہوجائیگی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی
وکیل کا وکالت سے واقف ہونا وکالت کا کام کرنیکے واسطے شرط ہی یہانتک کہ اگر کسی شخص نے دوسرے کو اپنا غلام فروخت
کرنے یا اپنی عورت کو طلاق دینے کے واسطے وکیل کیا اور وکیل جانتا نہ تھا اور اسنے بیع کی یا طلاق دی تو دونون جائز نہین
ہین ایسا ہی امام محمد نے جامع صغیر مین ذکر کیا ہی یہ محیط و ذخیرہ مین لکھا ہی۔ اگر کسی کو وکیل کیا تو جاننے سے پہلے وہ شخص وکیل
نہو جائیگا اور یہی مختار ہی یہ جواہر اخلاطی مین لکھا ہی اگر مسلمان نے کسی حربی کو جو دار الحرب مین ہی وکیل کیا اور مسلمان
دار الاسلام مین ہی تو وکالت باطل ہی اسیطرح اگر حربی نے جو دار الحرب مین ہی کسی مسلمان کو جو دار الاسلام مین ہی
وکیل کیا تو باطل ہی اور اگر حربی نے کسی مسلمان یا ذمی یا حربی کو اپنے قرضہ کے تقاضے کیواسطے جو اسکا دار الاسلام مین
ہی وکیل کیا اور اسپر دو گواہ مسلمان کرلیے پس اسکا وکیل دار الحرب سے اس کام کیواسطے نکلا تو جائز ہی اسی طرح اگر خرید و فروخت
یا ودیعت وصول کرنے یا اسکے مانند کامون کیواسطے وکیل کیا تو بھی یہی حکم ہی اور اگر مسلمان یا ذمی نے کسی حربی کو
جو امان لیکر آیا ہی خرید و فروخت یا نالش وغیرہ مین وکیل کیا تو جائز ہی اور جب وہ حربی دار الحرب مین جا ملا تو اسکی وکالت
باطل ہوگئی کذا فی الحاوی اور اگر مسلم نے مرتد کو وکیل کیا تو جائز ہی اور اگر وکیل ہونیکے وقت مسلمان ہو پھر مرتد ہوگیا
تو بھی وکیل باقی ہی ولیکن اگر دار الحرب مین جا ملا تو وکالت باطل ہوگئی یہ بدائع مین لکھا ہی نوادر ابن سماعہ مین امام
ابو یوسف سے روایت ہی کہ اگر مضارب نے کسی غلام کو جو اُسنے مال مضاربت سے خریدا تھا کسی کے ہاتھ فروخت
کیا پھر مشتری نے رب المال کو اسپر قبضہ کرنیکے واسطے وکیل کیا تو جائز نہین ہی اسیطرح اگر مشتری نے بائع کے شریک کو
قبضہ کرنیکے واسطے وکیل کیا اور وہ اسکا مفاوض[1] ہی یا شریک عنان کو قبضہ کا وکیل کیا اور یہ غلام دونون کی
تجارت مین سے ہی تو بھی جائز نہین ہی اور امام ابو یوسف نے فرمایا کہ جن لوگون کا یہ غلام بیچنا جائز ہی ان کا
قبضہ کے واسطے وکیل ہونا مشتری کیطرف سے جائز نہین ہی یہ محیط مین ہی اگر مستامن نے دوسرے مستامن کو کسی

[1] مفاوض کتاب الشرکت مین دیکھو کہ دونون برابر کے شریک اور باہم ایک دوسرے کے وکیل و کفیل ہوتے ہین عنان مین برابری نہین ہے اور کتاب الشرکت دیکھو

خصومت مین وکیل کیا اور خود دار الحرب مین چلا گیا اور وکیل یہین خصومت مین ہا پس اگر وکیل حربی کیطرف سے حق کا دعوی کرتا ہو تو مقبول ہی اور اگر وہ حربی مدعا علیہ ہو تو قیاس چاہتا ہی کہ اسکے دار الحرب مین جانے سے وکالت منقطع ہو جائیگی اور اسی قیاس کو ہم لیتے ہین[ف۱] اور اگر مستامن نے کسی ذمی کو اپنا اسباب فروخت کرنے یا قرض کا تقاضا کرنیکے واسطے سوائے خصومت کے وکیل کیا پھر خود دار الحرب مین چلا گیا تو جائز ہی یہ مبسوط مین ہی اور منجملہ شرطون کے وہ شرطین ہین جو موکل بہ کیطرف یعنی اس چیز کیطرف جسکے واسطے وکیل کیا ہی راجع ہوتی ہین واضح ہو کہ حقوق دو قسم کے ہین ایک حق اللہ دوسرے حق العبد پھر حق اللہ کی دو قسمین ہین ایک وہ کہ جسمین دعوی شرط ہے جیسے حد قذف و حد سرقہ پس اس قسم کے اثبات کے واسطے امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے نزدیک وکیل کرنا جائز ہی خواہ موکل حاضر ہو یا غائب ہو اور اس قسم کے استیفا یعنی پورا لے لینے کے واسطے وکیل کرنا بھی جائز ہی بشرطیکہ موکل حاضر ہو اور اگر غائب ہو تو جائز نہین ہی اور دوسری قسم جسمین دعوی شرط نہین ہی جیسے حد زنا اور حد شراب خواری پس اس قسم کے ثابت کرنے یا استیفا کیواسطے وکیل کرنا درست نہین ہی پھر واضح ہو کہ اختلاف صرف حد کے ثابت کرنے مین ہی اور اس مال کے ثابت کرنے مین جو چوری مین گیا ہی تو اسمین توکیل بالاجماع مقبول ہی یہ سراج الوہاج مین ہی حقوق العباد کی دو قسمین ہین ایک جسکا استیفا باوجود شبہ کے جائز نہین ہی جیسے قصاص تو اسکے اثبات کیواسطے وکیل کرنا امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے نزدیک جائز ہی اور اسکے استیفا کیواسطے وکیل کرنا اگر ولی حاضر ہو تو جائز ہی اور اگر غائب ہو تو جائز نہین ہی دوسری قسم وہ کہ جسکا استیفا باوجود شبہ کے جائز ہی جیسے قرضے و مال معین و باقی حقوق تو ان حقوق کے اثبات مین سوائے قصاص کے برضائے خصم وکیل کرنا بلا خلاف جائز ہی اور تعزیرات کے اثبات و استیفا دونون کیواسطے وکیل کرنا بالاتفاق جائز ہی اور وکیل کو اختیار ہی کہ سزائے تعزیر پوری کرلے خواہ موکل حاضر ہو یا غائب ہو یہ بدائع مین لکھا ہی خرید و فروخت و اجارہ اور نکاح و طلاق و عتاق و خلع و صلح و عاریت دینے اور عاریت لینے و ہبہ و صدقہ و ودیعت رکھنے و قبض حقوق[ف۲] و خصومات اور تقاضائے دیون و رہن کرنے اور رہن رکھنے ان سب کے واسطے وکیل کرنا جائز ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی مباحات مین وکیل کرنا جیسے گھاس لانا یا لکڑی یا پانی لانا یا کانون سے جواہر نکال لینے کیواسطے وکیل کرنا صحیح نہین ہے پس اگر وکیل کیا اور اسنے ان چیزون مین سے کچھ حاصل کیا تو اسی کی ہی ایسے ہی توکیل تکدی[ف۳] ہی کما فی فتاوی قاضی خان قرض لینے کیواسطے وکیل کرنا درست نہین ہی اور جو کچھ وکیل قرض لیگا اسمین موکل کی ملکیت ثابت نہو گی و لیکن اگر بطور ایلچی کے اسنے پیغام پہونچایا کہ فلان شخص نے مجھے تیرے پاس بھیجا ہی اسقدر قرض مانگتا ہی تو البتہ جو قرض لیا اسمین موکل کی ملک ثابت ہوگی اور جو کچھ قرض لیا وہ وکیل کا ہی اسکو اختیار ہی کہ موکل کو نہ دے اور اگر تلف ہو جاے تو وکیل کا مال گیا کذا فی الکافی شفعہ طلب کرنے اور عیب کی وجہ سے واپس کرنے اور بٹوارہ اور ہبہ مانگنے کیواسطے وکیل کرنا صحیح ہے

ف۱ قولہ لیتے ہین کیونکہ خصومت کی وکالت سے مقصود یہ کہ حکم قضاء حاصل ہو اور قاضی کو اہل حرب پر حکم لازم کرنے کا اختیار نہین ہے ۱۲ ف۲ قبض الخ یعنے حقوق حاصل کرنے اور ان مین نالش کرنے وغیرہ کے لیے وکیل کرنا ۱۲ ف۳ تکدی گداگری کرنا یعنے لوگون سے سوال کرکے جمع کرنا ۱۲

بدائع مین لکھا ہی ہبہ کرنیکے وکیل کو ہبہ واپس لینے کا اختیار نہین ہی اور نہ یہ اختیار ہی کہ جسکے پاس ودیعت ہے اسکو وصول کرے یا مستعیر سے عاریت کی چیز لے لے یا قرضدار سے قرضہ وصول کرے یا مرتہن سے رہن کی چیز وصول کر لے اور اگر ایسی وکالت اس شخص کیطرف سے ہو جو ان چیزون کو مالک سے چاہتا ہی مثلاً ایک شخص نے وکیل کیا کہ یہ چیز فلان شخص کے پاس اسکے قرضہ کے عوض رہن کر دے یا میرے لیے عاریت مانگے یا ہبہ مانگے تو وکیل کو چاہیے کہ ان صورتون مین موکل کی طرف سے عاریت یا ہبہ وغیرہ طلب کرے کہ فلان شخص یعنی موکل تجھسے یہ چیز عاریت مانگتا ہی یا ہبہ مانگتا ہی اور اگر اسنے اپنی طرف نسبت کر کے یون کہا کہ یہ چیز مجھے عاریت دے یا ہبہ کر دے یا قرض دے تو وکیل کی ہوگی اور موکل کی ملکیت اسمین ثابت نہوگی یہ سراج الوہاج مین ہی

وکالت کے الفاظ وہ ہین جو علی الاطلاق اسپر دال ہون جیسے مین نے تجکو وکیل کیا یا خواہش کی یا پسند کیا یا راضی ہوا یا چاہا یا ارادہ کیا اور اگر یہ کہا کہ مین تجھے اپنی عورت کو طلاق دینے سے منع نہین کرتا ہون تو توکیل نہوگی یہ تبیین مین لکھا ہی اور اگر کہا کہ موافقت کر میری عورت کے طلاق دینے مین تو یہ توکیل و امر دونون ہی یہ محیط مین لکھا ہی اور اگر کسی نے کہا کہ مین نے تجکو اپنا غلام فروخت کرنیکی اجازت دی تو توکیل صحیح ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی اور اگر کہا کہ تو میرا وکیل ہی اس قرضہ کے وصول کرنے مین تو وکیل ہو جائیگا اسی طرح تو میری زندگی مین وصی ہی تو وکیل ہی اور یہ کہنا کہ تو میرا وصی ہی توکیل ہی اور اگر کہا کہ تو میرا ہر چیز مین وکیل ہی تو فقط مال کی حفاظت کرنے مین وکیل ہوگا اور یہی صحیح ہی اور تو میرا ہر قلیل و کثیر مین وکیل ہی یہی حکم رکھتا ہی اور اگر کہا کہ تو میرا ہر چیز مین وکیل ہی تیرا حکم جائز ہی تو تمام تصرفات مالیہ مین مثل خرید و فروخت و ہبہ و صدقہ کے وکیل ہو جائیگا اور عتاق و طلاق و وقف مین وکیل ہو جانے مین اختلاف ہی بعضون نے کہا کہ نہین وکیل نہوگا مگر جبکہ سابق کلام وغیرہ اسپر دال ہو اور اسی کو فقیہ ابو اللیث نے لیا ہی یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی اور اگر کہا کہ مین نے تجھے اپنے جمیع امور مین وکیل کیا پس وکیل نے کہا کہ مین نے تیری عورت کو طلاق دی اور تیری سب زمین وقف کر دی تو اصح یہ ہی کہ جائز نہین ہی اگر وکیل نے اپنا مال موکل کی عمارت مین صرف کیا اور اسکے عیال کو نفقہ مین دیا تو بعض نے کہا کہ وہ مال موکل سے لے سکتا ہی بشرطیکہ موکل نے اس سے کہا ہو کہ جو تو کرے جائز ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی کسی نے کہا کہ مین نے تجھے اپنے جمیع امور مین وکیل کیا اور بجاے اپنے قائم کیا تو یہ وکالت عامہ نہین ہی اور اگر کہا کہ اپنے تمام امور مین جن مین وکالت جائز ہی وکیل کیا تو وکالت عام ہوگی بیع و نکاح سب کو شامل ہی اور پہلی صورت مین جب عام وکالت نہوئی تو دیکھنا چاہیے کہ اگر اسکے امور مختلف ہین اور کوئی صناعت[ف] اسکی معروف نہین ہی تو وکالت باطل ہی اور اگر کوئی تجارت اسکی معروف ہو تو یہ وکالت اسی معاملہ مین رکھی جائیگی۔ ایک شخص کے چند غلام ہین اسنے ایک شخص سے کہا کہ میرے غلامون کے معاملہ مین جو تو کرے جائز ہی پھر اسنے سب کو آزاد کیا تو امام اعظم کے نزدیک جائز نہین ہی اور یہی فتوی ہی یہ فتاوے قاضیخان مین لکھا ہی اگر سلطان نے کسی شخص پر اپنی عورت کے طلاق دینے کیواسطے وکیل کرنے مین زبردستی کی پس اس بیچارے نے کسی سے کہا کہ تو میرا وکیل ہی پھر وکیل نے اسکی عورت کو طلاق دیدی اور شوہر نے کہا کہ میری مراد سے

[ف] صناعت کاریگری اور مراد یہان حرفہ و پیشہ و تجارت کو شامل ہے ۱۲ ع ف یعنی مطلقاً بلا قید زندگی پس یہ کہنا بھی ہو سکتا ہے ۱۲

طلاق نہ تھی تو اسکی عورت کو طلاق ہو جائیگی بخلاف اسکے اگر پہلے ہی کہا کہ مین نے تجھے وکیل کیا اور مراد میری اس سے
طلاق دینا نہین کذا فی المحیط۔ اگر اپنی عورت سے کہا کہ تو میری طرف سے وکیل ہے جو چاہے وہ کر پس عورت نے کہا کہ
اگر مین تیری طرف سے وکیل ہون تو مین نے اپنے تئین تین طلاق دیکر الگ کیا پس شوہر نے کہا کہ میری مراد اس سے طلاق
نہ تھی پس اگر پہلے کوئی بات ایسی نہوئی کہ جسکا یہ جواب ہو سکے تو مرد کا قول معتبر ہوگا اور اسکی قسم پر عورت کو اسکی تصدیق
کرنی جائز ہے اور اگر پہلے کوئی ایسی بات ہو چکی ہو تو ایک طلاق رجعی پڑیگی اگر وہ عورت مدخولہ ہو اور مشائخ نے فرمایا
کہ ایک طلاق جب پڑیگی کہ پہلے کلام سے تین طلاق مراد نہو سکتی ہون اور یہ صاحبین کا قول ہے اور امام اعظمؒ کے
نزدیک اگر پہلے کلام سے تین طلاق مراد نہو سکتی ہون تو کوئی طلاق نہ پڑیگی اور اگر پہلے کلام سے تین طلاق مراد ہو سکتی ہون
تو بالاتفاق تین طلاق واقع ہونگی یہ ذخیرہ مین لکھا ہے کسی نے ایک اجنبی عورت سے کہا کہ مین تیرے شوہر سے خلع کرادون
اُسنے کہا کہ تو جان یا یون کہا کہ مین فلانے سے تیرا نکاح کرادون یا کسی سے کہا کہ تیرا اسباب فلان کے ہاتھ فروخت کردون
اُسنے کہا کہ تو جان تو یہ قول اجازت اور خلع اور نکاح اور بیع کی توکیل ہے یہ جواہر اخلاطی مین ہے کسی نے دوسرے
سے کہا کہ یہ مال لے اور جو کچھ مصلحت دیکھ وہ تو کر تو یہ توکیل نہین ہے اور اگر کہا کہ جو کچھ مصلحت ہے وہ کر روا ہے[1] تو یہ
توکیل ہے پس مال بضاعت پر دینے وغیرہ کا مختار ہوگا یہ وجیز کردری مین ہے۔ ایک عورت نے اپنے شوہر سے غصہ مین کہا
کہ ان کرنی کرتی ہون مرد نے کہا کہ تو کیا کر سکتی ہے عورت نے کہا کہ تیری اجازت سے کرتی ہون اور مرد نے کہا کہ اچھا کر پس
عورت نے کہا کہ مین نے تین طلاق لینے کو دین تو عورت کو طلاق نہوگی کیونکہ اس سے عرف مین طلاق مراد نہین ہوتا ہے
یہ محیط مین لکھا ہے کسی نے دوسرے سے کہا کہ ہزار درم کو ایک باندی خرید یا کہا ایک باندی خرید تو وکیل نہوگا اور اگر یون
کہا کہ ایک باندی ہزار درم کو خرید اور تجکو اس کام پر ایک درم ملیگا تو یہ وکیل ہو جائیگا اور اسکو اجر المثل[2] ملیگا مگر ایک درم سے
زیادہ نہ ملیگا ایک شخص نے اپنے قرضدار سے کہا کہ جسقدر تجھپر ہے اسکے تو میرے لیے ایک باندی خرید تو امام اعظمؒ کے نزدیک
توکیل صحیح نہین ہے اور اگر یون کہا کہ جسقدر میرا تجھپر ہے میرے لیے اسکی یہ باندی یا فلان شخص کی باندی خرید تو توکیل ہے
بالاتفاق اسی طرح اگر کہا کہ جو میرا تجھپر ہے وہ فلان چیز کی بیع سلم مین دیدے تو امام اعظم کے نزدیک توکیل نہین ہے اور اگر کہا
جو میرا مال تجھپر ہے وہ اسطرح بیع سلم مین فلان شخص کو دیدے تو بالاتفاق توکیل ہے یہ فتاوی قاضیخان مین ہے۔ اگر کسی نے
دوسرے سے کہا کہ اگر تو نے میرا غلام فروخت نہ کیا تو میری عورت کو طلاق ہے تو یہ شخص بیع کا وکیل ہو جائیگا یہ ذخیرہ مین ہے
اگر دوسرے سے کہا کہ مین نے تجکو اس کام پر مسلط کیا تو بمنزلہ اس کہنے کے ہے کہ مین نے تجکو وکیل کیا یہ فتاوی قاضیخان
مین ہے اگر دو دکانون کے مالک نے مثلاً کسی سے کہا کہ مین نے ان دو دکانون کا معاملہ تیرے سپرد کیا اور اسنے دو دکانین کسی کو
کرایہ پر دے رکھی ہین تو وکیل کو اجرت کے تقاضے اور وصول کرنیکا اختیار ہوگا اسی طرح اگر کہا کہ مین نے اپنے قرضون کا
معاملہ تیرے سپرد کیا تو بھی یہ اختیار ہے اور اگر کسی سے کہا کہ مین نے اپنے چوپاؤن اور مملوکون کا کام تیرے سپرد کیا تو وکیل کو

[1] یعنی جو تو کریگا وہ جائز ہے ۱۲ [2] جو کچھ ایسے کام کی اجرت ہوتی ہو لیکن وہ ایک درم پر راضی ہو چکا لہذا اگر اجرت مثل دو درم ہو
تو ایک درم سے زیادہ نہ دیا جاوے اور اگر نصف درم ہو تو یہی ملیگی ۱۲

انکی حفاظت اور چرانے اور چارہ دینے اور روٹی دینے کا اختیار ہوگا اور اگر کہا کہ مین نے اپنی عورت کا معاملہ تیرے سپرد کیا تو اسکو طلاق دینے کا اختیار ہے مگر اسی مجلس مین فقط بخلاف اسکے اگر کہا کہ مین نے تجھے اپنی عورت کے معاملہ کا مالک کیا تو اسی مجلس مین موقوف نہین ہے بلکہ غیر مجلس مین بھی طلاق کا مختار ہے یہ بحر الرائق مین ہے وکالت کا حکم یہ ہے کہ جس چیز کے واسطے وکیل کیا ہے اسمین وکیل بجاے موکل کے ہے اور اس چیز کے حاضر لانے کے واسطے وکیل پر جبر نہین ہوسکتا ہے لیکن اگر ودیعت دینے کے واسطے وکیل کیا مثلاً کہا کہ یہ کپڑا فلان شخص کو دینا اور وکیل نے قبول کیا پھر موکل غائب ہوگیا تو وکیل پر جبر کیا جائیگا کہ حاضر کرے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اگر آزاد کرنیکا وکیل کیا اور اس نے قبول کیا پھر آزاد کردینے سے انکار کیا تو اسپر جبر نہ کیا جاویگا یہ حاوی مین لکھا ہے۔ وکیل کو یہ اختیار نہین ہے کہ جس امر مین وہ وکیل ہوا ہے اسمین دوسرے کو وکیل کرے ولیکن اگر موکل نے اسکو مطلقاً اجازت دی یا جسمین وکیل کیا ہے اسمین اختیار دیا ہو تو اختیار ہے یہ شرح طحاوی مین ہے اگر خصومت مین کسی کو وکیل کیا اور کہا کہ جو تو کرے وہ جائز ہے پھر وکیل نے دوسرے کو وکیل کیا تو جائز ہے اور دوسرا وکیل موکل کیطرف سے وکیل ہوگا نہ وکیل کیطرف سے یہانتک کہ اگر پہلا وکیل مر گیا یا موکل نے اسے معزول کیا یا مجنون ہوگیا یا مرتد ہوکر دار الحرب مین جا ملا تو دوسرا وکیل معزول نہوگا اور اگر موکل پر موت وغیرہ امور مذکورہ طاری ہوے تو دونون معزول ہوجائینگے اور اگر پہلے وکیل نے دوسرے کو معزول کردیا تو جائز ہے اور اگر وکیل نے دوسرے کو وکیل کرکے کہا کہ جو کچھ تو کرے وہ جائز ہے تو دوسرے کو تیسرا وکیل کرنا جائز نہین ہے یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہے۔ غلام تاجر نے اپنے مالک کو اپنے قرضے وصول کرنیکے واسطے وکیل کیا تو مالک کو اختیار نہین ہے کہ دوسرے کو وکیل کرے پس اگر باوجود اسکے مالک نے وکیل کیا تو دیکھنا چاہیے کہ اگر غلام پر قرض نہین ہے تو جائز ہے اور اگر قرض ہے تو جائز نہین ہے یہ محیط مین لکھا ہے صفت وکالت یہ ہے کہ وکالت عقد جائز غیر لازم ہوتا ہے کہ ہر ایک وکیل اور موکل کو بدون[1] دوسرے کے چھوڑ دینے کا اختیار ہے یہ نہایہ مین ہے۔ اور وکیل کے پاس جو کچھ ہے وہ اسمین امانت دار ہے مثل ودیعت لینے والے کے پس جن صورتون مین ودیعت رکھنے والے پر ضمان ہوتی ہے انمین اسپر بھی ہوگی اور جنمین بری ہوتا ہے ان مین بری ہوگا اور اپنے اوپر سے ضمان دفع کرنے مین اسی کا قول لیا جائیگا۔ اگر موکل نے اسکو مال دیا کہ اسکو فلان کو میرے قرضہ کے عوض دیدے پھر وکیل نے کہا کہ مین نے ادا کردیا اور قرضخواہ نے اسکی تکذیب کی تو بری الذمہ ہونے مین وکیل کا قول معتبر ہوگا اور قرضخواہ کا قول عدم قبضہ مین معتبر ہوگا پس اسکا قرض ساقط نہوگا کذا فی البحر الرائق اور دونون پر قسم واجب نہوگی صرف قسم اسپر ہوگی جسنے اسکی تکذیب کی نہ اسپر جسنے تصدیق کی پس اگر اسنے وکیل کی تصدیق کی کہ اسنے دیدیا تو دوسرے سے قسم لیجائیگی کہ واللہ مین نے وصول نہین پایا پس اگر اسنے قسم کھالی تو قرضہ ساقط نہوگا اور نہ قبضہ ظاہر ہوگا اور اگر انکار کیا تو قبضہ ثابت ہوگا اور موکل کے ذمہ سے قرضہ ساقط ہوگا اور اگر موکل نے عدم قبض کی تصدیق کی تو وکیل سے بالخصوص قسم لیجائیگی کہ مین نے اسکو دیدیا ہے پس اگر اسنے قسم کھالی تو بری ہوگیا ورنہ ضامن ہوگا یہ شرح طحاوی مین لکھا ہے۔ واضح ہو کہ تھوڑی سی جہالت باب وکالت مین برداشت کرلیجاتی ہے اور وکالت فاسد

---

[1] قولہ بدون دوسرے یعنی بدون آگاہی دوسرے کے ولیکن تصرف نافذ ہوگا جبتک کہ آگاہی نہو ۱۲

شرطین لگانے سے باطل نہین ہوتی ہے خواہ کوئی شرط ہو اور وکالت مین شرط[1] خیار روا نہین ہوتی ہے کذا فی فتاوی قاضیخان اگر کسی نے کہا کہ تو میری عورت کے طلاق دینے کیواسطے میرا وکیل ہے اس شرط پر کہ مجھے یا عورت کو تین روز تک خیار حاصل ہے تو وکالت جائز ہوگی اور شرط باطل ہے یہ محیط مین ہے۔ وکالت کو اضافت کرنا صحیح ہے مثلاً زمان و مکان کی قید لگائی تو جائز ہے پس اگر ایک شخص نے کہا کہ اس غلام کو تو کل کے روز فروخت کر دے تو آج بیچنا جائز نہین ہے اور اگر کہا کہ میرے اس غلام کو یا میری عورت کو کل کے روز آزاد یا طلاق دیدے تو وکیل آج کچھ نہین کر سکتا ہے اور اگر کہا کہ میرا غلام آج فروخت کر دے یا آج میرے لیے غلام خرید دے یا میرے غلام کو آج آزاد کر دے پس وکیل نے کل یہ سب کیا تو دو روایتین ہین اور مشائخ نے فرمایا کہ صحیح یہ ہے کہ وکالت آج کے روز کے بعد باقی نہ رہیگی یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہے۔ اگر اپنے شام کے قرضہ وصول کرنے کے واسطے وکیل کیا تو کوفہ کا قرضہ وصول نہین کر سکتا ہے یہ بحر الرائق مین لکھا ہے۔ وکالت کو معلق کرنا صحیح ہے اگر کسی نے کہا کہ جب میرے مال کا وقت آجاوے تو تو وصول کر لے یا جب فلان شخص آوے تو تو تقاضا کر یا اگر مین نے اسکو کوئی چیز دی تو تو اسکے وصول کرنیکا وکیل ہے یا جب حاجی لوگ آوین تو تو میرے قرضے وصول کر تو ایسی وکالت صحیح ہے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے اور ہر عقد جسمین موکل کیطرف نسبت کرنیکی احتیاج وکیل کو نہین پڑتی ہے جیسے خرید و فروخت و اجارہ وغیرہ تو اسکے حقوق وکیل کیطرف راجع ہوتے ہین اور ایسے حقوق مین وکیل مثل مالک کے ہوگا اور مالک مثل اجنبی کے ہوتا ہے جیسے مبیع کا سپرد کرنا یا قبضہ کرنا یا ثمن کا مطالبہ کرنا اور قبضہ کرنا اور وقت استحقاق مبیع کے ثمن کو واپس لینا وغیرہ یہ بدائع مین لکھا ہے اور موکل کو بواسطہ نیابت وکیل کے ملک پہلے ہی سے ثابت ہو جاتی ہے اور یہی صحیح ہے حتی کہ اگر وکیل نے کسی اپنے ذو رحم کو خریدا تو وہ وکیل کیطرف سے آزاد نہو جائیگا اسلیے کہ ملک موکل کی ہے یہ سراج الوہاج مین لکھا ہے۔ اور حقوق ان صورتون کے جنکی اضافت وکیل نے اپنی طرف کی ہے وکیل کی زندگی تک موکل کیطرف راجع نہونگے اگرچہ وکیل غائب ہو یہ بحر الرائق مین ہے وکیل بائع نے اگر کوئی چیز فروخت کی تو اسی سے سپرد کرنیکا مطالبہ کیا جائیگا جبکہ مشتری ثمن ادا کر دے اور بائع سے اسکا مطالبہ نہوگا یہ سراج الوہاج مین ہے اور اگر موکل نے مشتری سے ثمن طلب کیا تو اسکو اختیار ہے کہ انکار کرے اور اگر دیدیا تو جائز ہے اور وکیل دوبارہ اس سے طلب نہین کر سکتا ہے یہ جوہرۃ نیرہ مین لکھا ہے اور اگر مبیع استحقاق ثابت کر کے مشتری کے پاس سے لے لیگئی تو مشتری اپنا ثمن وکیل سے وصول کر لیگا اگر اسنے وکیل کو ادا کیا ہو اور اگر موکل کو دیا ہے تو اس سے پھیر لیگا اور اگر مشتری نے مبیع مین عیب پا کر واپس کرنا چاہا تو وکیل سے مخاصمہ کریگا اور عیب ثابت کرنیکے بعد بحکم قاضی جب اُسنے واپس کیا تو اپنا ثمن وکیل سے لیگا اگر وکیل کو دیا ہے یا اگر موکل کو دیا ہے تو اس سے واپس لیگا اسی طرح جو خرید کا وکیل ہے اسی سے ثمن کا مطالبہ کیا جائیگا نہ موکل سے اور وہی بائع سے مبیع لیکر قبضہ کریگا نہ موکل اور جب مبیع مین استحقاق ثابت ہوا تو وہی ثمن واپس لیگا نہ موکل یہ سراج الوہاج مین لکھا ہے۔ اگر اسنے دعوی کیا کہ مین ایلچی ہون اور بائع نے کہا کہ یہ وکیل ہے اور ثمن کا مطالبہ کیا تو مشتری کا قول لیا جائیگا اور گواہ لانا بائع کے ذمہ ہے ایک غلام نے کسی سے کچھ چیز خریدی بائع نے کہا کہ تجکو تصرفات خرید و فروخت وغیرہ کی ممانعت ہے اسلیے مین تجھے مبیع نہ دونگا اور غلام نے کہا کہ مین

[1] قولہ شرط خیار آہ کیونکہ شرط خیار اُن عقود مین مشروع ہے جو لازمی قابل فسخ نہین اور وکالت قابل فسخ غیر لازمی ہے ۱۲ م

ماذون ہون مجھے اجازت ہی تو اسکا قول لیا جائیگا اور اگر بائع نے اس امر کے گواہ سنائے کہ غلام نے خرید کے بعد یہان مجلس مین آنے سے پہلے یہ اقرار کیا کہ مین محجور ہون یعنی مجھے ممانعت ہی تو گواہی مقبول نہوگی ایک غلام نے دوسرے کے ہاتھ کچھ فروخت کیا پھر کہا کہ یہ جو مین نے فروخت کیا میرے مالک کا ہی اور مین محجور ہون اور مشتری نے کہا کہ نہین بلکہ تو ماذون ہی تو مشتری کا قول لیا جائیگا۔ جو شخص اجارہ کا وکیل ہوا اسکو اجارہ ثابت کرنے مین خصومت کرنے اور کرایہ وصول کرنے اور کرایہ کیواسطے جو شے کرایہ پر ہی روک رکھنے کا اختیار ہی اور اگر اجرت پر دینے والے نے لینے والے کو ہبہ یا بری کر دیا تو جائز ہی اگر وہ معین نہو اور اگر معین ہو تو نہین جائز ہی یہ بحر الرائق مین ہی اور ہر عقد جسکی اضافت موکل کیطرف ہوتی ہی تو اسکے حقوق موکل کیطرف رجوع کرینگے جیسے نکاح و طلاق بمال اور اعتاق بمال و خلع و صلح خون عمدا وغیرہ کے کذا فی البدائع۔ شوہر کے وکیل سے مہر کا مطالبہ نہوگا اور نہ عورت کے وکیل سے عورت کے سپرد کرنیکا مطالبہ ہوگا اور نہ عورت کا وکیل مہر پر قبضہ کر سکتا ہی اور اسیطرح کتابت کے وکیل کو کتابت کے معاوضہ پر جو غلام دیگا قبضہ کرنیکا اختیار نہین ہی اور خلع کا وکیل اگر شوہر کیطرف سے ہو تو خلع کے بدل پر قبضہ نہین کر سکتا اور اگر عورت کیطرف سے ہو تو وہ بدل خلع کے عوض گرفتار نہین ہو سکتا ہی ولیکن اگر ضمانت کرلے تو پکڑا جائیگا کذا فی السراج الوہاج اور یہ سب اس صورت مین ہی کہ وکیل اہل عہدہ مین سے ہو کذا فی البدائع اگر کسی نے محجور لڑکے کو کوئی اپنی چیز فروخت کرنے یا اپنے لیے خریدنے کا وکیل کیا اور اسنے خرید و فروخت کی تو جائز ہی بشرطیکہ لڑکا سمجھدار ہو اور لڑکے پر عہدہ نہین ہی عہدہ اسکے حکم دینے والے پر ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ اور ظاہر روایت کے موافق مشتری یا بائع کسی کو خیار نہوگا خواہ اس لڑکے کے محجور ہونیکا علم ہو یا نہو یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی اور اگر لڑکا ماذون ہو پس اگر فی الحال یا میعادی ثمن پر فروخت کرنیکا وکیل ہوا اور اسنے فروخت کیا تو جائز ہی اور عہدہ اُسی پر ہوگا اور اگر خریدنے کا وکیل ہو پس اگر ادھار میعادی داموں سے خریدنے کا وکیل ہو تو قیاسا و استحسانا عہدہ اسپر نہین ہے بلکہ موکل پر ہی یہانتک کہ بائع موکل سے ثمن طلب کریگا نہ اس لڑکے وکیل سے اور اگر نقد داموں سے خریدنے کا وکیل ہو تو قیاسا عہدہ اسپر نہوگا اور استحسانا ہوگا یہ ذخیرہ مین ہی اگر کسی آزاد نے کسی غلام ماذون کو اسواسطے وکیل کیا کہ موکل کے واسطے غلام یا باندی یا کھانا وغیرہ ہزار درم نقد کو خرید دے اور یہ ہزار درم خواہ اسکو دیے یا نہ دیے تو غلام ماذون کا خریدنا موافق حکم موکل کے جائز ہی اور عہدہ اسی غلام ماذون پر ہی اور اگر موکل نے غلام کو ادھار خریدنے کا حکم دیا تھا اور اسنے ادھار خریدا تو تمام مبیع اس غلام کی ہوگی نہ موکل کی اگر غلام ماذون نے کسی کو اپنی مقبوضہ چیز فروخت کرنے یا کچھ خریدنے کے واسطے وکیل کیا تو جائز ہی اور وہ غلام بمنزلہ آزاد کے ہی اور اگر مامور وکیل مرتد آدمی ہو تو اسکی بیع جائز ہی ولیکن امام کے نزدیک حکم عہدہ کا توقف رہیگا اگر وہ مسلمان ہو گیا تو اُسی پر ہوگا ورنہ موکل پر ہوگا کذا فی السراج الوہاج

فصل وکالت کے اثبات کرنے اور اُسپر گواہی دینے اور متعلقات کے بیان مین۔ قاضی خوارزم کی مجلس مین ایک شخص نے حاضر ہو کر کسی کو اپنے تمام حقوق خوارزم وصول کرنیکے واسطے وکیل کیا پس اگر قاضی موکل کو نام و نسب

سے پہچانتا ہے تو وکیل بنا دیگا پس اگر ایسی حاکم کے پاس اس وکیل نے کسی کو حاضر کر کے موکل کے حق کا دعوے کیا تو قاضی گواہی پر ڈگری کر دیگا اور وکالت ثابت کرنے کی احتیاج نہ ہوگی اور اگر قاضی موکل کو نہیں پہچانتا ہے تو وکیل نہ بنا دیگا اور اگر موکل نے اس امر کے گواہ دینے چاہے کہ میں فلان بن فلان چغتائی ہون تو قبول نہونگے کیونکہ کوئی خصم حاضر نہیں ہے اور اگر اس غرض سے گواہ سنائے کہ یہ قاضی دوسرے قاضی دشت کو یہ لکھدے کہ فلان بن فلان چغتائی نے فلان بن فلان چغتائی کو اس امر میں وکیل کیا ہے تو قبول کر کے لکھدیگا یہ وجیز کردری میں لکھا ہے۔ ایک شخص نے دعوے کیا کہ مجھے فلان شخص نے اسواسطے وکیل کیا ہے کہ میں اسکے تمام حقوق جو کوفہ میں ہین وصول کرون اور نالش کرون اور وکالت کے گواہ لایا اور موکل غیر حاضر ہے اور کسی ایسے شخص کو نہ لایا کہ جسپر موکل کا کچھ حق آتا ہو تو قاضی سماعت نہ کریگا اور اگر کسی مدعا علیہ منکر یا مقر کو لایا تو سماعت کر کے اسکے وکیل ہونیکا حکم دیدیگا پھر اگر اسکے بعد کوئی دوسرا مدعا علیہ لایا تو دوبارہ وکالت کے گواہ سنانے کی ضرورت نہوگی اور اگر کسی خاص شخص کیطرف سے حق ہونے کا دعوی کر کے اسکے وصول کرنیکا اپنے آپ کو وکیل قرار دیا تو خاص اس شخص کا حاضر کرنا وکالت کی گواہی سُنانے کیواسطے ضرور ہے اور جب اسکے سامنے وکالت ثابت ہو گئی اور پھر دوسرا مدعا علیہ لایا تو دوبارہ گواہ سُنانے کی ضرورت ہوگی یہ بحر الرائق میں لکھا ہے اور اگر کسی خاص شخص سے حق موکل وصول و خصومت کرنے کی وکالت کا دعوی کیا پھر اسی پر موکل کے دوسرے حق کا دعوی کیا تو دوبارہ گواہ سُنانے کی ضرورت نہیں ہے ہان اگر دوسرے موکل کیطرف سے وکالت کا دعوی کرے تو اسکے گواہ سُنانے ضرور ہین یہ وجیز کردری مین لکھا ہے۔ ایک شخص نے اس امر کے گواہ پیش کیے کہ فلان موکل نے مجھے اور اس شخص فلان بن فلان کو اس مال کے وصول کرنیکے واسطے جو اسکا اس مدعا علیہ پر آتا ہے وکیل کیا ہے اور قرضدار نے قرض کا اقرار کیا و لیکن اسکی وکالت سے انکار یا دونون سے انکار کیا پھر وکیل نے وکالت اور قرضہ دونون کے گواہ سنائے تو قاضی دونون وکیلون کی وکالت کا حکم دیدیگا اور اس وکیل حاضر کو بدون دوسرے وکیل کے تنہا قرضہ وصول کرنیکا اختیار نہیں ہے اور جب وہ حاضر ہو تو دونون وصول کرین اور اسکو اپنی وکالت کے ثابت کرنے کیواسطے گواہ سنانیکی ضرورت نہوگی یہ محیط مین ہے وکیل نے دعوی کیا کہ مین فلان شخص کیطرف سے اس مدعا علیہ حاضر پر قرضہ کے وصول کرنیکا وکیل ہون اور وکالت اور قرضہ پر ایک ہی گواہ سنائے تو امام اعظمؒ نے فرمایا کہ وکالت کا حکم دیدیا جائیگا پھر قرضہ کیواسطے دوبارہ گواہون کو سنانے کذا فی الوجیز الکردری اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر دونون پر یکبارگی گواہ سنائے تو دونون کا حکم دیدیا جائیگا اور دوبارہ سنانیکی احتیاج نہیں ہے اور یہ استحسان ہے اور فتوی امام اعظمؒ کے قول پر ہے یہ جواہر اخلاطی مین لکھا ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کو اپنے کسی مال معین کے فروخت کیواسطے وکیل کیا پھر وکیل نے یہ قصد کیا کہ اپنی وکالت اس طور سے قاضی پاس ثابت کرے کہ اگر موکل آکر انکار کرے تو اسکے انکار پر لحاظ نہ کیا جاوے پس اسکی چند صورتین ہین ایک یہ ہے کہ وہ مال معین کسی شخص کو دیدے پھر اسپر دعوے کرے کہ مین فلان کیطرف سے اس مال کو وصول کر کے فروخت کرنیکا وکیل ہون اور وہ شخص کہے کہ مین تیرے وکیل ہونے کو نہیں جانتا ہون پس وکیل اس امر کے گواہ سنادے تو قاضی اس شخص کو حکم دیگا کہ اسکے سپرد کردے پس وکیل اسکو فروخت کرے پھر اگر موکل نے انکار کیا تو التفات نہ کیا جاویگا اور دوسری

صورت یہ ہو کہ کسی سے کہے کہ یہ فلان شخص کی ملک ہے مین اسکو تیرے ہاتھ فروخت کرتا ہون اور جب فروخت کر دیا تو
اس سے کہے کہ اسپر قبضہ کرلے پھر مشتری کہے کہ مین تجھ سے لیکر قبضہ نہ کرونگا کیونکہ شاید مالک نے آکر تیری وکالت سے
انکار کیا اور اگر میرے پاس چیز تلف ہوجاتی ہو یا اسمین نقصان آجاتا ہو تو مجھے خواہ مخواہ ضمان دینی پڑے پس
اس امر کے گواہ سنا دیگا کہ مین اسکی طرف سے فروخت کر دینے اور سپرد کر دینے کا وکیل ہون پس اسپر قبضہ کرنے کا جبر کرے
اور تیسری صورت یہ ہو کہ ایک شخص نے دعوی کیا کہ جو گھر تیرے قبضہ مین ہو وہ فلان شخص کی ملک ہے اور تو اسکی طرف
فروخت کرنیکا وکیل ہو اور تو نے میرے ہاتھ فروخت کر دیا پس یہ وکیل یون کہے کہ ہان مین نے فروخت کر دیا ولیکن
مین فلان کیطرف سے وکیل نہین ہون و مجھے بیع کیواسطے وکیل نہین کیا ہو پھر خریداری کے مدعی نے اسکے وکیل
بیع ہونیکے گواہ سنائے تو گواہی مقبول ہو کر اسکے وکیل بیع ہونیکا حکم دیا جائیگا یہ بحر الرائق مین لکھا ہو ایک شخص نے
دوسرے کو اپنا قرضہ فلان سے وصول کرنے اور اسمین خصومت کرنیکا وکیل کیا پس وکیل نے قرضدار کو حاضر کیا اور اسنے
وکالت کا اقرار کیا مگر قرض سے انکار کیا پس وکیل نے قرضہ ہونے پر گواہ سنائے تو مقبول نہونگے؎۱ یہ فتاوی قاضیخان
مین لکھا ہو ایک شخص نے دوسرے پر کسی غائب کا حق ہونے کا دعوی کیا اور گواہ پیش کیے کہ غائب نے مجھے اپنا حق
وصول کرنے اور خصومت کرنیکا وکیل کیا ہو پس مدعا علیہ نے اس امر کے گواہ پیش کیے کہ موکل نے اس کو حضوری یا
بلا حضوری مین وکالت سے برطرف کر دیا ہو تو یہ گواہی قبول ہوگی اور وکالت باطل ہوگی اسیطرح اگر وکیل کے اس اقرار کے
گواہ دیے کہ اسنے اقرار کیا ہو کہ موکل نے مجھے وکالت سے برطرف کر دیا تو بھی وکالت باطل ہوگی اسیطرح اگر یہ گواہ سنائے کہ موکل
نے اقرار کیا کہ مین نے وکیل کو نہین مقرر کیا ہو تو بھی گواہی مقبول ہوگی یہ محیط مین لکھا ہو اور اگر قرضدار نے مال وکیل کو دیدیا
پھر قرضدار نے گواہ دیے کہ یہ وکیل نہین ہو یا اسنے اقرار کیا ہو کہ قرضخواہ نے مجھے وکیل نہین کیا ہو تو گواہی مقبول نہوگی اور اگر
اس امر پر اسنے قسم لینا چاہی تو نہ لیجائیگی اور اگر اس امر کے گواہ سنائے کہ قرضخواہ نے وکالت سے انکار کرکے اپنا قرضہ مجھسے
وصول کر لیا تو گواہی مقبول ہوگی یہ کافی مین لکھا ہو قرضہ وصول کرنیکے وکیل نے اگر قرضہ ہونے پر گواہ سنائے اور
قاضی نے قرضدار پر یہ حکم دیدیا کہ وکیل کو دیدے اور وکیل نے وصول کرکے ضائع کر دیا پھر قرضدار نے یہ گواہ سنائے کہ مین نے
موکل کو ادا کر دیا ہو تو وکیل سے لینے کی اسکو کوئی راہ نہین ہو ہان موکل سے وصول کریگا؎۲ یہ محیط مین لکھا ہو ایک شخص نے
دوسرے کو ہر شخص سے خصومت کرنیکا وکیل کیا پھر وکیل نے ایک شخص کو حاضر کرکے اسپر موکل کے کچھ مال کا دعوی کیا پس
مدعا علیہ نے وکالت کا اقرار کیا پھر وکیل نے کہا کہ مین اپنی وکالت کے گواہ سنائے دیتا ہون تاکہ دوسرون پر حجت ہو تو قاضی
سماعت کرکے اسکو مقر اور غیر مقر سب پر وکیل قرار دیگا یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہو ایک شخص نے دوسرے پر یہ دعوی

؎۱ قولہ نہونگے کیونکہ گواہی قرضہ پر قبول نہین مگر خصم سے اور مدیون کے اقرار سے وکالت ثابت نہین ہوئی تو وکیل خصم نہ ہوگا
آیا تو نہین دیکھتا کہ مدیون نے اگر وکالت کا اقرار کیا اور وکیل نے کہا کہ مین وکالت کو کیے دیتا ہون کہ مبادا موکل حاضر ہوکر
وکالت سے منکر ہوجاوے تو گواہی قبول ہوگی اگرچہ اقراری مدعا علیہ پر قائم ہو یعنی اسی وجہ سے کہ اقرار مدعا علیہ سے وکالت
عموماً ثابت نہین ہوگئی ۱۲ ؎۲ قولہ کریگا کیونکہ اسکے اس وکیل کا قبضہ اسی کا قبضہ ہے ۱۲

کیا کہ تو فلان شخص کیطرف سے خصومت کا وکیل ہے اور میرا اسپر اسقدر چاہیے ہے پس مدعا علیہ نے کہا کہ فلان شخص نے مجھے خصومت کا وکیل نہین کیا ہے اور مدعی نے دعوی کے گواہ سُنائے تو مقبول ہونگے یہ وجیز کردری مین ہے اگر دو گواہون نے کسی شخص کی وکالت کی گواہی دی اور وکیل کو نہین معلوم کہ مین وکیل ہوا ہون یا نہین اور کہا کہ مجھے گواہون نے خبر دی کہ موکل نے مجھے وکیل کیا ہے اس لیے مین طلب کرتا ہون تو یہ جائز ہے[1] اور اگر گواہون کی گواہی پر اسنے انکار کیا پس اگر طالب کا وکیل ہے تو اس گواہی پر حق وصول نہین کر سکتا ہے کیونکہ اسنے اپنے گواہون کی تکذیب کی اور اگر مطلوب کا وکیل ہے پس اگر گواہون نے یہ بیان کیا کہ اسنے وکالت قبول کی تو اسپر وکالت لازم[2] ہوگی اور اگر گواہون نے قبول کی گواہی نہ دی تو اسکو قبول کرنے اور نہ قبول کرنیکا اختیار[3] ہے یہ مبسوط مین لکھا ہے اور اگر مطلوب غائب ہے اور طالب نے اسکے گھر مین اپنے حق کا دعوی کیا اور مطلوب کے دو بیٹون نے یہ گواہی دی کہ مطلوب نے اس شخص کو وکیل خصومت کیا ہے اور وکیل یا طالب انکار کرتا ہے تو وکالت باطل ہوگی اور مطلوب نے اگر کسی کو مال دیدیا اور دعوی کیا کہ یہ طالب کا وکیل ہے اسنے قبضہ کرنیکا وکیل کیا ہے پھر طالب نے آکر انکار کیا اور مطلوب کیطرف سے طالب کے دو بیٹون نے وکالت کی گواہی دی تو جائز ہے اور اگر طالب کا وکیل وکالت کا دعوی کرتا ہے اور مطلوب انکار کرتا ہے پس طالب کے دو بیٹون نے وکالت کی گواہی دی تو مقبول نہوگی خواہ وکالت خصومت ہو یا وصول قرض یا وصول شے معین ہو اگر مطلوب نے قرض کی وکالت مین اقرار کیا تو اسکو حکم کیا جائیگا کہ قرض اسکو دیدے کیونکہ خود مقر ہے اور اگر وکیل خصومت نے اقرار کیا تو جائز نہین ہے کیونکہ احتمال ہے کہ دونون نے سمجھوتا ہو گیا ہو کہ وکیل جا کر اقرار کرے کہ موکل کا کچھ حق نہین ہے اور اگر مال معین وصول کرنیکی وکالت مین مطلوب نے اقرار کیا تو ظاہر روایت کے موافق صحیح نہین[4] ہے یہ محیط مین لکھا ہے اگر مسلمان کے قبضہ مین ایک گھر ہے اسپر ایک ذمی نے دعوی کیا اور ذمیون کی گواہی سے ایک وکیل کیا تو انکی گواہی وکالت پر جائز نہوگی خواہ مسلمان نے وکالت کا اقرار کیا ہو یا نہ کیا ہو یہ مبسوط مین ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کو فلان شخص سے اپنا قرضہ وصول کرنیکا وکیل کیا پھر وکیل نے گواہی سے وکالت ثابت کرنا چاہی پس گواہون نے ایسی ہی گواہی ادا کی تو امام اعظم نے فرمایا کہ قرضہ وصول کرنے اور خصومت کرنے دونون کا وکیل ہو جائیگا اور اگر گواہون نے یہ گواہی دی کہ قرضخواہ نے اسکو قرضہ وصول کرنے کو بھیجا ہے تو بالاتفاق وکیل خصومت نہوگا اسی طرح اگر یہ گواہی دی کہ اسنے اپنا قرضہ فلان سے لینے کا اسکو حکم کیا ہے تو بھی وکیل خصومت نہوگا اسی طرح اگر یہ گواہی دی کہ موکل نے اسکو بجائے اپنے قرض وصول کرنے مین مقرر کیا ہے تو بھی وکیل خصومت نہوگا اور اگر یہ گواہی دی کہ موکل نے اس سے کہا کہ مین نے تجھکو فلان سے اپنا قرضہ وصول کرنے پر مسلط کیا یا اپنی حیات مین تجھے وصی کیا کہ فلان سے قرضہ وصول کرلے تو امام اعظم رحمہ اللہ تعالی کے نزدیک وصول کرنے اور خصومت کرنے دونون کا وکیل ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے۔ اگر ایک گواہ نے گواہی دی کہ اسنے قرضہ

---

[1] قولہ جائز ہے کیونکہ دو گواہون پر جب قاضی کو علم ہو جاتا ہے تو بدرجہ اولی وکیل کو ہونا چاہیے ۱۲ [2] قولہ لازم ہوگی کیونکہ مطلوب کے وکیل پر بعد قبول کے خصم کی جوابدہی کے لیے جبر کیا جائیگا ۱۲ [3] قولہ اختیار کیونکہ گواہون سے جسقدر توکیل ثابت ہو مانند معائنہ کے ہے ۱۲ [4] اور نہ مال معین دینے کا حکم ہوگا ۱۲

وصول کرنے کا اسکو وکیل کیا ہی اور دوسرے نے کہا کہ اسکو حکم دیا ہی کہ قرضہ وصول کرے یا قبضہ کرنیکے واسطے بھیجا
ہی اور مطلوب قرضہ کا اقرار کرتا ہی تو وکیل اس سے وصول کر سکتا ہی اور خصومت نہین کر سکتا ہی تاکہ وہ انکار کرے
یہ محیط مین ہی۔ اگر ایک گواہ نے گواہی دی کہ قبضہ کرنے کا وکیل کیا ہی اور دوسرے نے گواہی دی کہ تقاضائے قرض اور
طلب کرنے کا وکیل کیا ہی تو گواہی جائز ہی اور جو ہمارے اصحاب نے استحسان لیا ہی اسکے موافق گواہی مقبول نہونی
چاہیے یہ شرح ادب القاضی مین لکھا ہی۔ اگر ایک نے یہ گواہی دی کہ فلان نے اسکو یہ غلام فروخت کرنیکا وکیل کیا ہے
مطلقًا بیع بیان کی اور دوسرے نے کہا کہ فروخت کرنیکا حکم کیا ہی اور کہا ہی کہ بدون میری رائے لینے کے فروخت
نہ کر دینا پھر وکیل نے فروخت کر دیا تو جائز ہی۔ اور ایک نے کہا کہ موکل نے اسکو غلام فروخت کرنے کا وکیل کیا ہی اور
دوسرے گواہ نے گواہی دی کہ اسنے اسکو اور اس دوسرے شخص کو غلام فروخت کرنے کا وکیل کیا ہی تو دونون
یا ایک اسکو فروخت نہین کر سکتے ہین اور یہی حکم ایسی صورت مین مال معین وصول کرنیکا ہی اور اگر وکیل خصومت ہو
تو جس شخص پر اتفاق کیا ہی وہ خصومت کر سکتا ہی ولیکن جب قاضی نے ڈگری کر دی تو یہ وکیل تنہا وصول نہین کر سکتا
ہی یہ محیط مین ہی۔ اگر ایک نے یہ گواہی دی کہ موکل نے اس سے کہا کہ تو میرا وکیل قبضۂ دین ہی اور دوسرے نے
کہا کہ تو میری طرف سے اسکے وصول کی لیاقت رکھتا ہی تو وکالت بالقبض کا حکم دیا جائیگا اور یہی حکم خصومت
اور مال معین کے قبضہ کا ہی۔ اور اگر ایک نے گواہی مین وکیل کہا اور دوسرے نے وصی کہا تو گواہی قبول نہوگی اور
اگر زندگی کا وصی مقرر کرنا بیان کیا تو مقبول ہوگی اور اگر ایک گواہ نے بیان کیا کہ موکل نے اسکو اس گھر مین
خصومت کرنے کو فلان شہر کے قاضی کے پاس حکم دیا ہی اور وکیل کیا ہی اور دوسرے گواہ نے دوسرے شہر کے
قاضی کا نام لیا تو یہ حکم ہوگا کہ یہ وکیل وکیل خصومت ہی یہ مبسوط مین لکھا ہی۔ اور اگر یہ صورت حکم مقرر کرنیکی دو فقیہون
مین ہو تو اسمین اختلاف سے گواہی مقبول نہوگی اسی طرح اگر ایک گواہ نے قاضی شہر کو ذکر کیا اور دوسرے نے کسی
فقیہ کو حکم بنانے کیواسطے ذکر کیا تو بھی نامقبول ہی اگر ایک گواہ نے ذکر کیا کہ اسکو فلان عورت کے طلاق دینے کیواسطے
وکیل کیا ہی اور دوسرے نے اس عورت اور دوسری عورت کے طلاق کے واسطے وکیل کرنا ذکر کیا تو پہلی عورت کے
طلاق کیواسطے وکیل ہونے کا حکم دیا جائیگا اور ایسی ہی بیع اور کتابت اور آزادی کی صورتون مین بھی یہی حکم ہی
اور اگر ایک نے قبضہ کرنے کا وکیل کرنا اور دوسرے نے قبضہ کرنے پر مسلط کرنا بیان کیا تو ایک ہی معنی ہین
کذا فی المحیط۔ دونون نے وکیل کرنیکی گواہی دی پھر ایک نے بیان کیا کہ موکل نے اسے معزول کر دیا ہی تو وکالت
ثابت ہوگی نہ معزولی یہ مبسوط مین ہی اگر دونون گواہون نے کسی کی وکالت کی گواہی دی اور حکم ہو گیا پھر
دونون نے رجوع کیا تو وکالت کا حکم قضا باطل نہوگا اور نہ گواہ ضامن ہونگے یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر گواہی کے
ساتھ کسی کو اپنے تقاضائے قرض کا وکیل کیا پھر طالب غائب ہو گیا پھر طالب کے دو بیٹون نے گواہی دی کہ ہمارے
باپ نے اسکو وکالت سے معزول کر دیا ہی اور مطلوب نے انکی گواہی کا دعوی کیا تو گواہی جائز ہی اور اگر
مطلوب نے انکی گواہی نہ طلب کی تو جبرًا مال وکیل کو دلاؤنگا اور یہی حکم دو اجنبیون کی گواہی کا اس باب مین ہی

پھر اگر مال دیدینے کے بعد طالب آیا اور کہا کہ مین نے اسکو وکالت سے برطرف کر دیا تھا پس اگر دونون گواہ طالب کے دونون بیٹے ہون تو اسکو ضمان لینے کا اختیار نہوگا اور اگر گواہ اجنبی ہون تو معزول ہونا ثابت ہوا اور طالب کو اختیار ہوگا کہ مطلوب سے مال کی ضمان لیوے یہ مبسوط مین لکھا ہے اور اگر طالب کے دونون بیٹون نے اپنے باپ کے آنے سے پہلے یہ گواہی دی کہ ہمارے باپ نے پہلے وکیل کو معزول کر کے اسکو وکیل کیا ہے پس اگر مطلوب نے انکار کیا تو یہ گواہی نہ پہلے کے معزول ہونے اور نہ دوسرے کے مقرر ہونے کسی پر مقبول نہوگی اور پہلا وکیل برقرار رہیگا اور حکم ہوگا کہ مال اسکو دیوے اور اگر مطلوب نے اقرار کیا تو معزول ہونا گواہی سے ثابت ہوگا اور حکم ہوگا کہ مطلوب دوسرے وکیل اقراری کو مال دیدیوے یہ محیط مین لکھا ہے۔ اگر کسی وکیل نے یہ دعوی کیا کہ یہ گھر جو اس شخص کے قبضہ مین ہے میرے موکل کا ہے اور قابض نے دعوے اور وکالت دونون سے انکار کیا پھر قابض کے دو بیٹون نے یہ گواہی دی کہ موکل نے اسکو خصومت کے واسطے وکیل کیا ہے تو مقبول ہوگی یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر وکیل کے دو بیٹون نے یہ گواہی دی کہ موکل نے ہمارے باپ کو معزول کر کے اس شخص کو وکیل قبضہ کیا ہے تو جائز ہے اور اگر یہ دونون گواہ دوسرے وکیل کے بیٹے ہون تو دوسرے وکیل سے وکالت کے باب مین یہ گواہی مقبول نہوگی اور پہلے کے معزول ہونے کے واسطے مقبول ہوگی یہ محیط مین لکھا ہے اگر طالب ایک ذمی ہے اور دو مسلمانون نے یہ گواہی دی کہ اسنے اس مسلمان کو اپنا قرضہ فلان شخص سے وصول کرنے کا وکیل کیا ہے اور مطلوب اقرار کرتا ہے اور دو ذمیون نے یہ گواہی دی کہ موکل نے اس وکیل کو معزول کیا ہے اور اس دوسرے کو وکیل کیا ہے تو یہ گواہی پہلے وکیل مسلمان پر مقبول نہ ہوگی اور اگر پہلا وکیل ذمی ہو تو مقبول ہوگی کذا فی المبسوط

دوسرا باب خریدنے کیواسطے وکیل کرنیکے بیان مین قاعدہ یہ ہے کہ اگر وہ چیز جسکے خریدنے کیواسطے وکیل کیا اس طرح مجہول ہو کہ وکیل سے فرمانبرداری ممکن نہوسکے اور وہ چیز معلوم نہو سکے تو وکالت صحیح نہین ہوسکتی ہے ورنہ صحیح ہے یہ تبیین مین لکھا ہے جہالت تین طرح کی ہوتی ہے ایک جہالت نہایت مرتبہ کی اور وہ جہالت جنس ہے مثلاً کپڑے یا چوپائے یا رقیق کی خرید کیواسطے وکیل کیا تو وکالت صحیح نہین ہے اگرچہ دام بیان کر دیے ہون اور دوسری ادنی مرتبہ کی جہالت اور وہ جہالت نوع ہے مثلاً گدھے یا خچر یا گھوڑے یا کپڑے ہروی یا مروی کے خریدنے کیواسطے وکیل کیا تو وکالت صحیح ہے اگرچہ مول نہ بیان کیا ہو تیسری جہالت درمیانی ہے یعنی نوع اور جنس کے درمیان کی جہالت جیسے غلام یا باندی یا گھر خریدنے کے واسطے وکیل کیا پس اگر دام یا نوع بیان کر دی تو صحیح ہے اور اگر دام یا نوع نہ بیان کی تو صحیح نہین ہے یہ کفایہ مین لکھا ہے۔ اگر ہروی کپڑے یا گھوڑے یا خچر کے خریدنے کیواسطے وکیل کیا تو صحیح ہے خواہ مول بیان کیا ہو یا نہ بیان کیا ہو اور اگر غلام خریدنے کیواسطے وکیل کیا تو جائز ہے بشرطیکہ مول بیان کیا ہو اور اگر مول نہ بیان کیا تو جائز نہین ہے اور اگر کپڑا یا چوپایہ خریدنے کا وکیل کیا تو صحیح نہین ہے اگرچہ مول بیان کر دیا ہو اور یہ سب اسی صورت مین ہے کہ وکالت کی دلالت عموم پر نہو ورنہ اگر وکیل سے کہا کہ جو تیری رائے مین آوے میرے لیے خرید کرے تو وکالت جائز ہے یہ تبیین مین لکھا ہے۔ اسیطرح اگر یہ کہا کہ میرے لیے ہزار درم کے کپڑے یا چوپائے یا کچھ چیزین جو کچھ تیری رائے مین آوے یا تجھے پسند ہو یا جو کچھ تیرے سامنے آوے یا جو تجھے

ملے خریدے تو وکالت صحیح ہی اسیطرح اگر کہا کہ میرے واسطے خریدے مگر ہزار درم سے نہ بڑھانا یا فروخت کر دے یا بضاعت دے تو بھی صحیح ہی کیونکہ وکیل کے سپرد کر دیا یہ کافی مین ہی اسیطرح اگر کہا جو کپڑا تیرا جی چاہے یا جو چوپایہ تیرا جی چاہے یا جو تجھے ملے خرید لے تو صحیح ہی یہ بدائع مین لکھا ہی۔ اور اگر کہا میرے لیے کپڑون یا چوپاؤن کو خرید کر تو صحیح نہین ہی کیونکہ کپڑون کا لفظ جمع ہی اور جہالت عدد مین بہت ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اور اگر کہا کہ میرے واسطے ایک گھر خرید کر تو جبتک موکل نہ بیان کرے صحیح نہین ہی اور بعد بیان ثمن کے اُسی شہر کا گھر مراد ہوگا جسمین وہ دونون ہین اور بعض نے کہا کہ باوجود بیان ثمن کے محلہ بیان کرنا ضرور ہی کذا فی فتاوی قاضیخان اور اگر کہا کہ میرے واسطے ایک گھر کوفہ مین ہزار درم کو خرید کر تو بالاتفاق صحیح ہی اور اگر کہا ایک گھر کوفہ مین فلان موضع مین اور موضع جہان ذکر کیا اس جگہ کا بعض بعض سے قریب ہین تو جائز ہی خواہ ثمن ذکر کیا یا نہ کیا۔ بلخ مین ایک گھر خریدنے کا وکیل کیا اور اسنے بلخ سے خارج خریدا پس اگر موکل شہری لوگون سے ہی تو جائز نہین ہی اور اگر دیہاتی ہی تو جائز ہی یہ بحر الرائق مین ہی اگر کہا کہ میرے لیے ایک گھر شام مین ہزار درم کو خرید تو فاسد ہی کذا فی المحیط اور اگر کہا کہ میرے واسطے ایک دانہ موتی یا یاقوت سرخ رنگ کا نگینہ خرید کر دے اور مول بیان کیا تو جائز نہین ہی اور اگر وکیل نے خریدا تو اسی کا ہوگا نہ موکل کا یہ سراج الوہاج مین ہی اگر گیہون یا کوئی مقداری چیز خریدنے کا وکیل کیا اور مقدار و ثمن کا ذکر نہ کیا تو صحیح نہین ہی اور اگر کوئی پیمانہ معروف ذکر کیا تو صحیح ہی یہ وجیز کردری مین ہی وکیل خرید کو جائز ہی کہ مثل قیمت پر اور اسقدر زیادتی پر کہ جتنا خسارہ اپنے انداز مین لوگ برداشت کر لیتے ہین خریدے اور شیخ الاسلام خواہرزادہ نے فرمایا کہ یہ حکم ان چیزون مین ہین کہ جنکی قیمت شہر والون مین کتنی ہوئی معلوم نہو اور جنکی قیمت شہر والون کو معلوم ہی جیسے روٹی و گوشت وغیرہ مثلاً اگر انمین زیادتی کردی تو موکل کے ذمہ لازم نہوگی خواہ زیادتی قلیل ہو یا کثیر ہو یہ جوہرہ نیرہ مین لکھا ہی اگر کہا کہ میرے واسطے ایک حبشی یا ہندی باندی خرید کر دے اور اسکا ثمن نہ بیان کیا تو صفت مذکورہ کے ساتھ اسکا خرید لینا جائز ہی بشرطیکہ ثمن مثل پر خریدی ہو یہ سراج الوہاج مین ہی اگر دوسرے سے کہا کہ میرے واسطے ایسی ایسی جنس کی ایک باندی خرید دے اور ثمن ذکر نہ کیا تو یہ اس طور سے جائز ہی کہ جیسا لوگون کا معمول اس جنس مین خریدنے کا ہی خرید کرے اور اگر کوئی مبیع کثیر الثمن کہ عام لوگون مین ایسا معاملہ نہین رائج ہی خرید لایا تو موکل پر لازم نہوگی۔ اگر کہا کہ میرے واسطے خز کا کپڑا کوفہ کا خرید دے اور ثمن ذکر نہ کیا تو جائز ہی اسی طرح اگر کہا کہ خز کا کپڑا سو درم کو میرے واسطے خرید دے اور جنس بیان نہ کی تو جائز ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی اگر ایک دیہاتی نے ایک شخص کو وکیل کیا کہ میرے لیے حبشی باندی خرید دے اور ثمن نہ بیان کیا تو وکیل کو اختیار ہے کہ اس قسم کے ثمن مثل پر خرید کر دے کہ جیسے دیہاتی خریدتے ہین اور اگر اس سے بھی تجاوز کیا کہ دیہاتی بھی نہین خریدتے ہین تو جائز نہین ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ ایک دلال کو ہزار درم دیے کہ اسکی چیز خرید دے پس اگر وہ دلال کسی چیز کی خریداری مین مشہور ہی تو یہ وکالت اسی شے سے متعلق ہوگی ورنہ فاسد ہی یہ وجیز کردری مین لکھا ہی خریداری کے وکیل کرنے مین اگر کوئی قید ہو تو بالاجماع اس قید کا لحاظ کیا جاویگا خواہ وہ قید مشتری سے متعلق ہو یا ثمن سے متعلق ہو یہانتک کہ اگر وکیل نے اس قید سے مخالفت کی تو خریداری اسکے ذمہ پڑیگی ولیکن اگر خلاف کرنے مین موکل کی بہتری

ہو تو موکل کو لازم ہوگی۔ اگر کسی وکیل سے کہا کہ میرے واسطے ایسی باندی خرید کر دے کہ مین اس سے وطی کرون یا ام ولد
بناؤن پھر اسنے ایک مجوسی باندی یا موکل کی رضاعی بہن یا مرتد باندی خرید دی تو یہ بیع موکل پر نافذ نہوگی وکیل پر
نافذ ہوگی یہ بدائع مین لکھا ہی اگر کہا کہ میرے واسطے اسقدر دامون کو ایک باندی خرید دے کہ مین اس سے وطی
کرون پس وکیل نے موکل کی عورت کی بہن یا پھوپھی یا خالہ رضاعی یا نسبی خرید دی تو موکل کے ذمہ نہوگی بلکہ
وکیل کے ذمہ پڑیگی اسی طرح اگر شوہر دار باندی یا طلاق بائن یا رجعی یا وفات سے عدت مین بیٹھنے والی باندی خرید دی
تو بھی موکل کے ذمہ لازم نہوگی یہ وجیز کردری و فتاوی قاضیخان مین ہی۔ اگر ایسی باندی خرید دی کہ جسکے رتق کا عارضہ
تھا پس اگر وکیل کو معلوم نہوا تو موکل کے ذمہ ہوگی مگر واپس کرنے کا اختیار ہی اور اگر وکیل کو معلوم تھا تو موکل کے
ذمہ لازم نہوگی اسیطرح اگر وکیل کو معلوم نہ تھا مگر بائع نے اس سے ہر عیب سے براءت کر لی تو بھی موکل کو لازم نہوگی
یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی۔ اگر دوسرے سے کہا کہ میرے واسطے ایک باندی خرید دے کہ مین اس سے وطی کرون
پس وکیل نے ایک لڑکی کہ جو وطی کرنے کے قابل نہین ہی خرید دی تو موکل کے ذمہ لازم نہوگی یہ ذخیرہ مین ہی اور
یہودیہ یا نصرانیہ خرید دی تو موکل کے ذمہ پڑیگی اور صاحبین بھی امام اعظم کے قیاس پر موکل کے ذمہ ہوگی اور اگر ایسی
باندی کی بہن خرید دی جو موکل کے پاس موجود ہی اور موکل نے اس سے وطی کی ہی تو موکل کو لازم ہوگی محیط مین
لکھا ہی۔ اور اگر کہا کہ مجھے دو باندیان خرید دے کہ مین دونون سے وطی کرونگا پس ایک ہی عقد بیع مین دو بہنین
خریدین یا ایک باندی اور دوسری اسکی پھوپھی یا خالہ رضاعی یا نسبی ایک ہی عقد مین خریدین تو ہمارے
نزدیک موکل کو لازم نہونگی اور اگر دو عقد بیع مین خریدین تو ائمہ کے نزدیک موکل کے ذمہ پڑینگی او منتقی مین لکھا ہی کہ اگر
ایسے وکیل نے اسکے واسطے ایک باندی اور اسکی بیٹی خرید دی تو موکل کے ذمہ پڑیگی کیونکہ وہ ایک کی وطی پر فی الحال
قادر ہی اور دوسری اسپر بعد ایک کی وطی کے حرام ہوگی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ اگر کہا کہ میرے واسطے ایک
باندی خدمت کے واسطے خرید دے یا روٹی پکانے کیواسطے خرید دے یا کوئی غلام خدمت کیواسطے یا کسی کام کیواسطے
خرید دے پس اندھی یا دونون ہاتھ کٹی یا دونون پانون کٹی باندی خرید دی تو بالاجماع موکل کے ذمہ نہ پڑیگی یہ سراج الوہاج
مین لکھا ہی۔ اگر اسواسطے وکیل کیا ہی کہ ایک گھوڑا میری سواری کیواسطے خرید دے پس اندھا یا بچہ یا ہاتھ کٹا خرید دیا تو موکل
(یعنی بالفعل سواری ہونیکا ۱۲)
کے ذمہ لازم نہوگا یہ وجیز کردری مین لکھا ہی۔ اگر ایک شخص نے دوسرے کو اسواسطے وکیل کیا کہ ایک باندی مجھے
اسواسطے خرید دے کہ مین اسکو کفارۂ ظہار سے آزاد کرونگا پھر اسنے اندھی یا دونون ہاتھ کٹی یا پانون کٹی خرید دی اور
موکل کو معلوم نہوا تو موکل کے ذمہ ہوگی مگر واپس کر دینے کا اسکو اختیار ہی اور اگر وکیل نے جانکر خریدی تو موکل کے ذمہ
نہ پڑیگی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ اگر موکل نے کہا کہ میرے واسطے ایک ترکی باندی خرید دے اور اسنے حبشی خرید دی
تو موکل کے ذمہ نہوگی اور وکیل کے ذمہ لازم ہوگی یہ بدائع مین لکھا ہی۔ اگر اسواسطے وکیل کیا کہ میرے واسطے ایک یہودی
کپڑا خرید دے کہ مین اسکی قمیص بناؤن پس اسنے اسقدر کپڑا خریدا کہ قمیص نہین بن سکتی ہی تو موکل کے ذمہ لازم نہوگا یہ ذخیرہ
مین لکھا ہی اور اگر وکیل سے خریدنے کو کہا کہ میرے واسطے تین روز کی خیار کی شرط کر لے اور اسنے بدون شرط خیار کے خریدا

تو وکیل کے ذمہ یہ بیع لازم ہوگی یہ بدائع مین لکھا ہے۔ اگر کہا کہ میرے واسطے ہزار درم کو ایک باندی خرید دے یا ایک باندی ہزار درم کو میرے مال سے یا ان ہزار درم سے یعنی اپنے مال کیطرف اشارہ کیا خرید دے تو یہ صورت وکیل بنانیکی ہے اور اگر وکیل نے خریدی تو موکل کے ذمہ لازم ہوگی اور اگر یون کہا کہ باندی ہزار درم کو خرید یا یہ باندی ہزار درم کو خرید تو توکیل نہین ہے اور اگر خریدی تو اسی کے ذمہ پڑیگی نہ کہنے والے کے ذمہ اور اگر دوسرے سے کہا کہ میرے واسطے ایک باندی ان ہزار درم کو خرید اور اشارہ دینارون کیطرف کیا تو یہ وکالت دینارون سے خریدنے کی ہوگی حتی کہ اگر اسنے درمون سے خریدی تو اسی کے ذمہ ہوگی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے۔ وکیل نے اگر جنس کی قید مین مخالفت کی تو یہ خریداری موکل کے ذمہ نہوگی اگرچہ جو کچھ اسنے خریدا ہے اسمین بہتری ہو مثلاً اسنے اپنا غلام ہزار درم پر فروخت کرنے کو کہا اور وکیل نے ہزار دینار کو فروخت کیا تو مخالفت ناجائز ہے اور اگر مخالفت وصف یا قدر مین ہو پس اگر وکیل کے کام مین بہتری ہو تو موکل پر نفاذ[ل] ہوگا اور اگر ضرر ہو تو موکل پر نفاذ نہوگا یہ محیط مین لکھا ہے۔ اور اگر کہا کہ میرے واسطے ایک باندی ہزار درم کو خرید دے پس اسنے ہزار سے زیادہ کو خریدی تو وکیل کے ذمہ پڑیگی نہ موکل کے اور اگر کہا کہ میرے واسطے ہزار درم یا سو دینار کو ایک باندی خرید دے پس اسنے درم یا دینار کے سوائے دوسری چیز کے عوض خریدی تو بالاجماع موکل کے ذمہ نہ پڑیگی اور اگر ہزار درم ادھار پر خریدنے کو کہا اور اسنے نقد ہزار درم کو خریدی تو موکل کے ذمہ پڑیگی[ل] اور اگر ہزار درم نقد کو خریدنے کیواسطے وکیل کیا اور اسنے ہزار درم ادھار پر خریدی تو وکیل کے ذمہ لازم ہوگی یہ ذخیرہ مین ہے اگر ہزار درم کو ایک باندی خریدنے کا وکیل کیا پس اسنے آٹھ سو درم کو خریدی اور ایسی باندی ہزار درم کو آتی ہے تو موکل کے ذمہ پڑیگی یہ ینابیع مین لکھا ہے۔ اگر ایک خاص باندی سو دینار کو خریدنے کیواسطے وکیل کیا پس وکیل نے اسقدر درمون کو خریدی جنکی قیمت سو دینار ہین تو مشہور روایت کے موافق سب کے نزدیک موکل کے ذمہ نہ پڑیگی اور حسن نے امام ابوحنیفہ سے روایت کی کہ موکل کے ذمہ لازم ہوگی یہ حاوی مین لکھا ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کو زید کا غلام خریدنے کے واسطے وکیل کیا پھر اس غلام کا ہاتھ کاٹ ڈالا گیا پھر وکیل نے خرید کیا تو موکل کے ذمہ لازم نہوگا یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہے۔ اگر ایک باندی خریدنے کیواسطے اسکو وکیل کیا اور جنس و ثمن اسکا بیان کر دیا پس اسنے اندھی باندی یا دونون ہاتھ یا دونون پانون کٹی یا لنجی باندی خریدی یا مجنونہ خریدی تو امام اعظم کے نزدیک جائز اور صاحبین کے نزدیک ناجائز ہے اور اگر کانی یا ایک ہاتھ یا ایک پانون کٹی ہوئی خریدی تو بالاتفاق جائز ہے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے اور اگر ایک ہاتھ اسکا کٹا ہے اور دوسری طرف سے اسکا ایک پانون کٹا ہے تو موکل کے ذمہ پڑیگی یہ بدائع مین ہے اگر کہا کہ میرے واسطے ایک قبہ خرید دے تو بالاجماع اندھی یا دونون ہاتھ یا دونون پانون کٹی جائز نہین ہے اور اگر کانی یا ایک پانون کٹی ہوئی خریدی تو بالاجماع موکل کے ذمہ پڑیگی یہ سراج الوہاج مین لکھا ہے۔ اگر باندی خریدنے کیواسطے وکیل کیا اور ثمن و جنس بیان کر دی پس وکیل نے موکل کی ذو رحم محرم خریدی یا ایسی باندی خریدی جسکی نسبت موکل نے قسم کھائی تھی

ل قولہ نفاذ مثلاً ہزار درم کا حکم کیا اور اسنے ڈیڑھ ہزار کو بیچا اور ضرر کی صورت اسکے برعکس ہے ۱۲ منہ

ل ذمہ پڑیگی یعنے اسی کو لینی ہوگی اور یہ بیع اسی پر نافذ ہوگی ۱۲

کہ اگر مین اسکا مالک ہون تو آزاد ہی تو خریدنا صحیح ہی اور وہ آزاد ہو جائیگی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ اگر کسی کو ایک نوخیز صغیر السن عورت کے خریدنے یا فروخت کا وکیل کیا پھر وہ بڑھیا ہو گئی اور وکیل نے خریدی یا فروخت کی تو جائز ہی اسیطرح گائے بکری کا بچہ اگر بڑا ہو جاوے تو یہی حکم ہی کذا فی الظہیریہ والمحیط اگر کہا کہ میرے واسطے ایک خادم ہزار درم کو خرید دے تو یہ غلام و باندی دونون کو شامل ہی کذا فی الذخیرہ **قلت** اردو زبان مین صرف غلام پر بولا جائیگا والمذکور اطلاق العرب۔ اگر اسواسطے وکیل کیا کہ ایک درم کا گوشت خرید دے پس اسنے بھیڑ یا گائے یا اونٹ کا گوشت خریدا تو موکل کے ذمہ ہوگا اور اگر اوجھ یا تلی یا سری یا پایے یا نمک دار گوشت یا چڑیون کا گوشت یا وحشی جانورون کا گوشت یا زندہ بکری یا ذبح کی گئی یا بے صاف کی ہوئی بکری خرید دی تو موکل کے ذمہ نہوگی اور اگر ذبح کی ہوئی صاف بکری خرید دی تو موکل کے ذمہ ہوگی لیکن اگر ثمن قلیل دیا ہو تو نہین یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی۔ اگر یہ حکم دیا کہ ایک درم کا گوشت خرید دے پس اسنے پیٹ یا چکنی کی چربی خرید دی یا چکنی کا حکم دیا تھا اور اسنے چربی خرید دی یا چربی کا حکم دیا تھا اور اسنے چکنی خرید دی تو موکل کے ذمہ لازم نہوگی یہ سراج الوہاج مین ہی اور اگر گوشت خریدنے کیواسطے وکیل کیا اور اسنے بھنا ہوا یا پکا ہوا خرید دیا تو موکل کو لازم نہوگا لیکن اگر مسافر سرایے مین اترا ہو تو اسی پر محمول ہی اور ایک درم کی مچھلی خریدنے کا وکیل کیا تو یہ وکالت بڑی تازی مچھلی سے متعلق ہی اور اگر سری خریدنے کا حکم کیا تو صرف بکری کی سری پر محمول ہی نہ گائے و اونٹ وغیرہ پر اور بھنی ہو نہ کچی پر یہ سراج الوہاج مین ہی **قلت** اردو اطلاق مین بھیڑی و بکری دونون کو شامل ہی اور کچی پر محمول ہی الا یہ کہ کسی خاص مقام کا رواج مثل مذکورہ کتاب کے ہو واللہ اعلم۔ انڈے خریدنے کے واسطے وکیل کرنے مین صرف خاص مرغی کے انڈے مراد ہونگے یہ فتاوی قاضیخان مین ہی اور اگر دودھ خریدنے کے واسطے وکیل کیا تو جو دودھ شہر مین متعارف ہو بکری گائے بھینس وغیرہ کا مراد ہوگا اور یہی حکم چربی کا ہی اور اگر سب دودھ برابر بکتے ہون یعنی سب متعارف ہون تو سب پر محمول ہوگا یہ حاوی مین لکھا ہی اور اگر تیل خریدنے کا وکیل کیا تو ہر تیل پر جو بازار مین بکتا ہی محمول ہی اور یہی حکم فواکہ کا ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ اگر کسی کو درم دیکر طعام خرید دینے کا حکم کیا تو کتاب امام محمد مین لکھا ہی کہ گیہون اور اسکا آٹا مراد ہوگا اور شیخ الاسلام خواہر زادہ نے فرمایا کہ اگر درم اسقدر زیادہ ہون کہ انسے گیہون ہی خریدے جایا کرتے ہین تو آٹے اور روٹی پر عمل نہ کیا جائیگا اور اگر تھوڑے ہون کہ اُن سے آٹا یا گیہون نہین خریدے جاتے ہین تو فقط روٹی مراد ہوگی اور اگر اوسط درجہ مین ہون تو گیہون اور آٹا مراد ہوگا نہ روٹی اور مشائخ نے فرمایا کہ یہ انکے عرف کے موافق ہی و لیکن ہمارے عرف مین طعام کا لفظ پختہ چیز پر مثل گوشت پختہ یا بھنتے ہوے کے یا جو روٹی کے ساتھ کھایا جاتا ہی بولتے ہین یہ فتاوی قاضیخان مین ہی اور صدر الشہید نے فرمایا کہ اسی پر فتوی ہی اور اگر اسکو درم نہ دیے اور کہا کہ طعام خرید دے تو موکل کے ذمہ نہ پڑیگا کیونکہ اسنے کیلی چیز خریدنے کا حکم کیا اور مقدار نہ بتلائی تبیین مین لکھا ہی اگر کبش[1] خریدنے کا حکم کیا اور اسنے نعجہ خریدی تو موکل اسکا مالک نہوگا اور اگر عناق خریدنے کا وکیل کیا اور اسنے جدی خریدی تو موکل کی نہوگی یہ بدائع مین ہی اگر گھوڑا یا برذون خریدنے کا وکیل کیا اور ثمن

[1] کبش و نعجہ مین نر مادہ کا فرق ہے اور عناق و جدی مین بڑے چھوٹے کا اور مقدمہ دیکھو ۱۲

بیان کر دیا پس وکیل نے گھوڑون یا بر ذونون کی مادہ خرید دی تو شہری موکل پر نافذ نہوگی اور دیہاتیون کیواسطے جو مادیان پالتے ہین نافذ ہوگی اور خچرون مین اگر مادہ خرید دے تو شہری و دیہاتی دونون موکلون کیواسطے جائز ہے مگر اسکے موکل نے نہ کہا اور وکیل نے مخالفت کر کے مادہ خرید دی یا بالعکس تو البتہ ناجائز ہے یہ سراج الوہاج مین ہے اور بقر کی وکالت اور بروایۃ الجامع بقرہ کی وکالت نر و مادہ دونون پر واقع ہوگی اور یہی صحیح ہے **قال المترجم** اُردو مین گائے کے نام سے مادہ اور بیل کے نام سے نر مراد ہوگا نہ مادہ واللہ اعلم دجاج نر و مادہ دونون کو شامل ہے اور دجاجہ یعنے مرغی صرف مادہ پر بولی جائیگی اور بعیر کی وکالت صرف اونٹ پر اور ناقہ کی وکالت صرف اونٹنی پر واقع ہوگی اور بقر کی وکالت جاموس یعنی بھینس پر واقع نہوگی اگرچہ جاموس اسی جنس سے ہے کذا فی البدائع اگر کسی فالیزی نے دوسرے کو ایک گدھا خریدنے کا وکیل کیا اور اسنے سواری کا خچر جو شہر والون کے کام آتا ہے اور نکام کاج مین نہین چلایا جاتا ہے خرید دیا تو موکل کے ذمہ نہوگا پس اگر ثمن تبلا دیا اور وکیل نے اس ثمن سے ایک گدھا خریدا کہ جسکی قیمت ثمن کے برابر یا کم ہے یا اسقدر زیادہ ہے کہ جسقدر خسارہ لوگ اسمین اٹھا لیتے ہین تو موکل کے ذمہ ہوگا اور اگر اسکے برخلاف ہو تو وکیل کے ذمہ پڑیگا یہ سراج الوہاج مین لکھا ہے اور اگر قربانی کے جانور خریدنے کا وکیل کیا تو یہ وکالت ایام قربانی تک مقید ہوگی یعنی ان تین دن تک خرید دیا تو موکل کا ہے ورنہ وکیل کا ہے اور کوئلہ اور برف خریدنے کی وکالت اسی سال کے اپنے اپنے موسم کے ساتھ مقید ہوگی یعنی برف مثلاً گرمیون کے دنون تک ہوگا اور اگر دوسرے سال اسکے موسم مین خرید دیا تو جائز نہین ہے اور اگر قربانی کی گائے سیاہ خریدنے کا وکیل کیا اور اسنے سپید یا سرخ خرید دی تو موکل کے ذمہ پڑیگی اور اگر مادہ گائے کا حکم کیا اور اسنے نر خرید دیا تو نہین اور یہی حکم بکری کا ہے اور اگر صرف بقر کا لفظ کہا اور بقر مادہ نہ کہا تو موکل کے ذمہ پڑیگی اور اگر سینگون دار مینڈھا قربانی کیواسطے خریدنے کا حکم کیا اور اسنے بے سینگون والا خرید دیا تو موکل کے ذمہ نہوگا یہ وجیز کردری مین لکھا ہے ایک شخص کو درم دیکر حکم کیا کہ اسکے گیہون بونے کیواسطے خرید دے اور اسکو درم دیدیے تاکہ بو دیوے پس وکیل نے گیہون خریدے مشائخ نے فرمایا کہ اگر اسنے گیہون بونے کے دنون مین خریدے اور انکو بے وقت بویا تو خریداری موکل کے ذمہ ہوگی اور وکیل پر اسیقدر گیہون لازم ہونگے اور اگر وکیل نے بے وقت گیہون خریدے تو اسنے اپنے واسطے خریدے اور موکل کے درم اسکو واپس دے یہ فتاوی قاضیخان مین ہے۔ اگر کسی کو اپنے واسطے ایک گدھا خریدنے کا حکم کیا تو یہ حکم ایسے گدھے کی نسبت سمجھا جاتا ہے جسپر حکم دینے والا سوار ہوتا ہے پس اگر حکم دینے والا مثلاً قاضی ہو اور وکیل نے دم کٹا اور کان کٹا خچر خرید دیا تو جائز نہین ہے اور اگر فالیزی ہو تو جائز ہے یہ خزانۃ المفتین مین لکھا ہے اگر حبشی غلام خریدنے کا کوئی شخص وکیل ہوا اور اسنے غلام کے دام اپنے صرف مین کر لیے اور غلام اپنے پاس سے خرید دیا تو غلام وکیل کا ہوگا اور یہی مختار ہے اور اگر غلام خرید کر موکل کو دیدیا پھر بائع کو وہ دام اپنے خرچ مین لانے کے بعد دوسرے درم ادا کر دیے تو جائز ہے یہ خلاصہ مین لکھا ہے۔ اگر کسی کو ایک خاص گھر خریدنے کا وکیل کیا پس اسنے آدھا خریدا پھر موکل نے باقی آدھا خریدا تو وکیل کا آدھا موکل کے ذمہ لازم نہین ہو سکتا ہے اور اگر موکل نے پہلے آدھا گھر خریدا پھر باقی آدھا وکیل نے خرید دیا تو جائز ہے پھر اگر

وہ آدھا جو موکل نے پہلے خریدا تھا استحقاق ثابت کر کے لیلیا گیا تو ہسکو اختیار[1] ہوگا کہ باقی آدھا وکیل کا خریدا ہوا واپس کر دے اور اگر موکل سب گھر مول لیوے پھر آدھا استحقاق میں لیا جاوے تو باقی واپس کر سکتا ہے یہ فتاوی قاضیخان میں لکھا ہے اگر کسی خاص غلام کے خریدنے کا وکیل کیا گیا اور اسنے آدھا خرید کیا تو خرید موقوف رہیگی اگر خصومت سے پہلے اسنے باقی آدھا بھی خرید دیا تو ہمارے اصحاب ثلثہ کے نزدیک موکل کے ذمہ لازم ہوگا اور اگر موکل نے وکیل سے خصومت کی اور وکیل نے ہنوز باقی نہین خریدا ہے اور قاضی نے وکیل کے ذمہ لازم کیا پھر وکیل نے باقی خریدا تو بالاجماع وکیل کے ذمہ پڑیگا اور یہی حکم ہر چیز مین ہے جسکے ٹکڑے کرنے مین ضرر یا عیب آجاتا ہے جیسے باندی غلام کپڑا وغیرہ اور اگر ایسی چیز کے خریدنے کا وکیل کیا کہ جسکے ٹکڑے کرنا ضرر یا عیب نہین ہے پس وکیل نے آدھی چیز خریدی تو موکل کے ذمہ لازم ہوگی اور باقی کے خریدنے کے وقت تک توقف نہوگا مثلاً سو درم ایک کر گیہون کیواسطے دیے اور وکیل نے آدھا کر پچاس درم کو خرید دیا تو جائز ہے اور اگر ایک ہزار درم دو غلامون کے خریدنے کیواسطے دیے پس ایک پانچسو درم کو خریدا تو بالاجماع موکل کے ذمہ لازم ہوگا اسیطرح اگر ایک جماعت غلامان کے خریدنے کیواسطے وکیل کیا اور اسنے ایک خریدا تو بھی یہی حکم ہے یہ بدائع مین لکھا ہے۔ اور اگر دو معین غلامون کے خریدنے کے واسطے وکیل کیا کہ ہزار درم کو خرید دے پھر اسنے ایک غلام چھ سو درم کو خریدا تو موکل کو لازم نہوگا بشرطیکہ ہزار کے حصہ سے زیادہ کو خریدا ہو اور اگر موافق حصہ کے یا کم پر خریدا ہو تو موکل کے ذمہ لازم ہوگا اور اگر باقی غلام باقی دامون کو خرید دیا تو دونون موکل کو لینے پڑینگے یہ حاوی مین لکھا ہے۔ ایک شخص کو ایک گھر ہزار درم پر خریدنے کیواسطے حکم کیا پس وکیل نے ایسے گھر کا آدھا خریدا جسکا موکل اپنے بھائی کے ساتھ وارث ہوا تھا تو جائز ہے یہ خزانۃ المفتین مین لکھا ہے اگر ایک شخص کو حکم کیا کہ غیر مقسوم گھر کا آدھا ہزار درم کو میرے واسطے خرید دے پس مشتری نے خرید کیا اور بائع کے ساتھ بٹوارہ کر لیا تو خرید جائز ہے اور قسمت باطل ہے اور اگر ایسی چیز مین وکالت ہو جو ناپی یا تولی جاتی ہے تو خریدنا اور بانٹنا سب جائز ہے یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے۔ اگر کسی نے ایک دار خریدنے کیواسطے وکیل کیا پس اسنے ایسا دار جسمین عمارت نہ تھی خرید لیا تو جائز ہے اسواسطے کہ دار میدان زمین کا نام ہے اور یہ حکم اس صورت مین ہے کہ ایسا میدان خریدا جو دراصل بنا ہوا تھا پھر خراب ہو گیا اور میدان ہو گیا اور اگر ایسا میدان خریدا جسپر کبھی عمارت ہی نہ تھی تو جائز نہین ہے کیونکہ وہ دار نہین کہلاتا ہے **قلت** اور ہمارے عرف کے موافق دونون صورتون مین موکل کے ذمہ لازم نہوگا کیونکہ میدان ہمارے عرف مین کسی صورت مین دار نہین کہلاتا ہے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے اگر دس رطل گوشت ایک درم کو خریدنے کیواسطے وکیل کیا اور اسنے بیس رطل ایک درم کو خریدا حالانکہ ویسا گوشت دس رطل ایک درم کو بکتا ہے تو امام اعظم کے نزدیک اسمین سے دس رطل آدھے درم کو موکل کو لینا پڑیگا اور اگر اس گوشت کے دس رطل ایک درم کو نہ بکتے ہون تو بالاجماع کل گوشت وکیل کو لینا پڑیگا اور صاحبین نے کہا کہ بیسون رطل موکل کو لازم ہونگے یہ سراج الوہاج مین ہے ایک شخص کو ایک کھرا درم دیکر حکم کیا کہ اسمین سے کچھ کی روٹی اور کچھ کا گوشت خرید دے تو مشائخ نے فرمایا کہ اس صورت مین حیلہ یہ ہے کہ قصاب سے کہے کہ تو اپنے واسطے آدھے درم کی روٹی خرید لا پھر یہ وکیل اس سے آدھے درم کی روٹی اور آدھے درم کا گوشت خرید کر کے پورا درم اسکو دیدے یا روٹی والے کو آدھے درم کا گوشت اپنے واسطے خریدنے کا حکم کرے پھر

[1] قولہ اختیار کیونکہ وکیل کی خرید مثل موکل کے ہے اور اگر موکل سب گھر خرید دے الخ ۱۲

اسی طور سے اس سے خریدلے یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی۔ ایک شخص نے دس درم کو ایک ہروی کپڑے کے خریدنے کے واسطے دوسرے کو وکیل کیا اور اسنے دو ہروی کپڑے دس درم مین خریدے کہ ہر ایک دس درم کا ہوتا ہی تو امام اعظم کے نزدیک کوئی دونون مین سے موکل کو لینا لازم نہوگا[1] اور اگر اسکو کسی خاص کپڑے معین کے خریدنے کا حکم کیا اور باقی مسئلہ یہی ہی تو موکل کو وہ کپڑا اپنے حصہ ثمن کے عوض لازم ہوگا اور اگر کسی خاص گیہون کے خریدنے کا حکم کیا ہو تو بھی یہی حکم ہی یہ جیز کردری مین لکھا ہی۔ کلیہ قاعدہ یہ ہی کہ ان مسائل مین جبکو کسی چیز کے خریدنے کا حکم کیا گیا ہی اگر اسکو ثمن اشارہ کرکے اور نام لیکر دونون طرح بتلایا اور مشار الیہ اسکے برخلاف نکلا جو اسنے نام لیا تھا پس یا تو دونون مشار الیہ کے حال سے جاہل تھے یا ایک جاہل تھا یا دونون واقف تھے مگر ہر ایک دوسرے کے واقف ہونے سے خبردار نہ تھا یا دونون خبردار تھے پس پہلی تین صورتون مین وکالت اس قسم سے متعلق ہوگی جو ثمن اسنے نام رکھکر بتلایا ہی تاکہ دونون یا ایک فریب سے بچ جاوے اور چوتھی صورت مین مشار الیہ سے متعلق ہوگا کیونکہ اشارہ مین پہچان بادرہ ہوتی ہی اور اگر مشار الیہ وہی جنس ہو جو اسنے نام لیا ہی تو وکالت مشار الیہ سے متعلق ہوگی لیکن اگر اسمین وکیل کا ضرر ہو مثلاً بدون اسکی (اور کچھ قریب موجود نہین ۱۲) رضامندی کے ثمن اسکے ذمہ متقرر ہوا جاتا ہو تو ایسا نہوگا دوسرے سے کہا کہ میرے واسطے ایک باندی بعوض اسکے جو اس تھیلی مین ہی ہزار درم سے خریدے اور تھیلی وکیل کو دیدی اسنے ہزار درم کو ایک باندی خریدی پھر تھیلی کو جو دیکھا تو اسمین ہزار دینار یا ہزار پیسے نکلے یا نوسو درم نکلے تو یہ خرید موکل کے ذمہ ہوگی اگر دونون ناواقف تھے کہ تھیلی کے اندر کیا ہی یا ایک ناواقف تھا یا دونون واقف تھے مگر ہر ایک یہ نہین جانتا تھا کہ دوسرا جانتا ہی اسی طرح اگر وکیل نے تھیلی کی چیز کو دیکھکر باندی خریدی تو بھی خرید موکل کے ذمہ ہوگی کیونکہ وکالت جب پائی گئی تو اس سے متعلق ہوئی تھی جو اسنے نام لیا تھا یعنی ہزار درم سے اسی طرح اگر تھیلی مین ڈیڑھ ہزار درم نکلے اور موکل نے باندی ہزار درم کو خریدی تو موکل کے ذمہ پڑیگی اسی طرح اگر یون کہا کہ میرے لیے ایک باندی ہزار درم کو نقد بیت المال[2] سے جو اس تھیلی مین ہی خریدے پس موافق حکم کے اسنے خریدی پھر جو دیکھا تو تھیلی مین ہزار درم غلہ کے نکلے یا یون کہا کہ میرے واسطے ہزار درم غلہ کے عوض جو اس تھیلی مین ہی خریدے اور اسنے اسیطرح خریدی پھر جو دیکھا تو ہزار درم نقد بیت المال تھیلی مین نکلے تو بھی خریداری موکل کے ذمہ لازم ہوگی یہ محیط مین لکھا ہی اگر موکل نے ہزار درم وکیل کے سامنے تول دیے اور وکیل دیکھ رہا تھا اور کہا کہ ان سو دینار کے عوض میرے واسطے ایک باندی خرید دے پس وکیل نے موافق بیان موکل کے باندی خریدی تو خریداری اسکی ذات کیواسطے ہوگی اور اگر انھین درمون کے عوض خریدی تو موکل کے ذمہ پڑیگی اور اگر وکیل کو اسنے ایک تھیلی حوالہ کی اور کہا کہ میرے واسطے ایک باندی ان ہزار درم کو جو اس تھیلی مین ہین خرید دے پھر تھیلی مع جو کچھ اسمین تھا وکیل کے ہاتھ سے تلف ہوگئی پھر وکیل نے ہزار درم کو ایک باندی موکل کیواسطے خریدی اور دونون نے باہم ایک دوسرے کی تصدیق کی کہ یہ درم ستوق یا رصاص تھے تو خریداری موکل کے ذمہ ہوگی اور یہ اس صورت مین ہی کہ دونون تھیلی دینے کے وقت ناواقف تھے کہ اسمین کیا ہی یا ایک نہین واقف تھا یا دونون واقف تھے مگر ایک کو دوسرے کے وقوف کا علم نہ تھا اور اگر دونون واقف تھے کہ اسمین کیا ہی اور ہر ایک کو دوسرے کے جاننے کا وقوف تھا تو وکالت مشار الیہ کے

---

[1] کیونکہ ترجیح ممکن نہین ۱۲ [2] قولہ نقد بیت المال وہ کھرا بے میل نقد ہوتا ہے اور غلہ مین کھرے کھوٹے ملے جلے ہوتے ہین ۱۲

ساتھ متعلق ہوگی یہانتک کہ اگر اسنے مشار الیہ کے تلف ہونیکے بعد خریدی تو خریداری اسکی ذات کیواسطے ہوگی اور اگر دونون مین سے ایکنے اپنے جاننے سے انکار کیا یا دوسرے کے وقوف سے خبردار ہونے سے انکار کیا تو اسی کا قول لیا جائیگا اور اگر دونون نے آپس میں سے کہا کہ درم زیوف یا نبہرہ تھے اور باقی مسئلہ اپنے حال پر ہے پس اگر دونون کو تھیلی دینے کے وقت وقوف نہوا یا صرف ایکنے جانا یا دونون نے جانا مگر ہر ایک کو دوسرے کے وقوف سے آگاہی نہ تھی تو خریداری وکیل کے ذمہ پڑیگی اور اگر زیوف درم موکل کے پاس بعینہ قائم ہون پھر اسنے ایک باندی ہزار درم کھرے دیکر خریدی تو خریداری موکل کے ذمہ ہوگی لیکن اگر دونون نے تھیلی دینے کے وقت جانا اور ہر ایک کو دوسرے کے جاننے کی خبر ہے تو وکالت مشار الیہ سے متعلق ہوگی اور اگر بعد تلف ہونے مشار الیہ کے اسنے باندی خریدی تو وکیل کے ذمہ پڑیگی یہ ذخیرہ مین لکھا ہے دوسرے سے کہا کہ یہ غلام خریدلے اور مال دیدیا تو عرف مین وہ وکیل کرتا ہے اگرچہ اسنے یہ نہ کہا کہ میرے واسطے خریددے یا اس مال کے عوض خریدیے اور وکیل کو اپنے واسطے خریدنا روا نہین ہے اور اگر اپنے واسطے نیت کرلی تو بھی موکل کیواسطے ہوگا یہ تتمہ مین لکھا ہے۔ اگر کسی غلام معین یا باندی معین کی خریداری کیواسطے وکیل کیا پس وکیل نے بعینہ مکیل و موزون کے عوض یا کسی اسباب کے عوض خریدا تو بلا خلاف جائز نہین ہے اور اگر مکیل یا موزون غیر معین کے عوض خرید کیا تو یہ صورت کتاب الاصل مین مذکور نہین ہے اور مشائخ نے اسمین اختلاف کیا ہے یہ محیط مین ہے اگر کسی نے دوسرے کو کسی خاص غلام کے خریدنے کیواسطے کسیقدر دامون معین کے عوض حکم کیا اور وکیل نے وکالت قبول کرلی پھر خریداری کے وقت گواہ کرلیے کہ مین اپنے واسطے خریدتا ہون پھر غلام کو مثل اس ثمن مسمی کے عوض خریدا تو وہ موکل کیواسطے ہوگا اور اگر اس ثمن سے زیادہ کو یا دوسری جنس ثمن کے عوض خرید کیا تو اسی کیواسطے ہوگا اور اگر اس وکیل نے دوسرے کو خریدنے کا وکیل کیا اور اسنے خریدا تو بھی پہلے موکل کا ہوگا دوسرے کیواسطے نہوگا اور یہ حکم اسوقت ہے کہ دوسرے وکیل نے وکالت بدون پہلے موکل کی موجودگی کے قبول کی ہو اور اگر پہلا موکل موجود ہے پس اگر دوسرے موکل نے کوئی دوسرا ثمن بیان کیا مثلاً پہلے نے ہزار درم پر خریدنے کو کہا اور دوسرے نے سو دینار پر خریدنے کو بیان کیا اور دوسرے وکیل نے سو دینار کو خریدا تو دوسرے موکل کیواسطے ہوگا یہ ذخیرہ مین لکھا ہے اور اگر موکل نے کسی معین غلام کے خریدنے کا حکم کیا اور ثمن بیان نہ کیا پس اگر وکیل نے درم یا دینار سے خریدا تو موکل کیواسطے ہوگا اگرچہ اپنے لیے نیت کی یا تصریح کردی ہو اور اگر سوائے درم و دینار کے اور کسی چیز کے عوض خریدا تو ہمارے علما کے نزدیک اسی کیواسطے ہوگا اور اگر وکیل نے کسی دوسرے کو اسی شے کے خریدنے کا وکیل کیا پس اگر دوسرے وکیل نے اسکو پہلے وکیل کیواسطے خریدا تو پہلے کیواسطے ہوگا اور مشائخ نے فرمایا کہ پہلے کیواسطے ہونے کی اس صورت مین یہی صورت ہوسکتی ہے کہ پہلا وکیل دوسرے سے یہ کہدے کہ یہ میرے واسطے خریدکر یا یہ خریدکر اور اگر یون کہا کہ میرے موکل فلان کیواسطے خریدکر اور دوسرے وکیل نے خریدا تو دوسرے وکیل کیواسطے ہوگا نہ پہلے وکیل کیواسطے اور اگر پہلے وکیل نے دوسرے کے حضور مین خریدا پس اگر مثل اس ثمن کے عوض خریدا جو پہلے توکیل مین ہے یا اس سے کم پر خریدا تو یہ خریداری پہلے موکل کے واسطے ہوگی اور اگر پہلے ثمن سے زائد پر یا دوسری جنس کے عوض خریدا تو پہلے وکیل کیواسطے ہوگی اور اگر پہلے موکل نے اپنے وکیل سے کہا تھا کہ اپنی رائے سے کام کر پس پہلے نے دوسرے کو وکیل کیا اور اسنے پہلے کی غیبت مین مثل ثمن مذکور کے عوض خریدا تو پہلے موکل کیواسطے

ہوگا پہلے وکیل کیواسطے نہوگا یہ محیط مین لکھا ہو کسی نے دوسرے سے کہا کہ میرے واسطے فلان شخص کی باندی خریدے
اسنے ہان یا نہین کچھ نہ کہا اور جا کر خرید لی پس اگر کہا کہ مین نے موکل کے لیے خریدی تو اسکے لیے ہوگی اور اگر کہا کہ اپنے
لیے خریدی تو اپنے لیے ہوگی اور اگر کہا کہ مین نے خریدی اور موکل کے لیے یا اپنے لیے کچھ نہ کہا پھر کہا کہ فلان موکل
کے لیے خریدی ہو پس اگر یہ قول باندی کے ہلاک ہونے یا اسمین عیب پیدا ہونے سے پہلے کہا تو تصدیق کیجائیگی اور اگر ہلاک
یا عیب پیدا ہونے کے بعد کہا تو تصدیق نہ کیجائیگی یہ خلاصہ مین ہو کسی شے معین کے خریدنیکے وکیل نے اگر اسکو خریدا پھر موکل
نے اسکے بعد خواہش نہ کی تو بیع لازم ہوگی اور واپس نہو سکیگی یہ جواہر الفتاوی مین ہو۔ ایک شخص کو حکم دیا کہ فلان غلام میرے
اور اپنے درمیان مشترک خریدے لیس وکیل نے کہا کہ اچھا پھر وکیل نے جا کر خریدا اور گواہ کر لیے کہ مین نے اپنے ہی واسطے خریدا ہو تو موافق
شرط کے دونون مین مشترک ہوگا یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہو۔ ایک نے دوسرے سے کہا کہ فلان شخص کا غلام میرے اور اپنے
درمیان مشترک خریدے پھر وکیل نے کہا کہ اچھا پھر دوسرے شخص نے وکیل سے ملکر یہی کہا اور وکیل نے قبول کر لیا پھر تیسرا شخص
وکیل سے ملا اور اسنے بھی مثل پہلے کے اس سے کہا اور اسنے قبول کر لیا پھر وکیل نے وہ غلام خریدا پس اگر تیسرے کی وکالت
کو وکیل نے دونون پہلے موکلون کے سامنے قبول کیا تھا تو یہ غلام وکیل اور تیسرے کے درمیان مشترک ہوگا اور پہلے دونون کو
کچھ نہ ملیگا اور اگر بدون پہلے دونون کی موجودگی و علم کے خریدا تو فقط پہلے دونون مین نصف نصف مشترک ہوگا یہ ذخیرہ مین ہو
اور اگر ایک معین غلام کو پانچسو درم کو خریدنے کیواسطے وکیل کیا پھر وکیل نے دوسرے غلام کے ساتھ اسکو ملا کر ہزار درم کو
ایک ہی صفقہ مین خریدا تو امام اعظم کے نزدیک دونون وکیل کے ہونگے اور موکل کے ذمہ کوئی لازم نہوگا اور صاحبین نے
فرمایا کہ موکل کے ذمہ دونون مین وہ ہوگا جسکو اسنے معین کر دیا تھا بشرطیکہ اسکا حصہ ثمن پانچسو درم یا کم ہوا اور یہ اختلاف
اسوقت ہو کہ موکل نے وکیل کرتے وقت ثمن بیان کر دیا ہوا اور اگر بیان نہ کیا ہو تو بالاجماع جائز ہو بشرطیکہ جو غلام موکل
کیواسطے خریدا ہو اسکا حصہ ثمن اسکی قیمت کے مساوی یا اتنا زائد ہو کہ جسقدر خسارہ ایسے معاملہ مین لوگ برداشت
کر لیتے ہین یہ سراج الوہاج مین لکھا ہو۔ اگر کسی شخص کو وکیل کیا کہ میرے واسطے فلان شے معین اسقدر ثمن کو خریدے
اسنے اسی قدر ثمن کو خریدی یہانتک کہ خرید موکل کیواسطے ہو گئی پھر اسمین کوئی عیب پا کر بائع کو واپس کر دی پھر چاہا کہ
اپنے واسطے خریدے پس اگر واپس کرنا قبضہ کے بعد بحکم قاضی یا قبضہ سے پہلے بحکم قاضی یا بدون حکم قاضی کے ہوا تو وکیل اپنے واسطے
نہین خرید سکتا ہو ہان اگر دوسری جنس کے عوض خریدے یا اس ثمن سے کچھ زیادہ دیکر خریدے تو ہو سکتا ہو اور اگر واپس
کرنا قبضہ کے بعد بدون حکم قاضی کے ہوا تو اپنے واسطے جس ثمن سے چاہے خرید لے یہ ذخیرہ مین لکھا ہو۔ ایک
شخص نے دوسرے کو ایک خاص چیز ہزار درم کو خریدنے کیواسطے وکیل کیا اور اسنے ایک ہزار ایکسو درم کو خریدا پھر
بائع نے سو درم ثمن مین سے کم کر دیے تو غلام مشتری کا ہوگا یہ بحر الرائق مین لکھا ہے

فصل غیر معین چیز خریدنے کیواسطے وکیل کرنے اور وکیل و موکل مین اختلاف ہونیکے بیان مین۔ ایک نے دوسرے
کو ایک غلام خریدنے کیواسطے وکیل کیا اور ایک دوسرے موکل نے بھی اسکو اسی واسطے وکیل کیا اور دونون نے اسکو دام
دیدیے پس اسنے ایک غلام خریدا اور کہا کہ مین نے فلان شخص کی نیت سے اسکو خریدا ہو تو اسکا قول مقبول ہوگا۔ دو شخصون مین سے

ہر ایک نے ایک شخص کو ایک خاص غلام مین آدھا خریدنے کیواسطے وکیل کیا پس اُسنے خریدا اور دونون ثمن ایک ہی جلس کے ہین اور اسنے کہا کہ مین نے فلان کیواسطے نیت کی ہی تو اسکا قول لیا جائیگا اور اگر ثمن دو جنسون سے ہو مثلاً ایک سے ہزار درم کو اور دوسرے نے سو دینار کو خریدنے کیواسطے وکیل کیا پس وکیل نے آدھا غلام سو دینار کو درم والے موکل کی نیت سے خریدا تو خریداری وکیل کی ذات کیواسطے ہوگی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اگر غیر معین چیز کے خریدنے کیواسطے وکیل کیا پس اسنے کوئی غلام خریدا پس یا تو عقد بیع مین ثمن معین کیطرف اضافت[1] کی یا مطلق ثمن بیان کیا پس اگر ثمن معین بیان کیا تو مبیع اس ثمن والے کو ملیگی اگرچہ نیت اسکی برخلاف ہو اور اگر مطلق ثمن بیان کیا پس یا تو نقد دینا قرار پایا یا ادھار میعادی ہی پس اگر نقد فی الحال ہی تو اس صورت مین یا کسی کیواسطے نیت کرنے کا یا عدم نیت کا دونون نے سچا اقرار کیا یا دونون نے اختلاف کیا پس اگر کسی کیواسطے نیت کرنے کا دونون نے اقرار کیا تو مبیع اُسی کو ملیگی اور اگر نیت مین اختلاف کیا تو جسکا مال نقد دیا ہی اسی کیواسطے ہوگی اور اگر عدم نیت پر اتفاق کیا تو امام محمدؒ کے نزدیک عقد کرنیوالے کو ملیگی اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک مال جو ادا کیا ہی وہی[2] حاکم ہو جائیگا پس جسکا مال ادا کیا اسی کو ملیگی اور اگر ثمن میعادی ہو تو مبیع وکیل کو ملیگی اگر کسی غیر معین غلام کے خریدنے کا وکیل کیا اور وکیل نے غلام کو خریدا کہ اسکو موکل نے کبھی دیکھا ہی اور وکیل نے دیکھا نہین ہی تو وکیل کیواسطے خیار رویت باقی رہیگا اور اگر غیر معین غلام خریدنے کا وکیل کیا گیا پس اسنے ایسا غلام خریدا کہ جسکو اسنے دیکھا ہی تو وکیل و موکل دونون کیواسطے خیار رویت حاصل نہوگا یہ محیط مین ہی کسی نے ہزار درم کو ایک باندی خریدنے کیواسطے وکیل کیا اور دام دیدیے پس وکیل نے خریدی اور موکل نے کہا کہ تونے پانچسو درم کو خریدی ہی اور وکیل نے کہا کہ مین نے ہزار درم کو خریدی ہی تو وکیل کا قول لیا جائیگا بشرطیکہ باندی ہزار کی قیمت کی ہو اور اگر پانچسو درم قیمت کی ہو تو موکل کا قول معتبر ہوگا اور اگر موکل نے اسکو دام نہین دیے ہین اور باقی مسئلہ اپنے حال پر ہی تو موکل کا قول لیا جائیگا اور باندی وکیل کے ذمہ پڑیگی مگر پہلے دونون ایک دوسرے کے دعوے پر قسم کھائینگے یہ کافی مین لکھا ہی اور اگر کسی معین باندی خریدنے کیواسطے وکیل کیا پس اسنے خریدی پھر وکیل اور موکل مین اختلاف پڑا وکیل نے کہا کہ تونے ہزار درم کو خریدنے کیواسطے وکیل کیا تھا اور مین نے تیرے حکم کے موافق خریدی اور موکل نے کہا کہ مین نے پانچسو درم کو خریدنے کیواسطے حکم کیا تھا اور تونے ہزار درم کو اپنے واسطے خریدی ہی تو موکل کا قول معتبر ہوگا اور باہم دونون سے قسم نہ لیجائیگی یہ محیط مین لکھا ہی اگر خاص اس غلام کے خریدنے کیواسطے وکیل کیا اور ثمن نہ بیان کیا پس وکیل نے خریدا پس وکیل نے کہا کہ مین نے ہزار درم کو خریدا ہی اور بائع نے اسکی تصدیق کی اور موکل نے کہا کہ پانچسو درم کو خریدا ہی تو دونون سے قسم لیجائیگی اور اسی کو شیخ ابو منصورؒ نے اختیار کیا ہی اور بعض نے کہا کہ قسم نہ لیجائیگی اور اسی کو فقیہ ابو جعفرؒ نے اختیار کیا ہی اور ظاہر اپہلا ہی قول صحیح ہی یہ کافی مین ہی۔ ایک شخص نے دوسرے کو اپنے لیے اپنا بھائی خریدنے کیواسطے وکیل کیا اور وکیل نے خریدا پس موکل نے کہا کہ یہ میرا بھائی نہین ہی تو قسم لیکر اسکا قول لیا جائیگا اور مبیع وکیل کے ذمہ پڑیگی اور غلام آزاد ہو جائیگا کیونکہ اسکے اقرار پر موکل کا بھائی اور اسکی طرف سے آزاد ہی یہ فتاوی قاضیخان مین ہی اور اگر دوسرے کو ایک ہندی

[1] یعنی فلان درم یا فلان شخص کے مال سے ۱۲ [2] یعنی مال کے ذریعہ سے دونون مین فیصلہ ہی پس جس شخص کا مال ادا کیا ہی اسی کیواسطے خرید قرار پاویگی ۱۲

غلام خریدنے کا وکیل کیا اور وکیل نے موافق حکم موکل کے ہندی غلام خریدا پس موکل کے پاس اسکو لایا اور موکل نے کہا کہ یہ تو میرا غلام ہے مجھ سے فلان شخص نے غصب کر لیا تھا اور وکیل نے کہا کہ یہ فلان شخص کا غلام ہے میں نے تیرے واسطے خریدا ہے پس اسکی دو صورتیں ہیں اگر وکیل کو ثمن دیا گیا ہے تو موکل کا قول قبول نہوگا اور اگر نہیں دیا ہے تو اسکا قول لیا جائیگا کہ وکیل کو یہ اختیار نہیں ہے کہ جبتک اپنے دعوی پر گواہ نہ لاوے موکل سے ثمن لے لیوے اور اگر اسنے گواہ سُنائے تو اسکا دعوے مقبول ہوگا اور اگر موکل نے بھی غلام اپنی ملک ہونیکے گواہ سنائے تو وکیل کی گواہی مقدم رکھی جائیگی ایک شخص نے دوسرے کو ہزار درم کسی غلام کے خریدنے کیواسطے دیے پھر وکیل ایک غلام لایا اور کہا کہ میں نے اسے ہزار درم کو خریدا ہے اور موکل نے کہا کہ تو نے اسکو نہیں خریدا ہے اور میں نے تجھکو وکالت سے برطرف کر دیا پس میرے واسطے کوئی چیز نہ خریدنا تو وکیل کا قول مقبول[1] ہے اسی طرح اگر یوں کہا کہ میں نے تیرے لیے اس شخص سے ایک غلام خریدا اور قبضہ کر لیا تھا پھر وہ مر گیا تو جائز ہے اور ہزار درم اسکو دلائے جاوینگے اور اگر وکیل نے کہا کہ میں نے تیرے لیے ہزار درم کو ایک غلام ایک شخص سے خریدا اور کسی ایسے شخص کو نہ بتلایا جو پہچانا جاوے پس موکل نے کہا کہ تو نے میرے واسطے کچھ نہیں خریدا ہے اور میں نے تجھکو وکالت سے برطرف کیا تو وکالت سے خارج ہو جائیگا پس اگر اسکے بعد کسی خاص شخص کا نام لیا تو اسکی تصدیق نہ کیجائیگی نوادر ابن سماعہ میں امام ابو یوسف سے روایت ہے کہ ایک شخص نے کہا کہ میں نے یہ غلام ہزار درم کو فلان شخص کے مال سے خریدا ہے اور فلان شخص نے کہا کہ میں نے تجھے اسواسطے حکم کیا تھا پھر اسنے کہا کہ تو نے مجھے حکم نہیں کیا تھا بلکہ میں نے تیرے ہزار درم غصب کر کے اسکا یہ غلام خرید دیا تو دونوں کے مالک کا قول لیا جائیگا یہ محیط میں لکھا ہے ایک شخص نے دوسرے کو ایک باندی ہزار درم کو خریدنے کیواسطے وکیل کیا پس اسنے دو ہزار درم کو خرید کر موکل کے پاس بھیجدی اور اسنے اسکو ام ولد بنایا پھر وکیل نے کہا کہ میں نے دو ہزار درم کو خریدی تھی پس اگر وکیل نے اسکو بھیجدینے کے وقت یہ کہا کہ یہ وہی باندی ہے جسکے خریدنے کیواسطے تو نے مجھے وکیل کیا تھا اور میں نے تیرے لیے خرید کر دی ہے پھر کہا کہ دو ہزار کو خریدی ہے تو اسکی بات کی تصدیق نہ کیجائیگی اور اگر گواہ پیش کیے تو سماعت نہوگی اور اگر وقت ارسال کے کچھ نہیں کہا تھا پھر دو ہزار درم پر خریدنے کا دعوے کیا تو اسکا قول لیا جائیگا اور اسکو اختیار ہوگا کہ چاہے باندی مع عقر اور بچہ کی قیمت کے موکل سے واپس کر لے یہ فتاوی قاضیخان میں لکھا ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کو ایک باندی خریدنے کیواسطے ہزار درم دیے اور کہدیا کہ اپنے پاس سے پانچسو درم تک زیادہ بڑھا دے پھر وکیل نے کہا کہ میں نے ڈیڑھ ہزار درم کو خریدی ہے اور موکل نے کہا کہ ایکہزار کو تو ہر ایک سے دوسرے کے دعوے پر قسم لیجائیگی اور پہلے وکیل کیطرف سے قسم لیجائیگی پس اگر اسنے قسم کھالی تو باندی کی ایک تہائی وکیل کی اور دو تہائی موکل کی ہوگی یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اگر وکیل نے کہا کہ میں نے یہ چیز موکل کیواسطے خریدی ہے اور موکل نے کہا کہ تو نے اپنے واسطے خریدی ہے پس اگر کسی خاص معین غلام کے خریدنے کیواسطے وکیل کیا ہو اور وکیل نے اسکے خریدنے کی خبر دی ہو اور غلام زندہ موجود ہو تو بالاجماع وکیل کا قول لیا جائیگا خواہ ثمن نقد دیا ہو یا نہ دیا ہو اور اگر خبر دینے کے وقت غلام مر چکا ہو اور کہا کہ بعد خریدنے کے غلام مر گیا اور وکیل نے انکار کیا پس اگر ثمن نقد ادا نہیں کیا ہے تو موکل کا قول لیا جائیگا اور اگر نقد دیا ہو تو قسم لیکر وکیل کا قول لیا جائیگا۔ اور اگر غلام

[1] مقبول یعنی یہ غلام موکل کو لازم ہے اور خرید کا دعوے وکیل قبول ہے ہاں آیندہ سے وہ وکالت سے برطرف ہوا ۱۲

غیر معین خریدنے کا وکیل کیا اور غلام زندہ موجود ہے پس وکیل نے کہا کہ میں نے تیرے واسطے خریدا ہے اور موکل نے کہا کہ بلکہ تو نے
اپنے واسطے خریدا ہے پس اگر ثمن نقد دیا تو وکیل کا قول اور اگر نہیں دیا تو موکل کا قول امام اعظم کے نزدیک لیا جائیگا اور صاحبین کے
نزدیک وکیل کا قول لیا جائیگا اور اگر غلام مرگیا ہو پس اگر ثمن نقد دیا ہے تو وکیل کا قول اور اگر نہیں دیا ہے تو موکل کا قول لیا جائیگا
یہ تبیین میں لکھا ہے اگر کسی شخص کو ہزار درم دیے اور حکم کیا کہ اسکی باندی یا کوئی چیز معین خرید دے پس وہ دام وکیل کے پاس تلف
ہوگئے پھر اسنے خریدی تو وکیل کے ذمہ ہوگی اور اگر بعد خریدنے کے دام دینے سے پہلے تلف ہوگئے پس اگر وکیل کے پاس
تلف ہوے تو موکل کے ذمہ پڑیگی اور اسیقدر موکل سے لیگا اور یہ حکم اس صورت میں ہے کہ خریداری سے پہلے یا بعد تلف
ہوجانے پر دونوں میں اتفاق ہو اور اگر اختلاف ہو تو موکل کا قول اسکی دانست پر قسم لیکر معتبر ہوگا اور اگر درم تلف نہوے
یہانتک کہ وکیل نے ادا کردیے پھر ایک نے استحقاق ثابت کرکے بائع کے قبضے سے لیلیے تو بائع وکیل سے اور وکیل موکل سے
پھر اسیقدر وصول کرلینگے اور اگر بعد خریداری کے وکیل کے پاس تلف ہوگئے اور اسنے موکل سے پھر وصول کرلیے پھر
دوسری بار بھی وہ وکیل کے قبضہ میں تلف ہوے تو موکل سے پھر وصول نہیں کرسکتا ہے اسیطرح اگر خریدنے کے بعد بھی
اسنے موکل سے ہزار درم ابتدا میں وصول کیے اور وہ وکیل کے پاس تلف ہوگئے تو موکل سے نہیں لے سکتا ہے اور
بائع کو اپنے پاس سے ادا کریگا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ ایک شخص کو ہزار درم دیے اور حکم کیا کہ اسکا ایک غلام خریدے پھر
وکیل درموں کو اپنے گھر رکھکر بازار گیا اور جاکر موکل کے لیے ایک غلام خرید کرکے اپنے گھر بائع کے ساتھ لایا تاکہ بائع کو وہ
درم دیدے جاکر دیکھا تو درم کوئی شخص چرلے گیا تھا اور غلام اسکے گھر میں مرگیا پھر بائع نے اس سے دام مانگے اور موکل
نے غلام مانگا تو مشائخ نے فرمایا کہ وکیل موکل سے دام لیکر بائع کے سپرد کرے اور پہلے دام اور غلام وکیل کے پاس
امانت میں ضائع ہوے اور فقیہ ابو اللیث نے فرمایا کہ یہ حکم اس صورت میں ہے کہ گواہوں سے یہ بات ثابت ہوجاوے کہ اسنے
غلام خریدا تھا اور وہ مرگیا اور اگر صرف اسکے کہنے سے یہ بات معلوم ہوئی تو اس امر میں اسکی تصدیق کیجائیگی کہ اسپر ضمان نہیں ہے
اور اسکی تصدیق نہ کیجائیگی کہ موکل دوبارہ دام دیوے یہ فتاوی قاضیخان میں لکھا ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کو ہزار درم
ایک باندی خریدنے کیواسطے دیے اور اسنے خریدی پھر وکیل نے وہ درم زیوف یا نبہرہ یا ستوق یا رصاص پائے اور بائع کو
دینے لایا اور اسنے نہ لیے پھر وہ وکیل کے پاس ضائع ہوگئے تو موکل کا مال گیا اور وکیل موکل سے ہزار درم کھرے لیکر بائع
کو دیگا اور اگر بائع نے وہ درم وکیل سے لیکر ایسے پائے اور وکیل کو پھیر دیے اور وہ وکیل کے پاس تلف ہوے پس اگر اسنے
زیوف یا نبہرہ پاکر واپس کیے تھے تو تلف ہونا وکیل کے ذمہ ہوگا پھر وہ ہزار درم کھرے اپنے پاس سے ڈانڈ دیگا اور موکل
سے نہیں لے سکتا ہے اور اگر ستوق یا رصاص پاکر واپس کیے تو تلف ہونا موکل کے ذمہ پڑیگا اور وہ موکل سے ہزار درم کھرے
لیکر بائع کو دیگا اور اگر کھرے لینے کے بعد اسکے پاس تلف ہوگئے تو وکیل کا مال گیا پھر موکل سے نہیں لے سکتا ہے یہ محیط میں لکھا ہے
ایک شخص نے دوسرے کو حکم دیا کہ میرے واسطے ایک باندی ہزار درم کو خریدے اور وکیل نے خریدی اور ہنوز نہ اسپر قبضہ کیا
تھا اور نہ درم دیے تھے کہ موکل نے اسکو دام دیے کہ جاکر ادا کردے پھر وکیل نے ثمن تلف کردیا اور وہ تنگدست ہے تو بائع کو اختیار
ہے کہ ثمن وصول کرنیکے عوض باندی کو روک رکھے اور یہ اختیار نہیں ہے کہ موکل سے مواخذہ کرے اور وکیل موکل سے نہیں

لے سکتا ہے اور اگر موکل نے دوبارہ ثمن دیدیا حالانکہ اسپر دینا ضروری نہین ہے تو وہ باندی لے لیگا اور بائع انکار نہین کر سکتا ہے
پھر موکل وکیل سے اپنے درم واپس کریگا اور اگر موکل نے درم نہ دیے تو بالاتفاق قاضی اس باندی کو درمون کے عوض فروخت
کریگا اگر بائع اور موکل راضی ہون اور اگر دونون یا موکل راضی نہوا تو بھی امام ابو یوسف و امام محمدؒ کے نزدیک یہی حکم ہے اور
جب قاضی نے اسکو فروخت کیا اور دوسرے ثمن مین بہ نسبت پہلے کے زیادتی ہے تو وہ موکل کو ملیگی اور اگر نقصان ہو تو بائع
اپنا نقصان وکیل سے لیگا نہ موکل سے پھر موکل بائع سے اپنے درم جو اسنے دیے ہین واپس لیگا یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہے کسی نے
دوسرے سے کہا کہ میرے واسطے ان ہزار درمون کی ایک باندی خرید دے اور درم دکھلا کر اسکو دیے نہین ہین یہانتک
کہ وہ درم چوری گئے پھر وکیل نے باندی خریدی تو موکل کے ذمہ پڑیگی اسیطرح اگر چوری نہ گئے ولیکن موکل نے اسکو اپنی
ضرورت مین خرچ کر ڈالا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر موکل نے وکیل کو دیدیے اور اسکے پاس سے چوری گئے تو اسپر ضمان نہین ہے
پھر اگر اسکے بعد وکیل نے باندی خریدی تو وکیل کے ذمہ پڑیگی خواہ وکیل کو درم تلف ہونیکی خبر ہو یا خبر نہو اور اگر اسکو ہزار
درم دیکر باندی خریدنے کا حکم کیا پھر انمین سے پانچسو درم وکیل کے پاس تلف ہوگئے اور پانچسو باقی رہے پھر وکیل نے
ایک باندی خریدی اور ہزار درم ثمن ہے تو وکیل کی ہوگی اور اگر پانچسو درم کو خریدی پس اگر پانچسو درم قیمت کی ہے تو
وکیل کی ہوگی اور اگر ہزار درم قیمت کی ہے یا اسقدر کم ہے کہ لوگ اتنا خسارہ اٹھا لیتے ہین تو موکل کی ہوگی یہ ذخیرہ
مین ہے۔ دوسرے کے غلام سے کہا کہ تو اپنے آپ کو میرے واسطے اپنے مالک سے خرید لے اور غلام نے قبول کر لیا
پھر اپنے مالک کے پاس جا کر اپنے آپ کو خریدا پس اگر اسنے یہ کہا کہ مجھے میرے ہاتھ ہزار درم کو فروخت کر دے اسنے فروخت کیا
اور غلام نے قبول کیا تو وہ آزاد ہے اور اسپر ہزار درم واجب ہونگے اور اسکی ولا اسکے مالک کو ملیگی اسیطرح اگر کلام کو مطلق
چھوڑا کہ مجھے فروخت کر دے تو بھی یہی حکم ہے اور اگر کہا کہ مجھے فلان شخص کے واسطے ہزار درم پر فروخت کر دے اسنے فروخت
کیا اور غلام نے خریدا تو وکالت صحیح اور بیع موکل کی ہوگی اور مال غلام کی گردن پر ہوگا کہ اسکو موکل سے لیگا اور
اگر بائع نے ثمن کے عوض غلام کو روکنا چاہا تو اسکو یہ اختیار نہوگا پس اگر موکل نے اسمین عیب پاکر بائع سے جھگڑا کرنا چاہا
پس اگر یہ عیب خرید کے روز غلام کو معلوم تھا تو واپس نہین ہو سکتا ہے اور اگر غلام اس عیب کو نہین جانتا تھا تو واپس کر سکتا
ہے اور یہی فی الحال خصومت اس غلام کا ہے اور غلام کو اختیار تھا کہ بدون موکل کی رائے دریافت کرنیکے واپس کرے اور اگر
اپنے آپ کو مالک سے موکل کیواسطے ہزار درم کو عطیہ حصول ہونیکے وعدہ پر خریدا تو عقد فاسد ہے اور اگر عقد بیع کے بعد
غلام مر گیا تو موکل اسکی قیمت جہانتک پہونچتی ہے ادا کریگا اور اگر غلام نہ مرا ولیکن بائع نے اسکو اپنے کسی کام مین لگایا تو یہ نقض
بیع ہے یہانتک کہ اگر پھر مر گیا تو بائع کا مال گیا اور اگر غلام نے اپنے نفس کو موکل کیواسطے ایک ہزار درم کو بوعدہ عطیہ یعنی
میعاد مجہول کے یا کسی میعاد معروف کے خریدا اور موکل نے ہزار کا حکم دیا تھا تو بیع کے وقت سے آزاد ہے یہ محیط مین ہے اگر غلام نے
کسی کو اپنی ذات کے خریدنے کیواسطے وکیل کیا کہ ہزار درم کو اسکے مالک سے خرید دے اور وکیل کو ہزار درم دیدیے پس وکیل نے
خریدنے کیوقت اسکے مالک سے کہا کہ مین تیرا غلام تجھسے اسی کیواسطے خریدتا ہون اور اسنے فروخت کر دیا تو وہ آزاد ہو گیا اور اسکی
ولا اسکے مالک کو ملیگی اور اگر خریدنے کا نام لیا اور کسی کو بیان نہ کیا تو غلام وکیل کی ملک ہوگا اور ہزار درم جو وکیل سے لیے ہین لی

کو مفت ملینگے اور مشتری یا غلام پر ہزار درم ثمن یا بدل عتق کے واجب ہونگے اور اصح یہ ہے کہ وکیل نے کسی کو بیان نہ کیا تو مالک مشتری
سے ہزار درم لیگا کیونکہ وہی عاقد و مالک غلام ہے اور اگر بیان کر دیا کہ غلام کیواسطے اسکو خریدتا ہون تو امام محمد نے فرمایا کہ غلام
آزاد ہو جائیگا اور مال غلام پر واجب ہوگا نہ وکیل پر اور یہی صحیح ہے یہ تبیین مین لکھا ہے اور اگر ایسا غلام مدبر ہو تو وہ خریدنیکے وقت سے
آزاد ہو جائیگا خواہ وکیل نے مطلقاً خریدا ہو یا اپنی طرف نسبت کیا ہو یا مدبر کیطرف منسوب کیا ہو اور اگر مال کو عطیہ وصول ہونے
تک دھار رکھا ہو تو اسی وقت ملیگا اور سب صورتون مین مال غلام آزاد پر ہوگا اور کسی صورت مین وکیل پر نہوگا یہ محیط مین لکھا ہے
خریداری کے وکیل نے اگر مبیع مین کچھ عیب پایا تو بدون دریافت رائے موکل کے واپس کر سکتا ہے بشرطیکہ وہ چیز اسی کے قبضہ مین
موجود ہو یہ خلاصہ مین ہے خریداری کے وکیل نے اگر مبیع موکل کے سپرد کر دی پھر بائع کے پاس آکر عیب مین جھگڑا کیا تو واپس
نہین کر سکتا ہے ولیکن اس امر کے گواہ سنائے کہ موکل نے واپس کرنیکا حکم دیا ہے تو واپس کر سکتا ہے یہ ذخیرہ مین ہے اور اگر موکل نے
مبیع پر قبضہ نہ کیا یہانتک کہ وکیل نے اسمین عیب پایا پھر واپس کرنیکا حکم موکل نے اسکو دیا پس وکیل عیب پر راضی ہو گیا اور بائع
کو اس عیب سے بری کر دیا تو موکل کو اختیار ہے چاہے مبیع کو اس عیب کے ساتھ قبول کر لے اور کچھ اسکو نہ ملیگا یا وکیل کے ذمہ ڈالے
اور اپنا ثمن واپس کرے پس اگر موکل نے ہنوز باندی کا لینا یا وکیل کے ذمہ ڈالنا کچھ نہین اختیار کیا تھا یہانتک کہ باندی
وکیل کے پاس مر گئی تو اسکا مال گیا اور موکل وکیل سے بقدر حصہ عیب کے واپس لیگا یہ سراج الوہاج مین ہے اور اگر باندی نہ مری
لیکن کانی ہو گئی تو موکل کے ذمہ پڑیگی اور اسکو اختیار ہوگا کہ وکیل سے اسقدر حصہ نقصان عیب کی قیمت جسپر وہ راضی
ہو گیا ہے واپس لے اور اگر کانی نہوئی اور موکل نے وکیل کے ذمہ ڈالنا اختیار کیا اور اسکے ذمہ ڈالی اور ثمن وصول کر لیا
پھر وکیل نے اسمین سوائے اس عیب کے جسپر وہ راضی ہوا ہے دوسرا عیب پایا اور یہ عیب بائع کے پاس کا ہے تو اس عیب کیوجہ سے
اسکو نہ موکل نہ بائع کسی کو واپس نہین دے سکتا ہے یہ محیط مین ہے خریداری کے وکیل نے اگر مبیع مین عیب پا کر اسپر راضی ہو کر قبضہ
کیا پس اگر وہ عیب مثلاً اندھے ہونے وغیرہ کے مثل استہلاک نہین ہے تو موکل کے ذمہ پڑیگی اور اگر ایسا عیب ہے کہ بمنزلہ ہلاک
کے شمار ہے کہ ایسا نقصان لوگ نہین برداشت کرتے ہین تو موکل کے ذمہ نہ پڑیگی اور وکیل کے ذمہ ڈال سکتا ہے اور یہ صاحبین
کا قول ہے اور امام اعظم کے نزدیک دونون صورتین یکسان ہین اور اگر ایسا عیب اسکی قیمت اسقدر ہو کہ جتنے کو خریدی ہے یا اتنا
نقصان ہو کہ لوگ برداشت کر لیتے ہین تو موکل کے ذمہ لازم ہوگی یہ ذخیرہ مین لکھا ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کے
حکم سے اسکے لیے ایک غلام خریدا اور اسپر قبضہ کر لیا پھر اسمین عیب پایا اور بائع کو اس عیب سے بری کر دیا پس موکل نے
کہا کہ چونکہ تو نے عیب سے بری کر دیا اسلیے مین نے اسکو تیرے ذمہ ڈالا اور وکیل نے قبول نہ کیا تو بدون حکم قاضی اسکے
ذمہ نہ پڑیگا اور اگر قاضی نے حکم دیدیا تو ایسا ہے گویا اسنے موکل سے اسکو خریدا ہے پھر اگر اسنے دوسرا عیب پایا تو بدون اسکے کہ
پہلے موکل کو واپس کرے بائع کو واپس نہین کر سکتا ہے یہ محیط مین لکھا ہے اگر خریداری کے وکیل کے پاس خریدی ہوئی باندی
موجود ہے اور اسنے عیب کیوجہ سے واپس کر دینی چاہی اور بائع نے دعوی کیا کہ موکل اس عیب پر راضی ہو گیا ہے تو بدون گواہی

لہ قولہ نہوگا کیونکہ مدبر کی خرید جائز نہین اور اعتاق جائز ہے تو ہمنے معنی پر عمل کیا پس مدبر کیطرف سے اعتاق قبول کرنیکا وکیل ہوا ۱۲ لہ قولہ کا
مال قال فی الاصل یموت من مال الوکیل یعنی وکیل کا مال گیا والصحیح ظاہراً انہ من مال الموکل یعنی موکل کا مال گیا واللہ اعلم ۱۲

کے مقبول نہوگی اور اگر یہ قسم دلانا چاہے کہ موکل کے رضی ہونیکو وکیل جانتا ہی تو بائع کو یہ اختیار نہین ہی پس اگر بائع کے پاس موکل کے عیب پر رضی ہونیکے گواہ نہون اور وکیل نے باندی واپس کردی پھر موکل نے حاضر ہوکر رضا مند ہونے کا دعوی کیا اور باندی لینا چاہی اور بائع نے انکار کیا اور کہا کہ قاضی نے بیع توڑ دی اب تو نہین لے سکتا ہی تو قاضی اس قول کیطرف التفات نہ کر کے باندی موکل کو دلائیگا اور بعض مشائخ نے کہا کہ یہ قول صرف امام محمد کا ہی اور بعض نے کہا کہ نہین سب کا یہی قول ہی اور یہی صحیح ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی اور اگر وکیل نے باندی واپس کر کے ثمن لے لیا اور وہ اسکے پاس تلف ہوگیا تو وکیل کا مال گیا اور وہ اسیقدر مال موکل کو ڈانڈ دیگا پھر اگر بائع کی تصدیق موکل نے اس امر مین کی کہ مین عیب پر رضی ہو اور باندی پر قبضہ کر لیا تو بائع کو اپنے پاس سے ثمن دیگا اور خود ہی ثمن ادا کریگا اور باندی پر قبضہ کریگا اور موکل کو یہ اختیار نہین ہی کہ بائع سے کہے کہ ایک مرتبہ تو نے وکیل سے ثمن وصول کرنیکا اقرار کیا ہی اور دوسری بار مجھسے نہین لے سکتا ہی پھر اگر موکل نے اسمین دوسرا عیب پایا تو خود ہی خصومت کرنے اور واپس کرنے کا متولی ہوگا اور اگر بعد قاضی کے بیع فسخ کرنے اور وکیل کے باندی واپس کرنیکے وکیل نے اقرار کیا کہ موکل عیب پر رضی ہوگیا تھا تو بائع کو اختیار ہی کہ چاہے باندی رہنے دے یا وکیل کو پھیر دے اور اگر موکل نے اقرار کیا کہ مین عیب پر رضی ہوگیا ہون تو باندی موکل کی ہوگی کہ وکیل بائع سے لیکر اسکے سپرد کر دے اور بائع کا ثمن وکیل پر ہوگا اور اگر وکیل نے باندی واپس کرتے وقت بائع سے ثمن وصول کر لیا ہو اور اگر باندی مین دوسرا عیب نکلا تو وہی اسکا مخاصم ہوگا یہ محیط مین ہی۔ اگر کسی کو ایک باندی خریدنے کا حکم دیا اور وکیل نے خریدی اور قبضہ نہ کیا یہانتک کہ اسکے کسی عیب پر مطلع ہوا اور موکل اس عیب پر رضی ہوگیا تو یہ جائز ہی اور اگر موکل نے عقد بیع کو توڑ دیا تو اسکے توڑنے سے کچھ کام نہین چلتا ہی یہ خلاصہ مین ہی خریداری کے وکیل نے اگر ہزار درم کو ایسا غلام خریدا جسکی قیمت تین ہزار درم ہی پھر اسمین عیب پایا تو واپس نہین کر سکتا ہی اور اگر خیار رویت یا خیار شرط مین ایسا ہوا تو واپس کر سکتا ہی یہ محیط مین لکھا ہی کسی غیر معین غلام خریدنے کے وکیل نے اگر ایسا غلام خریدا کہ جسمین ایک عیب ہی کہ جسکو موکل جانتا ہی اور وکیل کو اسکا علم نہین ہی تو وکیل اسکو واپس کر سکتا ہی یہ محیط مین ہی خریداری کا وکیل اگر مر گیا پھر موکل نے مبیع مین کچھ عیب پایا تو وکیل کا وارث یا وصی اسکو واپس کرے اور اگر اسکا وارث یا وصی نہو تو موکل خود واپس کریگا یہ خلاصہ مین لکھا ہی خریداری کے وکیل سے ثمن کا مطالبہ اسکے ذاتی مال سے کیا جائیگا اگرچہ ہنوز موکل نے اسکو نہ دیا ہو اور وکیل کو اختیار ہی کہ موکل سے ثمن لے لیوے اگرچہ اپنے مال سے اسنے ہنوز ادا نہ کیا ہو اور اسکو اختیار ہی کہ جسقدر دام اسنے دیے ہین انکو وصول کرنیکے واسطے مبیع کو موکل کو دینے سے روک لے اور اگر روک لینے سے پہلے مبیع وکیل کے پاس ہلاک ہوگئی تو موکل کا مال گیا اور وکیل پر ضمان نہین ہی اور اگر بعد روکنے کے تلف ہوئی تو ثمن کے عوض گئی اور یہ امام اعظم کے نزدیک ہی اور امام محمد نے کسی کتاب مین یہ صورت ذکر نہین فرمائی کہ اگر وکیل نے دام نہ ادا کیے اور بائع نے اسکو مبیع سپرد کر دی تو اس صورت مین بھی وکیل کو روکنے کا اختیار ہی کہ موکل کو دام لینے سے پہلے نہ دیوے اور شمس الائمہ حلوائی نے ذکر کیا کہ اسکو یہ اختیار ہی اور یہی صحیح ہی یہ محیط مین لکھا ہی خرید کے وکیل نے اگر ثمن اپنے پاس سے ادا کر دیا پھر موکل اسکو دوسرے شہر مین ملا اور مبیع اسکے پاس نہین ہی اور موکل سے

ثمن طلب کیا اور اسنے بغیر مبیع لیے ثمن دینے سے انکار کیا پس اگر پہلے ایسا ہوا ہو کہ جب مبیع دونون کے سامنے موجود تھی اسوقت موکل نے مانگی ہو اور وکیل نے بدون ثمن لیے دینے سے انکار کیا ہو تو اب اسکو اختیار ہی کہ بدون مبیع لیے ثمن دینے سے انکار کرے اور اگر ایسا نہین ہوا ہی تو انکار نہین کر سکتا ہی کیونکہ ثمن اسکے ذمہ قرض ہو گیا ہی یہ بحر الرائق مین ہی۔ اگر ہزار درم کو ایک باندی خریدنے کیواسطے وکیل کیا اور اسنے ہزار کو خرید کر دام دیکر اسپر قبضہ کر لیا اور موکل کو دینے سے منع نہین کیا یہانتک کہ موکل نے اسکو پانچسو درم دیدیے پھر باندی طلب کی اور اسنے روکی اور اسکے ہاتھ مین مر گئی تو وکیل کو وہ پانچسو درم جو اسنے قبضہ کیے ہین دیے جائینگے اور باقی طلب کریگا اور اگر اسنے پہلے ہی سے روک لی ہو تو اسپر قبضہ کیے ہوے درم بھی واپس کر دینا واجب ہین یہ محیط مین لکھا ہی اور اگر بعد روکنے کے اسکی ایک آنکھ جاتی رہی تو ثمن مین سے کچھ ساقط نہوگا اور موکل کو اختیار ہی چاہے پورے ثمن مین لے لے ورنہ چھوڑ دے یہ بحر الرائق مین لکھا ہی۔ وکیل نے اگر ہزار درم کو ایک غلام ایک سال کے وعدے پر خریدا اور قبضہ کیا اور موکل نے اُسپر قبضہ نہ کیا یہانتک کہ میعاد آگئی اور بائع نے وکیل کو مال کے واسطے پکڑا پھر وکیل نے چاہا کہ ثمن وصول کرنے کیواسطے موکل کو دینے سے روکے تو اسکو اختیار نہوگا اور اگر روکیگا تو ضامن ہوگا اور اگر موکل نے اسپر قبضہ کر لیا پھر وکیل نے آکر موکل کی بلا موجودگی اسکو لے لیا اور یہ نہ کہا کہ جب تک ثمن نہ دیگا نہ دونگا اور وہ وکیل کے پاس مر گیا تو موکل سے ثمن ساقط ہو گیا اور وکیل کا لے لینا گویا موکل کو بدون ثمن لیے دینے سے منع کرنا شمار ہی یہ ذخیرہ مین ہی۔ اگر موکل نے وکیل کو حکم دیا کہ دو باندیان ہر ایک ہزار درم کی یا دونون ہزار درم کی خرید دے پھر وکیل نے خرید کرکے دونون پر قبضہ کیا پھر موکل نے خاص ایک اسمین سے طلب کی اور وکیل نے انکار کیا یہانتک کہ مر گئی تو فقط اسی کا ثمن باطل ہو گیا پھر اگر موکل نے کہا کہ مجھے دوسرے کی ضرورت نہین ہی تو اسکے کہنے پر التفات نہ کیا جائیگا اور بقدر حصہ کے موکل کو لازم ہوگی اور اگر وہ نہ مری جسکے دینے سے وکیل نے انکار کیا تھا بلکہ دوسری مر گئی تو باقی اسکو لینی پڑیگی اور دونون کے دام اسکو دینے پڑینگے اور اگر موکل نے یہ حکم دیا کہ میرے واسطے دو باندیان ایک ہی صفقہ مین ایک باندی ہزار درم نقد کو اور دوسری ایک ہزار درم ادھار ایک سال کے وعدہ پر خرید دے اور اسنے موافق حکم کے خرید دین اور قبضہ کر لیا اور موکل نے طلب کین پس اسنے دونون کے دینے سے انکار کیا یعنے ثمن لیکر دونگا تو اسکو یہ اختیار نہین ہی اور چاہیے کہ وہ باندی جو ایک سال کے وعدہ پر ہے اسکو دیدے ہان نقد قیمت والی داموں کے لینے کے واسطے روک سکتا ہے اور اگر ادھار باندی کو اسنے روکا اور وہ مر گئی تو وکیل کو اسکی قیمت دینی پڑیگی اور اگر نقد داموں والی کو روکا یہانتک کہ مر گئی پھر موکل نے کہا کہ مجھے دوسری ادھار والی کی ضرورت نہین ہی تو اسکا کہنا مقبول نہوگا اسی طرح اگر اسنے دونون کو دو ہزار درم نقد دینے خریدنے کے واسطے حکم دیا اور اسنے اسیطرح خریدین اور موکل کو دینے سے منع نہ کیا یہانتک کہ بائع نے مشتری کو ایک باندی کے داموں کے واسطے پکڑا تو یہ صورت اور پہلی صورت سب باتون مین جو ہم نے بیان کر دین یکسان ہی یہ محیط مین ہی اگر خریداری کے وکیل نے اپنے مال سے دام ادا کر دینے کا دعوی کیا اور موکل نے اسکی

تصدیق کی اور بائع نے تکذیب کی تو وکیل موکل سے نہین لے سکتا ہی یہ بحرالرائق مین ہی وکیل خریدنے اگر کوئی شے معین جسکے خریدنے کیواسطے وکیل کیا گیا تھا خریدی اور ثمن نہ دیا یہانتک کہ بائع نے اسکو کچھ مہلت دیدی تو صحیح ہے اور یہ مہلت موکل کیواسطے بھی ثابت ہوگی اور وکیل کو اختیار نہوگا کہ موکل سے میعاد آنے سے پہلے مواخذہ کرے اور اگر بائع نے وکیل سے کچھ دام گھٹا دیے تو وہ موکل سے گھٹا کر لیوے اور اگر بائع نے سب دام وکیل کے ذمہ سے گھٹا دیے تو یہ موکل کے حق مین ثابت نہوگا یہانتک کہ وکیل کو اختیار ہوگا کہ موکل سے سب دام لیوے اور اگر کچھ ثمن ہبہ کر دیا ہو تو موکل سے بھی اسیقدر دام کم ہو جائینگے اور اگر کل دام ہبہ کیے تو یہ موکل کے حق مین ثابت نہوگا اور اگر بائع نے سب دام سے بری کر دیا تو سب ہبہ کرنیکے مانند حکم ہی یہ محیط مین ہی اور اگر بائع نے وکیل کو پہلے پانچسو درم ہبہ کر دیے پھر باقی پانچسو درم بھی ہبہ کر دیے تو وکیل اپنے موکل سے پہلے پانچسو درم نہین لے سکتا ہی اور دوسرے پانچسو درم لے لیگا اور اگر نوسو درم پہلے ہبہ کر دیے پھر سو درم تو وکیل فقط سو درم موکل سے لے سکتا ہی اور یہ سب امام اعظمؒ و امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ہے کذا فی فتاوے قاضی خان

تیسرا باب بیع کرنے کیواسطے وکیل کرنیکے بیان مین

وکیل بیع کو تھوڑے یا بہت دام یا اسباب کے عوض مبیع فروخت کر دینا جائز ہی اور یہ امام اعظمؒ کے نزدیک ہی اور صاحبین نے فرمایا کہ اسقدر خسارہ کے ساتھ بیچنا کہ لوگ برداشت نہین کرتے ہین جائز نہین ہی اور سوائے درم و دینار کے دوسری چیز کے عوض بیچنا بھی جائز نہین ہی یہ ہدایہ مین ہی اور صاحبین کے قول پر فتوی ہی یہ وجیز کردری مین لکھا ہی اور یہ اختلاف مطلقاً وکالت مین ہی ورنہ اگر موکل نے کہا کہ ہزار درم کو یا سو دینار کو فروخت کر دے تو کم پر بیچنا بالاجماع جائز نہین ہی یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی اگر کسی غلام کو بعوض کسی اسباب کے جسکا وصف بیان کر دیا گیا ہی فروخت کر دینے کیواسطے وکیل کیا اور اسنے بعوض اسباب کے کھلا ہوا خسارہ اٹھا کر فروخت کیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک جائز ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی وکیل بیع کو ادھار بیچنے کا اختیار ہی اور منتقی مین ہی کہ امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ یہ حکم تجارت مین ہی اور اگر حاجت کیواسطے ہو مثلاً ایک عورت نے اپنا سوت بیچنے کو دیا تو یہ وکالت نقد بیچنے کیواسطے ہی اور اسی پر فتوی ہی یہ خلاصہ مین ہی بیع مطلق کیواسطے جو شخص وکیل ہی اگر اسنے اسباب کو کسی میعاد کی ادھار پر فروخت کیا پس اگر یہ مدت ایسے اسباب مین تاجرون مین معروف ہی تو ہمارے علماؒ کے نزدیک جائز ہی اور اگر یہ مدت تاجرون مین متعارف نہین ہی مثلاً پچاس برس کے وعدہ پر فروخت کیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک جائز ہی اور صاحبین کے نزدیک جائز نہین ہی **قلت** اس زمانہ مین صاحبین کے قول پر فتوی ضرور ہی مشائخؒ نے فرمایا ادھار بیچنا اسوقت جائز ہی کہ اس شخص کے فروخت کرنے مین یعنی وکالت مین کوئی ایسا لفظ نہو جو نقد بیچنے پر دلالت کرتا ہو اور اگر ہوگا تو ادھار بیچنا جائز نہوگا مثلاً کسی سے کہا کہ یہ غلام فروخت کر کے میرا قرض ادا کر دے یا کہا کہ جا اس غلام کو فروخت کر کہ قرضخواہ میری جان کھائے جاتے ہین یا مجھے اپنے بال بچون کے کھانے پینے کی ضرورت ہی تو ان صورتون مین ادھار بیچنا جائز نہین ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ ادھار بیچنے کیواسطے وکیل کرنا ایک مہینہ اور اس سے زیادہ ادھار کیواسطے لیا جائیگا اور اگر ایسے وکیل نے نقد بیچ ڈالا تو مشائخ نے اختلاف کیا ہی شیخ امام ابو بکر محمد بن الفضل نے فرمایا کہ اگر اسنے نقد اسیقدر دامون کو دیا جتنے کو ادھار بکتا تھا تو جائز ہی اور اگر اس سے کم کو بیچا تو جائز نہین ہی اور دوسرے مشائخ نے کہا کہ

مطلقاً جائز ہی اسی طرح اگر کہا کہ مت بیچ مگر نقد تو بھی یہی حکم ہی اگر کسی ایسی چیز کے بیچنے کیواسطے جسپر خرچہ اور بار برداری پڑتی ہی وکیل کیا تو وہ اسی شہر تک ہوگی جسمین وکیل اور موکل دونون موجود ہین اور اگر موکل سکو دوسرے شہر مین لے گیا اور چوری ہو گئی یا ضائع ہو گیا تو وکیل ضامن ہوگا اور اگر وکیل اسکو دوسری جگہ نہ لے گیا اور خود جا کر وہان فروخت کیا تو جس جگہ بیع واقع ہوئی ہی اسی جگہ سپرد کرنا اسپر واجب ہوگا اور اگر ایسی چیز ہو جسکی بار برداری یا خرچہ پڑتا ہی تو وکالت اسی شہر کیواسطے مخصوص نہو گی یعنی اگر دوسرے شہر مین لیجاوے اور چوری ہو تو وکیل ضامن نہین ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی بیع مطلق کے وکیل نے اگر بطور بیع فاسد کے بیچا تو بیع اور تسلیم سے ضامن نہوگا اور وکیل واپس لے سکتا ہی اور جو شخص بیع فاسد کیواسطے وکیل ہی اگر اسنے صحیح طور سے بیع کیا تو استحساناً جائز ہی یہ خلاصہ مین ہی۔ وکیل بیع مبیع کو اپنے واسطے نہین خرید سکتا ہی کیونکہ ایک ہی شخص مشتری اور بائع نہین ہو سکتا ہی یہ وجیز کردری مین ہی اور اگر موکل نے حکم دیا کہ اپنے ہاتھ خرید یا فروخت کر دے تو بھی نہین جائز ہی اسیطرح اگر وکیل نے اپنے نابالغ لڑکے کے ہاتھ فروخت کیا تو بھی بیع جائز نہین ہی اور اگر اپنے مکاتب یا غلام کے ہاتھ فروخت کیا تو بالاجماع جائز نہین ہی یہ سراج الوہاج مین ہی وکیل بیع نے اگر ایسے شخص کے ہاتھ فروخت کیا جسکی گواہی وکیل کے حق مین درست نہین ہی پس اگر قیمت سے زیادہ کو فروخت کیا تو بلا خلاف جائز ہی اور قیمت سے کم پر غبن فاحش کے ساتھ فروخت کیا تو بالاجماع جائز نہین ہی اور اگر غبن بہت زیادہ نہو کم ہو تو امام اعظم کے نزدیک جائز نہین ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی اور اگر مثل قیمت کے عوض فروخت کیا تو امام اعظم سے دو روایتین ہین اور ظاہر روایت یہ ہی کہ ناجائز ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ اور اگر موکل نے وکیل کو ایسے لوگون کے ہاتھ فروخت کرنے کا حکم کرنیکا حکم دیا یا اس طرح اجازت دی کہ جسکے ہاتھ تیرا جی چاہے فروخت کر دے تو بالاجماع ایسے لوگون کے ہاتھ فروخت کرنا جائز ہی ولیکن اگر اپنے ہاتھ خود فروخت کر دے یا اپنے نابالغ لڑکے یا اپنے ایسے غلام کے ہاتھ جسپر قرض نہین ہی فروخت کر دے تو قطعاً جائز نہین ہی اگرچہ موکل نے صراحتًہ ان لوگون کے ہاتھ فروخت کرنے کی اجازت دی ہو اور یہی حکم خرید کے وکیل کا ہی جبکہ ان لوگون سے خرید کرے یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی۔ اگر وکیل نے موکل کے باپ یا بیٹے یا مکاتب یا غلام ماذون کے ہاتھ فروخت کیا تو جائز ہی اسیطرح اگر غلام کے وکیل نے اسکو اسکے مالک کے ہاتھ فروخت کیا تو جائز ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی اپنا اسباب بیچنے کے واسطے وکیل کیا اسنے کہا کہ کتنے کو فروخت کرون پس موکل نے کہا تو جان یا اسکو اور اسکے مول کو تو جان پس اسنے ناچیز دامون کو فروخت کر دیا تو اسکو واپس کر دینے کا اختیار ہے اور اسی پر فتوی ہی یہ قنیہ مین لکھا ہی موکل نے اگر وکیل سے کوئی شرط کی اور شرط مین ہر وجہ سے مقید کیا مثلاً یون کہا کہ تو اسکو اس طرح فروخت کر دے کہ مجھکو ہر وجہ سے نفع ہو تو وکیل کو ہر طرح اس کا لحاظ رکھنا چاہیے خواہ نفی کے ساتھ تاکید لایا ہو یا نہ لایا ہو چنانچہ اگر کہا کہ اسکو خیار کے ساتھ فروخت کر دے اسنے بلا خیار فروخت کیا تو جائز نہین ہی یہ ذخیرہ مین ہی۔ ایک شخص کو اپنا غلام فروخت کرنے کا وکیل کیا اور کہا کہ تین روز تک میرے واسطے خیار کی شرط کر لے یہ بھی حکم دیا پس اسنے بلا شرط خیار فروخت کیا تو بیع جائز نہین ہی اور اگر فروخت کرنے مین موکل کے واسطے خیار کی شرط کی تو خیار وکیل اور موکل دونون کے واسطے ثابت ہو جائیگا اور اگر موکل نے

مطلقاً بیع کیواسطے حکم کیا اور وکیل نے فروخت مین موکل یا اجنبی کیواسطے خیار کی شرط کی تو صحیح ہی یہ محیط مین لکھا ہی اور اگر موکل نے ایسی شرط لگائی کہ جو اسکے حق مین بالکل نافع نہین ہی بلکہ مضر ہی تو وکیل پر اسکا لحاظ رکھنا واجب نہین ہی خواہ نفی سے تاکید کی ہو یا نہ کی ہو چنانچہ اگر یون کہا کہ اسکو ہزار درم ادھار پر فروخت کرے یا یون کہا کہ نہ فروخت کر مگر ہزار درم ادھار پر پھر وکیل نے ہزار درم نقد پر فروخت کیا تو موکل کیطرف سے جائز ہوگی اور اسپر نافذ ہوگی اور اگر ایسی شرط لگائی کہ ایک وجہ سے اسکے حق مین نافع ہی اور ایک طرح سے نافع نہین ہی پس اگر نفی کے ساتھ اسکی تاکید کی تو لحاظ رکھنا واجب ہی چنانچہ اگر کہا کہ اس بازار مین فروخت کر اسنے دوسری بازار مین فروخت کیا پس اگر نفی کے ساتھ نہ موکد کیا تو موکل پر نافذ ہوگی اور اگر موکد کیا ہی تو یہ بیع اسپر نافذ نہوگی یہ ذخیرہ مین لکھا ہے اگر موکل نے کہا کہ میرا یہ غلام فروخت کر اور گواہ کر لینا اسنے فروخت کیا اور گواہ نہ کیے تو جائز ہی اور اگر کہا کہ بدون گواہ کرنے کے فروخت نہ کرنا اور اسنے بدون گواہ کے فروخت کیا تو جائز نہین ہی اسیطرح اگر یون کہا کہ مین نے تجکو اس غلام کے فروخت کرنے کا اس شرط سے وکیل کیا کہ تو اسکے فروخت کرنے پر گواہ کر لے پھر اسنے بدون گواہ کیے فروخت کیا تو جائز نہین ہی اور اسی طرح اگر یون کہا کہ گواہون کے ساتھ اسکو فروخت کر تو بھی یہی حکم ہی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی بیع کیواسطے وکیل کیا اور منع کر دیا کہ فروخت نہ کرے مگر جبکہ فلان شخص موجود ہو تو بدون اسکی موجودگی کے فروخت نہ کرے۔ یہ وجیز کردری مین لکھا ہی۔ اگر یہ حکم دیا کہ اس غلام کو رہن یا کفیل لیکر فروخت کرے پس وکیل نے بدون رہن یا کفیل کے فروخت کیا تو جائز نہین ہی خواہ موکل نے نفی کے ساتھ تاکید کی ہو یا نہ کی ہو یعنی یون کہا ہو کہ نہ فروخت کرنا مگر رہن یا کفیل لیکر یا نہ کہا ہو اور اگر یون کہا ہو کہ ایسا رہن لیکر فروخت کرے کہ جسمین مضبوطی ہی تو بیع نہین جائز ہی مگر جبکہ ایسی چیز رہن لی ہو جسکی قیمت سے مبیع کے دام پورے حاصل ہو سکتے ہون یا صرف اسقدر کمی پڑتی ہو کہ جسقدر لوگ برداشت کر لیتے ہین تو جائز ہی اور اگر موکل نے مطلقاً رہن لیکر کہدیا تو تھوڑا سا رہن لیکر فروخت کرنا بھی جائز ہی یہ محیط مین لکھا ہی اور اگر یون کہا کہ اسکو فروخت کرے اور کفیل لے لے یا یون کہا کہ اسکو فروخت کر دے اور رہن لے لے تو بھی بدون کفیل یا رہن لیے جائز نہین ہے یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی پھر اگر وکیل و موکل نے وکالت مین کسی قسم کی شرط ہونے یا نہونے مین اختلاف کیا تو موکل کا قول لیا جائے گا اسیطرح اگر بغیر[1] اس ثمن کے فروخت کرنے کا حکم دینے کا دعوے کیا تو بھی موکل کا قول لیا جائے گا یہ وجیز کردری مین لکھا ہی۔ اگر ہزار درم کو فروخت کرنے کے واسطے وکیل کیا اور اسنے زیادہ کو بیچا تو بیع نافذ ہوگی اور اگر کم کو بیچا تو نافذ نہوگی اور اگر سوائے درم کے کسی چیز کے عوض بیچا تو بھی نافذ نہوگی اگرچہ اسکی قیمت ہزار درم سے زیادہ ہو یہ سراج الوہاج مین ہی کسی نے دوسرے کو اپنا ایک غلام ہزار درم کو بیچنے کا حکم دیا اور اسنے آدھا ہزار درم کو بیچا پھر باقی آدھا سو دینار کو تو پہلے آدھے کی بیع جائز اور دوسرے کی

[1] یعنے وکیل نے مثلاً سو درم کے عوض فروخت کیا اور موکل نے دعوے کیا کہ مین نے اس ثمن کے عوض بیچنے کا حکم نہین کیا تھا بلکہ پچیس دینار کے عوض حکم کیا تھا ۱۲ منہ

ناجائز ہی اور اگر پورا غلام ہزار درم اور سو دینار کو بیچا تو کل کی بیع جائز ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اور اگر آدھا غلام ایک درم کم ایک ہزار درم اور ایک کر گیہون کے عوض بیچا تو باطل ہی اور اگر غلام بعوض ہزار درم اور ایک کر معین گیہون کے بیچا تو موکل کو اختیار ہی چاہے کل بیع باطل کردے یا اجازت دے اور کر وکیل کا ہوگا اور اسپر بقدر اسکے حصہ قیمت کے واجب ہوگا کہ غلام کی قیمت مین ادا کرے اور اگر اسکو ہزار درم پر بیچا پھر مشتری نے ایک کر معین یا غیر معین زیادہ کیا تو بلا اختیار بیع جائز ہی اور کر موکل کو ملیگا یہ فتاوی قاضیخان مین ہی اگر اپنا غلام بیچنے کے واسطے وکیل کیا اور اسنے نصف یا کوئی حصہ معلومہ کسی کے ہاتھ بیچا تو امام اعظمؒ کے نزدیک بیع جائز ہی خواہ باقی اس مشتری کے ہاتھ بیچا ہو یا نہ بیچا ہو اور صاحبین کے نزدیک نہین جائز ہی مگر جبکہ باقی بھی فروخت کردے اور یہی حکم ہر ایسی چیز مین جاری ہی جسکے ٹکڑے کرنے مین ضرر اور ٹکڑے ہونا اسمین عیب شمار کیا جاتا ہی اور اگر یہ دونون باتین نہون جیسے کیلی اور وزنی چیزین انکی وکالت مین اگر تھوڑی فروخت کردی تو بالاتفاق جائز ہی اسی طرح اگر چند ایسی چیزین جو گنتی سے بکتی ہین اور باہم قریب برابر کے ہین انکے بیچنے کیواسطے وکیل کیا اور اسنے ایک فروخت کردی تو بالاتفاق جائز ہی کذا فی شرح الطحاوی۔ اگر حکم دیا ہو کہ یہ غلام فلان شخص کے ہاتھ قرض فروخت کردے اسنے دوسرے شخص کے ہاتھ قرض بیچ ڈالا تو جائز نہین ہی اور اگر اسنے فلان شخص اور دوسرے شخص دونون کے ہاتھ بیچا تو امام اعظمؒ کے نزدیک اس نصف کی بیع جو دوسرے کے ہاتھ بیچا ہی جائز نہین ہی اور جو نصف فلان شخص کے ہاتھ بیچا ہی اسکی بیع جائز ہی اور صاحبین کے نزدیک نہین جائز ہی مگر جبکہ باقی بھی فروخت کردے کذا فی الذخیرہ۔ اگر ہزار درم مین دو باندیان فروخت کرنیکے واسطے وکیل کیا گیا اور اسنے ایک باندی پانچسو درم یا کم یا زیادہ کو فروخت کردی تو امام اعظمؒ و امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جائز نہین ہی مگر جبکہ دوسرے کو بھی فروخت کرکے ہزار درم پورے کردے یا زیادہ کردے تو جائز ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر موکل نے کہا کہ یہ غلام فروخت کردے اور فلان کے ہاتھ فروخت کردے تو اسکو دوسرے شخص کے ہاتھ بیچ ڈالنے کا اختیار ہی اور اگر کہا کہ فلان شخص کے ہاتھ فروخت کردے اور وکیل نے دوسرے کے ہاتھ بیچا تو جائز نہین ہی یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی۔ اگر موکل نے کہا کہ یہ غلام ہزار درم کو ایک سال کی ادھار پر فروخت کردے اور وکیل نے ہزار یا زیادہ کو نقد بیچا تو جائز ہی اور اگر ہزار درم سے کم نقد پر بیچا تو جائز نہین ہی اور اگر دو ہزار درم کو ایک سال و ایک ماہ کی ادھار پر بیچا تو جائز نہین ہی یہ محیط مین ہی۔ بیع کیواسطے مطلقاً وکیل کیا پھر کہا کہ آج اسکو نہ بیچنا پھر دوسرے روز وکیل نے بدون تجدید وکالت کے فروخت کردیا تو جائز ہی یہ وجیز کردری مین لکھا ہی۔ ایک شخص کو اپنا غلام فروخت کرنے کیواسطے وکیل کیا اور غلام دیدیا اور منع کردیا کہ بعد بیع کے جب تک ثمن نہ لے لے غلام نہ دے تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ ممانعت باطل ہی اور اگر بعد بیع کے وہ غلام مشتری کے پاس مرگیا تو مشتری کا مال گیا اور وکیل ہی دام وصول کرنے کا متولی ہوگا اور موکل کو اختیار ہوگا کہ وکیل سے دامون کی ضمانت لے یہ محیط مین ہی اور اگر وکیل نے دام لینے سے پہلے سونپ دیا اور وہ دام ڈوب گئے تو وکیل پر ڈانڈ نہین ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اگر موکل نے غلام وکیل کو دیدیا اور کہا کہ جب تک دام نہ لے مشتری کے ہاتھ غلام نہ بیچے اور اسنے دام لینے سے پہلے فروخت کیا تو بیع باطل ہے مبیع مشتری سے پھیر لے اور اگر غلام

وکیل کو نہین دیا اور اُسنے موکل کے ہاتھ مین ہونے کی حالت مین ہزار درم نقد فی الحال مین بیچڈالا تو جبتک دام
نہ لے غلام سپرد کرنیکا اُسکو اختیار نہین ہی خواہ موکل نے دام لینے سے پہلے دینے سے منع کیا ہو یا نہ کیا ہو اور اگر
ہزار درم کو ایک مہینے کی اُدھار پر بیچا اور غلام موکل کے ہاتھ مین ہی تو بیع صحیح ہی اور موکل کو مشتری کو نہ دینے کا
اختیار نہین ہی کیونکہ یہ بھی موکل کے تحت حکم داخل ہی پس گویا خود اُسی نے فروخت کیا اور خود اُدھار فروخت
کرنے پر سپرد کرنے کے واسطے مجبور کیا جاتا ہی ہکذا فی المحیط اگر غلام فروخت کرنیکا وکیل کیا اور غلام دیدیا پھر وکیل نے
اُسکو فروخت کیا اور ہنوز مشتری کے سپرد نہ کیا تھا کہ موکل نے وکیل کے گھر سے اُسکو لے لیا اور وکیل کو دام لینے سے
پہلے دینے سے منع کردیا تو صحیح ہی اور وکیل کو اختیار ہوگا کہ موکل کے گھر سے لیکر دام لینے سے پہلے مشتری کو دیدے یہ
فتاوی قاضی خان مین ہی اگر اپنا غلام بیچنے کے واسطے وکیل کیا اور غلام موکل کے پاس ہی اور موکل نے وکیل کو نہ لینے کا
حکم دیا اور نہ اس سے منع کیا پس وکیل نے فروخت کیا پھر اُسکو موکل کے گھر مین سے مشتری کو دینے کے واسطے لے لیا
اور اُسکے ہاتھ مین مشتری کو دینے سے پہلے مرگیا تو وکیل پر ڈانڈ نہین ہی کیونکہ دام ادا ہونے کے وقت سپرد کرنیکے لیے
وکیل کو ضرورت ہی کہ غلام پر قبضہ کرے تاکہ سپرد کرسکے ولیکن اگر موکل منع کردے تو البتہ نہین لے سکتا ہی اور یہان موکل نے
منع نہین کیا اور اگر غلام نہین مرا اور درم لینے سے پہلے وکیل نے مشتری کو دیدیا تو موکل کو اختیار ہی کہ تاوقتیکہ دام نہ
ادا ہون مشتری سے لے لے اور اگر موکل نے غلام پھیر لیا پھر مشتری دام لایا تو موکل غلام کو وکیل کے سپرد کردیگا اور
حکم دیگا کہ مشتری کے حوالہ کرے اور وہ ثمن لے لیگا کذا فی المحیط پس اگر اُسنے ثمن نہ لیا یہانتک کہ غلام مشتری کے پاس مرگیا
تو موکل کسی وکیل یا مشتری سے قیمت کی ڈانڈ نہین لے سکتا ہی ولیکن وکیل مشتری سے دام لیکر موکل کو دیدیگا کذا فی
فتاوی قاضی خان اور اگر اُسکو بیچنے کا حکم دیا اور قبضہ کرنے سے منع کیا اور اُسنے بیع سے پہلے قبضہ کرلیا اور بیع کرنے سے پہلے اُسکے
پاس مرگیا تو اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا پس اگر غلام نہین مرا ہی جسوقت اُس نے فروخت کیا تو بیع صحیح ہوگی اگرچہ اُسپر غلام کی
ضمانت ہی اور اگر نہ مرا یہانتک کہ اُسنے مشتری کے سپرد کردیا اور اُسکے پاس مرگیا تو وکیل قیمت کا ضامن نہین ہی اگرچہ بیع سے
پہلے قبضہ کرلینے سے غاصب ٹھہرا ہی کیونکہ بعد غصب کے بھی بیع کا حکم باقی ہی اور امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک وکیل
داموں کا ضامن نہوگا بلکہ مشتری سے لیکر موکل کو دیدیگا اور اگر غلام مشتری کے پاس نہ مرا یہانتک کہ موکل نے
اگر مشتری سے لے لیا پھر دام ادا ہونے سے پہلے وکیل نے موکل کے گھر مین سے مشتری کو دینے کیواسطے اُسکو لے لیا
اور دینے سے پہلے وکیل کے پاس مرگیا تو وکیل ضامن نہین ہی کیونکہ وہ بیع کے بعد قبضہ کرسکتا ہی۔ اور بیع ٹوٹ گئی یہ محیط
مین لکھا ہی اگر ایک شخص کو اپنا غلام بیچنے کا حکم دیا اور ثمن پر قبضہ کرنے سے منع کیا مگر فلان شخص کے سامنے یا گواہ کرکے قبضہ
کرے تو اُسکا منع کرنا صحیح نہین ہی اور وکیل کو اختیار ہی کہ بدون فلان شخص یا بدون گواہون کے وصول کرلے اور اگر موکل نے
خود ہی غلام بیچا اور وکیل کو ثمن پر قبضہ کرنے کے واسطے مقرر کیا پھر منع کردیا کہ بدون فلان شخص یا گواہون کے وصول
نہ کرے تو بیع صحیح ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ اگر مکاتب نے ایک شخص کو اپنا غلام فلان شخص کے ہاتھ فروخت کرنے کا حکم کیا اور اُسنے
غیر کے ہاتھ بیچا اور وکیل نہین ہی تو جائز نہین ہی یہ مبسوط مین لکھا ہی۔ ایک شخص نے دوسرے کو اپنا غلام سو دینار کو بیچنے کے واسطے

وکیل کیا اور اُسنے ہزار درم کو فروخت کیا اور موکل کو معلوم نہوا کہ کتنے کو فروخت کیا ہی اور وکیل نے کہا کہ مین نے غلام بیچ ڈالا اور موکل نے کہا کہ مین نے اجازت دی تو بیع ہزار درم کو جائز نہوگی کذا فی الخلاصہ اور اگر موکل نے کہا کہ مین نے جسطرح تجھے حکم دیا تھا اسی بیع کی اجازت دی تو درمون سے بیچنا جائز نہین ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی دینارون کے بیچنے کے وکیل نے اگر دینار خود رکھ لیے اور اپنے دینار بیچے تو جائز نہین ہی یہ خلاصہ مین ہی اگر غلام وکیل کو دیا اور کہا کہ اسکو ہزار درم کو سات مثقالی وزن کے درمون سے (یعنی ثمن واسطے اُسکے) فروخت کردے اور وکیل نے دو ہزار پنج مثقالی درمون کو بیچا تو جائز ہی کیونکہ اُسنے جسقدر دامون کو موکل نے کہا تھا اُسی جنس کے زیادہ دامون کو بیچا ہی یہ مبسوط مین لکھا ہی ایک شخص کو اسواسطے وکیل کیا کہ میرا غلام ہزار درم کو فروخت کرے اور قیمت اُسکی ہزار درم ہی پھر بھاؤ بدل گیا اور اُسکی قیمت دو ہزار درم ہوگئی تو وکیل کو ہزار درم مین بیچنے کا اختیار نہین ہی اور اگر وکیل نے اپنی خیار پر فروخت کیا پھر مدت خیار کے اندر اُسکی قیمت بڑھکر دو ہزار درم ہوگئی تو امام اعظم رح کے نزدیک اُسکو اپنی بیع تمام کرنیکا اختیار ہی اور صاحبین رح نے اسمین خلاف کیا ہی اور اگر وکیل نے بیع تمام نہ کی بلکہ خاموش رہا یہانتک کہ مدت خیار گذر گئی تو امام محمد رح کے نزدیک بیع باطل ہی اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک جائز ہی کذا فی الخلاصہ اسی طرح اگر حاملہ باندی شرط خیار پر بیچی کہ وہ بچہ جنی اور بچہ ہزار درم کا ہی اور اسی طرح اگر درخت مین پھل آگئے تو بھی یہی اختلاف حکم ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر ایک نے دوسرے سے کہا کہ یہ میرا غلام لے اور غلام کے عوض اس کو فروخت کردے یا اس کے عوض کوئی غلام خریدے پس اگر خریدنے کا وکیل کیا اور اُسنے غیر معین غلام خریدا تو جائز نہین ہی اور اگر معین خریدا پس اگر اُسکی قیمت اس غلام کی قیمت کے برابر یا اسقدر کم ہی کہ جسقدر خسارہ لوگ اُٹھا لیتے ہین تو جائز ہی اور اگر اسقدر کم ہی کہ لوگ اُتنا خسارہ نہین اُٹھاتے ہین تو جائز نہین ہی اور اگر بیع کے واسطے وکیل کیا اور اُس نے غلام غیر معین کے عوض بیچا تو جائز نہین ہے اور اگر معین کے عوض بیچا پس اگر قیمت اس غلام کی مثل قیمت اس غلام کے یا اس قدر کم ہی کہ لوگ برداشت کر لیتے ہین تو جائز ہی اور اگر اسقدر کم ہی کہ لوگ نہین برداشت کرتے ہین تو جائز نہین ہی یہ ذخیرہ مین ہی اگر یہ حکم دیا کہ میرا یہ غلام بعوض ایک کر گیہون یا بعوض دس ہروی کپڑون کے فروخت کرے تو وکیل کو یہ اختیار ہی کہ مسمی اُسکے عوض مسمی کو بیان کرکے ذمہ ٹھہرا کر میعادی اُدھار پر فروخت کردے اور شرط یہ ہی کہ کُر غلام مبیع کی قیمت کے برابر ہو یہ محیط مین ہی اگر اناج بیچنے کے واسطے وکیل کیا اور کہا کہ ہر کُر بعوض پچاس درم کے بیچے اور وکیل نے سب معًا بیچ ڈالا تو جائز ہے یہ مبسوط مین ہی اور اگر یون کہا کہ ہر کُر اُس قدر کو بیچے جتنے کو فلان شخص نے بیچا ہے اور فلان شخص نے کہا کہ مین نے کُر چالیس درم کو بیچا ہی اور وکیل نے اسی حساب سے بیچا پھر معلوم ہوا کہ فلان شخص نے پچاس کے حساب سے بیچا ہی تو بیع واپس ہو جائے گی کیونکہ اُس نے اس واسطے وکیل کیا ہی کہ جتنے کو فلان نے بیچا ہے فروخت کرے نہ جو فلان شخص خبر دے اتنے کو فروخت کرے اور اگر فلان نے کوئی کُر چالیس کو اور کوئی کُر پچاس کو بیچا ہی اور وکیل نے سب اناج چالیس کے حساب سے بیچا تو استحسانًا جائز ہی یہ محیط سرخسی مین ہی اگر ہراتی کپڑون کی گٹھری بیچنے کو دی اور دونون کوفہ مین موجود ہین تو کوفہ کے جس بازار مین فروخت کردے تو جائز ہی اور اگر بصرہ مین لے گیا تو استحسانًا

مخالف شمار ہوگا حتی کہ اگر وہان گٹھری تلف ہو جائے تو ضامن ہوگا اور اگر تلف نہوئی یہانتک کہ اُسنے بصرہ مین فروخت کردی تو وکالت الاصل مین ہی کہ موکل پر بیع نافذ نہوگی اور کتاب الصرف مین بروایۃ ابو سلیمان یہ ہی کہ بیع جائز ہوگی اور بعض مشائخ نے کہا کہ کتاب الوکالت کی روایت بحکم استحسانی ہی اور یہی قول امام اعظم رح کا ہی اور بعض مشائخ نے کہا کہ اس مسئلہ مین دو روایتین ہین اور اسی طرف شیخ الاسلام کا میلان ہی اور اگر موکل نے قید لگائی ہو کہ کوفہ مین فروخت کرے پھر وہ بصرہ مین لے گیا تو قیاساً و استحساناً ضامن ہوگا اور اگر اُسنے بصرہ مین بیچا تو مشائخ عامہ کے نزدیک یہ بیع موکل پر نافذ و جائز نہ ہوگی کذا فی الذخیرہ اور یہی اصح ہی یہ مبسوط مین ہی۔ اگر کسی کو وکیل کیا کہ ہروی یا زطی[1] کپڑون کی گٹھری فروخت کرے پس اگر اُسنے پوری گٹھری ایک ہی صفقہ مین بعوض مثل قیمت کے یا اسقدر کم کو کہ لوگ برداشت کر لیتے ہین فروخت کی تو بالاتفاق جائز ہی اور اگر اسقدر کمی پر بیچی کہ لوگ نہین برداشت کرتے ہین تو اختلاف[2] ہی اور اگر اُسنے ایک ایک کپڑا کر کے سب گٹھری بیچ ڈالی پس اگر ایک ایک کپڑے کی قیمت ملا کر اسی قدر ہو جاتی ہی جتنی کل گٹھری کی قیمت ہی اگر کل گٹھری یکبارگی فروخت کر دیتا یا صرف اسقدر کم ہی کہ لوگ برداشت کر لیتے ہین تو بالاتفاق جائز ہی اور اگر صفقات متفرقہ کی فروخت گٹھری کی فروخت کو نہین پہونچتی اور اسقدر کمی ہی کہ لوگ اُسکو نہین برداشت کرتے ہین تو امام اعظم رح کے قول پر جائز ہی اور صاحبین رح کے مذہب پر مشائخ نے اختلاف کیا بعضون نے کہا کہ نہین جائز ہی اور بعضون نے کہا کہ جائز ہے اور اگر اُسنے صرف ایک کپڑا فروخت کر دیا اور باقی نہین تو امام اعظم رح کے قول کے موافق جواز ذکر کیا گیا ہی خواہ باقی کے حق مین ایسا ضرر ہو کہ لوگ اُٹھا لیتے ہین یا نہین اُٹھاتے ہین اور صاحبین رح کے قول کے موافق اگر باقی کو ضرر نہ پہونچے یا ایسا ضرر ہو کہ لوگ برداشت کرتے ہین مثلاً بعضے اندازہ کرنے والے اتنے کو بھی اندازہ کرتے ہین تو جائز ہی اور اگر ایسا ضرر ہو کہ لوگ نہین برداشت کرتے ہین تو جائز نہین ہی اور یہ حکم مذکور کپڑون کی بابت ہی اور اگر کسی کیلی یا وزنی چیز کی بیع کیواسطے جو ایک برتن مین ہی وکیل کیا اور اُسنے تھوڑی فروخت کر دی اور باقی رہنے دی تو بالاتفاق جائز ہی یہ محیط مین ہی اگر کسی نے دوسرے کو اپنے غلام کو ہزار درم مین بیچنے کیواسطے وکیل کیا اور غلام کی قیمت ہزار درم یا پانچسو درم ہین اور اُس نے ہزار درم کو بوعدۂ عطا[3] کے بیع کر دیا اور مشتری کے سپرد کر دیا اور وہ مشتری کے پاس مر گیا یا اُسنے آزاد کر دیا تو وکیل پر ضمان نہین ہی اور مشتری پر قیمت واجب ہوگی اور قیمت پر قبضہ کرنیکا حق وکیل کو ہی یہ ذخیرہ مین ہی۔ ایکنے دوسرے کو حکم دیا کہ میرا غلام ہزار درم کو فروخت کر دے اور وکیل نے پانچسو درم کو بوعدۂ عطا کے فروخت کیا اور اُسکی قیمت ہزار یا پانچسو درم ہین اور مشتری نے قبضہ کیا تو مالک نہوگا اور اگر مشتری کے ہاتھ مین مر گیا تو موکل کو

---

[1] زط ایک گروہ لوگون کا جو عراق مین رہتے ہین انھین کی طرف زطی کپڑا منسوب ہے کذا قال صدر الشریعۃ اور بعض نے کہا کہ یہ جٹ کا معرب ہے جو ہندوستان کی قوم ہے ولیکن ہمارے یہان جاٹ ہین یہ صنعت کبھی نہ تھی اور شاید یہ قوم جٹ ہو ۱۲ [2] قولہ اختلاف یعنے امام کے نزدیک جائز اور صاحبین رح کے نزدیک نہین اور مرجع جواز یہ کہ اس نے ثمن نہین بتلایا تو وکیل کا اختیار غبن فاحش تک بڑھا اور یہ امام کے نزدیک جائز ہے اور صاحبین رح کے نزدیک نہین جائز ہے ۱۲ [3] قولہ عطا یعنے جب سلطان کی طرف سے عطیہ یعنے تنخواہ ملیگی ۱۲

اختیار ہوگا چاہے مشتری سے قیمت لے یا وکیل سے پس اگر اُسنے مشتری سے لی تو وہ غیر سے نہین لے سکتا ہو اور
اگر وکیل سے لی تو مشتری سے لے لیگا۔ اگر اسواسطے وکیل کیا کہ میرا غلام ہزار درم کو اول عطا کے وعدہ پر بیچ ڈالے
اور اُسنے دوسری عطا کے وعدہ پر فروخت کیا اور مشتری نے قبضہ کیا اور اُسکے ہاتھ مین مرگیا تو موکل پر نافذ
نہو گی اور اگر کسی میعاد معین کے وعدہ پر سوائے وعدۂ عطا کے بیچا تو موکل پر نافذ ہوگی یہانتک کہ وکیل
ضامن نہوگا یہ محیط مین ہی۔ اگر اپنا غلام ہزار درم کو بیچنے کیواسطے وکیل کیا اور اُسنے ہزار درم اور ایک رطل شراب
غیر معین کے عوض بیچا اور غلام مشتری کے پاس مرگیا تو مشتری قیمت کا ضامن ہو اور وکیل پر ضمان نہین ہو اور
اگر ہزار درم اور ایک رطل شراب معین کے عوض بیچا اور غلام مشتری کے پاس مرا تو امام اعظم رح کے قول پر چاہے موکل
مشتری سے غلام کی قیمت ضمان لے اور وہ وکیل سے نہین پھیر سکتا ہو یا وکیل سے ضمان لے اور اس صورت مین غلام
ہزار درم اور شراب کی قیمت پر تقسیم ہوگا پس جسقدر ہزار درم کے پڑتے مین پڑے اُسکا ضامن فقط مشتری ہو سکتا ہو
اور شراب کی قیمت کے پڑتے مین جسقدر پڑے اُسمین موکل کو اختیار ہو چاہے وکیل سے اسقدر لے یا مشتری سے سب
قیمت لے پس اگر اُسنے بائع سے ضمان لی تو وہ مشتری سے پھیر لیگا اور یہ سب امام اعظم رح کے نزدیک ہو اور صاحبین
کے نزدیک موکل کو اختیار ہو چاہے وکیل سے سب قیمت لے یا مشتری سے سب قیمت لے اور اگر ہزار درم اور معین
یا غیر معین سور کے عوض بیچا تو اسکا حکم ویسا ہی ہو جیسا ہزار درم اور معین شراب کے عوض بیچنے کا ہو اور اگر ہزار درم
اور مردار یا خون یا ایسی چیز کے عوض جسکی قیمت نہین ہو فروخت کیا اور وہ مشتری کے پاس مر گیا تو بالاتفاق بائع پر
ضمان نہین ہو اور مشتری پر قیمت واجب ہوگی اور وکیل ہی قیمت لیکر موکل کو دیگا اور اگر ایک کر گیہون سو درم مین
بیچنے کیواسطے وکیل کیا اور اُسنے سو درم و ایک رطل شراب معین کے عوض بیچا اور اناج مشتری کے پاس تلف ہوا
تو بالاتفاق وہی حکم ہو جو امام اعظم رح کے نزدیک غلام کو ہزار درم معین شراب کے عوض فروخت کرنیکا ہو یہ محیط مین ہی۔
اگر اپنا غلام سو رطل شراب کے عوض بیچنے کے واسطے وکیل کیا اور اُس نے سور کے عوض بیچا یا سور کے عوض
بیچنے کے وکیل نے سو رطل شراب کے عوض بیچا تو مشتری اُسکا مالک نہوگا حتے کہ اگر بعد قبضہ کے اُسنے آزاد کیا تو عتق نافذ
نہوگا اور اگر مشتری کے پاس مرگیا تو موکل مختار ہو چاہے بائع سے قیمت لے اور وہ مشتری سے پھیر لیگا یا مشتری
سے قیمت لے اور وہ کسی سے نہین لے سکتا یہ محیط مین لکھا ہی۔ ایک شخص کو وکیل کیا کہ میرا غلام فروخت کر دے
اور مشتری نے قبضہ سے پہلے اُسمین عیب پاکر وکیل کو پھیر دیا اور اُسنے قبول کرلیا تو موکل کو لازم ہوگا اور اگر بعد قبضہ کے عیب
پاکر پھیرا اور وکیل نے قبول کرلیا تو وکیل کے ذمہ پڑیگا یہ ذخیرہ مین ہی۔ وکیل بیع اگر مر گیا اور مشتری نے مبیع
مین عیب پایا تو وکیل کے وصی یا وارث کو واپس کرے اور اگر وصی یا وارث نہو تو موکل کو واپس کرے اور فتاوی
صغری مین ہی۔ کہ وکیل اگر غائب ہو تو جبتک زندہ ہی تب تک حقوق موکل کی طرف راجع نہونگے کذا فی الخلاصہ ایک نے
دوسرے کو اپنا غلام بیچنے کا حکم کیا اور اُسنے ایک شخص کے ہاتھ فروخت کیا اور سپرد کردیا اور ثمن خواہ وصول کیا تھا یا نہ کیا
تھا یہانتک کہ مشتری نے اُسمین عیب پایا کہ اُسکے مثل عیب پیدا نہین ہوتا ہی جیسے انگلی یا دانت کا زیادہ ہونا اور گواہان

له قولہ وکیل کے ذمہ الخ یعنی جب وکیل بدون حکم قاضی کے مانند تفصیل مذکورہ ہو فافہم ۱۲

قاضی کے حکم یا قسم یا وکیل کے اقرار کی وجہ سے اُسنے واپس کیا تو وکیل کو اختیار ہی کہ موکل کو پھیر دے اور اگر ایسا
عیب ہی کہ اُسکے مثل پیدا ہو سکتا ہی پس اگر گواہی پر واپس کیا تو موکل کو لازم ہوگا اور اگر قسم سے باز رہنے کی وجہ سے
واپس کیا تو بھی اور اگر وکیل کے اقرار عیب پر واپس کیا تو وکیل کے ذمہ پڑیگا اور اگر مشتری نے خود ہی بدون حکم
قاضی واپس کیا اور عیب ایسا ہی کہ پیدا ہو جانے کا احتمال رکھتا ہی تو وکیل کے ذمہ پڑیگا اور کسی حال مین وہ
موکل سے مخاصمہ نہین کر سکتا ہی اور اگر عیب ایسا ہو کہ پیدا نہین ہو سکتا ہی اور واپسی بدون حکم قاضی کے وکیل
کے اقرار سے واقع ہوئی تو ایک روایت مین بلا خصومت موکل کے ذمہ لازم ہوگا اور عامۂ روایات مین یہ ہی کہ
موکل سے خصومت نہین کر سکتا ہے اور وکیل کے ذمہ لازم ہوگا یہ کافی مین ہی۔ ایک شخص نے ایک وکیل اپنی زمین بیچنے کے
واسطے مقرر کیا اور اُسنے فروخت کر دی اُسمین ایک قطعہ زمین وقف نکلی اسکو مشتری نے وکیل کو پھیرنا چاہا اور وکیل نے اقرار کیا تو مشتری وکیل کو
واپس کر سکتا ہی پھر وکیل موکل کو واپس نہین دے سکتا ہی۔ اور اگر گواہون کی گواہی پر وکیل کو واپس دی گئی تو
موکل کو واپس دے سکتا ہی اور باقی کی عقد بیع کی نسبت عامۂ مشائخ نے فرمایا کہ عقد بیع باقی فاسد نہوگا یہی
صحیح ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی وکیل بیع نے اگر موافق حکم موکل کے ہزار درم کو غلام فروخت کر دیا اور باہمی
قبضہ کے بعد ثمن اُسکے پاس تلف ہو گیا یا اُسنے موکل کو دیدیا پھر مشتری نے اُسمین ایسے عیب کا دعوی کیا جسکے
مثل پیدا ہو سکتا ہی اور وکیل نے انکار کیا اور موکل نے اقرار کر لیا تو اُسکے اقرار سے بیع نہ ٹوٹیگی اور اُسکے اور وکیل کے
ذمہ کچھ لازم نہوگا۔ اسی طرح اگر مشتری کے پاس اُسمین دوسرا عیب پیدا ہو گیا اور اُسنے عیب سابق کا نقصان لینا چاہا
اور باقی صورت یون ہی واقع ہوئی جیسی بیان ہوئی تو بھی یہی حکم ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی اور اگر وکیل نے اقرار کیا اور
موکل نے انکار کیا تو مشتری وکیل کو واپس کریگا اور اُسکا اقرار اُسکے حق مین صحیح ہی موکل کے حق مین نہین۔ مگر وہ عیب اگر
ایسا ہو کہ اتنی مدت مین اُسکے مثل نہین پیدا ہو سکتا ہی تو موکل کے حق مین بھی صحیح ہوگا کیونکہ یہ عیب یقیناً اسی کے پاس کا
ہوگا اور اگر اس مدت مین اُسکے مثل پیدا ہو سکتا ہے تو موکل کو بدون وکیل اس بات کے یہ عیب موکل کے
پاس کا ہے واپس نہین کر سکتا اس سے قسم لے پس اگر قسم سے باز رہا تو واپس کر دے ورنہ وکیل کے
ذمہ پڑیگا اور اسی کو واپس ہوگا جبتک زندہ عاقل موجود ہے پس اگر وکیل مر گیا ہے اور کوئی خلیفہ
نہ چھوڑا یا لائق لزوم عہدہ کے نہین ہے مثلاً مجحور ہو تو موکل کو واپس کرے اور موکل کو وکیل سے مخاصمہ
کی گنجائش نہوگی یہ وجیز کردری مین ہے اور اگر مبیع استحقاق مین لے لیگئی تو اپنا ثمن مشتری
وکیل سے لیگا اگر اُسکو دیا ہے اور اگر موکل کو ادا کیا ہے تو اس سے لیگا اور اگر استحقاق نہین پایا گیا
لیکن مشتری نے اسمین عیب پایا تو وہ موکل سے مخاصمہ کر سکتا ہے اور جب بمقابلہ اُس کے عیب ثابت ہو گیا
تو بحکم قاضی اُسکو واپس کرے اور اپنے دام وکیل سے لیوے اگر اُسکو دیے ہین اور اگر موکل کو دیئے ہین تو اسی کو واپس
لیوے یہ شرح طحاوی مین ہے اگر مشتری نے خرید کا وکیل پر دعوے کیا اور وکیل نے اس سے انکار کیا اور موکل نے اقرار
کر لیا کہ وکیل سے خریدا ہے اور قاضی نے عہدہ موکل کے اوپر رکھا اور دونون نے باہم قبضہ کر لیا پھر وکیل نے

دونون کی تصدیق کی تو عہدہ موکل سے اُٹھکر وکیل پر آجائے گا اور موکل اس سے بری ہو جائیگا۔ پھر اگر مشتری نے کسی عیب کا دعوی کیا کہ اسکو بائع نے چھپا ڈالا تھا اور بائع نے چھپا ڈالنے سے انکار کیا اور قسم کھائی اور موکل نے مشتری کی عیب کے دعوی مین تصدیق کی تو مشتری اور موکل کے درمیان کچھ خصومت قرار نہ پاویگی یہ محیط مین لکھا ہے۔ وکیل بیع سے اپنے مال سے ثمن ادا کرنیکا مطالبہ نہین کیا جائیگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہے اور تقاضا کرنے اور ثمن پورا وصول کرنے کے واسطے اُسپر جبر نہ کیا جائیگا اور اگر اُسنے تقاضا کرکے وصول کیا تو بہتر ورنہ اُس سے کہا جائیگا کہ موکل کو مشتری پر اُترا دے یا اُسکو تقاضا کرنے کے واسطے وکیل مقرر کر دے پھر اگر وکیل بیع نے کہا کہ مین تقاضا کرونگا اور موکل نے کہا مین تقاضا کرونگا تو تقاضا کرنا وکیل کے اختیار مین رہیگا اور موکل کو مشتری پر حوالہ کر دینے کے واسطے مجبور نہ کیا جائے گا اور یہ حکم اُس صورت مین ہے کہ بلا اُجرت وکیل قرار پایا ہو اور اگر مثل دلال وغیرہ کے اُجرت پر وکیل ہو تو ثمن پورا وصول کرنے کے واسطے اُس پر جبر کیا جائے گا یہ محیط مین لکھا ہے اور موکل مالک نہو گا اگرچہ اُسکے نام کا تمسک لکھدیا جاوے یہ ذخیرہ مین ہے وکیل بیع نے اگر فروخت کرکے مشتری کی طرف سے دامون کی کفالت کرلی تو کفالت صحیح نہین ہے اور دام وصول کرنے کی وکیل نے اگر مشتری کی طرف سے دامون کی کفالت کی تو صحیح ہے اور اگر وکیل نے مشتری کو ثمن سے بری کر دیا تو بری کرنا صحیح نہین ہے یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے۔ اور اگر موکل نے احتیال ثمن وکیل پر کیا تو حوالہ باطل ہے اور اگر موکل نے اُن دامون سے جو مشتری پر آتے ہین وکیل کے کسی معین غلام پر صلح کرلی یا مشتری کی طرف سے وکیل نے دام دیدیے تو جائز ہے اور مشتری بری ہو جائے گا اور غلام موکل کا ہو جائے گا اور وکیل کسی سے یعنی موکل یا مشتری سے کچھ نہین لے سکتا ہے اور اگر وکیل نے باندی کو موکل کے ہاتھ اُن دامون کے عوض جو موکل کے مشتری پر ہین فروخت کیا تو بیع باطل ہے اسی طرح اگر وکیل نے موکل سے اپنی باندی دیکر اس امر پر صلح کی کہ جو دام موکل کے مشتری کے ذمہ ہین وہ وکیل کے ہونگے تو بھی باطل ہے۔ اسی طرح اگر وکیل نے موکل کو دام اس شرط پر ادا کیے کہ جو اُس کے دام مشتری پر آتے ہین وہ وکیل کے ہونگے تو بھی باطل ہے اور اگر مشتری پر اس ثمن کو اُترا دیا اور مشتری راضی ہو گیا تو صحیح ہے اور یہ وکالت ہے حوالہ نہین ہے پس اگر موکل نے مشتری سے دامون کا مطالبہ کیا تو اُس کو ادا کرنے کے واسطے مشتری پر جبر کیا جائے گا اور اگر وکیل نے مطالبہ کیا تو بھی ادا کرنے کے واسطے مجبور کیا جائے گا اور اگر وکیل نے مشتری کو منع کر دیا کہ موکل کو نہ دے تو ممانعت صحیح ہے حتے کہ مشتری پر موکل کو دینا واجب نہ ہوگا یہ محیط مین لکھا ہے وکیل بیع نے اگر مشتری کو دام ادا کرنے مین تاخیر کر دی یا دامون سے بری کیا یا حوالہ قبول کیا یا زیوف درم لیے اور چشم پوشی کرلی تو امام اعظم رح کے قول مین جائز ہے اور وکیل کو موکل کو ثمن دینا ہو گا اور اس بات پر اجماع ہے کہ اگر ثمن مال معین ہو اور وکیل نے مشتری کو ہبہ کر دیا تو صحیح نہین ہے اور اسی طرح اگر ثمن دین ہو اور وکیل نے وصول کرکے پھر مشتری کو ہبہ کیا تو بالاجماع صحیح نہین ہے یہ ذخیرہ مین ہے اگر وکیل نے بیع کا اقالہ کرلیا تو امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک صحیح ہے اور ثمن کا ضامن ہو گا اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک اقالہ کرنے سے وکیل خود

خریدنے والا شمار ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ ایک شخص نے وکیل کو باندی دیکر فروخت کرنے کا حکم کیا اور وکیل نے ایسے شخص کے ہاتھ فروخت کی کہ جسکا موکل پر قرضہ ہزار درم آتا ہی اور باندی اُس کو دیدی تو بیع جائز ہی اور بالاتفاق قرضہ ثمن کا بدلا ہو جائے گا اور اگر ایسے شخص کے ہاتھ فروخت کی جسکا وکیل پر ہزار درم کا قرضہ ہی تو امام اعظم رح و امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک وکیل کے قرضہ کا بدلا ہو جائے گا یہ ذخیرہ مین ہی اور اگر ایسے وکیل نے مبیع کو سپرد کیا یہان تک کہ اُسکے پاس تلف ہوگئی تو بدلا باطل ہوگیا اور وکیل پر موکل کے لیے ڈانڈ نہین آتی ہی یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہی اور اگر اس وکیل نے ایسے کے ہاتھ بیچا جسکا موکل و وکیل دونون پر قرضہ آتا ہی تو موکل کے قرضہ کے عوض بدلا ہو جائیگا وکیل کے قرضہ کے عوض بدلا نہوگا اور موکل وکیل سے کچھ نہین لے سکتا ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی قاعدہ یہ ہی کہ وکیل بیع نے اگر موکل پر ایسی چیز کا اقرار کیا کہ جو مشتری کے واسطے دامون سے موجب برات کا ہی اور موکل نے اُسکی تکذیب کی پس اگر مقربہ ایسی شے ہی کہ اگر اپنے نفس پر اقرار کرتا تو صحیح ہوتا اور مشتری ثمن سے بری ہو جاتا اور موکل کے واسطے کچھ ضمان نہ دیتا تو جب موکل کی ذات پر ایسا اقرار کریگا تو بھی یہی حکم ہوگا اور اگر مقربہ ایسی چیز ہو کہ اگر اُسکا اپنی ذات پر اقرار کرتا تو امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک صحیح ہوتا اور مشتری ثمن سے بری ہو جاتا اور موکل کو اُسکی مثل ضمان دیتا اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک بری نہوتا تو جب موکل پر ایسا اقرار کریگا تو بھی یہی حکم ہوگا کیونکہ وکیل نے ایسے امر کا جسکا خود مالک ہی دوسرے کی طرف نسبت کرکے اقرار کیا اور انسان کا اقرار ایسی چیز کا جسکا خود مالک ہی دوسرے کی طرف نسبت کرکے حالانکہ دوسرا بھی اُسکا مالک ہی بمنزلہ اپنی ذات پر اقرار کرنے کے ہوتا ہی کیا تو نہین دیکھتا ہی کہ اگر ایک شخص نے ایک غلام خریدا پھر اقرار کیا کہ بائع نے اسکو بیع سے پہلے آزاد کیا ہی تو بمنزلہ اسکے ہی کہ اُسنے اقرار کیا کہ مین نے فی الحال اسکو آزاد کیا ہی پس ایسا ہی یہان بھی ہی یہ محیط مین ہی غلام بیچنے کے وکیل نے اگر فروخت کیا پھر اقرار کیا کہ موکل نے مشتری سے دام وصول کرلیے ہین تو قسم لیکر اُسکا قول لیا جائیگا اور مشتری دامون سے بری ہو جائیگا پس اگر وکیل نے قسم کھالی تو اُسپر ضمان نہین ہی اور اگر باز رہا تو موکل کے واسطے ثمن کا ضامن ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہی اور اگر وکیل نے اقرار کیا کہ موکل نے مشتری سے خریداری سے پہلے ہزار درم قرض لیے یا غصب کرلیے ہین تو مشتری ثمن سے بری ہو جائیگا اور وکیل اس کے لیے ثمن کا ضامن ہوگا اور یہ قول امام اعظم رح و امام محمد رح کا ہی پھر ان دونون امامون کے نزدیک موکل سے قسم لیجائیگی اگر باز رہا تو وکیل بری ہوگیا اور اگر قسم کھالی تو وکیل ضمان ادا کرے اور اگر یہ اقرار کیا کہ موکل نے بعد خریدنے کے مشتری سے ہزار درم قرض لیے یا غصب کرلیے ہین تو قسم سے اُسکا قول لیا جائیگا۔ یہی طرح اگر اقرار کیا کہ موکل نے مشتری کو خریدنے کے بعد یا پہلے عمداً اس طرح زخمی کیا ہی کہ ایک ہزار درم اسکا جرمانہ حالہ[1] موکل پر لازم ہی تو یہ مثل بری کردینے کے اقرار کے ہی اور یہی طرح اگر مشتری کوئی عورت تھی اور وکیل نے اقرار کیا کہ موکل نے اس سے ثمن کے برابر ہزار درم مہر پر نکاح کیا اور وطی کرلی ہی اور عورت نے اسکا اقرار کیا اور موکل نے انکار کیا تو بھی یہی حکم ہی اسیطرح اگر اقرار کیا کہ موکل نے مشتری کو

[1] قولہ حالہ یعنے فی الحال اپنے مال سے ادا کرنے کا حکم شرعی ایسے جرم مین ہے اور یہ نہین کہ کئی سال مین مثل دین کے ادا کرے تو یہ قید اس لیے ہی کہ اگر فی الحال ادا کرنا لازم نہوگا تو قصاص نہین ہو سکتا ۱۲ م۔

کے برابر دامون پر مزدور کیا اور اُس نے کام پورا کر دیا یہانتک کہ ثمن مزدوری کے عوض بدلا ہو گیا تو بھی یہی حکم ہی
اسی طرح اگر یہ اقرار کیا کہ موکل نے مشتری سے سو دینار بعوض ثمن کے خریدے ہین اور وصول کر لیے ہین تو بھی یہی
ہی حکم ہی یہ محیط مین ہی۔ زید و عمرو مین ایک باندی مشترک ہی زید نے عمرو کو اُسکے بیچنے کا وکیل کیا اور اُسنے ہزار
درم مین بیچا پھر زید نے اقرار کیا کہ عمرو نے درم وصول کر لیے اور عمرو نے انکار کیا تو مشتری زید کے حصہ سے بری ہوا اور عمرو
کو آدھا ثمن دیدیگا کیونکہ زید کا اقرار اُس کے حق مین صحیح ہی پھر زید عمرو سے قسم لیگا کہ واللہ مین نے دام جسطرح مدعی دعوی کرتا
ہی وصول نہین پائے ہین پس اگر قسم کھالی تو اُسپر کچھ نہین اور اگر نہ کھائی تو زید کا حصہ دینا اُسپر لازم ہوگا اور اگر خود عمرو نے اقرار
کیا کہ زید نے دام وصول کر لیے ہین اور مشتری نے اُسکی تصدیق کی اور زید نے انکار کیا تو بھی مشتری آدھے دامون سے بری
ہو گیا اور باقی نصف مشتری سے عمرو وصول کریگا اور خاصۃً اُسی کو نہ ملیگا بلکہ زید کی شرکت مین ملیگا اور ہر ایک موکل و وکیل
سے دوسرے کے دعوی پر قسم لیجائیگی اور یہی صحیح ہی یہ محیط مین ہے۔ وکیل بیع سے اگر موکل نے یہ نہ کہا کہ جو تو کرے وہ جائز ہی تو اُسکو دوسرا
وکیل کرنیکا اختیار نہ ہوگا اور اگر دوسرا وکیل کیا اور اُسنے پہلے وکیل کے سامنے بیچا تو جائز ہی اور اصل مین مذکور ہی کہ حقوق
دوسرے وکیل کی طرف راجع ہونگے اور یہی صحیح ہی کذا فی فتاوی قاضیخان اور اگر پہلا وکیل حاضر نہ ہو تو جائز نہین ہے اور
اگر وکیل کے سوائے کسی نے فروخت کیا اور وکیل کو خبر پہونچی اور اُسنے مبیع سپرد کی تو جائز ہی۔ اگر کسی نے دوسرے کو وکیل کر کے
کہا کہ اپنی رائے سے کام کر اور وکیل نے دوسرا وکیل کر کے کہا کہ اپنی رائے سے کام کر تو دوسرے کو تیسرا وکیل کرنے کا اختیار
نہین ہی یہ محیط مین ہی اگر بیع کے واسطے وکیل کیا اور دام بتلا دیے اور وکیل نے دوسرے کو حکم دیا اور دام بتلا دیے تو
جائز ہی کیونکہ دام بتلا دینے سے پہلے وکیل کی رائے موجود رہی اور یہی غرض تھی یہ محیط سرخسی مین ہی عدل نے بیع رہن کے واسطے
وکیل کیا اور اُس نے سامنے فروخت کیا تو جائز ہی اور اگر عدل حاضر نہ ہو تو بدون اُسکی اجازت کے جائز نہین ہے اور اگر عدل
نے ثمن مقرر کر دیا اور اُسکے وکیل نے سامنے بیچا تو جائز ہونا ظاہر ہی اور اگر وہ موجود نہو تو کتاب الوکالۃ کی روایت کے موافق
بسبب اُسکی رائے موجود ہونے[1] کے جائز ہی اور اُسکے سوا کی روایت مین جائز نہین ہے جبتک اجازت نہو یہ جیز کردری مین ہے نوادر
ابن سماعہ مین ہی کہ ایک شخص نے اپنا غلام بیچنے کے لیے دوسرے کو وکیل کیا اور اُسکے کام کو اس باب مین جائز رکھا اور
اُسکو وکیل کرنیکا اختیار دیدیا اور وکیل نے دوسرے کو وکیل کیا پھر پہلے وکیل نے دوسرے سے غلام خرید لیا تو جائز ہے
کیونکہ دوسرا ابھی موکل کا وکیل ہو گیا ہی ایک شخص نے دوسرے کے بلا حکم اُس کا غلام فروخت کیا پھر غلام کے مالک نے مشتری
سے کہا کہ مین نے تجھے اس غلام کے بیچنے کا وکیل کیا اور جسکو تیرا جی چاہے وکیل کر دے اور مشتری نے کسی کو غلام بیچنے
کا وکیل کیا اور اس بیع کی اجازت دیدی تو جائز ہی یہ محیط مین ہی وکیل بیع یا نکاح یا ہر ایسے عقد کا جو معاوضہ ہی اگر
وکیل کے سامنے دوسرے نے اس کام کے کر دینے کے بعد اجازت دیدی ہی تو جائز ہوگا اور اگر وہ موجود نہ ہوا اور دوسرا اس
کام کو کرے تو جائز نہین ہی اور طلاق و عتاق بلا معاوضہ کے وکیل نے اگر بدون موجودگی وکیل کے دوسرے
نے یہ کام کیا پھر وکیل نے اجازت دی تو بھی جائز نہین ہی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ

[1] اسوجہ سے کہ اُسنے ثمن کو معین کر دیا اور اُسکی رائے کی ضرورت ثمن ہی کے واسطے تھی پس اُسکی رائے حاصل ہو گئی ۱۲

مین نے تجھے حکم کیا تھا کہ میرا غلام نقد فروخت کرے اور تونے اُدھار بیچ ڈالا اُسنے کہا کہ تونے مجھے بیچنے کا حکم کیا تھا اور کچھ نہین کہا تھا تو موکل کا قول لیا جائیگا اور اگر دوسرے سے کہا کہ مین نے تجھے اپنا غلام اپنی شرط خیار پر فروخت کرنیکا حکم کیا تھا اور وکیل نے کہا کہ تونے خیار کی شرط کرنیکا مجھے حکم نہین دیا تھا تو وکیل کا قول لیا جائیگا اسی طرح اگر کہا کہ مین نے بیع فاسد کے طور پر بیچنے کا حکم کیا تھا تو بھی وکیل ہی کا قول لیا جائیگا یہ محیط مین ہی ایک شخص کو حکم کیا کہ میرا غلام فروخت کردے اور غلام اسکو دیدیا اسنے کہا کہ مین نے فلان شخص کے ہاتھ ہزار درم کو بیچا اور دام وصول کرلیے اور وہ میرے پاس تلف ہوگئے یا مین نے موکل کو دیدیے اور موکل نے بیع سے انکار کیا یا بیع کا اقرار کیا اور دام وصول کرنیکا انکار کیا تو وکیل کا قول لیا جائیگا اور اسپر قسم نہین ہی کذا فی الذخیرہ اور مبیع مشتری کو دیجائیگی اور ثمن وکیل پر ہوگا نہ مشتری پر پس اگر وکیل نے اپنے قول پر قسم کھالی تو وہ بھی بری ہوگیا اور اگر انکار کیا تو موکل کو ثمن ڈانڈ دیگا پھر اگر مشتری سے غلام استحقاق مین لے لیا گیا تو اپنے دام وکیل سے واپس لے اور اگر وکیل نے قبض ثمن مین اسکی تصدیق نہین کی ہی تو واپس نہین لے سکتا ہی کیونکہ وکیل کی تصدیق اسپر سے ڈانڈ اٹھانے مین ہی نہ موکل سے واپس لینے مین اور وکیل کو یہ اختیار ہی کہ موکل سے قبضہ کے عدم علم پر قسم لے پس اگر قسم سے انکار کیا یا قبضہ کا اقرار اور دینے اور تلف ہونے سے انکار کیا تو جو وکیل نے ڈانڈ دیا ہی وہ موکل سے واپس لے اور یہ اس صورت مین ہی کہ مشتری نے وکیل کے قبضہ کا اقرار کیا اور اگر موکل کے قبضہ کا اقرار کیا تو مشتری وکیل اور موکل کسی سے نہین لے سکتا ہی اور اگر مشتری نے مبیع مین کوئی عیب پاکر بحکم قاضی وکیل کو واپس کیا پس اگر موکل نے دام وصول پانیکا اقرار کیا ہی تو اس سے واپس کرے اور وکیل اپنے موکل سے لے لیگا بشرطیکہ موکل نے ثمن وصول کرنے مین اسکی تصدیق کی ہو اور مبیع موکل کی ہوگی اور اگر موکل نے اسکی تکذیب کی ہی تو رجوع نہین کرسکتا ہی وکیل موکل سے اسکے علم پر قسم لیگا پس اگر قسم کھالی تو نہین لے سکتا ہی اور اگر قسم سے انکار کیا تو دام واپس لیگا اور پہلی صورت مین غلام فروخت کرکے داموں کو پورا کرلیگا اور اگر کچھ بڑھا تو اسکو موکل کو دیدیگا اور اگر کم پڑا تو وکیل ڈانڈ بھریگا اور یہ ڈانڈ کسی سے واپس نہین لے سکتا ہی کذا فی الوجیز للکردری اور یہی صحیح ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی اور اگر موکل کے مشتری سے دام وصول کرنیکا اقرار کیا تو وقت واپسی کے وکیل اور موکل کسی سے نہین لے سکتا ہی اور موکل سے یقینی قسم لیگا اگر اسنے انکار کیا تو دام اس سے پھیر لیگا اور مبیع اسکو دیگا اور اگر قسم کھا گیا تو نہین لے سکتا ہی اور غلام فروخت کرکے اس سے دام پورے کرلیگا جیسا کہ مسئلہ مذکورۂ بالا مین گذرا ہی یہ وجیز کردری مین ہی اور اگر موکل نے وکیل کو باندی دی اور اسنے دعوی کیا کہ مین نے فروخت کرکے دام وصول کرلیے ہین اور وہ تلف ہوگئے یا مین نے موکل کو دیدیے اور موکل نے انکار کیا تو اسکو اختیار ہی کہ دام وصول ہونے تک اسکو روک لے اور مشتری سے کہا جائیگا کہ اگر تو راضی ہو تو اسکو دوسرے ہزار درم دے یا بیع توڑ دے کذا فی الخلاصہ پس اگر اسنے ہزار درم دیکر موکل سے باندی لے لی تو وکیل سے اپنے پہلے ہزار درم واپس لیگا یہ محیط مین ہی پس اگر موکل مرگیا اور وارثون نے کہا کہ تونے غلام فروخت نہین کیا ہی اور وکیل نے کہا کہ مین نے فروخت کیا اور دام لے لیے اور وہ میرے پاس تلف ہوگئے اور مشتری نے اسکی تصدیق کی پس اگر غلام موجود ہو تو وکیل کا قول لیا جائیگا اور یہ حکم استحسانا ہی اور اگر غلام تلف ہوا تو بدون اس امر کے

گواہوں سے کہ اسنے موکل کی زندگی مین غلام فروخت کیا تھا وکیل کی تصدیق نہ کیجائیگی یہ خلاصہ مین ہے۔ ایک شخص کو حکم دیا کہ میرا غلام فروخت کردے اور غلام دیدیا پھر وہ غلام کسی شخص کے ہاتھ مین پایا گیا اور وکیل نے کہا کہ مین نے اسکے ہاتھ فروخت کر دیا ہے اور اسنے وکیل کی تصدیق کی مگر موکل نے دونون کی تکذیب کی تو اسکو اختیار ہے کہ غلام لیلے اور اگر غلام اسکے بعد اس شخص کے پاس مر گیا تو وکیل سے ضمان لینے کی بابت اسکی تصدیق نہ کیجائے گی اگر ایک شخص کو اپنا غلام فروخت کرنے کیواسطے وکیل کیا پھر موکل نے کہا کہ مین نے تجھے وکالت سے برطرف کیا اور وکیل نے کہا کہ مین نے یہ غلام کل کے روز فروخت کر دیا ہے تو اسکی تصدیق نہ کیجائیگی حالانکہ وکیل وکالت سے خارج ہوگیا اور مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم اس صورت مین ہے کہ وہ شے بعینہ قائم ہو اور اگر تلف ہوگئی ہو تو قسم کے ساتھ وکیل کا قول لیا جائیگا۔ وکیل بیع نے اگر موکل کے مرنیکے بعد دعوے کیا کہ مین نے وہ شے فروخت کر دی تھی اور وارثون نے انکار کیا پس اگر وہ شے بعینہ قائم ہو تو وارثون کا قول لیا جائیگا اور اگر تلف ہوگئی ہے تو وکیل کا قول معتبر ہوگا یہ محیط مین لکھا ہے عقد صرف مین اور عقد سلم مین رب السلم کیطرف سے وکیل کرنا درست ہے و لیکن مسلم الیہ کیطرف سے وکیل کرنا جائز نہین ہے اور اگر وکیل دوسرے سے قبضہ ہونے سے پہلے جدا ہو گیا تو عقد باطل ہو جائیگا اور موکل کا جدا ہونا اگر وہ بعد بیع کے قبضہ سے پہلے آیا ہو تو معتبر نہین ہے و لیکن اگر مجلس عقد مین آگیا تو حقوق عقد اسکی طرف منتقل ہو جائینگے اور اسکی جدائی معتبر ہوگی اور بیع صرف ایلچی کے ساتھ درست نہین ہے اگر دو شخصون نے بیع صرف قرار دی پھر دونون مین سے ہر ایک نے ایک شخص کو دام کی تنقید کا حکم کیا پھر ایک شخص حکم دینے والا مجلس سے اٹھکر چلا گیا تو بیع صرف باطل ہو جائیگی اگرچہ وکیل مع دوسرے کے حاضر رہے اور اگر وکیل اٹھ گیا تو بیع صرف باطل نہوگی یہ سراج الوہاج مین لکھا ہے ایک شخص نے دوسرے کو ایک چاندی کی چھاگل جو معین تھی خریدنے کیواسطے وکیل کیا اور دام نہ بتلائے پس وکیل نے بوزن اسکے درم یا دینار سے خریدی تو جائز ہے اور اگر چاندی کی چھاگل کو درمون سے خریدنے کیواسطے وکیل کیا اور وکیل نے دینارون سے خریدی تو وکیل کی ہوگی اگر کسی شخص کو سونا ہی کی مٹی فروخت کرنیکا وکیل کیا اور اسنے درم و دینار کے سوائے کسی چیز کے عوض فروخت کی تو امام اعظم کے نزدیک موکل پر نافذ ہوگی اور صاحبین کے نزدیک نہین جائز ہے اور اگر موکل نے ہزار درم معین کی بیع صرف کیواسطے وکیل کیا اور وکیل نے اپنے قبضہ کرنے سے پہلے دوسرے ہزار درم موکل کے مال سے لیکر بیع صرف کر دی تو جائز ہے اور اگر ہزار درم معین پر قبضہ کرکے پھر دوسرے ہزار درم لیکر انکی بیع صرف کی تو جائز نہین ہے۔ ڈھلی ہوئی چاندی کی چیز معین فروخت کرنے کیواسطے وکیل کیا اور وکیل نے دوسری فروخت کی تو جائز نہین ہے اور ہتر کی بابت دو روایتین آئی ہین انہین سے ایک روایت مین یہی حکم اسکا بھی ہے کوفہ مین دینارون کو بعوض درمون کے فروخت کرنیکا حکم کیا اسنے کوفی درمون کے عوض فروخت کیا تو امام اعظم کے نزدیک جائز ہے اور صاحبین کے نزدیک جائز نہین اور اگر کہا کہ ان درمون کو شامی دینارون کے عوض فروخت کرے اسنے کوفی دینارون کے عوض بیچے حالانکہ شامی اور کوفی دینار وزن مین برابر ہوتے ہین تو جائز ہے اور اگر وکیل نے موکل کے غلام کے ساتھ بیع صرف کی تو ضامن نہوگا خواہ غلام پر قرض ہو یا نہو خواہ اسکو معلوم ہو کہ یہ موکل کا غلام ہے

یا نہین اور اگر موکل کے مفاوض کے ساتھ یا وکیل یا شریک وکیل یا مضارب کے ساتھ بیع صرف کی تو جائز نہین ہے اور اگر موکل
کے شریک غیر مفاوض کے ساتھ بیع صرف کی تو جائز ہے اور اگر اسکی مان یا باپ یا لڑکے یا جورو کے ساتھ بیع صرف
یا سلم قرار دی تو امام اعظم کے نزدیک جائز نہین ہے اور صاحبین کے نزدیک جائز ہے۔ اگر فلوس خریدنے کیواسطے
وکیل کیا اور بعد قبضہ کے وہ کاسد ہو گئے تو موکل کے ذمہ پڑینگے اور اگر قبضہ سے پہلے کاسد ہوے پھر بھی اسنے قبضہ
کر لیا تو وکیل کے ہونگے کیونکہ کاسد ہونا بمنزلہ تلف ہونیکے ہے پس بیع ٹوٹ گئی اور جب وکیل نے قبضہ کیا تو دونون
مین از سر نو بیع تعاطی منعقد ہو گئی تو اسکو موکل کو نہ دینے کا اختیار ہے۔ اور اگر اسنے موکل کو دیدیے تو باہم بیع جدید
منعقد ہو جائیگی ایک شخص کو اسواسطے وکیل کیا کہ میرے واسطے دس درم ایک کر گیہون کی بیع سلم مین دیدے
تو جائز ہے اور اگر اپنے پاس سے ادا کیے تو موکل سے لے سکتا ہے اور اگر اسکو حکم کیا کہ میرے واسطے دس درم اناج کے
عوض لے اور وکیل نے لے لیے تو وکیل کے ذمہ پڑینگے کیونکہ اسنے ایسی چیز کی بیع کیواسطے وکیل کیا جو اسکے پاس
نہین ہے اور اگر کہا کہ جو میرا تجھپر ہے اسکو ایک کر گیہون کی سلم مین دیدے تو امام اعظم کے نزدیک موکل پر نافذ نہوگی بخلاف
اسکے اگر کہا کہ جو میرا تجھپر ہے اسکو فلان شخص کو سلم مین دیدے تو بالاجماع موکل پر بیع نافذ ہوگی مضارب نے ایک شخص کو وکیل
کیا کہ میرے واسطے بیع سلم کو دے تو جائز ہے۔ ایک شخص کو دو شخصون نے وکیل کیا ہر ایک نے کچھ درم دیدیے کہ میرے واسطے
بیع سلم ٹھہرا دے پس اسنے دراہم خلط کر دیے تو اسنے مال تلف کیا اسواسطے وکیل نہ رہا اور اگر خلط نہ کیے اور ایک ہی عقد
مین سب دیدیے تو جائز ہے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے۔ اگر سونے کی انگوٹھی یاقوت کا نگینہ جڑی ہوئی بیچنے کیواسطے وکیل کیا اور
اسنے چاندی کے عوض یا انگوٹھی کے سونے سے زیادہ سونے کے عوض یا بعوض سونے کی انگوٹھی کے جسمین سونا اس سے
زیادہ اور نگینہ نہ تھا فروخت کر دی تو جائز ہے اور اگر سونے کی انگوٹھی کے عوض جسمین سونا زیادہ یا کم تھا اور نگینہ جڑا ہوا تھا
فروخت کر دی اور باہم قبضہ کر لیا تو جائز ہے اور اگر وکیل کو دس درم کسی کپڑے کی بیع سلم مین دیے اور کپڑے کی جنس
نہ بتلائی تو جائز نہین ہے اور اگر وکیل نے انکو کسی کپڑے کی جنس بیان کر کے اسکے سلم مین دیدیا تو بیع سلم وکیل کی ہوگی پھر موکل کو
اختیار ہے چاہے وکیل سے ضمان لے یا مسلم الیہ سے پس اگر وکیل سے ضمان لی تو سلم وکیل کے حق مین جائز رہیگی
اور اگر بعد افتراق کے مسلم الیہ سے ضمان لی تو سلم باطل ہو جائیگی۔ اور اگر موکل نے کپڑا یہودی بیان کر دیا تو جنس
بیان کرنے کی وجہ سے توکیل جائز ہے یہ مبسوط مین لکھا ہے بیع سلم کے وکیل کو امام اعظم و امام محمد کے نزدیک اقالہ
کا اختیار ہے یہ فتاوی قاضی خان مین ہے

فصل ہبہ کیواسطے وکیل کرنیکے بیان مین۔ ہبہ کرنے والے کو اختیار ہے کہ سپرد کرنیکے واسطے وکیل کرے اور
موہوب لہ یعنی جسکو ہبہ کیا گیا ہے اسکو اختیار ہے کہ قبضہ کرنیکے واسطے وکیل کرے اور یہی حکم صدقہ مین ہے۔ واہب
کے وکیل کو ہبہ سے رجوع کرنے کا اختیار نہین ہے اسی طرح اگر وکیل نے بحکم موکل ہبہ کیا ہو تو بھی رجوع نہین
کر سکتا ہے اور اگر ہبہ کرنے والے نے ہبہ سے رجوع کرنا چاہا درحالیکہ وہ شے موہوب لہ کے وکیل کے ہاتھ مین
ہے تو رجوع نہین کر سکتا ہے اور یہ وکیل اسکا مخاصم نہین ہو سکتا ہے یہ حاوی مین ہے اگر ایک ذمی نے دوسرے کو

شراب یا سور ہبہ کی اور موہوب لہ نے اسپر قبضہ کرنیکے واسطے کسی مسلمان کو وکیل کیا یا واہب نے موہوب لہ کو دینے کیواسطے کسی مسلمان کو وکیل کیا تو جائز ہی اگر موہوب لہ نے ہبہ پر قبضہ کرنیکے واسطے دو شخصون کو وکیل کیا اور ایک نے قبضہ کیا تو جائز نہین ہی اور اگر واہب نے دینے کیواسطے دونون کو وکیل کیا اور ایک نے دیدیا تو جائز ہی و علی ہذا اگر وکیل نے دوسرے کو دینے کیواسطے وکیل کیا تو بھی جائز ہی اور اگر موہوب لہ کے وکیل نے دوسرے کو قبضہ کرنیکے واسطے وکیل کیا تو جائز نہین ہی لیکن اگر موکل نے اس سے کہدیا تھا کہ جو کچھ تو کرے وہ روا ہی تو اسکو دوسرے کو وکیل کرنا جائز ہی اگر ایک شخص کو واسطے وکیل کیا کہ یہ کپڑا فلان شخص کو عوض لیکر ہبہ کردے اور عوض اس سے وصول کر لے پس وکیل نے ایسا ہی کیا مگر عوض اس سے قیمت مین کم ہی تو امام اعظم کے نزدیک یہ جائز ہی اور صاحبین کے نزدیک جائز نہین ہی مگر جبکہ عوض اسکے برابر یا اسقدر کم ہو کہ لوگ اتنی کمی برداشت کر لیا کرتے ہین تو جائز ہی۔ اگر وکیل سے کہا کہ اپنے مال مین سے میری طرف سے عوض اس شرط پر دیدے کہ مین اسکا ضامن ہون اور وکیل نے دیدیا تو جائز ہی اور وکیل اس سے اسکے مثل لے لیگا اگر عوض مثلی تھا یا اسکی قیمت لے لیگا اگر مثلی نہین تھا اور اگر عوض دینے کا حکم دیا کہ عوض اپنے مال سے دیدے اور اپنے ضامن ہونیکی شرط نہ کی تو وکیل بعد عوض دینے کے اس سے کچھ نہین لے سکتا ہی یہ مبسوط مین ہی واہب کو اختیار ہی کہ ہبہ سے رجوع کرنیکے واسطے وکیل مقرر کرے اگر دو شخصون نے ایک شخص کو ایک غلام یا گھر ہبہ کیا پھر دونون نے ایک شخص کو دینے کیواسطے وکیل کیا تو جائز ہی اسیطرح اگر دو شخصون کو وکیل کیا یا ہر ایک نے ایک شخص کو علیحدہ وکیل کیا تو بھی جائز ہی پس اگر دونون وکیلون مین سے ایک نے موہوب لہ کو دیدیا یا خود اسنے قبضہ کر لیا تو جائز ہی یہ حاوی مین لکھا ہی موہوب لہ نے عوض دینے کیواسطے وکیل کیا اور عوض کو متعین کیا پس وکیل نے عوض دیا تو جائز نہین ہی اور اگر کہا کہ اپنے مال سے میری طرف سے جو چاہے عوض دیدے تو جائز ہی کیونکہ جب اسکی رائے پر چھوڑا تو جسقدر عوض دیگا اسکی نسبت موکل نہین کہہ سکتا ہی کہ اسقدر میری مراد نہ تھی محیط سرخسی مین ہی اگر دو شخصونکو ہبہ سے رجوع کرنیکے واسطے وکیل کیا تو ایک بدون دوسرے کے متفرد نہین ہو سکتا ہے یہ مبسوط مین ہے

چوتھا باب اجارہ وغیرہ کی وکالت کے بیان مین اور اس مین تین فصلین ہین

فصل اول اجارہ دینے اور اجارہ لینے اور کھیتی اور معاملہ کی وکالت کے بیان مین گھر کو اجارہ پر دینے کا وکیل اجارہ کے ثابت کرنے اور کرایہ وصول کرنے اور گھر کو بسبب کرایہ کے روک لینے مین خصم قرار پاویگا کیونکہ یہ اسکے حقوق عقد سے ہی۔ اگر وکیل اجارہ نے اجارہ لینے والے کو کرایہ معاف کر دیا پس اگر کرایہ مال معین ہو تو بری کرنا صحیح نہین ہی اور اگر مال دین ہو پس اگر بعد مال واجب ہو جانے کے بری کیا مثلاً مدت گذر گئی یا تعجیل شرط تھی تو امام اعظم و امام محمد کے نزدیک جائز ہی اور اسکے مثل موکل کو ضمان دے اور اگر واجب ہو جانے سے پہلے معاف کر دیا تو ظاہر الروایت مین مذکور ہی کہ امام اعظم و امام محمد کے نزدیک جائز ہی یہ محیط مین ہی جو شخص گھر کے قیام و اجارہ پر دینے اور کرایہ وصول کرنیکے واسطے وکیل مقرر ہوا ہی اسکو کچھ عمارت بنانے یا اسمین مرمت کا اختیار نہین ہی اور اسکی خصومت کیواسطے وکیل نہ شمار ہوگا اور اگر اسمین سے کسی نے کوئی بیت گرا دیا تو اسکے باب مین خاصم ہو سکتا ہی کیونکہ اسکے قبضہ کی چیز اسنے تلف کی اسیطرح اگر کسی کو اسنے کرایہ دیا اور اسنے انکار کیا تو اس پر اجارہ ثابت کرنے کے واسطے خصم قرار پاوے گا اور کرایہ دینے کے واسطے دوسرے

وکیل کرنا اسکو جائز نہین ہے اور وکیل نے اگر ایسے شخص کو جو اسکی پرورش مین نہین ہے کرایہ وصول کرنیکے واسطے وکیل کیا تو جائز ہے اور کرایہ پر لینے والا بری ہو جائیگا اور جس وکیل نے کرایہ پر دیا ہے وہی کرایہ کا ضامن ہوگا کیونکہ اسی کے وکیل نے وصول کیا ہے یہ حاوی مین لکھا ہے۔ اجارہ کے وکیل کو اختیار ہے کہ اسباب یا لونڈی غلام کے عوض کرایہ پر دیدے اگر ایسی زمین کرایہ دینے کیواسطے وکیل کیا گیا کہ جسمین بیوت اور عمارات ہین اور موکل نے انکی تفصیل نہ بیان کی تو اسکو اختیار ہے کہ زمین مع بیوت کے کرایہ پر دیدے۔ اسیطرح اگر اسمین پن چکی ہو تو بھی یہی حکم ہے۔ اگر زمین کو درمون پر کرایہ دینے کیواسطے وکیل کیا اور اسنے دینارون کے عوض کرایہ دی یا آدھے کی بٹائی پر کھیتی کے واسطے دیدی تو جائز نہین ہے اسیطرح اگر کرایہ دینے کے واسطے حکم کیا اور عوض ذکر نہ کیا اور وکیل نے آدھی بٹائی پر کھیتی کیواسطے دیدی تو بھی جائز نہین ہے۔ اسیطرح اگر آدھے کی بٹائی پر دینے کیواسطے حکم کیا اور وکیل نے درم یا دینارون کے عوض کرایہ پر دیدی تو بھی جائز نہین ہے اور اگر گیہون یا جو ایسی چیزون کے عوض جو زمین سے پیدا ہوتی ہین کرایہ پر دی تو اس باب مین مذکور ہے کہ جائز نہین ہے اور باب مزارعت مین لکھا ہے کہ جائز ہے بشرطیکہ جسقدر گیہون پر اجارہ دیا ہے وہ اس نصف کے برابر ہون جو اس زمین سے پیدا ہوتے ہین کذا فی الذخیرہ۔ اجارہ لینے کا وکیل درم و دینار و کیلی و وزنی کے عوض اجارہ لے سکتا ہے بشرطیکہ غیر معین ہو اور اسباب معین یا کیلی و وزنی معین کے ساتھ اجارہ نہین لے سکتا ہے یہ محیط مین لکھا ہے اور اگر موکل کے بیان درم سے زیادہ درم پر اجارہ دیا تو جائز نہ ہے اسیطرح اگر وکیل مقرر ہوا کہ اس مدت معلومہ تک اسقدر دراہم پر اجارہ لیوے اور اسنے کم پر اجارہ لیا تو بھی جائز ہے یہ مبسوط مین ہے اگر دو برس کیواسطے کرایہ لینے کا وکیل ہوا اور اسنے دو برس کیواسطے کرایہ لیا تو پہلا سال موکل کا اور دوسرا سال وکیل کا ہوگا اور اگر وکیل کے قبضہ سے پہلے یا بعد کسیقدر مکان گر گیا پھر موکل نے کہا کہ یہ مجھے پسند نہین ہے تو مکان موکل کے ذمہ لازم نہوگا بلکہ وکیل کے ذمہ پڑیگا یہ حاوی مین لکھا ہے کسی شخص کو خاص زمین کے اجارہ لینے کا وکیل کیا پھر موکل نے وکیل کے اجارہ لینے کے بعد اسکے مالک سے خریدلی اور اسکو اجارہ کا حال نہین معلوم ہے پھر معلوم ہوا تو واپس نہین کرسکتا ہے اور کرایہ پر اسکے پاس رہیگی ایک شخص کو حکم کیا کہ میرے واسطے ایک ٹٹو دس درم کو کوفہ تک کرایہ کردے اسنے پندرہ درم کو کرایہ کیا اور موکل کے پاس لایا اور کہا کہ مین نے دس درم کو کرایہ کیا ہے وہ سوار ہو گیا تو موکل پر کچھ کرایہ نہین واجب ہوگا اور ٹٹو والے کا کرایہ وکیل پر ہوگا ایک شخص کو حکم کیا کہ میرا گھر دس درم کو کرایہ کو دیدے اسنے پندرہ درم مین دیدیا تو اجارہ فاسد ہے اور اگر درم لے لیے ہین تو پانچ درم صدقہ کردے یہ خلاصہ مین ہے ایک شخص کو وکیل کیا کہ میرے واسطے ایک مکان سال بھر تک کیواسطے سو درم مین کرایہ پر لے اور وکیل نے کرایہ لیکر قبضہ کرلیا اور موکل کو دینے سے انکار کیا کہ جبتک کرایہ نہ وصول کرے نہ دیگا پس اگر اجارہ مطلقاً ہو تو اسکو یہ اختیار نہین ہے پس اگر وکیل نے یہانتک روکا کہ سال گذر گیا تو بحکم عقد کرایہ وکیل پر لازم ہوگا پھر وکیل موکل سے لیگا اسی طرح اگر کرایہ بوعدہ ایکسال کے ہو تو بھی یہ صورت اور پہلی صورت یکسان ہے ایسا ہی یہ مسئلہ بعض روایات مین مذکور ہے اور بعض روایتون مین یہ آیا ہے کہ وکیل استحساناً موکل سے کرایہ نہین لے سکتا ہے اور قاضی امام جمال الدین نے فرمایا کہ یہی صحیح ہے اسیطرح اگر موکل نے وکیل سے لیکر قبضہ کیا پھر وکیل نے اسپر زبردستی کرکے گھر اسکے قبضہ

سے نکال لیا یہانتک کہ سال گذر گیا تو کرایہ پر دینے والے کو وکیل سے کرایہ کے مطالبہ کا اختیار ہے پھر وکیل موکل سے لیگا اور اگر وکیل کی سکونت مین مکان منہدم ہو گیا تو اسپر ضمان نہین ہے اور اگر وکیل نے گھر موکل کو دینے سے روکا پھر ایک اجنبی آیا اور اسنے وکیل کے پاس سے وہ گھر غصب کر لیا اور وکیل موکل کو نہ دیسکا یہانتک کہ سال گذر گیا تو کرایہ وکیل اور موکل دونوں سے ساقط ہو گیا اور اگر وکیل نے اجرت کی تعجیل کی شرط کر لی تھی تو اسپر اور موکل پر صحیح ہو گئی پس اگر وکیل نے گھر پر قبضہ پایا اور کرایہ خواہ دیا یا نہ دیا تو اسکو اختیار ہے کہ جبتک پوری اجرت نہ لیوے گھر کو موکل کے سپرد نہ کرے پس اگر منع کیا اور روکا یہانتک کہ سال گذر گیا اور گھر وکیل کے قبضہ مین ہے تو کرایہ وکیل پر واجب ہوگا اور اس صورت مین وکیل موکل سے نہین لے سکتا ہے اور اگر موکل نے گھر طلب نہ کیا یہانتک کہ سال گذر گیا تو کرایہ وکیل پر واجب ہوگا اور وہ موکل سے لیگا اور اگر آدھا سال گذر گیا پھر موکل نے طلب کیا اور وکیل نے روکا یہانتک کہ سال پورا ہو گیا تو سب کرایہ وکیل پر واجب ہوا اور وکیل آدھے سال کا کرایہ یعنی جسقدر حصہ عدم طلب مین گذرا ہے وہ موکل سے لیگا یہ ذخیرہ مین ہے۔ اجارہ لینے کے وکیل کو اختیار ہے کہ خود ادا کر دینے سے پہلے موکل سے مواخذہ کرے کہ کرایہ مجھے ادا کر دے یہ حاوی مین لکھا ہے اجارہ دینے کے وکیل کو اختیار ہے کہ کھلے خسارہ کے ساتھ کرایہ پر دیدے اور یہ امام اعظم کے نزدیک ہے اجارہ دینے کے وکیل نے اگر موکل کے باپ یا بیٹے کو اجارہ دیا تو مثل بیع کے جائز ہے اور اگر اپنے باپ یا بیٹے یا ایسے شخص کو جسکی گواہی اسکے حق مین مقبول نہین ہے اجارہ پر دیا تو امام اعظم کے نزدیک جائز نہین ہے اور اجارہ فاسد مین وکیل ضامن نہوگا اور اجر المثل مستاجر کو دینا پڑیگا۔ اجارہ طویلہ کے وکیل سے اجارہ کا مال فسخ اجارہ کے وقت طلب کیا جائیگا اگر وکیل کو اجرت مین تاخیر دیگئی یا معاف کر دیگئی تو صحیح ہے اور وکیل کو اختیار ہے کہ موکل سے لے لیوے یہ خلاصہ مین ہے اگر زمین چند لوگون مین مشترک ہو پھر ایک نے اپنے حصہ کے اجارہ دینے کے واسطے وکیل کیا اور وکیل نے انھین[1] سب کے ہاتھ اجارہ پر دیا تو جائز ہے اور اگر ایک کے ہاتھ اجارہ پر دیا تو امام اعظم کے نزدیک نہین جائز ہے اور صاحبین کے نزدیک جائز ہے یہ حاوی مین ہے اور اگر کسی اجنبی[2] کو کرایہ پر دیا تو امام اعظم کے نزدیک نہین جائز اور صاحبین کے نزدیک جائز ہے یہ مبسوط مین ہے اجارہ دینے کے وکیل نے اگر تمام منفعت حاصل کرنے سے پہلے مستاجر سے اجارہ توڑ لیا تو توڑنا صحیح ہے خواہ کرایہ مال دین ہو یا عین ہو لیکن اگر وکیل نے کرایہ وصول کیا ہو تو نہین صحیح ہے کیونکہ مقبوض ملک موکل ہو گیا و بواسطہ وکیل اسپر موکل کا قبضہ ہو گیا اور وصول ہونے سے پہلے اگر کرایہ مال معین ہو تو نفس عقد سے ملک موکل ثابت نہوئی اور تعجیل کی شرط پر موکل کا قبضہ ثابت نہوا یہ فتاوی قاضیخان مین ہے۔ اگر وکیل مستاجر نے زمین کے مالک سے اجارہ توڑ لیا حالانکہ زمین اجرت پر دینے والے کے قبضہ مین ہے تو جائز ہے پس اگر اسکو موکل یا وکیل کو دیدیا ہے تو استحساناً جائز نہوگا یہ خلاصہ مین ہے۔ کھیتی کیواسطے زمین دینے کے وکیل نے اگر ایسے شخص کو زمین دی جسمین دانہ کی چیز گیہون وغیرہ[یعنی زمین بونا کو ۱۲] بوتا ہے تو جائز ہے اور اگر ایسے شخص کو دی جسمین درخت لگاتا ہے تو جائز نہین اور اگر اسواسطے وکیل کیا کہ زمین ایسے شخص کو دے جسمین خرما کے درخت لگا دے اسنے ایسے کو دی جسمین دوسرے قسم کے درخت لگاتا ہے یا اسکے برعکس ہو تو جائز نہین ہے یہ محیط مین ہے۔ ایک شخص نے

---

[1] قولہ انھین یعنی شریکون کے ہاتھ ۱۲ [2] قولہ اجنبی یعنی شرکت والا حصہ سوائے شریکون کے کسی اجنبی کو دیا ۱۲ م

وکیل کیا کہ میری زمین بٹائی کھیتی پر دیدے اسنے اسقدر خسارہ پر دی کہ جو اندازہ نہیں کیا جاتا ہے تو جائز نہیں ہے اور جو
کچھ پیدا ہو وہ کاشتکار اور وکیل کے درمیان اُنکے شرط کے موافق تقسیم ہوگا اور زمیندار کو اسمین کچھ نہ ملیگا اور صاحبین کے
نزدیک زمیندار دونون مین سے جس سے چاہے زمین کا نقصان لے لے اور امام اعظم کا قول اسکے خلاف ہے اور اگر کھیتی سے
کچھ نقصان نہین آیا ہے تو امام محمد نے اسکو صاف صریح ذکر نہین کیا ہے عامہ مشائخ نے فرمایا کہ مزارعت جائز ہے اور پیداوار
وکیل اور کاشتکار کے درمیان تقسیم ہوگی اور اسمین موکل کو کچھ نہ ملیگا اور اگر اسقدر خسارہ پر دیا کہ جو اندازہ مین آتا ہے تو جائز
ہے اور پیداوار موکل اور کاشتکار کے درمیان موافق شرط کے تقسیم ہوگی اور حصہ موکل کا وکیل کو اپنے قبضہ مین
لینا جائز ہے اور اگر بیج زمیندار کا ہو اور وکیل نے اسقدر خسارہ پر زمین دی جو برداشت ہو سکتا ہے تو روایت مزارعت
کے موافق زمیندار ہی اپنے حصہ پر قبضہ کرنیکا متولی ہوگا اور ایسا ہی معاملہ مین درخت کا مالک وہی اپنے حصہ پر قبضہ
کریگا اور روایت وکالت مین یہ ہے کہ وکیل کو اسکے حصہ پر قبضہ کرنیکا حق ہے اور اگر اسقدر نقصان کے ساتھ دی کہ جو
برداشت نہین ہوتا ہے تو وکیل بیج اور زمین کا غاصب ہے اور زمیندار کو نقصان زمین لینے کا اختیار ہے اور کاشتکار
کو جو کچھ ملا اس مین صدقہ نہ کریگا اور وکیل زیادتی صدقہ کریگا یہ محیط السرخسی مین لکھا ہے۔ مزارعت و معاملت کے
وکیل کو اختیار ہے کہ حاصلات مین سے مالک کا حصہ وصول کرلے اور اگر عامل کو ہبہ کیا یا اسکو بری کر دیا تو جائز
نہین ہے اس شخص کے قول مین جو مزارعت و معاملت کو جائز رکھتا ہے یہ حاوی مین لکھا ہے۔ اگر اپنی زمین مزارعت
و کاشتکاری بٹائی پر دینے کے واسطے وکیل کیا اور وکیل کو وقت نہ بتلایا تو پہلے سال و پہلی کھیتی کیواسطے جائز ہے
پس اگر وکیل نے اس سے زیادہ کیواسطے یا سوائے اس سال کے دی اور اس سال نہ دی تو استحساناً جائز نہین
ہے اور اگر اسواسطے وکیل کیا کہ میرے واسطے یہ زمین اس سال کے واسطے اس شرط پر لیوے کہ بیج موکل کیطرف سے
ہے پس وکیل نے اس طرح لی کہ جس مین نقصان اسقدر رہے کہ لوگ برداشت کر لیا کرتے ہین تو جائز ہے اور اگر اسقدر
نقصان کے ساتھ لی کہ لوگ نہین برداشت کرتے ہین تو جائز نہین ہے ولیکن اگر موکل راضی ہوجاوے اور اسمین
زراعت کرے تو جائز ہے اور وکیل ہی سے مالک زمین کے حصہ کا مواخذہ ہے تاکہ اسکو سپرد کر دے پس اگر وکیل
نے اسقدر نقصان سے لی کہ لوگ برداشت نہین کرتے ہین اور موکل نے اجازت اس وقت تک نہ دی
کہ اسنے زراعت کی اور وکیل نے اسکو زراعت کی اجازت دی تو جو کچھ پیداوار ہوئی وہ موکل کی ہے اور وکیل پر زمین
کے مالک کو اس زمین کے مثل کی پیداوار کے موافق دینا لازم ہے اور مالک زمین کا موکل پر کچھ نہین ہے اور کاشتکار
پر زمین کا نقصان اُسکے مالک کو دینا واجب ہے اور اگر اسنے اجازت نہ دی اور زراعت کیواسطے کاشتکار کو بھی حکم
نہ کیا تو جسقدر پیداوار ہو وہ کاشتکار کی ہے اور وکیل پر زمیندار کا کچھ حق نہین ہے اور کاشتکار اسکو نقصان زمین دیگا
اور وکیل سے واپس نہین لے سکتا ہے اور اگر وکیل کو حکم کیا کہ کوئی زمین بٹائی پر یا کوئی درخت ساجھے پر لیوے
اور بیان نہ کیا تو جائز نہین ہے اور اگر زمین بیان کر دی اور بیج نہ بیان کیے تو جائز ہے اور اگر وکیل کو زمین بٹائی
پر یا درخت ساجھے پر دینے کا حکم کیا اور وہ شخص بیان نہ کیا جسکو دیجاوے تو جائز ہے ایک شخص کو حکم دیا

کہ زمین کھیتی بٹائی پر دیدے اور اسنے ایک کر گیہون درمیانی پر کرایہ دیدی تو جائز ہے۔ اور کاشتکار کو اختیار ہے کہ جو کچھ اسکا جی چاہے گیہون کی قسم سے یا جو اس سے کم مضر ہو اسمین بووے اور اگر سوائے گیہون کے کسی چیز کے عوض دی تو جائز نہین ہے اور اگر اسواسطے وکیل کیا کہ تہائی بٹائی پر دیدے اور اسنے ایک کر گیہون وسط کے عوض اجرت پر دیدی تو اسنے خلاف کیا اور مستاجر نے اگر اسمین بویا تو پیداوار اسی کی ہوگی اور اسپر ایک کر گیہون درمیانی اجرت پر دینے والے کو دینا واجب ہونگے اور مالک زمین کو نقصان دیگا اور اجرت پر دینے والے سے واپس لیگا اور اگر مالک زمین چاہے تو اجرت پر دینے والے سے نقصان زمین وصول کرے اور وہ اُسی کر مین سے جو اسکو اجرت مین ملا ہے نقصان ادا کریگا اور باقی کو جو زیادہ ہے صدقہ کر دیگا ایک شخص کو اسواسطے وکیل کیا کہ میرے واسطے یہ زمین تہائی بٹائی پر لیوے اور وکیل نے ایک کر گیہون درمیانی کے عوض لی تو جائز نہین ہے ولیکن اگر موکل راضی ہو تو جائز ہے اور اگر اسواسطے وکیل کیا کہ یہ خرما کا درخت میرے واسطے معاملت پر لیوے اور اسنے اس شرط پر لیا کہ جو کچھ پھل پیدا ہون وہ مالک درخت کے ہین اور عامل کو کھرے فارسی چھوہارے خشک ایک کر ملینگے تو جائز ہے اور اگر دقل چھوہارے کی شرط کی پس اگر درخت مین ناکارہ دقل پیدا ہوتے ہین تو جائز ہے ورنہ نہین جائز ہے۔ اور اگر ایک کر گیہون کی شرط کی تو جائز نہین ہے اور اگر اسواسطے وکیل کیا کہ میرے واسطے فلان شخص کا درخت خرما تہائی کے ساجھے پر لیوے اور اسنے ایک کر خشک چھوہارے فارسی کی شرط پر لیا تو موکل کے ذمہ لازم نہوگا ولیکن اگر یہ معلوم ہو جاوے کہ ایک کر تہائی سے کم یا برابر ہے تو جائز ہے یہ محیط سرخسی مین ہے

فصل دوسری

مضارب شریک کو وکیل کرنے کے بیان مین۔ قاعدہ یہ ہے کہ جو ایسی تجارت ہے کہ اگر اسکو مضارب عمل مین لاوے تو رب المال پر صحیح ہوتی ہے جب ایسے معاملہ مین وکیل کریگا تو بھی رب المال پر صحیح ہوگا اور مضارب کو خرید و فروخت اور قبضہ اور خصومت مین وکیل کرنا جائز ہے۔ مضارب نے قرضہ کے خصومت کے واسطے دوسرے کو وکیل کیا اور وکیل نے اقرار کر دیا کہ مضارب نے وصول کر لیا ہے تو جائز ہے پھر اگر مضارب نے کہا کہ مین نے وصول نہین کیا ہے تو وکیل پر ضمان نہوگی اور قرضدار بری ہو گیا چنانچہ اگر مطلوب سے وصول کرنیکا اقرار کیا اور مضارب نے انکار کیا تو بھی ایسا ہی ہے یہ محیط سرخسی مین ہے مضارب کو ایک غلام مضاربت سے خریدنے کے واسطے وکیل کیا اور اُسنے رب المال کا بھائی خریدا تو خریداری مضارب پر جائز ہوگی نہ رب المال پر اور اگر مضارب نے لے لیا پس اگر اسمین زیادتی نہین ہے تو مضاربت مین جائز ہے اور اگر زیادتی ہو تو خاصتہ مضارب کے حق مین جائز ہے یہ مبسوط مین ہے۔ اگر مضاربت کا مال رب المال سے وصول کرنے یا اسکو دینے کے واسطے مضارب نے کسی کو وکیل کیا تو جائز ہے۔ اور اگر رب المال نے مضارب کو اپنے اہل و عیال کو نفقہ دینے کا حکم کیا اور مضارب نے نفقہ دینے کے واسطے کسی کو وکیل کیا تو جائز ہے پس اگر وکیل نے کہا کہ مین نے سو درم ان لوگون پر خرچ کیے اور اتنی مدت مین اسقدر درم اتنے لوگون پر خرچ ہو سکتے ہین۔ اور مضارب نے کہا کہ دو سو درم خرچ کیے اتنی مدت مین کہ اسقدر درم اتنی مدت مین اتنے لوگون پر خرچ ہو سکتے ہین اور رب المال نے کہا کہ تو نے کچھ نہین خرچ کیا ہے تو مضارب کا قول

ف قولہ فارسی یعنی ایک قسم چھوہارے کی عمدہ ہوتی ہے جیسے دقل ناکارہ کو کہتے ہین ۱۲

لیا جائیگا حالانکہ مال مین سے دو سو درم جاتے رہے ہین اور وکیل کچھ ضامن نہوگا۔ اور مضارب کے قول کی تصدیق اسوجہ
سے کیجاتی ہے کہ مال اسکے قبضہ مین ہے اسیطرح ہر وکیل کہ جسکو کچھ مال دیا جاوے کہ اسکو فلان چیز مین صرف کرے تو
بطریق معروف اسکی اس بارہ مین تصدیق کیجاویگی یہ حاوی مین ہے۔ اگر مضاربت کے غلامون کی خوراک کیواسطے مضارب
نے کسی کو وکیل کیا اور اسکو کچھ مال نہ دیا پھر وکیل نے کہا کہ مین نے انپر اسقدر خرچ کیا ہے اور مضارب نے اسکی تکذیب
کی تو وکیل کی تصدیق نہ کیجاویگی اسیطرح اگر اپنی ذاتی چیز پر صرف کرنے کیواسطے وکیل کیا تو یہ صورت بھی مثل صورت سابقہ
کے ہے اور اگر مضارب نے مضاربت کے غلامون مین سے کسی غلام کو فروخت کرنیکے واسطے وکیل کیا پھر رب المال نے مضارب
کو بیع سے منع کر دیا اور مضاربت توڑ دی پھر وکیل نے اسکو فروخت کیا اور اسکو ممانعت کا علم ہے یا نہین ہے تو اسکی بیع
جائز ہے کیونکہ مال عروض ہوجانے کے بعد مضارب کے لیے اسکی بیع کی ممانعت کرنے کا اختیار رب المال کو نہین ہے
اسیطرح اگر رب المال مر گیا پھر وکیل نے بیچا یا مضارب نے اسکی موت کے بعد وکیل کیا اور اسنے بیچا تو بھی یہی حکم ہے یہ مبسوط
مین ہے اگر دو متفاوضون مین سے ایک نے کسی کو ایسی چیز کے بیچنے کیواسطے جسکا وہ ولی ہے وکیل کیا پھر دونون جدا ہوگئے
اور اپنا اپنا مال بانٹ لیا اور گواہ کر لیے کہ ہم دونون مین شرکت نہین رہی پھر وکیل نے جس کام کے واسطے وکیل
ہوا تھا اسکو پورا کیا اور اسکو اسکا علم ہے یا نہین ہے تو دونون کے حق مین یہ کام جائز ہوگا اسیطرح اگر دونون نے
وکیل کیا ہو تو بھی یہی حکم ہے یہ حاوی مین ہے۔ اگر دو شریک عنان مین سے ایک نے کسی شریک کی چیز کی بیع کے واسطے
وکیل کیا تو دونون پر استحسانًا جائز ہے اسلیے کہ ہر ایک دوسرے کے حق مین بمنزلہ وکیل مختار عام کے ہے یہ مبسوط
مین ہے اگر کسی چیز کی بیع یا خرید یا اجارہ یا قرضہ کے تقاضے کے واسطے وکیل کیا اور دوسرے شریک نے اسکو
وکالت سے برطرف کیا تو سب چیزون سے سوائے تقاضائے قرض کے برطرف ہوجائیگا اسلیے کہ اگر ادانت موکل ہی
کیطرف سے تھی تو دوسرے کا نکالنا باطل اور اگر نہین تھی تو وکالت ناجائز ہے کذا فی الحاوی دونون متفاوضون مین
سے ایک شخص نے ایک غلام خریدا اور اسمین عیب پایا پس اسکی واپسی کیواسطے ایک وکیل مقرر کیا اگر اسکا شریک
وہی مخاصم ہو تو ضرور ہے کہ جسنے خریدا ہے وہ حاضر ہو تاکہ اس سے قسم لیجاوے کہ وہ عیب پر راضی ہوا ہے یا نہین اور اگر
خریدار خود حاضر ہو تو وہی مخاصم قرار پاویگا اور بائع کو اختیار نہین ہے کہ اسکے شریک سے عیب پر راضی ہونے کی
قسم لے دونون شریکون مین سے ایک نے ایک غلام مین خصومت کیواسطے جسکو فروخت کیا تھا وکیل کیا اور
مشتری نے اس مین عیب لگایا اور موکل غائب ہوگیا تو وکیل پر قسم نہین آتی ہے اور اگر مشتری نے دوسرے شریک سے
جھگڑا کرنا چاہا اور اسکے علم پر اس سے قسم لینی چاہی تو ہوسکتا ہے کیونکہ مفاوضہ کا ہر ایک شریک مدعا علیہ
ہونے مین بجائے دوسرے کے ہے یہ مبسوط مین ہے

فصل تیسری بضاعت کے بیان مین اگر ایک نے دوسرے کو ہزار درم بضاعت دیے اور کہا کہ اسکے عوض میرے
لیے کپڑے کو یا کپڑون کو یا تین کپڑون کو خرید دے تو جائز ہے اسیطرح اگر ہزار درم بضاعت دیکر کہا کہ میرے لیے
اسکی کوئی چیز خرید دے تو بھی جائز ہے اور اگر کہا کہ اپنے مال سے میرے واسطے ہزار درم بضاعت قرار دیکر کچھ چیز

خرید دے اور اسنے ایسا ہی کیا تو جائز ہے اور جو کچھ خرید یگا وہ حکم دینے والے کی ہوگی اور اگر کہا کہ یہ ہزار درم بضاعت کے لے تو جائز ہے اور خریداری کی اجازت اسکو اسی کلمہ سے حاصل ہو گئی۔ اگر کہا کہ یہ کپڑا بضاعت مین لے تو جائز ہے اور فروخت کی اجازت اسکو حاصل ہوگی۔ پھر کپڑے کی صورت مین امام اعظم کے نزدیک ہر عزیز و خسیس[1] کے عوض اور جس ثمن کو فروخت کر دیگا بیع نافذ ہوگی اور صاحبین کے نزدیک صرف درم و دینار سے جائز اور اگر خسارہ ہو تو بقدر اتنے خسارہ کے جائز ہوگی کہ لوگ برداشت کر سکتے ہین اور درمون کی صورت مین اسکی خریداری موکل پر نافذ ہوگی الا مثل قیمت کے عوض یا اسقدر کمی سے کہ لوگ برداشت کر لیا کرتے ہین اور اگر کہا کہ یہ ہزار درم بضاعت لے اور میرے لیے کچھ خرید و فروخت کر شاید اللہ تعالی مجھے کچھ نفع نصیب کرے تو جائز ہے اور اسکو خریدنے اور فروخت کرنے کا اختیار ہوگا یہ ذخیرہ مین لکھا ہے۔ اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ مین شہر مین جانا چاہتا ہون کپڑے اور غلام خریدون پس اسنے کہا کہ میرے یہ ہزار درم بضاعت لے یا کہا کہ میرے لیے اپنے مال سے ہزار درم بضاعت کر لے تو جائز ہے اور اسکو غلام و کپڑے خریدنے کی اجازت حاصل ہوئی اور اگر یون کہا کہ یہ ہزار درم لے پر بضاعت مین لے کپڑے کے واسطے یا غلام کو کہا یا اناج کے واسطے کہا یعنی بضاعت کی[2] پھر اس شخص نے جسکو حکم کیا تھا تمام مال سے وہ شے جسکا حکم کیا تھا خریدی پھر اسکو لدوایا اور اپنے مال سے خرچ کیا یہانتک کہ مالک کے پاس لایا تو اس خرچ مین وہ احسان کرنے والا شمار ہوگا اور خریداری رب المال کے واسطے جائز ہوگی اور اگر تھوڑے مال سے وہی چیز خریدی اور تھوڑا کرایہ مین خرچ کرکے لایا تو جائز ہے۔ اور اگر رب المال نے حکم کیا کہ جس شہر مین رہتا ہون ہین خرید دے پھر اسنے تھوڑے مال سے چیز خریدی اور تھوڑا باقی کرایہ مین خرچ کیا تو جائز ہے اور اگر تمام مال سے اسی شہر مین وہ چیز خریدی اور اپنے پاس سے خرچ کرکے اسکے گھر تک پہونچائی تو استحسانا رب المال سے واپس لیگا اور اگر اس شخص نے جسکو حکم کیا ہے تھوڑے مال سے یہ چیزین خریدین اور باقی مال خرچ کرایہ وغیرہ کے واسطے رکھا اور وہ خرچ نہوا یہانتک کہ رب المال مر گیا پھر باقی اسنے خرچ کیا پس اگر اسکو رب المال کے مرنے کا علم تھا تو جسقدر خرچ کیا ہے اسکا ضامن ہے اور اگر علم نہ تھا تو استحسانا ضامن نہین ہے اور جب تک اسکو علم نہو معزول نہوگا یہ محیط مین ہے اور اگر اس شخص نے مال سے کچھ چیز نہ خریدی یہانتک کہ رب المال مر گیا پھر اسنے خریدی تو ضامن ہوگا خواہ مرنے کا علم ہوا ہو یا نہوا ہو پھر واضح ہو کہ مسئلہ بضاعت مین اگر تھوڑے سے مال سے غلام خرید چکا ہے پھر اسکو رب المال کے مرنے کا حال معلوم ہوا یا اسکے منع کرنے کا حال معلوم ہوا اور اسکو خوف ہے کہ اگر غلامون کو کھانا نہین دیتا ہے تو مر جاوینگے تو چاہیے کہ قاضی کے سامنے اس معاملہ کو پیش کرے تاکہ قاضی کو جو کچھ مصلحت معلوم ہو یعنی بیع کر دینا اور اسکا ثمن رکھ لینا یا باقی مال سے ان کو نفقہ دینا وہ اسکو حکم کرے ولیکن جبتک گواہ نہ قائم ہون قاضی حکم نہ دے گا اور اگر اسکے پاس گواہ نہوئے اور قاضی کی رائے مین آیا کہ یون گواہ کرلے کہ اس شخص نے ایسا ایسا بیان کیا ہے پس اگر اسنے سچ کہا تو مین نے اسکو نفقہ دینے یا بیع کر دینے کی

[1] قولہ عزیز و خسیس یعنے خواہ نفیس مال کے عوض یا ناچیز کے عوض ۱۲ [2] قولہ کرایہ مین یعنی رب المال کے مکان تک لانے مین ۱۲

اجازت دی تو جائز ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اگر اس شخص نے تھوڑے مال سے خریدا پھر رب المال مر گیا پھر باقی مال سے خریدا یا نفقہ و کرایہ وغیرہ میں صرف کیا تو خریدنے کی صورت میں ضامن ہوگا خواہ رب المال کے مرنے کا حال معلوم ہو یا نہو اور نفقہ کی صورت میں اگر معلوم تھا تو ضامن ہوگا اور اگر نہ معلوم ہوا تو ضامن نہوگا اور یہ حکم استحساناً ہے کذا فی الصغری۔ ایک شخص کو ہزار درم بضاعت کسی خاص چیز کے خریدنے کے لیے جسکو بیان کر دیا ہے دیے اور اختیار دیا کہ جسکو چاہے وکیل کر لے پس اس وکیل نے دوسرے کو دیکر حکم دیا کہ جس اسباب کے خریدنے کے واسطے رب المال نے حکم کیا ہے وہ خرید کرے اور اسنے خریدا تو پہلے وکیل کو اختیار ہے کہ مشتری سے متاع اپنے قبضہ میں لے اور اگر پہلا وکیل مر گیا تو دوسرے کی وکالت باطل نہوگی اور اگر درم دینے کے وقت کہا کہ میں نے تجھکو فلان شخص کے واسطے وکیل کیا کہ تو اسکے واسطے ان ہزار درم کی فلان متاع خرید دے تو یہ شخص رب المال کا وکیل ہوگا اور جسنے درم دیے ہیں اسکو یہ اختیار نہوگا کہ اس مشتری سے متاع لیکر قبضہ کرے اسیطرح اگر درم دوسرے کو دیے اور کہا کہ میں نے تجھے وکیل کیا کہ ان درمون کی فلان شخص کے واسطے فلان چیز خریدے اور یہ نہ کہا کہ فلان شخص کے واسطے وکیل کیا تو بھی یہی حکم ہے اسیطرح اگر کہا کہ میں نے تجھے وکیل کیا کہ ان درمون کے عوض فلان چیز خرید دے پھر باہم ایک دوسرے کی تصدیق کی کہ یہ دراہم فلان شخص کے تھے اور اسنے فقط اسواسطے وکیل کیا تھا کہ فلان مالک کے واسطے خرید دے اور فلان شخص نے اس کو حکم دیا تھا کہ جسکو چاہے وکیل کر لے تو بھی یہی حکم ہے یہ محیط میں ہے ایک شخص نے دوسرے کو ہزار درم بضاعت کسی متاع کے خریدنے کیواسطے دیے اور اس شخص نے جسکو درم دیے گئے ان درمون کو ایک دلال کو دیا اسنے متاع خرید کر کے وکیل کے پاس روانہ کی اور وہ راستہ میں ضائع ہوئی تو وکیل اسکے لیے ضامن نہوگا اور اگر درم والے نے یہ نہیں کہا تھا کہ بضاعت ہیں اور باقی مسئلہ اپنے حال پر ہو تو ضامن ہوگا مگر دلال نے اسکے سامنے اگر خریدا تو ضامن نہ ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے

پانچواں باب رہن کے معاملہ میں وکیل کرنے کے بیان میں۔ اگر ایک شخص کو اسباب دیا اور کہا کہ اسکو میرے واسطے فروخت کر دے اور داموں کے لیے رہن لے لینا اور اسنے ایسا ہی کیا تو جائز ہے اور اگر رہن داموں سے اسقدر کم ہو کہ لوگ اندازہ میں اسقدر خسارہ نہیں اٹھاتے ہیں تو بھی امام اعظم کے نزدیک جائز ہے اور اگر کہا کہ اسکو فروخت کر کے مضبوطی کے لائق رہن لے اسنے ایسا رہن لیا جو داموں سے اسقدر کم ہے کہ لوگ برداشت کر لیتے ہیں تو جائز ہے اور اگر اسقدر کم ہے کہ لوگ اتنا خسارہ نہیں برداشت کرتے ہیں تو نہیں جائز ہے اور اگر وکیل نے رہن لیکر پھر راہن کو پھیر دیا تو واپس کرنا جائز ہے اور موکل کے واسطے ضامن نہوگا اور بیع اپنے حال پر رہیگی۔ اور اگر وکیل نے رہن کو کسی عادل کے قبضہ میں رکھا ہے تو جائز ہے اور موکل کو اسپر قبضہ کرنے کا اختیار نہیں ہے۔ اگر کسی کو کچھ درم دیے اور کہا کہ اسکو فلان شخص کے پاس لیجا اور کہہ کہ فلان شخص نے تجھے اس شرط پر قرض دیا ہے کہ تو اسکے عوض رہن دے اور مجھے رہن پر قبضہ کرنے کا حکم کیا ہے پس اس نے ایسا ہی کیا اور رہن پر قبضہ کیا تو جائز ہے اور موکل کو اختیار ہے کہ رہن وکیل سے لیکر اپنے قبضہ میں کر لے اور اگر رہن

وکیل کے پاس تلف ہوا تو موکل کا مال گیا۔ اور اگر یوں کہا کہ یہ دراہم لے اور انکو قرض دے اور انکے عوض رہن لے لے
اسنے ایسا ہی کیا تو راہن وکیل سے رہن نہیں لے سکتا ہے اور اگر وکیل کے پاس تلف ہوا تو موکل کا مال گیا یہ حاوی
میں ہے۔ اگر ایک شخص کو ایک کپڑا جو دس درم کے انداز کا ہے دیا اور حکم دیا کہ دس درم میرے واسطے قرض لیکر اسکو
رہن کردے پس اگر موکل نے کلام ایلچی بھیجنے کے طور پر کہا کہ فلان کے پاس جا اور اس سے کہہ کہ فلان شخص تجھ سے
دس درم قرض چاہتا ہے اور یہ کپڑا تجھے رہن دیتا ہے پھر اگر وکیل نے بھی بعد اسکے بطور ایلچی کے کلام کیا کہ قرض و رہن کو موکل
کیطرف نسبت کیا اور درم لیکر رہن دیدیا تو قرض موکل کا ہوگا یہانتک کہ اسکو اختیار ہے کہ جو دراہم ایلچی نے لیے ہیں انکو
ایلچی سے لے لے اور قرض دینے والے کا مطالبہ ایلچی سے نہوگا ایلچی بھیجنے والے سے ہوگا اور وہی فک رہن کراویگا
اور اگر وہ دراہم ایلچی کے وصول کر لینے کے بعد اسکے پاس تلف ہو گئے تو بھیجنے والے کا مال گیا۔ اور اگر ایلچی نے وکیلوں
کی طرح کلام کیا یعنی قرض و رہن کو اپنی طرف نسبت کیا اور کہا کہ مجھے دس درم قرض دے اور یہ کپڑا رہن میں لے پس
قرض دینے والے نے دیے اور رہن لے لیا تو ایلچی اپنی ذات کے واسطے قرض لینے والا شمار ہوگا اور بھیجنے والا اس سے
درم نہیں لے سکتا ہے اور جو کپڑا اسنے قرض دینے والے کو دیا ہے اسکا ضامن ہے اور اگر قرض دینے والے کے پاس وہ کپڑا
تلف ہوا تو مالک کو اختیار ہے کہ جو کچھ اس کپڑے کی قیمت ہو اسکو چاہے قرض دینے والے سے لیوے یا اس قرض
لینے والے سے جسنے کپڑا دیا ہے لیوے پس اگر اسنے ایلچی سے ضمان لی تو رہن جائز رہا اور قرضخواہ کا قرضہ ساقط ہوا اور اگر
قرض دینے والے سے ضمان لی تو وہ ایلچی سے اپنا قرضہ اور کپڑے کی قیمت لے لیگا۔ اور اگر موکل نے وکالت کے طور پر
کلام کیا یعنی وکیل کرکے بھیجا اور یوں کہا کہ میں نے تجھے اسواسطے وکیل کیا کہ تو میرے واسطے فلان شخص سے دس درم
قرض لے اور یہ کپڑا اسکو رہن میں دیدے پھر اگر وکیل نے اسکے بعد ایلچیوں کے مانند کلام کیا اور اس شخص سے جا کر
کہا کہ فلان شخص نے مجھے تیرے پاس دس درم اپنے واسطے قرض لینے کو بھیجا ہے اور یہ کپڑا اسکے رہن میں دیا ہے
اور قرض دینے والے نے اسپر عمل کیا تو جو کچھ اسنے قرض لیا وہ موکل کا ہے حتی کہ وکیل اسکو لینے سے منع نہیں
کر سکتا ہے اور رہن موکل کی طرف سے جائز ہوگا یہانتک کہ یہ شخص وکیل اسکا ضامن نہوگا اور فک رہن کرانا موکل
کے ذمہ ہوگا۔ اور اگر وکیل نے وکیلوں کی طرح جا کر کلام کیا یعنی جا کر کہا کہ مجھے دس درم قرض دے اور یہ کپڑا میری
طرف سے رہن لے تو قرض کے درم وکیل کے ہونگے اور اسکو اختیار ہے کہ موکل کو نہ دے اور کپڑے کا ضامن نہوگا
اگرچہ اسنے اپنے قرض میں دیا ہے اور اگر مرتہن کے پاس وہ تلف ہوگیا تو وکیل کپڑے کی قیمت اور قرض میں سے جو کم ہے
اسکا ضامن ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر ایک شخص کو ایک کپڑا دیا اور حکم کیا کہ اسکو قرض درموں کے عوض رہن کردے
اور درموں کی تعداد بتلادی پھر وکیل نے اس تعداد سے زیادہ یا کم درم لیے پس اگر موکل نے بطور ایلچی بھیجنے کے
کلام کیا تھا یعنی فلان شخص کے پاس جا اور اس سے کہہ کہ فلان شخص نے مجھے تیرے پاس بھیجا ہے کہ یہ کپڑا رہن
رکھ لے اور دس درم قرض دے پھر اگر وکیل نے بطور ایلچی کے کلام کیا اور قرض و رہن کو موکل کی طرف نسبت
کیا و لیکن تعداد میں درم زیادہ یا کم کیے تو خلاف کرنے والا شمار ہوگا اور جو اسنے قرض لیا ہے اسی کا ہوگا موکل کو اسکے

لینے کی کوئی راہ نہیں ہے اور رہن کا ضامن ہوگا اور کپڑے کے مالک کو اختیار ہے کہ جہاں تک اس کپڑے کی قیمت ہو
خواہ تعداد جو اسنے بیان کی تھی اس سے کم ہو یا زیادہ ہو اسکو ایلچی سے لیوے یا مرتہن سے لیوے پس اگر اسنے ایلچی سے
ضمان لی تو رہن صحیح رہا اور اگر مرتہن سے لی تو مرتہن اسکی قیمت اور اپنا قرضہ ایلچی سے بھر لیگا اور اگر وکیل نے ایلچیوں
کی طرح کلام کیا۔ یا زیادہ یا کم تعداد بیان کی تو مخالف شمار ہوگا اور کپڑے کا ضامن ہوگا اور اگر موکل نے بطور وکالت کے
کلام کیا یعنی میں نے تجھے فلاں سے دس درم قرض لینے کے واسطے وکیل کیا اور یہ کپڑا رہن کر دے پس اگر وکیل نے ایلچیوں
کی طرح کلام کیا اور کہا کہ مجھے درم قرض دے اور یہ کپڑا رہن لے اور تعداد میں کمی یا زیادتی کی تو جو اسنے قرض لیا اسی کا ہوگا
اور بقدر زیادتی کے ضامن ہوگا اور کپڑے کے مالک کو اختیار ہے کہ اگر کپڑا تلف ہو جاوے تو چاہے وکیل سے
ضمان لے یا مرتہن سے پس اگر وکیل سے ضمان لی تو رہن صحیح ہو گیا اور جو ضمان دی وہ مرتہن سے نہیں لے سکتا ہے
اور اگر اسنے مرتہن سے ضمان لی تو مرتہن اپنے قرضہ و کپڑے کی قیمت کو وکیل سے بھر لیگا۔ اور اگر اسنے تعداد سے کمی
کی پس اگر قرضہ کپڑے کی قیمت کے برابر یا زیادہ ہو تو ضامن نہوگا اور اگر کپڑے کی قیمت سے کم ہو تو ضامن ہوگا اور
کپڑے کے مالک کو اختیار ہے چاہے قرض دینے والے سے ضمان لے یا کپڑا رہن دینے والے سے ضمان لے اور
اگر وکیل نے ایلچیوں کی طرح کلام کیا اور تعداد میں کمی یا زیادتی کی تو ہر حال میں ضامن ہوگا پھر اگر وکیل موکل کے
پاس بقدر اسکی تعداد بیان کیے ہوئے کے درم لایا اور اسکو دیے تو یہ وکیل کا قرضہ اُس پر ہوا اور کپڑا رہن نہوگا
اور مرتہن کو اختیار ہے کہ جو وکیل نے اس سے وصول کیا ہے اسکو پھیر لے یہ محیط و ذخیرہ میں ہے۔ اور اگر مرتہن نے
اسکے ایلچی ہونے میں تصدیق کی تو وکیل امانتدار ہے پس اگر اسکے ہاتھ میں درم تلف ہو گئے تو مرتہن کو کچھ ڈانڈ
نہ دیگا پس اگر وکیل نے کہا کہ میں نے کپڑے کے مالک کو دیدیے تو اسپر سے ضمان دفع کرنے کے حق میں اس کا
قول لیا جائے گا اور کپڑے کے مالک پر ضمان لازم ہونے کے واسطے اس قول کا اعتبار نہیں ہے اگر وکیل
نے کہا کہ مجھے تو نے پندرہ درم میں رہن کرنے کے واسطے حکم کیا تھا اور کپڑے کے مالک نے کہا کہ دس
یا بیس درم میں رہن کے واسطے حکم دیا تھا تو دونوں صورتوں میں قسم لیکر موکل کا قول لیا جائیگا پس اگر قسم کھائی
تو یہ اور صورت سابقہ یکساں ہوگی (یعنی کمی و زیادتی ۱۲) اور اگر کچھ رہن کرنے کے واسطے وکیل کیا اور اس چیز رہن کو نہ بتلایا تو جو چیز رہن
کرے جائز ہے یہ مبسوط میں ہے۔ وکیل رہن کو دوسرے کو وکیل کر دینا جائز نہیں ہے اور نہ مرتہن کو اسکی بیع کا اختیار
دینا جائز ہے۔ اور اگر موکل نے وکیل سے کہدیا کہ جو تو کرے سب جائز ہے تو یہ روا ہے پس اگر وکیل نے دوسرے کو
رہن کرنیکا حکم دیا ہے تو جائز ہے اور وکیل نے اگر خود رہن کیا اور مرتہن کو اسکے بیچنے کی قدرت دیدی تو بھی جائز ہے
یہ حاوی میں ہے۔ اگر کسی نے کسی قدر تعداد معلوم درموں پر رہن کرنے کے واسطے ایک کپڑا دیا اور وکیل نے اپنے
پاس ہی رہن کر لیا اور وہ درم موکل کو دیدیے اور اُس سے بیان نہ کیا تو کپڑا رہن نہوگا اور وہ اس کپڑے کا امانتدار
ہے اگر تلف ہو جاوے تو ضامن نہوگا اور درم اسکے موکل پر قرض ہیں اسیطرح اگر اپنے چھوٹے نابالغ لڑکے کے پاس رہن
کیا۔ یا کسی اپنے غلام کے پاس جسپر قرض نہیں ہے رہن کیا تو بھی یہی حکم ہے۔ اور اگر اپنے بالغ بیٹے یا مکاتب یا اپنے

غلام تاجر قرضدار کے پاس رہن کیا تو جائز ہی اور اگر وکیل اس معاملہ مین غلام تاجر یا مکاتب یا لڑکا ہو پس اگر
اسنے یہ کہا کہ فلان شخص تجھسے کہتا ہی کہ مجھے (یعنی رہن ہوگا ۱۲) اسقدر قرض دے اور یہ کپڑا رہن کرلے تو جائز ہی اور اگر کہا کہ مجھے قرض
دے اور یہ رہن لے تو لڑکے اور غلام محجور کی صورت مین جائز نہین ہی اور دوسرون کی وکالت سے جائز ہے
اور اگر غلام تاجر ہو اور قرضدار ہو اور اسنے اپنے مالک کے پاس رہن کیا تو جائز ہی اور اگر قرضدار نہو پس اگر
اسنے کہا کہ فلان شخص کو قرض دے اور یہ رہن لے لے تو جائز ہی اور اگر کہا کہ مجھے قرض دے اور یہ رہن لے تو
جائز نہین ہی یہ مبسوط مین ہی۔ اگر اسواسطے وکیل کیا کہ میرا غلام ہزار درم مین رہن کردے پھر وکیل نے کہا کہ
مین نے اسکو فلان کے پاس رہن کیا (یعنی رہن ہوگا ۱۲) اور مال اس سے لے لیا اور رہن دیدیا اور مال میرے پاس تلف ہوگیا
اور مین نے اس سے کہا تھا کہ فلان شخص کو قرض دے کہ اسنے مجھے تیرے پاس بھیجا ہی اور موکل نے اس سے
یون ہی کہا تھا اور مرتہن نے اسکی تصدیق کی اور موکل نے کہا کہ تو نے یہ قرض میرے واسطے نہین وصول کیا اور
نہ غلام رہن کیا ہی تو قسم لیکر موکل کا قول لیا جاوے گا یہ حاوی مین ہی۔ اور اگر وکیل نے خود ہی مال قرض لیا اور
غلام رہن کر دیا اور مالک غلام نے یون ہی حکم کیا تھا تو یہ مال وکیل پر قرض ہوگا نہ موکل پر یہ مبسوط مین
لکھا ہی۔ رہن کے واسطے وکیل کیا اس نے رہن کرکے بیعنامہ لکھدیا اور وکیل و مشتری دونون اقرار کرتے
ہین کہ اس نے رہن رکھا ہی اور بیعنامہ دکھلانے سنانے کو لکھدیا ہی تو استحسانًا یہ رہن ہی کیونکہ دونون نے
ایک دوسرے کی تصدیق کی کہ رہن کیا اور بیعنامہ دکھلانے سنانے کو تھا اور ظاہر ہی کہ عقد دونون کا حق ہی
دوسرے کی طرف تجاوز نہین کریگا تو کیفیت عقد مین انھین کا قول لیا جائیگا اور جو انکے قول سے ثابت ہو شامل
معائنہ کے ہی یہ محیط سرخسی مین ہی اگر وکیل نے مرتہن کو رہن پر سواری لینے یا خدمت لینے کی اجازت دی اور
اسنے ایسا ہی کیا تو وہ ضامن ہی اور رہن کا کھانا و چارہ موکل پر ہی۔ اور اگر وکیل نے مال اپنے واسطے قرض لیا تو
مرتہن سے کہا جائیگا یا تو نفقہ دے اور جو نفع اٹھایا اسکے مالک کو واپس کردے کہ وہ نفقہ دے۔ اسی طرح باغ کا پانی دینا
اور بکریون کی چرائی موکل پر ہے بخلاف اجرت[1] نگہبان و مکان حفاظت کے یہ مبسوط مین لکھا ہے۔

چھٹا باب ان عقود مین جن مین وکیل سفیر محض ہوتا ہے اور حقوق اس کی طرف راجع نہین ہوتے مانند نکاح و طلاق وغیرہ ۱۲

اور اس مین دو فصلین ہین

فصل اول وکالت بالنکاح کے بیان مین۔ کسی شخص کی منکوحہ نے دوسرے سے کہا کہ مین اپنے شوہر سے خلع
کرانا چاہتی ہون جب خلع کرالون اور عدت گذر جاوے تو تو مجھے فلان شخص کے ساتھ نکاح کردے تو صحیح ہی یہ خلاصہ مین
ہی نکاح کرلینے کے وکیل کو دوسرے کا وکیل کرنا روا نہین ہی اور اگر اسنے دوسرے کو وکیل کیا اور اسنے پہلے کے سامنے
نکاح کرایا تو جائز ہی۔ ایک شخص نے وکیل کیا کہ دو عورتین ایک عقد مین نکاح کرا دے اسنے تین عورتون سے اسطرح
نکاح کردیا تو بعض روایات مین مذکور ہی کہ یہ اجازت پر موقوف رہیگا اسی طرح اگر ایک کی جگہ دو اور تین کی جگہ چار

[1] قولہ اجرت یعنی مال مرہون کا حفاظت کرنے والا شخص اور مکان حفاظت اگر کرایہ پر ہون تو یہ اجرت مرتہن پر ہوگی ۱۲

عورتین کردین اور بعض روایات مین ہی کہ جائز نہین ہی اور یہی ظاہر ہی۔ ایک شخص کو وکیل کیا کہ ایک عورت سے نکاح کرا دے پھر اسنے ایک عورت سے اس شرط پر نکاح کرا دیا کہ امر عورت اس عورت کے اختیار مین ہی یعنی طلاق دے لینا اسکے اختیار مین ہی تو نکاح جائز اور شرط باطل ہی۔ عورت نے ایک شخص کو وکیل کیا کہ اسکا نکاح کرا دے اور کہدیا کہ جو تو کرے وہ جائز ہی پھر وکیل نے ایک شخص کو اسکے نکاح کرانے کی وصیت کر دی اور مر گیا تو وصی کو اسکے نکاح کرا دینے کا اختیار ہی اور یہی حکم تمام وکالتون مین ہی۔ اگر ایک شخص کو وکیل کیا کہ فلان شہر یا فلان قبیلہ سے ایک عورت سے نکاح کرا دے اور اسنے دوسرے شہر یا قبیلہ سے بیاہ دی تو جائز نہین ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ غلام مجبور نے اپنے نکاح کے واسطے وکیل کیا پھر مالک نے اسکو نکاح کی اجازت دیدی یا غلام آزاد ہو گیا تو وکیل وکیل ہو گیا اور اگر اسنے کسی عورت سے نکاح کرا دیا تو جائز ہی یہ ذخیرہ مین ہی۔ کسی خاص عورت سے نکاح کرا دینے کے واسطے وکیل کیا پھر موکل مرتد ہو کر دار الحرب مین جا ملا پھر وکیل نے دعوی کیا کہ مین نے حالت اسلام مین اسکا نکاح کرا یا تھا اور وارثون نے اور موکل نے جب مسلمان ہو کر آ گیا تو اس سے انکار کیا تو وکیل اور عورت کا قول معتبر نہو گا کیونکہ وکیل ایسی چیز کی خبر دیتا ہی کہ موکل کے مرتد ہونے سے معزول ہو کر اسکی استیناف کا مالک نہین ہے اور اگر دونون فریق نے گواہ سنائے تو عورت کے گواہون کی گواہی معتبر رکھی جائیگی۔ اور اگر دونون کے پاس گواہی نہو تو وارثون سے انکے علم پر قسم لیجائیگی کیونکہ اگر انھون نے عورت کے دعوے پر اقرار کیا تو انپر دعوی لازم ہوگا پس اگر وارثون کے قسم کھا لینے کے بعد قاضی نے میراث کا حکم انکے واسطے دیدیا پھر موکل مرتد مسلمان ہو کر واپس آیا اور عورت نے اس سے بھی قسم لینا چاہی تو اسکو یہ اختیار ہی کیونکہ وہ مہر اسکے ذمہ قرضہ ہونے کا دعوے کرتی ہی یہ مبسوط مین لکھا ہے

دوسری فصل طلاق و خلع کے واسطے وکیل کرنے کے بیان مین۔ اگر ایک شخص نے دوسرے کو سنت[1] طریق پر اپنی عورت کو طلاق دینے کے واسطے وکیل کیا اور وہ عورت ایسی ہے کہ اسکو حیض آتا ہے اور وکیل حالت حیض مین یا ایسے طہر مین جس مین وطی ہو چکی ہی واقع ہوئی پس وکیل نے حالت حیض مین یا ایسی طہر مین طلاق دی تو طلاق واقع نہو گی کذا فی المحیط اور اسکی وکالت باطل نہو گی یہانتک کہ اگر اسوقت کے بعد اسنے وقت سنت پر اسکو طلاق دی تو طلاق واقع ہو جائیگی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی اور اگر اسی حالت حیض مین اس عورت سے کہا کہ تجکو بطور سنت طلاق ہی یا جب طاہر ہو تو طلاق ہی یا دوسری صورت مین یعنی جماعی طہر کی توکیل مین کہا کہ تجکو طلاق ہی جب تجکو حیض آوے اور تو طاہر ہو جاوے تو طلاق واقع نہو گی اور پہلی صورت مین جب پاک ہو گئی یا دوسری صورت مین جب حیض آ کر پاک ہو گئی اور وکیل نے طلاق دی تو واقع ہو جائیگی یہ محیط مین لکھا ہو۔ ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میری عورت کو بطور سنت تین طلاق دیدے پس وکیل نے اس عورت سے ایسے طہر مین جس مین وطی نہین ہوئی ہی کہا کہ تجھپر بطور سنت تین طلاق ہین تو فی الحال ایک طلاق واقع ہو گی اور پھر بعد حیض سے پاک ہونے کے بدون از سر نو طلاق واقع کرنیکے

[1] قولہ سنت طریق یعنی بروقت سنت اور وہ ایسے طہر مین طلاق ہے جس مین وطی نہوئی ہو ۱۲

پھر واقع نہوگی ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میری عورت کو بطور سنت طلاق دیدے اور ایک دوسرے شخص سے بھی یہی کہا پس دونون نے ایسے طہر مین جسمین جماع نہین ہوا ہے معًا اسکو طلاق دی تو ایک طلاق واقع ہوگی اور شوہر کو اسمین خیار نہوگا پھر دوسرے طہر مین جبتک دونون طلاق نہ دین طلاق واقع نہوگی۔ اور اگر وکیل اور شوہر نے معًا ایک طہر مین اسکو طلاق دی پھر وکیل نے دوسرے طہر مین اسکو طلاق دی تو ایک دوسری طلاق واقع ہوگی ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میری عورت کو بطور سنت طلاق بائن دیدے اور دوسرے سے کہا کہ اسکو بطور سنت ایک طلاق رجعی دیدے پس دونون نے ایک ہی طہر مین اسکو طلاق دی تو اسپر ایک طلاق واقع ہوگی مگر شوہر کو اختیار ہے کہ چاہے بائن مقرر کرلے یا رجعی متعین کرلے یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ اگر وکیل کو طلاق دینے کا حکم دیا پھر شوہر نے اسکو طلاق دی تو جبتک وہ عورت عدت مین ہے وکیل کی طلاق اسپر واقع ہوجائیگی اور اگر عدت گذر گئی پھر اس سے نکاح کیا پھر وکیل نے طلاق دی تو وکیل کی طلاق اسپر واقع نہوگی اور اگر عورت مرتد ہوگئی یا شوہر مرتد ہوگیا تو جبتک وہ عورت عدت مین ہے وکیل کی طلاق واقع ہوجائیگی اور اگر شوہر مرتد ہوکر دارالحرب مین جا ملا پھر وکیل نے حالت عدت مین عورت کو طلاق دی تو واقع نہوگی اسی طرح اگر مسلمان ہوکر آیا اور اس سے نکاح کرلیا تو بھی پھر وکیل کی طلاق واقع نہوگی یہ حاوی مین ہے ایک شخص کو ایک طلاق دینے کے واسطے وکیل کیا اور اسنے دو طلاق دی تو امام اعظم کے نزدیک کوئی نہ واقع ہوگی اور صاحبین نے فرمایا کہ ایک واقع ہوگی ایک نے دوسرے سے کہا کہ میری عورت کو طلاق دیدے وکیل نے تین طلاق دی پس اگر شوہر نے تین طلاق کی نیت کی تھی تو واقع ہوجائیگی ورنہ کوئی واقع نہوگی اور یہ قول امام اعظم کا ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک ایک واقع ہوگی ایک شخص کو ایک طلاق بائن دینے کے واسطے وکیل کیا اسنے ایک رجعی طلاق دی تو ایک طلاق بائن واقع ہوگی اسیطرح اگر ایک رجعی طلاق دینے کیواسطے وکیل کیا اور اسنے بائن دی تو ایک رجعی واقع ہوگی اور یہ اس صورت مین ہے کہ وکیل نے کہا کہ مین نے اس عورت کو ایک طلاق بائن دی اور اگر یون کہا کہ مین نے اسکو بائن کردیا تو کوئی طلاق واقع نہوگی یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہے۔ اگر اپنی دو عورتون سے کہا کہ تم دونون اپنے آپ کو تین طلاق دو پس ایک نے اپنے آپ کو اور دوسری سوت کو تین طلاق دی تو دونون کو طلاق ہوجائیگی لیکن چاہیے کہ آپ کو اسی مجلس مین جسمین شوہر نے یہ الفاظ کہے ہین طلاق دیوے پھر دوسری عورت کا طلاق دینا اس مجلس اور غیر مجلس مین جائز ہے اگر ایک شخص کو اپنی عورتون کو طلاق دینے کیواسطے وکیل کیا پس اسنے اپنا ایک خاص عورت کو طلاق دی تو صحیح ہے اور شوہر کو یہ اختیار نہین ہے کہ اس عورت کے سواے دوسری عورت کیطرف یہ طلاق پھیر دے اور اگر ایک غیر معین کو اسنے طلاق دی تو بھی صحیح ہے اور معین کرنیکا اختیار شوہر کو ہے یہ ذخیرہ مین ہے۔ اگر اس طرح وکیل کیا کہ میری عورت کو طلاق دیدے اور اسکی چار عورتین ہین اور کسی کو معین نہ کیا پس اگر اسنے ایک کو طلاق دیدی تو جائز ہے اور اگر سب کو طلاق دی تو بھی ایک عورت پر جائز ہوگی اور شوہر کو اختیار ہے کہ جسکو چاہے معین کرے یہ حاوی مین ہے۔ اگر دو عورتون سے کہا کہ اگر چاہو تو تم دونون اپنے آپ کو تین طلاق دو پس ایک نے طلاق دی تو واقع نہوگی تا وقتیکہ دونون

قلت لعلہ علی قولہ الا امام ۱۲

اسی مجلس مین تین طلاق پر مجتمع نہون یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ اگر کہا کہ تو میری عورت کے طلاق دینے کے واسطے میرا وکیل ہے بشرطیکہ وہ عورت چاہے یا پسند کرے یا خواہش کرے تو یہ شخص وکیل نہو گا جب تک کہ وہ عورت اس طلاق کو اسی مجلس مین پسند نہ کرے اور اگر اسنے پسند کیا تو وکیل ہو گیا اور طلاق دینے سے پہلے اگر وکیل مجلس سے اٹھ کھڑا ہو تو وکالت باطل ہو گئی اور اگر کہا کہ اگر تو چاہے تو میری عورت کے طلاق دینے کے واسطے وکیل ہے پس اگر اسنے اسی مجلس مین چاہا تو جائز ہے اور اگر قبل چاہنے کے مجلس سے اٹھ کھڑا ہوا تو وکیل نہین ہے یہ حاوی مین ہے ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ جب مین فلان عورت سے نکاح کرون تو تو اسکو طلاق دیدے پس اسنے نکاح کیا اور وکیل نے طلاق دیدی تو صحیح ہے یہ ذخیرہ مین ہے۔ وکیل طلاق نے اگر دوسرے کو وکیل کیا تو صحیح نہین ہے اور اگر غیر کو وکیل کیا اور اسنے پہلے وکیل کے سامنے طلاق دی یا کسی اجنبی نے طلاق دی پھر وکیل نے اجازت دی تو اجنبی کی طلاق واقع نہو گی یہ فتاوی قاضیخان مین ہے۔ ایک شخص نے غیر کی عورت سے کہا کہ جب تک تو اس گھر مین داخل ہو تجکو طلاق ہے پس شوہر نے اسکی اجازت دیدی اور بعد اجازت ہو جانے کے وہ اس گھر مین گئی تو طلاق ہو جائیگی اور اگر قبل اجازت ہو جانیکے گئی تو طلاق نہ پڑیگی پھر اگر دوبارہ بعد اجازت ہونیکے گئی تو طلاق پڑ جائیگی یہ محیط مین ہے اگر اپنے غلام کو اپنی عورت نے طلاق دینے کیواسطے وکیل کیا پھر غلام کو فروخت کیا تو وہ اپنی وکالت پر باقی ہے یہ ذخیرہ مین لکھا ہے ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میری عورت کو طلاق دیدے یہ امر مین نے تیرے سپرد کیا تو اس امر کا قبول کرنا فقط اسی مجلس تک رہیگا۔ ایک شخص کو طلاق دینے کیواسطے وکیل کیا اور وکیل نے اپنی وکالت کے علم سے پہلے اس عورت کو طلاق دی تو واقع نہو گی یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہے۔ وکیل طلاق نے اگر مال پر خلع کیا پس اگر وہ عورت ایسی ہے کہ شوہر نے اس سے وطی کر لی ہے تو وکیل نے بری مخالفت کی اور اگر ایسی ہے کہ اس سے وطی نہین کی ہے تو مخالفت اچھی ہے اور یہی مذہب اکثر مشائخ کا ہے۔ اور اسی کو صفار نے اختیار کیا ہے اور امام ظہیر الدین نے فرمایا کہ اس عورت مین بھی جس سے وطی نہین کی ہے نہین جائز ہے کیونکہ یہ بھی اسکی بری مخالفت ہے یہ وجیز کردری مین ہے۔ ایک شخص کو وکیل کیا کہ تین طلاق عورت کے ہاتھ ہزار درم کو فروخت کر دے پس وکیل نے ایک طلاق تہائی ہزار درم کو بیچی تو کوئی طلاق واقع نہو گی ایک شخص نے اپنی عورت سے کہا کہ تو جسقدر داموں کو چاہے اپنی طلاق مجھسے خرید لے مین نے تجھے اس معاملہ کا وکیل کیا اسنے کہا کہ اسقدر کو مین نے خریدا تو یہ باطل ہے یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہے۔ اگر کسی کو وکیل کیا کہ میری عورت کو بعوض ہزار درم کے یا ہزار درم پر تین طلاق دیدے اسنے ایک یا دو طلاق دی تو واقع نہو گی اور اگر ہزار درم یا زیادہ پر طلاق دی تو جائز ہے یہ مبسوط مین ہے اور اگر خلع کیواسطے وکیل کیا تو وکیل کو اختیار ہے کہ اس عورت سے اس مجلس یا غیر مجلس مین جب تک معزول نہو خلع کر لے یہ حاوی مین ہے وکیل خلع کو بدل پر قبضہ کا اختیار نہین ہے کذا فی فتاوی قاضیخان۔ خلع مطلق کے وکیل کو امام اعظم کے نزدیک قلیل و کثیر پر خلع کرنیکا اختیار ہے اور صاحبین کے نزدیک مہر مثل سے کم پر خلع کرنا نہین جائز ہے کذا فی التاتارخانیہ۔ اگر کسی شخص کو خلع کیواسطے وکیل کیا اور کہا کہ اگر خلع لینے سے انکار کرے تو طلاق دیدے پس اسنے خلع سے انکار کیا اور وکیل نے طلاق دیدی پھر عورت نے کہا کہ مین خلع

کرتی ہون پس اگر عدت مین اس سے خلع کیا اور طلاق رجعی تھی تو جائز ہو کذا فی الحاوی۔ ایک شخص کو وکیل کیا کہ میری عورت سے خلع کرلے پھر شوہر نے خود اس سے خلع کیا یا کسی اور وجہ سے وہ بائن ہو گئی پھر عدت مین یا اسکے بعد اس سے نکاح کیا تو وکیل خلع نہین کراسکتا ہو۔ اگر کوئی شخص دونون طرف سے خلع کا وکیل ہو تو دو روایتون مین ایک روایت یہ ہو کہ وہ دونون طرف سے عقد کا متولی نہین ہوسکتا ہو یہ فتاوی قاضیخان مین ہو۔ وکیل خلع نے اگر ہزار درم پر اس شرط سے خلع کیا کہ مین ضامن ہون تو صحیح ہو اگرچہ عورت نے اسکو ضمانت کا حکم نہ دیا ہوا ور جب وکیل نے ادا کیا تو عورت سے پھیر لے گا اسی طرح ادا کرنے سے پہلے بھی لے سکتا ہے یہ سراجیہ مین ہو۔ اگر مرد نے اپنی عورت کو وکیل کیا کہ اپنی ذات کا مجھ سے خلع کرلے پس عورت نے مال یا عوض پر خلع کرلیا تو جائز نہین ہے لیکن اگر شوہر راضی ہو تو جائز ہو۔ ایک عورت نے اپنے شوہر سے کہا کہ جب کل کا روز آوے تو تو مجھ سے ہزار درم پر خلع کرلے تو یہ توکیل ہو اسلیے اگر عورت شوہر کو اس سے ممانعت کردے تو صحیح ہو یہ فتاوی قاضیخان مین ہو۔ اگر ایک ذمی عورت نے کسی مسلمان کو اپنے شوہر سے شراب یا سور پر خلع کرانے کا وکیل کیا تو جائز ہو اور اگر شوہر یا زوجہ دونون مین سے کوئی مسلمان ہو اور وکیل کافر ہو تو خلع جائز ہو اور جعل باطل ہو یہ مبسوط مین ہو۔ اگر کسی نے دوسرے کو وکیل کیا کہ میری عورت سے مال پر خلع کرادے یا بلا مال اسکو تین طلاق دیدے پھر شوہر مرتد ہو کر دار الحرب مین جاملا یا مر گیا اور وکیل نے عورت کو خلع دیا یا طلاق دی پس عورت نے کہا کہ تو نے یہ فعل میرے شوہر کے مرنیکے بعد یا دار الحرب مین جاملنے کے بعد کیا ہو اور وکیل و وارثون نے کہا کہ یہ اسکی زندگی اور اسلام مین ہوا ہو تو عورت کا قول لیا جائیگا اور طلاق باطل اور اسکا مال اسی کو پھیر دیا جائیگا اور اسکو میراث ملے گی یہ مبسوط مین ہے عتق کے واسطے وکیل کرنا جائز ہو خواہ عتق مال پر ہو یا بغیر مال ہو اور جب وکیل نے آزاد کیا تو اسکو مال پر قبضہ کرنیکا اختیار نہین ہو اور صرف اسی مجلس تک یہ توکیل مقصور نہین ہو۔ اعتاق مطلق کا وکیل مدبر کرنے یا مکاتب کرنے یا مال پر آزاد کرنے کا اختیار نہین رکھتا ہو اور ایسے ہی تعلیق[1] بالشرط اور اضافۃ الی الاوقات کا بھی مختار نہین ہو پس مالک کے مدبر کردینے سے توکیل عتق باطل نہوگی یہ محیط مین ہو۔ اگر اپنا غلام آزاد کرنے کے واسطے وکیل کیا پس اسنے قرضہ یا مال پر آزاد کیا یا شرط لگائی اور کہا کہ اگر تو چاہے تو تو آزاد ہو تو جائز نہین ہو کذا فی محیط السرخسی اگر نصف غلام آزاد کرنے کے واسطے وکیل کیا اور اسنے کل آزاد کردیا تو جائز نہین[2] ہو اور کچھ آزاد نہوگا اور صاحبین نے فرمایا کہ جائز ہو اور کل[3] آزاد ہو جائیگا۔ اور اگر کسی کو پورا غلام آزاد کرنے کے واسطے وکیل کیا اور اسنے آدھا آزاد کیا تو امام اعظم کے نزدیک آدھا آزاد ہو جائیگا اور صاحبین کے نزدیک کل آزاد ہو جائیگا کذا فی الذخیرہ۔ دو شخصون مین سے ہر ایک کا غلام ایک ہے اور ایک ہی شخص کو دونون نے اپنا اپنا غلام

---

[1] قولہ تعلیق بالشرط مثلاً کہا کہ اگر زید بادشاہ ہو جاوے تو تو آزاد ہے یا جب رجب کا چاند دیکھا جاوے تو تو آزاد ہو کیونکہ یہ اطلاق کے خلاف مقید ہو ۱۲ [2] قولہ جائز نہین کیونکہ یہ تخییر ہو اور اسنے تعلیق بیان کی حالانکہ ان دونون مین جنسی مخالفت ہے ۱۲

[3] قولہ کل یہ بنا بر اینکہ عتق امام کے نزدیک ٹکڑے ہوتا اور صاحبین کے نزدیک نہین ہوتا ہے ۱۲

آزاد کرنے کے واسطے علیحدہ وکیل کیا پھر وکیل نے کہا کہ مین نے دونون مین سے ایک کو آزاد کیا پھر وہ بیان کرنے سے پہلے مرگیا تو قیاساً کوئی آزاد نہوگا اور استحساناً دونون آزاد ہوجائینگے اور ہر ایک اپنی نصف قیمت کیواسطے سعی کریگا کذا فی فتاوی قاضیخان۔ اگر کسی نے کسی شخص کو اپنا غلام معین آزاد کرنیکے واسطے وکیل کیا اور وکیل نے کہا کہ مین نے اسکو کل کے روز آزاد کردیا ہے تو بدون گواہی کے اسکی تصدیق نہ کیجائیگی یہ ذخیرہ مین ہے۔ اور اگر اپنی باندی آزاد کرنے کے واسطے وکیل کیا اور باندی قبل آزاد کرنے کے بچہ جنی تو وکیل اسکے بچہ کو آزاد نہین کرسکتا ہے اور اگر اپنے غلام کو جعل پر آزاد کرنے کے واسطے وکیل کیا اور اسنے شراب یا سور پر آزاد کیا تو عتق جائز ہے اور غلام کو اپنی ذات کی قیمت دینا واجب ہے اور اگر مردار یا خون کے عوض آزاد کیا تو جائز نہین ہے۔ اور اگر موکل نے کہا کہ غلام کو اس غلام کے عوض آزاد کردے اسنے اسیطرح آزاد کیا پھر یہ غلام آزاد نکلا تو عتق جائز ہے اور غلام آزاد شدہ پر اپنی قیمت واجب ہے اور اگر اسکو کسی غلام پر آزاد کیا اور وہ غلام استحقاق مین لے لیا گیا تو عتق جائز ہے اور غلام پر اپنی قیمت واجب ہے اور یہ امام اعظم کا دوسرا قول ہے اور یہی قول امام ابویوسف کا ہے کذا فی الحاوی اور اگر اسکو ذبح کی ہوئی بکری کے عوض آزاد کیا پھر وہ بکری مردار ثابت ہوئی تو جائز نہین ہے اور اگر اسکو جعل پر آزاد کرنے کا حکم کیا اسنے ہزار درم پر آزاد کردیا تو جائز ہے بشرطیکہ ایسا غلام اتنے پر آزاد ہوتا ہو اور یہ حکم استحساناً ہے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اگر اپنے غلام سے کہا کہ اپنے کو آزاد کر جس عوض پر چاہے اسنے درمون پر آزاد کردیا تو جائز ہے بشرطیکہ مالک اسپر راضی ہو کیونکہ جب بدل کی تعداد بیان نہو تو ایک ہی شخص جانبین سے وکیل نہین ہوتا ہے اور ابن سماعہ نے امام محمد سے روایت کی ہے کہ ہوسکتا ہے اگرچہ بدل کی تعداد بیان نہوا اور بعضے مشائخ نے اس روایت کی تصحیح کی ہے۔ اور اگر اس صورت مین بدل کی تعداد بیان ہو اور غلام نے کہا کہ مین نے اسقدر پر اپنے کو آزاد کیا تو جائز ہے پھر مالک کی رضامندی شرط نہین ہوگی یہ محیط مین ہے۔ کہا کہ مال پر آزاد کردے اسنے ایک درم پر آزاد کردیا تو امام ابی حنیفہ کے نزدیک جائز ہے اور صاحبین نے خلاف کیا ہے یہ محیط سرخسی مین ہے اور اگر وکیل کیا کہ کسی چیز کے عوض آزاد کردے تو جسقدر پر اصناف مال مین سے آزاد کرے جائز ہے اور اگر وکیل و مالک نے جنس بدل یا اسکی مقدار ماموربہ مین اختلاف کیا تو مالک کا قول لیا جائیگا یہ مبسوط مین ہے۔ ایک شخص کو کسی نے اپنے غلام کے مکاتب کرنے اور بدل کتابت وصول کرنے کے واسطے وکیل کیا پس وکیل نے کہا کہ مین نے مکاتب کیا اور بدل وصول کرلیا اور مالک نے انکار کیا تو مکاتب کرنے مین وکیل کا قول لیا جائیگا نہ بدل وصول کرنے مین اور اگر مکاتب کیا پھر کہا کہ مین نے بدل لیکر تجھے دیدیا ہے تو اسکی تصدیق کیجاوگی یہ خلاصہ مین ہے اگر مکاتب کرنے کے واسطے وکیل کیا اور اسنے مکاتب کردیا تو اسکو بدل کتابت وصول کرنے کا اختیار نہین ہے اور اگر مکاتب نے اسکو دیدیا تو مکاتب بری نہوگا۔ اور اگر مکاتب کرنے کے واسطے وکیل کیا اسنے اسقدر مال پر مکاتب کیا کہ لوگ اسقدر خسارہ نہین اٹھاتے ہین تو امام اعظم کے قول پر جائز ہے اور اگر غنم یا وصیف یا کسی قسم کے کپڑون یا مکیل یا موزون پر مکاتب کیا تو جائز ہے یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر اپنے دو غلام مکاتب کرنیکے واسطے وکیل کیا اور اسنے ایک کو مکاتب کیا تو جائز ہے

اور اگر اسواسطے وکیل کیا کہ دونون کو ایک ہی کتابت مین مکاتب کرے اور ہر ایک کو دوسرے کا کفیل بناوے اور اسنے ایک کو مکاتب کیا تو جائز نہین ہے اور اگر اسواسطے وکیل کیا کہ غلام کو مکاتب کرے یا بیع کرے پھر غلام نے کسی کو خطا سے قتل کر ڈالا پھر وکیل نے یہ فعل کیا اور اسکو اس جرم کا علم ہو یا نہین ہو تو وکیل کا فعل جائز ہے کیونکہ بسبب جرم کے غلام کا مستحق[1] ہو جانا موکل کو تصرف سے نہین روکتا ہے خواہ بطور بیع یا بطور کتابت ہو اور وکیل کا معزول ہو جانا بھی اس سے واجب نہین اور مالک پر اسکی قیمت واجب ہوگی یہ مبسوط مین ہے اور اگر کہا کہ میرے اس غلام کو فروخت کر دے یا مکاتب کر دے یا مال پر آزاد کر دے تو جو فعل انمین سے وکیل کریگا جائز ہوگا اور اگر کہا کہ اسکو یا اسکو مکاتب کر دے تو وکیل جسکو چاہے مکاتب کر دے یہ حاوی مین ہے اور اگر وکیل نے ہر ایک کو علیحدہ مکاتب کیا تو پہلے کی کتابت جائز ہے اور اگر ایک ساتھ مکاتب کیا تو کتابت باطل ہے اور اگر وکیل کیا کہ جمعہ کے روز میرے غلام کو مکاتب کر دے پھر وکیل نے سنیچر کے روز کہا کہ مین نے وکالت کے بعد اسکو کل اسقدر مال پر مکاتب کر دیا اور مالک نے اسکی تکذیب کی تو قیاساً مالک کا قول معتبر ہے ولیکن استحساناً اقرار وکیل جائز ہے کیونکہ جس کام پر اسکو مسلط کیا تھا اسکو اسی وقت معلوم پر عمل مین لانے کی اسنے خبر دی۔ اگر مکاتب کرنے کیواسطے وکیل کیا پس وکیل نے کہا کہ مجھے تو نے کل وکیل کیا تھا اور مین نے بعد وکالت کے آخر دن مین اسے مکاتب کر دیا اور مالک نے کہا کہ مین نے تجھے آج وکیل کیا تو مالک کا قول معتبر ہوگا یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر کہا کہ ان دو شخصون مین سے جسنے غلام کو مکاتب کر دیا روا ہے تو جو شخص دونون مین سے مکاتب کر دے جائز ہے۔ اور اگر ایک شخص کو غلام مکاتب کرنے کے واسطے وکیل کیا اور غلام نے قبول سے انکار کیا پھر اسکو قبول کر لینا مصلحت معلوم ہوا اور وکیل نے مکاتب کر دیا تو جائز ہے کذا فی الحاوی اگر کسی کو اپنے غلام کے مکاتب کرنے یا مال کے عوض یا بلا مال آزاد کرنے کے واسطے وکیل کیا پھر موکل مرتد ہو گیا اور دار الحرب مین جا ملا یا مر گیا پس وکیل نے کہا کہ مین نے اسکی حالت اسلام مین ایسا کیا ہے اور وارثون نے اسکی تکذیب کی تو وارثون کا قول لیا جائیگا کیونکہ غلام پر انکی ملکیت ظاہر ہے اور وکیل ایسے امر کی خبر دیتا ہے جو انکی ملکیت کو باطل کرے اور ایسے امر کے ایجاد کرنے کا اسکو کسی حال مین اختیار نہین ہے پس اس کا قول قبول نہوگا کذا فی المبسوط

ساتوان باب خصومت وصلح وغیرہ مین وکیل کرنے کے بیان مین

خصومت کے واسطے وکیل کرنا بدون خصم کی رضامندی کے لازم نہین ہوجاتا ہے اور صاحبین نے فرمایا کہ لازم ہوجاتا ہے۔ پھر امام کے قول پر مشائخ نے اختلاف کیا بعضون نے کہا کہ توکیل کی صحت کے واسطے خصم کی رضامندی شرط نہین ہے بلکہ اسکے لازم ہونے کے واسطے شرط ہے اور یہی صحیح ہے یہ خزانۃ المفتین مین ہے حتی کہ خصم پر وکیل کے مقابلہ مین حاضر ہونا اور جوابدہی لازم نہین ہے کذا فی المحیط اور فقیہ ابو اللیث نے فتوی کیواسطے صاحبین کا قول اختیار کیا ہے کذا فی خزانۃ المفتین۔ اور عتابی نے کہا کہ یہی مختار ہے اور اسی کو صفار نے لیا ہے یہ بحر الرائق مین ہے اور اس مسئلہ مین جو حکم مختار ہے وہ یہ ہے کہ اگر قاضی کو ثابت ہو کہ مدعی از راہ سرکشی توکیل

[1] قولہ مستحق یعنی مقتول کا ولی اس غلام کا مستحق ہوگیا ۱۲

سے انکار کرتاہے تو اسکو یہ قدرت نہ دے اور خصم سے توکیل قبول کرلے اور اگر یہ ثابت ہو کہ موکل اس توکیل
مین خصم کی ضرر رسانی چاہتا ہو تو بدون اسکی رضامندی کے قبول نہ کرے کذا فی المبسوط اور اسپر اجماع
ہے کہ اگر موکل بقدر ادنی مسافت سفر کے غائب ہو یا شہر مین موجود ہو مگر مریض ہو کہ اپنے پانون سے قاضی
کے دروازہ تک نہین حاضر ہو سکتا ہو تو اسکو وکیل کردینے کا اختیار ہو خواہ وہ مدعی ہو یا مدعا علیہ ہو اور اگر
ایسا ہو کہ اپنے پانون نہین چل سکتا ہو لیکن چارپایہ یا آدمی کی پیٹھ پر سوار ہو کر حاضر ہو سکتا ہو پس اگر اس طرح آنے
سے اسکے مرض مین زیادتی ہو تو وکیل کردینا جائز ہو اور اگر زیادتی نہ ہوتی ہو تو اختلاف ہو بعضون نے کہا کہ توکیل
جائز ہو اور یہی صحیح ہو کذا فی فتاوی قاضی خان اور یہی قول اصح وارفق ہو کذا فی المحیط اور اگر کہا کہ مین سفر کا ارادہ
رکھتا ہون تو توکیل اسکی طرف سے لازم ہوگی خواہ طالب ہو یا مطلوب ہو لیکن مطلوب اپنا کفیل دیدے تاکہ
طالب اپنا قرضہ وصول کرسکے۔ اور اگر خصم نے اسکے ارادہ سفر مین اسکو جھوٹا بتلایا۔ تو مشائخ نے اختلاف کیا ہو
بعض نے کہا کہ قاضی اس سے ارادہ سفر پر قسم[ف۱] لے گا۔ اور اسی کو خصاف نے اختیار کیا ہو اور بعضون نے کہا
کہ اسکے رفیقون سے پوشیدہ دریافت کریگا۔ اگر قاضی مسجد مین بیٹھکر فیصلہ کرتا ہو تو منجملہ عذرون کے ایک حیض و نفاس
کا عذر ہو اور اس مسئلہ کی دو صورتین ہین ایک یہ کہ وہ عورت طالبہ ہو دوسری یہ کہ مطلوبہ ہو پس اگر وہ عورت
معذورہ طالبہ ہو تو توکیل اس سے مقبول ہوگی اور اگر مطلوبہ ہو پس اگر طالب نے اسکو اسقدر تاخیر دی کہ قاضی مسجد سے
باہر آوے تو توکیل اسکی طرف سے مقبول نہوگی اور اگر اسقدر تاخیر نہ دی تو قبول کرلے گا۔ اور اگر موکل اسی قاضی کے
قیدخانہ مین قید ہو کہ جسکے سامنے مقدمہ پیش ہوا ہو تو توکیل قبول نہ کریگا اور اگر حاکم شہر یا والی ملک کے قیدخانہ مین
ہو کہ وہ اسکو قیدخانہ سے باہر نکلنے کی اجازت نہین دیتا ہو تو اسکی طرف سے توکیل قبول کرلے گا یہ ظہیریہ مین ہو
اور پردہ دار عورت سے توکیل مقبول ہو خواہ وہ باکرہ ہو یا ثیبہ ہو اور پردہ دار وہ عورت ہو کہ جو کبھی مردون سے
مخالط نہین ہوئی ایسا ہی ابوبکر رازی نے ذکر کیا ہو اور عامہ مشائخ نے اسی کو لیا ہو اور اسی پر فتوی ہے
یہ فتاوی قاضی خان مین ہو اگر قاضی کو ثابت ہوا کہ موکل خود مقدمہ مین بیان کرنے سے عاجز ہو تو اسکی طرف سے
توکیل قبول کریگا یہ نہایہ مین ہو **قال المترجم** اور یہی فتاوی قاضی خان مین بھی ہو۔ اگر عورت نے اپنی طرف سے
وکیل خصومت مقرر کیا اور اسپر قسم واجب ہوئی اور اسکا نکلنا معلوم نہین ہوا تو حاکم اسکے پاس تین آدمی عادل
بھیجے گا کہ ایک اس سے قسم لیوے اور دو اسکی قسم کے گواہ ہون اسی طرح مریض معذور کا جو حاضر نہین ہو سکتا ہو یہی حکم
ہو یہ سراج الوہاج مین ہو اور اگر اسکے پردہ نشین ہونے مین اختلاف کیا پس اگر وہ اشراف کی بیٹی ہو تو خواہ باکرہ ہو
یا ثیبہ ہو اسی کا قول لیا جائیگا کیونکہ اسکے حال سے یہی بات ظاہر ہو کہ پردہ نشین ہو اور اگر درمیانی لوگون سے ہو تو اگر
باکرہ ہو تو اسکا قول لیا جائیگا اور نیچے ادنی لوگون مین اسکا قول کسی صورت مین مقبول نہوگا اور ضرورت کیواسطے
نکلنا اسکی پردہ دری مین قادح نہین ہو جبتک وہ عورت اشراف نکلتی ہو یعنی بلا حاجت بھی نکلتی ہو یہ ذخیرہ کردری
مین ہو۔ ایک شخص اشراف کا مقدمہ ایک وضیع کے ساتھ پیش ہوا اور اسنے چاہا کہ مین خود نہ جاؤن اور اپنا وکیل

کمینہ فرومایہ ۱۲

ف ا [illegible] ۱۲

بھیجدون تو مشائخ نے اختلاف کیا فقیہ ابو اللیث نے فرمایا کہ ہماری راے ہو کہ ہم وکالت قبول کرین خواہ موکل شریف ہو یا وضیع ہو یہ جواہر اخلاطی مین ہو۔ ایک عورت مستورہ اپنے شوہر کے گھر مین ہو کہ اسکو کوئی ایسی علت ہے کہ شوہر کے گھر سے اسکا نکلنا بن نہین پڑتا ہو اسپر ایک شخص نے بدون گواہون کے کچھ دعوی کیا تو اس مدعی کو اسکے شوہر سے خصومت کا اختیار نہین ہو اور شوہر کو بھی اختیار نہین ہو کہ مدعی کو عورت کے وکیل یا عورت سے خصومت کرنے سے منع کرے یہ فتاوے قاضی خان مین ہو۔ اگر کہا کہ مین نے فلان شہر کے لوگون پر اپنے تمام حقوق مین خصومت کے واسطے تجھے وکیل کیا تو وہ شخص تمام حقوق مین جو توکیل کے روز ہین یا پیدا ہون استحسانا اسی شہر کے لوگون سے خصومت کر سکتا ہو اور اگر کہا کہ فلان شخص پر اپنے حق کی خصومت کیواسطے وکیل کیا تو ہر حق مین جو فقط توکیل کے روز موجود ہو خصومت کر سکتا ہو یہ خلاصہ مین لکھا ہو اگر کہا کہ مین نے تجکو خصومت کے واسطے وکیل کیا اور اس سے زیادہ نہ کہا تو وکیل نہوگا اور اگر کہا کہ جو ہمارے درمیان جھگڑا ہو اسکے واسطے تجھے وکیل کیا یا ہمارے درمیانی جھگڑے کی خصومت کیواسطے توکیل ہو یا اسکے مشابہ بیان کیا تو شیخ الاسلام خواہر زادہ و امام احمد طواویسی نے فرمایا کہ وکیل ہو جائیگا اور شمس الائمہ نے ذکر کیا کہ نہوگا یہ ذخیرہ مین ہو۔ اگر مال معین پر قبضہ کرنے کے واسطے وکیل کیا تو بالاتفاق وہ وکیل خصومت نہوگا یہ سراج الوہاج مین ہو شفعہ کے طلب کرنے اور بسبب عیب کے واپس کرنے اور بٹوارہ کے واسطے جو وکیل ہو وہ بالاجماع وکیل خصومت ہو کذا فی الحاوی یہان تک کہ وکیل شفعہ کو لے گا اور اگر مشتری نے دعوی کیا کہ موکل نے شفعہ دیدیا ہو اور وکیل پر اس امر کے گواہ قائم کیے تو مقبول ہونگے اسیطرح اگر مشتری نے مبیع مین عیب پایا اور ایک شخص کو واپس کرنے کا وکیل کیا اور بائع نے کہا کہ مشتری عیب پر راضی ہو گیا ہو اور وکیل نے انکار کیا اور بائع نے اسکی رضامندی کے گواہ قائم کیے تو مقبول ہونگے اور اسی طرح ہبہ واپس کرنیکے وکیل پر اگر موہوب لہ نے گواہ قائم کیے کہ واہب نے عوض لے لیا ہو یا ہبہ مین زیادتی ہو گئی ہو تو مقبول ہونگے اور ایسے ہی وکیل تقسیم سے اگر ایک شریک نے جسنے اسکو وکیل نہین کیا ہو کہا کہ میرے شریک نے اپنا حصہ لے لیا اور وکیل نے انکار کیا پھر مدعی نے اپنے دعوے کے گواہ سنائے تو مقبول ہونگے یہ سراج الوہاج مین ہے قرضہ وصول کرنیکے لیے وکیل کر کے طالب غائب ہو گیا اور مطلوب پر قرضہ کے گواہ قائم ہو گئے اسنے کہا کہ مین طالب سے اس امر کی قسم لینا چاہتا ہون کہ اسنے مجھ سے وصول نہین پایا تو اسکو وکیل کو ادا کر دینا لازم ہوگا اسیطرح شفعہ طلب کرنیکے وکیل کا حکم ہو کہ اگر شفیع پر دعوی ہو کہ اسنے شفعہ دیدیا تو حکم ہوگا کہ وکیل کو گھر سپرد کیا جاوے پھر جب شفیع حاضر ہوگا تو اس سے قسم لیجائیگی اسیطرح استحقاق ثابت کرنیوالے کے وکیل قبض پر اگر یہ دعوی ہوا کہ مشتری نے کہا کہ مستحق نے اجازت دیدی ہو تو اسکو حکم کیا جائیگا کہ مبیع وکیل کے سپرد کر دے پھر جب مستحق حاضر ہو تو مشتری اس سے قسم لے سکتا ہے یہ محیط سرخسی مین ہو قرضہ وصول کرنے کا وکیل امام اعظم رح کے نزدیک وکیل خصومت ہوتا ہو حتی کہ اگر اسپر اس امر کے گواہ پیش ہون کہ موکل نے وصول کر لیا یا مطلوب کو معاف کر دیا تو امام کے نزدیک مقبول ہونگے اور صاحبین نے فرمایا کہ وہ خصم نہین قرار پائیگا اور اسکو حسن رح نے امام اعظم رح سے بھی روایت کیا ہو کذا فی الہدایہ

اور اگر قرضدار نے قرضہ سے انکار کیا اور قرضہ وصول کرنے کے وکیل نے قرضہ ثابت کرنیکے واسطے گواہ سنائے تو امام اعظمؒ کے قول پر مقبول ہونگے اور صاحبین کے قول پر مقبول نہونگے اور قاعدہ اس قسم کے مسائل مین یہ ہے کہ اگر توکیل ایسی چیز کے وصول کے واسطے ہو جو موکل کی ملک ہے تو وکیل اسکے اثبات کیواسطے خصم قرار نہ پاویگا اور اگر ایسی چیز کے واسطے ہو جو ہر وجہ سے غیر کی ملک ہے اور توکیل اسپر حق موکل کیوجہ سے ہے تو اثبات کیواسطے وکیل خصم قرار دیا جائیگا یہ ذخیرہ مین ہے۔ قاضی نے اگر غائب شخص کے قرضون کے وصول کرنیکے واسطے کسی کو وکیل کیا تو سب کے نزدیک ایسا وکیل وکیل خصومت نہین ہے یہ فتاوی قاضیخان مین ہے۔ اگر خصومت کیواسطے کسی کو وکیل مقرر کیا تو اسکی چند صورتین ہین اول یہ کہ اسکو خصومت کیواسطے وکیل کردے اور کسی دوسری چیز سے تعرض نہ کرے اور اس صورت مین بالاجماع انکار کا وکیل ہے اور تینون امامون کے نزدیک اقرار کا بھی وکیل ہے پھر ہمارے علما نے اختلاف کیا کہ امام اعظمؒ و امام محمدؒ نے فرمایا کہ توکیل خصومت مجلس حکم مین توکیل اقرار ہے حتی کہ اگر مجلس حکم مین اپنے موکل پر کسی امر کا اقرار کیا تو صحیح ہے اور اگر غیر مجلس حکم مین اقرار کیا تو صحیح نہین ہے اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ مجلس حکم و غیر مجلس حکم دونون مین اسکا اقرار صحیح ہے مگر ان دونون امامون کے نزدیک اگر غیر مجلس حکم مین اقرار کیا اور اسکا اقرار صحیح نہ ٹھہرا تو وہ شخص وکیل نہ باقی رہے گا یہانتک کہ اسکے بعد خصومت کرنے سے منع کر دیا جائے گا کذا فی الذخیرہ اور اگر وکیل خصومت نے حد قذف وقصاص کا اقرار کیا تو صحیح نہین ہے کذا فی التبیین۔ اور دوسری صورت یہ ہے کہ ایسی خصومت کا جو جائز الاقرار نہین ہے وکیل کرے اور اس صورت مین انکار کا وکیل ہوگا۔ اور تیسری صورت یہ ہے کہ خصومت مین بلا جواز انکار وکیل کرے اور اس صورت مین اقرار کا وکیل ہوگا اور استثنا ظاہر روایت مین صحیح ہے اور چوتھی یہ کہ خصومت مین بجواز اقرار وکیل کرے اور اس صورت مین خصومت اور اقرار کا وکیل ہوگا حتی کہ اگر اسنے موکل پر اقرار کیا تو ہمارے نزدیک صحیح ہے اور پانچوین یہ ہے کہ وکیل سے کہا کہ مین نے تجھے خصومت کا وکیل بلا جواز اقرار و انکار مقرر کیا اور اس صورت مین متاخرین نے اختلاف کیا ہے بعضون نے کہا کہ یہ توکیل اصلا صحیح ہی نہین ہے اور قاضی امام صاعد نیشاپوری سے منقول ہے کہ توکیل صحیح ہے اور یہ وکیل وکیل سکوت ہے تاکہ مجلس حکم مین حاضر ہو کر گواہون کو سنے یہ ذخیرہ مین ہے۔ اقرار کے واسطے وکیل کرنا جائز ہے اور موکل فقط وکیل کرنے سے مقر نہ ہوگا اور اقرار کے واسطے وکیل کرنے کے معنی یہ ہین کہ وکیل سے یون کہے کہ مین نے تجھے خصومت کا اور اپنے اوپر سے مذمت دفع کرنے کا وکیل کیا پس جب تو دیکھے کہ انکار سے مجھپر مذمت آتی ہے اور اقرار کرنا تیری راے مین صواب معلوم ہو تو مجھپر اقرار کردے کہ مین نے تجھے اسکی اجازت دیدی۔ اور اگر خصومات اور اپنے حقوق لوگون سے لینے کے واسطے اس شرط پر وکیل کیا کہ موکل پر جو دعوے ہون اُنمین وکیل نہین ہے تو جائز ہے یہ خزانۃ المفتین مین لکھا ہے پس اگر وکیل نے موکل کیواسطے مال ثابت کیا پھر مدعا علیہ نے اسکا دفعیہ کرنا چاہا تو وکیل پر اسکی سماعت نہوگی ایسا ہی صدر الشہید برہان الدین کا فتوی ہے کذا فی المحیط کتاب الاقضیہ مین ہے کہ اور اگر خصومت کیواسطے وکیل

مقرر کرنے والا مطلوب ہو اور اسنے طالب سے خصومت کے واسطے ایک شخص کو وکیل مقرر کیا مگر یہ شرط کی کہ اسکا اقرار صحیح نہین ہی تو امام ابو یوسفؒ کے قول مین یہ جائز ہی اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر مطلوب نے ایسا وکیل مقرر کیا اور طالب نے کہا کہ مجھے سوائے اسکے پسند نہین ہی کہ تو میری خصومت کیواسطے اپنے قائم مقام کوئی شخص مقرر کر کہ اس کا اقرار مثل تیرے اقرار کے جائز ہو یا خود حاضر ہو کر روبکاری کر تو مطلوب سے کہا جائے گا کہ یا ایسا شخص مقرر کر یا خود حاضر ہو اسیطرح اگر موکل طالب ہو اور اسنے ایسا وکیل کیا اور مطلوب نے کہا کہ مین راضی نہین ہون مگر اس صورت مین کہ یا خود تو روبکاری کر یا ایسے شخص کو مقرر کر کہ میری حجت کی اسپر سماعت ہو اور تیرے مال وصول پانے کا اسکا اقرار تجھپر صحیح ہو تو اسکو یہ اختیار ہی بشرطیکہ طالب حاضر ہو اور اگر غائب ہو اور اسنے ایسا وکیل کر دیا جسکا اقرار صحیح نہین ہی تو مطلوب کو یہ اختیار نہین ہی کہ وکیل سے خصومت کرنے سے انکار کرے اور کہے کہ مین تجھسے اسوقت تک روبکاری نہ کرونگا کہ جبتک تیرا اقرار تیرے موکل پر جائز نہ ہو جاوے یہ ذخیرہ مین ہی ایک شخص پر کسی کا دعوی اور نالش دائر تھی اسکے طلب کے موافق مدعا علیہ نے قاضی کے سامنے کسی کو وکیل خصومت کیا اور وکیل حاضر ہی پس اسنے قبول کیا پھر جب قاضی کے پاس سے دونون باہر آئے تو مدعا علیہ نے مدعی سے کہا کہ مین نے اسکو وکالت سے برطرف کیا اور فلان بن فلان مخزومی کو وکیل خصومت مقرر کیا اور یہ فلان شخص غائب ہی تو طالب کو اختیار ہی کہ یہ وکالت قبول نہ کرے کسی نے ایک شخص کو ایک شخص کی نالش مین وکیل کیا پھر موکل مع وکیل قاضی کے پاس آیا اور ایک دوسرے شخص کو ساتھ لایا اور قاضی سے موکل نے کہا کہ مین نے فلان شخص کی نالش مین اسکو وکیل کیا تھا اور یہ سفر کو جانا چاہتا ہی اور مجھے اسکی طرف سے بدگمانی ہی کہ شاید مجھپر کسی چیز کا اقرار کر دے کہ میرے ذمہ لازم ہو جاوے اسلیے مین نے اسکو وکالت سے برطرف کر کے اس دوسرے کو وکیل کیا تو قاضی بدون خصم کے حاضر ہونیکے اپنے حکم سے اسکو قبول نہ کریگا اور اپنے پیادون مین سے کسی کو خصم کی طلبی کیواسطے مقرر کریگا پس اگر انھون نے خصم کو نہ پایا تو اسوقت پہلے کو برطرف کر کے دوسرے کو وکیل مقرر کر دیگا اور مدعا علیہ سے مضبوطی کر لیگا یہ فتاوی قاضیخان مین ہی۔ اگر کسی کو اپنے حقوق طلب کرنے اور وصول کرنے اور انمین خصومت کرنیکے واسطے وکیل کیا بشرطیکہ وکیل کی صلح یا کسی گواہ کی تعدیل جو ایسے امر کی اسپر گواہی دے جس سے حق باطل ہوتا ہی جائز نہین ہی تو وکالت اس شرط کے ساتھ جائز ہی پس اگر وکیل نے اقرار کیا کہ قرضخواہ موکل نے یہ قرضہ قرضدار سے وصول کر لیا ہی تو جائز نہین ہی اور اگر یون کہا کہ مین نے یہ قرضہ قرضدار سے وصول کیا اور وہ ضائع ہو گیا یا مین نے طالب کو دیدیا تو اقرار صحیح ہی اور قرضدار بری ہو گیا۔ یہ ادب القاضی مین ہی۔ اگر اپنی نالش مین اسے وکیل کیا پھر چاہا کہ اسکا اقرار مستثنی کر دے پس اگر طالب کی حاضری مین ایسا کیا تو جائز ہی ورنہ اگر وہ حاضر نہین ہی تو بھی امام محمدؒ کے نزدیک ایسا ہی ہی بخلاف امام ابو یوسفؒ کے۔ اور ایسا ہی اختلاف ہی اس صورت مین کہ اگر مطلوب نے اپنے وکیل کو وکیل کرنیکی اجازت دی پھر چاہا کہ اس اجازت سے اسکو روک دے تاکہ وکیل کوئی دوسرا وکیل نہ کر سکے تو امام محمدؒ کے نزدیک صحیح ہی اگرچہ بدون موجودگی طالب کے ہو یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر اپنے گھر کی بابت

نالش دائر کرنے اور اسپر قبضہ کرنیکے واسطے وکیل کیا پس قابض نے وہ گھر فروخت کردیا اور مشتری نے اُسپر قبضہ کیا تو وکیل کو مشتری سے مخاصمت کا اختیار ہی اور اگر خاص فلان شخص سے اس گھر کی بابت نالش کرنے کا وکیل تھا اور اُسنے دوسرے کے ہاتھ فروخت کردیا تو دوسرے سے خصومت نہین کرسکتا ہی یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور اگر قابض نے خدمت کیواسطے وکیل کیا اور وہ گھر فروخت نہین کیا تو اس وکیل کو اختیار ہی کہ قابض کے وکیل سے مخاصمہ کرے اور اگر کہا کہ فلان شخص سے اس گھر کی بابت مخاصمہ کرے پھر وہ گھر دوسرے شخص کے قبضہ مین نکلا تو وکیل دونون مین سے یعنی فلان شخص اور دوسرے شخص کسی سے مخاصمہ نہین کرسکتا ہی اور اگر موکل نے کسی کا نام نہین لیا تو جسکے قبضہ مین گھر پایا جاوے وکیل اُس سے مخاصمہ کرسکتا ہی اور اگر وہ گھر کسی غلام کے قبضہ مین تھا اور اُسنے کسی کو خصومت کے واسطے کہ فلان مدعی سے خصومت کرے وکیل کیا پھر دوسرے شخص نے اُسپر دعوی کیا تو غلام کا وکیل اس دوسرے مدعی سے خصومت نہین کرسکتا ہی بلکہ پہلے مدعی اور اُسکے وکیل سے خصومت کرسکتا ہی یہ مبسوط مین ہی اگر فلان قاضی کے پاس خصومت کرنیکے واسطے وکیل کیا تو اس کو دوسرے قاضی کے پاس خصومت کا اختیار ہی اور اگر فلان فقیہ کے پاس خصومت پیش کرنے کا وکیل کیا تو دوسرے فقیہ کے سامنے پیش کرنے کا اختیار نہین ہے یہ محیط مین ہی۔ ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ کل جو زمین میری خراسان مین ہی اسکی خصومت کے واسطے تو میرا وکیل ہی اور جسکے قبضہ مین زمین تھی وہ خراسان سے کوفہ مین آیا ہی تو اسکو کوفہ مین خصومت کا اختیار ہے اور اگر وکالت قرضہ کی بابت ہو تو کوفہ مین مخاصمت نہین کرسکتا ہی اور اگر کہا کہ میرا ہر قرضہ جو کوفہ مین ہی پھر چند لوگ خراسان سے کوفہ مین آئے اور موکل کا اُنپر قرضہ ہی تو وکیل اُنسے کوفہ مین مخاصمہ کرسکتا ہی۔ ایک شخص نے اپنے ہر حق کے طلب کیواسطے اور اسمین خصومت کرنیکے واسطے وکیل کیا پھر ایک شخص نے ایک دار موکل کے قبضہ مین سے غصب کرلیا تو وکیل اسمین خصومت کرسکتا ہی اور اگر کوئی گھر فروخت ہوا اور اُسمین موکل کا حق شفعہ ہی تو یہ وکیل اسکو طلب نہین کرسکتا ہی ہان اُسکو یہ اختیار ہی کہ جب شفعہ کی نسبت موکل کے واسطے حکم قاضی ہوگیا ہو اُسپر قبضہ کرے کذا فی الحاوی۔ ایک شخص کے قبضہ مین ایک غلام ہی کہ کہتا ہی کہ مین فلان شخص کا غلام ہون اُسکی ملکیت مین پیدا ہوا ہون اور اُسنے مجھے اپنے نفس کی بابت تجھسے خصومت کرنے کا وکیل کیا ہی تو قابض کو یہ اختیار نہین ہی کہ غلام کو منع کرے بشرطیکہ غلام کے پاس وکالت کے گواہ موجود ہون اور اگر غلام نے کہا کہ مجھے فلان شخص نے تیرے ہاتھ فروخت کردیا اور ثمن پر قبضہ نہین کیا اور مجھے دام وصول کرنے کا وکیل کیا ہی تو قابض کو اختیار ہی کہ خصومت سے منع کرے کیونکہ اس صورت مین وہ قابض کی ملکیت کا اقرار کرتا ہی اور پہلی صورت مین منکر ہے کذا فی فتاوی قاضی خان۔ مطلوب نے فلان مدعی کے دعوے مین خصومت کے واسطے کسی کو وکیل کیا اور کر اجازت دی کہ جسکو اسکی رائے مین آوے وکیل کرے تو یہ جائز ہے اور اگر پہلے وکیل نے دوسرے کو وکیل کیا اور طالب نے اُسپر کوئی حق ثابت کیا یا نہ کیا یہان تک کہ اول نے دوسرے کو وکالت سے برطرف کردیا تو جائز ہی خواہ طالب موجود ہو یا نہو اور اگر پہلے وکیل نے طالب کی موجودگی مین کسی کو مطلوب کی طرف

سے اس طالب کے ساتھ خصومت کرنیکے واسطے وکیل کیا اور دوسرے نے وکالت قبول کرلی پھر پہلا وکیل مرگیا تو دوسرا وکیل اپنے حال پر وکیل باقی ہے یہ ادب القاضی میں ہے۔ اگر کسی کو خصومت میں وکیل کیا اس شرط کے ساتھ کہ جسکو وکیل چاہے وکیل کرے پھر مدعا علیہ نے بدون موجودگی مدعی کے گواہ کر دیے کہ میں نے وکیل سے دوسرے وکیل کرنے کا اختیار نکال لیا تو جائز ہے اور یہ امام محمدؒ کے نزدیک ہے اور اسی پر فتوی ہے کذا فی فتاوی قاضی خان۔ منجملہ وکیل خصومت کے احکام کے یہ ہے کہ جب حق موکل پر ثابت ہو جاوے تو اُسپر لازم نہوگا اور نہ وہ قید کیا جائے گا اگرچہ عام وکیل ہو کیونکہ ادا کرنا اور ضمان دینا اس سے انتظام نہیں پاتا ہے یہ بحر الرائق میں ہے۔ ایک شخص کو خصومت کے واسطے وکیل کیا اور کہا کہ جو تو کرے وہ جائز ہے پس وکیل نے دوسرے کو اس کام کے واسطے وکیل کیا تو جائز ہے اور دوسرا وکیل پہلے وکیل کا وکیل نہیں بلکہ موکل کا وکیل ہوگا اور اگر پہلا وکیل مرگیا یا مجنون ہو گیا یا معزول ہو گیا یا مرتد ہو کر دار الحرب میں جا ملا تو دوسرا وکیل معزول نہوگا۔ اور اگر موکل اول مرگیا یا مجنون ہوا یا مرتد ہو کر دار الحرب میں جا ملا تو دونوں وکیل معزول ہو جائیں گے اور اگر پہلے وکیل نے دوسرے کو معزول کیا تو جائز ہے کذا فی فتاوی قاضی خان

فصل ۔ تقاضائے قرض اور اُسکے وصول کرنے کے وکیل کے احکام میں ۔ اگر کسی شخص کو اپنے تقاضائے قرض کیواسطے وکیل کیا تو جائز ہے خواہ مطلوب راضی ہو یا نہو خواہ موکل حاضر ہو یا غائب ہو خواہ صحیح ہو یا مریض ہو مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم اُسوقت ہے کہ مطلوب قرض کا اقرار کرتا ہو اور اگر منکر ہو تو امام اعظمؒ کے نزدیک اگر موکل صحیح حاضر ہو تو بدون رضامندی خصم کے وکیل کرنا صحیح نہیں ہے اور اسی قول کی طرف شمس الائمہ حلوائی نے میلان کیا ہے اور شیخ الاسلام نے ذکر کیا کہ ہر حال میں توکیل صحیح ہے یہ محیط میں ہے۔ تقاضے کا وکیل وصول کرنے کا بھی وکیل ہوتا ہے کیونکہ تقاضا بروزن تفاعل ماخوذ از اقتضا ہے جسکے معنی وصول کرنے کے ہیں پس تقاضے کی توکیل وصول کرنے کی توکیل صریح ہے اور ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ تقاضے کے وکیل کو وصول کرنے کا اختیار نہیں ہے کیونکہ ہمارے ملک میں اُسکے برخلاف عادت جاری ہے اور اسمیں مشائخ نے اختلاف کیا ہے کہ اسکو خصومت کرنے کا اختیار ہے یا نہیں ہے اور بعض نے فرمایا کہ امام اعظمؒ کے نزدیک اُسکو خصومت کا اختیار حاصل ہونا ضرور ہے اور یہی اصوب و اشبہ ہے کیونکہ امام محمدؒ نے اس مسئلہ کے بعد کتاب الوکالت میں ذکر کیا کہ تقاضے کا وکیل خصومت کا وکیل ہوتا ہے اور جس شخص پر کسی کا مال آتا ہے اُسکی ملازمت اور پیچھا پکڑنے کیواسطے اگر کوئی وکیل کیا تو وہ وکیل قبضہ کرنے کا وکیل نہیں ہوتا ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ خصومت کے واسطے وکیل مقرر کرنا ہمارے اصحاب ثلثہ کے نزدیک قرض وصول کرنے کا وکیل مقرر کرنا ہے اور امام زفرؒ نے فرمایا کہ قرضہ وصول کرنے کا وکیل نہوگا اور صدر الشہید رح نے جامع صغیر میں لکھا ہے کہ اس مسئلہ میں ہمارے اصحاب کے قول پر فتوی نہیں ہے بلکہ امام زفرؒ کے قول پر فتوی ہے اور نوازل میں ہے کہ فقیہ ابو اللیث نے یہ اختیار کیا ہے کہ اسکو وصول کرنے کا اختیار نہیں ہے اور ایسا ہی متاخرین نے اختیار کیا ہے اور اسی کو لیتے ہیں یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ اگر اُسکو ہر قرض کے تقاضے کے واسطے وکیل کیا یا اسکو اپنے

ہر حق کے واسطے جو لوگون پر ہی وکیل کیا یا اُسکو اپنے ہر حق کے طلب کے واسطے جو فلان شہر مین پائے جاتے ہین وکیل کیا تو یہ توکیل اُن حقوق سے جو موجود ہین اور اُن حقوق سے جو پیدا ہون استحساناً متعلق ہوگی اور اگر اُسکو اپنے قرضہ کے وصول کرنے کے واسطے جو فلان شخص پر ہی یا کل قرضہ کے واسطے جو فلان و فلان شخصون پر ہی وکیل کیا تو زیادات مین مذکور ہی کہ یہ توکیل موجودہ قرضہ سے متعلق ہی اور جو آیندہ پیدا ہو اُس سے متعلق نہین ہے نہ قیاساً اور نہ استحساناً یہ ذخیرہ مین ہی اگر کسی نے کہا کہ تو میرے ہر قرضہ وصول کرنے کا وکیل ہے اور اُسکا آج کے روز کچھ کسی پر قرض نہ تھا پھر اُسکا قرض ہوگیا تو یہ وکیل اُسکے وصول کرنے کا وکیل ہوگا کذا فی الحاوی۔ اگر کسی کو وکیل کیا کہ میرے ہر حق کے وصول کرنے مین جو پیدا ہوا اور اُسمین خصومت کے واسطے تو وکیل ہی اور تیرا فعل جائز ہی تو اُسمین قرض اور ودیعت اور عاریت اور ہر حق کہ جسکا موکل مالک ہی داخل ہی ولیکن نفقہ منجملہ اُن حقوق کے ہی کہ اُسکا مالک نہین ہی کذا فی البحر الرائق۔ ایک شخص نے دوسرے کو اپنے ہر حق وصول کرنے کیواسطے جو لوگون پر آتا ہی اور اُنکے پاس ہی اور اُنکے ساتھ اور اُنکے قبضہ مین اور جو حق آیندہ پیدا ہو اور شریکون مین باہمی تقسیم کیواسطے اور جس چیز کا روکنا مصلحت جانے روک دے یا جسکو دینا اسکی رائے مین آوے اُس سے روک اُٹھا وے ان سب کے واسطے وکیل کیا اور اُسکی ایک تحریر لکھدی اور آخر مین تحریر کردیا کہ یہ وکیل خصومت کرنیوالا اور خصومت کیا گیا دونون ہوسکتا ہی پھر ایک قوم نے موکل کی طرف اپنے مال کا دعوی کیا اور موکل غائب ہی اور وکیل نے قاضی کے سامنے اقرار کیا کہ مین اُسکا وکیل ہون اور مال سے انکار کیا پس مدعیون نے اپنے گواہ موکل پر قائم کیے تو انکو وکیل کے قید کرانے کا اختیار نہین ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اگر ایک مکاتب دو شخصون مین مشترک ہی پھر ایک نے اُسکو اپنا قرضہ دوسرے شریک یا غیر سے وصول کرنیکے واسطے یا دوسرے سے خرید و فروخت یا غیر سے خرید و فروخت کے واسطے وکیل کیا تو جائز ہی اسی طرح اگر ایک نے اسکو ایک غلام دوسرے کے ہاتھ یا غیر کے ہاتھ بیچنے یا شریک یا غیر کے ساتھ خصومت کرنے کے واسطے وکیل کیا تو بھی جائز ہی۔ اسی طرح اگر اُسکے اور اُسکے دونون مالکون کے درمیان جھگڑا ہوا اور اُسنے ایک کے بیٹے یا غلام یا مکاتب کو اس خصومت کے واسطے وکیل کیا یا خرید و فروخت کیلیے وکیل کیا تو بھی جائز ہے یہ مبسوط مین ہی۔ قرضہ وصول کرنیکے وکیل کو اختیار نہین ہی کہ قرضدار سے اگر کسی پر اُترا دیا تو یہ حوالہ قبول کرلے کذا فی الخلاصۃ وکیل قبض دین کو قرضہ قرضدار کو ہبہ کردینے یا مدت مین تاخیر دینے یا اسکو بری کردینے یا رہن لے لینے کا اختیار نہین ہی اور اگر اُسنے مال کا کفیل لے لیا تو جائز ہے اور اگر کفیل اس شرط پر لیا کہ قرضدار بری ہے تو برات جائز نہین ہی اور اگر طالب نے قرضدار سے کفیل لے لیا تو وکیل کفیل سے تقاضا نہین کرسکتا ہی کذا فی الحاوی۔ اگر رہن وکیل کے پاس تلف ہوگیا تو اسکی دو صورتین ہین ایک یہ ہی کہ وکیل نے کہا کہ مجھے طالب نے رہن لے لینے کا حکم کیا اور مطلوب نے اسکو رہن دیدیا تو اس صورت مین مطلوب کو اختیار ہی کہ وکیل سے قیمت رہن یا قرض سے جو کم ہو اُسقدر ضمان لے یہ مسئلہ اصل مین مطلقاً مذکور ہی اور شیخ الاسلام نے اُسکی شرح مین فرمایا کہ اگر مطلوب نے وکالت مین اُسکی تکذیب کی یا ساکت[1] رہا یا تصدیق کی اور بشرط ضمان کی شرط نہ لیا ان

[1] [illegible] ۱۲

تو ضمان لینے کا اختیار ہوگا اور اگر تصدیق کے ساتھ ضمان کی شرط نہ بیان کی تو ضمان نہین لے سکتا ہی اور دوسری
صورت یہ ہی کہ وکیل نے کہا کہ مجھے موکل نے رہن لینے کا حکم نہین کیا باوجود اسکے مطلوب نے اسکو رہن دیدیا اور وہ
وکیل کے پاس تلف ہوا تو وکیل پر ضمان نہین ہی یہ محیط مین لکھا ہی- اگر کسی شخص کا قرضہ دوسرے پر کسی وجہ سے واجب
ہوا پس اُسنے اسکے وصول کرنیکے واسطے ایک وکیل کیا تو جائز ہی اور جب اُسنے وصول پالیا تو قرضدار بری ہو گیا
اور جو کچھ وکیل نے وصول پایا وہ موکل کی ملک ہی اور وکیل کے پاس امانت ہی پس جس صورت مین ودیعت مین
ضمان آتی ہی اسمین بھی آوے گی یہ سراج الوہاج مین ہی- اگر اسواسطے وکیل کیا کہ فلان شخص سے میرا قرضہ لیکر فلان
شخص کو میری طرف سے ہبہ کردے تو جائز ہی اور اگر قرضدار نے کہا کہ مین نے فلان شخص کو دیدیا اور موہوب لہ نے
اُسکی تصدیق کی تو جائز ہی اور اگر تکذیب کی تو قرضدار کی تصدیق نہ کی جائیگی اور اگر قرضدار سے وصول کرنے اور
فلان شخص کو ہبہ کردینے کے واسطے وکیل کیا پس قرضدار نے کہا کہ مین نے وکیل کو دیدیا اور وکیل نے تصدیق
کی پھر وکیل نے کہا کہ مین نے موہوب لہ کو دیدیا تو قرضدار اور وکیل دونون بری ہین قرضدار تو وکیل کی تصدیق سے
اور وکیل ادا ے امانت سے ولیکن وکیل کی اس بارہ مین تصدیق نہوگی کہ موہوب لہ پر ثبوت ہبہ ہو یعنی ہبہ کرنے
والا اس سے اس ہبہ کو واپس کر سکے- اسی طرح اگر کسی نے وکیل کیا کہ جو کچھ میرا میرے مکاتب پر ہی اسکو وصول کرکے
فلان شخص کو ہبہ کردے تو جائز ہی یہ مبسوط مین ہی- قرضہ وصول کرنے کے وکیل نے اگر قرضہ وصول کیا پھر دوسرا
وکیل قرضہ وصول کرنے کا آیا تو اُسکو پہلے وکیل سے لے لینے کا اختیار نہین ہی اور اگر یہ دوسرا وکیل ہر چیز موکل
کی قبضہ کرنیکے واسطے وکیل ہی تو اسکو اختیار ہی کہ پہلے وکیل سے لیکر اپنے قبضہ مین کرلے اور پہلے وکیل کو دوسرے
وکیل سے کوئی چیز لے لینے کا اختیار نہین ہی کذا فی الخلاصۃ- اگر مسلمان نے کسی مرتد کو اپنا قرضہ وصول کرنے کا
وکیل کیا پس اُسنے وصول کیا یا وصول کرکے تلف ہوجانے کا اقرار کیا پھر مرتد اپنے مرتد ہونیکے جرم مین قتل کیا گیا تو اُسکا
وصول کرلینا جائز رہے گا اسی طرح اگر وکیل حربی تھا اور اُسنے وصول کیا پھر دارالحرب مین جا ملا تو بھی یہی حکم ہی
یہ مبسوط مین ہی اگر قرضدار غلام کو کسی نے وکیل کیا کہ اپنے مالک سے میرا قرضہ جو مالک پر آتا ہے وصول کرلے
تو جائز ہے اور اگر ایسے غلام نے وصول کرنے اور تلف ہوجانے کا اقرار کیا تو مالک بری ہوجاوے گا اور
اگر کسی نے ایسے قرضدار غلام کے مالک کو وکیل کیا کہ اپنے غلام سے قرضہ وصول کردے تو وکیل کرنا
اور وصول کرنا دونون جائز نہین ہین یہ بحر الرائق مین لکھا ہی محتال لہ نے اگر محیل کو وکیل کیا کہ محتال علیہ سے
قرضہ وصول کردے تو صحیح نہین ہی اور اسی طرح اگر قرضخواہ نے قرضدار کے کفیل کو وکیل کیا کہ اپنی ذات سے میرا
قرضہ وصول کردے تو بھی صحیح نہین ہی نوادر بشر مین روایت ہی اگر مال کا کوئی شخص کفیل ہوا اور طالب نے اُسکو
مطلوب سے وصول کرنے کا وکیل کیا اور اُسنے وصول کیا تو جائز نہین ہی اور اگر اسکے پاس تلف ہو گیا تو ضمان
نہین ہی یہ ذخیرہ مین ہی- غلام قرضدار کو اُسکے مالک نے آزاد کیا ہے کہ قرضخواہون کو اُسکی قیمت کی ضمان
دی اور جمیع قرض کا مطالبہ غلام سے ہی اگر طالب نے اسکو غلام سے مال وصول کرنے کا وکیل کیا تو باطل ہی یہ بدائع

مین ہی۔ نوادر بن سماعہ مین امام ابو یوسف رحمہ سے روایت ہی کہ ایک شخص کے دو شخصون پر ہزار درم قرض ہین اور
ہر ایک دوسرے کا کفیل ہی پس قرضخواہ نے خاص ایک قرضدار سے وصول کرنیکے واسطے وکیل کیا اور اُسنے
دوسرے سے وصول کیا تو جائز ہی۔ اسی طرح اگر ایک شخص کے دوسرے پر ہزار درم قرض ہین اور اُسکا ایک کفیل
ہی پس طالب نے ایک شخص کو اصیل سے وصول کرنیکے واسطے وکیل کیا اور اُسنے کفیل سے وصول کیا تو جائز
ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر ایک شخص کو اپنا قرضہ وصول کرنے کے واسطے وکیل کیا اور اُسنے قبول کرنے سے انکار کیا
پھر اُسکے بعد وکیل نے جا کر قرضہ قرضدار سے وصول کیا تو قرضدار بری نہوگا اور قرضہ بحالہ باقی رہیگا اور اُس کا
وصول کر لینا مثل اجنبی کے وصول کرنے کے ہے یہ سراج الوہاج مین ہی۔ کسی کو اپنے قرضہ وصول کرنے کا
وکیل کیا اور وکیل نے قرضدار سے وصول کیا اور اُسکو زیوف یا ستوقہ یا نبہرہ یا رصاص پایا اور واپس کر دیا
تو قیاساً ضامن ہوگا اور استحساناً ضامن نہوگا اور صحیح یہ ہی کہ یہ قیاس اور استحسان ایسی صورت مین ہی کہ قرض کو
زیوف یا نبہرہ پا کر واپس کرنا چاہا تو قیاس چاہتا ہی کہ بدون رائے لینے موکل کے واپس نہ کرے اور اگر اسکو آگاہ نہ کیا
اور واپس کر دیا تو ضامن ہوگا اور استحساناً بدون رائے لینے موکل کے واپس کر سکتا ہی اور جب واپس کیا تو ضامن
نہوگا اور ستوق و رصاص کی صورت مین بدون آگاہی رائے موکل کے واپس کر سکتا ہی اور واپس کر کے قیاساً و استحساناً
ضامن نہوگا یہ محیط مین ہی۔ قرضہ وصول کرنے کے وکیل نے اگر قرضدار سے عروض لے لیے اور موکل راضی
نہین ہی اور عروض نہین لیتا ہی تو وکیل کو اختیار ہے کہ قرضدار کو عروض واپس کر دے اور اس سے قرض کا مطالبہ
کرے یہ جواہر الفتاوی مین لکھا ہی ایک شخص کے دوسرے پر ہزار درم کھرے ہین اُسنے اُنکے وصول کرنیکے واسطے
ایک شخص کو وکیل کیا اور اسکو آگاہ کر دیا کہ درم کھرے ہین پس وکیل نے ہزار درم غلہ کے جان بوجھکر وصول کر لیے
تو موکل پر جائز نہین ہونگے اور اگر ضائع ہو گئے تو وکیل ضامن ہوگا موکل پر کچھ ضمان نہین ہی اور اگر بدون جانے
ہوئے قبضہ کر لیا تو قبضہ جائز ہی اور ضامن نہ ہوگا اور واپس کر سکتا ہی اور کھرے لے سکتا ہی اور اگر اُسکے ہاتھ مین تلف
ہوئے تو گویا موکل کے پاس تلف ہوئے اور امام اعظم رحمہ کے نزدیک کچھ واپس نہین لے سکتا ہی اور امام ابو یوسف رحمہ کے
نزدیک اُنکے مثل واپس کر کے کھرے لے سکتا ہے کذا فی الحاوی قرضہ وصول کرنیکے وکیل نے اگر کہا کہ مین نے
قرضہ وصول کیا اور وہ میرے پاس تلف ہوا یا مین نے موکل کو دیدیا اور موکل نے اُسکی تکذیب کی تو قرضدار کی
برارت کے باب مین اُسکی تصدیق کیجائیگی اور اس باب مین تصدیق نہ کی جائیگی کہ استحقاق ثابت ہونیکی صورت مین موکل
سے کچھ لیا جاوے یعنی مقبوضہ وکیل مین کسی نے اپنا استحقاق ثابت کیا اور وکیل سے ضمان لے لی تو وکیل اپنے
موکل سے نہین لے سکتا ہی کذا فی المحیط۔ قرضدار نے اگر قرضخواہ کو کوئی مال معین دیا اور کہا کہ اسکو فروخت کر کے
اپنا حق اسمین سے لے لے اُسنے فروخت کیا اور دام وصول کر لیے اور وہ اُسکے پاس تلف ہو گئے تو قرضدار کا مال
گیا تا وقتیکہ قرضخواہ اُسے اپنی ذات کے واسطے قبضہ نہ کرے اور اگر کہا کہ اُسکو بعوض اپنے حق کے فروخت کر اُسنے
فروخت کیا اور دام وصول کر لیے تو اپنے حق کا قابض ہوگا حتی کہ اگر اسکے بعد تلف ہو جاوے تو قابض کا مال گیا

اگر قرضدار نے قرضہ سے اپنی جان چھڑانے کے واسطے وکیل کیا تو صحیح ہی اور مجلس تک وکالت مقصود نہ ہوگی کذا فی فتاوی قاضی خان - اگر قرضدار نے کہا کہ میرے دس درم جو تجھپر آتے ہین میری طرف سے فقیرون کو صدقہ کر دے یا کہا کہ جو میرا تجھپر ہی اُس سے میری قسم کا کفارہ ادا کر دے یا کہا کہ میرے دس درم سے جو تجھپر آتے ہین میرے مال کی زکوٰۃ دیدے تو بالاجماع وکالت صحیح ہی ایسا ہی شمس الائمہ نے ذکر کیا ہی اور کتاب الاجارات مین مذکور ہی کہ اگر کسی نے ایک جانور ایک شہر سے دوسرے شہر جانے کے واسطے کرایہ کیا پھر کرایہ پر دینے والے نے کرایہ کرنے والے سے کہا کہ کرایہ سے ایک غلام خرید دے کہ اُسکو چلاوے وکالت صحیح ہی اور اسمین کسی کا خلاف ذکر نہین کیا اور اسی مقام پر یہ بھی مذکور ہی کہ اگر کوئی گھر کرایہ پر لیا پھر کرایہ پر دینے والے نے کرایہ لینے والے سے کہا کہ کرایہ جو تجھپر چڑھتا ہے اس سے اسکی مرمت کر دے تو وکالت صحیح ہی یہ ذخیرہ مین ہی - ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ مجھکو فلان شخص نے اُس مال کے وصول کرنے کے واسطے جو اُسکا تجھپر قرض ہی وکیل کیا ہی تو تین حال سے خالی نہین یا تو قرضدار اسکی تصدیق کریگا یا تکذیب کریگا یا خاموش رہے گا پس اگر اسکی تصدیق کی تو اسکو ادا کر دینے کے واسطے مجبور کیا جائیگا اور اُسکے بعد اُس سے پھیر لینے کا اُسکو اختیار نہین ہی اور اگر تکذیب کی یا خاموش رہا تو ادا کر دینے پر مجبور نہ کیا جاویگا ولیکن باوجود اسکے اگر اُسنے ادا کر دیا تو پھر واپس نہین لے سکتا ہی پھر اگر موکل آیا اور اُسنے وکالت کا اقرار کیا تو یہ جو گذرا پورا ہو گیا کذا فی الخلاصتہ اور اگر وکالت سے انکار کیا اور قرضدار سے اپنا قرض لینا چاہا اور قرضدار نے اُسپر دعوی کیا کہ اُسنے وصول کرنیوالے کو وکیل کیا تھا اور گواہ سُنائے یا قسم لی اور اُسنے انکار کیا تو توکیل ثابت اور قرضدار بری ہو گیا اور اگر قسم کھائی اور مال قرضدار سے لے لیا تو قرضدار کو وکیل سے ضمان لینے کا اختیار نہین ہی لیکن جو اُسنے وکیل کو دیا ہی اگر باقی ہو تو واپس کر لے یہ کافی مین ہی اور اگر وکیل نے خود تلف کر دیا تو اُسکے مثل ڈانڈ دے - اور اگر اسکے پاس تلف ہو گیا پس اگر قرضدار نے وکیل کی تصدیق کی تھی تو اُس سے واپس نہین لے سکتا ہے اور اگر اُسکی تصدیق کی اور ضمان کی شرط کر لی یا تکذیب کی یا ساکت رہا تو واپس لے سکتا ہے اور دوبارہ وکیل سے نہین لے سکتا ہے اور اگر قرضدار نے موکل سے یہ قسم لینا چاہی کہ واللہ مین نے اس شخص کو وکیل نہین کیا تھا تو اُسکو یہ اختیار حاصل ہوگا اور اگر سکوت کے ساتھ دیدیا ہی تو موکل سے قسم نہین لے سکتا ہے مگر جبکہ تصدیق کی طرف عود کرے اور اگر انکار کے ساتھ قرض ادا کیا ہی تو طالب سے قسم لینے کا اختیار اسکو کسی حال مین حاصل نہوگا خواہ تصدیق وکیل کی طرف عود کرے یا نہ کرے ولیکن وکیل سے واپس لیگا اور وکیل کو اختیار ہی کہ قرضدار سے انکار اور سکوت کی صورت مین یون قسم لے کہ واللہ مین نہین جانتا ہون کہ قرضخواہ نے اُسکو وکیل کیا ہی پس اگر قرضدار نے یہ قسم کھالی تو جو کچھ معاملہ گذرا وہ ٹھیک ہی اور اگر انکار کیا تو وکیل پر ضمان نہین ہے اور اگر چاہے تو قرضدار سے قسم لے کہ واللہ مین نے اسکو وکیل نہین کیا ہے پس اگر اُسنے قسم کھالی تو وکیل پر ڈانڈ آگیا اور اگر منکر ہوا تو وکیل طالب سے لے لیگا - یہ حکم اُس صورت مین ہے کہ اُس نے وکیل ہونے کا دعوی کیا ہو اور اگر یون کہا کہ اُسنے مجھے وکیل تو نہین کیا ولیکن تو مجھے قرضہ دیدے کہ وہ میرے وصول کرنے کو

عنقریب جائز کر دیگا اور مجہپر اُسکی ضمان ہی تو اُسکو دیدینا نہین لازم ہی اور اگر دیدیا تو ضامن قرار دیا جاویگا اور جسکو
دیدیا ہی اُس سے واپس نہین لے سکتا ہی اگرچہ اُسپر ضامن ہونیکی شرط کردی ہتی کذا فی الخلاصہ اور اگر موکل حاضر ہوا
اور اُسکا انکار کرنا معلوم نہ ہوا یہان تک کہ مرگیا اور قرضدار ہی اُسکا وارث ہوا اور وکیل سے کہا کہ اُسنے تجھے
وکیل نہین کیا تھا اور اب مین اس کا وارث اور اُسکے قائم مقام ہوا ہون اور وہ تجھکو جھوٹا کہہ سکتا تھا پس مین بجائے
اُسکے تجھے جھوٹا کہتا ہون اور تجھسے ضمان لونگا تو اُسکو یہ اختیار حاصل نہ ہوگا اور اگر قرضدار نے وکیل سے یہ قسم
لینی چاہی کہ واللہ فلان شخص نے مجھے وکیل کیا تھا تو یہ بھی اختیار نہین ہی اور اگر وکیل نے قاضی کے سامنے
اقرار کیا کہ مجھے فلان شخص نے وکیل نہین کیا تھا تو اُسکا اقرار صحیح ہی اور قرضدار اُس سے مال کی ضمان لے
سکتا ہے اور اگر قرضدار نے کہا کہ مین اس امر کے گواہ لاتا ہون کہ فلان شخص نے اُسکو وکیل خصومت نہین کیا تھا یا
اس امر کے کہ وکیل نے خود اس بات کا اقرار کیا ہی تو اُسکے گواہ مقبول ہونگے ہکذا فی المحیط اور اگر موکل نے قرضدار
کو قرضہ ہبہ کردیا اور وہ وکیل کے ہاتھ مین موجود ہی تو سب صورتون مین اس سے لے لیگا کیونکہ اُسکی ملک ہی اور اگر تلف
ہوگیا تو ڈانڈ بھر لیگا مگر جس صورت مین کہ اُسکی وکالت کی تصدیق کی ہو تو نہین ڈانڈ لے سکتا ہے کذا فی التبیین اور
اگر موکل مرگیا اور قرضدار اور ایک دوسرا شخص دونون اُسکے وارث ہین تو اجنبی کے آدھے حق کی نسبت وہی حکم ہی
جو در صورت طالب کے حاضر ہونے اور وکالت سے انکار کرنیکے تھا پس آدھا قرض قرضدار سے لے لیگا اور وہ وکیل
سے لیگا اور قرضدار کے آدھے حصہ کی نسبت وہی حکم ہی جو ہمنے ذکر کردیا اور اگر قرضدار ہی اکیلا وارث ہو تو وکیل سے
واپس نہین لے سکتا ہی مگر جبکہ مال وکیل کے ہاتھ مین موجود ہو تو اُس سے لے لیگا پس اگر وکیل نے تلف ہونے کا
دعوی کیا اور یہ امر صرف اُسکے کہنے سے معلوم ہوتا ہی اور قرضدار نے دعوی کیا کہ تلف نہین ہوا ہی تو اسکو وکیل سے
قسم لینے کا اختیار ہی پس اگر قسم کھالی تو بری ہوگیا اور اگر انکار کیا تو یہ آدھا اُسکے ذمہ لازم ہوگا اور اگر موکل نہ مرا
اور نہ قرضدار کو مال ہبہ کیا ولیکن حاضر ہو کر وکالت سے انکار کیا اور ہنوز قرضدار کو قاضی کے پاس تک نہین
لایا تھا کہ مرگیا اور قرضدار ہی اُسکا وارث ہی یا مال اُسکو ہبہ کردیا پس قرضدار نے قاضی کے سامنے موکل کی
وکالت سے انکار کرنیکے گواہ پیش کیے تو اُسکی طرف سے مقبول نہ ہونگے اور اسکو وکیل سے ضمان لینے کا حق نہ ہوگا
اور اگر اُن چیزون مین سے جو اُسنے وکیل کو دی تھین کوئی چیز بعینہٖ اُسکے پاس موجود پائی تو اسکو لے سکتا ہے
اور اگر موکل نے قاضی کی مجلس مین وکالت سے انکار کیا اور قاضی نے قرضدار پر اُسکے کچھ حکم نہ کیا یہان تک کہ
وہ مرگیا تو قرضدار کو اختیار رہیگا کہ وکیل سے لیوے اور اُسپر واجب ہی کہ قرضدار کو پھیر دیوے بشرطیکہ وہ بعینہٖ قائم
ہو اور اگر تلف ہوگئی ہو تو اسکی قیمت واپس دے اور اگر اسکے بعد موکل مرگیا اور قرضدار اُسکا وارث ہوا یا اُسنے
قرضدار کو ہبہ کیا یا اسکو بری کردیا تو قرضدار کو اختیار ہے کہ مال کے واسطے وکیل کو پکڑے جیسا کہ
قبل موت کے حکم تھا ولیکن قرضدار سے قسم لے گا کہ واللہ وہ نہین جانتا ہے کہ طالب نے اُس کو
قبضۂ مال کا وکیل کیا ہے۔ اور اگر قرضدار نے وکالت کے دعوی مین وکیل کی تصدیق کی اور ضمان کی شرط پر مال اسکو

دیدیا پھر موکل حاضر ہوا اور وکیل کرنے سے انکار کیا اور قسم کھالی اور قاضی نے قرضدار پر مال کی اُسکی ڈگری
کردی پھیر وصول کرنے سے پہلے موکل مرگیا اور قرضدار اُسکا وارث ہوا یا اُسنے قرضدار کو مال ہبہ کردیا تو قرضدار
وکیل سے کچھ نہین لے سکتا ہی اور اگر موکل نے حاضر ہوکر قرضدار سے مال لے لیا تھا اور قرضدار سے بحکم کفالت
وکیل سے واپس لیا پھر موکل مرگیا اور قرضدار اُسکا وارث ہوا تو وکیل کو اختیار ہی کہ موکل کی میراث سے
جسقدر اُسنے ڈانڈ بھرا ہی لے لیوے اور اگر دو شخص اُسکے وارث ہوے کہ ایک اُنمین سے وہی قرضدار ہے
تو وکیل کو قرضدار کے حصۂ میراث مین سے لینے کا اختیار ہی اور اگر طالب نہین مرا اور باقی مسئلہ اپنے حال پر
ہی اور طالب نے قرضدار کو ہزار درم ہبہ کیے اگر وہی ہزار درم ہبہ کیے جو اُسنے قرضدار سے لیے تھے تو جو کچھ
اُس نے ادا کیا ہے قرضدار سے پھیر لے گا اور اگر دوسرے ہزار درم دیے تو کچھ نہین لے سکتا ہے
اور اگر طالب مرگیا اور قرضدار کیواسطے ہزار درم کی توصیت کر گیا تو وکیل قرضدار سے پھیر لے گا یہ محیط مین
لکھا ہی اگر کسی نے اپنے مال وصول کرنیکے واسطے وکیل کیا اور قرضدار نے دعوی کیا کہ صاحب مال نے مجھ سے
سب وصول کرلیا ہی تو قرضدار وکیل کو مال ادا کرے اور رب المال کا دامنگیر ہوکر اُس سے قسم لیوے اور وکیل سے
قسم نہین لے سکتا ہی یہ سراج الوہاج مین ہی۔ اگر کسی کو فلان شخص سے اپنا مال وصول کرنیکے واسطے وکیل کیا پھر
موکل نے اُنمین سے کچھ وصول کیا پھر وکیل نے قرضدار سے خصومت کی اور قرضدار نے کچھ مال ادا کردینے کا دعوی
کیا اور وکیل منکر ہوا اور قرضدار کے پاس اُسکے گواہ نہین ہین اور وکیل نے اُس سے سب مال وصول کرلیا پھر موکل حاضر ہوا
پھر قرضدار نے ادا کردینے کے گواہ سُنائے تو اُسکو موکل سے مواخذہ کرنے کا اختیار ہے مگر اُس صورت مین کہ یہ
مال قرض بعینہ وکیل کے ہاتھ مین موجود ہو تو وکیل سے لے لے گا اور اگر وکیل کے ہاتھ مین ضائع ہوچکا ہی یا وکیل
نے کہا کہ مین نے طالب کو دیدیا ہی تو اُسکو طالب سے مطالبہ کرنے کا اختیار ہی۔ اسیطرح اگر طالب نے اقرار کیا کہ مین نے اُس سے وصول
کرلیا ہی تو بھی یہی حکم ہی۔ اور اگر بعد وصول حق کے اُسکو وکیل کیا تو وکیل سے اُسکو واپس لیگا بشرطیکہ اس امر کے گواہ لاوے کہ مین نے
طالب کو وکیل کرنے سے پہلے اُسکا حق ادا کردیا ہی اور بالاتفاق طالب پر کچھ لازم نہین آتا ہی اور اگر طالب نے اس
امر کا اقرار کیا تو کسی سے کچھ نہین لے سکتا ہی مگر اس صورت مین وکیل سے لے سکتا ہی کہ یہ مال بعینہ اُسکے ہاتھ
مین موجود ہو۔ اگر فلان شخص سے اپنا مال وصول کرنیکے واسطے وکیل کیا اور دستاویز اسکو دیدی حالانکہ
اس سے پہلے وصول کرچکا ہے اور باقی مسئلہ اپنے حال پر ہی تو واپس لے سکتا ہی خواہ طالب سے یا وکیل سے
پس اگر وکیل سے واپس لیا تو وکیل طالب سے پھیر لیگا یہ محیط مین ہے اگر قرضخواہ نے قرضدار کے کسی شخص پر اُترانے کو قبول کرلیا
تو وکیل قبض کو محتال علیہ سے وصول کرنے کا اختیار نہین اور نہ محیل یعنی قرضدار سے لے سکتا ہی پھر اگر محتال
علیہ پر دام ڈوب گئے اور قرضہ عود کرکے محیل پر آگیا تو وکیل کو اُس سے طلب کرنے کا اختیار حاصل ہوا
اسی طرح اگر موکل نے مطلوب سے بعوض مال قرض کے کوئی غلام خریدکیا اور اُسکے ہاتھ سے استحقاق میں لے لیا
گیا یا بعد قبضہ کے بحکم قاضی یا قبل قبضہ کے خود ہی بسبب عیب یا خیار کے واپس کیا تو وکیل اپنی وکالت پر باقی ہی اسیطرح

اگر خود درم وصول کر لیے اور انکو زیوف پایا تو بھی یہی حکم ہی یہ بحر الرائق مین لکھا ہی۔ دو قرضخواہون مین سے ایک نے اگر کسی اجنبی کو وکیل کیا کہ میرا حصہ وصول کر لے اور اسنے وصول کیا تو صحیح ہی یہان تک کہ اسکے پاس تلف ہوا تو موکل کا مال گیا لیکن اگر تلف نہو بلکہ اسکے پاس موجود ہو تو شریک کو اسمین شرکت کا اختیار ہی جیسا کہ اگر شریک نے خود وصول کیا ہو تو دوسرے کو شرکت کا اختیار ہوتا ہی اور اگر تلف ہوا تو خاصۃً اسی کا حصہ جاتا ہی یہ محیط مین ہی۔ اگر کسی شخص سے قرضہ وصول کرنے کا وکیل ہوا اور وکیل پر قرضدار کا جنس قرض سے کچھ حق واجب ہوا تو بدلا جائیگا کذا فی الخلاصہ۔ ایک شخص نے دوسرے کو اپنا قرضہ وصول کرنے اور قرضدارون کو قید کرانے کیواسطے ایسا وکیل کیا جو خصومت کرنیوالا اور مدعا علیہ ہو سکے پس وکیل نے کسی قرضدار کو موکل کیواسطے قید کرایا پھر اسکو قید سے رہا کرا کے اسکی ذات کے واسطے کفیل لے لیا پھر وکیل مر گیا پھر صاحب مال نے کفیل کو گرفتار کرنا چاہا تو اسکو اختیار ہی کہ قاضی سے درخواست کرے کہ کفیل کو حکم دے کہ مکفول عنہ کو حاضر کرے یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ ایک شخص کے دوسرے پر ہزار درم قرض ہین پھر قرضخواہ نے قرضدار سے کہا کہ انکو فلان شخص کو دیدے پھر اس سے کہا کہ فلان فلان شخص کو نہ دینا اور قرضدار نے کہا کہ مین نے اسے دیدیے اور فلان شخص نے اسکی تصدیق کی تو یہ جائز ہی اور قرضدار بری ہو گیا۔ یہ محیط مین ہی۔ ایک شخص کے دوسرے پر کچھ درم قرض ہین اسنے دوسرے سے کہا کہ میرے مال کی زکوۃ اس مال سے جو میرا فلان شخص پر قرض ہی وصول کر لے اسنے بجاے درمون کے دینار وصول کیے تو جائز نہین ہے اور اگر قرضخواہ نے کہا کہ مین نے تجھکو وہ مال جو میرا فلان شخص پر قرض ہی ہبہ کیا تو اس سے وصول کر لے اسنے بجاے درم کے دینار وصول کیے تو جائز ہی کذا فی فتاوی قاضیخان

فصل ایک شخص کا دوسرے پر قرض آتا ہی اسنے قرضدار کے پاس ایک ایلچی بھیجا کہ میرا جو کچھ قرض تجھپر ہی وہ بھیجدے پس اگر اسنے ایلچی کے ہاتھ بھیجدیا تو وہ قرضخواہ کا مال ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ قرضدار سے کہا کہ مال قرض فلان شخص کے ہاتھ یا میرے بیٹے یا اپنے بیٹے یا میرے غلام یا اپنے غلام کے ہاتھ بھیجدے اور اسنے ایسا ہی کیا اور وہ ضائع ہوا تو مطلوب کا مال گیا کیونکہ یہ شخص مطلوب کا ایلچی تھا اور قرضخواہ کا یہ کہنا کہ فلان کے ہاتھ بھیجدے توکیل نہین ہی اور اگر یون کہا کہ میرے بیٹے یا اپنے بیٹے یا میرے غلام یا اپنے غلام کو دیدے کہ وہ مجھے پہونچا دیگا تو یہ توکیل ہی اور اگر ضائع ہوا تو طالب کا مال گیا یہ ذخیرہ مین ہی۔ ایک شخص کے دوسرے پر سو درم قرض ہین پس اسکے پاس ایک آدمی سو درم وصول کرنیکے واسطے بھیجا اور مطلوب نے اسکو ایک ہی صفقہ مین دو سو درم تول دیے اور ایلچی نے انپر قبضہ کر لیا اور وہ ضائع ہو گئے تو قرضدار پر مال جیسا تھا ویسا ہی باقی ہی اور ایلچی پر کچھ واجب نہوگا اور اگر ایلچی کو ایک سو درم علیحدہ اور دیے اور اسنے دونون کو ملا دیا تو وہ ایک سو درم کا ضامن ہوگا اور مطلوب ایک سو درم سے بری ہو گیا یہ محیط مین لکھا ہی اگر یہ کہا کہ جو کچھ میرا تجھپر قرض ہی وہ فلان شخص کے ایلچی کو دیدینا پھر قرضدار نے کہا کہ مین نے اسکو دیدیا اور ایلچی نے تصدیق کی کہ مین نے وصول پایا تھا مگر وہ ضائع ہو گیا اور موکل نے دینے اور پانے دونون کی تکذیب کی تو قرضدار بری ہو جائیگا یہ ذخیرہ مین ہے اگر

ایک شخص کے پاس قرض لینے کے لیے ایلچی بھیجا اسنے کہا کہ مین نے قرض وصول کیا تھا مگر میرے پاس تلف ہو گیا تو اسکی تصدیق کیجائیگی اور اسپر ضمان نہو گی اور ضمان بھیجنے والے مستقرض پر ہو گی یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ اگر کسی بزاز کے پاس ایک ایلچی بھیجا کہ فلان فلان کپڑا اس دام کا بھیجدے پس بزاز نے اپنے ایلچی یا دوسرے کے پاس بھیجا اور راہ مین تلف ہوا اور طلب کرنیوالے تک نہ پہونچا اور اس امر کی سبنے باہم تصدیق کی اور اقرار کیا تو ایلچی پر کچھ ضمان نہین ہے اور اگر بزاز نے بھیجنے والے کے ایلچی کے ہاتھ بھیجا تو بھیجنے والے پر ضمان لازم ہو گی اور اگر بزاز کا ایلچی ہے تو جب بھیجنے والے کے پاس کپڑا پہونچ گیا تو بھیجنے والا ضامن ہو گا۔ اور اگر کسی شخص نے ایک ایلچی کے ہاتھ کسی شخص کو خط بھیجا کہ میرے پاس فلان کپڑا فلان دامون کا بھیجدے اسنے ایسا ہی کیا اور جو شخص خط لایا تھا اسکے ہاتھ روانہ کیا تو جب تک خط بھیجنے والے کے پاس نہ پہونچے گا وہ ضامن نہو گا کیونکہ وہ شخص فقط خط پہونچانے کا ایلچی تھا اور یہی حکم قرض اور قرض وصول پانے کا ہے۔ ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ تیرا ایلچی میرے پاس آیا اور پیغام پہونچایا کہ تونے کہلا بھیجا ہے کہ فلان کپڑا اس قدر دامون کا میرے پاس بھیجدے مین نے بھیجدیا پس اسنے کپڑا اپنے پاس پہونچنے سے انکار کیا اور ایلچی نے کہا کہ مین نے پہونچا دیا ہے تو شیخ ابو بکر محمد بن الفضل نے فرمایا کہ اگر بھیجنے والے نے اقرار کیا کہ ایلچی نے کپڑا وصول کیا اور اپنے پاس پہونچنے سے انکار کیا تو کپڑے کی قیمت کا ضامن ہو گا اور اگر ایلچی کے وصول کرنے سے انکار کیا تو قول اسی کا لیا جائیگا اور اسپر ضمان نہین ہے۔ ایک شخص دوسرے کی طرف سے ایک شخص کے پاس ایلچی بنکر اسواسطے آیا کہ مجھے پانچسو درم دیدے اسنے کہا کہ جب تک مجھ سے اور بھیجنے والے سے ملاقات نہو گی اور وہ خود مجھ سے نہ کہے گا مین تجھے نہ دونگا پھر ایلچی سے کہا کہ مین اس سے ملا تھا اسنے مجھے دینے کا حکم کیا ہے پھر دینے سے انکار کیا یا کہا کہ اسکے بعد اسنے مجھے تجھکو دینے سے منع کر دیا ہے تو اسکو اس امر کا اختیار ہے ولیکن اگر یہ مال اسپر قرض ہے تو منع کر دینے کے باب مین اسکی تصدیق نہ کیجائیگی کذا فی فتاوی قاضی خان

فصل اگر کسی شخص کو اپنا قرضہ ادا کرنے کے واسطے وکیل کیا تو جائز ہے اور وکیل نے جسقدر ادا کیا وہ موکل سے لیگا اور اگر کسی سے کہا کہ میری قسم کے کفارہ مین محتاج کھلاوے یا میری زکوۃ ادا کر دے تو اس سے واپس نہین لے سکتا ہے مگر درصورتیکہ موکل نے یہ کہدیا ہو کہ اس شرط پر مین ضامن ہون تو لے سکتا ہے کذا فی الحاوی۔ اگر کسی سے کہا کہ فلان شخص کو ہزار درم دیدے تاکہ اسکا قرض ادا ہو یا صرف یہی کہا کہ فلان شخص کو ہزار درم ادا کر دے اور یہ نہ کہا کہ میری طرف سے یا اس شرط پر کہ مین ضامن ہون یا اس شرط پر کہ وہ درم تیرے مجھپر ہونگے پس وکیل نے موافق حکم کے اسکو دیدیے پس اگر وکیل اس موکل کا شریک یا خلیط ہو تو بالاجماع اس سے لے سکتا ہے اور خلیط اسکو کہتے ہین کہ بازار کے معاملات مین دونون مین لین دین جاری ہو اور ایک دوسرے کے پاس رکھ دیتا ہو جب دوسرے کا ایلچی آوے تو اسکے ہاتھ بیچ کرے یا قرض دے اور یہی حکم ہے اگر وکیل ان لوگون مین سے ہو کہ اسکی عیال مین موکل کے عیال ہین یا وکیل موکل کے عیال کو نفقہ دینے کے واسطے مقرر ہو پس ان صورتون مین بالاجماع واپس لے سکتا ہے اگرچہ اسنے ضامن ہونے کی شرط نہ بیان کی

کیونکہ اس میں عرف معتبر ہے اور اگر ان صورتوں میں سے کوئی صورت نہ پائی جاوے تو امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے نزدیک
واپس نہیں لے سکتا ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اگر دوسرے سے کہا کہ فلاں شخص کو میری طرف سے ہزار درم نقد
دیدے یا ادا کردے یا دیدے یا عطا کردے اور میری طرف یہ لفظ ذکر کیا یا یہ نہ کہا ولیکن یوں کہا کہ وہ ہزار درم جو
اسکے مجھ پر آتے ہیں اور وکیل نے ایسا ہی کیا تو وکیل کو موکل سے واپس لینے کا اختیار ہے اگرچہ واپس لینا یا ضمان
کی شرط نہیں کی تھی۔ اگر دوسرے سے کہا کہ میری طرف سے میرے مال کی زکوٰۃ دیدے یا میری طرف سے دس
مسکین کھلادے یا میری طرف سے دس درم صدقہ کردے یا میری طرف سے فلاں شخص کو دس درم ہبہ کردے
اسنے ایسا ہی کیا تو بدون شرط ضمان کے اس سے واپس نہیں لے سکتا ہے یہ محیط میں ہے اگر کہا کہ میری طرف سے
یہ درم زید یا عمرو کو قرضہ ادا کردے تو جسکو ادا کردیگا جائز ہے یہ حاوی میں ہے۔ ائمہ نے فرمایا کہ اگر کسی کو اپنے
قرض ادا کردینے کے واسطے وکیل کیا پھر وکیل نے آن کر بیان کیا کہ میں نے ادا کردیا اور موکل نے اسکی تصدیق کی
پھر جب وکیل نے جو کچھ دیا تھا اسکے لینے کا مطالبہ کیا تو موکل نے کہا کہ مجھے خوف ہے کہ قرضخواہ آوے اور میرے
وکیل کے ادا کردینے سے انکار کرکے دوبارہ مجھسے وصول کرلے تو موکل کے اس کلام کیطرف التفات نہ کیا جائیگا
اور حکم دیا جائیگا کہ وکیل کا حق اسکو ادا کرے پھر اگر قرضخواہ نے آکر موکل سے قرضہ لیا تو موکل وکیل سے جسقدر دیا ہے
واپس لے گا اگرچہ ادا کردینے میں اسکی تصدیق کی ہے یہ بحر الرائق میں لکھا ہے۔ اور اگر موکل نے وکیل کے ادا کردینے
سے انکار کیا پھر وکیل نے ادا کردینے کے گواہ سنائے تاکہ موکل سے مال وصول کرلے اور قرضخواہ غائب ہے تو اسکی
گواہی مقبول ہوگی حتی کہ اگر قرضخواہ نے حاضر ہوکر وصول پانے سے انکار کیا تو التفات نہ کیا جائیگا کذا فی المحیط اور
یہ جائز نہیں ہے کہ ایک ہی شخص مطلوب کیطرف سے ادا کردینے کا اور طالب کیطرف سے وصول کرلینے کا وکیل ہو
یہ مبسوط میں لکھا ہے۔ اور اگر قرض ادا کرنیکے وکیل نے بلا گواہوں کے مال ادا کردیا اور یہ نہ لکھوائی تو اسپر ضمان نہیں ہے
ولیکن اگر موکل نے اس سے کہدیا تھا کہ بدون گواہوں کے نہ دینا پھر اسنے بدون گواہوں کے دیدیا تو ضامن ہوگا
پس اگر وکیل نے کہا کہ میں نے گواہ کرلیے تھے اور طالب نے انکار کیا اور وکیل کے پاس گواہ نہیں ہیں تو وکیل ضمان سے
بری ہوگا بشرطیکہ اس بات پر قسم کھالے اور اگر موکل نے کہا کہ بدون موجودگی فلاں شخص کے نہ دینا اسنے بدون اسکی
موجودگی کے دیدیا تو ضامن ہوگا یہ حاوی میں ہے۔ قرضدار نے اگر اپنا مال کسی شخص کو دیا تاکہ اسکا قرضہ ادا کردے اور
اس سے کہدیا کہ یہ مال فلاں شخص کو اس قرضہ کے ادا میں دیدے جو اسکا مجھپر آتا ہے اور تمسک لے لے اسنے دیکر تمسک نہ لیا
تو ضامن نہیں ہے اور اگر یہ کہا تھا کہ جبتک تمسک نہ لیوے نہ دے اسنے بدون تمسک لینے کے دیدیا تو ضامن ہوگا
یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر ایک شخص کو ہزار درم دیدیے کہ اسکو میرے قرض کے ادا کیواسطے فلاں شخص کو دیدے تاکہ میری طرف
سے ادا ہو جاوے پھر وکیل نے انکو رکھ لیا اور انکے سوائے دوسرے درم دیدیے تو قیاس چاہتا ہے کہ جو درم اسنے
رکھ لیے ہیں موکل کو واپس کرے اور قرضہ ادا کرنے میں وکیل نے موکل پر اپنی طرف سے احسان کیا یعنی موکل پر
واجب نہیں ہے کہ اسکو دیوے اور استحساناً یہ حکم نہیں ہے اور وجہ استحسان کی یہ ہے کہ موکل کا مقصود اپنی جان چھٹانا ہے

اور یہ مقصود دونون طرح سے حاصل ہوتا ہی خواہ وکیل وہی ہزار درم جو موکل نے دیے ہین ادا کرے یا اسکے مثل ادا کرے یہ مبسوط مین ہی- ایک شخص نے دوسرے کو کچھ درم اسواسطے دیے کہ میری طرف سے فلان شخص کا قرضہ ادا کرے پھر طالب اسلام سے مرتد ہوگیا اور وکیل نے اسکے مرتد ہونیکی حالت مین ادا کردیا اور طالب اسی حالت مین مرا پس اگر وکیل کو فقہ سے خبر تھی کہ اس مرتد کو اسکا دینا جائز نہین ہی تو جسقدر درم وکیل کو دیے گئے تھے وکیل اسکا ضامن ہی اور اگر یہ بات اسکو نہین معلوم تھی تو ضامن نہین ہی اور اسکا جہل ہی عذر ہوگا کیونکہ یہ بات اکثر فقیہون پر مشتبہ ہی تو عام لوگون پر کیونکر مشتبہ نہوگی یہ واقعات مین ہی- نوادر ابن سماعہ مین امام محمدؒ سے روایت ہی کہ ایک شخص نے دوسرے کو اپنے قرضہ ادا کرنے کا حکم کیا پھر موکل نے خود ہی قرضخواہ کو ادا کردیا پھر وکیل نے ادا کیا تو وکیل اپنے مال کو اس سے لیوے جسکو دیا ہی موکل سے نہین لے سکتا ہی کیونکہ جب موکل نے خود ادا کیا تو وکیل معزول ہوا کیونکہ خود ادا کرنا وکیل کو معزول کرتا ہی اور وکیل کا علم ہونا کہ موکل نے ادا کیا ہی شرط نہین ہی اور یہ مسئلہ وکالۃ الاصل مین مذکور ہی آمین وکیل کا علم شرط ہی اور اگر وکیل نے اس امر کے گواہ سنائے کہ مین نے حکم دینے کے بعد موکل کے ادا کرنے سے پہلے ادا کیا ہی تو اسکو اختیار ہی چاہے موکل سے واپس لے یا قابض سے یہ محیط مین ہی- جو شخص ادائے قرض کیواسطے وکیل ہوا اور اسنے جس قسم کا قرض ادا کرنے کا حکم تھا اس سے جید ادا کیا تو ویسا ہی لے سکتا ہی جیسا حکم کیا گیا تھا اور اگر ردی ادا کیا تو جیسا ادا کیا ویسا ہی موکل سے لے سکتا ہے کذا فی الذخیرہ- نوادر ہشام مین امام محمدؒ سے روایت ہی کہ ایک شخص نے دوسرے کو ہزار درم دیے اور حکم دیا کہ یہ درم میرے قرضخواہ کو دیدے اسنے سوائے انکے دوسرے درم اپنے پاس سے دیے یا اسکے ہاتھ ان دامون کو کوئی غلام فروخت کردیا یا وکیل کے اسپر ہزار درم آتے تھے انکے عوض بدلا کرلیا تو یہ سب جائز ہی اور وہ احسان کرنیوالا شمار نہوگا یعنی یہ نہوگا کہ موکل کے ہزار درم واپس کرے اور یہ جو اسنے ادا کیا آمین اسنے احسان کیا اور اگر وکیل کو کوئی غلام دیا کہ اسکو فروخت کرکے اسکے دامون سے فلان شخص کا قرض جو مجھپر آتا ہی ادا کردے پس وکیل نے غلام فروخت کرنے کے پہلے اسکے دامون کے برابر درم اپنے پاس سے لیکر موکل کیطرف سے قرضہ ادا کردیا تو اس صورت مین احسان کرنیوالا شمار ہوگا یہ محیط مین ہی ایک شخص نے حکم کیا کہ فلان شخص کا قرض جو مجھپر آتا ہی تو ادا کردے اسنے ادا کردیا پھر موکل کے پاس جسقدر اسنے ادا کیا ہی اسکو لینے آیا پس موکل نے اس سے کہا کہ اس شخص کا مجھپر قرض ہی نہ تھا اور نہ مین نے تجھے ادا کرنے کا حکم دیا ہی اور نہ تو نے کچھ ادا کیا ہی اور قرضخواہ غائب ہی پس وکیل نے قرضہ ہونے اور ادا کرنے کا حکم دینے کے گواہ سنائے تو قاضی قرضخواہ غائب کا موکل پر قرضہ ہونے کا حکم دیگا اور وکیل کے موکل سے واپس لینے کا حکم دیگا اگرچہ قرضخواہ غائب ہی یہ فتاوی صغری مین ہی- اگر ایک شخص نے کسی کو دینے کے واسطے مال وکیل کو دیا اسنے کہا کہ مین نے دیدیا مگر موکل اور اس شخص نے جسکو دینے کے واسطے حکم کیا تھا دونون نے اسکی تکذیب کی تو وکیل کا قول اسکی براءت کے واسطے لیا جائیگا اور قرضخواہ کا قول قبضہ نہ کرنے مین لیا جائیگا اور قرض ساقط نہ ہوگا اور دونون پر قسم نہین آتی ہی صرف اسپر واجب ہوگی جسنے تکذیب کی نہ اس شخص پر جسنے تصدیق کی اور اگر وکیل کے دینے مین تصدیق ہوئی تو دوسرا

قسم کھاوے کہ واللہ مین نے وصول نہین پایا پس اگر قسم کھالی تو اسکا قرضہ ساقط نہوگا اور اگر قسم سے باز رہا
تو ساقط ہوگا اور اگر دوسرے کی تصدیق کی کہ اسنے وصول نہین پایا تو وکیل سے قسم لے گا کہ اسنے دیدیا ہے پس
اگر قسم کھالی تو بری ہے ورنہ ضامن ہوگا۔ اور اگر کسی کے پاس کوئی مال مضمون ہو مثلاً مال مغصوب غاصب
کے پاس یا قرض پس صاحب قرض یا مغصوب منہ نے اسکو حکم کیا کہ فلان شخص کو دیدے اور وکیل نے کہا
کہ مین نے ایسا کیا اور فلان شخص نے کہا کہ مین نے قبضہ نہین پایا تو وکیل کی تصدیق واقع پر بدون گواہون
کے نہ کیجائیگی مگر اس صورت مین کہ دینے مین موکل نے اس کی تصدیق کی ہو تو اس وقت مین ضمان
سے بری ہوجائے گا ولیکن قابض پر دونون کی تصدیق نہ کیجائیگی اور عدم قبض مین اسی کا قول لیا جائیگا
مگر قسم کے ساتھ۔ اور اگر وکیل کی موکل نے تکذیب کی کہ اسنے نہین دیا ہے اور وکیل نے اس سے قسم
طلب کی تو اسکے علم پر قسم لی جائیگی کہ واللہ مین نہین جانتا ہون کہ اسنے دیا ہے پس اگر قسم کھالی تو وکیل
سے ضمان لیگا اور اگر انکار کیا تو ضمان ساقط ہوگی یہ شرح طحاوی مین ہے اگر دو شخصون کے مکاتب نے
کسی کو وکیل کیا کہ ایک شخص کا حصہ اسکو دیدے اور غائب ہوگیا تو دوسرا شخص وکیل سے کچھ نہین لے سکتا
ہے کیونکہ وکیل اسکے حصہ کے دینے کی بابت اسکی طرف سے وکیل نہین ہے۔ اور اگر مکاتب نے اپنے قرض ادا
کرنے کا وکیل کیا اور مال قرض وکیل کو دے گیا پس اسکے دونون مولی یا غیرون نے وکیل سے اسکو لینا چاہا
تو انکو یہ اختیار حاصل نہ ہوگا کذا فی المبسوط فی باب وکالۃ العبد الماذون والمکاتب

فصل مال عین پر قبضہ کرنے کے وکیل کے احکام مین۔ مال معین پر قبضہ کرنے کے وکیل کو خصومت کا اختیار نہین
ہوتا ہے حتی کہ اگر کسی نے اپنے غلام پر قبضہ کرنیکے واسطے وکیل کیا اور قابض حال نے گواہ سنائے کہ موکل نے میرے
ہاتھ اسکو فروخت کیا ہے تو موکل کے حاضر ہونے تک توقف کیا جائیگا اور یہ استحسان ہے یہانتک کہ اگر غائب
حاضر ہوا تو بیع کے گواہ دوبارہ پیش کیے جاوینگے۔ اسی طرح اگر وکیل نے بیان کیا کہ عورت کے شوہر یا باندی
یا غلام کے مالک نے مجھے وکیل کیا ہے کہ مین اسکی عورت یا باندی یا غلام کو اسکے پاس پہونچا دون پس عورت
نے گواہ سنائے کہ وہ مجھے طلاق دیگیا ہے یا باندی و غلام نے آزاد کردینے کے گواہ سنائے تو استحسانا وکیل کا
ہاتھ روکنے کی بابت مقبول ہونگے اور طلاق وعتاق کی بابت مقبول نہ ہونگے یہ سراج الوہاج مین ہے
کسی مال معین پر قبضہ کرنیکے واسطے وکیل کیا پھر ایک شخص نے آکر قبضہ کرنے سے پہلے اسکو تلف کردیا تو وکیل اس سے
قیمت لینے کیواسطے خصومت نہین کرسکتا ہے اور اگر بعد قبضہ کے تلف کی تو کرسکتا ہے یہ ذخیرہ مین ہے۔ اگر ایک شخص
نے اسواسطے وکیل کیا کہ میری امانت فلان شخص سے لے لے اور فلان شخص نے کہا کہ مین نے موکل کو دیدی تو اسکا
قول لیا جائیگا اسی طرح اگر اسنے دعوی کیا کہ مین نے وکیل کو دیدی تو بھی اسی کا قول لیا جائیگا کہ وہ بری ہے کذا
فی الحاوی۔ ایک شخص نے دوسرے کے پاس ہزار درم ودیعت رکھے پھر جسکے پاس ودیعت رکھے تھے اسکی غیبت مین کہا کہ
مین نے فلان شخص کو حکم کیا کہ میری ودیعت جو فلان شخص کے پاس ہے وصول کرے اور وکیل کو یہ بات معلوم نہ ہوئی ولیکن

اسنے ودیعت وصول کر لی اور وہ ضائع ہوگئی تو صاحب ودیعت کو اختیار ہو چاہے دینے والے سے ضمان لے یا لینے والے سے ضمان لے۔ اور اگر ودیعت پاس رکھنے والے کو توکیل کا علم ہوا اور وکیل کو نہوا پس جسکے پاس ودیعت ہو اسنے وکیل کو دیدی تو جائز ہو اور دونون مین سے کسی پر ضمان نہوگی اور دونون مین سے ایک کو وکالت کا علم نہوا اور وکیل نے کہا کہ فلان شخص کی ودیعت مجھے دیدے کہ مین اسکے مالک کو پہونچا دون یا مجھے دے کہ میرے پاس اسکی ودیعت رہیگی اسنے دیدی اور وہ ضائع ہوگئی تو ودیعت کے مالک کو اختیار ہو جس سے چاہے دونون مین سے ضمان لے یہ قول امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ کا ہو یہ فتاوی قاضی خان مین ہو اگر کسی کو ودیعت پر قبضہ کرنے کے واسطے وکیل کیا اسنے تھوڑی ودیعت پر قبضہ کیا تو جائز ہو لیکن اگر اسنے کہدیا تھا کہ قبضہ نہ کرے مگر سب ودیعت پر تو البتہ تھوڑی ودیعت پر قبضہ نہین جائز ہو اور ضامن ہوگا اور اگر بعض مقبوضہ ودیعت کے تلف ہونے سے پہلے اسنے باقی پر قبضہ کر لیا تو یہ قبضہ موکل پر جائز ہوگا یہ مبسوط مین ہو ایک غلام ایک شخص کے پاس ودیعت ہو اسکے قبضہ کے واسطے وکیل کیا اور وہ غلام خطا سے قتل کیا گیا تو جسکے پاس ودیعت ہو وہی اسکی قیمت لے سکتا ہو وکیل نہین لے سکتا ہو۔ اسی طرح اگر غلام پر کسی نے کوئی ایسا جرم کیا جسکے عوض جرمانہ حاصل ہوا تو وکیل کو غلام پر قبضہ کرنے کا اختیار ہو جرمانہ پر قبضہ نہین کر سکتا ہو اور یہی حال باندی کے مہر یا مزدوری کا ہو اور اگر وکیل نے غلام پر قبضہ کیا پھر وہ اسکے قبضہ مین خطا سے قتل ہوا تو اُسکو قیمت لینے کا اختیار ہو یہ محیط سرخسی مین ہے اور اگر کسی باندی یا بکری پر قبضہ کرنے کا وکیل ہوا پھر وہ بچہ جنی تو وکیل بچہ کو مع مان کے اپنے قبضہ مین لے سکتا ہو اور اگر وکیل کرنے سے پہلے وہ بچہ جنی تو وکیل کو بچہ پر قبضہ کرنے کا اختیار نہین ہو اور باغ کے پھلون کا حکم بچہ کے مانند ہو اور درختون کے پھل اگر مالک زمین کے حکم سے ودیعت ہون تو وکیل قبضہ نہین کر سکتا ہو اور یہی حکم باندی کے بچہ کا ہو کذا فی البحر الرائق اگر اپنی ودیعت پر قبضہ کرنے کے واسطے جو کسی کے پاس رکھی ہے وکیل کیا پھر خود ہی وصول کر لی پھر اسکے پاس ودیعت رکھی تو وکیل اس سے وصول نہین کر سکتا ہو خواہ اس معاملہ سے واقف ہوا ہو یا نہ ہوا ہو اسی طرح اگر وکیل نے پہلے اسکو وصول کیا اور موکل کو دیدیا پھر موکل نے دوبارہ اسی کے پاس رکھی تو وصول نہین کر سکتا ہو اور اگر وصول کیا اور ضائع ہوگئی تو مالک ودیعت کو اختیار ہو چاہے جس سے ضمان لے پس اگر اسنے وکیل سے ضمان لی تو وکیل کسی سے نہین لے سکتا ہو اور اگر مستودع سے ضمان لی تو وہ وکیل سے پھیر لیگا اور یہ حکم اس صورت مین ہو کہ دوبارہ اسکے وکیل ہونے کی تصدیق نہ کی ہو یہ مبسوط مین ہو کیلی یا وزنی ودیعت کے وصول کرنے کا وکیل کیا اور اسکو کسی نے تلف کر دیا تھا اور اسکے مثل مستودع نے تلف کرنیوالے سے لے لی تھی تو استحسانًا وکیل اسکو وصول کر لے سکتا ہو یہ محیط سرخسی مین ہو اگر آج کے روز کسی ودیعت پر قبضہ کرنیکے واسطے کسی کو وکیل کیا تو اسکو اختیار ہو کہ کل کے روز وصول کر لے اور اگر کل کے روز قبضہ کرنیکا وکیل کیا تو آج کے روز وصول نہین کر سکتا ہو اسی طرح اگر کہا کہ اسی ساعت وصول کر لے تو اس ساعت کے بعد وصول کر سکتا ہو اور اگر کہا کہ فلان شخص کی موجودگی مین وصول کرے اسنے بدون اسکی موجودگی کے وصول کیا تو جائز ہے اسی طرح اگر کہا

ف یعنی موکل کے حق مین نافذ ہوگا اگرچہ وہ اقرار کرے ۱۲ منہ

کہ گواہون کے سامنے وصول کرے اسنے بدون گواہون کے قبضہ کیا تو جائز ہی بخلاف اسکے اگر کہا کہ بدون فلان شخص کی موجودگی کے قبضہ نہ کرے اور اسنے قبضہ کر لیا حالانکہ فلان شخص موجود نہ تھا تو جائز نہین ہی یہ فصول عمادیہ مین ہی۔ ایک شخص نے کہا کہ مین فلان کی طرف سے تجھسے ودیعت وصول کرنے کا وکیل ہون اور مدعا علیہ نے وکالت اور ودیعت دونون کی تصدیق کی پھر دینے سے انکار کیا تو اسپر جبر نہ کیا جائیگا کذا فی السراجیہ۔ اگر ایک شخص نے کسی کی ودیعت وصول کی پھر مالک ودیعت نے قسم سے کہا کہ مین نے اسکو وکیل نہین کیا تھا اور اپنا مال اس سے لے لیا جسکو ودیعت دیا تھا تو وہ قبضہ کرنیوالے سے لے لیگا بشرطیکہ بعینہ اسکے پاس قائم ہو اور اگر اسنے کہا کہ میرے پاس تلف ہو گیا یا مین نے موکل کو دیدیا پس اگر وکالت مین اسکی تصدیق کر چکا ہی تو اس سے کچھ نہین لے سکتا ہی اور اگر تصدیق نہین کی بلکہ تکذیب کی یا کچھ تصدیق یا تکذیب نہین کی یا بشرط خیار ضمانت تصدیق کی ہی تو اس سے ضمان لے سکتا ہی اور اگر سپرد کرنے کا حکم نہین کیا گیا تھا ولیکن اسنے سپرد کر دیا یا بعد دیدینے کے اس سے واپس لینا چاہا تو یہ اختیار اسکو نہوگا کیونکہ وہ اس کام کو توڑنا چاہتا ہی جسکو اسنے خود تمام کیا ہی اور اگر بعد انکار کے ودیعت اسکے پاس تلف ہو گئی تو بعض مشائخ نے فرمایا کہ وہ ضامن نہوگا اور چاہیے یہ ہی کہ ضامن ہو کیونکہ مودع کے وکیل سے انکار کرنا اسکے زعم مین بمنزلہ مودع سے انکار کرنے کے ہی یہ نہایہ مین ہی۔ ایک شخص نے دوسرے کے پاس کوئی متاع ودیعت رکھی پھر کسی کو اسپر قبضہ کرنیکے واسطے وکیل کیا اور مستودع نے سوائے متاع موکل کے دوسری متاع وکیل کو دی اور وکیل نے موکل کو دیدی اور موکل کے پاس تلف ہو گئی تو اسکا ضمان موکل ہوگا یہ ذخیرہ مین ہی۔ اگر ایک چوپایہ کسی سے مستعار لیا اسپر قبضہ کرنے کے واسطے ایک وکیل کیا اسنے قبضہ کر کے سواری لی تو وہ ضامن ہی اگر مر جائے اور موکل سے رجوع نہین کر سکتا ہے کیونکہ موکل کی طرف سے سواری کے واسطے مامور نہ تھا اور مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم اسوقت ہی کہ چوپایہ ایسا ہو کہ بدون سواری کے قابو مین چلا جاتا ہے اور اگر ایسا ہے کہ بدون سوار ہونے کے نہین قابو مین آتا ہی تو موکل گویا اسکی سواری پر راضی ہو چکا ہی کذا فی المبسوط۔ اگر قرضدار کی کسی شخص کے پاس ودیعت ہو اس شخص نے قرضدار سے کہا کہ اپنی ودیعت کو قرضخواہ کے قرض مین ادا کر دے اور عنقریب وہ میرے قبضہ کو جائز کر دیگا قرضدار نے ایسا ہی کیا اور اپنے قرضہ مین دی اور اسی شخص کو جسکے پاس ہی قرضخواہ کی طرف سے قبضہ کرنے کا حکم کیا پھر قرضخواہ آیا اور اس معاملہ کو جائز رکھا پھر ودیعت کے مالک نے اس شخص کو جسکے پاس ہی منع کیا کہ قرضخواہ کو نہ دے اور نہ اسپر اسکا قبضہ کرے تو ممانعت صحیح ہے بشرطیکہ اس شخص نے جسکے پاس ودیعت ہی قرضخواہ کی طرف سے قبضہ نہ کیا ہو اگرچہ اسنے مستودع سے لیکر قبضہ کیا ہو اور اگر مستودع نے قرضخواہ کی طرف سے قبضہ کر لیا ہی تو وہ ودیعت قرضخواہ کی ہو گئی یہ فتاوے قاضی خان مین ہے۔ اگر مستودع نے ودیعت کسی شخص کو دیدی اور دعوے کیا کہ مین نے صاحب ودیعت کے حکم سے دی ہی اور صاحب ودیعت نے انکار کیا تو اسی کا قول کہ مین نے حکم نہین دیا ہی قسم سے معتبر ہوگا کذا فی البدائع۔ اپنا غلام فلان شخص کو دینے کے واسطے وکیل کیا اور وکیل نے اسکے پاس آکر کہا کہ

مالک غلام نے غلام تیرے پاس ودیعت رکھا ہی اُسنے قبول کیا اور وکیل کو واپس دیا پھر وہ وکیل کے پاس مر گیا تو مالک غلام کو اختیار ہی کہ دونوں میں سے جس سے چاہے ضمان لے۔ اور اگر وکیل نے کہا کہ مالک نے تجھے حکم دیا ہی کہ اس سے خدمت لے یا فلان شخص کو دیدے اور اسنے ایسا ہی کیا اور وہ مر گیا تو وکیل ضامن نہیں ہے کیونکہ وکیل سے فقط جھوٹا قول فریب پایا گیا اور فریب دہندہ پر فقط فریب سے بدون کسی معاوضہ لینے کے ضمان واجب نہیں ہوتی ہی اور ضمانت لینے والا ضامن ہوگا کیونکہ اسنے پرائے غلام سے بدون اسکی اجازت کے خدمت لی کذا فی محیط السرخسی

فصل وکیل صلح کو خصومت کا اختیار نہیں ہوتا ہے اور نہ دوسرے کو صلح کے واسطے وکیل کر سکتا ہی پس اگر اس نے وکیل کر دیا اور دوسرے نے صلح کی پس اگر موکل کے مال سے درم دیے تو موکل اس سے لے گا اور اگر اپنے پاس سے دیے ہیں تو پہلے موکل پر کچھ لازم نہیں آئے گا اور یہ صلح پہلے وکیل پر جائز ہوگی وراسنے احسان کیا اسی طرح اگر دو آدمیوں کو صلح کے واسطے وکیل کیا پھر ایک نے اپنے مال سے صلح کر لی تو اسی پر جائز ہوئی اور اس کا احسان ہوا اسی طرح اگر ہزار درم پر صلح کے واسطے وکیل کیا اور کہا کہ مال کی ضمان دے اسنے دو ہزار درم یا سو دینار پر صلح کی اور اپنے پاس سے ادا کر دیے یا کسی عروض یا کیلی یا وزنی چیز پر اپنے پاس سے دیکر صلح کی تو صلح جائز ہے اور موکل سے کچھ نہیں لے سکتا ہے اور اگر ہزار سے کم پر صلح کی اور مال دیدیا تو یہ صلح موکل پر جائز ہوگی۔ اور ہر صورت میں کہ وکیل کو جس چیز پر صلح کرنے کا حکم کیا گیا تھا اسکے جنس یا وصف میں خلاف کیا تو صلح وکیل پر جائز ہوگی موکل پر نہیں کذا فی الحاوی اگر کسی نے دوسرے کو وکیل کیا کہ میری طرف سے فلان شخص سے جسنے اسپر کسی عین یا دین کا دعوی کیا تھا صلح کرے اور اس معاملہ میں اپنی رائے پر عمل کرے پس وکیل نے سو درم پر صلح کی تو جائز ہی اور مال موکل پر ہوگا نہ وکیل پر یہ مبسوط میں ہی۔ مدعا علیہ کیطرف سے جو شخص وکیل صلح ہی اگر اسنے بدل صلح دیدیا یا مال صلح کو اپنی طرف نسبت کیا تاکہ اسپر لازم ہو گیا اگر اسنے ادا کر دیا تو موکل سے پھیر لیگا اگرچہ ضمان بدون حکم موکل ہو۔ قتل عمد میں مطلوب[1] کی طرف سے جو شخص وکیل صلح مقرر ہوا وہ بمنزلہ خرید نفس کے وکیل کے ہی اگر اُسنے اسقدر عوض پر صلح ٹھہرائی جو قیمت نفس کے برابر یا اس سے کم ہی یا اسقدر زیادتی ہی کہ لوگ برداشت کر لیتے ہیں تو بلا خلاف جائز ہی اور اگر اسقدر زیادتی پر صلح ٹھہرائی کہ لوگ اتنا خسارہ برداشت نہیں کرتے ہیں تو بلا خلاف ناجائز ہی۔ اور قتل عمد میں طالب کی طرف سے جو شخص وکیل صلح ہو وہ بمنزلہ کسی نفس کے فروخت کرنے کے وکیل کے ہے اگر اسنے اسقدر عوض پر صلح ٹھہرائی جو قیمت نفس کے برابر یا اسقدر کم ہے کہ لوگ برداشت کر سکتے ہیں تو بلا خلاف جائز ہے اور اگر اسقدر کمی پر صلح کر لی کہ لوگ اتنا خسارہ نہیں اٹھاتے ہیں تو اسکے جواز میں اختلاف ہے یہ محیط میں ہے اگر ایک قتل عمد سے جسکا اسپر دعوی کیا گیا ہی کسی کو صلح کرنے کے واسطے وکیل کیا اسنے اگر

[1] قتل عمد الخ مطلوب اس میں قاتل ہی جس کا نفس قصاص میں مباح ہی تو صلح کا وکیل گویا اسکے نفس کا خریدار ہی اور طالب ولی خون ہے تو وہ صلح میں بیچنے والا ہوا ۱۲

کسی ایسی جنس پر جو دیت مین دیجاتی ہی صلح کی خواہ کوئی چیز ہو تو موکل پر جائز ہوگی اور اگر اسمین اسقدر زیادتی کی کہ لوگ اتنا خسارہ نہین برداشت کرتے ہین اور مال صلح دیدیا تو وکیل پر جائز ہوئی نہ موکل پر اور اگر طالب قصاص نے صلح کے واسطے وکیل کیا پس وہ جس جنس پر اجناس دیت سے صلح کرے جائز ہی[1] پس اگر اسنے دیت سے کم پر صلح کرلی تو امام اعظم کے نزدیک موکل پر جائز ہوگی اور صاحبین کے نزدیک جائز نہوگی مگر جبکہ کمی صرف اسقدر ہو کہ لوگ برداشت کرلیتے ہین کذا فی الحاوی۔ اگر کسی کو وکیل کیا کہ ایک کر گیہون پر صلح کرے اسنے ایک کر جو یا درمون پر صلح کی تو وکیل پر جائز ہوئی نہ موکل پر۔ اور اگر کسی معین غلام[2] پر صلح کرنے کے واسطے وکیل کیا پس اسنے اس شرط پر صلح کی کہ یہ وکیل کا ہی تو صلح وکیل پر جائز ہوئی خواہ ضمان دے یا اسکو دے اور موکل پر جائز نہوگی۔ اور اگر مدعاعلیہ نے اسواسطے وکیل کیا کہ اس دار کے فلان بیت معین پر صلح کرلے اسنے اسی بیت پر صلح کی اور صلح مین کہا کہ دوسرا بیت نہ ملے گا تو یہ جائز ہی کیونکہ اسنے ایک اچھی بات کہدی۔ اور اگر اسواسطے وکیل کیا کہ اس بیت کے دعوی سے سو درم پر صلح کرلے اسنے اس بیت اور ایک دوسرے بیت سے سو درم پر صلح کی اور وکیل مدعاعلیہ کیطرف سے ہی تو یہ صلح بقدر اس بیت کے حصہ کے جائز ہی کذا فی المبسوط۔ اگر وکیل کو حکم کیا کہ اس کر گیہون معین پر صلح کردے اسنے اسکے سوائے اسی نصف کے ایک کر گیہون پر جو اس سے کھرے ہین صلح کی اور دیدیے تو صلح وکیل پر جائز ہوئی نہ موکل پر اور اگر ایک کر درمیانی گیہون پر صلح کی اور معین نہ کیے اور جو کر وکیل کو دیا گیا ہے وہ بھی درمیانی ہی تو استحساناً جائز ہی اور اگر کسی دار کے دعوے مین صلح کے واسطے وکیل کیا اور جس پر صلح کیجاوے اس کا نام نہ لیا پس وکیل نے مال کثیر پر صلح ٹھہرائی اور اسکو دیدیا تو وکیل پر لازم ہوا پھر اس مین لحاظ کیا جاوے گا اگر اسقدر زیادتی کی ہی کہ جسکو لوگ برداشت کرلیتے ہین تو صلح موکل پر جائز ہوگی اور اگر اس سے زیادہ ہی تو اسپر جائز نہوگی کذا فی الحاوی پس اگر وکیل مدعی کی طرف سے ہوا اور اسنے تھوڑی سی چیز پر صلح کرلی تو امام اعظم کے نزدیک صلح مدعی پر جائز ہوئی اور صاحبین کے نزدیک نہین مگر جبکہ ایسا ہوجاوے کہ لوگ اتنا خسارہ اٹھا سکتے ہین۔ اور اگر دعوی ایسا ہو کہ اسمین مدعی کے پاس حجت نہو اور مدعاعلیہ خصم انکار کرتا ہو تو صلح ہرحال مین جائز ہی یہ مبسوط مین لکھا ہی خون کے مقدمہ مین اگر مطلوب مدعاعلیہ کے وکیل نے قاضی کے سامنے اقرار کردیا کہ مدعی میرے موکل سے سچے حق کا مطالبہ کرتا ہی۔ تو قیاساً اقرار جائز ہی اور استحساناً جائز نہین ہی۔ اسی طرح اگر کوئی چیز خریدی اور اسمین عیب لگایا اور عیب سے صلح کے واسطے کوئی وکیل مقرر کیا اسنے اقرار کردیا کہ مشتری نے عیب باطل کردیا اور راضی ہوگیا تھا تو اسکا اقرار موکل پر روا نہوگا اگر مطلوب کے وکیل نے مطلوب کے کسی غلام پر صلح ٹھہرائی اور مطلوب نے صلح کی چیز معین نہین کی تھی تو جائز ہی اور مطلوب کو اختیار ہوگا چاہے وہی غلام دیدے یا اسکی قیمت دے اور یہی حکم ہر مال معین مین جسکا مثل نہین ہے جاری ہے اور اگر ایسے مال معین پر صلح ٹھہرائی جسکا مثل موجود ہے تو مطلوب کو اختیار ہے چاہے وہی مال معین دے یا اسکا مثل

---

[1] گویا طالب نے قاتل کا نفس اسکے ہاتھ فروخت کیا بذریعہ وکیل کے ۱۲ [2] یعنی غلام دیدے کیونکہ اسکو دونون مین اختیار ہے ۱۲

دے پس اگر کسی شخص نے کسی مال معین پر جو ایک شخص کے قبضہ مین ہو دعوی کیا اور مدعا علیہ نے کسی شخص کو مدعی کے ساتھ صلح کرنے کے واسطے وکیل مقرر کیا اور اسکو ضمان دینے کا حکم کیا پس اسنے مدعی سے کسی قدر مال میعادی اُدھار پر صلح کی تو وکیل بھی موکل سے اسی میعاد پر لے گا اور اگر نقد دینے کی شرط پر صلح کی اور دیدیا تو موکل سے بھی فی الحال لے لیگا اور اسکو اختیار ہے کہ چاہے ادا کر دینے سے پہلے موکل سے مطالبہ کرے اور اگر وکیل نے طالب سے کسی قدر مال پر اس شرط سے صلح کی کہ یہ مال وکیل کے سواے موکل پر ہے تو جائز ہے اور اگر طالب نے کسی کو صلح اور قبضہ کرنے کے واسطے وکیل کیا تو اسکو مال صلح پر قبضہ کرنے کا اختیار رہا اور اگر طالب نے کسی کو وکیل کیا کہ مطلوب سے صلح کرے اور مطلوب نے وکیل کیا کہ طالب سے صلح کرے پھر دونون وکیلون سے ملاقات ہوئی اور باہم صلح کر لی تو جائز ہے۔ اور اگر خون کا حق ہوا اور چند وارث اسکے ولی ہون پھر ایک نے اپنے حصہ سے صلح کرنے کے واسطے وکیل کیا اسنے چند درمون پر صلح کر کے درم وصول کر لیے تو باقی وارثون کو اختیار ہے کہ بقدر اپنے اپنے حصہ کے اس مین شریک ہو جاوین اور اگر یہ مال وکیل کے پاس تلف ہو گیا تو گویا موکل کے پاس تلف ہوا اور وارث اس وکیل سے مطالبہ نہین کر سکتے ہین ہان موکل سے بقدر حصہ کے لے سکتے ہین کیونکہ گویا اسی نے وصول کیا تھا اور اگر دیت مین اونٹون کا حکم ہوا اور طالب نے کسی کو اُنپر قبضہ کرنے کے واسطے وکیل کیا اسنے قبضہ کر کے انکو دانہ چارہ دیا تو یہ اسکا احسان ہے اور اگر دیت مین کسی جنس کے مال دینے کا حکم ہوا اور وکیل نے علاوہ اس جنس کے دوسری جنس کا مال وصول کر لیا تو بسبب مخالفت کرنے کے جائز نہین ہے یہ محیط مین ہے۔ اگر مطلوب نے کسی شخص کو خصومت کے واسطے وکیل کیا اسنے اپنے پاس سے مال ادا کر دیا تو موکل سے نہین لے سکتا ہے اور اگر مطلوب نے دیت مین کچھ درم دو شخصون کو دیے اور کہا کہ میری طرف سے تم دونون ادا کر دو پس دونون نے طالب سے دینار یا عروض پر صلح ٹھہرائی تو جائز ہے اور اگر دونون نے سواے ان درمون کے جو دیے گئے تھے دوسرے ادا کر دیے تو قیاس چاہتا ہے کہ ان درمون کو واپس کرین اور استحساناً ان دونون کو ان درمون کے مثل دینا چاہیے یہ مبسوط مین ہے۔ اگر کسی شخص پر دعوی ہوا کہ اسنے سر مین زخم ڈالا ہے اسنے کسی کو وکیل کیا کہ صلح کرے اور مال صلح کا ضامن ہوا پس وکیل نے پانچسو درم سے زیادہ پر صلح قرار دی پس اگر وہ زخم خطا سے ڈالا ہے تو صلح پانچسو پر جائز ہے اور زیادتی باطل ہے اور اگر عمداً زخمی کیا ہے تو زیادتی بقدر اسکے جائز ہے کہ لوگ برداشت کرتے ہین اور اگر اس سے زیادہ ہو تو بالاجماع جائز نہین ہے اور اگر وہ شخص جسکے سر مین زخم آیا تھا مر گیا تو صلح دونون صورتون مین باطل ہو گئی یہ امام اعظم کے نزدیک ہے پس اگر وکیل نے جرم سے صلح کی پھر زخم اچھا ہو گیا تو امام کے نزدیک صلح باطل ہوئی اور اگر مر گیا تو صلح خاصةً وکیل پر جائز ہوگی اگر ضامن ہوا ہو سر زخمی کے وکیل نے اگر موضحہ[1] زخم سے صلح مین پانچسو درم سے کم لیا ہو تو صلح بالاجماع جائز ہو بشرطیکہ اسقدر کمی ہو کہ لوگ برداشت کر لیتے ہین اور اگر اس سے زیادہ کمی ہو تو نہین جائز ہے اور اگر وکیل نے اس

[1] موضحہ وہ زخم سر مین جس سے ہڈی کھل گئی ہو اور اسکی جرمانہ [illegible]

زخم اور دوسرے زخم سے جو اسکے مثل ہے صلح کی تو موکل پر آدھے کی صلح جائز ہوگی بشرطیکہ دونون کی ارش برابر ہو اور اگر ارش مین اختلاف ہو تو بحساب اسکے لازم ہوگی اور زیادتی وکیل کے ذمہ ہے اگر اسنے ضمانت دی ہے یہ محیط مین ہے۔ اگر موضحہ زخم سے اور جو کچھ اس سے نقصان پیدا ہوا صلح کرنے کے واسطے وکیل کیا اُسنے دو موضحہ زخمون اور انکے نقصانون سے صلح کی اور ضامن ہوا تو آدھی موکل پر اور آدھی وکیل پر جائز ہوئی خواہ وہ شخص زندہ رہے یا مرجائے یہ مبسوط مین ہے۔ اگر کسی کے زخم سر کا ایک شخص پر دعوے کیا گیا اسنے ایک شخص کو صلح کے واسطے وکیل کیا اور کہا کہ بدل کی ضمانت کرلے اسنے وصیف[1] غیر معین یا دس بکریون یا پانچ اونٹون پر صلح کی تو جائز ہوا اور وکیل پر اوسط مرتبہ کے واجب ہونگے جیسا موکل کے خود صلح کرنے مین درمیانی واجب ہوتے اگر مطلوب نے کسی سر کے زخم سے جو اسنے عمداً زخمی کیا ہے صلح کرنیکے واسطے وکیل کیا اور وکیل نے موکل کے غلام کی دس برس خدمت کرنے پر صلح کی تو جائز ہوا اور اگر شراب یا سور پر صلح قرار دی تو یہ عفو ہوا اور وکیل یا موکل پر کچھ واجب[2] ہوگا اور اگر وکیل نے کہا کہ مین تجھ سے اس غلام یا اس سرکہ پر صلح کرتا ہون پھر وہ غلام آزاد نکلا اور سرکہ شراب نکلی تو وکیل پر زخم کا ارش واجب ہوگا اور اگر دو غلامون پر صلح کی پھر ایک غلام آزاد نکلا تو صلح کرنے والے کے واسطے سوائے باقی غلام کے اور کچھ نہین ہے اور یہ امام اعظم کا قول ہے اور اگر کسی غلام پر صلح کی اور وہ مدبر یا مکاتب نکلا یا کسی باندی پر صلح کی اور وہ ام ولد نکلی اور وکیل نے اسکے سپرد کرنے کی ضمانت کی ہے تو اپنے مال سے اسکی قیمت ادا کرے اور موکل سے واپس لے یہ مبسوط مین ہے۔ اگر دو شخصون نے ایک شخص کے سر مین موضحہ زخم ڈالا اور دونون نے ایک شخص کو وکیل کیا کہ ہماری طرف سے صلح کرے اسنے ایک معین کی طرف سے سو درم پر صلح کی تو جائز ہے اور دوسرے پر آدھا ارش واجب ہوگا اور اگر کسی ایک کی طرف سے صلح کی اور اسکو معین نہ کیا تو جائز ہے اور معین کرنا اسی کے بیان سے ہوا اسی طرح اگر دو شخصون کے سر مین زخم ڈالا اور وکیل کیا کہ دونون سے صلح ٹھہرائی پھر اسنے ایک معین سے صلح کی تو جائز ہے اور اگر کسی ایک سے صلح کی اور بیان نہ کیا تو بھی جائز ہے اور بیان کرنا اسی پر ہے اور اگر ایک آزاد اور ایک غلام نے کسی کا سر زخمی کیا اور زخم موضحہ ہو پھر آزاد اور مالک غلام نے کسی کو صلح کیواسطے مقرر کیا اسنے دونون کی طرف سے پانچسو درم پر صلح ٹھہرائی تو مالک غلام پر نصف اور آزاد پر نصف درم لازم ہونگے اگرچہ غلام کی قیمت پچاس درم کیون نہو یہ محیط مین ہے۔ اگر کسی شخص نے ایک آزاد اور ایک غلام کو قتل کیا پھر مالک غلام نے اور ولی آزاد نے کسی کو قاتل کے ساتھ صلح کرنے کے واسطے مقرر کیا پس اگر عمداً قتل کیا اور غلام کی قیمت پانچسو درم ہے اور صلح گیارہ ہزار درم پر واقع ہوئی تو بدل صلح دونون مین تقسیم ہوگا

[1] وصیف قابل خدمت باندی یا غلام خواہ بڑا ہو یا چھوٹا ہو ۱۲ [2] نہ ہوگا اس لیے کہ جب مسلمان نے عوض مین شراب یا سور ٹھہرایا اور وہ اس کا مالک نہین ہو سکتا تو گویا اس نے معاف کر دیا ۱۲ منہ

آزاد کے وارثون کو دس ہزار درم اور مالک غلام کو پانچسو درم دیے جائین گے تو اکیس حصے ہونگے اور اگر دونون خون خطا سے ہون تو آزاد کے وارثون کو دس ہزار درم اور باقی غلام کے مالک کو ملے گا اور اگر غلام کا خون عمداً اور آزاد کا قتل خطا سے ہو تو بھی یہی حکم ہے کہ وارثان آزاد کو کل ہزار درم اور باقی مالک غلام کو ملے گا اور اگر غلام کا قتل خطا سے اور آزاد کو عمداً قتل کیا ہے تو اسکا حکم وہ ہے جو دونون عمداً ہونے کی صورت مین مذکور ہوا یہ مبسوط مین ہے اگر کوئی غلام خطا سے مقتول ہوا اور مالک نے کسی کو صلح کے واسطے مقرر کیا اسنے دس ہزار درم پر صلح کی تو جائز ہے اور مالک دس درم واپس کر دے اور اگر اسکی آنکھ پھوڑ دی گئی اور چھ ہزار درم پر صلح ہوئی تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جائز ہے اور اگر بجائے آنکھ پھوڑنے کے سر مین موضحہ زخم کیا ہے اور ہزار درم پر صلح ہوئی تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جائز ہے اور اگر دس ہزار درم پر صلح ہوئی تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اسمین سے دس درم کم کیے جاوینگے اور امام محمدؒ کے نزدیک آنکھ پھوڑنے مین سوائے پانچ درم کم پانچ ہزار درم کے واجب نہین ہوتے ہین اور موضحہ زخم مین سوائے نصف درم کم پانچسو درم کے واجب نہین ہوتے ہین یہ محیط مین لکھا ہے۔ اگر مکاتب پر کسی جرم کا یا اسکے غلام پر کسی جرم کا دعوی ہوا اور اسنے کسی کو صلح کے واسطے وکیل کیا پھر مکاتب عاجز ہوا اور غلام ہو گیا اور وکیل کو معلوم نہ تھا اسنے صلح کی اور بدل صلح کی ضمانت کر لی تو مکاتب کی ذات پر یہ صلح جائز نہین ہے پس وکیل سے مطالبہ کیا جائے گا کیونکہ اسنے ضمانت کر لی ہے اور جب مکاتب آزاد ہو جاوے تو اس سے پھیر لے گا یہ مبسوط مین لکھا ہے۔ اور اگر کسی کے سر مین زخم ڈالا گیا اسنے کہا کہ مین نے تجکو اپنے سر کے زخم مین وکیل کیا اور اس سے زیادہ کچھ نہ کہا تو وکیل کو صلح کرنے یا عفو کرنے یا خصومت کرنے کا اختیار نہین ہے اور اگر زخم کا پورا ارش لے لیا پس اگر زخم خطا سے آیا ہے تو استحساناً جائز ہے اور اگر عمداً ہوا ہے تو اسکو ارش پر قبضہ کرنے کا اختیار نہین ہے یہ محیط مین لکھا ہے اور اگر مشجوج نے کہا کہ جو کچھ تو میرے اس زخم کی بابت کرے وہ جائز ہے اسنے صلح کر لی تو استحساناً جائز ہے اور اگر زخم ڈالنے والے کو بری کر دیا تو جائز نہین ہے اور اگر کہا کہ جو کچھ تو کرے وہ جائز ہے تو بری کرنا اور صلح وغیرہ سب کرنا جائز ہے کذا فی المبسوط

آٹھوان باب

دو شخصون کو وکیل کرنے کے بیان مین۔ اگر دو شخصون کو وکیل کیا تو ایک کو بدون دوسرے کے اس مین تصرف کرنے کا اختیار نہین ہے اور یہ اسوقت ہے کہ ایک ہی کلام سے دونون کو وکیل کیا مثلاً کہا کہ مین نے تم دونون کو اپنے پاس غلام کے فروخت کے واسطے وکیل کیا اور اگر دونون کو علحدہ علحدہ وکیل کیا تو جس شخص نے دونون مین سے اسکو فروخت کیا جائز ہے یہ سراج الوہاج مین لکھا ہے۔ ایک شخص کو ایک عورت سے نکاح کرا دینے کے واسطے وکیل کیا اور دوسرے کو بھی اسی واسطے وکیل کیا پھر ہر ایک نے ایک ایک عورت سے نکاح کرا دیا پھر دونون عورتین بہنین نکلین پس اگر دونون نکاح آگے پیچھے واقع ہوئے تو پہلا نکاح جائز اور دوسرا باطل ہوا اور اگر دونون

معًا واقع ہوئے تو دونوں نکاح باطل[۱] ہوئے۔ دو شخصوں کو ایک عورت سے نکاح کرنے کے واسطے وکیل کیا یا
ایک عورت نے دو وکیلوں کو اسی واسطے مقرر کیا پھر ایک وکیل نے ایسا کیا تو جائز نہیں ہے اگرچہ موکل نے
مہر مقرر کر دیا ہو یہ فتاوی قاضی خان میں لکھا ہے۔ طلاق و عتاق کے دو وکیلوں میں سے ایک منفرد ہو سکتا ہے
بشرطیکہ بغیر مال کے ہو اور ایسے ہی ودیعت اور عاریت اور غصب اور مبیع بیع فاسد کے واپس کرنے میں دو وکیلوں
کا بھی یہی حکم ہے کذا فی الخلاصہ۔ اگر دو شخصوں کو اپنی عورت کی طلاق کے واسطے وکیل کیا اور ایک شخص نے طلاق
دی اور دوسرے نے انکار کیا تو جائز ہے کیونکہ ایقاع طلاق کے واسطے رائے کی حاجت نہیں ہے اور یہی حکم
غلام کے آزاد کرنے میں ہے۔ اور اگر طلاق کے واسطے دو شخص وکیل مقرر کر کے کہا کہ ایک بدون طلاق
دوسرے کے ہرگز طلاق نہ دے پس ایک نے بدون دوسرے کے طلاق دی یا ایک نے طلاق
دی اور دوسرے نے فقط اجازت دی تو جائز نہیں ہے۔ اور یہی حکم عتق کے دو وکیلوں کا ہے۔ اور اگر کہا کہ
تم دونوں عورت کو تین طلاق دو پس ایک نے ایک طلاق دی پھر دوسرے نے دو طلاقیں دیں تو کچھ
واقع نہوگی جبتک کہ تین طلاقوں پر اجتماع نہ ہو۔ اور اگر دونوں کو ایک غیر معین عورت کے طلاق کیواسطے
وکیل کیا یا غیر معین غلام کی آزادی کے واسطے وکیل کیا تو طلاق یا عتاق دونوں جبتک کہ مجتمع نہ ہوں
جائز نہیں ہے کذا فی النہایہ۔ اگر خلع کے واسطے دو شخصوں کو وکیل کیا پھر ایک نے خلع کرایا تو جائز نہیں ہے اور
اگر بدل خلع معین کر دیا ہو تو بھی ایسا ہی ہے کذا فی الذخیرہ اسی طرح اگر ایک نے خلع کیا اور دوسرے نے
اجازت دیدی تو بھی جائز نہیں ہے جبتک کہ دوسرا یہ نہ کہے کہ میں نے اس عورت سے خلع کیا کذا فی
فتاوی قاضی خان۔ ایسے مسائل میں قاعدہ یہ ہے کہ جس تصرف میں رائے کی احتیاج ہے اگر اسمیں دو شخص کو وکیل
کیا اور ایک نے وہ کام کیا دوسرے نے نہ کیا تو جائز نہیں ہے اور جس تصرف میں رائے کی ضرورت نہیں ہے
اسمیں ایک کے تصرف سے بدون دوسرے کے جواز ہو جاویگا۔ اگر اپنی عورت کا کام دو شخصوں کے ہاتھ میں دیا
یعنی اسکو طلاق دیں یا نہ دیں پس فقط ایک نے طلاق دی تو جائز نہیں ہے اگر دو شخصوں کو ہزار درہم بضاعت
کسی شخص کو دینے کیواسطے وکیل کیا اور ہزار درہم دونوں کو دیدیے پس ایک نے بدون دوسرے کے وہ درم اس
شخص کو دیدیے تو قیاس چاہتا ہے کہ ڈانڈ بھرے اور استحسانًا ضامن نہوگا اور اگر دونوں وکیلوں نے کسی کو اسواسطے
وکیل کیا کہ جسکو مالک نے کہا ہے اسکو یہ درم دیدے اسنے دیدیے تو قیاس چاہتا ہے کہ دونوں ضامن ہوں اور
استحسانًا ضامن نہونگے کیونکہ جو شخص اس مال پر قبضہ کرنے کے واسطے مالک کی طرف سے بیان کیا گیا تھا
اسکو مال پہونچ گیا یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص نے دو شخصوں کو اپنا قرضہ فلاں شخص سے وصول کرنے کے واسطے
وکیل کیا اور موکل غائب ہو گیا اور ایک وکیل بھی غائب ہو گیا پھر دوسرا وکیل جو حاضر ہے قرضدار کے پاس آیا

[۱] باطل الخ اسواسطے کہ دونوں کا نافذ ہونا باطل ہے تو لا محالہ ایک جائز ہو سکتا ہے لیکن دونوں معًا واقع ہوئے تو کسی کو ترجیح نہیں ہے اسیطرح
اگر آگے پیچھے ہوں مگر اول معلوم نہ ہو تو بھی باطل کہا جاوے لیکن نصف مہر یا متعہ ان دونوں میں شریک ہوگا ۱۲

اور قرضدار نے قرض کا اقرار کیا مگر وکالت سے انکار کیا پس وکیل نے گواہ سنائے کہ اس شخص کو فلان شخص نے اپنا قرضہ وصول کرنیکے واسطے جو اس مدعا علیہ پر ہی وکیل کیا ہی تو قاضی دونون کی وکالت کا حکم دیدیگا حتی کہ اگر غائب وکیل آوے تو اسکو اپنی وکالت کیواسطے دوبارہ گواہ سنانے کی ضرورت نہوگی کذا فی الذخیرہ۔ اگر دو شخصون کو ایک قرض کے دعوی مین خصومت کرنے اور قبضہ کرنے کیواسطے وکیل کیا تو ایک کو بدون دوسرے کے خصومت کا اختیار ہی لیکن ایک بدون دوسرے کے قبضہ نہ کریگا پس اگر ایک نے قبضہ کیا تو قرضدار بری نہوگا جبتک دوسرے وکیل کے ہاتھ مین بھی یا موکل کے پاس نہ پہونچے کذا فی الحاوی۔ نوادر ابن سماعہ مین امام ابو یوسف سے روایت ہی کہ ایک گھر ایک شخص کے قبضہ مین ہی اسپر ایک شخص نے دعوی کیا اور اسمین خصومت کے واسطے دو شخصون کو اور اسپر قبضہ کرنیکے واسطے وکیل کیا پس دونون نے مخاصمہ کیا پھر ایک وکیل مر گیا تو امام نے فرمایا کہ مین زندہ وکیل سے گھر کے مقدمے مین گواہ قبول کرونگا اور موکل کی ڈگری کر دونگا لیکن گھر اسکے قبضہ مین دینے کا حکم نہ دونگا بلکہ مردہ وکیل کی طرف سے ایک وکیل اس وکیل کے ساتھ مقرر کرکے دونون کے قبضہ مین گھر سپرد کرنے کا حکم دونگا اسی طرح اگر ایک ہی وکیل مقرر ہوا ہو اور اسنے گواہ سنائے اور مین نے موکل کی ڈگری کر دی پھر وہ وکیل مر گیا تو اسکی طرف سے ایک وکیل مقرر کرکے مدعا علیہ کو حکم دونگا کہ گھر اسکے قبضہ مین سپرد کر دے اور مدعا علیہ غاصب کے ہاتھ مین نہ چھوڑونگا کذا فی الذخیرہ اگر دو شخصون کو بیع کے واسطے وکیل کیا اور ایک انمین غلام مجور ہی تو اکیلا دوسرا بیع نہین کر سکتا ہی کیونکہ موکل ایک کی راے پر راضی نہین ہی پس اگر ایک وکیل مر گیا یا اسکی عقل جاتی رہی تو دوسرا اسکو فروخت نہین کر سکتا ہی۔ اگر دو شخصون کو ایک غلام فروخت کرنے یا خریدنے کے واسطے وکیل کیا پس ایک نے بدون دوسرے کے یہ کام کیا تو جائز نہین ہی جبتک کہ موکل یا دوسرا وکیل اجازت نہ دے خواہ دام مقرر کر دیے ہون یا نہ مقرر کیے ہون اور خواہ دوسرا وکیل غائب ہو یا حاضر ہو لیکن خرید اور فروخت مین ایک فرق ہی وہ یہ ہی کہ اگر اکیلے نے خریدا تو خریداری اسکے ذمہ بلا توقف پڑ جائیگی بخلاف بیع کے کہ یہ موکل یا دوسرے وکیل کی اجازت پر موقوف رہیگی۔ اسی طرح مکاتب کر دینے یا مال لیکر آزاد کر دینے کے دونون وکیلون مین اگر ایک نے کیا دوسرے نے نہ کیا تو جائز نہین ہی جبتک کہ موکل یا دوسرا وکیل اجازت نہ دے۔ اور اگر کسی کو کچھ ہبہ کیا اور اسکے سپرد کرنیکے واسطے دو وکیل کیے اور ایک نے بدون دوسرے کے سپرد کیا تو ہبہ صحیح ہو گیا اور اگر ادائے قرض کے واسطے دو وکیل کیے اور قرض انکو دیدیا پھر ایک نے بدون دوسرے کے قرض ادا کیا تو جائز ہی یہ سراج الوہاج مین ہی۔ ایک شخص نے دو شخصون کو وکیل کیا کہ میری دونون عورتون کو اسقدر مال پر خلع کراؤ یا میرے دونون غلامون کو اسقدر دامون پر فروخت کرو پھر دونون نے ایک عورت سے خلع کیا یا ایک غلام کو ثمن معلوم پر فروخت کیا تو جائز ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اگر دو شخصون کو وکیل کیا کہ دونون یہ مال معین ہبہ کر دو اور موہوب لہ کو متعین نہ کیا تو سب کے نزدیک ایک منفرد ہو سکتا ہی کذا فی البحر الرائق۔ رہن کے دو وکیلون مین سے ایک منفرد نہین ہو سکتا ہی یہ حاوی مین لکھا ہی۔ اگر دو وکیلون کو کوئی گھر یا زمین اجارے پر لینے کے واسطے وکیل کیا پس ایک نے جائے

لیا تو یہ عقد اسی کے لیے ہوا اور اگر اسنے موکل کو دیا تو دست بدست دونون مین از سر نو اجارہ منعقد ہوا کذا فی المحیط
اگر دو شخصون کو اپنی ودیعت پر قبضہ کرنے کے واسطے وکیل کیا پس ایک نے بدون دوسرے کے قبضہ کیا تو وہ ضامن
ہی اور اگر دونون نے ایک ساتھ قبضہ کیا تو جائز ہی اور ہر ایک کو دوسرے کے پاس ودیعت رکھ دینے کا اختیار
ہی اور دونون کو اختیار ہی کہ ایک کے عیال کے پاس ودیعت رکھ دین کذا فی الحاوی۔ ایک شخص نے دو شخصون
سے کہا کہ مین نے دونون مین سے ایک کو وکیل کیا کہ میرے واسطے ایک ہی باندی ہزار درم کو خرید دے
پس ایک نے خرید دی پھر دوسرے نے خریدی تو دوسرا اپنی ذات کے واسطے خریدنے والا ہوگا اور اگر دونون
نے ایک ہی وقت مین موکل کے واسطے باندی خریدی تو دونون کی دونون باندی موکل کی ہونگی اور اسی پر
فتوی ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اگر کسی شخص کو اپنا غلام بیچنے کے واسطے وکیل کیا اور دوسرے کو بھی اسی
غلام کے بیچنے کے واسطے وکیل کیا پس اسنے ایک شخص کے ہاتھ بیچا اور دوسرے نے دوسرے کے ہاتھ بیچا
پس اگر پہلا مشتری معلوم ہو تو غلام اسی کا ہوگا اور اگر اول نہ معلوم ہو تو ہر ایک کو آدھا غلام ملے گا اور آدھے
دام دینے پڑینگے اور ہر ایک اس سے خدمت لیگا اور اگر غلام کسی ایک وکیل کے قبضہ مین ہو یا موکل کے قبضہ
مین ہو تو بھی یہی حکم ہی اور اگر کسی مشتری کے قبضہ مین ہو تو وہ اولی شمار ہوگا اور اسی کو ملے گا ولیکن اگر دوسرے
مشتری نے اپنے خریدنے کی تاریخ اس سے پہلے لکھی دکھائی تو ایسا نہین ہی اور ایک یہ صورت ہو سکتی ہے
کہ ایک وکیل نے ایک شخص کے ہاتھ اور خود موکل نے دوسرے کے ہاتھ فروخت کیا یا ایک ہی وکیل تھا
اسنے ایک کے ہاتھ اور موکل نے دوسرے کے ہاتھ فروخت کیا اور یہ صورت کتاب مین مذکور نہین ہے
اور شک نہین ہی کہ اگر اول معلوم ہو تو وہی اولی ہوگا اور اگر معلوم نہو تو حسن نے امام اعظم سے روایت کی کہ
موکل کی بیع اولی ہوگی اور ابن سماعہ نے امام محمد سے روایت کی کہ غلام دونون خریدارون مین آدھا آدھا
مشترک ہوگا یہ محیط مین ہی اگر دو شخصون کو ہزار درم اسواسطے دیے کہ فلان شخص کو دیدین پھر ایک نے اسکو
دیے تو قیاسًا وہ نصف کا ضامن ہوگا ولیکن استحسانًا ضامن نہوگا کیونکہ غیر کو مال پہونچا دینے مین رائے
کی ضرورت نہین ہی یہ مبسوط مین ہی اگر کسی شخص سے کہا کہ میری طرف سے یہ ہزار درم فلان یا فلان کو
ادا کردے اسنے دونون مین جسکو چاہا ادا کر دیا تو جائز ہی کذا فی الحاوی۔ ایک شخص نے دوسرے کو
ایک غلام معین کی بیع کے واسطے وکیل کیا اور اسی غلام کی بیع کے واسطے دوسرا وکیل کیا پھر ایک نے
اسکو فروخت کیا پھر دوسرے نے مشتری کے ہاتھ اس سے زیادہ دامون کو فروخت کیا تو امام ابوبکر
بلخی نے فرمایا کہ دوسرے کی بیع جائز ہی کیونکہ پہلے کے فروخت کرنے سے دوسرا وکالت سے خارج نہین
ہوا اور دوسرے کی بیع اسی مشتری کے ہاتھ پہلی بیع کے واسطے فسخ بھی نہین ہے تاکہ نا جائز نہو یہ فتاوی
قاضی خان مین ہی۔ اگر دو شخصون کو دو غلامون کو ہزار درم مین فروخت کرنے کیواسطے وکیل کیا پس
ایک نے ایک غلام چار سو درم کو بیچا پس اگر یہ دام ہزار درم مین سے اس غلام کا حصہ ہو تو جائز ہے

کیونکہ دونون غلامون کے جدا بیچنے مین موکل کا ضرر نہوا اسی طرح اگر اسکے حصہ سے زیادہ دامون کو بیچا تب بھی موکل کا نفع ہے اور اگر کم دامون کو دیا تو جائز نہین ہے۔ اور کتاب مین مذکور ہے کہ تھوڑا اور بہت نقصان یکسان ہے اور یہ امام اعظم کا قول ہے اور صاحبین کے نزدیک اگر نقصان خفیف ہو تو جائز ہے اور اگر زیادہ ہو تو جائز نہین ہے یہ مبسوط مین ہے۔ دو شخصون کو رہن کرنیکے واسطے وکیل کیا اور حکم دیا کہ مرتہن کو رہن کی بیع کے واسطے قابو دیدین پس دونون نے رہن کیا اور ایک نے مرتہن کو بیع کیواسطے اختیار دیا تو مرتہن کو بیع کا اختیار حاصل نہوگا کیونکہ ایک اسکی بیع کا اختیار علیحدہ نہین رکھتا ہے تو دوسرے کو بھی بیع کا اختیار نہین دیسکتا ہے پس اگر دونون نے کہا کہ فلان شخص تجھسے قرض مانگتا ہے اور دونون نے اسکو رہن دیدیا پھر ایک نے کہا کہ ہمکو بھیجنے والے نے حکم دیا تھا کہ ہم مرتہن کو بیع کا اختیار دیدین اور دوسرا خاموش رہا تو مرتہن کو اختیار حاصل ہو جائے گا کیونکہ ایک ایلچی بیع کے واسطے منفرد ہو سکتا ہے تو بیع کا اختیار دینے بھی منفرد ہو سکتا ہے یہ محیط سرخسی مین ہے

نوان باب ان صورتون کے بیان مین جنسے وکیل وکالت سے باہر ہو جاتا ہے از انجملہ یہ ہے کہ جس امر کے واسطے وکیل کیا تھا اس مین وکیل کے تصرف سے پہلے خود موکل تصرف کرے مثلاً اپنا غلام بیچنے کے واسطے وکیل کیا پھر موکل نے خود بیچا یا مدبر کر دیا یا مکاتب کر دیا تو وکیل وکالت سے خارج ہوا اسی طرح اگر اس مین استحقاق ثابت ہوا یا وہ اصلی آزاد ہے تو بھی وکالت سے خارج ہوا کذا فی البدائع۔ اور اگر بیع کے واسطے وکیل کیا پھر غلام یا باندی کو ہبہ یا صدقہ کیا یا اس سے وطی کی اور ام ولد بنایا تو وکیل وکالت سے خارج ہوا اور اگر وطی کی اور ام ولد نہ بنایا یا خدمت لی یا تجارت کی اجازت دی تو وکالت پر باقی ہے اور اگر رہن کیا یا کرایہ دیکر سپرد کیا تو ظاہر الروایۃ مین ہے کہ وکالت سے باہر نہوگا اگر موکل یا وکیل نے غلام فروخت کیا پھر بسبب عیب کے بحکم قاضی واپس دیا گیا تو وکیل اسکو فروخت کر سکتا ہے اور اگر موکل نے فروخت کیا اور اپنے واسطے تین روز کی خیار کی شرط کی پھر بیع توڑ دی تو وکیل فروخت کر سکتا ہے اگرچہ موکل واپس کرنے کا مختار ہے جبکہ خیار اسکے واسطے ہے کذا فی المحیط اگر اپنے غلام کو آزاد کرنے یا مکاتب کرنے کا وکیل کیا پھر مالک نے اسکو فروخت کر دیا تو وکیل وکالت سے خارج ہو گیا پھر اگر وہ غلام مالک کی ملک مین آگیا پس اگر وہ ایسے سبب سے آیا کہ جو اصل سے بیع کے واسطے فسخ ہے تو اسکی قدیمی ملک عود کر آئی پس وکیل بھی اپنی وکالت پر ہے اور اگر ایسے سبب سے اسکی ملک مین آیا جو از سر نو ملکیت پیدا کرتی ہے جیسے بعد قبضہ کے بدون حکم قاضی کے عیب کی وجہ سے واپس لیا یا اقالہ یا میراث کی وجہ سے ملا تو وکالت عود نہ کریگی۔ اور اگر اہل حرب نے اسکو قید کیا اور اپنے ملک مین لے گئے پھر موکل نے اسکو خریدا اور از سر نو ملکیت حاصل ہوئی تو وکالت عود نہ کریگی۔ اور اہل حرب نے خریدنیوالے سے لے لیا یا اس شخص سے لیا جسکے حصہ مین مال غنیمت مین آیا تھا اور قیمت ادا کر دی تو وکیل اپنی وکالت پر رہیگا۔ اور اگر اپنی باندی آزاد کرنے کے واسطے وکیل کیا

پھر اسکو مالک نے آزاد کیا پھر وہ مرتد ہو کر دار الحرب مین چلی گئی اور پھر قید ہوئی اور مولی اُسکا مالک ہوا تو اسکو وکیل کا آزاد کرنا جائز نہ ہوگا یہ مبسوط مین ہے۔ اگر اپنا غلام ہبہ کرنیکے واسطے وکیل کیا پھر موکل نے خود ہبہ کردیا پھر ہبہ سے رجوع کرلیا تو وکالت عود نہ کریگی حتی کہ وکیل کو ہبہ کردینے کا اختیار نہین ہے۔ اسی طرح اگر کسی چیز کی خریداری کے واسطے وکیل کیا اور خود خریدی تو بھی ایسا ہی ہے یہ بدائع مین ہے۔ اگر کسی کو معین گیہون کے خریدنے یا فروخت کرنے کا وکیل کیا پھر وہ آٹا یا ستو بنا ڈالے گئے تو وکالت سے نکل گیا کذا فی الخلاصہ۔ اگر کسی دار معین کے خریدنے کے واسطے وکیل کیا حالانکہ وہ پرپٹ زمین تھی پھر اُسپر عمارت بنائی گئی پھر وکیل نے اسکو خریدا تو جائز نہین ہے اور اگر عمارت بنی ہوئی تھی اسمین ایک دیوار بڑھائی گئی یا گچ کی گئی یا کہگل لگائی گئی اور وکیل نے خریدی تو موکل کے ذمہ پڑے گا اسی طرح بیع کی وکالت مین بھی یہی حکم ہے اور اگر کہا کہ میرے واسطے یہ پرپٹ زمین یا یہ قراح خریدے یا کہا کہ فروخت کردے پھر اسمین خرما کے درخت یا اور درخت لگائے گئے یا دار[1] یا حمام یا حانوت بنائی گئی یا باغ چہار دیواری کا کردیا گیا تو اسکی خرید و فروخت موکل کے ذمہ نہین پڑے گی اسی طرح اگر گیہون کی کھیتی یا انگور کے تاک لگائے گئے تو بھی یہی حکم ہے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے۔ اگر کسی کو مال اسواسطے دیا کہ میرا قرضہ ادا کردے پھر موکل نے خود ادا کردیا پھر وکیل نے ادا کیا پس اگر وکیل کو موکل کے فعل کی خبر نہ تھی تو ضامن نہ ہوگا اور موکل قرضخواہ سے وہ مال جو وکیل نے دیا ہے واپس لے گا اور اگر خبر تھی تو ضامن ہوگا اور خبر نہ ہونے مین قسم کے ساتھ وکیل کا قول لیا جائیگا کذا فی الحاوی۔ اگر اپنا غلام مکاتب کرنے کے واسطے وکیل کیا اُسنے مکاتب کردیا پھر وہ عاجز ہو کر غلام ہوگیا تو وکیل کو دوبارہ مکاتب کرنے کا اختیار نہین ہے اسی طرح اگر ایک عورت سے نکاح کرادینے کا وکیل کیا اُسنے ایک عورت سے نکاح کرادیا پھر موکل نے اسکو بائن کردیا تو وکیل دوبارہ نکاح نہین کراسکتا ہے یہ بدائع مین ہے۔ اور اگر موکل نے اس عورت کی مان یا ذات رحم محرم سے نکاح کرلیا یا اسکے سوائے چار عورتون سے نکاح کرلیا تو وکیل معزول ہوگیا کذا فی الخلاصہ اگر اپنی عورت کو خلع کرنیکے واسطے وکیل کیا پھر اسکو خود خلع دیدیا یا خلیعہ کردیا تو وکیل معزول ہوگیا کیونکہ وہ خلع کا محل نہین رہی کذا فی البدائع۔ اگر کسی خاص عورت سے نکاح کرادینے کے واسطے وکیل کیا پھر موکل نے خود اس عورت سے نکاح کرلیا پھر اسکو طلاق دیدی پھر وکیل نے اُس کے ساتھ نکاح کرادیا تو جائز نہین ہے ایک عورت نے کسی کو اپنا نکاح کرادینے کے واسطے وکیل کیا پھر عورت نے خود ہی نکاح کرلیا تو وکیل وکالت سے نکل گیا خواہ اُسکو خبر ہو یا نہ ہو کذا فی المحیط۔ ایک شخص کو اپنی عورت کو طلاق دینے کے واسطے وکیل کیا پھر موکل نے اپنی عورت کو بائن یا رجعی طلاق دی اور اس کی عدت گذر گئی پھر وکیل نے طلاق دی تو واقع نہ ہوگی اسی طرح اگر اُسکے بعد پھر موکل نے اُس سے نکاح کیا تو وکیل اسکو طلاق نہین

[1] مین کہتا ہون کہ انکے عرف مین (دار) کا لفظ ایسے موقع پر بولا جاتا ہے اور ہمارے عرف مین یہ اطلاق جائز نہین ہے بلکہ گھر کے مانند ہو تو فرق ہمیشہ محفوظ رکھنا چاہیے تاکہ فقہ مین نافع ہو۔ ۱۲ منہ

دے سکتا ہے۔ اور اگر موکل نے بعد توکیل کے ایک طلاق دی پھر عدت مین وکیل نے اسکو طلاق دی تو طلاق پڑ جائیگی یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ اگر اپنی عورت کو طلاق دینے کے واسطے وکیل کیا پھر خود اس سے خلع کر لیا تو جب تک وہ عدت مین ہے وکیل کی طلاق اُسپر پڑ جائے گی کیونکہ شوہر کی طلاق اس حالت مین اُسپر واقع ہو سکتی ہے پس وکیل اپنی وکالت پر باقی ہے یہ تبیین مین ہے۔ اگر کسی کو رہن کے واسطے وکیل کیا پھر خود ہی رہن کیا پھر فک رہن کر لیا تو وکیل رہن نہین کر سکتا ہے۔ اور اگر ایک دوسرے شخص کو رہن کیواسطے وکیل کیا اور پہلے وکیل نے رہن کر دیا ہے پھر اُسنے فک رہن کیا تو دوسرا رہن کر سکتا ہے کیونکہ جب اُسنے پہلے وکیل کے رہن کے بعد وکیل کیا تو یہ دلیل ہے کہ بعد انفکاک رہن کے اُسکو رہن کا اختیار ہے بخلاف اسکے کہ اگر دوسرے کو پہلے کے رہن کرنے سے پہلے وکیل کیا پھر پہلے وکیل نے رہن کیا کیونکہ اس صورت مین دوسرے کو رہن کرنے کی اجازت فی الحال حاصل ہوئی تو گویا رہن کے واسطے دو وکیل ہوے پس جسنے رہن کر دیا جائز ہے یہ محیط سرخسی مین ہے اور زکوٰۃ کے وکیل نے اگر موکل کے خود ادا کر دینے کے بعد ادا کی تو امام اعظم رح کے نزدیک ضامن ہو گا خواہ اسکو موکل کا ادا کر دینا معلوم ہو یا نہ معلوم ہوا ور صاحبین رح کے نزدیک اگر معلوم ہو تو ضامن ہو گا ورنہ نہین یہ محیط مین ہے۔ از انجملہ خود موکل کے معزول کرنے سے معزول ہو جاتا ہے اور عزل کے صحیح ہونے کی دو شرطین ہین ایک یہ ہے کہ وکیل کو اسکا علم ہو جاوے کیونکہ معزول کرنا ایک عقد کا فسخ کرنا ہے پس مثل فسخ کے اسکا حکم بدون علم کے ثابت نہو گا پس اگر وکیل کی موجودگی مین اُسکو معزول کیا تو صحیح ہے اور اگر غائب ہے اور اُسکو خط لکھ بھیجا اور وہ خط اسکو پہونچا اور اُسکے مضمون سے واقف ہوا تو معزول ہو گیا اسی طرح اگر ایک ایلچی بھیجا اور اس ایلچی نے پیغام معزولی پہونچا دیا کہ فلان شخص نے مجھے تیرے پاس بھیجا ہے کہتا ہے کہ مین نے تجھے وکالت سے معزول کیا تو معزول ہو جائیگا خواہ ایلچی عادل ہو یا غیر عادل آزاد ہو یا غلام صغیر ہو یا کبیر ہو بشرطیکہ پیغام اسی طور سے پہونچا دے جیسا ہمنے بیان کیا اور خط یا ایلچی نہ بھیجا لیکن وکیل کو دو شخصون نے خواہ عادل ہون یا غیر عادل یا ایک شخص نے یہ خبر دی کہ تو معزول ہو گیا تو بالاتفاق معزول ہو جائیگا خواہ وکیل نے اُسکی تصدیق کی ہو بشرطیکہ یہ خبر سچی ثابت ہو کیونکہ ایک شخص کی خبر معاملات مین مقبول ہوتی ہے اگرچہ عادل نہو اور اگر ایک شخص غیر عادل نے اسکو خبر دی پس اگر اُسنے تصدیق کی تو بالاجماع معزول ہو گا اور اگر تکذیب کی تو معزول نہو گا اگرچہ خبر کا صدق ہونا ظاہر ہوا اور یہ امام اعظم رح کا قول ہے اور صاحبین رح کے نزدیک اگر خبر کا صدق ظاہر ہو تو معزول ہو گا اگرچہ تکذیب کی ہو اور اگر موکل نے اسکو معزول کیا اور اُسکی معزولی پر گواہ کر لیے اور اسکو برطرف کرنے کی خبر کسی نے نہ دی تو معزول نہ ہو گا اور جب معزول ہو نیکی خبر نہ پہونچنے سے پہلے اُسکا تصرف ویسا ہی جائز ہو گا جیسا کہ معزول ہونے سے پہلے جائز تھا کسی امر میں احکام مین سے فرق نہ ہو گا۔ دوسری شرط یہ ہے کہ وکالت سے دوسرے کا حق متعلق نہ ہو اور اگر دوسرے کا حق متعلق ہو تو بدون حقدار کی رضامندی کے اُسکا معزول کرنا صحیح نہین ہے چنانچہ اگر مدعا علیہ نے مدعی کی درخواست سے ایک شخص کو اپنی خصومت کیواسطے وکیل کیا پھر بدون مدعی کی موجودگی کے اسکو معزول کیا تو معزول نہ ہو گا یہ بدائع مین

ہی ایک شخص کو اپنا غلام بیچنے کے واسطے وکیل کیا پھر اسکو وکالت سے باہر کیا اور اسکو معلوم نہین ہوا پس اُسنے غلام فروخت کیا اور ثمن پر قبضہ کرلیا اور وہ اُسکے ہاتھ مین تلف ہوگیا اور غلام بھی سپرد کرنے سے پہلے اُسی کے پاس مرگیا تو مشتری کو اختیار ہی کہ ثمن وکیل سے لیوے اور وکیل کو اختیار ہی کہ موکل سے لیوے۔ اسی طرح اگر مالک غلام نے اسکو مدبر یا مکاتب یا بیع کیا اور وکیل کو معلوم نہ ہوا۔ اسی طرح اگر اسمین استحقاق ثابت ہوا یا ظاہر ہوا کہ وہ اصلی آزاد ہی تو بھی یہی حکم ہی یہ حاوی مین ہی۔ ایک شخص کو اپنے کسی مال معین کے فروخت کے واسطے وکیل کیا پھر اُسکو وکالت سے باہر کرنا چاہا تو اُسکو اختیار ہی مگر اُس صورت مین اختیار نہ ہوگا کہ اُس سے وکیل کا حق متعلق ہو مثلاً اسکو حکم دیا کہ یہ مال فروخت کرکے اسکے دامون سے اپنا قرض لے لے کذا فی الذخیرہ۔ اگر خصم کی غیر حاضری مین وکیل معزول ہوا پس یا یہ وکیل طالب کا تھا تو معزول کرنا صحیح ہے اگرچہ مطلوب حاضر نہ ہو۔ یا مطلوب کا وکیل تھا پس یا توکیل بدون کسی کے التماس کے تھی اور اس صورت مین بھی معزول کرنا صحیح ہی اگرچہ طالب غائب ہو یا قاضی یا طالب کے التماس سے تھی پس اس صورت مین اگر توکیل کے وقت وکیل غائب تھا اور اُسکو توکیل کی خبر نہ ہوئی تو ہر حال مین اُسکا معزول کردینا صحیح ہی اور اگر وکیل حاضر تھا یا غائب تھا مگر اُسکو توکیل کا علم ہوا اور اُسنے رد نہ کیا پس اگر طالب کے التماس سے یہ توکیل تھی تو اُسکی غیبت مین معزول کرنا صحیح نہین ہی اور اُسکی موجودگی مین صحیح ہی خواہ وہ خوش ہو یا ناخوش ہو اور اگر قاضی کے التماس سے توکیل تھی اور طالب غائب تھا تو قاضی کے سامنے اُسکا معزول کرنا صحیح ہی اگرچہ طالب غائب ہو اور اگر طالب کے سامنے معزول کیا تو بھی صحیح ہی یہ محیط مین ہی۔ ایک شخص نے سفر کا ارادہ کیا اُسکی عورت نے کہا کہ اگر تو فلان مدت تک نہ آوے تو میری طلاق کیواسطے کسی کو وکیل مقرر کردے کہ مجھے اُسوقت پر طلاق دیدے اُسنے ایسا ہی کیا پھر اُسنے وکیل کو لکھا کہ مین نے تجھے وکالت سے خارج کردیا تو نصیر بن یحییٰ رح نے فرمایا کہ معزول کرنا صحیح ہے اور محمد بن سلمہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ معزول کرنا صحیح نہین ہی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ ازانجملہ موکل کے مرجانے سے معزول ہوجاتا ہی کیونکہ توکیل موکل کے حکم سے تھی اور مرجانے سے حکم دینے کی اہلیت باقی نہ رہی پس وکالت باطل ہوگئی خواہ وکیل کو اُسکے مرنے کی خبر ہو یا نہو یہ بدائع مین ہی۔ اور اگر طالب مرگیا اور طالب کے مرنے کی خبر مطلوب کو نہ ہوئی اُسنے وکیل کو مال دیدیا تو بری نہ ہوگا اور اسکو واپس کرلینے کا اختیار ہی اور اگر موکل کے مرنے کی خبر تھی تو وکیل سے ضمان نہین لے سکتا ہی اگر اُسکے پاس ضائع ہوجاوے کذا فی الخلاصۃ وکیل نے بطور بیع الوفاء کے فروخت کیا پھر اُسکا موکل مرگیا تو اُسکے مرنے سے وکیل معزول نہ ہوگا کذا فی البحر الرائق۔ ایک شخص پر دعوی کیا گیا کہ اُسنے سر زخمی کردیا ہی اُسنے ایک شخص کو صلح کے واسطے وکیل کیا پھر موکل مرگیا تو وکالت باطل ہوگئی پس وکیل نے صلح کی اور اپنے مال سے ضمانت دی تو خاصۃً وکیل پر صلح جائز ہوئی اور اگر موکل نہ مرا اور طالب مرگیا اور وکیل نے طالب کے وارثون سے صلح کی تو جائز ہے کیونکہ طالب کے وارث بجائے اُسکے قائم ہوکر مطالبہ کرسکتے ہین کذا فی المبسوط۔ ازانجملہ موکل کا مجنون ہوجانا وکالت کو باطل کرتا ہی بشرطیکہ

جنون مطبق ہو کیونکہ اُس سے اہلیت حکم باقی نہین رہتی ہی کذا فی البدائع اور جنون مطبق امام ابو یوسف رح کے نزدیک ایک مہینہ ہی اور امام محمد رح کے نزدیک ایک سال کامل ہی اور یہی صحیح ہی کذا فی الکافی اور مشائخ نے فرمایا کہ جنون مطبق کا جو حکم ذکر کیا وہ ایسی وکالت کے حق مین محمول کیا جاتا ہی کہ جو لازمی نہو کہ[۱] ہر ساعت موکل اُسکو معزول کر سکتا ہی جیسے طالب کی طرف سے وکیل خصومت ہوتا ہی اور اگر وکالت لازمہ ہو کہ موکل ہر ساعت اُسکو معزول نہ کر سکتا ہو مثل عدل[۲] کے کہ بیع رہن پر مسلط ہوا ور مسلط کرنا عقد رہن مین مشروط ہو تو موکل کے جنون کی وجہ سے وکیل معزول نہ ہوگا اگرچہ جنون مطبق ہو اور اگر وکیل کو جنون مطبق ہوا اور ایسا ہو گیا کہ نیابت اور خرید و فروخت کو نہین سمجھتا ہی تو وکالت سے باہر ہو جائیگا حتی کہ اگر اس حالت مین خرید و فروخت کی تو جائز نہین ہی اور اگر ایسی حالت ہو کہ نیابت و خرید و فروخت سمجھتا ہی تو وکیل باقی رہیگا اور معزول نہ ہوگا پس اگر خرید و فروخت کی تو اصل مین مذکور ہی کہ جائز ہی اور مشائخ نے فرمایا کہ جو اصل مین مذکور ہی وہ ایسی صورت مین گمان کیا جاتا ہی کہ جب موکل اُس سے راضی ہو اور اگر موکل پسند نہ کرے تو اُسکا تصرف موکل پر نافذ نہ ہوگا کذا فی المحیط۔ از انجملہ موکل کا مرتد ہو کر دار الحرب مین جا ملنا وکیل کو وکالت سے خارج کرتا ہی اور یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہی اور صاحبین رح کے نزدیک نہین خارج کرتا ہی۔ اور اگر موکل عورت ہی۔ اور مرتد ہوگئی تو وکیل اپنی وکالت پر ہی یہان تک کہ عورت مر جائے یا دار الحرب مین چلی جائے اور یہ بالاجماع ہی کیونکہ عورت کا مرتد ہونا مانع نفاذ تصرف نہین ہی یہ بدائع مین ہی اگر وکیل نے کہا کہ یہ فعل مین نے اُس عورت کی حیات مین کیا ہی تو خرید و فروخت و تقاضا سے قرض و ادائے قرض وغیرہ کے ایسی چیزون مین جو تلف ہو چکی ہین اُسکی تصدیق کیجائیگی اور جو بعینہ قائم ہی اُسمین اُسکی تصدیق نہ ہوگی اور اگر کہا کہ مین نے اس عورت کا قرض فلان شخص سے وصول کیا تو بدون گواہون کے اسکی تصدیق نہوگی اگرچہ بعینہ قائم ہو یہ حاوی مین ہی۔ اور اگر کہا کہ مجھے جو مال فلان عورت نے دیا اسکو مین نے وصول کیا اور موکل عورت نے اسکو اسکا حکم کیا تھا تو اسکی تصدیق کیجاوے گی بشرطیکہ مال بعینہ قائم نہو یہ مبسوط مین ہی۔ اگر کسی کو وکیل کیا کہ اس عورت سے میرا نکاح کرا دے پھر وہ مرتد ہو کر دار الحرب مین جا ملی پھر قید ہو کر اسلام لائی پھر وکیل نے موکل سے اُسکا نکاح کرا دیا تو جائز ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی اگر ایک شخص کو دو شخصون نے وکیل کیا کہ ہم دونون کے واسطے فلان باندی خرید دے پھر دونون مین سے ایک مرتد ہو کر دار الحرب مین جا ملا پھر وکیل نے وہ باندی خریدی تو وکیل کے ذمہ آدھی اور آدھی دوسرے موکل کے ذمہ پڑے گی اگر مرتد کے وارثون نے کہا کہ تو نے ہمارے مورث کے مرتد ہونے سے پہلے خریدی ہی اور وکیل نے انکی تکذیب کی تو قسم لیکر اُسی کا قول لیا جائیگا اور اگر وکیل نے مرتد کا مال بائع کو دیا ہی تو وارثون کا قول لیا جائیگا اور اگر دونون نے گواہ سنائے تو وارثون کے گواہ مقبول ہونگے اور اگر وکیل نے کہا کہ مین نے باندی مرتد کے دار الحرب مین جا ملنے سے پہلے خریدی ہی اور وارثون نے تکذیب کی تو وارثون کا قول

---

[۱] قولہ یعنی وکالت لازمی وہ نہین ہوتی جسکو موکل ہر وقت معزول کر سکے ورنہ وہ لازمی ہی ۱۲ [۲] مثل عدل یعنی رہن مین شرط ہو کہ مرہون ایک عادل کے پاس [illegible] مین روپیہ نہ دے تو عادل مسلط ہے کہ راہن کی طرف سے مرہون فروخت کر کے روپیہ ادا کر دے ۱۲

لیا جائیگا بشرطیکہ مال وکیل کو دیا گیا ہو اور وہ مال بعینہٖ اُسکے یا دوسرے کے ہاتھ مین قائم نہ ہوا ور اگر مال نہین
دیا گیا تو وارثون کا قول لیا جائیگا اور یہی حکم ہے اگر وہ مال بعینہٖ وکیل یا بائع کے پاس قائم ہو یہ مبسوط مین
لکھا ہے۔ ازانجملہ موکل کے عاجز یا مجور ہو جانے سے وکیل معزول ہوتا ہے مثلاً مکاتب نے کسی کو وکیل کیا پھر
وہ عاجز ہو گیا یا ماذون نے کسی کو وکیل کیا پھر وہ مجور ہو گیا تو وکالت باطل ہو گئی کذا فی البدائع۔ اگر مکاتب
نے کسی کو وکیل کیا پھر وہ عاجز ہو گیا یا ماذون نے وکیل کیا پھر مجور ہوا تو وکالت باطل ہوئی خواہ وکیل
کو خبر ہو یا نہ ہوا ور مستصفی مین لکھا ہے کہ عاجز یا مجور ہونے سے فقط خرید و فروخت کی وکالت باطل ہوتی
ہے اور اگر تقاضے یا ادائے قرض کا وکیل ہو تو وکالت باطل نہو گی یہ سراج الوہاج مین ہے ازانجملہ دو شریکون
کے جدا ہو جانے سے وکالت باطل ہوتی ہے اگرچہ وکیل کو علم نہ ہو کیونکہ یہ عزل[1] حکمی ہے اور عزل حکمی مین علم شرط
نہین ہے کذا فی التبیین۔ ازانجملہ خود وکیل کا مر جانا یا جنون مطبق ہو جانا مبطل وکالت ہے اور اگر مرتد ہو کر دار الحرب
مین جا ملا تو اُسکا تصرف جائز نہین ہے مگر اس صورت مین جائز ہو گا کہ مسلمان ہو کر عود کرے ولیکن جب تک اُسکے
دار الحرب مین جا ملنے کا حکم نہو جاوے تب تک اُسکا کام موقوف رہیگا اگر مسلمان ہو کر عود کر آیا تو گویا مرتد نہین ہوا اور
اگر اُس کے دار الحرب مین جا ملنے کا حکم[2] ہو گیا پھر وہ مسلمان ہو کر عود کر آیا تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے فرمایا کہ وکالت عود
نہ کریگی اور امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ عود کریگی اور اگر وکیل مرتد ہو کر دار الحرب مین جا ملا پھر مسلمان ہو کر واپس آیا تو ظاہر الروایت
مین وکالت عود نہ کریگی یہ بدائع مین ہے۔ اگر کسی مسلمان نے دوسرے مسلمان کو طلاق کیواسطے وکیل کیا اور وہ مرتد
ہو کر دار الحرب مین جا ملا پھر مسلمان ہو کر آیا تو اپنی وکالت پر باقی رہیگا کذا فی الحاوی اور معزول ہونے کی صورتون
مین سے ایک اُس غلام کا مر جانا ہے جسکی بیع یا ہبہ یا مدبر یا مکاتب کرنیکے واسطے مثلاً وکیل ہوا تھا کیونکہ محل تصرف
کے ہلاک ہو جانے کے بعد تصرف متصور نہین ہو سکتا ہے کذا فی البدائع۔ ازانجملہ جس چیز کی وکالت کے واسطے مقرر
ہوا تھا وہ متغیر ہو جاوے مثلاً فلان شخص کے درخت خرما کے کفری بیچنے یا خریدنے کے واسطے وکیل کیا گیا
پھر وہ کفری گدر یا پختہ یا خشک چھوہارے ہو گئے اور اسکا نام کفری نہ رہا بلکہ بسر یا رطب یا تمر ہو گیا پس وکالت
باطل ہو گئی ایسے ہی اگر بسر پک کر رطب ہو گئے تو خرید و فروخت کی وکالت باطل ہو گئی اور اگر بعض بسر پک کر
رطب ہو گئے تو خرید و فروخت کی وکالت اسی قدر مین باطل ہوئی ولیکن اگر قلیل بسر سے رطب ہوئے مثلاً دو یا
تین تو وکالت کل کی باقی رہیگی اور اگر رطب خشک ہو کر تمر ہو جائین تو خرید و فروخت کی وکالت استحساناً باطل
نہو گی بخلاف عنب کے اگر وہ زبیب ہو جاوے تو یہ حکم نہین ہے اور اگر چھوٹا بسر بڑا ہو جاوے تو بیع و شراء کی وکالت
باطل نہ ہو گی یہ محیط مین ہے۔ اگر انڈون کے خرید و فروخت کیواسطے وکیل ہوا پھر اُسمین سے چوزے نکل آئے یا خرما
کے بوئے بیچنے کے واسطے وکیل ہوا اور وہ بڑھ کر ثمر ہو گئے یا عصیر یا عنب کی بیع کیواسطے وکیل ہوا اور وہ سرکہ یا زبیب یا
عصیر ہو گیا یا دودھ بیچنے کے واسطے وکیل ہوا اور وہ مکھن یا گھی ہو گیا تو وکیل وکالت سے خارج ہو گیا۔ ابن سماعہ رحمہ اللہ نے

[1] عزل حکمی یعنی حکم اسکا معزولی ہے کچھ زبان سے معزول نہین کیا ۱۲ [2] یعنی قاضی کے سامنے پیش ہوا تو اُسنے حکم دیا کہ وہ حربی کافرون مین مل گیا ۱۲

امام محمدؒ سے روایت کی کہ اگر مرغی کے انڈے تین روز کی شرط خیار پر فروخت کیے پھر انھین تین دن مین ان سے چوزے پیدا ہوئے تو بیع باطل ہوگئی اور یہی ابن سماعہ نے امام ابو یوسفؒ سے روایت کی کہ اگر لبن حلیب معین خریدنے کیواسطے وکیل کیا پھر وہ ترش ہوگیا پھر وکیل نے خریدا تو موکل پر جائز نہین ہی اور اگر حلیب کا نام نہ لیا تو جائز ہی کیونکہ دودھ اسکو بھی کہتے ہین قلت[1] فرق فی الاصطلاح۔ اور اگر تازہ شیرین دودھ بیچنے کے واسطے وکیل کیا پھر ترش ہوگیا پھر فروخت کیا تو جائز ہی کیونکہ محل مفقود نہین ہوا اسلیے کہ مقصود بیع سے درم حاصل کرنا ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اگر کسی ذمی نے دوسرے ذمی کو شراب معین پر قبضہ کرنے کا وکیل کیا اور وہ سرکہ ہوگئی تو اُسکو قبضہ کرنے کا اختیار ہے کذا فی الحاوی۔ اسی طرح اگر مسلمان نے دوسرے مسلمان کو شیرہ انگور معین پر قبضہ کرنے کا وکیل کیا پھر وہ سرکہ ہوگیا تو قبضہ کرسکتا ہی اور اگر شراب ہوجاوے تو اُسکا حکم کتاب مین ذکر نہین کیا اور صحیح یہ ہے کہ قبضہ کرسکتا ہے یہ مبسوط مین ہے اگر خاص ستوون کے خریدنے کے واسطے وکیل کیا پھر وہ گھی یا روغن زیتون مین لت کیے گئے یا شکر یا شہد مین شیرین کیے گئے تو اُسکی خریداری موکل پر جائز نہ ہوگی اور بیچنا جائز ہے اور اگر معین تلون کے خریدنے کے واسطے وکیل ہوا پھر وہ تل بنفشہ یا خیرے مین بسائے گئے تو اُسکی خریداری موکل پر نا جائز اور بیع جائز ہے اور اگر معین سپید کپڑے کی خریداری کا وکیل کیا پھر وہ سُرخ رنگا گیا تو خریداری موکل پر نا جائز او بیع جائز ہی اسی طرح اگر سفید کو زبان سے نہ کہا ولیکن اشارے سے بتلایا تو بھی یہی حکم ہے یہ محیط مین لکھا ہے اگر تازہ تر مچھلی معین خرید کرنے کے واسطے وکیل کیا پھر وہ مچھلی نمکین کی گئی تو خریداری موکل پر نا جائز اور بیع جائز ہے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اگر غلام نے اپنے قرض کے تقاضے کیواسطے وکیل کیا پھر مالک نے اُسکو باجازت قرضخواہ کے فروخت کیا تو وکیل وکالت سے خارج ہوگیا خواہ اسکو اسکا علم ہو یا نہ ہو خواہ غلام پر قرض ہو یا نہو اور اگر اُسپر قرض نہو تو مالک اُسکا تقاضا کرے اور اگر قرض ہو تو قاضی اُسکی طرف سے ایک وکیل تقاضائے قرض کے واسطے مقرر کرے تاکہ اُس سے قرضخواہون کا قرض ادا کرے۔ اور اگر مالک نے اسکو آزاد کردیا تو وکیل اپنی وکالت پر باقی ہی اسی طرح اگر قرضخواہون کی اجازت سے اس کو مکاتب کردیا تو بھی یہی حکم ہی اگر مکاتب نے اپنے ہبہ پر قبضہ کرنیکے واسطے کوئی وکیل کیا اور وکیل نے مکاتب کے عاجز ہونے یا آزاد ہونے کے بعد قبضہ کیا تو جائز ہی کذا فی المبسوط۔ اگر غلام تاجر نے خرید یا فروخت وغیرہ کے واسطے وکیل کیا پھر مولے نے وکیل کو وکالت سے خارج کیا تو یہ کچھ نہین ہی خواہ غلام پر قرض ہو یا نہ ہو یہ حاوی مین ہی۔ اگر دو شخصون کا مکاتب ہی اُسنے خرید یا فروخت یا خصومت کے واسطے وکیل کیا پھر ایک کے حصہ ادا کرنے سے عاجز ہوا اور وکیل نے وہ کام کیا تو دونون کے حصہ مین جائز ہوگا کذا فی المبسوط

متفرقات عزل وغیرہ کے اگر عورت کو وکیل کرنے کے بعد تین طلاق دیے تو معزول نہ ہوگی کذا فی البحر الرائق اگر اپنے غلام کو فروخت کرنیکے واسطے وکیل کیا پھر غلام اور موکل دونون مرگئے اور وکیل کو معلوم نہ ہوا اُس نے

[1] یعنی میں کہتا ہوں کہ اصطلاح میں تفاوت ہے ۱۲ منہ

فروخت کرکے دام وصول کرلیے اور اُسکے پاس تلف ہو گئے تو وکیل ثمن کا ضامن ہوگا اور موکل سے نہین لیسکتا ہے اگر غلام مرگیا ہے اور موکل کے ترکہ سے نہین لے سکتا ہے اگر موکل مرگیا ہے کذا فی المحیط - اگر حربی نے دوسرے حربی کو دار الحرب مین وکیل کیا پھر دونون مسلمان ہوئے یا ایک مسلمان ہوا تو وکالت باطل ہے یہ مبسوط مین ہے وکیل نے اگر وکالت رد کردی تو رد ہو جائیگی اور یہ اُسوقت ہے کہ موکل کو معلوم ہو اور اگر معلوم نہ ہو تو رد نہ ہو گی حتی کہ اگر کسی غائب کو وکیل کیا اور اُسکو خبر پہونچی اُسنے قبول نہ کی بلکہ رد کردی مگر موکل کو خبر نہ ہوئی تھی کہ اُسنے پھر قبول کرلی تو صحیح ہے اور وکیل ہو جائیگا اسی طرح اگر وکالت کرے پھر موکل نے اُس سے کہا کہ وکالت رد کردے اُسنے کہا کہ مین نے رد کردی تو وکالت سے باہر ہو جائیگا یہ محیط مین ہے اگر موکل نے وکالت سے انکار کیا اور کہا کہ مین نے اُسکو وکیل نہین کیا ہے تو یہ معزول کرنا نہوگا اسی طرح اگر کہا کہ گواہ رہو کہ مین نے اُسکو وکیل نہین کیا ہے تو یہ کذب ہے اور وہ شخص وکیل رہا معزول نہ ہوا اور بعض مشائخ نے کہا کہ اس مسئلہ مین دو روایتین ہین اور یہی صحیح ہے کذا فی الذخیرہ - باپ نے اگر کسی کو لڑکے کا مال فروخت کرنیکے واسطے وکیل کیا پھر باپ یا وصی مرگیا تو وکیل معزول ہوگیا جبکہ باپ لڑکے کا وارث ہوا اور یہ ہمارے علماے ثلثہ کے نزدیک ہے کذا فی الخلاصہ - اور اگر وکیل کے کسی فعل کے کرنے سے پہلے لڑکا بالغ ہوگیا تو وکیل معزول ہوگیا اور باپ کا وکیل اور وصی کا وکیل ایک حکم رکھتا ہے - اگر کسی کو خصومت کے واسطے وکیل کیا اور کہا کہ جب مین تجھکو معزول کرون تو میرا خصومت کے مقدمہ مین وکیل ہے یہ وکالت مستقبلہ پس مشائخ نے ایسی وکالت کی جواز مین اختلاف کیا ہے عامہ مشائخ نے فرمایا کہ جائز ہے جسطرح ہو اور ایسا ہی ابو زید شروطی فرماتے تھے یہ محیط مین ہے پھر جب اس شرط سے وکالت جائز ٹھہری اور موکل نے وکالت سے خارج کرنا چاہا تو جس لفظ سے خارج کرے اسمین اختلاف ہے بعض نے کہا کہ موکل یون کہے کہ مین نے اپنے اس قول سے کہ جب مین تجھے وکالت سے خارج کرون تو تو میرا وکیل ہے رجوع کرلیا تو رجوع صحیح ہوا پھر اسکے بعد کہدے کہ مین نے تجھے اس وکالت سے معزول کیا پس جب وکالت منجزہ سے خارج کردیا تو وکیل نہ ہوگا اور شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا کہ میرے نزدیک اصح یہ ہے کہ یون کہے کہ مین نے تجھے ان وکالتون سے برطرف کیا تاکہ معلق و منجز دونون کو شامل ہو یہ فتاوے قاضی خان مین ہے - اگر کسی کو کسی شرط پر معلق کرکے وکیل کیا پھر وجود شرط سے پہلے اُسکو معزول کیا تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک صحیح نہین ہے اور امام محمد رح کے نزدیک صحیح ہے اور اسی پر فتوی ہے - اگر کہا کہ جب مین تجھے معزول کرون تو تو میرا وکیل ہے پھر کہا کہ جب تو میرا وکیل ہو جائے تو مین نے تجھے معزول کیا اسمین بھی مشائخ نے اختلاف کیا ہے اور مختار یہ ہے کہ وکیل کی موجودگی مین اسکو وکالت سے برطرف کرنے کا اختیار رکھتا ہے مگر سواے طلاق و عتاق و سواے اُس توکیل کے جو بدرخواست خصم[2] واقع ہوئی اور یون کہے کہ مین نے تجھے وکالات مطلقہ سے معزول کیا اور وکالتون معلقہ سے رجوع کیا اور اسی پر فتوی ہے یہ خلاصہ مین لکھا ہے اگر مطلوب نے خصومت کیواسطے اس شرط پر کوئی وکیل کیا کہ وکیل کو دوسرا وکیل کرنے کا اختیار ہے پھر بدون موجودگی طالب

[1] قولہ ضامن الخ کیونکہ یہان حکمی عزل ہے [2] یعنی فریق مخاصم نے درخواست کی کہ وکیل کردے وکالت مطلقہ جسمین کوئی شرط و قید نہو فقط وکیل کیا ہو

کے وکیل کو دوسرا وکیل کرنے کے اختیار سے ممنوع کیا یون کہا کہ مین نے تجھکو اقرار سے منع کیا اگر تو اقرار کر دیگا تو تیرا اقرار مجھپر روا نہ ہوگا تو امام محمدؒ کے نزدیک ایسی ممانعت صحیح ہی اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک بدون موجودگی طالب کے صحیح نہین ہی یہ محیط سرخسی مین ہی ایک شخص نے دوسرے کو ہزار درم دیے اور حکم کیا کہ اسکی ایک باندی خرید دے اور کہا کہ جو کچھ تو کرے وہ جائز ہی پس وکیل نے اس کام کے واسطے دوسرا وکیل کیا پھر موکل نے وکیل اول کو معزول کیا پھر دوسرے وکیل نے باندی خریدی تو جائز ہی خواہ وکیل ثانی کو پہلے وکیل کا معزول ہونا معلوم ہو یا نہ معلوم ہو خواہ اُسنے دوسرے وکیل کو دام دیے ہون یا نہ دیے ہون اسی طرح اگر پہلا وکیل مرگیا پھر دوسرے نے خریدی تو خریداری موکل پر جائز ہوگی اور اگر موکل نے دوسرے وکیل کو وکالت سے برطرف کیا تو صحیح ہی خواہ وکیل اول زندہ ہو یا مرگیا ہو اور اگر وکیل اول نے اپنے معزول ہونے اور دوسرے وکیل کے خریدنے سے پہلے باندی خریدی تو خریداری موکل پر روا ہی پس اگر اسکے بعد دوسرے وکیل نے خریدی تو اُسکی ذات کے واسطے ہوگی خواہ اُسکو پہلے وکیل کے خریدنے کا علم ہو یا نہ ہو خواہ اسکو دام دیدیے گئے ہون یا نہین اور اگر دونون نے ایک ایک باندی علیحدہ علیحدہ ایک ہی وقت مین خریدین تو دونون موکل کی ہونگی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اگر مضارب نے کسی کو ایک غلام خریدنے کا وکیل کیا اور مال دیدیا پھر رب المال مرگیا یا مجنون ہوگیا پھر وکیل نے خریدا تو خاص مضارب کے ذمہ ہوگا چنانچہ اگر غلام خرید کرنے کا وکیل کرکے مال دیدیا پھر عقد مضاربت ٹوٹ گیا اور وکیل بے خبر ہی اُسنے خریدا تو خاص مضارب کے ذمہ ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ ایک شخص پر دوسرے کا قرض ہی پھر قرضدار نے ایک شخص کو مال دیکر وکیل کیا کہ قرضخواہ کو دیدے پھر طالب نے قرضہ قرضدار کو ہبہ کردیا تو وکیل دینے سے ضامن ہوگا اور اگر یہ حال اسکو معلوم نہ ہوا تو ضامن نہ ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہی غلام نے ایک شخص کو اپنی ودیعت وصول کرنیکے واسطے جو اُسکے آقا یا غیر کے پاس ہی وکیل کیا پھر مالک نے غلام کو آزاد یا بیع کردیا یا باندی تھی کہ اُسکو ام ولد بنا لیا تو وکیل اپنی وکالت پر باقی ہی کیونکہ جو معاملہ پیش آیا یہ ابتدائی[1] توکیل کے منافی نہین ہی تو بدرجہ اولی بقاے توکیل مین منافی نہ ہوگا یہ مبسوط مین لکھا ہی۔ اگر غلام نے کسی کو خصومت یا بیع یا خرید مین وکیل کیا پھر غلام بھاگ گیا تو وکیل وکالت سے خارج ہوگیا اور اگر وکیل غلام تھا اور بھاگ گیا تو اپنی وکالت پر باقی ہے ہان اُسپر عہدہ کسی چیز کا نہ ہوگا کذا فی المبسوط

دسوان باب متفرقات کے بیان مین۔

خریداری کے وکیل نے اگر کوئی مال چکانے کے طور پر بائع سے لیا اور دام بیان کردیے اسکو موکل نے ادا کردیا پھر موکل اس سے راضی نہ ہوا اور ناپسند کرکے واپس کیا اور وہ وکیل کے پاس تلف ہوا تو وکیل بائع کے واسطے اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا پس اگر موکل نے اُسکو چکانے کے طور پر لینے کا حکم کیا تھا تو وکیل اُس سے بھر لے گا اور اگر حکم نہین کیا تھا تو نہین لے سکتا ہی یہ محیط مین ہی۔ ایک نے دوسرے سے کہا کہ تو میرا

---

[1] یعنی اگر یہ غلام و باندی ایسی حالت ہو جانیکے بعد وکیل کرے تو جائز ہے پس جو وکیل کیا تھا وہ بدرجہ اولی باقی رہے گا ۱۲ منہ

قرض وصول کرنے مین وکیل ہے اور جسکو چاہے وکیل کردے پس وکیل نے اس کام کے واسطے ایک وکیل کیا تو اسکو اختیار ہے کہ جب چاہے اس وکیل کو خارج کردے اور اگر کہا کہ تو میرے قرض وصول کرنے مین وکیل ہے اور فلان شخص کو وکیل کردے اسنے وکیل کر دیا تو یہ وکیل اسکو معزول نہین کرسکتا ہے اگر کہا کہ فلان شخص کو اگر تیرا جی چاہے وکیل کردے اسنے وکیل کیا تو معزول کر سکتا ہے کذا فی الحاوی۔ ایک شخص نے غلام خریدا اور گواہ کر لیے کہ مین فلان شخص کیواسطے خریدتا ہون اور فلان شخص نے کہا کہ مین راضی ہون تو مشتری کو اختیار ہے کہ چاہے اسکو نہ دے پس اگر مشتری نے اسکو دیکر دام اس سے لے لیے تو یہ دونون مین بیع تعاطی ہوگئی یہ فتاوی قاضی خان مین ہے جس شخص کے دوسرے پر ہزار درم آتے ہین اسنے حکم دیا کہ انکے عوض یہ غلام خرید دے اسنے خرید دیا تو جائز ہے اور اگر حکم کیا کہ انکے عوض غیر معین غلام خرید دے اسنے خریدا پھر موکل کے قبضہ سے پہلے اسی کے ہاتھ مین مر گیا تو مشتری کا مال گیا اور اگر موکل نے قبضہ کر لیا تو اسکا ہوگا اور یہ امام اعظم کے نزدیک ہے اور صاحبین کے قول مین وہ موکل کا ہے جسوقت کہ وکیل نے اسپر قبضہ کیا کذا فی الہدایہ۔ ایک شخص نے دوسرے کو ایک دینار فروخت کرنے کے واسطے دیا اسنے اپنا دینار موکل کے واسطے بیچا اور موکل کا اپنے واسطے رکھ چھوڑا تو امام ابو یوسف سے روایت ہے کہ جائز نہین ہے اور اگر اسکو ایک دینار کپڑا خریدنے کے واسطے دیا اسنے اپنے پاس کے دینار سے خرید دیا تو خریداری موکل کے واسطے ہوگی اور دینار وکیل کا ہے یہ بھی امام ابو یوسفؒ سے ہے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اگر غیر کے دینار سے خریدا اور موکل کا دینار ادا کیا تو خریداری وکیل کے واسطے ہوگی اور موکل کو اسکے دینار کی ضمان دے کذا فی الخلاصہ۔ وکیل خرید نے اگر خریدا اور اپنے مال سے درم دیے اور قبضہ کرکے موکل کو دیدیا اور اس سے دام لے لیے پھر مبیع موکل کے ہاتھ سے استحقاق مین لے لی گئی پھر موکل نے قصد کیا کہ اپنے دام وکیل سے قبل اسکے کہ وکیل بائع سے لیوے وصول کر لے تو اسکو یہ اختیار نہوگا اور اگر موکل نے دام نہ دیے ہون تو وکیل کو اختیار ہے کہ داموں کا اس سے مواخذہ کرے پھر جب بائع سے وصول کر لے تو اسکو واپس کردے۔ ایک شخص نے دوسرے کو حکم دیا کہ میرے واسطے ایک کپڑا جسکا وصف بیان کر دیا بعوض دراہم کے جو اسکو دیے ہین خرید دے پس وکیل نے خریدا اور درم ادا کر دیے پھر بائع نے یہ درم یہ کہکر کہ زیوف ہین وکیل کو واپس کر دیے اور وکیل نے اسکی تصدیق کی یا تکذیب کی اور موکل نے یہ درم اپنے درم ہونے سے انکار کیا تو وکیل کو اختیار ہے کہ موکل کو پھیر دے اور اس باب مین بائع کا قول لیا جائیگا اور یہی حکم دیناروں کا ہے مگر عروض کا یہ حکم نہین ہے کذا فی المحیط ایک کے قبضہ مین دوسرے کا غلام ہے قابض نے ایک شخص کو وکیل کیا کہ یہ غلام اسکے مالک سے خرید دے پھر وکیل نے کہا کہ مین نے یہ غلام خریدا اور دام اپنے پاس سے دیدیے اور موکل نے اسکی تصدیق کی تو موکل کو حکم دیا جائے گا کہ دام وکیل کو ادا کرے اور اس کے پاس عذر یہ کہ مجھے خوف ہے کہ غلام کا مالک آکر بیع سے انکار کرکے غلام مجھسے واپس لے

التفات نہ کیا جائے گا کذا فی الذخیرہ۔ ایک شخص کی جورو کسی شخص کی باندی ہے اسنے ایک شخص کو وکیل کیا کہ میری جورو اسکے مالک سے مجھے خرید دے پس وکیل نے خرید دی پس اگر شوہر نے اس سے وطی نہین کی ہے تو نکاح باطل ہوگیا اور مہر شوہر سے ساقط ہوگیا کیونکہ یہ جدائی ایسے شخص کی طرف سے ہوئی جو مہر کا مالک تھا اور یہ حکم اسوقت ہے کہ جب مالک کو یہ بات معلوم ہو کہ وکیل اسکے شوہر کے واسطے خریدتا ہے اور اگر مالک نے کسی کے ہاتھ فروخت کردی پھر شوہر نے اس سے خریدی اور ہنوز اس باندی سے وطی نہین کی ہے تو آدھا مہر دینا پڑیگا کیونکہ مالک مہر کی طرف سے فرقت پیدا نہین ہوئی ہے۔ اور یہ اسوقت ہے کہ مولی اقرار کرتا ہو کہ مشتری اسکے شوہر کی طرف سے وکیل تھا یا یہ امر گواہون سے ثابت ہوا اور اگر صرف وکیل کے اقرار سے خریدنے کے بعد وکالت ثابت ہوئی ہے تو اس باب مین بائع کا قول اسکے علم پر قسم لیکر معتبر رکھا جائے گا مگر اس صورت مین نہین کہ جب شوہر وکیل کرنے کے گواہ قائم کرے۔ ایک شخص نے وکیل کیا کہ اپنے غلام کے عوض میرے واسطے فلان شخص کا غلام خرید دے اسنے خرید دیا تو وہ غلام موکل کا ہوگا اور موکل پر وکیل کے غلام کی قیمت واجب ہوگی اور توکیل صحیح ہے یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ ایک شخص نے ایک غلام خریدا اور خریدنے سے پہلے یا بعد اس امر کے گواہ کر لیے کہ مین نے فلان شخص کے واسطے اسکے حکم سے خریدا ہے پھر اس امر کے گواہ کر لیے کہ مین نے فلان شخص دیگر کے واسطے اسکے حکم سے خریدا ہے اور اسکے مال سے خریدا ہے پھر وہی دوسرا شخص آیا اور پہلا نہ آیا تو اسی کے واسطے بیع کا حکم دیا جائے گا ولیکن پہلا شخص اپنی حجت پر باقی ہے پھر اگر وہ آیا اور اسنے دعوے کیا تو اسکی ڈگری کردی جائیگی اسی طرح اگر پہلے شخص کے گواہ ہون تو بھی یہی حکم ہے یہ محیط مین لکھا ہے۔ اگر اسواسطے وکیل کیا کہ میرے واسطے ایک باندی اتنے دامون کو خرید دے اسنے خریدی اور وہ استحقاق مین لے لی گئی تو وکیل ضامن نہوگا اور اگر ایک باندی خریدی اور ظاہر ہوا کہ وہ حرہ ہے تو ضامن ہوگا۔ یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے اگر آٹا خریدنے کے واسطے وکیل کیا اور دام دیدیے پھر ایک شخص نے وکیل کو چونا دکھلایا اور وکیل نے گمان کیا کہ یہ آٹا ہے پس اس سبب سے اس بات پر کہ یہ آٹا ہے چونا خرید لیا اور دام دیدیے تو وکیل دامون کا ضامن ہوگا اسی طرح ہر چیز مین بھی یہی حکم ہے جسمین مخالفت واقع ہوئی اگرچہ نہین جانتا ہے کذا فی المحیط۔ اگر ایک شخص نے دوسرے کو وکیل کیا کہ میرے واسطے ایک کر گیہون خرید دے اسنے اسکے واسطے خرید دیے اور ایک اونٹ کرایہ کرکے اسپر لادے پس اگر اسطرح وکیل کیا تھا کہ جس شہر مین دونون موجود ہین اسی کے نواح مین گیہون یا اناج خرید دے تو قیاس یہ چاہتا ہے کہ باربرداری مین وکیل احسان کرنیوالا شمار ہوا اور اجرت اسکو نہ ملے اور استحسانًا وہ ڈانڈ نہ دیگا اور کرایہ لے لیگا۔ اور اگر اس طرح وکیل کیا تھا کہ جس شہر مین دونون موجود ہین اسکے کسی گانون مین خرید دے تو وکیل احسان کرنیوالا شمار ہوگا اور یہ قیاسًا و استحسانًا کرایہ نہین لے سکتا ہے۔ اگر کسی دوسرے شہر مین خریدنے کے واسطے وکیل کیا تھا تو بھی قیاسًا و استحسانًا کرایہ نہین لے سکتا ہے۔ اور اگر موکل نے اس طرح وکیل کیا کہ میرے واسطے

سطر ۵ کیونکہ الخ یعنے مہر کا مالک درحقیقت بائع تھا جو باندی کا مولی تھا تو جب اسنے فروخت کی تو خود اسی نے نکاح دور کرنیوالا ہوا تو اسکو پھر بھی نہین ملیگا ۱۲

اناج خرید دے اور ایک درم کو ایک اونٹ اجارہ کرلے اسنے ڈیڑھ درم کو اجارہ لیا تو کرایہ متاجر پر ہوگا اور
اگر موافق حکم کے ایک ہی درم کو کرایہ کرتا تو موکل پر جائز ہوتا اور اجرت کے عوض اناج روک لینے کا اس کو
اختیار نہین ہی جیسا کہ کرایہ کے واسطے روک سکتا تھا کذا فی الذخیرہ۔ ایک معین باندی خریدنے کے واسطے
وکیل کر دیا اسنے اسی کے واسطے خرید کر کے اس سے وطی کی تو حد نہ ماری جائیگی اور نسب ثابت ہوگا اور
باندی اور اسکا بچہ موکل کا ہوگا اور یہ کتاب مین مذکور نہین کہ عقر لازم آئیگا اور مشائخ نے فرمایا کہ دیکھا جاوے
کہ اگر ثمن کے واسطے روک لینے سے پہلے ایسا کیا تو عقر لازم ہوگا اور اگر اسکے بعد ایسا کیا تو امام اعظم کے
نزدیک عقر لازم نہوگا اور امام محمد کے نزدیک ثمن باندی اور اسکے عقر پر تقسیم کیا جاوے پس جسقدر دام عقر
کے پڑتے ہین پڑین وہ ساقط اور جو باندی کے پڑتے ہین پڑین وہ باقی رہین گے یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور
اگر اسکو حکم دیا کہ میرے واسطے ایک غلام ہزار درم کو خرید دے اسنے بعوض ہزار درم کے بوعدہ عطاء خریدا
اور غلام وکیل کے ہاتھ مین مر گیا تو وکیل پر قیمت واجب ہوگی پھر جسقدر قیمت ڈانڈ دی ہی وہ موکل سے لیگا
اگرچہ ہزار درم سے بڑھ جاوے اور اگر غلام نہین مرا یہان تک کہ موکل نے اسے آزاد کر دیا تو صحیح ہی اور اگر
وکیل نے آزاد کیا تو صحیح نہین ہی اور اگر وکیل نے ایک ہزار دس درم کو بوعدہ عطاء خریدا اور باقی مسئلہ
اپنے حال پر ہی تو جو کچھ قیمت وکیل نے ڈانڈ دی ہی وہ موکل سے نہین لے سکتا ہی کیونکہ اسکے واسطے نہین
خریدا ہی یہان تک کہ اگر مرنے سے پہلے موکل نے اسے آزاد کیا تو صحیح نہین ہی اور اگر وکیل نے آزاد کیا
تو صحیح ہی یہ محیط مین ہی۔ ایک شخص نے دوسرے کو وکیل کیا کہ میرے واسطے ایک غلام ہزار درم کو خرید دے
پس وکیل نے ہزار درم مین ایسا غلام جسکی قیمت ہزار درم تھی خریدا اس شرط پر کہ وکیل کو تین روز کے اندر
خیار حاصل ہی پھر اسکی قیمت گھٹکر پانچسو درم رہ گئی اور وکیل نے غلام کا لینا اختیار کیا تو امام محمد کے نزدیک
وہ وکیل کے ذمہ ہوگا اور ایسا ہی قیاس قول امام اعظم کا ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ ایک شخص نے
غلام خریدا اور ہنوز دام نہ دیے تھے کہ اسکے آزاد کرنے کے واسطے ایک وکیل کیا اسنے آزاد کر دیا تو ضامن
نہ ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ منتقی مین بروایت بشر کے امام ابو یوسف رح سے آیا ہی کہ ایک شخص نے دوسرے کو
کسی چیز کے خریدنے کے واسطے وکیل کیا اور اس چیز کو بیان کر دیا اور اسکی جنس و صفت بتلا دی اور موکل
کی ملکیت مین وکیل کرنے کے دن ایسی کوئی چیز موجود تھی پھر اسنے فروخت کر دی پھر وکیل نے اسی کو موکل
کے واسطے خریدا تو جائز نہین ہی اور اگر وکیل کی ملکیت مین تھی اور اسنے فروخت کر دی پھر موکل کے واسطے
خرید دی تو جائز ہی یہ محیط مین ہی۔ ایک شخص کو فلان شخص کا غلام ہزار درم مین خریدنے کے واسطے وکیل کیا
پس وکیل بائع کے پاس آیا اور بیع کی درخواست کی اسنے کہا کہ مین نے اپنا یہ غلام فلان شخص یعنی موکل
کے ہاتھ ہزار درم کو بیچا وکیل نے کہا کہ مین نے قبول کیا تو یہ بیع موکل کے ذمہ لازم نہوگی اور صحیح یہ ہے
کہ وکیل اس صورت مین درمیانی فضولی ہو گیا پس بیع کا تمام ہونا موکل کی اجازت پر موقوف رہا یہ محیط مین ہے

ایک شخص کو ایک باندی خریدنے کے واسطے وکیل کیا اور اسکی جنس بیان کردی ثمن نہ بیان کیا پس وکیل نے
ایک باندی خرید کر کے موکل کے پاس بھیجدی اسنے اس سے وطی کی اور اسکو حمل رہگیا پس وکیل نے کہا کہ مین نے
تیرے واسطے نہین خریدی تھی تو اسی کا قول لیا جائے گا اور موکل کا نسب ثابت ہوگا اور دام ولد بنانا ثابت نہوگا
یہ محیط سرخسی مین ہی۔ ایک شخص کو حکم دیا کہ میرے واسطے ایک کر گیہون سو درم کو خریدے اور اپنے پاس سے
دام دے اسنے ایسا ہی کیا پھر موکل پر اسکو قابو نہ ملا یعنی اسنے موکل کو نہ پایا اور قاضی کے سامنے یہ معاملہ پیش کیا
تو قاضی گیہون فروخت کر کے اسکے دام وکیل کے پاس موکل کیطرف سے ودیعت رکھ دیگا اور یون نہ دیگا
کہ جس ثمن کو اسنے گیہون خریدے ہین یہ اسکے دام ہین یہ محیط مین ہی ایک شخص کو حکم کیا کہ میرے واسطے ایک
کر طعام سو درم کو خریدے اسنے ایسا ہی کیا اور سو درم ادا کردیے پھر وکیل نے بائع کو پچاس درم اس شرط
پر دیے کہ بائع ایک کر طعام زیادہ کردے اسنے ایسا ہی کیا تو مشائخ نے فرمایا کہ پہلا کر موکل کا ہوگا اور دوسرا
کر وکیل کا ہوگا اور وکیل موکل کو پچیس درم ضمان دیگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اگر حکم کیا کہ کسی قدر معین
طعام مسمی کی بیع سلم مین کچھ درم معین میرے واسطے لیوے اسنے لیے اور موکل کو دیدیے تو طعام سلم وکیل پر
لازم ہوگا اور موکل پر اسکے درم قرض ہونگے کذا فی النہایہ۔ ایک شخص کے پاس ہراتی کپڑون کی ایک
گٹھری تھی اسنے دو شخصون سے کہا کہ جو تم مین سے فروخت کردے جائز ہی تو جو شخص فروخت کردیگا جائز ہے
اسی طرح اگر کہا کہ جس کسی نے ان دونون مین سے بیچا جائز ہی پس جو فروخت کردے جائز ہی اور اگر کہا کہ مین نے
اسکو یا اُسکو اسکے بیچنے کے واسطے وکیل کیا تو جو شخص اکیلا فروخت کردے جائز ہے اور یہ حکم استحسانا
ہے یہ محیط مین ہی اگر کسی سے کہا کہ جو شخص میرا یہ غلام تیرے ہاتھ فروخت کردے اسکو مین نے اجازت
دی تو وہ وکیل نہین ہوگا یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ میرے ہاتھ یہ غلام فلان شخص
کے واسطے فروخت کردے اسنے فروخت کردیا پھر انکار کیا کہ مجھے فلان شخص نے حکم نہین کیا تھا تو فلان
شخص اسکو لے سکتا ہے کیونکہ قول سابق سے وکالت کا اقرار ثابت ہی اور اگر فلان شخص نے کہا کہ مین نے
حکم نہین دیا تھا تو نہین لے سکتا ہے مگر مشتری اسکو سپرد کردے تو بیع تعاطی ہوجائیگی یہ سراج الوہاج مین
ہے۔ کسی نے کہا کہ یہ غلام فروخت کردے یا مکاتب کردے یا آزاد کردے تو انمین سے جو کام وکیل
کر گذرے جائز ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ جسکی تعلیق شروط سے جائز ہے وہ مجہول مین بھی منعقد ہوجاتی ہے
کیونکہ وہ بیان سے معلوم مین منعقد ہوسکتی ہے پس مجہول مین انعقاد ہونے سے فائدہ متصور ہے اور جسکی
تعلیق شروط سے جائز نہین ہے وہ مجہول مین منعقد نہین ہوتی ہے کیونکہ مفید نہین ہے۔ وکیل کیا کہ یہ غلام
یا وہ غلام فروخت کردے یا اس عورت یا اس عورت سے نکاح کرادے اسنے دونون کو معًا ایک ہی
دامون یا مختلف دامون مین فروخت کیا یا معًا دونون عورتون سے نکاح کرادیا تو ایک مین بھی جائز نہین ہی
کیونکہ ایسی جہالت موجب فساد ہی کہ جس سے جھگڑا پیدا ہوتا ہی۔ اگر دو عورتون مین سے ایک کی طلاق

یا دو غلامون مین سے ایک کے آزاد کرنے کے لیے وکیل کیا اسنے دونون کو مال پر یا بلا مال طلاق دیا یا
آزاد کیا تو ایک مین جائز ہے اور موکل مختار ہوگا کہ جسکو چاہے معین کرے کیونکہ اسکی تعلیق شروط سے جائز
ہے پس تعلیق بشرط بیان بھی جائز ہو اور ایسا ہی خلع مین بھی ہو سکتا ہو۔ اگر دو عورتون مین سے کسی ایک کے
خلع کے واسطے وکیل کیا اسنے دونون کا ایک غیر معین مال یا دو مالون پر معًا خلع کر دیا تو بعض نے فرمایا کہ ایک
کا خلع جائز ہو اور شوہر بیان کرنے پر مجبور کیا جائیگا۔ اگر کہا کہ اس غلام یا اس غلام کو مکاتب کر دے اسنے
دونون کو معًا مکاتب کر دیا تو جائز نہین ہو اگر ایک نجم مین ہون ورنہ ایک مین جائز ہے جسکو چاہے اختیار
کرے یہ محیط سرخسی مین ہو۔ دو شخصون نے ایک غلام کی آزادی پر گواہی دی اور بسبب تہمت کے قاضی
نے دونون کی گواہی رد کر دی پھر مالک نے ایک کو غلام کی بیع کے واسطے وکیل کیا اسنے دوسرے گواہ
کے ہاتھ فروخت کیا تو صحیح ہے اور مشتری کی جانب سے آزاد ہو جائیگا اور بائع ثمن کا ضامن ہے اور
مشتری امام اعظم و امام محمد کے نزدیک ثمن سے بری ہو اور اگر کسی دوسرے کے ہاتھ فروخت کیا تو صحیح ہے
اور دام لے لیگا اور غلام آزاد نہ ہوگا اور اگر بائع کے دام وصول کر لینے کے بعد مشتری نے اسکی تصدیق کی
تو بری ہو جانا صحیح ہوا اور غلام آزاد ہو گیا اور بائع اپنے مال سے مشتری کو دام ادا کر دے اور اگر بائع کے دام
وصول کرنے سے پہلے تصدیق کی تو مشتری بری ہو گیا اور امام اعظم و امام محمد کے نزدیک بائع موکل کو دام
ڈانڈ دے یہ محیط سرخسی مین ہو۔ اگر کسی کو وکیل کیا کہ میرے غلام کو اسی کے ہاتھ ہزار درم کو فروخت کر دے
اسنے بوعدہ عطاء یا حصاد یا دیاس کے ان دامون کو فروخت کیا اور غلام نے قبول کیا تو جائز ہو اور غلام آزاد
ہو گیا اور مولی خود ہی دام وصول کرنے کا متولی ہوگا اور اسی میعاد پر ملین گے یہ محیط مین ہو۔ اگر وکیل نے
غلام فروخت کیا اور مالک نے اسے قتل کر ڈالا تو بیع باطل ہو گی علی ہذا اگر مالک نے اسکا ہاتھ کاٹ ڈالا
تو بھی مگر مشتری کو اختیار ہو چاہے آدھے دامون مین اسکو لے لے یہ محیط مین ہو اگر وکیل نے غلام فروخت
کیا پھر خود اسکا ہاتھ کاٹ ڈالا اور ہنوز مشتری نے قبضہ نہین کیا ہے تو مشتری کو اختیار ہے چاہے پورا ثمن
دیکر غلام لے لے اور وکیل سے اسکی آدھی قیمت بھر لے ورنہ بیع فسخ کر دے اور وکیل موکل کو آدھی قیمت
دیگا اور وہ زیادتی صدقہ کر دیگا یہ محیط سرخسی مین ہو۔ ایک شخص نے دوسرے کو ہزار درم مین اپنا غلام
فروخت کرنے کا وکیل کیا اسنے فروخت کیا اور دام وصول کر لیے اور غلام مشتری کو دیدیا پھر وکیل نے
مشتری کو ایک گھر بڑھا دیا تو جائز ہے اور گھر و غلام مشتری کا ہوگا اور اس زیادتی مین وکیل احسان کرنیوالا
شمار ہوگا اور شفیع کو اختیار ہوگا کہ اس گھر کو ہزار درم مین جسقدر اسکا حصہ پڑتا ہو خرید لے اور اگر گھر
استحقاق[1] مین لے لیا گیا تو مشتری وکیل سے بقدر حصہ اس گھر کے واپس لیگا اور وکیل موکل سے کچھ نہین
لے سکتا ہے اور اگر غلام استحقاق مین لیا گیا تو وکیل پورے ہزار درم موکل سے لیگا پھر مشتری کو اسمین سے

---

[1] استحقاق مین الخ یعنے دوسرے نے اپنا حق ثابت کراکے اسکو لے لیا ۱۲

بقدر حصہ غلام کے دیگا اور گھر کا حصہ وکیل کے واسطے بچ رہے گا۔ وکیل بیع نے اگر فروخت کیا پھر مشتری سے اپنے واسطے خریدا اور مشتری قبضہ کر چکا ہے پھر مبیع مین استحقاق ثابت ہوا تو وکیل مشتری سے لیگا پھر مشتری وکیل سے پھر وکیل موکل سے لیگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ وکیل بیع نے اگر کہا کہ مین نے غلام ایک شخص کے ہاتھ فروخت کر دیا اور سپرد کر دیا اور مین اسکو پہچانتا نہین ہون اور دام مجھے وصول نہوے کہ مجھے اس سے وصول کرنے کی قدرت نہین ہے تو وکیل ضامن ہوگا۔ وکیل بیع نے اگر مبیع کسی شخص کو دی کہ فروخت کرنے کے واسطے جسکو چاہے دکھلادے پھر وہ شخص بھاگ گیا اور مبیع لے گیا یا اسکے پاس تلف ہو گئی تو وکیل ضامن ہے کذا فی خزانۃ المفتین اور یہی اصح ہے اور میرے والد فرماتے تھے کہ جسکو دی ہے اگر وہ ثقہ ہو تو وکیل ضامن نہوگا یہ ظہیریہ مین ہے ایک شخص نے دوسرے کو ایک طشت دیا کہ اسکو فروخت کردے اسنے توڑ ڈالا اور پھر فروخت کیا پس اگر اسطرح توڑا ہے کہ جس سے یہ حکم دیا جاتا کہ وکیل موکل کو نقصان ادا کرے تو بیع جائز ہے اور اگر اسقدر توڑ ڈالا ہے کہ یہ حکم دیا جاتا کہ یہ طشت وکیل کے حوالہ کردے اور اس سے اپنی قیمت لے لے تو یہ بیع بھی موکل کیطرف سے جائز نہوگی یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ کپڑا فروخت کرنے کے وکیل نے اگر کندی کرنے والے کو کپڑا دیا تو ضامن ہوگا پھر اگر کپڑا اسکے پاس آگیا تو ضمان سے چھوٹ گیا حتی کہ اگر پھر اسکے پاس تلف ہو جاوے تو ضامن نہ ہوگا اور اگر وکیل نے اسکے بعد فروخت کر دیا تو جائز ہے اور تمام دام موکل کے ہونگے اور اسکو اختیار نہوگا کہ کندی کی اجرت موکل سے لے سکے اور نہ اسکے مقابلہ مین کچھ اجرت ہوگی یہ محیط مین ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کو ایک کپڑا دیا اور کہا کہ میرے واسطے اسکو فروخت کردے اُسنے فروخت کیا اور دام وصول نہ کیے یہانتک کہ موکل سے ملا اور کہا کہ مین نے تیرا کپڑا فلان شخص کے ہاتھ فروخت کیا اور مین اسکی طرف سے تجھے ادا کرتا ہون پس اسکی طرف سے سب دام دیدیے تو اسنے احسان کیا اور مشتری سے کچھ نہین لے سکتا ہے اور اگر یون کہا کہ مین تجھے اس شرط سے ادا کرتا ہون کہ جو تیرا مال مشتری پر ہے وہ میرا ہوگا تو جائز نہین ہے اور جو اسنے ادا کیا ہو وہ موکل سے پھیر لے اور مشتری پر وہ دام بحالہ باقی رہے کہ وکیل اس سے لیکر موکل کو دے اور اگر وکیل نے کپڑے کے مالک کے ہاتھ کوئی اسباب اسی قدر داموں کو جو اسکے مشتری پر آتے ہین فروخت کیا اور کہا کہ ان دامون کا ان دامون سے بدلا کر لے اور یہ نہ کہا کہ اس شرط پر کہ جو مال تیرا مشتری پر ہے وہ میرا ہے تو جائز ہے اور اسنے مشتری پر احسان کیا کذا فی الذخیرہ۔ باندی فروخت کرنے کے وکیل نے اگر اسکو ہزار درم مین فروخت کیا جیسا کہ موکل نے حکم کیا تھا اور باہم قبضہ ہو گیا پھر مشتری نے دعوی کیا کہ مین نے اس شرط پر خریدی تھی کہ وہ لکھنا جانتی ہے یا روٹی پکانا جانتی ہے یا اس شرط پر کہ باکرہ ہے اور اب مین نے اسکو ایسا نہین پایا اور بائع نے اسکی تکذیب کی اور موکل نے تصدیق کی تو موکل کی تصدیق سے بیع نہ ٹوٹے گی اور اگر مشتری نے دعوی کیا کہ بائع نے اپنے واسطے تین دن کی شرط خیار کی کر لی تھی اور اسنے تین ہی دن کے اندر بیع توڑ دی اور بائع نے انکار کیا مگر موکل نے اقرار کیا تو قاضی حکم دیگا کہ باندی موکل کو واپس دی جاوے اور مشتری

اپنے دام موکل سے لیگا اسی طرح اگر مشتری نے باندی پر قبضہ کرنے سے پہلے دعوی کیا کہ مین نے باکرہ ہونیکی شرط کر لی تھی اور اب مین نے اسے ثیب پایا پس مجھے اسکے لینے کی کچھ ضرورت نہین اور مین نے بیع توڑ دی اور بائع نے یہ شرط ہونے سے انکار کیا مگر موکل نے تصدیق کی تو قاضی حکم دیگا کہ باندی موکل کو دیجاوے اور مشتری اپنے دام موکل سے لیگا اسی طرح اگر قبضہ سے پہلے یہ شرط بیان کی کہ مین نے اس شرط سے خریدی تھی کہ وہ روٹی پکانا جانتی ہے یا لکھنا جانتی ہے اور اب مین نے اسے ایسا نہ پایا تو بھی یہی حکم ہے یہ محیط مین ہے۔ اگر ایک ہراتی کپڑون کی گٹھری فروخت کرنیکے واسطے وکیل کیا اسنے فروخت کر دی اور مشتری نے اُسپر قبضہ کر لیا پھر خیار رویت کی وجہ سے بائع کو واپس کر دی اور موکل نے کہا کہ یہ میری گٹھری نہین ہے تو وکیل کا قول لیا جائیگا۔ اور اگر وکیل نے انمین سے ایک کپڑا فروخت کیا اور باقی نہ فروخت کیے تو امام اعظم کے نزدیک جائز ہے اور صاحبین نے فرمایا کہ جائز نہین ہے بشرطیکہ اس سے پوری گٹھری مین نقصان آتا ہو یہ مبسوط مین ہے۔ وکیل نے اگر موکل کے حکم سے ایک قمقمہ کسی شخص کو درست کرنیکے واسطے دیا پھر اسکو یاد نرہا کہ مین نے کسکو دیا ہے تو ضامن نہوگا یہ ظہیریہ مین ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کو دس درم دیکر حکم کیا کہ انکو صدقہ کر دے پس وکیل نے انکو خرچ کر ڈالا پھر اپنے مال سے دس درم موکل کی طرف سے صدقہ کر دیے تو جائز نہین ہے اور دس درم کا ضامن ہوگا اور اگر وہ درم قائم ہون اور وکیل نے انکو رکھ لیا اور بجائے انکے دس درم اپنے پاس سے صدقہ کر دیے تو استحساناً جائز ہے اور یہ دس درم اسکے دس درم کے عوض لسکے ہو گئے ایک شخص کو کچھ مال دیکر حکم کیا کہ اسکو صدقہ کر دے اسنے موکل کے بالغ بیٹے کو صدقہ مین دیے تو بالاتفاق جائز ہے ایک شخص نے اپنے وکیل کو حکم دیا کہ جو گیہون میرے تیرے پاس ہین انمین سے اسقدر قفیز فلان شخص یعنی زید کو مثلاً دیدے اور زید نے اسی کو وکیل کیا کہ انکو میری طرف سے فروخت کر دے اسنے فروخت کر دیے تو بیع کا تمام ہونا موکل کی اجازت پر موقوف رہا اور زید کے وکیل کرنے سے وہ شخص وکیل نہوگا کیونکہ قبضہ سے پہلے صدقہ کا وہ مالک نہین ہے یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ اگر ایک شخص نے وکیل کیا کہ تو میرا خرچ اُٹھا اسنے اُٹھایا تو موکل سے بھر لے گا اگرچہ لینے کی شرط نہ کی ہو اسی طرح اگر کہا کہ میری اولاد کا خرچ اٹھا تو بدون شرط کرنے کے جو صرف کرے وہ اس سے لے لیگا نوادر ابن سماعہ مین امام محمد سے روایت ہے کہ ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میرے اہل و عیال کو دس درم ماہواری خرچ دے اسنے کہا کہ مین نے اسی قدر خرچ کیا ہے اور موکل نے تکذیب کی اور وکیل نے اس سے قسم لینا چاہی تو قاضی یون قسم لیگا کہ واللہ مین نہین جانتا ہون کہ اسنے میرے اہل و عیال پر اسقدر ماہواری خرچ کیا ہے یہ محیط مین لکھا ہے قرض لینے کے وکیل نے کہا کہ مین نے قرض دینے والے سے ایک ہزار قرض لیے ہین اور قرض دینے والے نے اسکی تصدیق کی مگر موکل نے انکار کیا تو امام محمد نے فرمایا کہ موکل کا قول لیا جائیگا۔ اور امام ابو یوسف نے فرمایا کہ اس باب مین وکیل کا قول لیا جائیگا۔ ایک شخص نے وکیل کیا کہ میرے غلام کو مکاتب کر کے اسکا بدل کتابت وصول کرے اور وکیل نے کہا

مین نے ایسا ہی کیا ہی اور موکل نے انکار کیا تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ مکاتب کرنے مین وکیل کا قول معتبر ہوگا کیونکہ اسکو کچھ فائدہ نہین ہوا اور بدل کتابت وصول کرنے مین معتبر نہوگا کیونکہ اسمین متہم ہو سکتا ہی۔ اور اگر مکاتب کردیا پھر کتابت ثابت کرکے کہا کہ مین نے بدل کتابت وصول کرلیا ہی اور تجکو دیدیا ہی تو اسکی تصدیق کی جائیگی اسلیے کہ وہ امین قرار دیا گیا ہی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ ایک مریض کی موت قریب آئی اسنے کہا کہ یہ دراہم لیجا کر میرے بیٹے اور بھائی کو دیدے اور اسکے سوا کچھ نہ بیان کیا تو یہ شخص وکیل ہی اور اسکو حلال نہین ہی کہ وارثون کو دے بلکہ قرضخواہون کو ادا کرے یہ خزانۃ المفتین مین لکھا ہی۔ منتقی مین مذکور ہی کہ وکیل کو حکم کیا کہ میرے قرضدار سے ہزار درم لیکر صدقہ کردے اسنے ہزار درم صدقہ کردیے تاکہ مدیون سے خود وصول کرلے تو استحسانا جائز ہے یہ بحر الرائق مین ہی معلے نے امام ابو یوسفؒ سے روایت کی ہی کہ ایک شخص نے دوسرے کو آزاد کرنے کے واسطے غلام دیا اسنے آزاد کیا یہانتک کہ غلام کے مالک نے دریافت کیا تو اسنے انکار کیا کہ تو نے مجھے کوئی غلام نہین دیا ہی۔ پھر اسکو آزاد کیا تو اعتاق باطل ہی یہ ظہیریہ مین ہی۔ ایک اونٹ کرایہ کیا اور اسپر بار برداری لادکر بلخ تک بھیجا اور حمال کو حکم دیا کہ اسکو وکیل کے سپرد کرکے اس سے کرایہ وصول کرلے اسکے وکیل نے قبول کیا اور کچھ کرایہ دیا اور باقی کے دینے سے انکار کیا پس اگر کرایہ کرنیوالے کا وکیل پر قرضہ آتا ہی اور وہ اقرار کرتا ہی کہ مجھپر قرضہ ہی اور موکل نے کرایہ دینے کا حکم کیا ہی تو باقی دینے کے واسطے اسپر جبر کیا جائیگا۔ اور اگر موکل کے حکم سے اسنے انکار کیا تو حمال اس سے قسم لے سکتا ہی کہ واللہ مین نہین جانتا ہون کہ اسنے وصول کرنے کا حکم دیا ہی کہ اگر وکیل پر اسکا قرضہ نہو تو باقی ادا کرنے کے واسطے اسپر جبر نہ کیا جائیگا یہ خزانۃ المفتین مین لکھا ہی۔ وکیل نے اگر وکالت قبول کرنے کے بعد یون کہا کہ لعنت بر وکیلے باد یا کہا کہ مین ایسی وکالت سے بری ہون یا کہا کجا افتادم بوکیلے اور موکل اسکا حاضر ہے

تو وکالت سے خارج نہوگا یہ ظہیریہ مین ہے

تمت
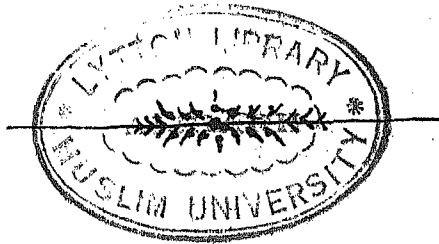
مختصر فہرست کتب فقہ فارسی و اُردو

ناظرین کی آگاہی کے لئے اسی فن کی چند کتب کی فہرست درج کیجاتی ہے مطول فہرست ہر قسم کی کتب کی طلب فرمانے پر بلا قیمت روانہ ہوگی۔ المشتہر

منیجر نولکشور پریس صیغۂ بکڈپو لکھنؤ

نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت
فقہ فارسی (اہل سُنّت)			
حج الحج مسمّے بہ **غایۃ الشعور**۔ اس مین احکام حج کی ضرورت اور صحت اور کعبہ کی عظمت کو دلائل سے ثابت کیا ہے از مولانا محمد شاہ صاحب۔	عہ ر	اور متعدد فصلین ہین جن مین تمام ضروری مسائل بیان کئے ہین۔ اور آخری باب مین مناقب امام ابو حنیفہؒ کو بیان کیا گیا ہے از شیخ نصیر الدین مرحوم نہایت صحت کے ساتھ شائع کیا گیا ہے۔	عہ۱ر
تبیان۔ فی احکام شرب الدخان حقّہ پینے نہ پینے کے احکام کی تصریح۔	ار	**عمدۃ البضاعۃ فی مسائل الرضاعۃ** اس مین دودھ پلانے کے مسئلے۔ رضیع اور مرضعہ کے بابتہ احکام بالتفصیل درج ہین	ار
نام حق منظوم۔ اس مین نماز و روزہ کے ضروری مسائل بیان کئے گئے ہین۔ از مولانا شرف الدین بخاری۔	۶ پائی	**مسلک المتقین**۔ فقہ کی مشہور و معروف کتاب ہے	عہ ر
مائۃ مسائل۔ اِس مین سو مسائل ضروری بطور سوال جواب کے بیان کئے ہین	۶ر	**قدوری**۔ مترجمۂ مولانا ابی القاسم ابن حسین۔	۸ر
شرح وقایہ فارسی۔ یعنی عربی شرح وقایہ کا فارسی مین ترجمہ اور حاشیہ پر حاشیہ ملتقی الابحر چڑھا ہوا ہے مترجمہ مولوی عبد الحق صاحب سرہندی	عہ۸ر	**شرح فارسی مختصر وقایہ** مستند و مقبول عام شرح ہے از مولانا عبد الرحمٰن جامی	عہ۴ر
		کنز الدقایق۔ فارسی مشہور و معروف کتاب ہے۔ ترجمہ فارسی۔	۱۳ر
فتاوائے برہنہ۔ اس مین ۳۶۔ ابواب		**بالابدمنہ**۔ جملہ ضروری مسائل نماز روزہ	

نام کتاب	قیمت
حج زکوٰۃ از قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی معہ وصیت نامہ	لہ/
شرح مختصر وقایہ کورمیری ۔ یہ شرح داخل درس ہے مسائل مختصر وقایہ کو خوب حل کیا ہے ۔ از مولانا جلال الدین کورمیری	عہ/
رسالہ تنبیہ الانسان ۔ در حلت و حرمت جانوران نہایت ضروری رسالہ ہے ۔	ا/
رسالہ قاضی قطب ۔ ذکر ایمان و ارکان اسلام ۔	۲ پائی
نادر المعراج ۔ شب معراج کا مختلف آیات و احادیث سے ثبوت اور اُس کی فضیلت آنحضرت کا دنیا سے آسمان پر جانا اور مشاہدۂ عجائبات وغیرہ وغیرہ دیگر ولایتون مین یہ کتاب بہت مروّج ہے از مولانا شیخ الاسلام اکبرآبادی عہد شاہجہانی مین تصنیف ہوئی	۳/
مختصر وقایہ مترجم فارسی یعنی فارسی تحت اللفظ ترجمہ مع متن عربی ۔	۲عہ/
ایضاً ۔ جلد اوّل	۱۰/
" جلد دوم	۸/
[illegible] ۔ شرح اصول الشاشی از نجم الغنی صاحب رامپوری	عہ/

نام کتاب	قیمت
ملتقی الابحر	۲عہ/

فقہ اردو و مذہب اہل سنت

نام کتاب	قیمت
غایۃ الاوطار ۔ ترجمہ اردو در مختار کامل چار جلد ۔ یہ وہی نادر کتاب فتاوی ہے جسمین کل معاملات شرعی و عرفی کا فیصلہ کر دیا گیا ہے بیع شری ۔ حوالہ شہادت وکالت دعوے اقرار صلح مضاربت وغیرہ کے بالتفصیل بیان و احکام درج ہین کاغذ سفید	۱۶عہ
کشف الحاجۃ ۔ ترجمہ مالابد منہ از مولوی نور الدین بن محمد اشرف چاٹگامی	مہ/
رسالہ خلاصۃ المسائل ۔ معاملات و عبادت کے ضروری مسئلے ۔	۶/
مرأۃ الصلوۃ اردو ۔ وضو اور نماز کے مسائل مین نہایت جامع کتاب ہے از مولوی محمد مرتضیٰ صاحب اعظمی ہندوی یہ کتاب جدید الطبع ہے ۔	۶/
ہزار مسئلہ ۔ اس مین سات رسالے شامل ہین ۔ جن مین سے ہر ایک اہل اسلام کے لئے ضروری ہے از مولوی عبد اللہ	۲/